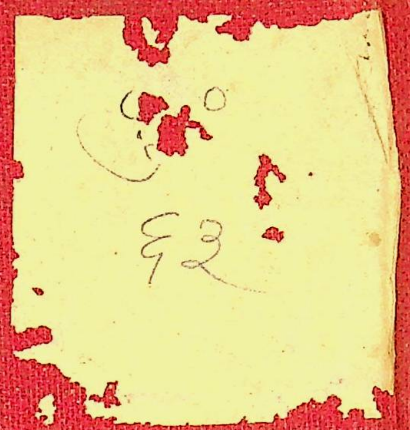
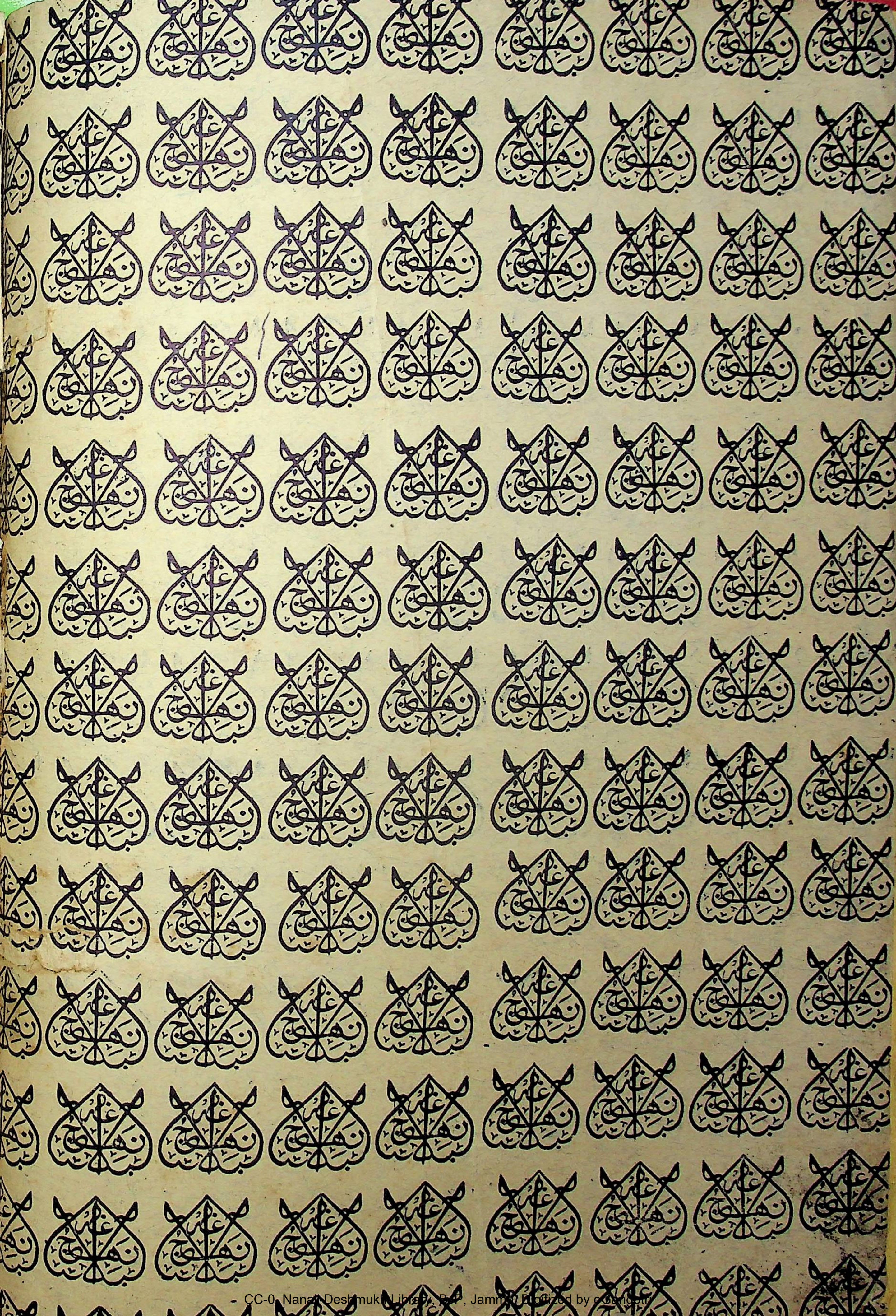




نہج البلاغہ

مع

ترجمہ و حواشی

مکمّل

ترجمہ

سیّد انصار حسین رضوی (ماہلی)

بار دوئم ستمبر ۱۹۷۰ء

پرنٹر

سرفراز قومی پریس نادان محل روڈ لکھنؤ

پبلشر

احباب پبلشرز، اقبال منزل، مقبرہ عالیہ گولہ گنج لکھنؤ

باہتمام

سید محمد جعفر رضوی ماہلی

تعداد طباعت ۵۰۰ پانچ سو

قیمت مجلد ۲۸ اٹھائیس روپیہ

ملنے کے پتے

(۱) احباب پبلشرز، اقبال منزل مقبرہ عالیہ گولہ گنج۔ لکھنؤ ۱

(۲) بمبئی۔ علمدار بکڈپو نمبر ۱۶۷ جیل روڈ۔ ایسٹ بمبئی ۹

(۳) الجواد بکڈپو، جوادیہ عربی کالج، پرہلاد گھاٹ۔ بنارس

(۴) جبلی بکڈپو پریڈ۔ کانپور

پیش کش

بہ حضرت

مولائے کائنات ، مفکّرِ وحدانیت ، واقف اسرار لدنّی ، بابِ مدینۃ العلم
لسان اللہ ، فلسفی اسلام سیّد الاولیاء امام الاتقیا امیرالمومنین

علی ابن ابی طالب

علیہ الاف التحیۃ والثناء

میرے آقا و مولا جہاں آپ کے حضور میں ملائے اعلیٰ کے رہنے والے عجز و نیاز سے سر بہ زمین ہیں وہاں آپ کی نگاہِ فیض رساں کا سہارا لے کر مجھ ایسے تہی دامانِ علم کی یہ جسارت حیرت انگیز ہے کہ وہ آپ ہی کے نطقِ گوہر بار کے معجزے، آپ ہی کے کلماتِ خوش آب اور آپ ہی کے فرمودات صداقت گزیں و ارشادات حقیقت آفریں آپ ہی کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے لیکن اس یقین کے ساتھ کہ آپ کی چشمِ کرم اس ہدیہ کو شرف قبولیت بخشے گی۔ آقائے دو جہاں! اپنی یہ تمنائے حیات آپ کے حضور میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں اس امید پر کہ یہی میری نجات کا وسیلہ ہوگی۔

سیّد انصار حسین (ماہلی)

فہرست مضامین ترجمہ نہج البلاغہ

حصہ اوّل

فہرست مضامین ترجمہ نہج البلاغہ

حصہ دوم

فہرست حصّہ سوئم مکتوبات ورقعات

فہرست مضامین حصّہ چہارم

باسمہٖ سبحانہ

عرض ناشر

جب سے احباب پبلشرز کی داغ بیل پڑی تھی اور اس کے ذریعہ ادبی اور مذہبی کتابوں کی اشاعت کا سلسلہ شروع کیا گیا تھا اُسی وقت سے دو چیزیں پیش کرنے کی تمنا ہر لمحہ دل میں کسک پیدا کرتی رہتی تھی اور ہم نے بھی اپنی ان دونوں تمناؤں کو اپنی زندگی کا ما حصل بنا رکھا تھا:

ایک کلام مجید کا ترجمہ جو شگفتہ اور سلیس ہونے کے ساتھ ہی عصری تقاضوں کے مطابق بھی ہو دوسرے امیر المومنین کے خطبات، خطوط اور مختصر حکیمانہ کلمات کا مجموعہ نہج البلاغہ کا ترجمہ جس کے متعلق دنیائے اسلام کا عقیدہ ہے کہ خدا کے کلام کے بعد اس سے بلیغ تر کوئی کلام نہیں منعم حقیقی کا لاکھ لاکھ شکر ہے آج ہماری ایک دیرینہ تمنا پوری ہوئی نہج البلاغہ مع ترجمہ اور مختصر شرح ناظرین کے پیش خدمت ہے۔

اُردو زبان میں نہج البلاغہ کے کئی ترجمے شائع ہوئے اور ہر ترجمہ کسی نہ کسی انفرادی حیثیت کا حامل تھا غالباً سب سے پہلے جناب مولوی حکیم ذاکر حسین صاحب اختر بھرتپوری مرحوم نے نیرنگِ فصاحت کے نام سے اس کا اردو ترجمہ کیا تھا اور غالباً یہ پہلی کتاب تھی جس میں نہج البلاغہ کے پورے متن کا اردو ترجمہ شائع ہوا مگر اس میں اختصار کو اس حد تک ملحوظ رکھا گیا تھا کہ اصل عربی عبارت ہی شامل نہیں کی گئی تھی۔ جناب مترجم مرحوم نے سید رضیؒ کی ان عبارتوں کا ترجمہ بھی ترک کر دیا تھا جو سیدؒ نے جابجا امیر المومنینؑ کے بعض کلمات کی تشریح میں درج نہج البلاغہ کی تھیں یہ ترجمہ بہت عرصہ ہوا مقبول پریس دہلی سے شائع ہوا تھا پھر چھپنے کی نوبت نہیں آئی۔ دوسرا ترجمہ جناب علامہ ظفر مہدی صاحب گہر جائسی مرحوم مدیر سہیل یمن کا ہے جو ترجمے کی لطافت و شگفتگی اور سیر حاصل تشریحی حواشی کی وجہ سے بہت ہی فائق اور ممتاز تھا مگر مولانا موصوف صرف بائیس خطبوں کا ترجمہ کر سکے یا یہ کہا جائے کہ صرف اتنے ہی شائع ہو سکے تھے جب علامہ مرحوم کی علالت پھر انتقال نے تکمیل کار کا ہر امکان ہی ختم کر دیا۔

ان دو ترجموں کے علاوہ حال ہی میں پاکستان سے دو نئے ترجمے شائع ہوئے ہیں ایک ترجمہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور نے بڑے اہتمام سے شائع کیا ہے اور اُس کے ترجمہ اور تشریح میں شیعہ اور سنی دونوں طبقہ ہائے خیال کے ارباب علم و دانش اور صاحبان قلم سے مدد لی گئی ہے اور بہت سے مفید مطالب کے اضافے بھی کیے گئے ہیں دوسرا ترجمہ جناب مولانا مفتی جعفر حسین صاحب قبلہ مجتہد کا ہے جسے ادارۂ علمیہ لاہور نے شائع کیا ہے۔ یہ دونوں ترجمے اپنی خوبیوں کے لحاظ سے بیحد قابل قدر ہیں لیکن ملکی تقسیم اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی دشواریوں کے سبب ان کا حصول ہندوستان کے شیدایانِ لسان اللہ کے لئے آسان نہیں۔ ان ترجموں کے علاوہ ایک ترجمہ حضرت حجۃ الاسلام جناب مولانا سید علی حیدر صاحب قبلہ طاب ثراہ جیسے یگانۂ روزگار عالم و محقق کے قلم سے تھا جنکی علمی خدمات اور مذہبی احسانات سے برصغیر کا شاید ہی کوئی شیعہ گھرانا ناواقف ہو یہ ترجمہ ہی نہیں بلکہ مختصر سی شرح بھی ہے اور محققانہ انداز سے کہ اگر اسی انداز سے پوری کتاب مکمل ہوگئی ہوتی تو پھر کسی ترجمے اور شرح کی احتیاج نہ ہوتی مگر افسوس کہ جناب مرحوم کا قلم صرف ایک سو سات خطبوں ہی تک اپنی منزل طے کر سکا تھا کہ کسی ناگہانی افتاد کے سبب

اس کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور یہ کتاب پایۂ تکمیل تک نہ پہنچ سکی۔

ہم نے اس کتاب کا آغاز جناب مرحوم ہی کے ترجمہ اور شرح سے کیا ہے تاکہ حقائق اور معارف کا یہ بہترین ذخیرہ جو عرصہ سے نایاب تھا پھر ایک مرتبہ منظر عام پر آجائے جس قدر خطبات کے ترجمے ہمیں دستیاب ہو سکے وہ ہم نے ابتدا میں دیئے ہیں اس کے بعد بقیہ کتاب مفتی جعفر حسین صاحب قبلہ اور شیخ غلام علی اینڈ سنس لاہور کے شائع کردہ ترجموں سے مکمل کی ہے اس طرح ہم یہ ترجمہ مسلم الثبوت ارباب قلم کی کاوشوں کا ثمرہ اور گلہائے رنگا رنگ کا دل آویز گلدستہ بنا کر پیش کر رہے ہیں۔

آخر میں ہم نے صاحب سلونی کا وہ نادر روزگار خطبہ بھی شامل کر دیا جس میں حضرت امیر المومنینؑ نے ایک جگہ بھی الف کا استعمال نہیں کیا ہے یہ خطبہ اگرچہ جناب سید رضیؒ نے نہج البلاغہ میں درج نہیں کیا مگر کئی محققین اور علمائے اسلام نے اسے اپنی کتابوں میں بڑے اہتمام سے نقل کیا ہے اس خطبے کا ترجمہ حضرت حجۃ الاسلام الحاج مولانا سید ظفر الحسن صاحب قبلہ مجتہد صدر مدرس مدرسہ جوادیہ بنارس کے سحر کار قلم سے ہے۔ جن بزرگوں کی تراوش قلم نے اس سعی کو کامیاب بنایا ہے اُن کے شکریہ کے لئے الفاظ کہاں سے لاؤں صرف صمیم قلب سے دعائے خیر کرتا ہوں۔ ناشکر گزاری ہوگی اگر اس سلسلے میں اپنے دیرینہ کرم فرما جناب جعفر علی ولی محمد اڈیٹر علمدار بمبئی کی عنایتوں کا ذکر نہ کیا جائے کیونکہ درحقیقت اس کتاب کی اشاعت بہت کچھ موصوف ہی کی ہمت افزائیوں کی مرہون منت ہے۔ جناب مولانا محمد باقر صاحب مدیر اصلاح اور مولانا سید کرار حسین صاحب قبلہ واعظ مدرسۃ الواعظین کے بھی ہم تہ دل سے شکر گذار ہیں کہ انھوں نے ہم سے ہر ممکن تعاون کیا اور کاپی اور پروف کی صحت کرکے ہماری سخت ترین مشکل آسان کر دی۔ فجزاھم اللہ عنا خیرا الجزاء۔

ارادہ تھا کہ شروع کتاب میں ایک تفصیلی مقدمہ بھی شائع کیا جائے مگر کتاب کی ضخامت بڑھ جانے کی وجہ سے مجبوراً اس کی اشاعت روک دینا پڑی انشاء اللہ جلد ہم اُسے ایک مبسوط کتاب کی صورت میں پیش کریں گے۔ جس میں نہج البلاغہ کے استناد سے بھی بحث ہوگی اور کلام مرتضوی کی فنی و معنوی اہمیت سے بھی۔ دعا کیجئے کہ یہ کام تکمیل کو پہنچے۔

وما توفیقی الا باللہ

سید انصار حسین رضوی (ماہلی)

۱۱ اپریل سنہ ۱۹۷۰ء

جامع نہج البلاغہ

علّامہ شریف رضی علیہ الرّحمہ کے مختصر سوانح حیات

سیّد علیہ الرحمہ کی زندگی کا ہر پہلو ان کے آباؤ اجداد کے کردار کا آئینہ دار اور ان کی سیرت کا ہر رخ ائمہ اطہارؑ کی پاکیزہ زندگیوں کا نمونہ تھا۔ وہ اپنے علمی تبحّر، عملی کمال، پاکیزگیِ اخلاق اور حُسنِ سیرت و استغنائے نفس کی دل آویز اداؤں میں اتنی کشش رکھتے تھے کہ نگاہیں ان کی خوبی و زیبائی پر جم کر رہ جاتی تھیں اور دل اس ورثہ دارِ عظمت و رفعت کے آگے جھکنے پر مجبور ہو جاتے تھے۔

آپ کا نام محمد، لقب رضی اور کنیّت ابو الحسن تھی یہ ۳۵۹ھ میں سرزمینِ بغداد میں پیدا ہوئے اور ایک ایسے گھرانے میں آنکھ کھولی جو علم و ہدایت کا مرکز اور عزّت و شوکت کا محور تھا۔

ان کے والد بزرگوار ابو احمد حسین تھے جو پانچ مرتبہ نقابتِ آلِ ابی طالب کے منصب پر فائز ہوئے اور بنی عباس و بنی بویہ کے دورِ حکومت میں یکساں عظمت و بزرگی کی نظروں سے دیکھے گئے۔ چنانچہ ابو نصر بہاء الدولہ ابن بویہ نے انھیں الطاہر الاوحد کا لقب دیا اور ان کی جلالتِ علمی و شرافتِ نسبی کا ہمیشہ پاس و لحاظ رکھا۔ ان کا خاندانی سلسلہ صرف چار واسطوں سے امامت کے سلسلہ زرّیں سے مل جاتا ہے جو اس شجرۂ نسب سے ظاہر ہے۔ ابو احمد حسین ابن موسیٰ ابن محمد ابن موسیٰ ابن ابراہیم ابن امام موسیٰ کاظمؑ۔ ۲۵ جمادی الاولےٰ سنہ ۴۰۰ھ میں ستانوے برس کی عمر میں انتقال فرمایا اور حائرِ حسینی میں دفن ہوئے۔ ابو العلاء معرّی نے ان کا مرثیہ کہا ہے۔ جس کا ایک شعر یہ ہے:۔

انتم ذووا النسب القصیر فطولکم ‏ ‏ ‏ باد علی الکبراء و الاشراف

"تمھارے اور امام کے درمیان بہت تھوڑے سے وسائط حائل ہیں اور تمھاری بلندیاں اکابر و اشراف پر نمایاں ہیں!"

آپ کی والدۂ معظمہ کی شرافت و بلندیِ مرتبت کی طرف آگے اشارہ ہوگا۔ یہاں پر صرف ان کا شجرۂ نسب درج کیا جاتا ہے۔ فاطمہ بنت الحسین بن حسن الناصر ابن علی ابن حسن ابن عمر ابن علی ابن حسین ابن علی ابن ابی طالب۔

ایسے نجیب و بلند مرتبت مرتبہ ماں باپ کی اخلاقی نگہداشت و حسنِ تربیت کے ساتھ آپ کو استاد و مربّی بھی ایسے نصیب

ہوئے جو اپنے وقت کے ماہرین باکمال اور ائمۂ فن مانے جاتے تھے جن میں سے چند کا یہاں پر ذکر کیا جاتا ہے۔

حسن ابن عبداللہ سیرانی:۔ نحو و لغت اور عروض و قوافی میں استاد کامل تھے۔ کتاب سیبویہ کی شرح اور متعدد کتابیں لکھی ہیں۔ سیّد نے بچپن میں ان سے قواعد نحو پڑھے اور انہی کے متعلق آپ کا مشہور نحوی لطیفہ ہے کہ ایک دن حلقۂ درس میں نحوی اعراب کی مشق کرتے ہوئے سیّد رضی سے پوچھا کہ اذا قلنا رایت عمر فما علامۃ نصب عمر۔ "جب ہم رایت عمر کہیں تو اس میں علامت[1] نصب کیا ہوگی" آپ نے برجستہ جواب دیا "بغض علی" اس جواب پر سیرانی اور دوسرے لوگ ان کی ذہانت وطباعی پر دنگ رہ گئے۔ حالانکہ ابھی آپ کا سن دس برس کا بھی نہ تھا۔

سالے کہ نکواست از بہارش پیدا

ابواسحاق ابراہیم احمد ابن محمد طبری:۔ بڑے پایہ کے فقیہہ و محدث اور علم پرور جوہر شناس تھے۔ سیّد نے ان سے بچپن میں قرآن مجید کا درس لیا۔

علی ابن عیسیٰ ربعی:۔ انھوں نے بیس برس ابوعلی فارسی سے استفادہ کیا اور نحو میں چند کتابیں لکھی ہیں۔ سیّد نے ان سے ایضاح ابوعلی اور عروض و قوافی کی چند کتابیں پڑھیں۔

ابوالفتوح عثمان ابن جنی:۔ علوم عربیہ کے بڑے ماہر تھے۔ دیوانِ متنبّی کی شرح اور اصول و فقہ میں متعدد کتابیں لکھی ہیں۔ سیّد نے ان سے بھی استفادہ کیا۔

ابوبکر محمد ابن موسیٰ خوارزمی:۔ یہ اپنے وقت میں مرجع درس اور صاحب فتویٰ تھے۔ سیّد نے ان سے بھی استفادۂ علمی کیا۔

ابوعبداللہ شیخ مفید علیہ الرحمہ:۔ سیّد رضی کے اساتذہ میں سب سے زیادہ بلند منزلت ہیں۔ علم و فقاہت اور مناظرہ و کلام میں اپنا مثل و نظیر نہیں رکھتے تھے۔ تقریباً دو سو کتابیں اپنی یادگار چھوڑی ہیں۔

ابن ابی الحدید نے سعد ابن فخار سے نقل کیا ہے کہ ایک رات شیخ مفید نے خواب دیکھا کہ جناب فاطمۂ زہرا حسن اور حسین علیہما السلام کے ہمراہ مسجد کرخ میں تشریف لائیں اور ان سے خطاب کر کے فرمایا کہ اے شیخ میرے ان بچوں کو علم فقہ و دین پڑھاؤ۔ شیخ جب خواب سے بیدار ہوئے تو حیرت و استعجاب نے گھیر لیا اور ذہن خواب کی تعبیر میں الجھ کر رہ گیا۔ اسی عالم میں صبح ہوئی، تو دیکھا کہ فاطمہ بنت الحسین کنیزوں کے جھرمٹ میں تشریف لا رہی ہیں اور ان کے

---

[1] نصب علامت اعرابی ہے اور اس کے معنی ناصبیت کے بھی ہیں اور علامہ نے اس لفظ کو دوسرے معنی پر محمول کیا ہے۔

دونوں بیٹے سید مرتضیٰ اور سید رضی ان کے ہمراہ ہیں۔ شیخ انھیں دیکھ کر تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے۔ جب وہ قریب آئیں تو فرمایا، اے شیخ میں ان بچّوں کو آپ کے سپرد کرنے آئی ہوں آپ انھیں علمِ دین پڑھائیں۔ یہ سُن کر رات کا منظر ان کی نظروں میں پھرنے لگا۔ مجسم تعبیر نگاہوں کے سامنے آگئی۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور ان سے رات کا خواب بیان کیا، جسے سُن کر سب ہم سجود ہو کر رہ گئے۔ شیخ نے اسی دن سے انھیں اپنی توجہ کا مرکز بنا لیا اور انھوں نے بھی اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر علم و فضل میں وہ بلند مقام حاصل کیا جس کی رفعت اپنوں ہی کو نظر نہ آتی تھی، بلکہ دوسرے بھی نظریں اٹھا کر دیکھتے رہ جاتے تھے۔

سید علیہ الرحمہ علم و فضیلت میں یگانۂ روزگار ہونے کے ساتھ ایک بہترین انشاء پرداز اور بلند پایہ سخن طراز بھی تھے، چنانچہ ابو حکیم خبری نے آپ کے جواہر پاروں کو چار ضخیم جلدوں میں جمع کیا ہے، جو شوکت الفاظ سلاستِ بیان حُسنِ ترکیب اور بلندیِ اسلوب میں اپنا جواب نہیں اور پرکھنے والوں کی یہ رائے ہے کہ انھوں نے لوحِ ادب پر جو بیش بہا موتی ٹانکے ہیں ان کے سامنے کلامِ عرب کی چمک دمک ماند پڑ گئی اور بلا شبہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ قریش بھر میں ان سے بہتر کوئی ادیب و سخن داں پیدا نہیں ہوا لیکن سید علیہ الرحمہ نے کبھی اسے اپنے لیئے وجہ نازش و سرمایۂ افتخار نہیں سمجھا اور نہ ان کے دوسرے کمالات و خصوصیات کو دیکھتے ہوئے ان کی طبع موزوں کی روانیوں کو اتنی اہمیت دی جا سکتی ہے کہ شعر و سخن کو ان کے لیئے وجہِ فضیلت سمجھ لیا ہے۔ البتہ انھوں نے اپنے مخصوص طرزِ نگارش میں جو علمی و تحقیقی نقش آرائیاں کی ہیں ان کی افادیت و معنویت کا پایہ اتنا بلند ہے کہ انھیں سید کی بلند نظری کا معیار ٹھہرایا جا سکتا ہے اور ان کی تفسیر کے متعلق تو ابن خلکان کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ "یتعذر وجود مثلہ اس کی مثل پیش کرنا دشوار ہے" انھوں نے اتنی مختصر سی عمر میں جو علمی و ادبی نقوش اُبھارے ہیں، وہ علم و ادب کا بہترین سرمایہ ہیں۔ چنانچہ ان کی چند نمایاں تصنیفات یہ ہیں حقائق التاویل تلخیص البیان عن مجاز القرآن، مجازات الآثار النبویہ خصائص الائمہ، حاشیہ خلاف الفقہا، حاشیہ ایضاح وغیرہ۔ مگر ان تمام تصنیفات میں آپ کی تالیف کردہ کتاب "نہج البلاغہ" کا پایہ بلند ہے کہ جس میں امیر المومنین ع کے خطبات و توقیعات، اور حکم و نصائح کے انمول موتیوں کو ایک رشتہ میں پرو دیا ہے۔

سید ممدوح کے علمی خد و خال کو ان کی حمیّت و خودداری اور عالی ظرفی و بلند نظری نے اور بھی نکھار دیا تھا۔ انھوں نے زندگی بھر بنی بویہ کے انتہائی اصرار کے باوجود ان کا کوئی صلہ و جائزہ قبول نہیں کیا اور نہ کسی کے زیر بارِ احسان ہو کر اپنی آن میں فرق اور نفس میں جھکاؤ آنے دیا۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ کے ہاں فرزند کی ولادت ہوئی تو اس زمانہ کے رسم و رواج کے مطابق ابو غالب فخر الملک وزیر بہاء الدولہ نے ایک ہزار دینار بھجوائے اور طبیعت شناس و مزاج

آشنا ہونے کی وجہ سے یہ کہلوا بھیجا کہ یہ دایہ کے لیے بھیجے جا رہے ہیں مگر آپ نے وہ دینار واپس کر دیئے اور یہ جواب دیا کہ ہمارے یہاں کا دستور نہیں کہ غیر عورتیں ہمارے حالات پر مطلع ہوں، اس لیے دوسری عورتوں سے یہ خدمت متعلق نہیں کی جایا کرتی، بلکہ ہمارے گھر کی بڑی بوڑھیاں خود ہی اسے سرانجام دے لیا کرتی ہیں، اور وہ اس کے لیے کوئی ہدیہ و اجرت قبول کرنے کے لیے آمادہ نہیں ہو سکتیں۔

اسی عزتِ نفس و احساس رفعت نے انھیں سہارا دے کر جوانی ہی میں وقار و عظمت کی اس بلندی پر پہنچایا تھا کہ جو عمر طویل کی کارگزاریوں کی آخری منزل ہو سکتی ہے۔ ابھی ۲۱ سال کی عمر تھی کہ آل ابی طالب کی نقابت اور حجاج کی امارت کے منصب پر فائز ہوئے۔ اس زمانہ میں یہ دونوں منصب بہت بلند سمجھے جاتے تھے۔ خصوصاً نقابت کا عہدہ تو اتنا ارفع و اعلیٰ تھا کہ نقیب کو حدود کے اجرا امورِ شرعیہ کے نفاذ، باہمی تنازعات کے تصفیہ اور اس قبیل کے تمام اختیارات حاصل ہوتے تھے اور اس کے فرائض میں یہ بھی داخل ہوتا تھا کہ وہ سادات کے نسب کی حفاظت اور ان کے اخلاق و اطوار کی نگہداشت کرے اور آخر میں تو ان کی نقابت کا دائرہ اتنا ہمہ گیر و وسیع ہو گیا تھا کہ مملکت کا کوئی شہر اس سے مستثنیٰ نہ تھا اور نقیب النقبا کے لقب سے یاد کیے جانے لگے تھے مگر عمر کی ابھی سینتالیس منزلیں ہی طے کرنے پائے تھے کہ سنہ ۴۰۶ھ میں نقیب، موت نے ان کے دروازے پر دستک دی اور یہ وجودِ گرامی ہمیشہ کے لیے آنکھوں سے روپوش ہو گیا۔

للہ عمرک من قصیر طاہر ولرب عمر طال بالادناس

" تمھاری چھوٹی مگر پاک و پاکیزہ عمر کی خوبیوں کا کیا کہنا اور بہت سی عمریں گندگیوں کے ساتھ بڑھ جایا کرتی ہیں"

ان کے بڑے بھائی علم الہدیٰ سید مرتضیٰ نے جس وقت یہ روح فرسا منظر دیکھا تو تاب و توانائی نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا اور درد و غم کی شدت سے بے قرار ہو کر گھر سے نکل کھڑے ہوئے اور اپنے جد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے روضۂ اطہر پر آ کر بیٹھ گئے۔ چنانچہ نماز جنازہ ابو غالب فخر الملک نے پڑھائی جس میں تمام اعیان و اشراف اور علما و قضاۃ نے شرکت کی، اس کے بعد علم الہدیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بڑی مشکلوں سے انھیں واپس لے جانے میں کامیاب ہوئے۔ ان کا مرثیہ ان کے قلبی تاثرات کا آئینہ دار ہے، جس کا ایک شعر اوپر درج کیا گیا ہے۔

دیباچہ

مؤلف نہج البلاغہ علامہ شریف رضی علیہ الرحمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدائے رحمٰن و رحیم کے نام سے شروع کرتا ہوں

اما بعد حمد اللہ الذی جعل الحمد[1] ثمنا لنعمائہ[2] ومعاذا من بلائہ۔ وسبیلا الی جنانہ۔ وسببا لزیادۃ احسانہ۔ والصلوٰۃ علی رسولہ نبی الرحمۃ۔ وامام الائمۃ۔ وسراج الامۃ۔ المنتخب من طینۃ الکرم۔ وسلالۃ المجد الاقدم۔ ومغرس الفخار المعرق۔ وفرع العلاء المثمر المورق۔ وعلی اھل بیتہ مصابیح الظلم وعصم الامم۔ ومنار الدین الواضحۃ۔ ومثاقیل الفضل الراجحۃ۔ صلی اللہ علیھم اجمعین۔

جس خدا نے حمد (بجالانے) کو اپنی نعمت کی قیمت اور اپنی بلا سے محفوظ رہنے کی جگہ اور اپنی بہشتوں کا راستہ اور اپنے احسان کی زیادتی کا سبب قرار دیا ہے اُس کی حمد بجالانے اور اُس کے رسول پر جو نبی رحمت اور اماموں کے امام اور اُمت کے مشعل (ہدایت) اصل شرف کے برگزیدہ سب سے بڑھی ہوئی بزرگی کے جوہر نسبی فخر و مباہات کے اصل الاصول۔ اور رفعت مرتبہ کی (بلند) باردار شاخ ہیں اور اُن کے اہل بیت پر جو تاریکی (ضلالت) کے (روشن) چراغ (خدا کی) امتوں کے نگہبان۔ دین کے روشن منار فضل (و شرف) کے گرانبار میزان ہیں۔ خدا ان کل حضرات پر رحمت نازل کرے۔

---

[1] یہ خطبہ دیباچہ کتاب ہے جسے جناب سید رضی علیہ الرحمہ نے مطابق قواعد مقررہ علمائے اسلام ابتدائے کتاب میں لکھا مگر اس میں آپ نے وہ بلاغت صرف کی ہے کہ آپ ہی کا حصہ ہے کیونکہ حمد خدا کے بعد جو اغراض بتائے ہیں وہ ایسے ہیں کہ بطور استقراء کلیہ قرار پاسکتے ہیں کیونکہ شکر منعم واجب عقلی ہے۔ اس لئے ثمنا لنعمائہ لائے کیونکہ اس کے سوا بندہ کے اختیار میں کیا ہے کہ اُس کی نعمات کا شکریہ ادا کرے [2] اس لفظ ثمن سے جس کے معنی قیمت کے ہیں اس طرف اشارہ ہے کہ حمد خدا واجب ہے کیونکہ یہ ظاہر ہے مال غیر میں تصرف بلا اجازت مالک جائز نہیں جس کی اجازت کی دو ہی صورتیں ہیں یا بہ قیمت یا بہ ہبہ۔ بہ قیمت تصرف بہتر ہے۔ پس اسے نعمات خدا میں بھی تصرف بلا ادائے قیمت جائز نہ ہوگا تو حمد واجب ہوا۔ بلاؤں سے اس کا محافظ ہونا بھی واضح ہے۔ وسیلہ مغفرت ہونا بھی معلوم ہے جس کا نتیجہ حصول جنت ہے اور موجب زیادتی احسان ہونا تو بنص قرآن ثابت ہے کہ لئن شکرتم لازیدنکم (باقی صفحہ ۲۶ پر ملاحظہ ہو)

صلوٰۃ تکون ازآءً لفضلھم۔ ومکافاۃ لعملھم۔ وکفآءً لطیب فرعھم واصلھم ماانار فجر ساطع۔ وخوی نجم طالع۔

ایسی رحمت جو اُن کے فضل کے شایاں اور اُن کے عمل کا عوض اور اُن کے خاندانی و ذاتی پاکیزگی کے مساوی ہو جب تک صبح روشن ہوتی اور ستارے غروب کرتے رہیں۔

(بقیہ حاشیہ ٢٥) پس معلوم ہوا کہ حمد و ثنا کے فوائد بندوں ہی کی طرف عائد ہیں نہ خدا کی طرف جو مستغنی بالذات ہے ٥٣ یہ اشارہ آیہ کریمہ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین کی طرف ٥٤ یہ اشارہ ہے طرف افضلیت آنحضرت سائر انبیاء پر کیونکہ خدا نے یہ خطاب حضرت ابراہیم فرمایا انی جاعلک للناس اماما اور یہ درجہ حضرت کو ابتدا میں ملا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے و اذ ابتلی ابراھیم ربہ بکلمات فاتمھن قال انی جاعلک للناس اماما یعنی جب خدا نے ابراہیم کی چند باتوں میں آزمائش کی اور وہ اسمیں پورے اُترے تو خدا نے یہ درجہ دیا کہ فرمایا ہم تم کو امام بنائیں گے۔ اسی لئے امامت کی شرط صبر قرار پائی وجعلنا منھم ائمۃ یھدون بامرنا لما صبروا (سورۂ سجدہ) یعنی ہم نے اُن سے بعض کو امام بنایا کہ ہدایت کریں ہمارے حکم کی جب انھوں نے صبر کیا۔ اور ظاہر ہے کہ رسول اللہؐ سے زیادہ صابر کوئی نبی نہیں ہوا جن کا مقولہ مشہور ہے ما اوذی نبی کما اوذیت (میری ایسی اذیت کسی نبی کو نہیں پہونچی) اور خود خدا فرماتا ہے فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل۔ ان آیات سے جہاں رسول اللہ کا امام الائمہ ہونا ثابت ہوا وہاں ائمہ طاہرین کا امام ہونا بھی جو صبر میں رسول خدا صلعم کے پیرو تھے۔ اور مصداق اوحینا الیھم فعل الخیرات ٥٥ یہ اشارہ ہے یا ایھا النبی انا ارسلناک شاھدا و مبشرا و نذیرا و داعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا کی طرف ١٢ ٥٦ اس جملہ میں اشارہ ہے طرف مذہب حق کے کیونکہ اہل سنت سے بعض تو اس کے بھی قائل ہیں کہ معاذ اللہ حضرت کی نسب میں کچھ خرابی تھی اور اس کا تو جمہوری عقیدہ کہ حضرت کے آبائے کرام عیاذاً باللہ کافر تھے حالانکہ یہ دونوں عقیدے باطل ہیں اور صحیح یہی ہے جو مذہب شیعہ کا عقیدہ ہے کہ کسی قسم کی دنائت نسبی نے آپ میں راہ نہ پائی خواہ بذریعہ کفر ہو خواہ بذریعہ اختلال نسب ٥٧ یہ ایسا بلیغ فقرہ ہے کہ کسی طرح اس کا ترجمہ کسی دوسری زبان میں ایسی لطافت سے نہیں ہو سکتا مغرس جائے نصب درخت کو کہتے ہیں جہاں درخت بٹھلایا جاتا ہے محاورہ والا ترجمہ تو یا زمین ہو سکتی ہے یا کھیت مگر اصل مطلب باین بلاغت کسی جملہ سے نہیں نکل سکتا ہے۔ فخار کے معنی ممدوح ہونا ہے خصال حمیدہ سے المعرق عرق سے ماخوذ ہے یعنی وہ رگ و ریشہ جو نہایت مضبوط و مستحکم ہو تو لفظی ترجمہ یہ ہوا آپ محل نصب ہیں اُس درخت فخر کے جس کی جڑیں بہت بڑی اور مستحکم ہیں مگر مطلب یہ ہے کہ فخر کی کوئی اصل خواہ چھوٹی ہو یا بڑی آپ کی ذات بابرکات سے خارج نہیں۔ دنیا میں کسی قسم کا کسی کو فخر ہو سب کی اصل حضرت ہیں کیونکہ اُس کا نشو و نما اُس کا وجود و بقا آپ ہی کی ذات بابرکات پر منحصر ہے ٥٨ یہ بھی سابق ہی ایسا جملہ ہے کیونکہ پہلے جملہ سے (باقی ص٢٧ پر ملاحظہ ہو)

فانی کنت فی عنفوان السن۔ وغضاضۃ الغصن۔ ابتدأت بتالیف کتاب فی خصائص الائمۃ علیھم السلام یشتمل علی محاسن اخبارھم۔ وجواھر کلامھم۔ حدانی علیہ غرض ذکرتہ فی صدر الکتاب۔ وجعلتہ امام الکلام۔ وفرغت من الخصائص التی تخص امیر المؤمنین علیاً صلوات اللہ علیہ۔ وعاقت عن

صلوٰۃ بھیجنے کے بعد (عرض ہے کہ) میں نے شروع جوانی اور ابتدائے شباب میں ایک کتاب حضرات ائمہ علیہم السلام کے خصوصیات میں تالیف کرنا شروع کی تھی جو مشتمل ہے ان حضرات کے بہترین اخبار اور جواہر کلام پر۔ اس امر پر جس غرض نے مجھے آمادہ کیا تھا اُسے میں نے شروع کتاب میں لکھ دیا اور اُسی کو مقدمۂ کتاب قرار دیا ہے (اس کتاب کو) خصائص امیر المؤمنین علی علیہ السلام تک میں لکھ چکا تھا کہ موانع زمان اور عوائق دوران سے نے

(بقیہ ص۲۶) فخر کے تحتانی حصہ کا احاطہ منظور تھا اور اس جملہ سے اس کا بالائی حصہ کیونکہ فخر و شرف کو درخت سے تشبیہ دیا تو پہلے جملہ سے اس کے کل اصول کو آپ کی ذات میں محصور کیا۔ اور اس جملہ سے اُس کے کل فروع کو۔ اسی لئے وہاں فخار لائے اور یہاں بمناسبت فرع علا کیونکہ شاخیں ہمیشہ مرتفع اور بلند ہوتی ہیں۔ اور چونکہ عام طور سے اشجار دو قسم کے ہوتے ہیں ایک بے ثمر دوسرا باثمر لہذا اس جملہ المثمر المورق سے دونوں قسم کے علوئے مرتبت کو محصور کیا اور اس کی طرف بھی اشارہ کیا کہ یہ آپ کا فخر و شرف بے ثمر نہیں ہے بلکہ باثمر ہے جس کو بابرگ ہونا بھی لازم ہے۔ جس سے اشارہ ہے طرف آیہ کریمہ انا اعطینٰک الکوثر وان شانئک ھو الابتر کے کیونکہ کفار آپ کو ابتر کہتے تھے کہ آپ کے کوئی اولاد ذکور نہ تھی خدا آپ کے نسل کی کثرت اور ترقی کو کوثر فرمایا اور آپ کے دشمن کو ابتر اُسی کو اس جملہ سے ظاہر فرمایا۔ غرض دو جملہ تو حضرت کے ذاتی اوصاف میں ہیں اور چار فقرہ آپ کے خاندانی شرف کے بارے میں کہ آپ کی ذات قدسی صفات ایسی طینت سے منتخب کی گئی ہے جو ہر طرح کے فضائل و مناقب سے مالا مال تھی۔ جب آنحضرت سراج الامۃ ہیں تو آپ کی اولاد امجاد کا مصباح ظلمت ہونا کیسا واضح ہے کیونکہ خود آنحضرت نے فرمایا ہے خلقت انا و علی من نور واحد

سلہ عصم الامم جمع عصمہ جس کے معنی روکنے اور حفاظت کے ہیں اسی وجہ سے وہ حضرات ائمہ معصومین کہے جاتے ہیں اور باتفاق اہل سنت محفوظ۔ اس جملہ میں اشارہ ہے طرف حدیث ثقلین انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی اھل بیتی ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی ولن یفترقا حتی یردا علی الحوض کے تو مطلب یہ ہوا کہ یہ حضرات حفاظت کرنے والے ہیں امت کے گمراہی سے سلہ اصل میں منارہ جائے نور ہے مگر اس کا استعمال اُن نشانوں پر ہوتا ہے جو راہ کے لئے بنائے جاتے ہیں (میل) یا کسی زمین کی حد معین کرنے کے لئے سلہ مطلب یہ ہے کہ یہی حضرات فضل و کمال کی وہ میزان ہیں جو ہمیشہ بھاری ہوتا ہی، (حاشیہ ص۲۶) اس جملہ کی غرض بھی وہی ہے جو سابقاً مذکور ہوئی کہ شکر منعم عقلاً واجب ہے۔ پس چونکہ بعد جناب حدیث (باقی ص۲۸ پر ملاحظہ ہو)

اتمام بقية الكتاب. محاجزات الزمان ومماطلات الايام. وكنت قد بوبت ما خرج من ذلك ابوابا. وفصلته فصولاً. فجاء فی اٰخرها فصل يتضمن محاسن ما نقل عنه عليه السلام من الكلام القصير فی الحكم والامثال والاداب. دون الخطب الطويلة والكتب المبسوطة فاستحسن جماعة من الاصدقاء و الاخوان. ما اشتمل عليه الفصل المقدم ذكره. معجبين ببدائعه ومتعجبين من نواصعه. وسألونی عند ذلك ان ابدأ

بقیہ کتاب کے تمام کرنے سے (مجھے) روک دیا۔ اور جس قدر وہ (کتاب) لکھی جاچکی تھی میں نے اُس کے ابواب اور فصلیں مقرر کردی تھیں جن کے آخر میں ایک فصل ایسی تھی جو جناب (امیر) علیہ السلام کے نہایت اعلےٰ احادیث پر مشتمل تھی جن میں حضرت کے چھوٹے چھوٹے فقرے حکمت اور مثال اور ادب کے مضامین میں منقول ہیں نہ وہ خطبے جو طولانی ہیں یا وہ خطوط جو مبسوط ہیں۔ پس جس فصل کا پہلے ذکر ہوا اس کے لطف کلام سے خوش اور اُس کی خالص ترکیب سے متحیر ہوکر (میرے) بہت سے احباب واخوان نے اُس کو نہایت پسند کیا اور اسی پر مجھ سے درخواست کی کہ میں ایک ایسی کتاب

(بقیہ صـ۲۷) یہی حضرات منعم ہیں ظاہراً بھی باطناً بھی اس لئے آپ کا شکریہ بھی واجب ہے! انعام ظاہری اس لئے کہ اعظم نعمات معرفت خداوندعالم ہے اور اُس کے یہی حضرات واسطہ ہیں اور انعام باطنی اس لئے کہ دلائل عقلی ونقلی سے ثابت ہوچکا ہے یہی حضرات علت غائی تمام مخلوق ہیں تو بہرطور ان کا شکریہ واجب ہے اسی لئے خداوندعالم نے فرمایا اليوم اكملت لكم دينكم و اتممت عليكم نعمتی کہ آج کے دن کامل کردیا ہم نے تمہارے لیئے تمہارے دین کو اور تمام کردی تم پر اپنی نعمت کو یہ گویا اشارہ ہے اُس دعا کی طرف جو حضرت ابراہیم نے کی تھی ربنا وابعث فيهم رسولا منهم يتلوا عليهم اٰياتك ويعلمهم الكتاب والحكمة ويزكيهم انك انت العزيز الحكيم (سورہ بقرہ) خداوندا اُن میں تو ایسا رسول ان میں سے بھیج کہ تیری آیتوں کی تلاوت کرے اور اُن کو تعلیم دے علم وحکمت کی اور اُن کو پاک کرے کہ تو بڑا غالب اور حکمت والا ہے کیونکہ جب آنحضرت نے بروز خم غدیر جناب امیرؑ کو اپنا جانشین وخلیفہ مقرر کیا تو وہ دعا حضرت ابراہیم پوری ہوگئی کہ تو ایسا رسول ان میں بھیج جو ان کو علم حکمت سکھاتا ہے اور ان کے دلوں کو پاک کرتا ہے کیونکہ اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں ہوسکتا کہ رسول کا نائب ایسا ہو جو انھیں صفات کمالیہ کا جامع ہو۔ اب ممکن تھا کہ یہ شکریہ بھی بہ لفظ حمد وشکر ادا کیا جاتا مگر اس سے ایک طرح کا شبہہ شرک پیدا ہوتا کہ جن الفاظ سے خداوندعالم کا حمد کیا جاتا ہے وہی لفظ حق میں رسول اللہ اور آل رسول کے بھی مستعمل ہوتا لہذا طرز ادائے شکریہ بدل دیا گیا کیونکہ محاورہ عامہ میں یہ الفاظ مخلوقات کی نسبت بھی مستعمل ہوتے ہیں تاکہ خالق ومخلوق کا (باقی صـ۲۹ پر ملاحظہ ہو)

بتالیف کتاب یحتوی علی المختار من کلام
مولانا امیر المؤمنین علیه السلام فی
جمیع فنونه۔ ومتشعبات غصونه من
خطب وکتب ومواعظ وآداب۔ علماً انّ
ذٰلک یتضمن من عجائب البلاغة۔ و
غرائب الفصاحة۔ وجواهر العربیة۔
وثواقب الکلم الدینیة والدنیویة۔ ما
لایوجد مجتمعاً فی کلام۔ ولا مجموع
الاطراف فی کتاب۔ اذکان امیر المؤمنین
علیه السلام مشرع الفصاحة۔ و
موردها۔ ومنشأ البلاغة ومولدها۔ و
منه علیه السلام ظهر مکنونها وعنه
اخذت قوانینها۔ وعلیٰ امثلته حذا کل

تالیف کرنا شروع کروں کہ ہر فن اور ہر شاخ کے متعلق
حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے خطبہ اور فرمان اور
مواعظ اور آداب کے جو چیدہ کلام ہیں اُن سب پر
حاوی ہو کیونکہ وہ جانتے تھے یہ (کتاب) بلاغت
کے عجیب مضامین فصاحت کے نادر مسائل۔ فن
عربیہ کے جواہر اور دین و دنیا کے اُن باریک نکتے
اور کلمات پر مشتمل ہوگی جو یکجائی کسی کلام میں اور
مجموعی حیثیت سے کسی کتاب میں نہیں مل سکتے کیونکہ
امیر المومنین علیہ السلام ہی علم فصاحت کے شروع
ہونے کی بلکہ فن بلاغت کے پیدا ہونے اور نشو و نما
کرنے کی جگہ ہیں اور آپ ہی سے ان علوم کے اسرار
ظاہر ہوئے اور آپ ہی سے ان کے قواعد
حاصل کئے گئے اور آپ ہی کی روش پر ہر مُقرر

(بقیہ صفحہ ۲۵) فرق بھی ظاہر ہو۔ اور شرک کا شائبہ بھی نہ آنے پائے جو اصل الاصول اسلام ہے۔ دوسرے خداوند عالم تو مستغنی
بالذات ہے جو نہ ثنا وصفت کا محتاج ہے نہ کسی عبادت کا۔ بخلاف رسول وآل رسول کہ وہ بالذات رحمت خداوند عالم کے
محتاج ہیں لہذا یہ لفظ لایا گیا جس کے معنی دعا یعنی طلب رحمت کے ہیں جو اولاً اُسی توحید کا معلم ہے اور ثانیاً اُن کے فضل و کمال
کا معرف ہے کہ وہ ذوات مقدسہ اس قابل ہیں کہ ان پر صلوات بھیجی جائے۔ پھر اس میں امتثال حکم بھی ہے کہ فرماتا ہے یا ایها
الذین آمنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما۔ اذاء لفضلهم کا مقصد انھیں مطالب کی توضیح کرتا ہے کہ جس طرح
حمد معاوضہ نعمت خدا ہے اُسی طرح صلوٰۃ وسلام معاوضہ فضل و کمال حضرات ہے اور بدلہ ہے ان کی زحمات شاقہ کا جو ہدایت خلق میں
حاصل ہوئیں۔ اس کے بعد جناب سید نے اغراض و مقاصد اس کتاب کے تصنیف و تالیف کے بیان کئے جو واضح ہیں مگر شعر فرزدق
علیہ الرحمہ کو عجب موقع سے ذکر کیا ہے کہ کسی طرح اس بلاغت کی توصیف نہیں ہو سکتی کیونکہ اگرچہ بمفاد حدیث انا وعلی ابوا
هذه الامة ہر مومن خالص اس شعر کو پڑھ سکتا ہے اور وہ اپنے دعوے میں صادق ہوگا۔ مگر حق یہ ہے کہ پورا حق جناب سید
ہی کو تھا کیونکہ نسب ظاہری و باطنی دونوں میں ان کو اتصال ہے۔ پھر اُن سے بڑھ کر کون مستحق (باقی صفحہ ۳۰ پر ملاحظہ ہو)

قائل خطیب وبکلامه استعان کل واعظ بلیغ۔ ومع ذٰلك فقد سبق وقصروا وقد تقدم وتاخروا۔ لان کلامه علیه السلام الکلام الذی علیه مسحة من العلم الالٰهی وفیه عبقة من الکلام النبوی۔ فاجبتهم الی الابتداء بذٰلك۔ عالما بما فیه من عظیم النفع۔ ومنشور الذکر۔ ومذخور الاجر۔ واعتمدت به ان ابین من عظیم قدر امیر المؤمنین علیه السّلام فی هذه الفضیلة مضافة الی المحاسن الدثرة۔ والفضائل

اور خطیب چلا اور آپ ہی کے کلام سے ہر واعظ بلیغ نے مدد لی۔ اور باوجود ان امور کے حضرت سب کے آگے اور لوگ پیچھے رہے اور حضرت ہی افضل اور دوسرے لوگ مفضول ٹھہرے اس لیے کہ آپ کا کلام وہ کلام ہے جس پر پرتو ہے علم الٰہی کا اور جس میں بو باس (بھری ہوئی) ہے کلام نبوی کی۔ لہذا میں نے اس کے شروع کرنے میں اُن (احباب و اخوان) کی درخواست منظور کی کیونکہ میں جانتا ہوں اُس کثیر نفع اور بڑی شہرت اور عظیم ثواب کو جو اس (عمل) میں ہے اور میرا مقصود اس تالیف سے یہ ہے کہ اس فضیلت (فصاحت و بلاغت) میں امیر المومنین علیہ السّلام کی جلالت قدر ساتھ ہی آپ کے محاسن کثیرہ اور فضائل عظیم کو

(بقیہ ص ۲۹) ہو سکتا ہے جو یہ شعر پڑھے سہ اولٰئك اٰبائی فجئنی بمثلهم ؂ اذا جمعتنا یا جریر المجامع ۱۲

حاشیہ ص ۲۹ لہ اس سے امر کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ میں نے جس قدر خطبے اور خطوط وغیرہ اس نہج البلاغہ میں جمع کیے ہیں یہ سب حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے کل کلام کے مقابلہ میں صرف ایک جزو کی نسبت رکھتے ہیں کیونکہ حضرت کے بکثرت کلام ایسے ہیں جو متعدد کتابوں میں موجود ہیں اور ایک جگہ مدون نہیں ہوئے علامہ ابن میثم علیہ الرحمہ اپنی شرح میں بصفحہ ۸ فرماتے ہیں کہ علامہ قطب الدین راوندی علیہ الرحمہ فرماتے تھے کہ میں نے حجاز کے بعض علماء کو فرماتے سُنا کہ کہتے تھے میں نے مصر میں جناب امیرؑ کے کلام کا ایک ایسا مجموعہ دیکھا ہے جو بیس سے زیادہ جلدوں میں ہے ۱۲ حاشیہ ص ۳۰ لہ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کے جمیع فضائل کے متعلق عموماً اور علوم کے متعلق خصوصاً جو تقریر علامہ اہلسنت ابن ابی الحدید معتزلی نے اپنی شرح نہج البلاغہ میں لکھی ہے اس کا ذکر کیا جائے لکھتے ہیں (دیکھو شرح مذکور مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۵ تا ۷) واما فضائله علیه السلام فانها قد بلغت من العظم والجلال والانتشار والاشتهار مبلغا یسمج معه التعرض لذکرها والتصدی لتفصیلها۔۔۔۔ وما اقول فی رجل اقر له اعداؤه وخصومه بالفضل ولم یمکنهم جحد مناقبه ولا کتمان فضائله فقد علمت انه استولی بنو امیه علی سلطان الاسلام فی شرق الارض وغربها واجتهدوا بکل حیلة فی اطفاء نوره والتحریف علیه ووضع المعائب والمثالب له ولعنوه علی جمیع المنابر وتوعدوا مادحیه بل حبسوهم وقتلوهم ومنعوا من روایة حدیث یتضمن له فضیلة او یرفع له ذکرا حتی حظروا ان یسمی احد باسمه فما زاده ذٰلك الا رفعة (باقی ص ۳۱ ملاحظہ ہو)

الجبلة۔ وانه علیه السّلام انفرد ببلوغ غایتها عن جمیع السلف الاولین۔ الذین انما یؤثر عنهم منها القلیل النادر۔ والشاذ الشارد۔ واما کلامه فهو البحر الذی لا یساحل والجم الذی لا یحافل فاردت ان یسوغ لی التمثل فی الافتخار به علیه السلام بقول الفرزدق۔ اولئك اٰبائی فجئنی بمثلهم؛ اذا جمعتنا یا جریر المجامع۔ ورأیت کلامه

(تمام دنیا پر) ظاہر کروں اور اس (امر) کو (بھی) کہ حضرت اس فضیلت کی آخری حد تک پہونچنے میں متفرد ہیں تمام سابقین اولین سے جن سے شاذ و نادر ہی (ایسے علم و حکمت کی باتیں) منقول ہیں۔ رہا حضرت کا کلام بس وہ تو دریائے ناپیدا کنار اور ذخیرۂ بے نظیر و مثال ہے۔ اور (جب حضرت کے علوم کی یہ حالت ہے، تو) مجھے مناسب ہے کہ آپ پر فخر کرنے میں فرزدق کا یہ شعر بطور مثال پیش کروں۔ میرے آبا و اجداد ایسے عظیم الشان حضرات ہیں۔ جریر (مخاطب)! اگر تمہارے بھی ایسے آبا و اجداد ہوں تو پیش کرو۔ اور میں

(بقیہ ص۳۰) وسموًّا وکان کالمسك کلما استر انتشر عرفه وکلما کتم تضوع نشره وکالشمس لا تستر بالراح وکضوء النهار ان حجبت عنه عینًا واحدة ادرکته عیون کثیرة۔ وما اقول فی رجل تعزی الیه کل فضیلة وتنتهی الیه کل فرقة وتتجاذبه کل طائفة فهو رئیس الفضائل وینبوعها وابو عذرها وسابق مضمارها ومجلی حلبتها کل من بزغ فیها بعده فمنه اخذ وله اقتفی وعلی مثاله احتذی وقد عرفت ان اشرف العلوم هو العلم الالٰهی لان شرف العلم بشرف المعلوم ومعلومه اشرف الموجودات فکان هو اشرف العلوم ومن کلامه علیه السلام اقتبس وعنه نقل والیه انتهی ومنه ابتدأ فان المعتزلة الذین هم اهل التوحید والعدل وارباب النظر ومنهم تعلم الناس هذا الفن تلامذته واصحابه لان کبیرهم واصل بن عطاء تلمیذ ابی هاشم عبد الله بن محمد بن الحنفیه وابو هاشم تلمیذ ابیه وابوه تلمیذه علیه السلام واما الاشعریه فانهم ینتمون الی ابی الحسن علی بن ابی الحسن علی بن ابی بشر الاشعری وهو تلمیذ ابی علی الجبائی ابو علی احد مشائخ المعتزلة فالاشعریة ینتهون بآخرة الی استاذ المعتزلة ومعلمهم وهو علی بن ابی طالب علیه السلام۔ واما الامامیة والزیدیة فانتماؤهم ظاهر۔ ومن العلوم علم الفقه وهو علیه السلام اصله واساسه وکل فقیه فی الاسلام فهو عیال علیه ومستفید من فقهه اما اصحاب ابی حنیفه کابی یوسف ومحمد وغیرهما فاخذوا عن ابی حنیفه واما الشافعی فقرأ علی محمد بن الحسن فیرجع فقهه ایضًا الی ابی حنیفه واما احمد بن حنبل فقرأ علی الشافعی فیرجع فقهه ایضًا الی ابی حنیفه وابو حنیفه قرأ علی جعفر بن محمد علیه السلام وقرأ جعفر علی ابیه علیه السلام وینتهی الامر الی علی علیه السلام واما مالك بن انس فقرأ علی ربیعة الرأی وقرأ ربیعه علی عکرمه وقرأ عکرمه علی عبد الله (باقی ص۳۲ پر ملاحظہ ہو)

علیه السلام في علی اقطاب ثلثة - اولها الخطب والاوامر - وثانیها الکتب والرسائل - وثالثها الحکم والمواعظ - فاجمعت بتوفیق الله

حضرت کے کلام کو تین قسموں میں دائر پاتا ہوں۔ قسم اول خطبے اور احکام۔ قسم دوم خطوط اور فرامین۔ قسم سوم حکمت و مواعظ کے مسائل، پس خدائے تعالیٰ کی توفیق سے میں نے عزم کیا ہے

(بقیہ ص۳۲) بن عباس وقرأ عبد الله بن عباس علی علیؑ وان شئت رددت الیه فقه الشافعی بقرأته علی مالك كان لك ذلك فهؤلاء الفقهاء الاربعة واما فقه الشيعة فرجوعه اليه ظاهر وايضا فان فقهاء الصحابة كانوا عمر بن الخطاب وعبد الله بن عباس وكلاهما اخذا عن علي عليه السلام اما ابن عباس فظاهر واما عمر فقد عرف كل احد رجوعه اليه في كثير من المسائل التي اشكلت عليه وعلى غيره من الصحابة وقوله غير مرة لولا علي لهلك عمر وقوله لا بقيت لمعضلة ليس لها ابو الحسن وقوله لا يفتين احد في المسجد وعلي حاضر فقد عرف بهذا الوجه ايضا انتهاء الفقه اليه وقد روت العامة والخاصة قوله صلى الله عليه واله اقضاكم علي والقضاء هو الفقه فهو اذا افقههم وروى الكل ايضا انه عليه السلام قال له وقد بعثه الى اليمن قاضيا اللهم اهد قلبه وثبت لسانه قال فما شككت بعدها في قضاء بين اثنين وهو عليه السلام الذي افتى في المرأة التي وضعت لستة اشهر وهو الذي افتى في الحامل الزانية وهو الذي قال في المنبرية صار ثمنها تسعا وهذه المسئلة لو افكر الفرضي فيها فكرا طويلا لاستحسن منه بعد طول النظر هذا الجواب فما ظنك بمن قاله بديهة واقتضبه ارتجالا - ومن العلوم علم تفسير القرآن وعنه اخذ ومنه فرع واذا رجعت الى كتب التفسير علمت صحة ذلك لان اكثره عنه وعن عبد الله بن عباس وقد علم الناس حال ابن عباس في ملازمته له وانقطاعه اليه وانه تلميذه وخريجه وقيل له اين علمك من علم ابن عمك فقال كنسبة قطرة من المطر الى البحر المحيط ومن العلوم علم الطريقة والحقيقة واحوال التصوف وقد عرفت ان ارباب هذا الفن في جميع بلاد الاسلام اليه ينتهون وعنده يقفون وقد صرح بذلك الشبلي والجنيد وسري وابو يزيد البسطامي وابو محفوظ معروف الكرخي وغيرهم ويكفيك دلالة على ذلك الخرقة التي هي شعارهم الى اليوم وكونهم يسندونها باسناد متصل اليه عليه السلام - ومن العلوم علم النحو والعربية وقد علم الناس كافة انه هو الذي ابتدعه وانشأه واملى على ابي الاسود الدؤلي جوامعه واصوله من جملتها الكلام كله ثلاثة اشياء اسم وفعل وحرف ومن جملتها تقسيم الكلمة الى معرفة ونكرة وتقسيم وجوه الاعراب الى الرفع والنصب والجر والجزم وهذا يكاد يلحق بالمعجزات لان القوة (باقی ص۳۳ پر ملاحظہ ہو)

تعالیٰ علی الابتداء باختیار محاسن الخطب ثم محاسن الکتب۔ ثم محاسن الحکم و الادب۔ مفرداً لکلّ صنف من ذالک باباً۔ ومفصلاً فیہ اوراقاً۔ لتکون مقدمۃ لاستدراک ما عساہ یشذ عنّی عاجلاً۔ ویقع الیّ اٰجلاً۔ واذا جاء شیٔ من کلامہ علیہ السّلام الخارج فی اثناء حوار وجواب سوال او غرض آخر من الاغراض فی غیر الانحاء التی ذکرتھا وقررت القاعدۃ علیھا نسبتہ الی الیق الابواب بہ۔ واشدھا ملاحمۃ لغرضہ۔ وربما جاء فیما اختارہ من ذالک فصول غیر متسقۃ۔ ومحاسن

کہ حضرت کے چیدہ خطبوں سے ابتدا کروں پھر آپ کے اعلیٰ درجہ کے خطوط پھر حکمت اور ادب کے عمدہ کلمات (ذکر کروں اس طرح کہ) ان (مضامین) سے ہر قسم کے لیئے ایک (خاص) باب قرار دوں اور اس میں (خالی) اوراق زیادہ کرتا جاؤں تاکہ جلدی میں جو مجھ سے چھوٹ جائے اور پھر ملے وہ بعد میں (وہاں) بڑھایا جا سکے اور (یہ بھی معلوم رہے کہ) جو قسمیں میں نے بیان کی ہیں اور جو قاعدہ میں نے مقرر کیا ہے اُس سے خارج حضرت کے کلام سے اگر ایسا کلام ملے گا جو کسی گفتگو سے متعلق یا کسی سوال کے جواب میں یا کسی دوسری غرض کے لیئے ہو تو میں اُس کو اُس باب میں داخل کر دوں گا جو سب سے زیادہ اُس (کلام) کے شایان اور سب سے زیادہ اُس (کلام) کی غرض سے مناسب ہوگا۔ اور میں نے جو کلام انتخاب کیا ہے اُسمیں بعض فصلیں ایسی بھی ملیں گی

(بقیہ ۳۲) القوۃ البشریۃ لا تفی بھذا الحصر ولا تنھض بھذا الاستنباط۔ یعنی امیر المومنین ع کے فضائل تو عظمت و جلال شہرت و اشتہار میں اس حد تک پہونچ گئے ہیں کہ اُس حد تک اُن کا ذکر کرنا گویا دشوار اور اُن کی تفصیل کے درپے ہونا امر صعب ہے۔ اور میں اُس بزرگ کے متعلق کیا رائے ظاہر کر سکتا ہوں۔ جس کے مخالفوں اور دشمنوں نے بھی اُس کے فضائل کا اقرار کر لیا اور جس کے اعدا تک کو اُس کے مناقب سے انکار کرنا یا اُن فضائل کا پوشیدہ کرنا ممکن نہ ہو سکا۔ دنیا جانتی ہے کہ بنو امیہ مشرق سے مغرب تک سلطنت اسلام پر قابض ہو چکے تھے اور اس سبب سے حضرت علیؑ کے انوار ہدایت کے گُل کر دینے کے لیئے اور آپ کے حالات اصلیہ پر پردہ ڈال دینے میں اپنی تمام ممکن تدبیریں اور کوششیں صرف کر دی تھیں۔ آپ کے عیوب اور فضائح میں بکثرت حدیثیں خاص اہتمام سے وضع کرائی تھیں۔ منبروں پر آپ کو سب و شتم کرتے رہے۔ آپ کے مداحوں کو دھمکی دی۔ قید کیا۔ قتل کیا۔ آپ کی فضیلت میں ایک حدیث تک بیان کرنے کی سخت ممانعت کرا دی۔ یہاں تک کہ آپ کا نام تک رکھنا جرم عظیم قرار دیدیا گیا لیکن ان کل کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کی جلالت مرتبہ اور عظمت منزلہ بڑھتی ہی گئی جو مشک کی حالت ہے کہ اُس کو جتنا چھپاؤ اُتنا ہی اُس کی خوشبو پھیل جائے گی یا جو آفتاب کی حالت ہے کہ ہتھیلی کی آڑ سے وہ چھپ نہیں سکتا یا جو دھوپ کی حالت ہے کہ اگر ایک آنکھ اُس سے بند کر لی جائے تو بہت سی آنکھیں دیکھتی رہیں گی اور میں اُس شخص کے بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں (باقی صفحہ ۳۴ پر ملاحظہ ہو)

كلم غير منتظمة ـ لا لى اورد النكت و اللمع ـ ولا اقصد التتالى والنسق ـ ومن عجائبه عليه السلام التى انفرد بها ـ وامن المشاركة فيها ـ ان كلامه عليه السلام الوارد فى الزهد والمواعظ ـ والتذكير والزواجر اذا تامله المتامل وفكر فيه المتفكر ـ وخلع من قلبه انه كلام مثله ممن عظم قدره ـ و نفذ امره واحاط بالرقاب ملكه ـ لم يعترضه الشك فى انه من لاحظ له فى غير الزهادة ـ

کلمات ایسے بھی دکھائی دیں گے جو باخودہا غیر منتظم ہیں اس لیے کہ میں (محض حضرت کے) عجیب و غریب نکتے اور روشن کلمے نقل کروں گا اور ترتیب (ذکر) و (نظم و) نسق مجھے مقصود نہیں۔ حضرت کے اُن عجائب سے جن میں آپ متفرد ہیں اور جن میں آپ کا کوئی شریک نہیں یہ ہے کہ حضرت کا وہ کلام جو زہد، مواعظ (امور آخرت کی) یاددہانی اور (افعال قبیحہ سے) زجر و توبیخ میں وارد ہے جب اُس میں غور و فکر کرنے والا غور کرے اور اس (خیال) کو اپنے دل سے نکال دے کہ یہ کلام اُس شخص کا ہے جس کی قدر (و منزلت دنیاوی حیثیت سے بھی) عظیم ہے اُس کی حکومت (تمام) جاری ہے اور

(بقیہ صہ ۳۳) جس کی طرف ہر فضیلت منسوب اور جس کی جانب ہر فرقہ (اپنے علوم و کمالات میں) منتہی ہوتا ہے اور جس کی پیروی کا دعوے ہر گروہ اسلام کرتا ہے۔ پس وہی بزرگوار فضائل و مناقب کے سردار۔ سرچشمہ۔ مالک مختار۔ اور اس میدان کے شہسوار ہیں۔ ہر صاحب فضیلت آپ کا ہی شاگرد اور ہر صاحب کمال آپ کا ہی پیرو ہے۔ تمام علوم کا اشرف و اعلیٰ علم الٰہی ہے جو حضرت ہی کے کلام سے اقتباس کیا گیا آپ ہی سے منقول اور آپ ہی کی طرف منتہی ہوتا ہے اس لئے کہ فرقہ معتزلہ جو اہل توحید و عدل اور اہل بصیرت و عقل ہیں اور جن سے لوگوں نے اس علم (الٰہیات) کو حاصل کیا ہے آپکے شاگرد خاص اور اصحاب مخصوصین سے ہیں۔ کیونکہ اس فرقہ کا سردار واصل بن عطار شاگرد تھا ابو ہاشم عبداللہ بن محمد بن الحنفیہ کا جو شاگرد تھے محمد بن حنفیہ کے اور آپ شاگرد تھے اپنے پدر بزرگوار جناب امیرؑ کے۔ اسی طرح فرقہ اشاعرہ منسوب ہے ابوالحسن اشعری شاگرد ابو علی جبائی کی طرف جو مشائخ معتزلہ سے تھا۔ لہٰذا اشعریہ بھی اپنے آخری اُستاد تک پہونچ کر حضرت علیؑ کے شاگرد ہوئے۔ اور فرقہ امامیہ زیدیہ کا شیعہ علی ہونا تو ظاہر ہے۔ دوسرا ضروری اسلامی علم فقہ ہے جس کے حضرت علی ہی اصل اور بانی ہیں اس میں بھی اسلام کا ہر فقیہ آپ ہی کا شاگرد ہے اس طرح کہ فرقہ حنفی کے امام ابو یوسف اور محمد وغیرہ نے تو ابو حنیفہ سے علم حاصل کیا۔ شافعی خود محمد بن الحسن کے شاگرد تھے پس اُن کی فقہ بھی ابو حنیفہ کی طرف راجع ہوئی۔ احمد بن حنبل شاگرد تھے شافعی کے پس وہ بھی ابو حنیفہ کے شاگرد ہوئے۔ اور ان تینوں فرقوں کے استاد امام ابو حنیفہ صاحب امام جعفر صادق علیہ السلام کے شاگرد تھے جنھوں نے اپنے جد امجد حضرت علی سے علوم حاصل کئے تھے۔ رہے امام مالک بن انس تو وہ شاگرد تھے ربیعۃ الرائی شاگرد عکرمہ شاگرد عبداللہ بن عباس کے اور ابن عباس نے کل علوم حضرت علیؑ سے حاصل کئے تھے اس طرح اسلام کے یہ چاروں امام حضرت علیؑ کے شاگرد ثابت ہوئے۔ رہے صحابہ تو اُن میں حضرت عمر بن الخطاب اور عبداللہ بن عباس (باقی صہ ۳۵ پر ملاحظہ ہو)

ولا شغل له بغير العبادة. قد قبع فى كسر بيت
او انقطع الى سفح جبل. لا يسمع الا حسه
ولا يرى الا نفسه. ولا يكاد يوقن بانه كلام
من ينغمس فى الحرب. مصلتا سيفه فيقط
الرقاب ويجدل الابطال ويعود به ينطف
دما. ويقطر مهجا. وهو مع تلك الحال زاهد
الزهاد. وبدل الابدال. وهذه من فضائله
العجيبة. وخصائصه اللطيفة. التى جمع
فيها بين الاضداد. والف بين الاشتات. و
كثيرا ما اذكر الاخوان بها. واستخرج عجبهم

سلطنت اُس کی کُل (رعایا کی) گردنوں پر محیط ہی تو اُسکو اسمیں ذرا
شک نہ ہوگا کہ یہ ایسے شخص کا کلام ہی جس کے حصہ میں زہد کے سوا کچھ
نہیں اور جس کا شغل عبادت کے سوا کوئی نہیں جو کسی گوشۂ تنہائی میں
پڑا ہوا یا دامن کوہ میں عزلت گزیں ہی (جہاں) اپنی سانس کے سوا
کچھ نہیں سُنتا اور اپنے سوا کسی کو نہیں دیکھتا اور (وہ غور کرنے والا)
کبھی یہ یقین نہیں کر سکتا کہ یہ کلام اُسکا ہی جو تلوار کھینچے (بحر) جنگ
میں ڈوبا ہوا لوگوں کی گردنیں اُڑاتا اور شہسواران (زمانہ) کو پچھاڑتا
ہے اور (پھر) اُس (تلوار) کو کسطرح پلٹتا ہی کہ اُس سے خون بہتا اور
روحیں پھڑکتی ہیں۔ باایں ہمہ وہ زہد میں ہر زاہد سے بڑھا ہوا اور ہر ولی
خدا سے افضل ہی۔ اور یہ (صفت) آپکے ان فضائل عجیبہ اور خصائص

(بقیہ صفحہ ۳۴) خاص طور پر فقیہ مشہور ہیں اور یہ دونوں شاگرد تھے حضرت علیؑ کے۔ ابن عباس کی شاگردی تو ظاہر ہے اور بیان بھی ہوئی ہے حضرت عمر تو اُن کا بہت کثرت سے مسائل کا حضرت علی سے دریافت کرکے سیکھنا مشہور و معروف ہے اور اُن کا بار بار لولا علیؑ لهلك عمر (علی نہ ہوتے تو عمر تباہ ہو جاتا) اور لا بقيت لمعضلة ليس لها ابو الحسن (علی نہ ہوں تو بار الٰہا کسی مشکل کے لئے میں زندہ نہ رہوں) اور لا يفتين احد فى المسجد وعلى حاضر (خبردار علیؑ کے مسجد میں موجود رہتے کوئی شخص فتوےٰ نہ دے) کہنا آج بچہ بچہ جانتا ہے۔ اس طرح علم فقہ کا آپ تک منتہی ہونا ظاہر و باہر ہے۔ اور خاصہ و عامہ نے روایت کی ہے کہ حضرت رسول خدا نے فرمایا اقضاكم علی کہ تم سب سے زیادہ فقہ جاننے والے علی ہیں کیونکہ علم قضا فقہ ہی کو کہتے ہیں۔ اور سب نے یہ بھی روایت کی ہی کہ آنحضرتؐ نے آپ کو یمن بھیجتے وقت فرمایا تھا اللهم اهد قلبه وثبت لسانه بار الٰہا تو علی کے دل کو ہدایت اور زبان کو ثبات پر قائم رکھ۔ آپ ہی نے اُس لڑکے کے بارے میں جو چھ ماہ میں پیدا ہوا تھا فتوےٰ دیا تھا کہ یہ ولد الزنا نہیں ہے آپ ہی نے حاملہ زانیہ کے بارے میں فتوےٰ دیا تھا اور آپ ہی نے منبر پر ایک ایسا مسئلہ بیان کیا تھا کہ اگر بڑا ریاضی داں بھی نہایت غور و فکر کے بعد وہ جواب دے تو نہایت تعجب ہو حالانکہ آپنے فی البدیہہ کہا تھا۔ اور علوم سے علم تفسیر قرآن ہے کہ آپ ہی اُس کے اصل اور ماخذ ہیں کیونکہ تفسیر اکثر آپ سے یا آپکے شاگرد عبداللہ بن عباس ہی سے مروی ہی جن سے سوال ہوا کہ تمھارے علم کو علی کے علم سے کیا نسبت ہے، تو کہا جو ایک قطرۂ باراں کو دریائے ذخار سے ہوتی ہے۔ اور نیز علوم سے علم طریقت و حقیقت و احوال تصوف ہے اور واضح ہے کہ فرقہ صوفیہ دنیا بھر میں آپ ہی کی طرف منسوب ہے۔ چنانچہ شبلی۔ جنید بصری۔ ابو یزید بسطامی۔ ابو محفوظ معروف الکرخی (باقی صفحہ ۳۶ پر ملاحظہ ہو)

منها وهی موضع للعبرة بها والفکرة فیها۔ وربما جاء فی اثناء هذا الاختیار اللفظ المردد والمعنی المکرر والعذر فی ذلك ان روایات کلامه تختلف اختلافا شدیدا۔ فربما اتفق الکلام المختار فی روایة فنقل علی وجهه ثم وجد بعد

لطیفہ سے ہو جن کے سبب سے آپنے (گویا) اضداد کو جمع اور مبائن اوصاف کو یکجا کیا ہے۔ چنانچہ میں اکثر اپنے بھائیوں سے اس کا ذکر کرتا اور (اس سے) اُن کو متحیر کرتا رہتا ہوں کیونکہ یہ عبرت پکڑنے اور (نہایت غور و) فکر کرنے کا محل ہے۔ اور (یہ بھی واضح رہے کہ حضرت کے کلام کے) اس انتخاب میں اکثر الفاظ و مطالب مکرر آگئے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے کلام کی روایتیں بیحد مختلف ہیں پس اکثر

(بقیہ صہ ۳۵) وغیرہ نے اس کی تصریح کر دی ہے اور واضح دلیل اس کی یہ ہے کہ وہ خرقہ جو آج تک صوفیوں کا مذہبی شعار ہے اُس کو صوفیا حضرات باسناد متصل آپ ہی تک پہونچاتے ہیں۔ اور جملہ علوم سے علم صرف و نحو و بلاغت ہے اور سب کو معلوم ہے کہ اس کے موجد حضرت ہی ہیں کہ ابو الاسود دؤلی کو اس کے اصول اور قواعد تعلیم فرما دیئے از انجملہ یہ کہ فرمایا کلام تین قسموں میں منحصر ہے اسم فعل حرف۔ اور اسم یا نکرہ ہوگا یا معرفہ۔ اور اعراب رفع نصب جر۔ اور جزم میں منحصر ہے۔ یہ مختصر لیکن جامع قوانین معجزات میں داخل ہو سکتے ہیں کیونکہ انسانی قوت ایسے حصر و احاطہ سے عاجز ہے ۱۲

حاشیہ صہ ۳۵ سلہ علامہ ابن ابی الحدید حضرت کے شجاعت کے بارے میں اپنی شرح مطبوعہ مصر صفحہ ۷ میں لکھتے ہیں" اگر فضائل نفسانی اور خصائل انسانی حضرت کے ملاحظہ ہوں تو واضح ہو کہ آپ ان امور میں سب کے سردار اور سب سے زیادہ جامع ہیں آپ کی شجاعت نے اگلوں کی شجاعت دلوں سے بھلا دی اور پچھلوں کے نام مٹا ڈالے۔ آپ کے واقعات جنگ مشہور و معروف ہیں اور یہ واقعات قیامت تک ضرب المثل رہیں گے۔ صرف آپ ہی ایسے شجاع تھے کہ میدان جنگ سے کبھی فرار نہیں کیا اور نہ کبھی کسی لشکر سے خوف زدہ ہوئے۔ کوئی دشمن مقابلہ میں نہ آیا کہ پھر زندہ پھرا ہو اور کوئی وار نہ لگا یا کہ پھر دوسرے وار کی ضرورت رہی ہو۔ حدیث میں ہے کہ آپ کا وار طاق ہوا کرتا تھا۔ جنگ صفین میں جب آپنے معویہ سے کہلایا کہ مسلمانوں کو کیوں تباہ ہونے دیا جائے آؤ میں اور تم دست بدست لڑکر فیصلہ کرلیں اور جو قتل ہو جائے اُس کی جماعت دوسرے کے ساتھ ہو جائے تو عمرو بن عاص نے معویہ سے کہا بیشک علی ؑ نے یہ بات انصاف کی کہی تو معویہ نے اُس کا جواب دیا کہ آج کے ایسی فریب آمیز رائے تو تونے کبھی نہیں دی تھی باوجودیکہ تجھ کو یقین ہے کہ علی ؑ سے دست بدست لڑنے میں میں ضرور قتل ہوں گا پھر بھی تو مجھے اُن سے لڑنے کی رائے دیتا ہے اس طمع میں کہ میرے بعد شام کی حکومت تجھ کو مل جائے چنانچہ معویہ کو حضرت کے مقابلہ میں جانے کی جرأت نہیں ہوئی۔ عرب سے جو شخص آپ کے مقابلہ میں لڑنے کو نکلتا ہمیشہ اس پر فخر کرتا کہ میں علی ؑ سے لڑنے کو نکلا تھا۔ اور جو آپ کے ہاتھ سے قتل ہو جاتا اُس کی قوم فخر کرتی کہ وہ علی ؑ کے ہاتھ سے مارا گیا جس کے واقعات بکثرت مشہور ہیں۔ جنگ خندق میں عمرو بن عبدود حضرت کے ہاتھ سے (باقی صہ ۳۷ پر ملاحظہ ہو)

ذلك في رواية اخرى موضوعا غير وضعه
الاول اما بزيادة مختارة - او بلفظ احسن
عبارة فيقتضي الحال ان يعاد استظهارا
للاختيار - وغيرة على عقائل الكلام - وربما
بعد العهد ايضا بما اختير اولا فاعيد بعضه
سهوا ونسيانا - لا قصدا واعتمادا - ولا ادعى
مع ذلك اني احيط باقطار جميع كلامه عليه
السلام حتى لا يشذ عني منه شاذ ولا
يند ناد بل لا ابعد ان يكون القاصر عني
فوق الواقع الي - او الحاصل في ربقتي دون
الخارج من يدي وما علي الا بذل الجهد

ایک روایت کا کلام بعینہ نقل کیا گیا پھر دوسری روایت میں وہ
سابق سے مختلف طریقہ پر ملا کہ خواہ اُس میں عبارت زیادہ تھی
یا اُس کی عبارت کے الفاظ بہتر تھے لہٰذا مناسب خیال کیا معلوم
ہوا کہ دوبارہ اس کو لکھا جائے تاکہ اُس کلام کی خوبیاں ظاہر
اور اُس کے محاسن واضح ہوں اور (کبھی ایسا بھی ہوا کہ) پہلا
کلام نقل کئے مدت ہو گئی پھر بھولے سے یا غلطی سے وہ دوبارہ
لکھ گیا نہ قصداً اور عمداً - پھر بھی میں اس کا مدعی نہیں کہ حضرت کے
کلام کے ہر پہلو و جوانب کا احاطہ کر لوں گا جس سے کوئی جملہ مجھ سے
چھوٹنے یا کوئی فقرہ رہنے نہ پائے بلکہ (میں تو یہ بھی کہتا ہوں کہ)
بعید نہیں ہے کہ جو کلام مجھ سے چھوٹ گیا ہے وہ اُس سے بہت زیادہ
ہو جو ملا ہے - اور جو میرے قبضہ میں آیا ہے وہ کم ہو اُس سے جو خارج ہے -

(بقیہ صفحہ ۳۶) قتل ہوا تو اُس کی بہن نے اس کا مرثیہ کہا - لو کان قاتل عمرو غیر قاتلہ ؛ بکیت ابدا ما دمت فی الابد + لکن
قاتلہ من لا نظیر لہ ؛ ولکن یدعی ابوہ بیضۃ البلد - یعنی میرے بھائی عمرو کو علیؑ کے سوا دوسرا کوئی قتل کئے ہوتا تو میں اپنے
بھائی پر عمر بھر روتی لیکن (اب تو خوش ہوں کیونکہ) اُس کا قاتل وہ شخص ہے جو شجاع یگانہ اور دلیر بے مثل و نظیر اور بادشاہ حجاز کا
فرزند ارجمند ہے کہ اُس سے لڑنے میں ہر شخص کو فخر ہے اور اُس کے ہاتھ سے قتل ہونے میں کوئی عیب و عار نہیں - نقل ہے کہ ایک روز معویہ
بیدار ہوا تو عبداللہ بن زبیر کو اپنے تخت پر بیٹھا پایا - عبداللہ نے مزاح سے کہا اے امیر اگر اس وقت میں تم کو قتل کر دوں تو کیا ہو؟ معویہ نے
کہا ابن زبیر! میرے سامنے تو شجاعت کا دعوے کرتا ہے؟ عبداللہ نے کہا تم میری شجاعت سے کس طرح انکار کر سکتے ہو حالانکہ میں
صف جنگ میں علیؑ کے مقابل ہوا ہوں - معویہ نے کہا اگر ایسا ہوتا تو تجھ کو اور تیرے باپ کو بائیں ہاتھ کے ایک ہی وار سے قتل کر کے
علی دوسرے شخص کو داہنے ہاتھ سے قتل کرنے کے لئے ڈھونڈھتے ہوتے تم لوگ کیا اُن کے مقابلہ میں جا سکتے ہو - مختصر یہ کہ دنیا کا ہر
شجاع آپ ہی تک منتہی ہوتا ہے اور آپ ہی کا نام لے کر لڑتا ہے خواہ مشرق میں ہو خواہ مغرب میں" حاشیہ صفحہ ۲۶ ملہ جناب سید نے بہت صحیح
لکھا کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ فضائل و مناقب امیر المومنین علیہ السلام ایسے عظیم الشان ہیں کہ کوئی ان کا احصا نہیں کر سکتا - اسی لئے
جناب سید نے اس کے متعلق کچھ نہ لکھا بلکہ صرف ایک حالت جمع اضداد کا ایسا مختصر نقشہ کھینچا ہے کہ اس سے اچھی تصویر کھینچنا نہایت
دشوار ہے کیونکہ ایک طرف تو حضرت کا وہ زہد اور انقطاع عن الخلائق دکھلایا ہے کہ پہاڑ کے درہ میں (باقی صفحہ ۳۸ پر ملاحظہ ہو)

وبلاغ الوسع۔ وعلی اللہ سبحانہ نہج السبیل و رشاد الدلیل ان شاء اللہ۔ و رأیت من بعد تسمیۃ ھذا الکتاب بنہج البلاغۃ اذ کان یفتح للناظر فیہ ابوابھا۔ ویقرب علیہ طلابھا وفیہ حاجۃ العالم والمتعلم وبغیۃ البلیغ والزاھد۔ ویمضی فی اثنائہ من عجیب الکلام فی التوحید والعدل و تنزیہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ عن شبہ الخلق ما ھو بلال کل غلۃ وجلاء کل شبھۃ۔ ومن اللہ سبحانہ استمد التوفیق والعصمۃ و انتجز التسدید والمعونۃ۔ واستعیذہ من خطاء الجنان قبل خطأ اللسان ومن زلۃ الکلم قبل زلۃ القدم۔ وھو حسبی ونعم الوکیل ؁

کیونکہ میرا فرض صرف محنت اور سعی بلیغ کرنا ہے اور راہ دکھانا اور طریقہ بتانا تو خدا کے متعلق ہے بشرطیکہ (وہ) خدا چاہے (میں نے کہا ہے کہ) بعد میری رائے ہوئی کہ اس کتاب کا نام نہج البلاغہ رکھوں کیونکہ یہ اپنے ناظرین پر بلاغت کے دروازے کھولتی اور اس کی تحصیل آسان کر دیتی ہے اور اسکی احتیاج ہر اُستاد و شاگرد کو اور یہ مطلوب ہے ہر بلیغ و زاہد کی۔ اور اثنائے کتاب میں توحید (عدل) (ذات خدا کے) مخلوقات سے بے نظیر ہونے کے متعلق (حضرت کے) عجیب (و غریب) کلام میں جو ہر پیاس کے لئے سیرابی اور ہر شبہ کے رفع (کا باعث) ہے اور (ان اُمور میں) خدا سے توفیق اور حفاظت چاہتا اور سیدھی راہ دکھانے اور مدد کرنے کی درخواست کرتا ہوں اور خطائے لسانی کے قبل خطائے قلبی سے اور لغزش قدم سے قبل لغزش کلام سے پناہ چاہتا ہوں کیونکہ وہی میرے لئے کافی اور بہترین کارساز ہے۔

(بقیہ ص۳۷) ایک شخص بیٹھا ہے جو نہ اپنے سوا کسی کا تنفس سُنتا ہے نہ اپنے سوا کسی کی صورت دیکھتا ہے۔ دوسری طرف انتظام مہام سلطنت میں آپ کا وہ اہتمام دکھایا کہ ہر وقت آپ کی تلوار سے دشمنوں کا خون ٹپک رہا ہے اور مُردے پھڑک رہے ہیں کیونکہ سلاطین زمانہ اکثر ایسے ہوتے ہیں جو خود تو لہو و لعب میں مشغول رہتے ہیں اور سپہ سالاری کو دوسروں کے حوالہ کر دیتے ہیں۔ مگر شاذ و نادر ایسے ہوتے ہیں جن کو اس قدر انہماک ہوتا ہے کہ اس کام کو بھی خود ہی انجام دیں۔ اسی کو جناب سید نے دکھایا ہے کہ حضرت کی یہ حالت نہ تھی کہ مثل سلاطین زمانہ ان امور کو دوسرے کے حوالہ کریں بلکہ بنفس نفیس اُن کو انجام دیتے تھے۔ ایسی حالت میں اس طرح کے خطبے زہد وغیرہ کے متعلق نہایت عجیب ہیں۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ حیرت خیز خود آپ کا زہد فی الدنیا ہے چنانچہ شرح ابن ابی الحدید صفحہ میں آپ کے زہد کے متعلق ہے "حضرت سید الزہاد اور بدل الابدال تھے کبھی سیر ہو کر کھانا نہ کھایا۔ سب سے زیادہ خشن اور موٹا کپڑا آپ ہی پہنتے۔ جَو کی روٹی کے خشک ٹکڑے تناول فرماتے اور روٹی کی تھیلی کو بند کر کے اور مہر لگا کر رکھتے تا کہ آپ کے اعزہ سے کوئی شخص روغن زیت یا گھی اُس میں نہ ملا دے۔ کپڑوں میں چمڑے اور پوست خرما کے پیوند لگاتے۔ جوتہ بھی خرما کی چھال کا ہوتا۔ روٹی اکثر روکھی اور شاذ و نادر صرف سرکہ یا نمک سے کھاتے۔ باوجود اس کے (باقی ص۳۹ پر ملاحظہ ہو)

(بقیہ صفحہ ۳۸) قوت و طاقت سب سے زیادہ تھی اور جوع و فاقہ سے اس میں کچھ کمی نہ آئی تھی اور نہ قلت مال آپ کے جود و سخا میں کسی قسم کا حرج پیدا کرتی۔ آپ نے دنیا کو اس طرح طلاق دے رکھا تھا کہ سوائے شام کے تمام ممالک اسلام کا خراج آپ کے پاس آتا اور آپ کُل کو برابر تقسیم فرما دیا کرتے تھے۔" اور حضرت کے جود و سخا کے متعلق صفحہ ۔ میں یہ بھی لکھا ہے۔" جود و سخا آنحضرت کا ظاہر ہے خود تو دنوں کو روزہ رکھتے تھے اور شب کو فاقہ کرتے لیکن اپنا تمام مال و متاع فقرا و مساکین کو تقسیم کر دیتے۔ آپ ہی حضرات کی شان میں سورہ ہَل اَتیٰ نازل ہوا ہے۔ مفسرین نے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ کے پاس ایک دفعہ چار درہم تھے تو ایک دن کو ایک شب کو ایک علانیہ اور ایک مخفی طور پر صدقہ دیا جس پر آیہ" الذین ینفقون اموالهم باللیل والنهار سرًّا وعلانیة فلهم اجرهم عند ربهم ولاخوف علیهم ولاهم یحزنون" یعنی جو لوگ رات کو دن کو چھپا کر یا دکھا کر خدا کی راہ میں اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں اُن کے لئے اُن کا اجر و ثواب اُن کے پروردگار کے پاس ہے نہ اُن پر کسی قسم کا خوف ہوگا اور نہ وہ آزردہ خاطر ہوں گے۔ دیکھو تفسیر کشاف جلد اول صفحہ ۲۸۶ و دُرِّ منثور جلد اول صفحہ ۳۶۳ مطبوعہ مصر ۱۲



بَابُ المُختَارِ مِن خُطَبِ اَمِيرِ المُؤمِنِينَ عَلَيهِ السَّلَامُ وَاَوَامِرِهِ

امیر المومنین علیہ السلام کے منتخب خطبات و احکام کا باب[1]

وَيَدخُلُ فِي ذٰلِكَ المُختَارُ مِن كَلَامِهِ الجَارِي مَجرَى الخُطَبِ فِي المَقَامَاتِ المَحصُورَةِ وَالمَوَاقِفِ المَذكُورَةِ وَالخُطُوبِ الوَارِدَةِ

اور اسی (باب) میں آپ کے کلام کا وہ انتخاب (بھی) رہے گا جو بمنزلہ خطبوں کے ہے (اور جو) متعدد مجلسوں اور معرکوں اور دشوار امور میں (بیان ہوا ہے)۔

خُطبہ (۱)

فَمِن خُطبَةٍ لَهُ عَلَيهِ السَّلَامُ يَذكُرُ فِيهَا ابتِدَآءَ خَلقِ السَّمَآءِ وَالاَرضِ وَخَلقِ اٰدَمَ

حضرت کا وہ خطبہ جس میں ابتدائے خلقت آسمان و زمین و خلقت (حضرت آدمؑ) کو بیان فرماتے ہیں۔[2]

اَلحَمدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَا يَبلُغُ مِدحَتَهُ القَآئِلُونَ۔ وَلَا يُحصِي نَعمَآءَهُ العَآدُّونَ۔

ہر طرح کی حمد اللہ (ہی) کو (زیبا) ہے جسکی مدح (بڑے بڑے) مقرر نہیں کر سکتے[3]۔ نہ گننے والے اُسکی نعمتوں کا شمار کر سکتے ہیں۔

---

[1] اگرچہ جناب سید رضی علیہ الرحمہ نے باب کا لفظ استعمال کیا ہے لیکن اسکو نہج البلاغہ کی پہلی جلد سمجھنا چاہیے کیونکہ ممدوح نے کُل کتاب کے دو باب قرار دیے ہیں پہلے باب کو جس میں حضرت کے خطبے اور مختلف کلام مواعظ و نصائح اوامر و نواہی کے متعلق ہیں، جلد اول قرار دیا ہے۔ اور دوسرے باب کو جس میں آپکے فرمان۔ خطوط۔ عہدنامہ۔ وصایا۔ احکام سلطنت۔ قوانین حکومت۔ اور چھوٹے چھوٹے اخلاقی جملے ہیں۔ جلد ثانی قرار دیا ہے ۱۲ [2] یہ خطبہ مباحث عظیم الشان اور مہمات مسائل پر مشتمل ہے بترتیب علم طبعی۔ اور چونکہ واجب الوجود کو بالذات تقدم ہے مراتب اربعہ موجودات پر کیونکہ وہ مبداء جمیع کائنات اور منشاء تمامی مخلوقات ہے اور واجب الوجود کی توحید کا ثابت کرنا اسلام کا اصل الاصول ہے لہذا جناب امیر علیہ السلام نے نہایت وضاحت سے اس کے مباحث کو ادا فرمایا ہے لیکن چونکہ علم کلام کے مباحث ہیں اور اُس بزرگ کا کلام ہے جو ہر علم کا اُستاد مسلم الثبوت ہے لہذا نہایت دقت نظر سے مطالعہ کرنا چاہیے ۱۲ [3] اگر دقت نظر سے کام لیا جائے تو معلوم ہو کہ حضرت کے کلام اور خداوند عالم کے کلام میں بہت کچھ مشابہات پائے جاتے ہیں اور اس کی وجہ وہی ہے جس کو جناب سید رضی علیہ الرحمہ نے اپنے خطبہ میں لکھا ہے کہ ان کلامہ الذی علیہ مسحۃ من العلم الالٰھی کہ حضرت کے کلام پر علم الٰہی کا پرتو ہے خداوند عالم کی (باقی صفحہ ۴۱ پر ملاحظہ ہو)

وَلَا يُؤَدِّي حَقَّهُ الْمُجْتَهِدُوْنَ۔ اَلَّذِيْ لَا
يُدْرِكُهٗ بُعْدُ الْهِمَمِ۔ وَلَا يَنَالُهٗ غَوْصُ
الْفِطَنِ۔ اَلَّذِيْ لَيْسَ لِصِفَتِهٖ حَدٌّ مَحْدُوْدٌ۔
وَلَا نَعْتٌ مَوْجُوْدٌ۔ وَلَا وَقْتٌ مَعْدُوْدٌ۔ وَ
لَا اَجَلٌ مَمْدُوْدٌ۔ فَطَرَ الْخَلَائِقَ بِقُدْرَتِهٖ
وَنَشَرَ الرِّيَاحَ بِرَحْمَتِهٖ۔ وَوَتَّدَ بِالصُّخُوْرِ
مَيَدَانَ اَرْضِهٖ۔ اَوَّلُ الدِّيْنِ مَعْرِفَتُهٗ۔

نہ بڑی کوشش کرنے والے اُس کے حق کو ادا کر سکتے ہیں (وہ
خدا) ایسا (ہے) کہ بلند ہمت والے نہ اُس کا ادراک کر سکتے ہیں
نہ (غور و) خوض کرنے والی عقلیں اُس کو سمجھ سکتی ہیں[1] جس کی
کنہ و حقیقت کی کوئی مخصوص حد ہے نہ موجود صفت۔ نہ معین
وقت نہ مقرر مدت[2] (صرف) اپنی قدرت کاملہ سے تمام مخلوقات
کو پیدا کیا۔ اور اپنی رحمت سے ہواؤں کو پھیلایا۔ اور پہاڑوں کو
میخ بنا کر اپنی زمین کی حرکت کو روکا۔ دین کا پہلا (جز) اُس کی معرفت ہے

(بقیہ صفحہ ۴۰) حمد و مدح سے لوگوں کے عاجز رہنے میں حضرت نے جو فرمایا ہے اس کی تصدیق کلام مجید کی ان آیات سے بھی ہوتی ہے قل لو کان البحر مداداً لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مدداً۔ کہ اگر پروردگار کی باتوں کے لکھنے کے لئے سمندر کا پانی سیاہی بن جائے تو قبل اس کے کہ پروردگار کی باتیں ختم ہوں سمندر ہی ختم ہو جائے گا اگرچہ خدا ویسا ہی ایک اور سمندر پیدا کرے۔ ولو ما فی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ من بعدہ سبعۃ ابحر ما نفدت کلمات اللہ کہ جتنے درخت زمین میں ہیں سب کے سب قلم بن جائیں اور سمندر اس کی سیاہی بنے اور اس کے (ختم ہونے کے) بعد (اور) سات سمندر (سیاہی) ہو جائیں (اور خدا کا علم اور اُس کی باتیں لکھی جائیں) تو بھی خدا کی باتیں ختم نہ ہوں۔ اگرچہ ان آیات میں کلمات خدا کا ذکر ہے لیکن وہ شامل ہیں حمد۔ مدح۔ نعمت اوصاف سب کو ۱۲ ؎۴ اس دعوے کی تصدیق کلام مجید کے اس آیہ سے ہوتی ہے وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا کہ اگر تم خدا کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو نہیں گن سکتے اور آنحضرت صلعم کی حدیث ہے لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علیٰ نفسک کہ بار آلہا میں تیری حمد و ثنا کا شمار نہیں کرسکتا تو ویسا ہی ہے جیسا تو نے خود اپنی مدح و ثنا کی ہے ۱۲

(حاشیہ صفحہ ہذا) ؎۱ یہ جملے اس امر کے بیان کے لئے ہیں کہ خدا کی کنہ و حقیقت کو کوئی شخص نہیں سمجھ سکتا نہ اُس کی ذات کی ماہیت کا ادراک کر سکتا ہے نہ اُس کی حالت کا احاطہ کر سکتا ہے نہ اور طرح اُس کا تصور کر سکتا ہے کیونکہ جو چیز انسان کے ذہن میں آسکتی ہے وہ تین حال سے خالی نہیں یا محسوس ہو گی جیسے شیرینی سردی گرمی وغیرہ یا فرضی ہو گی جیسے کوئی شخص کسی آدمی کو اُڑتا ہوا یا کسی دریا کو خون سے بھرا ہوا خیال کرے یا نفس میں کیفیت اُس کی موجود ہو گی جیسے رنج خوشی وغیرہ اور چونکہ خدا کی ذات ان کل قسموں سے خارج ہے لہذا اس کا تصور کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اُس کی کسی صفت یا حالت سے بھی اُس کا ادراک نہیں ہو سکتا ۱۲ ؎۲ اسلام کے بعض فرقوں کا جو آخرت میں خدا کی دیدار حاصل ہونے کا (باقی صفحہ ۴۳ پر ملاحظہ ہو)

وَكَمَالُ مَعْرِفَتِهِ التَّصْدِيْقُ بِهِ۔ وَكَمَالُ التَّصْدِيْقِ بِهِ تَوْحِيْدُهُ۔ وَكَمَالُ تَوْحِيْدِهِ الْاِخْلَاصُ لَهُ۔ وَكَمَالُ الْاِخْلَاصِ لَهُ نَفْيُ الصِّفَاتِ عَنْهُ۔ لِشَهَادَةِ كُلِّ صِفَةٍ اَنَّهَا غَيْرُ الْمَوْصُوْفِ وَشَهَادَةِ كُلِّ مَوْصُوْفٍ اَنَّهُ غَيْرُ الصِّفَةِ۔ فَمَنْ وَصَفَ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ فَقَدْ قَرَنَهُ وَمَنْ قَرَنَهُ فَقَدْ ثَنَّاهُ۔ وَمَنْ

اور معرفت کا کمال اُس کا یقین کرنا ہے۔ اور یقین کا کمال اُس کی توحید ہے۔ اور توحید کا کمال اخلاص کرنا ہے۔ اور اخلاص اُس کا کامل ہو سکتا ہے جس نے ہر صفت (زائد) کا اُس سے انکار کیا کیونکہ ہر صفت (خود) شاہد ہے کہ وہ غیر موصوف ہے اور ہر موصوف شاہد ہے کہ وہ غیر صفت ہے۔ پس جس نے خدا کی صفت (زائد بر ذات) کا اعتقاد کیا اُس نے خدا کا ہمسر مانا اور جس نے اُسکا ہمسر مانا اُس نے اُسکا ثانی ٹھہرایا اور جس نے

(بقیہ صہ ۴۱) یقین، کہتے ہیں اعتقاد ہے کہ خدا کی کنہ و ماہیت، گو اس دنیا میں نہیں معلوم ہوتی لیکن آخرت میں معلوم ہوگی۔ اس کلام سے حضرت نے اُن کے اعتقاد کو باطل کر دیا کبھی بھی اُس کی ماہیت نہیں معلوم ہو سکتی اور یہ کہ اُس کی حقیقت معلوم ہونے کی کوئی مدت نہیں مقرر ہے ۱۲ سے علامہ ابن ابی الحدید صفحہ ۲۰ میں لکھتے ہیں کہ فطر الخلائق سے یہاں تک حضرت کے جملے کلام مجید سے مشتق ہیں اس طرح کہ فطر الخلائق مشتق ہے آیہ قل من رب السماوات والارض وما بینهما (یعنی آسمانوں اور زمین کا کون رب ہے) سے اور نشر الریاح برحمته مشتق ہے آیہ وهو الذی یرسل الریاح بشراً بین یدی رحمته (یعنی وہی خدا تو وہ ہے جو اپنی رحمت ابر سے پہلے خوشخبری دینے والی ہواؤں کو بھیجتا ہے) اور بعض قرأت میں بشراً کی جگہ نشراً ہے اور وتد بالصخور میدان ارضه مشتق ہے آیہ الم نجعل الارض مهاداً والجبال اوتاداً (یعنی کیا میں نے زمین کو بچھونا اور پہاڑ کو زمین کی میخیں نہیں بنایا) سے۔ اس مضمون کی دوسری آیہ کلام مجید میں یہ ہے والقی فی الارض رواسی ان تمید بکم (یعنی خدا نے زمین پر بھاری بھاری پہاڑوں کو (میخ کی طرح) گاڑ دیا تاکہ زمین تمھیں لے کر کہیں جھک نہ جائے) اسی کو حضرت بھی بیان فرماتے ہیں کہ خدا نے اپنی زمین میں پہاڑوں کی میخ لگا دی ہے تاکہ زمین حرکت نہ کرے یعنی جس طرح کوئی شے ادنے حرکت سے ہلنے لگتی ہے اور جب اُس میں میخ لگا دی جاتی ہے تو وہ مستحکم ہو جاتی اور اُس کا ہلنا موقوف ہو جاتا ہے اسی طرح زمین میں بھی جھک جانے کی استعداد تھی لہذا خدا نے پہاڑوں کو زمین پر پیدا کر کے اس کو مستحکم اور مستقر کر دیا جس سے اب ہل نہیں سکتی یا جس طرح کشتی کہ اُس میں اگر وزنی چیزیں نہ ہوں تو پانی پر سیدھی نہ ٹھہرے اور حرکت کرتی رہے اسی طرح چونکہ زمین پانی پر قائم ہے اگر اس میں پہاڑ ایسی وزنی چیز نہ ہوتی تو یہ بھی ہلنے لگتی (حضرت نے اس جملہ میں حکمت کے ایک دقیق مسئلہ کو بیان فرمایا ہے جو طولانی مبحث چاہتا ہے لہذا اس کی تفصیل ضمیمہ میں آئے گی) ۱۲ (حاشیہ صفحہ ہذا) سلہ اول الدین معرفته سے اس مقام تک حضرت نے اس امر کو بیان فرمایا ہے (باقی صہ ۴۳ پر ملاحظہ ہو)

ثَنَّاهُ فَقَدْ جَزَّاهُ وَمَنْ جَزَّاهُ فَقَدْ جَهِلَهُ وَمَنْ جَهِلَهُ فَقَدْ اَشَارَ اِلَيْهِ۔ وَمَنْ اَشَارَ اِلَيْهِ فَقَدْ حَدَّهُ۔ وَمَنْ حَدَّهُ فَقَدْ عَدَّهُ۔ وَمَنْ قَالَ فِيْمَ فَقَدْ ضَمَّنَهُ وَمَنْ قَالَ عَلَامَ فَقَدْ اَخْلَ مِنْهُ۔ كَائِنٌ لَا عَنْ حَدَثٍ مَوْجُوْدٌ لَا عَنْ عَدَمٍ۔ مَعَ كُلِّ شَيْءٍ لَا بِمُقَارَنَةٍ۔ وَغَيْرُ كُلِّ شَيْءٍ لَا بِمُزَايَلَةٍ۔ فَاعِلٌ لَا بِمَعْنَى الْحَرَكَاتِ وَالْاٰلَةِ۔ بَصِيْرٌ اِذْ لَا مَنْظُوْرَ اِلَيْهِ

ثانی ٹھہرایا اُس نے اُس کا تجزیہ کیا اور جس نے تجزیہ کیا وہ اس سے جاہل رہا۔ اور جو اُس سے جاہل رہا اُس نے اُس کی طرف (گویا) اشارہ کیا اور جس نے اُسکی طرف اشارہ کیا وہ اُسکو محدود سمجھا اور جو اُسکو محدود سمجھا اُس نے اُسکو (محدثات سے) شمار کیا اور (اسیطرح) جس نے کہا خدا کس میں ہے اُس نے اُسکے لئے ظرف تجویز کیا۔ اور جس نے کہا خدا کس چیز پر ہے اُس نے (کسی چیز کو) اُس سے خالی سمجھا (حالانکہ خدا کی ہستی (تو) ہے لیکن حادث نہیں موجود ہے (مگر پہلے) معدوم نہ تھا۔ ہر چیز کے ساتھ ہے لیکن پاس نہیں اور ہر چیز سے مغائر ہے مگر جدا نہیں۔ فاعل ہے لیکن نہ بمعنے حرکات و آلہ (اُسوقت سے) بینا ہے

(بقیہ صفحہ ۴۲) کہ دین کی بنیاد خدا کی معرفت ہے اس طرح کہ انسان صرف اس قدر سمجھے کہ اس دنیا کا کوئی پیدا کرنے والا ہے جو دنیا کے سوا کوئی اور ذات ہے لیکن یہ ناقص معرفت ہے اور کامل معرفت یہ ہے کہ انسان سمجھے کہ اس دنیا کا کوئی پیدا کرنے والا ہے جو سلسلۂ ممکنات سے خارج ہے اور جو ذات سلسلۂ ممکنات سے خارج ہوگی وہ ممکن نہیں ہو سکتی اور جو ممکن نہیں ہو سکتی وہ واجب الوجود ہے پس جب اُس شخص نے یہ سمجھ لیا کہ اس دنیا کا پیدا کرنے والا ایک ذات واجب الوجود ہے اُسکو ایسی معرفت حاصل ہوئی جو پہلی معرفت سے کامل تر ہے پس اسی معرفت کو تصدیق کہتے ہیں اسلئے کہ وہ مخصوص صفت جس سے خداوند عالم اپنی مخلوقات سے ممتاز ہوتا ہے یہی ہے کہ وہ واجب الوجود اور اُسکے سوا سب ممکن الوجود ہیں۔ اسیطرح یہ تصدیق کامل معرفت تو ہے لیکن تصدیق ناقص ہے ہاں جب یہ خیال کر لیا کہ ذات واجب الوجود کیلئے تنہا ہونا لازم ہے اور دو چیزیں کبھی واجب الوجود ہو نہیں سکتیں اسلئے کہ اگر دو چیزیں واجب الوجود ہو جائیں تو واجب الوجود ہونا تو دونوں میں پایا گیا اب اُن میں امتیاز ہونے کیلئے کوئی دوسری صفت ہونی چاہئے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ واجب الوجود کی ذات مرکب مانی جائے واجب الوجود ہونے اور اس دوسری صفت سے حالانکہ واجب الوجود کا مرکب ہونا منافی ہے اُسکے واجب الوجود ہونے کے پس جس شخص نے خدا کو واحد سمجھا یعنی یہ کہ اُسکے سوا کوئی واجب الوجود نہیں تو اُسکو کمال تصدیق صانع حاصل ہو گئی۔ اور اعتقاد توحید نہیں کامل ہو سکتا بغیر اسکے کہ انسان اپنے اعمال سے بھی اُسکی توحید کا اقرار کرے یعنی اپنے کل اعمال کو خالص اُسکے لئے انجام دے اور کسی شخص یا کسی ذاتی غرض کو اُسکا شریک نہ کرے بلکہ جو کرے وہ خالصاً لوجہ اللہ۔ اور یہ اخلاص اُسوقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک انسان یہ اعتقاد نہ کرے کہ خدا کی صفات اُسکی عین ذات ہیں کہ کوئی صفت اُسکی ذات سے زائد نہیں ہے اسلئے کہ اگر اُسکی ذات سے کوئی صفت زائد تسلیم کی جائے گی تو اُسکو بھی قدیم ماننا ہوگا پس دو قدیم کا اعتقاد کرنا ہوگا جو عین شرک ہے اسلئے کہ واضح ہے (باقی صفحہ ۴۴ پر ملاحظہ ہو)

مِنْ خَلْقِهٖ مُتَوَحِّدٌ اِذْ لَا سَكَنَ يَسْتَانِسُ بِهٖ وَلَا يَسْتَوْحِشُ لِفَقْدِهٖ۔ اَنْشَاَ الْخَلْقَ اِنْشَآءً۔ وَابْتَدَأَهٗ اِبْتِدَاءً۔ بِلَا رَوِيَّةٍ اَجَالَهَا۔ وَلَا تَجْرِبَةٍ اِسْتَفَادَهَا۔ وَلَا حَرَكَةٍ اَحْدَثَهَا۔ وَلَا هَمَامَةِ نَفْسٍ اِضْطَرَبَ فِيْهَا۔ اَحَالَ الْاَشْيَآءَ لِاَوْقَاتِهَا۔ وَلَاَمَ بَيْنَ مُخْتَلِفَاتِهَا وَغَرَّزَ غَرَآئِزَهَا۔ وَاَلْزَمَهَا اَشْبَاحَهَا۔ عَالِمًا بِهَا قَبْلَ اِبْتِدَآئِهَا۔ مُحِيْطًا بِحُدُوْدِهَا وَاِنْتِهَآئِهَا۔ عَارِفًا بِقَرَآئِنِهَا وَاَحْنَآئِهَا۔ ثُمَّ اَنْشَاَ سُبْحَانَهٗ فَتْقَ الْاَجْوَآءِ۔ وَشَقَّ الْاَرْجَآءِ۔ وَسَكَآئِكَ الْهَوَآءِ۔

جب اُسکی مخلوق سے کوئی چیز قابل نظر نہ تھی (اُسوقت بھی) تنہا ہی جب کوئی ہم جلیس نہ تھا جس سے مانوس ہوتا اور جس کے مفقود ہونے سے گھبراتا۔ خلق کو بوجہ اتم پیدا کیا اور اُسکو ایجاد کیا جو حق ہے ایجاد کرنے کا (یہ سب) بغیر کوئی فکر کئے یا کسی طرح کا تجربہ حاصل کئے اور بغیر کچھ (نقل و) حرکت کئے اور بغیر تردد نفس کے جس میں مضطرب ہوا ہو کل چیزوں کو اُن کے مقرر وقت میں پیدا کیا اور اُن کے مختلف اجزا میں ترکیب دیا۔ اور ہر ایک کے خواص و لوازم طبیعت کو پیدا کیا اور اُن کی قسموں یا شخصوں کے لئے لازم کر دیا جن کو ایجاد کے پہلے سے جانتا جن کے حدود و انتہا پر (اُسکا علم) حاوی تھا اور اُنکے مناسبات اور (ہر پہلو و) جوانب سے وہ واقف تھا پھر اُسنے فضاؤں کی کشادگی اور اطراف کی فراخی اور ہوا کے آنے جانے کی راہوں (یا خلا) کو پیدا کیا

(بقیہ صد ۴۳) صفت علیحدہ چیز ہے اور موصوف علیحدہ چیز کیونکہ یہ صفت موصوف میں پائی تو جاتی ہو لیکن اُس کی ذات تو نہیں ہو سکتی (اس سے زیادہ توضیح ضمیمہ میں آئیگی) حاشیہ ۱۰۳ ـــــ فمن وصف اللّٰہ سے یہاں تک حضرت نے دعوے سابقہ کی تاکید اور توضیح فرمائی ہو کہ اگر خدا کی کوئی صفت زائد بر ذات مانی جاوے تو اُس کو اُسکا ہمسر ماننا جاوے گا کیونکہ وہ صفت بھی خدا کی طرح قدیم ہوگی اور جب اُسکو ہمسر مان لیا تو دو قدیم کے قائل ہوئے جس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک قدیم اُس کی ذات ہے اور دوسرا قدیم اُسکی صفت ہے اور جب یہ اعتقاد کر لیا تو خدا کا جزو قرار دیا ایک اُس کی ذات جو خالی تھی صفت سے اور دوسری صفت جو علیحدہ تھی ذات سے دونوں سے مل کر خدا ہوا پس خدا مرکب ٹھہرا اور یہ اعتقاد عین جہالت ہے کیونکہ مرکب ہونا خاصہ ہی جسمانی چیزوں کا پس خدا کو جسمانی ماننا پڑے گا اور جب جسمانی مانا تو جس طرح دوسرے اجسام کی طرف اشارہ کرتے ہیں اُسی طرح اُس کی طرف اشارہ کرنے کا بھی اعتقاد ہوگا اور جب اشارہ کیا تو تسلیم کیا کہ وہ محدود ہے یعنی فلاں طرف ہے جب ہی تو اشارہ ہوگا اور اُس کو شمار کیا کہ وہ اس حد کے اندر ہے ۱۱

ـــــ جب حضرت خدا کی صفات سلبیہ اور اوصاف ممتنعہ کا ذکر کر چکے تو یہاں سے اُس کے صفات ثبوتیہ کو بیان فرماتے ہیں کہ وہ ہے لیکن ایسا نہیں کہ پہلے نہ تھا جس طرح اُسکی مخلوق کہ وہ بھی ہی لیکن ایسی کہ پہلے نہ تھی بہ خلاف خدا کے کہ اب بھی ہے اور پہلے بھی تھا کوئی زمانہ ایسا نہ ملے گا جس میں اُس کا وجود نہ رہا ہو (بقیہ مطالب ضمیمہ میں آئینگے) حاشیہ ۱۰۵ ـــــ مقصود یہ ہو کہ خدا نے (باقی صد ۴۵ پر ملاحظہ ہو)

فَاَجْرٰی فِیْهَا مَآءً مُّتَلَاطِمًا تَیَّارُهٗ۔ مُتَرَاکِمًا زَخَّارُهٗ۔ حَمَلَهٗ عَلٰی مَتْنِ الرِّیْحِ الْعَاصِفَةِ۔ وَالزَّعْزَعِ الْقَاصِفَةِ فَاَمَرَهَا بِرَدِّهٖ۔ وَسَلَّطَهَا عَلٰی شَدِّهٖ۔ وَقَرَنَهَا اِلٰی حَدِّهٖ۔ اَلْهَوَاءُ مِنْ تَحْتِهَا فَتِیْقٌ۔ وَالْمَآءُ مِنْ فَوْقِهَا دَفِیْقٌ۔ ثُمَّ اَنْشَاَ سُبْحَانَهٗ رِیْحًا اعْتَقَمَ مَهَبَّهَا۔ وَاَدَامَ مُرَبَّهَا۔ وَاَعْصَفَ مَجْرَاهَا۔ وَاَبْعَدَ مَنْشَاهَا۔ فَاَمَرَهَا بِتَصْفِیْقِ الْمَآءِ الزَّخَّارِ۔ وَاِثَارَةِ مَوْجِ الْبِحَارِ۔ فَمَخَضَتْهُ مَخْضَ السِّقَآءِ۔ وَعَصَفَتْ بِهٖ

پھر اُسمیں پانی جاری کیا جسکی موجیں متلاطم اور جسکا ذخیرہ پیہم تھا (اور) جسکو تیز ہوا اور تند آندھی پر بار کردیا پھر اُس (پانی) کے روکے رکھنے پر اُس (ہوا) کو مامور اور اُس کے محکم کرنے پر مسلط کردیا اور اُسکو پانی کی حد سے ملا دیا (اس طرح کہ) خلا اُس کے نیچے کشادہ اور پانی اُس کے اوپر بہا ہوا ہے پھر ایک (دوسری) ہوا پیدا کی جس کے ہر طرف بہنے کو روکا اور ایک ہی جگہ اُس کو قائم رکھا اور رفتار میں تیزی دی اور اُس کے منشا کو بہت دور رکھا پھر اس (ہوا) میں اس زخار پانی کے تھپیڑے دینے اور سمندروں کے موج زن کرنے کی خاصیت عطا کی پس اُس (ہوا) نے فضا میں پانی کو مشک کی طرح جنبش دی اور اس قوت سے ہلایا

(بقیہ صـ۴۴ـ) جن چیزوں کو پیدا کیا اُن کی طبیعت کے خواص و آثار بھی اُن میں ودیعت فرما دیے اور پھر ان خواص و آثار کو اُن چیزوں کے لیے لازم کردیا کہ اُن سے علیحدہ نہیں ہوسکتے اور یہ حق ہے کیونکہ ہر شخص اور ہر چیز ایک ایسی طبیعت کے ساتھ پیدا ہوئی ہے جو اس کے لیے لازم ہے کہ کبھی جدا ہو نہیں سکتی مثلاً انسان میں تعجب کرتے یا ہنسنے کا خاصہ ضرور ہی رہے گا شیر سے شجاعت کی صفت کبھی جدا نہیں ہوسکتی لومڑی سے مکر و فریب زائل نہیں ہوسکتا۔

۲ سطر ۵ یہاں حضرت نے تین لفظ ذکر کیے ہیں اجواء۔ ارجاء۔ سکائک الہواء۔ اجواء جمع ہے جوّ کی اور جوّ اُس فضا کو کہتے ہیں جو زمین سے آسمان تک ہے یعنی زمین سے آسمان تک جو خالی ہے اُس وسعت کو جوّ کہتے ہیں۔ ارجاء جمع ہے رجا کی جسکے معنی کنارہ کے ہیں اور مُراد اس سے فضا کا وہ حصہ ہے جو نیچے زمین سے متصل ہے اور سُکائِک جمع ہے سُکاکہ کی اور یہ فضا کا وہ حصہ ہے جو زمین سے اوپر آسمان سے ملا ہوا ہے لیکن چونکہ اُردو میں خاص لفظ ہر ایک کے لیے علیحدہ علیحدہ نہیں ملتا لہٰذا ترجمہ میں گویا ہم معنی لفظ لکھ دیے گئے اور فرق کو اس حاشیہ سے واضح کردیا گیا۔ پس حضرت کا مقصود یہ ہے کہ خدا نے آسمان اور زمین کی درمیان کی پوری فضا اور نیز زمین کے قریب کی اور آسمان کے قریب کی خاص فضا کو پیدا کیا علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ "اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فضا جو تمام اجسام کا حیز ہے خدا کی پیدا کی ہوئی ہے اور یہ کہ یہ پہلے نہ تھی اور یہ تحقیق غلط نہیں ہے کیونکہ بعض حکما بھی اس کے قائل ہیں کہ فضا مخلوق ہے اور پہلے معدوم تھی اور یہ بھی ایک لطیف جسم ہے جو دوسرے اجسام سے مشابہ نہیں ہے اور بعض حکما نے اس کو مجرد کہا ہے" حاشیہ سطر ۵ اجری فیہا ماءً متلاطماً سے یہاں تک (باقی صـ۴۶ـ پر ملاحظہ ہو)

عَصَفَهَا بِالْفَضَاءِ۔ تَرُدُّ أَوَّلَهُ إِلَى آخِرِهِ
وَسَاجِيَهُ إِلَى مَائِرِهِ۔ حَتّٰى عَبَّ
عُبَابُهُ۔ وَرَمٰى بِالزَّبَدِ رُكَامُهُ۔
فَرَفَعَهُ فِي هَوَاءٍ مُنْفَتِقٍ۔ وَجَوٍّ مُنْفَهِقٍ۔
فَسَوّٰى مِنْهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ جَعَلَ
سُفْلَاهُنَّ مَوْجًا مَكْفُوفًا۔ وَعُلْيَاهُنَّ
سَقْفًا مَحْفُوظًا۔ وَسَمْكًا مَرْفُوعًا۔
بِغَيْرِ عَمَدٍ يَدْعَمُهَا۔ وَلَا دِسَارٍ يَنْظِمُهَا۔

کہ اوپر کو نیچے اور ساکن کو متحرک کی طرف پھیر کر تہ و بالا کرتی
تھی یہاں تک کہ اُس پانی کا اوپر کا حصہ بلند ہوگیا اور اُس کے
خزانہ نے جھاگ پھینک دیا پھر اُس جھاگ کو (جو پانی کے
بخارات ہیں) خدا نے کشادہ خلا اور وسیع فضا میں اونچا کیا
اور اُس سے سات آسمان پیدا کئے[لہ] جو آسمان سب سے نیچا
تھا اُسکو (تو مثل) تھمی ہوئی موج کے اور جو سب سے اونچا تھا
اُس کو (مانند) محفوظ چھت اور بلند بام کے قرار دیا جس کے
نہ کوئی ستون ہے جو روکے اور نہ میخ ہے جو اُسے جوڑے۔

(بقیہ ص۴۵) حضرتؑ نے اس مسئلہ کو بیان فرمایا ہے کہ خدا نے آسمان و زمین کے درمیانی حصہ کو اجسام کے لئے حیز اور مکان قرار دیا
ہے اور اسمیں پانی کو پیدا کرکے جاری کردیا پھر آندھی ایسی تیز ہوا پیدا کی اور اُسی ہوا کے اوپر اُس پانی کو رکھا اور اس تیز ہوا میں اسکی
قوت بخشی کہ اُس پانی کو روکے رکھے تاکہ وہ اوپر سے نیچے نہ گرنے پائے کہ اگر نیچے گر جاتا تو جس غرض کے لئے خدا نے اُسکو پیدا کیا
تھا وہ فوت ہوجاتی پس اب صورت یہ ہوئی کہ اوپر پانی ہے اُس کے نیچے ایک تیز اور مضبوط ہوا ہے جو اُس کو روکے ہوئے ہے اور اس ہوا
کے نیچے فضا ہے جو خالی جگہ آسمان کی طرف نظر آتی ہے۔ حاشیہ[لہ] یعنی پھر خدا نے اُس تیز آندھی کے اوپر جس پر پانی تھا ایک اور ہوا
پیدا کی جو تھی تو نہایت تیز لیکن صرف اسکا ایک ہی مصرف تھا کہ اُس پانی کو خوب اچھی طرح ہلائے اور اُس میں تموج پیدا کرے
جس طرح مشک میں پانی یا دودھ کے ہلانے سے اُسمیں کف اور جھاگ پیدا ہوجاتا ہے اسی طرح اس ہوا کو پیدا کیا تاکہ وہ اُس
پانی کو پوری طرح ہلا کر اُسمیں کف اور جھاگ پیدا کرے اور چونکہ اس کے سوائے اور کوئی غرض اس ہوا کے پیدا کرنے کی نہ تھی لہذا
اور دمات کو اس سے سلب کرلیا اُسی حلقہ میں اُس کو محدود کردیا جس کی طرف اَدَامَ مُرَبَّهَا سے اشارہ فرمایا ہے پس اس ہوا
نے اُس پانی کو ہلا کر اُسمیں کف پیدا کردیا جو بخارات تھے پس اسی کف (بخارات) سے خدا نے سات آسمان پیدا کئے چنانچہ
علم ہیئت کی تحقیقات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ پہلے صرف پانی ہی پانی تھا اُسمیں خدا کی قدرت سے حرارت پیدا ہوئی اسی سے
جھاگ نکلا پھر اُسی سے بخارات بلند ہوئے اور اُن بخارات سے آسمان بنایا گیا اور جھاگ سے زمین بنی علامہ ابن ابی الحدید لکھتے
ہیں کہ بہت سے حکما کا یہی مذہب ہے جو حضرتؑ نے بیان فرمایا چنانچہ انہیں سے تالیس الاسکندرانی بھی ہے جو اسکا قائل ہے کہ کل عناصر
کی اصل پانی ہے کیونکہ جب وہ منجمد ہوگیا تو زمین بن گئی اور جب اُسمیں لطافت پیدا ہوگئی تو ہوا پیدا ہوئی اور مستحیل ہوکر آگ ہوگئی
توراۃ کے سفر اول کی ابتدا میں بھی اسی طرح کا کلام ہے کہ خدا نے ایک جوہر کو پیدا کیا پھر اُس کی طرف (باقی ص۴۷ پر ملاحظہ ہو)

ثُمَّ زَيَّنَهَا بِزِيْنَةِ الْكَوَاكِبِ۔ وَضِيَاءِ الثَّوَاقِبِ۔ وَاَجْرٰى فِيْهَا سِرَاجًا مُّسْتَطِيْرًا وَقَمَرًا مُّنِيْرًا۔ فِيْ فَلَكٍ دَائِرٍ۔ وَسَقْفٍ سَائِرٍ۔ وَرَقِيْمٍ مَائِرٍ۔ ثُمَّ فَتَقَ مَا بَيْنَ السَّمٰوٰتِ الْعُلَا۔ فَمَلَأَهُنَّ اَطْوَارًا مِّنْ مَلَائِكَتِهٖ۔ مِنْهُمْ سُجُوْدٌ لَا يَرْكَعُوْنَ۔ وَرُكُوْعٌ لَا يَنْتَصِبُوْنَ۔ وَصَافُّوْنَ لَا يَتَزَايَلُوْنَ۔ وَمُسَبِّحُوْنَ لَا يَسْأَمُوْنَ۔

پھر ان (آسمانوں) کو کواکب کی زینت اور روشن ستاروں کی چمک سے آراستہ کیا اور اُنمیں ایک چراغ درخشندہ (آفتاب) اور ایک ماہتاب تاباں جاری کیا۔ (جو) گھومنے والی فلک چکر لگانے والے آسمان اور متحرک لوح میں (ہے) پھر بلند آسمانو کو کشادہ کیا اور طرح طرح کے فرشتوں سے اُن کو بھر دیا۔ جن میں سے بعض سجدہ میں ہیں رکوع کرتے ہی نہیں اور بعض رکوع میں ہیں کھڑے ہوتے ہی نہیں اور بعض صف بستہ جو ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے اور بعض تسبیح کرنیوالے ہیں جو نہ تھکتے ہیں

(بقیہ صفحہ ۴۶) ہیبت سے نظر کی تو اُسکے اجزا پگھل گئے جس سے پانی بنا پھر اُس پانی سے بخارات دھواں کی طرح اُٹھے تو اُس سے خدا نے آسمانوں کو پیدا کیا اور اس پانی کے اوپر کف جمع ہو گیا تو اُس سے خدا نے آسمانوں کو پیدا کیا۔" اور آسمانوں کے دھواں ایسے بخار سے پیدا ہونے کا اشارہ قرآن مجید میں بھی ہے چنانچہ خدا نے فرمایا ہے ثم استوی الی السماء وھی دخان ..... نقضاھن سبع سموات الآیہ۔ یعنی خدا پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ اُس وقت دھواں تھا۔ تو اُس دھوئیں سے سات آسمان بنائے۔ اسی طرح احادیث ائمہ طاہرین میں بھی یہ مضمون موجود ہے (چونکہ یہ نہایت عظیم الشان مسئلہ علم ہیئت کا ہی لہذا اس کی کافی اور محققانہ تفصیل ضمیمہ میں آئے گی انشاء اللہ) ۱۲ ؎ سب سے نیچے آسمان کو موج مکفوف سے تشبیہ دی ہے کہ جس طرح موج پانی سے اونچی ہوتی ہے اُسی طرح یہ آسمان بھی بلند ہے اور جو رنگ موج کا ہوتا ہے وہی قریب قریب اس نیچے کے آسمان کا بھی ہے۔ اور مکفوف سے مطلب یہ ہے کہ خدا نے اُسکو روک رکھا ہے ورنہ نیچے زمین پر آ جاتا اس کے بعد سقفاً محفوظاً فرمایا ہے جو قرآن مجید کی ان آیات وجعلنا السماء سقفا محفوظاً (ہم ہی نے آسمان کو چھت بنایا جو ہر طرح محفوظ ہے) و حفظناھا من کل شیطان رجیم (اور ہر شیطان مردود کی آمد و رفت سے آسمانوں کو محفوظ رکھا) وغیرہ کے مثل ہے اور سمکا مرفوعا بغیر عمد یدعمھا سے مطلب یہ ہے کہ آسمانوں کے قیام کے لئے کوئی ستون اور پایہ نہیں ہے اور یہ اس آیہ خلق السموات بغیر عمد ترونھا (لقمان) یعنی خدا نے بغیر ستون کے آسمانوں کو بنایا جن کو تم دیکھتے ہو) اور آیہ ویمسک السماء ان تقع علی الارض الا باذنہ (حج آیہ ۶۵۔ یعنی خدا آسمان کو روکے ہوئے ہے کہ زمین پر نہ گر پڑے مگر جب اُس کی اجازت ہو) کے مثل ہے۔ بس مقصود یہ ہے کہ صرف قدرت خداوند عالم سے یہ آسمان کھڑے ہیں۔ اور کسی ستون یا میخ یا رسّی وغیرہ کی محتاج نہیں (حاشیہ ۴۶ ؎ آسمانوں کی زینت کا ستاروں سے ہونا واضح اور بدیہی ہے (باقی صفحہ ۴۸ پر ملاحظہ ہو)

لَا يَغْشَاهُمْ نَوْمُ الْعُيُوْنِ۔ وَلَا سَهْوُ الْعُقُوْلِ۔ وَلَا فَتْرَةُ الْاَبْدَانِ۔ وَلَا غَفْلَةُ النِّسْيَانِ۔ وَمِنْهُمْ اُمَنَاءُ عَلٰى وَحْيِهٖ۔ وَاَلْسِنَةٌ اِلٰى رُسُلِهٖ وَمُخْتَلِفُوْنَ بِقَضَائِهٖ وَاَمْرِهٖ۔ وَمِنْهُمُ الْحَفَظَةُ لِعِبَادِهٖ۔ وَالسَّدَنَةُ لِاَبْوَابِ جِنَانِهٖ وَمِنْهُمُ الثَّابِتَةُ فِی الْاَرَضِيْنَ السُّفْلٰى اَقْدَامُهُمْ۔ وَالْمَارِقَةُ مِنَ السَّمَاءِ الْعُلْيَا

اُن کی آنکھوں میں نیند سماتی ہے نہ عقلوں میں سہو نہ جسموں میں تکان نہ نسیان والی غفلتیں۔ اُن میں سے بعض وحی خدا کے امین۔ اُس کے رسولوں تک پیغام رسانی کے ذریعہ اور اُسکے قضا (و قدر) اور حکم کو لے کر آنے جانے والے ہیں اور بعض بندگان خدا کے حافظ اور (بعض) اُس کے دروازہ ہائے جنت کے دربان ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں جن کے قدم تو تحت الثریٰ میں جمے ہوئے اور گردنیں بلند ترین آسمان کے (بھی) پار۔

(بقیہ ص۴۷) قرآن مجید میں بھی ہے انا زینا السماء الدنیا بزینۃ الکواکب (صافات ۶۔ یعنی ہم ہی نے نیچے والے آسمان کو تاروں کی آرائش سے آراستہ کیا) اور آسمانوں میں آفتاب و مہتاب کے پیدا ہونے کے متعلق یہ آیہ ہے وجعل القمر فیھن نورا وجعل الشمس سراجا (نوح ۱۶۔ یعنی خدا ہی نے آسمانوں میں چاند کو نور اور سورج کو روشن چراغ بنایا) (ان کل امو کی تفصیل وجود سماء کا اثبات آفتاب و مہتاب کے آسمان میں ہونے کے متعلق فلسفہ جدیدہ کی تحقیقات اور اسلامی بیانات میں تطبیق ضمیمہ میں آئے گی انشاء اللہ) اور حضرت کا کلام فتق ما بین السماوات العلا قرآن مجید کے آیہ اولم یر الذین کفروا ان السموات والارض کانتا رتقا ففتقناھما (انبیاء ۳۰۔ یعنی کیا کافروں نے اس پر غور نہیں کیا کہ آسمان و زمین دونوں بستہ تھے تو ہم نے دونوں کو شگافتہ کیا) کے مثل ہے ۱۲ ص۳ یہاں سے ملائکہ کی خلقت اور اُن کے اقسام بیان فرماتے ہیں علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں " فرقہ معتزلہ کی تحقیق میں فرشتہ ایک نوری حیوان ہے بعض ان میں سے بالکل صاف شفاف بغیر کسی رنگ کے ہیں مثل ہوا کے۔ اور بعض کا رنگ مثل آفتاب کے ہے اور فرشتہ ویسے ہی قادر، عالم۔ اور زندہ ہیں جیسے ہم لوگ اور ویسے ہی مکلف ہیں جیسے ہم لوگ ..... اور حضرت امیر المومنین ؑ نے اس فصل میں اُن کی چار قسمیں کی ہیں پہلی قسم کے فرشتے عبادت کرنے والے ہیں جن سے بعض ہمیشہ سجدہ ہی میں رہتے ہیں اور بعض ہمیشہ رکوع ہی میں۔ اور بعض خدا کے حضور میں صف بستہ ہیں نماز وغیرہ عبادات میں مشغول رہتے ہیں کہ کبھی اُن کی صف ٹوٹتی نہیں اور بعض ایسے ہیں جو شب و روز تسبیح و تحمید خداوند عالم میں مصروف رہتے ہیں جس سے کبھی تھکتے نہیں۔ دوسری قسم کے وہ فرشتے ہیں جو وحی الٰہی کو رسولوں تک پہونچا کر احکام خدا کو بندوں تک پہونچاتے ہیں اور اُس کے قضا و قدر کے فرمان لے کر آتے جاتے ہیں۔ تیسری قسم کے فرشتے دو طرح کے ہیں ایک وہ ہیں جو بندوں کے محافظ ہیں جیسے کرام کاتبین یا وہ فرشتے جو مصائب و آفات سے بندوں کو اکثر اوقات (باقی ص۴۹ پر ملاحظہ

أَعْنَاقُهُمْ، وَالْخَارِجَةُ مِنَ الْأَقْطَارِ أَرْكَانُهُمْ، وَالْمُنَاسِبَةُ لِقَوَائِمِ الْعَرْشِ أَكْتَافُهُمْ، نَاكِسَةٌ دُونَهُ أَبْصَارُهُمْ، مُتَلَفِّعُونَ تَحْتَهُ بِأَجْنِحَتِهِمْ، مَضْرُوبَةٌ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَنْ دُونَهُمْ حُجُبُ الْعِزَّةِ وَأَسْتَارُ الْقُدْرَةِ، لَا يَتَوَهَّمُونَ رَبَّهُمْ بِالتَّصْوِيرِ، وَلَا يُجْرُونَ عَلَيْهِ صِفَاتِ الْمَصْنُوعِينَ، وَلَا يَحُدُّونَهُ بِالْأَمَاكِنِ، وَلَا يُشِيرُونَ إِلَيْهِ بِالنَّظَائِرِ۔

اور پہلو و جوانب اطراف (عالم) سے (بھی) باہر اور شانے عرش کے پایوں سے لگے ہوئے ہیں۔ اُن کی آنکھیں عرش کے نیچے گڑی ہوئی اور (خود یہ فرشتے) اُس کے نیچے اپنے پیروں میں لپٹے ہوئے ہیں۔ ان کے اور ان سے نیچے والوں کے درمیان (خدا کی) عزت کے حجاب اور قدرت کے پردے پڑے ہیں۔ یہ لوگ اپنے رب کا توہم (بھی) کسی تصویر سے نہیں کرتے اور نہ صفات مخلوق سے اُسکو متصف کرتے ہیں نہ کسی مکان یا جگہ سے اُسے محدود کرتے ہیں اور نہ کسی شبیہ و نظیر کے ذریعے سے اُس کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

(بقیہ صفحہ ۴۸) خدا کی طرف سے بچاتے ہیں کہ اگر یہ نہ ہوتے تو بہت کم انسان آفات سے محفوظ رہا کرتے دوسرے وہ جو بہشتوں کے دربانی کی خدمت پر مقرر ہیں چوتھی قسم کے وہ فرشتے ہیں جو عرش کو اُٹھائے ہیں؛ یہ بھی واضح رہے کہ ان کل اقسام کا ذکر خدا نے کلام مجید میں بھی فرمایا ہے چنانچہ سجدہ کرنے والوں کے بارے میں فرماتا ہے وللہ یسجد من فی السمٰوات و الارض (سورہ رعد۔ کہ آسمان اور زمین میں جو فرشتے جن اور انس ہیں خدا کا سجدہ کرتے ہیں) ولہ یسجدون (اعراف۔ یعنی فرشتے خدا کا سجدہ کرتے رہتے ہیں) اور صف بستہ فرشتوں کے بارے میں فرماتا ہے وانا لنحن الصافون (صافات ۱۶۵ یعنی فرشتے کہتے ہیں کہ ہم خدا کی عبادت میں صف باندھے کھڑے رہتے ہیں) اور تسبیح سے نہ تھکنے والوں کے بارے میں فرماتا ہے یسبحون اللیل والنہار وھم لا یسئمون (کہ وہ فرشتے دن و رات خدا کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور ذرا نہیں تھکتے) اور اُن کے جسموں میں تکان نہ ہونے کے بارے میں فرماتا ہے یسبحون اللیل والنہار لا یفترون (انبیاء ۲۰۔ کہ وہ فرشتے دن رات تسبیح کرتے ہیں اور ان کے جسموں میں تکان نہیں ہوتا) اور وحی خدا کے امین فرشتوں کے بارے میں فرماتا ہے نزل بہ الروح الامین علےٰ قلبک (یعنی اے رسول خدا نے امین فرشتہ کو تمہارے قلب پر نازل کیا) اور السنۃ الٰہی رسالہ کے بارے میں فرماتا ہے جاعل الملائکۃ رسلاً (کہ خدا نے فرشتوں کو پیغام پہونچانے والا قرار دیا) اور قضا و حکم الٰہی کے لے کر آنے جانے والے فرشتوں کے بارے میں فرماتا ہے تنزل الملائکۃ والروح فیہا باذن ربہم من کل امر (کہ ہر امر کو لے کر فرشتے شب قدر میں خدا کی اجازت سے نیچے آتے ہیں) اور بندوں کی حفاظت کرنیوالے فرشتوں کے متعلق فرماتا ہے و یرسل علیکم حفظۃ (کہ خدا حفاظت کرنے والے فرشتوں کو تمہارے پاس بھیجتا ہے) اور حاملان عرش (باقی صفحہ ۵۰ پر)

صِفَةُ خَلْقِ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

ثُمَّ جَمَعَ سُبْحَانَهُ مِنْ حَزْنِ الْأَرْضِ وَسَهْلِهَا۔ وَعَذْبِهَا وَسَبَخِهَا۔ تُرْبَةً سَنَّهَا بِالْمَاءِ حَتَّى خَلَصَتْ وَلَاطَهَا بِالْبَلَّةِ حَتَّى لَزَبَتْ۔ فَجَبَلَ مِنْهَا صُورَةً ذَاتَ أَحْنَاءٍ وَوُصُولٍ۔ وَأَعْضَاءٍ وَفُصُولٍ أَجْمَدَهَا حَتَّى اسْتَمْسَكَتْ۔ وَأَصْلَدَهَا حَتَّى صَلْصَلَتْ۔ لِوَقْتٍ

خلقت (حضرت) آدم علیہ السلام کی کیفیت۔ پھر خدائے تعالےٰ نے سخت۔ نرم۔ شیریں اور شور زمین سے مٹی جمع کی جس کو پانی سے بھگویا کہ خالص ہو گئی اور ترکر کے اُس کو گوندھا کہ لسدار ہو گئی پھر اُس سے ایک صورت پیدا کی ؎ جس کے اطراف وجوانب جوڑ بند۔ اور اعضاء و مفاصل تھے پھر اُس صورت کو خشک کیا کہ بستہ ہو گئی اور سخت کیا کہ کھنکھنانے لگی (یہ صورت اسی طرح) ایک محدود وقت اور

(بقیہ صفحہ ۴۹) فرشتوں کے متعلق فرماتا ہے ویحمل عرش ربک فوقھم یومئذ ثمانیۃ (الحاقہ ۲ ، ا یعنی اُس دن خدا کے عرش کو آٹھ فرشتے اُٹھائے ہونگے) ؎ حاشیہ صفحہ ہذا ؎ خلقت آدم کے بارے میں قدیم الایام سے اختلاف چلا آتا ہے مسلمان اور جتنے لوگ آسمانی مذہب کے پیرو ہیں خواہ یہود ہوں خواہ نصاریٰ وہ سب اس کے قائل ہیں کہ زمانہ حادث ہے اور جو چیز موجودات عالم سے ہے وہ سب حادث ہے کہ پہلے نہ تھی اب ہو گئی یہ لوگ صرف ذات باری کو قدیم مانتے ہیں اس لئے ان سب کا عقیدہ یہی ہے کہ نوع انسانی کے پہلے شخص حضرت آدم ہیں جن کی خلقت کا قصہ اس طرح پر قرآن میں بھی موجود ہے۔ (خاص کر سورہ بقرہ۔ اعراف۔ حجر۔ بنی اسرائیل۔ کہف۔ طہٰ۔ اور صٓ میں جیسے ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون یا جیسے واذ قال ربک للملائکۃ انی خالق بشرا من صلصال من حماء مسنون فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ ساجدین یا جیسے اذ قال ربک للملائکۃ انی خالق بشرا من طین فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ ساجدین فسجد الملائکۃ کلھم اجمعون الا ابلیس استکبر وکان من الکافرین قال یا ابلیس ما منعک ان تسجد لما خلقت بیدی استکبرت ام کنت من العالین قال انا خیر منہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین۔ ان سب کا خلاصہ مضمون وہی ہے جسکو حضرت امیر المومنینؑ نے ارشاد فرمایا ہے) اور توراۃ میں بھی اور تمامی احادیث مسلمہ اہل اسلام میں اسی طرح قبول کیا گیا ہے جیسا کہ اس خطبہ میں مذکور ہے۔ اس عقیدہ میں شریک ہیں اکثر مجوسی بھی مگر وہ آدم ایک دوسرے شخص کیومرث کو بتلاتے ہیں اور ان آدم کی اولیت کے قائل نہیں ہیں اور اس کی خلقت کے متعلق بھی ان کے خیالات جداگانہ ہیں رہے فلاسفہ وہ چونکہ عالم کو قدیم مانتے ہیں اسلئے وہ نوع انسانی کے لئے کسی شخص کی اولیت کے قائل نہیں ہیں بلکہ حیوانات وغیرہ کیلئے بھی (باقی صفحہ ۵۱)

مَعْدُوْدٍ وَاَمَدٍ مَعْلُوْمٍ۔ ثُمَّ نَفَخَ فِيْهَا مِنْ رُّوْحِهٖ۔ فَتَمَثَّلَتْ اِنْسَانًا ذَا اَذْهَانٍ يُّجِيْلُهَا۔ وَفِكَرٍ يَّتَصَرَّفُ بِهَا۔ وَجَوَارِحَ يَخْتَدِمُهَا۔ وَاَدَوَاتٍ يُّقَلِّبُهَا۔ وَمَعْرِفَةٍ يَّفْرُقُ بِهَا بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ۔ وَالْاَذْوَاقِ وَالْمَشَامِّ وَالْاَلْوَانِ وَالْاَجْنَاسِ۔ مَعْجُوْنًا بِطِيْنَةِ الْاَلْوَانِ الْمُخْتَلِفَةِ۔ وَالْاَشْبَاهِ الْمُؤْتَلِفَةِ۔ وَالْاَضْدَادِ الْمُتَعَادِيَةِ۔

معین زمانہ تک (رہی) پھر اسمیں (خدانے) اپنی (پیدا کی ہوئی) روح پھونک دی جس سے وہ انسان بن کر کھڑی ہوگئی جس کے ذہن تھے جن کو وہ (انسان) سمجھنے کے کام میں لاتا اور (قوت) فکر تھی جس سے سوچتا اور اعضاء و جوارح تھے جن سے کام لیتا اور آلات (دست و پا) تھے جن کو استعمال کرتا اور معرفت تھی جس سے حق و باطل مزہ بو رنگ اور دوسری چیزوں میں تمیز کرتا تھا (کیونکہ) اسکی خمیر کیگئی ہی رنگ برنگ کی مٹی اور اُن چیزوں سے جو باہم مشابہ و ملتی جُلتی ہیں (مثل ہڈی رگ پٹھے وغیرہ کے) اور اُن چیزوں سے جو ایک

(بقیہ منٹ) کسی کو اول نہیں مانتے کیونکہ وہ مادہ کو قدیم جانتے ہیں لہذا اُن کے عقیدہ میں دنیا یوں ہی رہی اور یونہی رہے گی فلسفہ جدیدہ کا مشہور حکیم نیوٹن لکھتا ہے کہ خلاف نیچر معلوم ہوتا ہے کہ انسان سا ذی عقل و ہوش جو سائر حیوانات سے اشرف ہے وہ یوں ہی دفعۃً واحدۃً پیدا ہو جائے لہذا یہ سلسلہ قائم کیا کہ انسان پہلے ایک کیڑا تھا لوٹ پوٹ کرتا ہوا بڑھتا گیا یہانتک کہ بندر ہوا اسکے بعد انسان ہوا جس کے اثبات کے لئے آج تک ہزارہا کوششیں ہو رہی ہیں لیکن کوئی کوشش اعتراض اور خدشہ سے خالی نہیں اور جو دلائل پیش کیے جاتے ہیں وہ بھی تحقیق کے خلاف ثابت ہوتے ہیں حتے کہ حکمائے یورپ و امریکہ کا بھی اس پر اتفاق نہیں اور جو لوگ قائل ہیں اُن کو بھی اس کا یقین نہیں (جس کے شواہد ضمیمہ میں آئیں گے) اور جو لوگ حضرت آدم کی خلقت کے قائل ہیں اور کلام مجید اور احادیث کے بیان کو صحیح سمجھتے ہیں اُن میں اس امر میں اختلاف ہے کہ یہ سب قصہ حضرت آدمؑ کا جو توراۃ اور قرآن مجید و کتب احادیث میں مذکور ہے یعنی ان کا خاک سے پیدا ہونا اور ملائکہ کو سجدہ کا حکم ہونا پھر ابلیس کا ان کو دھوکا دینا اور بہشت سے نکلنا اور زمین کو آباد کرنا آیا حضرت آدم نبی اللہ سے متعلق ہے جو ابو البشر بھی کہے جاتے ہیں۔ اور آدم بھی یا تمام بنی آدم سے۔ جو لوگ فلسفہ نیوٹن کے معتقد ہیں وہ جب نہ صانع عالم کے قائل ہیں نہ کسی شخص معین کو آدم مانتے ہیں تو اس قصہ کو کیوں ماننے لگے اسی وجہ سے نیچریوں نے آدم سے انکار کرکے بنی آدم سے اس قصہ کو متعلق کیا ہے اور قصہ کے بھی واقعیت کے نہیں قائل ہیں بلکہ فرضی اور بطور مثال بتلاتے ہیں اور جو لوگ کتب سماوی کے پیرو ہیں وہ اسی طرح قبول کرتے ہیں جس طرح پر آیات و احادیث میں مذکور ہے اور ان سب واقعات کو اصلی اور حقیقی سمجھتے ہیں نہ فرضی یا مثالی اسی طرح جنت و نار میں بھی اختلاف ہے کہ اس سے کیا مراد ہے حقیقی جنت یا خیالی آرام و خوشی۔ پھر اسمیں بھی (باقی صد ۵۲ پر)

وَالْاَخْلَاطِ الْمُتَبَايِنَةِ۔ مِنَ الْحَرِّ وَالْبَرْدِ۔ وَالْبَلَّةِ وَالْجُمُوْدِ۔ وَاسْتَأْدَى اللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمَلَائِكَةَ وَدِيْعَتَهُ لَدَيْهِمْ۔ وَعَهْدَ وَصِيَّتِهِ اِلَيْهِمْ۔ فِي الْاِذْعَانِ بِالسُّجُوْدِ لَهُ۔ وَالْخُشُوْعِ لِتَكْرِمَتِهِ۔ فَقَالَ سُبْحَانَهُ۔ اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبْلِيْسَ۔ اِعْتَرَتْهُ الْحَمِيَّةُ وَغَلَبَتْ عَلَيْهِ الشِّقْوَةُ۔ وَتَعَزَّزَ بِخِلْقَةِ النَّارِ۔ وَاسْتَهْوَنَ خَلْقَ الصَّلْصَالِ۔ فَاَعْطَاهُ اللّٰهُ النَّظِرَةَ اِسْتِحْقَاقًا لِلسُّخْطَةِ۔ وَاِسْتِتْمَامًا لِلْبَلِيَّةِ۔ وَاِنْجَازًا لِلْعِدَةِ۔ فَقَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ۔

دوسری کی ضد او ر اُن خلطوں سے جو ایک دوسرے سے مغائر ہیں یعنی حرارت۔ برودت (صفرا و بلغم) اور رطوبت و یبوست (خون وسودا) سے اور اسطرح انسان ول یعنی حضرت آدم کو پیدا کرکے خدا نے فرشتوں سے اپنی اُس امانت کو جو اُنکے حوالہ تھی ادا، اُس عہد وصیت کو جو اُنکے ذمہ تھی پورا کرانا چاہا اس امر میں کہ آدم کی تعظیم میں سجدہ اور فروتنی کرنے میں (خدا کی) اطاعت کرینگے پس خدا نے کہا "سجدہ کرو آدم کو" تو سب نے سجدہ کیا سوائے شیطان اور اُسکی جماعت کے جسکو ننگ و عار معلوم ہوا اور جس پر شقاوت غالب آئی اور آگ کی مخلوق ہونے سے اپنے کو معزز اور مٹی کی مخلوق (آدم) کو ذلیل سمجھا پس خدا نے اُسکو مہلت دی کہ وہ غضب کا مستحق اور اُس کا امتحان کامل اور (خدا کا) وعدہ پورا ہو جائے۔ پس فرمایا " تو قیامت تک مہلت پانے والوں میں ہے "؛

(بقیہ صفحہ ۵۱) اختلاف ہے کہ شیطان سے کیا مُراد ہے آیا یہ بھی کوئی مخلوق ہے یا قوائے بہیمیہ کا نام شیطان رکھا گیا ہے جو لوگ قرآن وحدیث کا ظاہری اقرار کرکے چاہتے ہیں کہ فلسفہ نیوٹن کے مطابق کریں وہ زبانی ان ناموں کا اقرار کرتے ہیں اور حقیقت میں سب کے منکر ہیں کیونکہ آج تک اُنھوں نے شیطان کی صورت نہیں دیکھی پھر کسی غیر مرئی وغیر محسوس کا کیونکر اقرار کریں لیکن جو لوگ عقل سلیم اور قلب میں بصیرت رکھتے ہیں وہ حدیث امیر المومنین من عرف نفسہ فقد عرف ربہ (جس نے اپنے نفس کی حقیقت سمجھ لی اُس نے خدا کو بھی پہچان لیا) کے مطابق ان چیزوں کا ویسا ہی اعتقاد رکھتے ہیں جیسا خدا رسول اور ائمہ نے فرمایا ہے کیونکہ خدا جب ایک قطرہ آب سے ایسے عقل وشعور والے انسان کو پیدا کر سکتا ہے جو ذہن سے سوچتا ہی ناک سے سونگھتا ہی دانہ مسور کے برابر پتلی سے تمام جہان کو دیکھتا ہی کان سے سنتا ہی حالانکہ عقل انسانی ان امور کو کسی طرح نہیں سمجھ سکتی کہ کیوں وہی گوشت وہی ہڈی وہی سوراخ رہتے ہوئے انسان کی ناک میں سننے کی اور کان میں سونگھنے کی قوت نہیں اور کیوں انسان زبان سے تو مزہ پہچان لیتا ہے اور ہاتھ سے نہیں پہچانتا حالانکہ زبان میں بھی وہی خون گوشت ہے جو ہاتھ میں ہے منھ کے اندر آنے سے کوئی نئی چیز نہیں ہوگئی پھر بھی ہر عضو کے آثار وخواص علیحدہ ہیں جو (باقی صفحہ ۵۳ پر)

ثُمَّ اَسْكَنَ سُبْحَانَهُ اٰدَمَ دَارًا اَرْغَدَ فِيهَا عِيشَتَهُ، وَ اٰمَنَ فِيهَا مَحَلَّتَهُ، وَ حَذَّرَهُ اِبْلِيسَ وَ عَدَاوَتَهُ، فَاغْتَرَّهُ عَدُوُّهُ نَفَاسَةً عَلَيْهِ بِدَارِ الْمُقَامِ، وَ مُرَافَقَةِ الْاَبْرَارِ۔ فَبَاعَ الْيَقِينَ بِشَكِّهِ۔ وَ الْعَزِيمَةَ بِوَهْنِهِ۔ وَ اسْتَبْدَلَ بِالْجَذَلِ وَجَلًا۔ وَ بِالْاِغْتِرَارِ نَدَمًا۔ ثُمَّ بَسَطَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ لَهُ فِي تَوْبَتِهِ وَ لَقَّاهُ كَلِمَةَ رَحْمَتِهِ وَ وَعَدَهُ الْمَرَدَّ اِلٰى جَنَّتِهِ۔ وَ اَهْبَطَهُ اِلٰى دَارِ الْبَلِيَّةِ۔ وَ تَنَاسُلِ الذُّرِّيَّةِ۔ وَ اصْطَفٰى سُبْحَانَهُ

پھر خدا نے آدم کو ایسے گھر میں جگہ دی جس میں اُن کی زندگی کو خوشگوار اور اُن کی سکونت کو باامن و امان کیا۔ اور شیطان اور اُس کی عداوت سے اُن کو ڈرا دیا۔ پس ابلیس نے اُن کی اچھی جگہ اور نیکوکاروں کی صحبت پر حسد کر کے اُن کو فریب دیا۔ تو (آدمؑ) نے یقین کو اپنے شک اور ثبات و استقلال کو اپنی سستی سے بیچ ڈالا اور خوشی سے خوف کو اور عزت سے حسرت کو بدل لیا پھر (بھی) خدائے سبحانہ نے اُن کے توبہ میں وسعت دی۔ اُنھیں اپنی رحمت کا کلمہ سکھایا اور اپنی جنت میں واپس لانے کا وعدہ کیا (جس کے لیے) آزمایش کے گھر اور اولاد کے ذریعہ نسل بڑھانے کی جگہ (یعنی دنیا) میں اُتارا (اور آباد کیا) پھر خدائے سبحانہ نے

(بقیہ صفحہ ۵۲) سب کے سب صرف خدا ہی ایسے قادر علی الاطلاق کی قدرت کے کرشمہ ہیں تو ایسے جلیل القدر ذات کی قدرت سے جنت نار شیطان جن انسان صاحب ہوش و حواس کا دفعۃً واحدۃً پیدا ہونا کچھ عجب نہیں۔ (۲) حاشیہ صفحہ ہذا ۵ حضرت آدمؑ کا یہ قصہ کلام اللہ کے بالکل شروع میں یعنی سورہ بقرہ نیز سورہ اعراف، حجر اور طٰہٰ میں تفصیل سے مذکور ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ خدا نے جب آدمؑ کو پیدا کر کے جنت میں با احترام رکھا اور شیطان کو ذلیل کیا پھر آدمؑ کو ایک خاص درخت کے پاس جانے سے منع کیا تو شیطان نے مختلف طریقوں سے حضرت آدم و حوا کو فریب دے کر اُسی قسم کے ایک دوسرے درخت کا پھل کھلا دیا۔ تو چونکہ حضرت آدم اُس خاص درخت کے پاس نہ گئے لہذا کوئی گناہ تو نہ کیا لیکن چونکہ اُسی قسم کے دوسرے درخت سے شیطان کے کہنے سے پھل کھا لیا حالانکہ یہ بھی آپ کی شان کے خلاف تھا لہذا خدا کی طرف سے آپ پر عتاب ہوا جس پر آپ نے توبہ کیا خدا نے اُن کو رحمت کا کلمہ سکھایا جیسا کہ قرآن مجید میں بھی ہے فتلقّٰی آدم من ربہ کلمات فتاب علیہ کہ آدمؑ نے اپنے پروردگار سے معذرت کے چند الفاظ سیکھے پس خدا نے اُن الفاظ کی برکت سے آدم کی توبہ قبول کر لی بعض روایات میں ہے کہ وہ کلمات رحمت یہ تھے ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا و ترحمنا لنکونن من الخاسرین یعنی اے رب! میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور اگر تو مجھے نہ بخش دے گا اور نہ رحم کرے گا تو بیشک میں گھاٹے میں ہوں گا۔ اور حضرات اہلسنت کی مشہور ترین تفسیر دُرِ منثور سیوطی جلد اول صفحہ ۶۰ مطبوعہ مصر میں ہے کہ وہ کلمات رحمت اسمائے پنجتن پاک یعنی (باقی صفحہ ۵۴ پر)

مِنْ وَلَدِهٖ اَنْبِيَآءَ اَخَذَ عَلَى الْوَحْيِ مِيْثَاقَهُمْ۔ وَعَلٰى تَبْلِيْغِ الرِّسَالَةِ اَمَانَتَهُمْ۔ لَمَّا بَدَّلَ اَكْثَرُ خَلْقِهٖ عَهْدَ اللّٰهِ اِلَيْهِمْ فَجَهِلُوْا حَقَّهٗ۔ وَاتَّخَذُوا الْاَنْدَادَ مَعَهٗ۔ وَاجْتَالَتْهُمُ الشَّيَاطِيْنُ عَنْ مَعْرِفَتِهٖ۔ وَاقْتَطَعَتْهُمْ عَنْ عِبَادَتِهٖ۔ فَبَعَثَ فِيْهِمْ رُسُلَهٗ۔ وَوَاتَرَ اِلَيْهِمْ اَنْبِيَآءَهٗ۔ لِيَسْتَادُوْهُمْ مِيْثَاقَ فِطْرَتِهٖ۔ وَيُذَكِّرُوْهُمْ مَنْسِيَّ نِعْمَتِهٖ۔ وَيَحْتَجُّوْا عَلَيْهِمْ بِالتَّبْلِيْغِ۔ وَيُثِيْرُوْا لَهُمْ دَفَائِنَ

اُن کی اولاد سے کچھ (لوگوں کو) نبی منتخب کیا جن سے اپنی وحی پہونچانے پر عہد و پیمان اور تبلیغ رسالت کرنے پر امانت (کا اقرار) لیا جب اکثر مخلوق نے اپنے اُس عہد کو بدل دیا جو خدا نے اُن سے لیا تھا۔ پھر خدا کا حق بھول گئے دیوتوں کو اُس کا شریک تجویز کیا۔ شیطان نے اُن کو معرفت خدا سے پھیر دیا اور اُس کی عبادت سے جدا کر دیا لہذا خدا نے اُن میں اپنے رسولوں کو مبعوث کیا اور اپنے نبیوں کو متواتر بھیجا تاکہ اُن سے فطرت کے عہد کو پورا کرائیں۔ اُس کی بھولی ہوئی نعمتوں کو یاد دلائیں۔ تبلیغ (احکام) کر کے حجت تمام کریں۔ اُن کی عقلوں کے خزانے کھولیں اور قدرت (خدا) کی نشانیاں دکھائیں۔ جن میں سے

(بقیہ ص۵۳) محمد و علی و فاطمہ و حسن و حسین تھے۔ غرض توبہ قبول کرنے کے بعد آپ کو دنیا میں نازل کیا جیسا کہ قرآن مجید میں بھی ہے کہ پہلے خدا نے آدمؑ کی توبہ قبول کی بعد ازاں آپ دنیا میں تشریف لائے جس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں آپ کا آنا بطور سزا نہیں تھا کیونکہ توبہ قبول کرنے کے بعد سزا کیسی بلکہ یہ تو توبہ قبول ہونے کی علامت ہے کہ آپ کا درجہ بلند کیا گیا۔ دنیا کی آبادی کا سبب قرار پائے جو نہ فرشتوں سے ہو سکتا تھا نہ جنات سے۔ اس کے بعد یہ درجہ دیا گیا کہ آپ کو اور انبیاء و اوصیاء کے جد اعلیٰ قرار پانے کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت نے اس خطبہ میں عجیب طرح کی ترتیب کا لحاظ رکھا ہے کہ مشکل ہی کوئی اُسکو ادا کر سکے کیونکہ پہلے تو اس کو فرمایا کہ خدا نے اُن کو توبہ کی توفیق دی اور کلمات رحمت کے تعلیم فرمائے پھر اسکا وعدہ کیا کہ اُن کو جنت میں جگہ دے گا۔ ان تین امروں کے لئے خدا نے تین باتیں کیں کہ دار دنیا میں اُتارا اور ذریعہ ترقی نسل قرار دیا اور انبیا کو انکی نسل سے پیدا کیا۔ حاشیہ صفحہ ہذا ۱؎ شارحین کتاب ہے علمائے شیعہ فرماتے ہیں کہ یہ اشارہ ہے اُس عہد الست کی طرف جس کو خدا نے کلام مجید سورہ اعراف کے اس آیہ میں ذکر فرمایا ہے واخذ ربکم من بنی ادم من ظهورهم و اشهدهم على انفسهم الست بربكم قالوا بلى الآیہ یعنی جب تمہارے پروردگار نے اولاد آدم سے اُن کی پشت در پشت اولاد کو لیا اور اُن کو انھیں پر گواہ قرار دے کر کہا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو اُن سب نے کہا ہاں لیکن علامہ ابن ابی الحدید اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس طرف اشارہ مُراد لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے (باقی ص۵۵ پر)

الْعُقُولِ۔ وَيُرُوهُمُ الْآيَاتِ الْمُقَدَّرَةَ مِنْ سَقْفٍ فَوْقَهُمْ مَرْفُوعٍ۔ وَمِهَادٍ تَحْتَهُمْ مَوْضُوعٍ۔ وَمَعَايِشَ تُحْيِيهِمْ وَآجَالٍ تُفْنِيهِمْ۔ وَأَوْصَابٍ تُهْرِمُهُمْ وَأَحْدَاثٍ تَتَابَعُ عَلَيْهِمْ۔ وَلَمْ يُخْلِ سُبْحَانَهُ خَلْقَهُ مِنْ نَبِيٍّ مُرْسَلٍ۔ أَوْ كِتَابٍ مُنْزَلٍ۔ أَوْ حُجَّةٍ لَازِمَةٍ۔ أَوْ مَحَجَّةٍ قَائِمَةٍ۔ رُسُلٌ لَا تُقَصِّرُ بِهِمْ قِلَّةُ عَدَدِهِمْ۔ وَلَا كَثْرَةُ الْمُكَذِّبِينَ لَهُمْ۔ مِنْ سَابِقٍ سُمِّيَ لَهُ مَنْ بَعْدَهُ۔ أَوْ غَابِرٍ عَرَّفَهُ مَنْ

ایک چھت (ایسا آسمان) ہے جو ان کے اوپر بلند ہے اور ایک فرش (ایسی زمین) ہے جو اُن کے نیچے بچھی ہوئی ہے اور ذرائعِ معاش ہیں جو انھیں زندہ رکھتے ہیں اور اجلیں ہیں جو فنا کرتی ہیں اور بیماریاں ہیں جو بوڑھا کرتی ہیں اور (اسیطرح دوسرے) حوادث ہیں جو متواتر واقع ہوتے رہتے ہیں۔ غرض خدائے سبحانہ نے کبھی اپنی مخلوق کو کسی نبی مرسل۔ یا نازل کی ہوئی کتاب یا حجۃ لازمہ (امام) یا واضح طریقہ سے خالی نہیں رکھا۔ رسول (بھی) ایسے جن کی تعداد کی کمی۔ اور جھٹلانے والوں کی زیادتی (تبلیغ رسالت سے) اُن کو قاصر نہیں رکھتی تھی جن میں سے بعض جانے والے کو آنے والے (رسول) کا نام بتا دیا جاتا اور بعض آنے والے کی

(بقیہ صفحہ ۵۴) بلکہ حضرت امیر المومنینؑ کی مراد اس عبارت سے یہ ہے کہ چونکہ خداوند عالم کی معرفت اور توحید و عدل کی دلیلیں انسان کی عقل میں فطرت کے وقت ہی سے مرکوز رہتی ہیں اور دنیاوی لغویات میں مبتلا ہو کر انسان ان کو بھول جاتا ہے لہذا خداوند عالم نبیوں کو بھیجتا رہا تاکہ عقل کی ان فطری دلیلوں کو تازہ کرتے رہیں اور اُن کی تقویت فرمایا کریں چنانچہ اسی فطرت کا اس حدیث شریف میں بھی ذکر ہے کہ کل مولود یولد علے فطرۃ الاسلام وابواہ یہودانہ او ینصرانہ یعنی ہر بچہ دین فطرۃ (اسلام) ہی پر پیدا ہوتا ہے ہاں بعد پیدا ہونے کے والدین اُسکو یہودی یا نصرانی وغیرہ مذہب پر لگا دیتے ہیں مگر حق وہی ہے جو علمائے شیعہ نے فرمایا کیونکہ یہ حدیث اسی قول باری کی شرح کرنے والی ہے اور حضرت کا جملہ اخذ علے الوحی میثاقھم صاف بتا رہا ہے کہ یہ کلام خدا و اذاخذ ربک من بنی آدم من ظھورھم سے مقتبس ہے ۱۲ منہ اس عہد فطرت سے مراد بھی وہی عالم ذر کا عہد ہے جس کے متعلق پہلے ذکر ہو چکا لیکن مفتی محمد عبدہ مفتی مصر اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ خدا نے انسان میں طبیعتوں اور قوتوں کو پیدا کر کے اور اُس کے لئے اپنی قدرت و حکمت کے شواہد اور علامات قائم فرما کر گویا اس پر انسان سے عہد لیا ہے کہ ان طبیعتوں اور قوتوں کو انھیں کاموں میں صرف کرے گا جن کے لئے وہ طبیعتیں اور قوتیں خدا نے پیدا کی ہیں اور انسان بھی اپنی فطرت کے مطابق اس عہد پر ہی عمل کرتا رہتا اگر شیطان اُس کے دل میں شہوات کے وسوسوں سے شبہہ نہیں پیدا کر دیتا لہذا خدا نے نبیوں کو بھیجا کہ انسان سے اُسکی اُسی فطرت کے مقتضے کو ادا کرائیں یعنی انسان سے (باقی صفحہ ۶۵ پر)

قَبْلَهُ۔ عَلٰی ذٰلِكَ نَسَلَتِ الْقُرُوْنُ۔ وَ مَضَتِ الدُّهُوْرُ۔ وَسَلَفَتِ الْاٰبَاءُ۔ وَخَلَفَتِ الْاَبْنَاءُ۔ اِلٰی اَنْ بَعَثَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ۔ مُحَمَّدًا رَّسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ لِاِنْجَازِ عِدَتِهٖ۔ وَ تَمَامِ نُبُوَّتِهٖ۔ مَاْخُوْذًا عَلَی النَّبِيِّيْنَ مِيْثَاقُهٗ مَشْهُوْرَةً سِمَاتُهٗ۔ كَرِيْمًا مِيْلَادُهٗ۔ وَاَهْلُ الْاَرْضِ يَوْمَئِذٍ مِلَلٌ مُّتَفَرِّقَةٌ۔ وَاَهْوَاءٌ مُّنْتَشِرَةٌ۔ وَطَوَائِفُ مُتَشَتِّتَةٌ۔ بَيْنَ مُشَبِّهٍ لِّلّٰهِ بِخَلْقِهٖ۔ اَوْ مُلْحِدٍ فِيْ اسْمِهٖ۔ اَوْ مُشِيْرٍ

کی تعریف پہلا نبی کرجاتا تھا (غرض) اسیطرح مدتیں گذر گئیں اور زمانے بسر ہوئے پُرانے لوگ مرتے اور نئے لوگ اُن کی جگہ لیتے رہے یہاں تک کہ خدائے سُبحانہ نے اپنا وعدہ پورا کرنے اور نبوت کو ختم کرنے کے لئے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ کو مبعوث کیا جن (کے اقرار نبوت) کا عہد نبیوں سے لے لیا گیا تھا اور علامتیں اُنکی (پہلے ہی سے) مشہور ہو رہی تھیں جن کی ولادت کا زمانہ نہایت مکرم تھا (کیونکہ) اُس زمانہ میں سب اہل زمین متفرق مذہبوں۔ پراگندہ خواہشوں اور مختلف راہوں میں (بھٹک رہے) تھے۔ کوئی خدا کو اُسکی مخلوق سے مشابہ کرتا۔ کوئی اُس کے نام میں الحاد کرتا (اور) کوئی (بالکل ہی) غیر خدا کی طرف لو لگاتا تھا۔ پس خدانے آنحضرت کے

(بقیہ صفحہ ۵۵) وہی اعتقادات قبول اور وہی اعمال انجام گرائیں جو اُسکی فطرت کے حسب حال ہیں اور جن کو عقل مستقیم صحیح بتاتی ہے مگر قرآن مجید کا بیان نہایت شافی ہے وہی زیادہ قابل اعتماد و وثوق ہے ۱۲ حاشیہ صفحہ ۵۹ ؎ اس جملہ میں حضرت نے صاف طور پر ظاہر کیا کہ خلق خدا کبھی خالی نہ رہی ان تین چیزوں سے یا تو کوئی نبی مرسل رہا جو خلائق پر احکام تبلیغ کرتا رہا مثل آدم و نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کہ یہ لوگ نبی بھی تھے رسول بھی اور صاحب شریعت بھی۔ اور اگر رسول کا زمانہ نہ رہا جسکو زمانہ فترت کہتے ہیں تو اس رسول کی کتاب رہی جس پر خلائق عمل کرتی یا حجت لازمہ یعنی امام رہا جو اپنے رسول کے احکام کو بتاتا اور خلائق کو اسکی تعلیم دیتا ابن ابی الحدید اسکی شرح میں لکھتے ہیں کہ " امامیہ اسکے قائل ہیں کہ مراد اس سے امام معصوم ہے جس سے زمانہ کبھی خالی نہیں رہتا اور ممکن ہے کہ اس سے مُراد عقل ہو کہ وہ بھی حجت ہے "، لیکن سیاق کلام کہتا ہے کہ مراد اس سے وجود امام معصوم ہے کیونکہ پہلے اغراض بعثت انبیا کو حضرت نے بتایا ہے کہ تبلیغ رسالت کریں اور اُن کے عقلی خزانوں کو ظاہر کریں۔ جس سے معلوم ہوا کہ عقلیں اُن لوگوں کی ضعیف تھیں اور حرص و ہوا کے نیچے دبی ہوئی تھیں جس کے لئے ضرورت ہوئی بعثت انبیا کی تو اب ان عقول ضعیفہ کو بشمول ان حجتوں کے کیونکر ذکر کر سکتے ہیں کیونکہ اگر مجرد عقل کافی ہوتی تو بعثت انبیا کی ضرورت نہ تھی لہذا معلوم ہوا کہ مراد اس سے وہی امام معصوم ہے جو نبی سابق کا وصی ہو جو اسکے احکام کی تبلیغ کرتا رہے۔ اسی وجہ سے اسکو سب کے آخر میں ذکر کیا تاکہ معلوم ہو کہ اس حجت لازمہ کی ضرورت ہر حالت میں ہے خواہ نبی مرسل (باقی صفحہ ۵۷)

إِلَى غَيْرِهِ۔ فَهَدَاهُمْ بِهِ مِنَ الضَّلَالَةِ
وَأَنْقَذَهُمْ بِمَكَانِهِ مِنَ الْجَهَالَةِ
ثُمَّ اخْتَارَ سُبْحَانَهُ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ لِقَاءَهُ۔ وَرَضِيَ لَهُ مَا عِنْدَهُ
وَأَكْرَمَهُ عَنْ دَارِ الدُّنْيَا۔ وَرَغِبَ
بِهِ عَنْ مُقَارَنَةِ الْبَلْوَى۔ فَقَبَضَهُ
إِلَيْهِ كَرِيمًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ۔ وَ
خَلَّفَ فِيكُمْ مَا خَلَّفَتِ الْأَنْبِيَاءُ
فِي أُمَمِهَا۔ إِذْ لَمْ يَتْرُكُوهُمْ هَمَلًا۔

سبب سے اُن کو ضلالت سے نکال کر ہدایت کی طرف پہونچایا
اور جہالت کے گڑھے سے آپ کی بدولت اُن کو نجات دی۔
پھر خدائے سبحانہ نے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی درگاہ
میں طلب کرنا چاہا اور اپنی بارگاہ کی نعمتوں کو آپکے لیئے
پسند کیا تو عزت کے ساتھ دنیا سے اُٹھا لیا اور امتحان گاہ
(عالم) سے متنفر کردیا۔ غرض (خدانے) آنحضرتؐ کو اپنی
درگاہ میں نہایت احترام سے بُلایا تو حضرت تم لوگوں میں
وہ چیزیں چھوڑتے گئے جو گزشتہ انبیاء اپنی امتوں میں
چھوڑتے رہے ہیں کیونکہ وہ حضرات اپنی امتوں کو یوں ہی

(بقیہ صفحہ ۵۶) صاحب کتاب ہوا یا نہیں جیسا کہ آئندہ مذکور ہوگا۔ اور جملہ لا تقصیر بھم قلۃ عدد ھم سے اشارہ ان انبیاء
اور اوصیاء اور اولیاء کے حالات کی طرف ہے کہ اگرچہ اُن انبیاء و اوصیاء کی تعداد قلیل تھی اور اُن کے دشمنوں اور مکذبوں (جھٹلانے
والوں) کی تعداد زیادہ رہی مگر وہ اظہار حق سے باز نہ آئے خواہ رعیت قبول کرے یا نہ کرے بعضوں کا یہ خیال ہی کہ نبوت
یا امامت میں اسکی بھی شرط ہی کہ لوگ انکے مطیع ہوں ان کی حکومت کو قبول کریں حالانکہ ایسا نہیں ہی شیخ ابوشکور کہ علمائے
اہلسنت سے ہیں اپنی کتاب تمہید میں لکھتے ہیں کہ امام کی اطاعت رعایا پر فرض ہی اگر غلبہ نہ ہو تو یہ بسبب نافرمانی رعایا ہے۔
اس سے امام خلافت سے معزول نہیں ہوتا۔ جناب رسالتمآب ابتدائے رسالت میں غلبہ نہ رکھتے تھے کیونکہ کفار سرکشی کرتے تھے تو
اس سے حضرت کی رسالت کو کیا ضرر ہوا۔ اسی طرح جناب امیر کی خلافت کو بھی تمام مسلمانوں نے نہ قبول کیا اور اس کے ساتھ
بھی وہ حضرت امامت سے معزول نہ تھے بلکہ میں کہتا ہوں کہ قوم مسلمان اگر مرتد بھی ہو جائے تو بھی امام امامت سے معزول نہ ہوگا"

حاشیہ صفحہ ۵۶ ا اس عہد و پیمان انبیا کی حقیقت تفسیر شیخ عبدالوہاب میں یوں ہی ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلعم
نے فرمایا کہ جب میں شب معراج میں آسمان پر گیا تو کل انبیاء جمع ہوئے اور سب نے مجھ سے بیان کیا کہ ہم لوگ اس پر مبعوث ہوئے
کہ لا الہ الا اللہ کی شہادت دیں اور آپ کی نبوت اور علی ابن ابیطالب کی ولایت کا اقرار کریں۔ توضیح الدلائل،
شہاب الدین اور مفاتیح الاعجاز و معرفۃ۔ علوم الحدیث امام حاکم اخطب خوارزم و تفسیر ثعلبی و مفتاح النجا مرزا محمد بدخشی و
ینابیع المودہ شیخ سلیمان قندوزی میں بھی اس قسم کی روایتیں موجود ہیں ۱۲ سے ۵۷ اس زمانہ کے حالات کی تفصیل علامہ
ابن ابی الحدید نے مجمل طور پر یہ لکھی ہی کہ جس زمانہ میں حضرت مبعوث برسالت ہوئے دنیا میں بہت سے دین (باقی صفحہ ۵۸ پر)

بِغَيْرِ طَرِيقٍ وَاضِحٍ. وَلَا عَلَمٍ قَائِمٍ۔ كِتَابَ رَبِّكُمْ فِيكُمْ مُبَيِّنًا حَلَالَهُ وَ حَرَامَهُ۔ وَفَرَائِضَهُ وَفَضَائِلَهُ۔ وَ نَاسِخَهُ وَمَنْسُوخَهُ۔ وَرُخَصَهُ وَ عَزَائِمَهُ۔ وَخَاصَّهُ وَعَامَّهُ۔ وَعِبَرَهُ وَأَمْثَالَهُ۔ وَمُرْسَلَهُ وَمَحْدُودَهُ۔ وَ مُحْكَمَهُ وَمُتَشَابِهَهُ۔ مُفَسِّرًا مُجْمَلَهُ۔ وَمُبَيِّنًا غَوَامِضَهُ۔ بَيْنَ مَأْخُوذٍ مِيثَاقُ فِي عِلْمِهِ۔ وَمُوَسَّعٍ عَلَى الْعِبَادِ فِي جَهْلِهِ

بغیر واضح طریقہ اور روشن دلیل کے تو چھوڑتے نہیں تھے، (لہذا آنحضرتؐ نے بھی) تم میں تمہارے رب کی کتاب (قرآن) چھوڑی جو اُس کے حلال و حرام۔ واجبات و مستحبات۔ ناسخ و منسوخ۔ رخصت و عزیمت۔ خاص و عام۔ نصائح و امثال۔ مطلق و مقید اور محکم و متشابہ کی بیان کرنے والی اور مجمل کی تفسیر اور مشکلات کی توضیح کرنے والی ہے۔ (یہ کتاب منقسم ہے) درمیان اُن اُمور کے جن کے جاننے کا عہد (ہر شخص سے) لیا گیا ہے اور اُن کے جن سے جاہل رہنے کی بندوں کو اجازت دی گئی ہے۔

(بقیہ ص ۵۷) پھیلے ہوئے تھے۔ یہود۔ نصاریٰ۔ مجوس۔ صابیون۔ بت پرست۔ فلاسفہ۔ زنادقہ۔ اور جس امت میں آپ کی بعثت ہوئی عرب کی یہ حالت تھی کہ بعض تو معطلہ تھے جو صانع عالم کے منکر تھے کہ نہ کوئی ہمارا خالق ہے نہ قیامت ہوگی نہ مُردے زندہ ہوں گے بلکہ جیسا کہ قرآن مجید میں اُن کے حالات مذکور ہیں یہی اُن کا عقیدہ تھا کہ جو کچھ ہے یہی دنیا اور اسی کی زندگی۔ اور زمانہ ہی ہم کو ہلاک کرتا ہو بعض کا یہ مذہب تھا کہ خالق عالم کا تو اقرار کرتے تھے مگر قیامت کے منکر تھے اور بعضوں کا یہ مذہب تھا کہ اقرار خالق کے ساتھ فی الجملہ حشر و نشر کے بھی قائل تھے مگر رسالت انبیا کے منکر تھے اور بُت پرستی کرتے تھے بعض عرب کا مذہب یہ تھا کہ وہ تناسخ کے قائل تھے کہ ایک بدن سے روح نکل کر دوسرے قالب میں جاتی ہی بعض عرب مشبہ اور مجسمہ تھے کچھ لوگ یہودیت کی طرف مائل تھے اور کچھ نصرانیت کی طرف اور کچھ صابئہ کی طرف کہ نجوم و کواکب کی پرستش کرتے بعض لوگ محفوظ تھے مثل عبدالمطلب و ابوطالب وغیرہ کے ۱۲ حاشیہ صفحہ ہذا لے حضرت کا یہ فقرہ کہ رسول اللہ نے بھی تم لوگوں میں وہی چیزیں چھوڑیں جو انبیاے ماسبق نے چھوڑی تھیں عجب طرح کا بلیغ فقرہ ہے کہ جہاں حضرت کی رسالت ثابت کی وہاں اپنی امامت بھی ثابت کر دی کیونکہ کل انبیاے ماسبق صاحب کتاب نہ تھے بلکہ اکثر صاحب شریعت بھی نہ تھے تابع دوسرے رسول کے تو جب رسالت میں یا صاحب شریعت ہونے میں سب مساوی ہیں نہ سب صاحب کتاب ہیں بلکہ بعض صاحب کتاب ہیں بعض نہیں۔ تو اب اس قدر مشترک کو دیکھنا چاہیے جس میں کل انبیا شریک ہیں وہ یہی وصی کا مقرر کرنا ہے۔ اگر کوئی نبی کوئی رسول بلا وصی نہیں گزرا ہو۔ تو اب معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ نے بھی اپنے وصی کو اپنی امت میں خلیفہ مقرر کیا۔ جس طرح حضرت آدمؑ نے حضرت شیث ہبۃ اللہ کو حضرت شیث نے اپنے فرزند انوش کو حضرت انوش نے اپنے صاحبزادے (باقی ص ۵۹ پر)

وَبَيْنَ مُثْبَتٍ فِي الْكِتَابِ فَرْضُهُ۔ وَ
مَعْلُومٍ فِي السُّنَّةِ نَسْخُهُ۔ وَوَاجِبٍ
فِي السُّنَّةِ اَخْذُهُ۔ وَمُرَخَّصٍ فِي الْكِتَابِ
تَرْكُهُ۔ وَبَيْنَ وَاجِبٍ بِوَقْتِهِ۔ وَزَائِلٍ
فِي مُسْتَقْبَلِهِ۔ وَمُبَايَنًا بَيْنَ مَحَارِمِهِ۔
مِنْ كَبِيْرٍ اَوْعَدَ عَلَيْهِ نِيْرَانَهُ۔ اَوْ
صَغِيْرٍ اَرْصَدَ لَهُ غُفْرَانَهُ۔ وَبَيْنَ
مَقْبُوْلٍ فِي اَدْنَاهُ۔ مُوَسَّعٍ فِي اَقْصَاهُ۔
(مِنْهَا ذِكْرُ الْحَجِّ) وَفَرَضَ عَلَيْكُمْ

اور درمیان اُن امور کے جن کا فرض ہونا تو کتاب میں ثابت
لیکن منسوخ ہونا حدیث سے معلوم ہے۔ اور درمیان اُن کے
جن کا اختیار کرنا حدیث میں واجب ہے لیکن کتاب میں اُنکے
ترک کی اجازت ہے۔ اور درمیان اُن کے جو اپنے وقت میں
واجب لیکن آیندہ ساقط ہیں (اسیطرح یہ کتاب) تفریق
کرنے والی ہے اُسکے محارم میں کہ گناہ کبیرہ پر جہنم کا خوف دلایا ہے
اور گناہ صغیرہ کیلئے اپنی مغفرت مہیا رکھی ہے اور (اسیطرح یہ
کتاب منقسم ہے) درمیان ان امور کے جنکا تھوڑا مقبول ہے اور زیادہ
میں وسعت دیگئی ہے۔ (اسی خطبہ کا ایک جز جسکو حج کے متعلق فرمایا) او

(بقیہ صفحہ ۵۸) قینان کو قینان نے اپنے فرزند مہلائیل کو مہلائیل نے اپنے فرزند یرد کو یرد نے حضرت ادریس کو حضرت ادریس نے
اپنے فرزند متوشلخ کو متوشلخ نے اپنے فرزند لمک کو حضرت نوح نے جو نبی مرسل ہیں اپنے فرزند سام کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے اپنے
فرزند اسحٰق کو حضرت اسحٰق نے حضرت یعقوب کو حضرت یعقوب نے اپنے فرزند حضرت یوسف کو حضرت ایوب نے اپنے فرزند
حومل کو حضرت موسیٰ نے حضرت ہارون اپنے بھائی کو پھر اُن کی وفات پر اُن کی اولاد تک پہونچانے کو حضرت یوشع کو حضرت
یوشع نے کالب بن یوقنا کو کالب نے اپنے فرزند یوشافاش کو حضرت الیاس نے الیسع کو حضرت الیسع نے ذوالکفل کو حضرت
داؤد نے اپنے فرزند سلیمان کو حضرت سلیمان نے اپنے فرزند رحیعم کو اور حضرت عیسےٰ نے شمعون کو اپنا وصی کیا (تاریخ کامل و
روضۃ الصفا وغیرہ) یہ اکیس نام صرف اس غرض سے لکھے گئے تاکہ معلوم ہو ہر طبقہ میں ہر نبی نے اپنی ہی زندگی میں اپنا وصی مقرر
کیا اور امت کو بتادیا کہ یہ ہمارا وصی ہے۔ تو پھر کیونکر ممکن ہے کہ خاتم الانبیا سید المرسلین اسکے خلاف کریں اور کسی شخص کو اپنا وصی
و خلیفہ نہ مقرر کر جاویں۔ حالانکہ خداوند عالم فرماتا ہے قل ماکنت بدعا من الرسل کہہ اے محمد کہ میں رسولوں سے نیا
نہیں ہوں اور فبھدیھم اقتدہ تو پھر سب انبیائے ماسبق کی مخالفت کیونکر کر سکتے تھے۔ تو اب قول جناب امیر کی
حقیقت بھی معلوم ہوئی جو حضرت نے فرمایا کہ رسول اللہ نے تم لوگوں میں انھیں چیزوں کو چھوڑا یعنی خلیفہ کیا جن چیزوں کو
انبیائے ماسبق اپنی امت میں چھوڑ گئے تھے یعنی ایک وصی دوسرا قرآن جس کی توضیح اُس حدیث میں موجود ہے جو بتواتر
حضرت رسول سے ثابت ہے کہ آپنے فرمایا انی تارک فیکم الثقلین ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی کتاب اللہ
و عترتی اھل بیتی جس سے معلوم ہوا کہ دونوں چیزیں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گی (بقیہ تفصیل ضمیمہ میں آئیگی) ۱۲ (بقیہ صفحہ ۶۰

حَجَّ لِبَیْتِہِ الْحَرَامِ۔ اَلَّذِیْ جَعَلَہٗ قِبْلَۃً لِلْاَنَامِ۔ یَرِدُوْنَہٗ وُرُوْدَ الْاَنْعَامِ۔ وَیَاْلَھُوْنَ اِلَیْہِ وُلُوْہَ الْحَمَامِ۔ جَعَلَہٗ سُبْحَانَہٗ عَلَامَۃً لِتَوَاضُعِھِمْ لِعَظَمَتِہٖ۔ وَاِذْعَانِھِمْ لِعِزَّتِہٖ۔ وَاخْتَارَ مِنْ خَلْقِہٖ سُمَّاعًا اَجَابُوْا اِلَیْہِ دَعْوَتَہٗ۔ وَصَدَّقُوْا کَلِمَتَہٗ۔ وَوَقَفُوْا مَوَاقِفَ اَنْبِیَائِہٖ۔ وَتَشَبَّھُوْا بِمَلَآئِکَتِہِ الْمُطِیْفِیْنَ بِعَرْشِہٖ یُحْرِزُوْنَ الْاَرْبَاحَ فِیْ مَتْجَرِ عِبَادَتِہٖ۔ وَیَتَبَادَرُوْنَ عِنْدَہٗ مَوْعِدَ مَغْفِرَتِہٖ۔ جَعَلَہٗ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی لِلْاِسْلَامِ عَلَمًا۔ وَلِلْعَائِذِیْنَ حَرَمًا۔ فَرَضَ حَجَّہٗ۔ وَاَوْجَبَ حَقَّہٗ۔

(خدا نے) تم پر حج واجب کیا اپنے خانہ کعبہ کا جسکو مخلوق کا قبلہ قرار دیا ہی جہاں لوگ اسطرح ٹوٹتے ہیں جسطرح (پانی پر) جانور اور اسطرح فریفتہ ہوتے ہیں جسطرح کبوتر اور جسے خدائے سبحانہ نے اسکی علامت قرار دی ہو کہ بندے اُسکی عظمت کے سبب سے تواضع کریں اور اُسکی عزت کے مقر ہوں۔ اور اپنی مخلوق سے ایسے سُننے والے بندوں کو چُنا جنھوں نے اُسکی دعوت قبول کی۔ اُسکے کلمہ کی تصدیق کی۔ مقامات انبیا میں ٹھہرے اور عرش خدا کے طواف کرنے والے فرشتوں کے مثل قرار پائے (کیونکہ وہ) عبادت خدا کی تجارت کے منافع جمع کرتے اور اُسکے وعدہ مغفرت کی طرف بڑھتے ہیں۔ خدائے سُبحانہ نے اُس (کعبہ) کو اسلام کا علم اور پناہ لینے والوں کے امن کی جگہ قرار دی ہے (لہذا) اس کے حج کو فرض اور اُس کے حق کو واجب کیا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۹ کتاب دیکھ سے حضرت قرآن مجید کے صفات بیان کرتے ہیں حلال جیسے پانی حرام جیسے شراب واجب جیسے نماز مستحب جیسے صدقہ۔ ناسخ جیسے اقتلوا المشرکین منسوخ جیسے لکم دینکم ولی دین رخصت وہ امر جس کی باوجود حرمت اجازت دیگئی ہو جیسے روزہ ترک کرنا مسافر کے لئے عزیمت وہ حکم جس کے ترک کی اجازت نہ ہو جیسے خدا کو ایک ماننا۔ خاص وہ جسمیں کوئی حکم ایک ہی فرد سے مخصوص ہو عام وہ جسمیں سب برابر ہوں۔ نصائح وامثال پہلے لوگوں کے وہ حکایات جن سے عبرت حاصل ہو مطلق وہ حکم جسمیں کوئی قید نہ ہو جیسے وضو میں منھ دھونے کا حکم بے قید ہے۔ مقید وہ جسمیں کوئی قید ہو جیسے وضو کرنے میں ہاتھ دھونے کا حکم ہے کہ قید کردی گئی ہے کہنیوں تک دھونے کی۔ محکم وہ جس کے سمجھنے میں کوئی شبہہ نہ ہو جیسے واللہ بکل شئ علیم کہ خدا ہر چیز سے واقف ہے۔ متشابہ وہ جس کے سمجھنے میں شبہہ ہو جیسے یداہ مبسوطتان (خدا کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں) کہ اسمیں ید کے معنی میں شبہہ ہوتا ہے کہ مراد اس سے ہاتھ ہی یا قوت یا اختیار پھر قرآن مجید کی تقسیم دوسری طرح فرمائی کہ بعض چیز کا جاننا ہر شخص کو ضروری ہے جیسے وجود خدا کا جاننا۔ اور بعض سے جاہل رہنے کی اجازت ہے جیسے کہ مفصل عنبر ۱۲ حاشیہ صفحہ ۵۹ جیسے پہلے بچوہ زنا پر اُس کو مرتے وقت تک قید رکھنے کا حکم تھا (باقی صفحہ ۶۱)

وَكُتِبَ عَلَيْكُمْ وِفَادَتَهُ۔ فَقَالَ سُبْحَانَهُ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝

اور تم پر وہاں کی حاضری لازم کی۔ پس فرمایا "اور لوگوں پر واجب ہے کہ خدا کے لئے خانہ کعبہ کا حج کریں جنھیں وہاں تک پہونچنے کی استطاعت ہو اور جس نے انکار کیا تو (خیر) خدا سارے جہان سے مستغنی ہے۔

خطبہ (۲)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهٗ بَعْدَ انْصِرَافِهٖ مِنْ صِفِّيْنَ

جنگ صفین سے لوٹنے کے بعد حضرت نے جو خطبہ فرمایا اُس کا ایک حصہ[۱]

اَحْمَدُهٗ اِسْتِتْمَامًا لِنِعْمَتِهٖ۔ وَاسْتِسْلَامًا لِعِزَّتِهٖ۔ وَاسْتِعْصَامًا مِنْ مَعْصِيَتِهٖ۔ وَاَسْتَعِيْنُهٗ فَاقَةً اِلٰى كِفَايَتِهٖ۔ اِنَّهٗ لَا يَضِلُّ مَنْ هَدَاهُ۔ وَلَا يَئِلُ مَنْ عَادَاهُ۔ وَلَا يَفْتَقِرُ مَنْ كَفَاهُ۔ فَاِنَّهٗ

میں اُس (خدا) کی حمد کرتا ہوں تاکہ اُسکی نعمت تمام اور اُسکی عزت کی فرمانبرداری (ثابت) اور اُسکے گناہوں سے بچنے کی قوت حاصل ہو اور اُسکی مدد چاہتا ہوں اُسکی کفایت کا محتاج ہو کر کیونکہ اُس نے جسکی ہدایت کی وہ گمراہ نہیں ہو سکتا اور جسنے اُسکی مخالفت کی وہ نجات نہیں پا سکتا اور جس کی اُسنے کفایت کی وہ فقیر نہیں ہو سکتا پس یہ (حمد)

(بقیہ صفحہ ۶۰) لیکن حدیث سے یہ حکم منسوخ ہوا کہ اُسکو سنگسار کیا جاوے ۱۲ ؎۲ جیسے ابتدائے اسلام میں حدیث سے بیت المقدس کی طرف رُخ کرکے نماز کا حکم تھا اور قرآن سے وہ منسوخ ہو گیا ۱۲ ؎۳ جیسے مستطیع ہونے کے بعد ایک دفعہ حج واجب ہے پھر کبھی واجب نہیں ہوتا ۱۲ ؎۴ جیسے قسم کے خلاف کرنے میں کفارہ ہے کہ خواہ ایک بندہ آزاد کرے خواہ دس مسکین کو کھانا یا کپڑا دے یہ زیادہ ہے جسمیں وسعت ہے لیکن اگر ان تینوں چیزوں سے عاجز ہو تو تین روز روزہ رکھے کہ اگرچہ یہ تھوڑا ہے لیکن مقبول ہے ۱۲

(حاشیہ صفحہ ہذا) ؎۱ صفین ملک شام کے قریب کا ایک مقام ہے جہاں جنگ جمل کے بعد صفر ۳۷ھ ہجری میں جناب امیرالمومنین اور معویہ میں جنگ ہوئی تھی اور جسمیں شکست کے وقت معویہ نے کلام مجید کو نیزہ پر صلح کا فریب دینے کے لئے بلند کیا تھا ۱۲ ؎۲ حضرت نے اگرچہ احمدہٗ کا لفظ استعمال فرمایا ہے لیکن مقصود شکر ہے اور استتماما سے استعصاما من معصیتہ تک گویا اُس شکر کی غرض و غایت بیان کی ہے۔ پس حضرت نے حمد و شکر ادا کرنے کی تین غرض فرمائی ہے نعمات خدا کا اتمام طلب کرنا بمفاد ولئن شکرتم لازیدنکم۔ اُسکی عزت و جبروت کے سامنے سر تسلیم خم کرنا بمفاد ولئن کفرتم ان عذابی لشدید اور اُسکی نافرمانیوں سے بچنا جس سے مذہب شیعہ کے عقیدہ توفیق کی تائید ہوتی ہے کیونکہ گو بندے اپنے افعال میں پورے مختار ہیں لیکن چونکہ ہوا و ہوس نفسانی میں مبتلا رہ کر نفس امارہ سے مغلوب ہو جاتے ہیں لہذا خدا کی (باقی صفحہ ۶۲ پر)

أَرْجَحُ مَا وُزِنَ ۔ وَأَفْضَلُ مَا خُزِنَ ۔
وَأَشْهَدُ أَنْ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ
لَا شَرِيْكَ لَهٗ شَهَادَةً مُمْتَحَنًا
إِخْلَاصُهَا ۔ مُعْتَقَدًا مُصَاصُهَا ۔
نَتَمَسَّكُ بِهَا أَبَدًا مَا أَبْقَانَا ۔ وَ
نَدَّخِرُهَا لِأَهَاوِيْلِ مَا يَلْقَانَا ۔
فَإِنَّهَا عَزِيْمَةُ الْإِيْمَانِ ۔ وَفَاتِحَةُ
الْإِحْسَانِ ۔ وَمَرْضَاةُ الرَّحْمٰنِ ۔ وَ
مَدْحَرَةُ الشَّيْطَانِ ۔ وَأَشْهَدُ أَنَّ
مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ أَرْسَلَهٗ
بِالدِّيْنِ الْمَشْهُوْرِ ۔ وَالْعَلَمِ الْمَأْثُوْرِ ۔

ہر اُس چیز سے بہتر ہی جو وزن کیجا سکے اور ہر اُس چیز سے افضل
جو خزانہ میں رکھی جا سکے اور میں شہادت دیتا ہوں کہ سوا اللہ
وحدہٗ لاشریک لہٗ کے کوئی معبود نہیں ایسی شہادت جسکا اخلاص
آزمایا ہوا ۔ اور جسکا خلوص طے شدہ ہی (خدا) جبتک ہمیں رکھے
اسی (شہادت) سے متمسک رہینگے اور آنیوالے (قیامت کے)
اندوہوں کیلئے (بھی) اسی کو ذخیرہ رکھیں گے کیونکہ یہی ایمان کا
اصل مقصود اور (باب) احسان کا کھولنے والا ہی اور (یہی)
(خدائے) رحمٰن کے خوش ہونے اور شیطان کے دفع ہونے کا
سبب ہے ۔ اور میں اسکی (بھی) شہادت دیتا ہوں کہ محمد
(صلعم) اُسکے (مخصوص) بندہ اور رسول ہیں جنکو مبعوث کیا
اُس دین کیساتھ جو مشہور ہے اور ایسے نشان (ہدایت) کے ساتھ جو

(بقیہ صلا) توفیق کی ضرورت ہوتی ہی جس سے بندے اچھے اعمال کرنے کی طرف راغب اور بُرے افعال سے متنفر ہوتے ہیں۔
یہاں شبہہ ہو سکتا ہی کہ حضرت نے طلب نعمت کو مقدم کیا ہی اور استسلام عزت کو مؤخر حالانکہ چاہیئے خلاف کہ پہلے ہم اُسکی معرفت
حاصل کریں تب نعمت طلب کریں لیکن چونکہ ہمارا وجود شعور ادراک یہ سب اُسی کی نعمتیں ہیں لہذا پہلا فرض ہمارا طلب نعمت
ہے اور یہی طلب نعمت استسلام عزت بھی ہی کیونکہ جب ہم نے سمجھ لیا کہ وہی منعم حقیقی ہی تو اس سے زیادہ استسلام عزت کیا
ہو سکتا ہی اور اسی کے ساتھ استعصام عن المعصیۃ بھی حاصل ہو گا کیونکہ جب ہم نے اُسکے انعام و اکرام پر خیال کیا اور اپنی
ناچیز ہونے پر تو خود بخود خیال ہو گا کہ بجز اُس کے کوئی بچانے والا نہیں ہی ۔ بہر حال معنوی حیثیت سے تو ہر جملہ میں ایسا اتحاد و
ارتباط ہی کہ اس سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا اور لفظی حیثیت کو علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں و قولہ استتماماً و استعصاماً من لطیف الکلام
و بدیعها فسبحان من خصه بالفضائل التی لاتنتھی السنة الفصحاء الی وصفها و جعله امام کل ذی علم و قدوة کل حقیقة کہ آپ کی عبارت
نہایت لطیف اور بالکل جدید اور بدیع کنایہ سے ہی پس کیا ہی بزرگ خدا ہی جس نے حضرت علیؑ کو ایسے فضائل سے مخصوص
کیا جن تک بڑے بڑے فصحا کی زبانیں تک نہیں پہونچ سکتیں خدا نے حضرت کو ہر ذی علم کا امام اور حقیقت کا پیشوا قرار دیا
حاشیہ صفحہ ہذا الدین المشہور میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اسمیں اشارہ ہی اُس شہرت کی طرف جو دین اسلام کو قبل سے حاصل تھی کہ ہر نبی
اولوا العزم اسکی خبر اور بشارت دیتا آیا حضرت ابراہیمؑ سے لیکر حضرت عیسیٰؑ تک توراۃ انجیل زبور میں اسکی صریحی (باقی صـ٦٣)

وَالْكِتَابِ الْمَسْطُوْرِ۔ وَالنُّوْرِ السَّاطِعِ۔ وَالضِّيَاءِ اللَّامِعِ۔ وَالْاَمْرِ الصَّادِعِ۔ اِزَاحَةً لِلشُّبُهَاتِ۔ وَاحْتِجَاجًا بِالْبَيِّنَاتِ۔ وَتَحْذِيْرًا بِالْاٰيَاتِ۔ وَتَخْوِيْفًا بِالْمَثُلَاتِ۔ وَالنَّاسُ فِيْ فِتَنٍ انْجَذَمَ فِيْهَا حَبْلُ الدِّيْنِ۔ وَتَزَعْزَعَتْ سَوَارِي الْيَقِيْنِ۔ وَاخْتَلَفَ النَّجْرُ۔ وَتَشَتَّتَ الْاَمْرُ۔ وَضَاقَ الْمَخْرَجُ۔ وَعَمِيَ الْمَصْدَرُ۔ فَالْهُدٰى خَامِلٌ۔ وَالْعَمٰى شَامِلٌ۔ عُصِيَ الرَّحْمٰنُ۔ وَنُصِرَ الشَّيْطَانُ۔ وَخُذِلَ الْاِيْمَانُ۔

(گذشتہ انبیا سے) نقل ہوتا آیا ہو اور ایسی کتاب کے ساتھ جو لکھی ہوئی ہو اور ایسے نور کے ساتھ جو تاباں ہو اور ایسی ضیا کے ساتھ جو درخشاں ہو اور ایسے حکم کے ساتھ جو فیصل کر دینے والا ہے تاکہ (آپ) شبہات دفع کریں معجزات سے حجت قائم کریں آیات بینات سے ڈرائیں اور عقوبات آلٰہی سے خوف دلائیں (غرض حضرت کی بعثت تو اسلئے ہوئی مگر) اب یہ حالت ہے کہ لوگ ایسے فتنوں میں ہیں جن سے دین کی رسی ٹوٹ گئی ہے ارکان ایمان متزلزل ہو گئے اصل (دین) میں اختلاف پڑ گیا احکام آلٰہی پراگندہ ہو گئے اور ان (فتنوں) سے نکلنے کی راہ تنگ ہو گئی اور راہ (ہدایت) پر آنے کی جگہ گم ہو گئی۔ غرض (نور) ہدایت تو گل ہو گئی اور تاریکی (جہالت) چھا گئی خدا کی نافرمانی کیجاتی ہو اور شیطان کی نصرت اور ایمان

(بقیہ صہ ۶۲) بشارتیں موجود ہیں لہذا اس قدیم شہرت کیطرف اشارہ فرمایا ہو۔ دوسرا احتمال یہ کہ اُس شہرت کیطرف اشارہ ہو کہ باوصفے کہ آپ مکہ معظمہ میں مظلوم و مقہور رہے مگر آپ کے دین کی شہرت تمام پھیل گئی تھی یہانتک کہ نجاشی بادشاہ حبشہ آپ پر غائبانہ ایمان لایا یا اسکی طرف اشارہ ہو کہ صرف ۲۳ سال میں اس دین کو ایسی شہرت حاصل ہوئی کہ ادیان مشہورہ کے ساتھ اسکا نام بھی مشہور ہو گیا بلکہ باستثناء یہود و نصاریٰ و مجوس جو ایک ایک سلطنت کے مذہب تھے کل مذاہب اسلام کے مقابلہ میں گم نام ہو گئے العلم الماثور کی شرح میں علامہ ابن ابی الحدید کو تردد ہوا کہ کیا مراد ہے کیونکہ ماثور کے معنی منقول کے ہیں اور علم بمعنی نشان لہذا قرآن کو مراد لیا جس کی غلطی اسی سے ظاہر ہے کہ حضرت ہی نے قرآن کو علیحدہ ذکر کیا۔ اور بعض نے معجزات مراد لی ہے مگر اس تکلف کی ضرورت نہیں کیونکہ مقصود اس سے حضرت کے وہ اخلاق و احسانات بھی ہو سکتے ہیں جو قیامت تک مذکور رہیں گے خواہ کوئی اسلام قبول کرے یا نہ کرے لیکن حضرت کا مداح رہے گا لہذا حضرت صلعم کا ہر فعل اور ہر امر یہ حیثیت رکھتا ہے کہ نشان کہا جائے ۱۲

(حاشیہ صفحہ ہذا) سلہ وتخویفا بالمثلات تک تو مطلب واضح ہے کہ حضرت امیرالمومنین نے آنحضرت صلعم کی بعثت اور آپ کے صفات بیان فرمائے ہیں لیکن والناس فی فتن انجذم فیہا حبل الدین کے مقصود میں شارحین کو تردد ہے کہ حضرت کا اشارہ کس طرف ہے۔ علمائے شیعہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد لوگ جن فتنہائے ضلالت و دنیا پرستی میں مبتلا ہو گئے تھے حضرت انھیں کا ذکر فرماتے ہیں لیکن علامہ ابن ابی الحدید ایک احتمال یہ بھی پیدا کرتے ہیں کہ یہ جملے بھی زمانہ جاہلیت ہی سے متعلق (باقی صہ ۶۴ پر)

فَانْهَارَتْ دَعَائِمُهُ۔ وَتَنَكَّرَتْ مَعَالِمُهُ۔ وَدَرَسَتْ سُبُلُهُ۔ وَعَفَتْ شُرُكُهُ۔ اَطَاعُوا الشَّيْطَانَ فَسَلَكُوا مَسَالِكَهُ۔ وَوَرَدُوا مَنَاهِلَهُ۔ بِهِمْ سَارَتْ اَعْلَامُهُ۔ وَقَامَ لِوَاؤُهُ۔ فِي فِتَنٍ دَاسَتْهُمْ بِاَخْفَافِهَا۔ وَوَطِئَتْهُمْ بِاَظْلَافِهَا۔ وَقَامَتْ عَلٰى سَنَابِكِهَا۔ فَهُمْ فِيهَا تَائِهُونَ حَائِرُونَ۔ جَاهِلُونَ مَفْتُونُونَ۔ فِي خَيْرِ دَارٍ۔ وَشَرِّ جِيرَانٍ۔ نَوْمُهُمْ سُهُودٌ۔ وَكُحْلُهُمْ دُمُوعٌ بِاَرْضٍ عَالِمُهَا مُلْجَمٌ۔

جس سے اُسکے ارکان منہدم اور آثار متغیر ہو گئے اور راہیں ناپدید ہو گئیں (یہانتک کہ) اُسکی شاہراہیں (تک) محو ہو گئیں (غرض لوگوں نے شیطان کی اطاعت کی اُسی کی راہ پر چلنے لگے اور اُسی کے گھاٹ اُترنے لگے (پس خشکی و تری دونوں پر شیطان ہی کا قبضہ ہے) لہذا ان لوگوں کی بدولت شیطان کے جھنڈوں نے رواج پایا اور اُس کے نشان قائم ہوئے (غرض لوگ) ایسے فتنوں میں ہیں جو انھیں (اونٹ کیطرح) روندتے اور (گلۂ بیل کیطرح) پائمال کرتے ہیں اور (خود وہ فتنے) اپنے سموں پر قائم ہیں[۱] غرض یہ لوگ انھیں (فتنوں) میں سرگرداں حیران جاہل اور فتنوں میں مبتلا ہیں گھر تو بہتر ہے (ملک شام جسمیں صدہا انبیاء مدفون ہیں) مگر ہمسایہ (اصحاب معٰویہ) بہت بُرے ہیں انکی نیند بیخوابی ہے (خوف سے اپنے دشمن کے) اور انکا سُرمہ آنسو ہے (جو بوجہ صدمات بہتا رہتا ہے)[۲] (یہ لوگ) ایسی زمین (شام) میں ہیں جہاں کے عالم پر تو ذلت کی لگام چڑھی ہے۔

(بقیہ صہ ۶۳) ہو سکتے ہیں جنمیں حضرت نے زمانہ بعثت کے وقت کی حالت عرب کو ذکر فرمایا ہے" مگر حق یہ ہے کہ ایسا احتمال پیدا کرنا بالکل داد تعصب دیتا ہے کیونکہ جب جناب امیرؑ آنحضرتؐ کی بعثت کے اغراض و مقاصد بیان کر چکے جنمیں ایام جاہلیت کا ذکر بھی آچکا ہے کہ آنحضرتؐ نے اُن سب تاریکیوں کو دور کر دیا تو پھر ان فتنوں کا ذکر جو ایام جاہلیت میں ہو چکے بالکل خلاف بلاغت ہے اور ظاہر ہے کہ زمین مکہ یا عرب کبھی بھی آنحضرتؐ کے پہلے ایسی نہ تھی کہ کہا جائے اسمیں اعلام ایمان روشن تھے جو بجھ گئے یا مسالک دین واضح تھے جو مٹ گئے لہذا کسی طرح زمانۂ جاہلیت سے ان فقرات کا تعلق مربوط نہیں بلکہ حضرت یہ حالت موجودہ اپنے زمانہ کی بیان فرماتے ہیں ۱۲ ۔ ۵۲ یعنی آنحضرتؐ کے وقت تک تو سب لوگ ایک ہی دین اسلام پر تھے لیکن آپ کی وفات کے وقت سے نئے نئے مذہب جاری ہو گئے آنحضرتؐ کی حدیث ثقلین کے مقابلہ میں روح نکلتے وقت ہی حسبنا کتاب اللہ کا شور رہا۔ پھر تینوں خلافتوں میں مختلف قسم کے تغیرات اسلام میں علٰحدہ ہوئے غرض مذہب باطل بھی صرف ایک ہی نہ رہا۔ پھر معٰویہ کے عہد میں تو آنکھ بند کر کے اسلام سے انحراف کر لیا گیا اور جو کچھ ہوا دنیا جانتی ہے ۱۲ حاشیہ صفحہ ہذا ۱؎ آنحضرت صلعم کے انتقال کے بعد جو فتنے دنیائے اسلام میں نمودار ہوئے اُن کو جناب امیرؑ نے شریر اونٹ سے تشبیہ دی ہے جو اپنے پیروں کو جما کر زمین پر کھڑا ہوا اور جو چیزیں سامنے آتی ہوں چاروں طرف سے اُن کو روندتا اور پائمال کرتا ہو۔ کہ اُس زمانہ کے فتنوں کا یہ حال تھا کہ ہر چہار طرف سے (باقی صہ ۶۵)

وَجَاهِلُهَا مُكْرَمٌ ۔ (وَ مِنْهَا يَعْنِي
آلَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ)
هُمْ مَوْضِعُ سِرِّهِ ۔ وَلَجَأُ أَمْرِهِ ۔ وَ
عَيْبَةُ عِلْمِهِ ۔ وَمَوْئِلُ حِكَمِهِ ۔ وَ
كُهُوفُ كُتُبِهِ ۔ وَجِبَالُ دِينِهِ ۔ بِهِمْ
أَقَامَ انْحِنَاءَ ظَهْرِهِ ۔ وَأَذْهَبَ
ارْتِعَادَ فَرَائِصِهِ (وَمِنْهَا يَعْنِي
قَوْمًا آخَرِينَ) زَرَعُوا الْفُجُورَ ۔
وَسَقَوْهُ الْغُرُورَ ۔ وَحَصَدُوا
الثُّبُورَ ۔ لَا يُقَاسُ بِآلِ مُحَمَّدٍ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ مِنْ هٰذِهِ

اور جاہل مکرم ہے[۱] (اسی خطبہ کا ایک حصہ جسمیں آل نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف اشارہ فرماتے ہیں) یہی حضرات اسرار خدا کے محل ۔ امور الٰہی کے ملجا و ماویٰ ۔ علوم باری کے معدن ۔ اُسکی حکمتوں کے مرجع ۔ اُسکی کتابوں کے مخزن ۔ اور اُسکے دین کے (مثل) کوہ (رکن) محکم ہیں ۔ انھیں سے خدا نے دین کی پشت کو سیدھی کیا (کہ کجی نہ رہی) اور اُسکے شانوں کے رعشہ کو دفع کیا (یعنی انھیں حضرات سے دین کو محکم کیا[۲]) (اسی خطبہ کا حصہ منافقین کے حق میں) انھوں نے (فسق و) فجور کی زراعت کی اور اُسکو فریب (کے پانی) سے سینچا اور بربادی کو (بطور حاصل) کاٹ لائے ۔ آل محمد صلے اللہ علیہ و آلہ پر تو اس اُمت سے کسی کا قیاس نہیں ہو سکتا ۔

(بقیہ صفحہ ٦٤) لوگ باطل سرداروں کے مظالم میں پائمال ہو رہے تھے ۔ عقبےٰ تو تباہ ہوتا ہی تھا دنیا بھی برباد ہو رہی تھی اور حضرت نے بغرض تعمیم کل جانوروں کی طرف اشارہ کیا جو روندتے اور پائمال کرتے ہیں اسی سبب سے اخفاف کہا جو اونٹ کے سُم کو کہتے ہیں اور اظلاف بھی کہا جو گائے بکری وغیرہ کے سُم کو کہتے ہیں ۱۲ ؎۲ لفظ فی خیر دار و شر جیران میں بھی خلاف ہے کہ اس سے کیا مُراد ہے شارحین نے تین احتمال ذکر کیا ہے اس احتمال کی بنا پر کہ یہ سب اوصاف زمانۂ جاہلیت کے ہیں خیر دار سے مراد مکہ اور شر جیران سے قریش ہیں اور اس احتمال کی بنا پر کہ حضرت اپنے زمانہ کی شکایت فرماتے ہیں یا تو خیر دار سے مراد شام اور شر جیران سے اصحاب معویہ ہیں یا خیر دار سے مراد عراق اور شر جیران سے آپ کے اپنے اصحاب بیوفا ہیں جنھوں نے حضرت کا ساتھ آخر میں چھوڑ دیا مگر صحیح یہی ہے کہ مراد خیر دار سے شام ہے جو مثل مکہ معظمہ ہمیشہ خیر دار مشہور تھا بخلاف عراق کے کہ اُسکی خیریت کبھی بھی نہیں مشہور تھی ۱۲ ؎۳ یعنی اصحاب معویہ شب بھر سامان جنگ میں مصروف رہتے ہیں یا حضرت سے جنگ کرنے کی وہ ہیبت عظیمہ اُنکے دلوں میں ہے کہ شب بھر بیداری میں بسر ہوتی ہے اور اپنے بکثرت مقتولین پر چونکہ ہر وقت روتے رہتے ہیں اس وجہ سے اُن کی آنکھوں میں بجائے سرمہ کے ہر وقت آنسو بھرے رہتے ہیں ۱۲ حاشیہ صفحہ ہذا ؎۱ عالم سے مراد خود حضرت ہیں کہ آپ کی باتیں سُنی نہیں جاتیں اور جاہل سے مراد معویہ ہے جس نے چہار شنبہ کو نماز جمعہ پڑھا دی اور کل مسلمانوں نے پڑھ لی (تاریخ مروج الذہب مسعودی بر حاشیہ تاریخ کامل جلد ۶ صفحہ ۱۰۷) ؎۲ اس خطبہ میں حضرت نے اہلبیت نبوی علیہم السلام کے اوصاف (باقی صفحہ ٦٦)

لَا يُقَاسُ بِآلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَحَدٌ۔ وَلَا يُسَوّٰى بِهِمْ مَنْ جَرَتْ نِعْمَتُهُمْ عَلَيْهِ أَبَدًا۔ هُمْ أَسَاسُ الدِّيْنِ۔ وَعِمَادُ الْيَقِيْنِ۔ إِلَيْهِمْ يَفِيْءُ الْغَالِيْ۔ وَبِهِمْ يُلْحَقُ التَّالِيْ وَلَهُمْ خَصَائِصُ حَقِّ الْوِلَايَةِ۔ وَفِيْهِمُ الْوَصِيَّةُ وَالْوِرَاثَةُ الْآنَ إِذْ رَجَعَ الْحَقُّ إِلٰى أَهْلِهِ۔ وَنُقِلَ إِلٰى مُنْتَقَلِهِ۔

اور وہ لوگ کیونکر برابر ہو سکتے ہیں جنھوں نے آنحضرتؐ کی بدولت ہمیشہ نعمت (ہدایت) پائی۔ یہی حضرات اسلام کے بنیاد اور ایمان کے ستون ہیں (دین ہیں) بڑھ جانیوالا انھیں کیطرف رجوع کرتا اور پیچھے رہنے والا بھی انھیں سے ملحق ہوتا ہے انھیں کیلئے حق امامت کی خصوصیات ہیں اور انھیں (کے حق) میں (آنحضرتؐ کی) وصیت (ہوئی) اور وراثت (پہونچی) ہے (ہاں) اب حق اپنے اہل کی طرف پلٹا اور اپنے مرکز کی طرف منتقل ہونا ہے۔

خطبہ (۳)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهٗ وَهِيَ الْمَعْرُوْفَةُ بِالشِّقْشِقِيَّةِ

حضرت کے ایک خطبہ کا حصہ معروف بہ خطبہ شقشقیہ ہے ۳ھ

أَمَا وَاللّٰهِ لَقَدْ تَقَمَّصَهَا ابْنُ أَبِيْ قُحَافَةَ

خدا کی قسم خلافت کو ابوبکر نے (تنگ) کرتہ کیطرح (کھینچ تان کر) پہن لیا

(بقیہ ص۶۵) بیان فرمائے ہیں ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ "موضع سرہ سے آخر تک کی ضمیریں آنحضرتؐ کی طرف پھرتی ہیں یعنی آل محمدؐ جناب رسالتمآبؐ کے رازوں کے محل اور اُن کے علم کے ظرف ہیں"۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ ضمیریں خداوند عالم کی طرف راجع ہوتی ہیں یعنی یہ حضرات خداوند عالم کے رازوں کے محل ہیں اسلئے کہ وہی جملہ کے بعد کہو وقت کتبہ او رجبال دینہ فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ کتابیں تو خدا کی ہیں اور دین بھی اسی کا ہے پس یہ حضرات اُن کتابوں کے حافظ ہیں یعنی وہ تمام علوم و احکام جو آسمانی کتابوں میں خدا نے نازل فرمائے تھے وہ سب ان حضرات کے سینوں میں بھرے ہوئے ہیں اور جس طرح پہاڑوں سے زمین سیدھی ٹھہری ہوئی ہے کہ اگر پہاڑ نہ ہوں تو زمین ہلنے لگے اسی طرح آل محمدؐ کا وجود دین کیلئے ہے کہ اگر یہ حضرات نہ ہوں تو دین اسلام برباد ہو جائے ۱۲ ۳ھ علامہ ابن ابی الحدید نے بجائے لفظ فی قوم آخرین کے فی المنافقین لکھا ہے اور دوسرے نسخوں میں قوم آخرین ہے لیکن بہرصورت مراد منافقین ہی ہیں جنمیں اصحاب جنگ جمل اصحاب معویہ خوارج سب ہی داخل ہیں اسمیں حضرتؑ نے واضح کر دیا کہ آل محمدؐ کے برابر دنیا میں کوئی بھی نہیں ہے انھیں حضرات سے لوگوں کو نعمت ہدایت وارشاد اور دولت اسلام و ایمان ملی ہے ۱۲ حاشیہ صفحہ ہذا ۱ھ مقصود یہ ہے کہ دیکھ سیدھے راستہ سے جو تجاوز کر جاتا ہے اسکو بھی صراط مستقیم پر آنے کے لئے انھیں کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے اور جو لوگ امور دین میں کوتاہی کرنے سے پیچھے رہ جاتے ہیں (باقی ص۶۷ پر)

وَاِنَّهٗ لَيَعْلَمُ اَنَّ مَحَلِّيْ مِنْهَا مَحَلُّ الْقُطْبِ مِنَ الرَّحٰى۔ يَنْحَدِرُ عَنِّي السَّيْلُ۔ وَلَا يَرْقٰى اِلَيَّ الطَّيْرُ۔ فَسَدَلْتُ دُوْنَهَا ثَوْبًا۔ وَطَوَيْتُ عَنْهَا كَشْحًا۔ وَطَفِقْتُ اَرْتَاِئُ بَيْنَ اَنْ اَصُوْلَ بِيَدٍ جَذَّاءَ۔ اَوْ اَصْبِرَ عَلٰى طَخْيَةٍ عَمْيَاءَ۔ يَهْرَمُ فِيْهَا الْكَبِيْرُ۔ وَيَشِيْبُ فِيْهَا الصَّغِيْرُ۔ وَيَكْدَحُ فِيْهَا مُؤْمِنٌ حَتّٰى يَلْقٰى رَبَّهٗ۔ فَرَاَيْتُ اَنَّ الصَّبْرَ عَلٰى هَاتَا اَحْجٰى۔ فَصَبَرْتُ وَفِي الْعَيْنِ قَذًى۔ وَفِي الْحَلْقِ شَجًا۔

حالانکہ وہ جانتے تھے کہ میرا مرتبہ اسمیں ایسا ہی جیسا میخ کا چکی میں (کیونکہ علم و حکمت و ہدایت کا) سیل مجھ ہی سے گر کر نیچے آتا ہی اور میرے مرتبہ کی بلندی تک پرندبھی پر نہیں مار سکتا (ان سب کے ساتھ غصب خلافت کے وقت) میں نے پردہ (صبر) گرا لیا اُس سے پہلو تہی کر لی اور سوچنے لگا کہ آیا (اپنے) دست بریدہ سے حملہ کر بیٹھوں یا اس اندھیر پر صبر کر لوں جسکے صدمہ میں بڑے تو ضعیف اور چھوٹے بوڑھے ہو جائیں اور مومن رنج و صدمہ اُٹھاتا رہے یہانتک کہ اپنے رب سے ملاقات کرے تو مجھے اس (مصیبت) پر صبر ہی مناسب معلوم ہوا لہذا میں نے صبر کیا (مگر) اسطرح کہ (اس صدمہ سے گویا میری) آنکھ میں خس و خاشاک پڑا تھا اور حلق میں ہڈی پھنسی تھی۔

(بقیہ صلا ٦٦) وہ بھی انھیں سے ملتے ہیں تب راہ راست پر آتے ہیں غرض ہدایت و ارشاد اور صراط مستقیم کے معیار صرف یہی حضرات بلکہ عین صراط مستقیم ہیں ۱۲ ا ۔ ۲ ھ اس سے ثابت ہوا کہ جناب رسالتمآبؐ نے اپنے اہلبیت کے امام و خلیفہ ہونے کی وصیت بھی فرمائی تھی اور حکم خدا کے مطابق آنحضرتؐ کے وارث بھی یہی حضرات ہوئے ۱۲ ا ۔ ۳ ھ یہ وہی معرکۃ الآرا خطبہ شقشقیہ ہی جسمیں حضرتؑ نے غصب خلافت کے واقعات کو بیان کیا ہی اور زیادہ تر اسی خطبہ کی وجہ سے بعض حضرات اہلسنت اصل نہج البلاغہ کے ہی کلام جناب امیرؑ ہونے سے انکار کرتے ہیں لیکن خود علمائے اہلسنت اس کثرت سے اسکو قبول کرتے ہیں کہ انکار ممکن ہی نہیں چنانچہ علامہ سبط ابن جوزی نے اپنی کتاب تذکرہ خواص الامۃ میں چند روایات سے پورے خطبہ کو نقل کیا ہی اور اسے کلام جناب امیرؑ تسلیم کیا ہی۔ اسیطرح علامہ ابن اثیر جزری نے اپنی کتاب نہایہ میں ۵ ا مقام پر علامہ محمد طاہر گجراتی نے مجمع البحار میں علامہ فیروزآبادی نے قاموس میں۔ ابو الفضل میدانی نے مجمع الامثال میں۔ ابن خشاب نے اپنے شاگرد کے درس دینے میں حسن ابن عبد اللہ بن مسعود عسکری صاحب کتاب مواعظ و زواجر نے اپنی شرح میں جو اس خطبہ کی لکھی ہی اور علاء الدولہ سمنانی نے کتاب العروۃ الوثقیٰ میں تصریح کی ہی کہ خطبہ شقشقیہ کلام حضرت علیؑ ہی اور علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد میں علامہ قوشجی نے شرح تجرید میں علامہ گازرونی نے شرح مصابیح میں ملا یعقوب لاہوری نے شرح تہذیب میں امام شوکانی نے کتاب اتحاف الاکابر باسناد الدفاتر میں علامہ ابن ابی الحدید نے شرح میں اعتراف کیا ہی کہ نہج البلاغہ کلام جناب امیرؑ ہے بلکہ علامہ ابن ابی الحدید نے (باقی ص٦٩ پر)

اَرٰی تُراثِیْ نَھْبًا حَتّٰی مَضَی الْاَوَّلُ لِسَبِیْلِہٖ۔ فَاَدْلٰی بِھَا اِلٰی ابْنِ الْخَطَّابِ بَعْدَہٗ (ثُمَّ تَمَثَّلَ بِقَوْلِ الْاَعْشٰی) ؎

شَتَّانَ مَا یَوْمِیْ عَلٰی کُوْرِھَا
وَیَوْمُ حَیَّانَ اَخِیْ جَابِرٖ

فَیَا عَجَبًا بَیْنَا ھُوَ یَسْتَقِیْلُھَا فِیْ حَیَاتِہٖ۔ اِذْ عَقَدَھَا لِاٰخَرَ بَعْدَ وَفَاتِہٖ لَشَدَّ مَا تَشَطَّرَا ضَرْعَیْھَا! فَصَیَّرَھَا فِیْ حَوْزَۃٍ خَشْنَاءَ۔ یَغْلُظُ کَلْمُھَا۔ وَیَخْشُنُ مَسُّھَا۔ وَیَکْثُرُ الْعِثَارُ فِیْھَا۔ وَالْاِعْتِذَارُ مِنْھَا۔ فَصَاحِبُھَا کَرَاکِبِ

میں اپنی میراث (خلافت و فدک کو) لٹتی ہوئی دیکھ رہا تھا یہاں تک کہ پہلے صاحب نے اپنی راہ لی تو اپنے بعد اس (خلافت) کو عمر ابن خطاب کی طرف جھونکتے گئے (پھر مثلاً اعشیٰ کا یہ شعر پڑھا)

کہاں میرا یہ دن کہ اپنے ناقہ کی پشت پر مارا مارا پھرتا ہوں اور کہاں وہ جو یہاں برادر جابر کے ساتھ بسر ہوا۔ ؎

پس عجب!!! یا تو وہ (ابوبکر) اپنی زندگی ہی میں اس سے استعفا دیتے تھے یا مرنے کے بعد (یہی) چھوڑ دوسرے صاحب سے جکڑنے گئے اُف! (دشتر) خلافت کی دونوں پستانوں کو ہر دو نے کس شدت سے دوہ لیا۔ غرض (ابوبکر نے) اس (خلافت) کو ایک درشت مزاج کے حوالہ کر دیا جسکا زخم گہرا اور جسکا چھونا (تک) ناگوار ہوتا تھا جس میں لغزشیں بہت تھیں اور (پھر) عذر (گناہ بھی) بکثرت تھا۔ پس ایسا آدمی اُس شخص کے مثل ہے جو سرکش ناقہ پر سوار ہو۔

(بقیہ ص ٦٧) اس خطبہ کے کلام جناب امیر علیہ السلام سے ہونے کی دلچسپ بحث لکھی ہے۔ اس خطبہ کے مورد کے متعلق معانی الاخبار۔ آمالی علل الشرائع وغیرہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہو کہ ایک دن بارگاہ حضرت امیرالمومنین میں تذکرہ خلافت ہوا تو حضرت نے فرمایا اما واللہ لقد تقمصھا ابن ابی قحافہ ۱۲ ص۲ قولہٗ اما واللہ لقد تقمصھا۔ اگرچہ ظلم دنیا میں ہمیشہ ہوا ہی اور اُسکی شکایت بھی ہمیشہ کی گئی ہو مگر جس طرح جناب سیدہ کے شعر صُبّت علیّ مصائب لو انھا صُبّت علی الایام صرن لیالیا۔ (مجھ پر تن تنہا اتنی مصیبتیں پڑیں کہ اگر وہ تمام دنوں پر پڑتیں تو کل دن شب تیرہ و تار ہو جاتے) کو خصوصیت ہے کہ ابتدائے قیام دنیا سے آج تک کسی زبان کے کسی شاعر یا ادیب یا مصیبت زدہ کو یہ تشبیہ نہ سوجھی اسی طرح لقد تقمصھا بھی جناب امیر کا ایسا لفظ ہی جسکی نظیر کہیں بھی نہیں ملتی کہ کسی نے بھی ظلم یا غصب سلطنت و حکومت میں اس لفظ کو استعمال کیا ہو لہذا حضرت کا یہ کلام بجائے خود ایک معجزہ ہی۔ کیونکہ اس ایک لفظ سے حضرت نے ظالم و غاصب خلافت کے اُن حالات و اطوار کو ظاہر کر دیا جو بڑی بڑی کتابوں میں بھی نہیں بیان ہو سکتے کیونکہ دنیا میں جسقدر لباس ہیں وہ یا ہی غرض سے مستعمل ہوتے ہیں یا ستر کیلئے جیسے پائجامہ۔ شلوار۔ لنگی وغیرہ یا زینت کے لئے جیسے تاج۔ عبا۔ ردار۔ کسار۔ مگر کرتہ کی پوشش نہ بغرض ستر ہوتی ہی جو واجب ہو نہ بغرض زینت کے جو مستحب ہو بلکہ محض بغرض آسائش نفس و آرام ہی لہذا ممکن ہی کہ باقی صفات

الصَّعْبَةِ۔ إِنْ أَشْنَقَ لَهَا خَرَمَ۔ وَإِنْ أَسْلَسَ لَهَا تَقَحَّمَ فَمُنِيَ النَّاسُ لَعَمْرُ اللهِ بِخَبْطٍ وَشِمَاسٍ۔ وَتَلَوُّنٍ وَاعْتِرَاضٍ۔ فَصَبَرْتُ عَلَى طُولِ الْمُدَّةِ۔ وَشِدَّةِ الْمِحْنَةِ۔ حَتَّى إِذَا مَضَى لِسَبِيلِهِ۔ جَعَلَهَا فِي جَمَاعَةٍ زَعَمَ أَنِّي أَحَدُهُمْ۔ فَيَا لَلّٰهِ وَلِلشُّورَىٰ

کہ اگر مہار کھینچتا ہی تو نکیل نکل آتی ہے اور اگر مہار ڈھیلی کرتا ہی تو مُنھ کے بھل گر پڑتا ہی پس بخدا (یہاں بھی) لوگ (اونٹ کے) بھٹکنے سرکشی کرنے رنگ بدلنے اور ٹیڑھے ہونے (کیطرح بُرے اوصاف) میں مبتلا ہو گئے تھے۔ لہذا (پھر) میں نے اس طویل مدت اور شدید محنت پر صبر کیا یہاں تک کہ جب (دوسرے صاحب بھی دنیا سے) سدھارے تو اس (خلافت) کو ایک ایسی جاعت کے حوالہ کر دیا جس میں مجھ کو بھی شمار کیا۔

پس بار آلہا! شوریٰ (کو کیا ربط) ؟

(بقیہ ص۶۵) کہ حضرت نے اس لفظ کو اسلئے اختیار کیا ہو کہ اُن لوگوں نے جو خلافت پر قبضہ کیا تو نہ کسی دینی ضرورت سے نہ کسی قومی مفاد سے بلکہ محض اپنی آسایش نفس اور ذاتی اغراض سے اس پر متصرف ہوے حضرات اہلسنت نے اس تحصیل خلافت کو ایسا اہم قرار دیا ہو کہ کہتے ہیں یہ ایسا ضروری امر تھا کہ صحابہ نے دفن وکفن رسول پر اسکو ترجیح دی مگر جو لوگ عقل رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ انتہا درجہ کے حرص کی دلیل ہو۔ یہی وجہ ہو کہ جناب امیرؑ نے مطلقاً اُدھر توجہ نہ کی جب تک آپ دفن وکفن رسول سے فارغ نہ ہو لئے۔ حق یہ ہو کہ امام کا ہر فعل ہر قول معجزہ ہوتا ہی دیکھیے صرف اسی موقع پر جناب امیرؑ نے دفن وکفن کی اہمیت نہیں ظاہر کی جسمیں کسی عاقل کو بھی شبہہ نہیں ہو سکتا بلکہ جب چوتھے درجہ میں آپ کو خلافت حاصل ہوئی ہو تو حضرت فرماتے ہیں "فقدت واللہ انی لاستحی ان ابایع قوما قتلوا عثمان وانی لاستحی من اللہ ان ابایع وعثمان لم یدفن بعد (صواعق محرقہ ص۶۷) کہ لوگوں نے مجھ سے بیعت کیلئے کہا تو میں نے کہا خدا کی قسم مجھے اس سے شرم آتی ہو کہ اُن لوگوں کی بیعت لوں جنھوں نے عثمان کو قتل کیا اور مجھے اس سے بھی شرم آتی ہو کہ ابھی تک عثمان نہیں دفن ہوئے اور میں بیعت لینا شروع کر دوں" آہ کیا یہ جملہ کوئی صحابی دفن رسول کی نسبت نہیں کہہ سکتا تھا کہ جب تک حضرتؐ دفن نہ ہولیں گے کوئی کام نہ ہوگا؟ غرض حضرت نے جو لفظ تقمصھا فرمایا ہو اسمیں اس طرف واضح اشارہ ہو کہ اُن لوگوں نے جو خلافت کو حاصل کیا تو محض ذاتی اغراض سے دوسرے یہ کہ قمیص ایک ایسا لباس ہو جو پورے طور پر اغراض انسانی کو کافی نہیں ہوتا بلکہ کم از کم عمامہ کی احتیاج باقی رہ جاتی ہے تو ممکن ہو کہ حضرت نے اس طرف اشارہ فرمایا ہو کہ گو ان لوگوں نے اس کو قمیص بنا لیا مگر کسی طرح کافی نہیں ہوا بلکہ اور لباس کا محتاج رہ گیا۔ تیسری وجہ یہ ہو سکتی ہو کہ جس طرح قمیص کل لباسوں میں سبک ہوتا ہی اسی طرح اس خلافت کو انھوں نے بالکل خفیف سمجھا غرض حضرت نے اس ایک لفظ سے بتا دیا کہ ان لوگوں کا سلوک خلافت رسول کے ساتھ (باقی ص۷۰ پر)

بقیۂ حواشی خطبۂ شقشقیہ

قولہ فصبرت و فی العین قذی و فی الحلق شجا حضرت امیرالمومنین فرماتے ہیں کہ غصب خلافت پر میں نے صبر کیا (مگر) اس طرح کہ اس صدمہ سے (گویا میری) آنکھ میں خس و خاشاک پڑا تھا اور حلق میں ہڈی پھنسی تھی۔ اس سے بڑھ کر کوئی جملہ نہیں ہو سکتا جس میں کوئی شخص اپنی روحانی تکلیف کو ظاہر کر سکے کیونکہ عرب کا مشہور فقرہ ہے "لا وجع الا وجع العین ولا ہم الا ہم الدین" یعنی نہ آنکھ کے درد سے بڑھ کر کوئی درد ہے نہ دین کی فکر سے بڑھ کر کوئی فکر ہے اسی کو حضرت فرماتے ہیں کہ یہ زمانہ اندھیر ایسا سخت اور ناگوار تھا کہ اُس پر صبر کرنا ایسا تھا جیسے کوئی درد چشم پر صبر کرے یا اُس حالت پر کہ حلق میں ہڈی یا لقمہ پھنسا ہوا ہو کہ نہ کچھ بول سکتا ہو نہ کوئی تدبیر کر سکتا ہو یہی حالت اُس زمانہ کی تھی کہ زندہ تھے اور دیکھتے تھے مگر اختیار نہ تھا کہ اس مصیبت کو دفع کریں۔

قولہ اری تراثی نہبا۔ یعنی میں اپنی میراث (خلافت و فدک) کو لٹتی ہوئی دیکھ رہا تھا۔ اس سے اشارہ ہے طرف آیہ کریمہ وتاکلون التراث اکلا لما وتحبون المال حبا جما کہ تم لوگ میراث کے مال کو سمیٹ کر کھائے جاتے ہو اور مال کو بہت ہی پیار رکھتے ہو جس کی تصریح خداوند عالم نے سورۂ آل عمران میں فرمائی ہے منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الآخرۃ کہ اے صحابہ بعض تم سے دنیا کے طلبگار ہو اور بعض آخرت کے مطلب حضرت کا اس جملہ سے یہ ہے کہ خدا نے جن لوگوں کی حالت قرآن میں بتائی تھی وہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ ہماری میراث لٹ رہی تھی اور کسی کو اس کی فکر نہ تھی کہ کوئی تو ان صحابہ سے حق کا طرفدار ہوتا اور بتاتا کہ یہ کیا ظلم ہو رہا ہے۔ میراث سے اگر فدک مراد لیں تو بھی ممکن ہے لیکن خلافت کا مراد لینا زیادہ انسب ہے کیونکہ حضرت نے دعوت عشیرہ میں جناب امیر کے نسبت فرمایا تھا انت اخی ووارثی ووزیری وخلیفتی تو جس میراث کو رسول نے اول روز آپ کے حوالہ کیا تھا اُسی کی نسبت جناب امیر فرماتے ہیں اری تراثی نہبا چنانچہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں قولہ اری تراثی نہبا کنی عن الخلافۃ بالتراث وھو الموروث من المال کہ حضرت نے تراثی سے خلافت کو مراد لیا۔

قولہ حتی مضی الاول لسبیلہ یعنی ان ظلموں کی ابتدا جو بعد وفات رسول ہوئی اُس وقت تک باقی رہی کہ خلیفہ اول نے اپنی راہ لی اسمیں بھی عجب طرح کا کنایہ ہے کہ حضرت نہ اُن کے جنتی ہونے کو فرماتے ہیں نہ دوزخی ہونے کو بلکہ گول لفظوں میں فرماتے ہیں اپنی راہ لی جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اُن کی راہ کیا تھی۔

قولہ فادلی بہا الی ابن الخطاب بعدہ۔ شرح ابن ابی الحدید میں ہے قولہ فادلی بہا من قولہ تعالیٰ ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بہا الی الحکام ای تدفعوا الیہم رشوۃ واصلہ من ادلیت

الدلو فی البئر ارسلتها فان قلت فان ابابکر انما دفعها الی عمر حین مات ولا معنی للرشوۃ عند الموت قلت لما کان علیہ السلام یری ان العدول بہا عنہ الی غیرہ اخراجہا لہا الی غیر جہۃ الاستحقاق شبہ ذلک بادلاء الانسان بمالہ الی الحاکم فانہ اخراج للمال الی غیر وجہہ فکان ذلک من باب الاستعارۃ یعنی حضرت کا کلام فادلی بہا ماخوذ ہے آیہ کریمہ ولا تاکلوا الآیہ (یعنی نہ کھاؤ اپنے مالوں کو اپنے درمیان باطل کے ذریعے سے اور نہ انکو اپنے حکام کی خدمت میں بطور رشوت پیش کرو) سے اسکی اصل ادلیت الدلو فی البئر ہے کہ میں نے ڈول کنوئیں میں لٹکایا۔ پس اگر کوئی کہے کہ ابوبکر نے تو مرتے وقت خلافت عمر کے حوالہ کی پھر اس وقت یہ رشوت کیونکر کہی جائے گی تو اسکا جواب یہ ہے کہ چونکہ حضرت نے دیکھا کہ اس خلافت کا آپ سے ہٹا کر دوسرے کی طرف لے جانا بلا وجہ استحقاق دوسرے کو دینا ہے لہذا اسکو اس سے تشبیہ دی کیونکہ یہ بھی مال کا بغیر کسی حق کے خارج کرنا ہے پس یہ گویا باب استعارہ سے ہے۔ اس شرح سے یہ تو معلوم ہوا کہ جناب امیر نے حضرت ابوبکر کی حوالگی خلافت کو اس آیہ کے ماتحت قرار دیا مگر معترض کا یہ کہنا کہ ابوبکر نے تو بوقت موت عمر کو خلافت دی جس سے وہ رشوت سے خارج ہے درست نہیں کیونکہ جناب امیر نے اسکو تو اسی روز ظاہر فرمایا جس روز حضرت عمر جناب امیر سے بیعت ابوبکر کے طلبگار ہوئے فقال لہ علی احلب حلبا لک شطرہ وشد لہ الیوم یردہ علیک غدا (کہ حضرت علی نے فرمایا اے عمر آج اس دودھ کو دوہ لو جسکا ایک حصہ تمہارے لیے ہے اور ابوبکر کی خلافت آج مستحکم کردو تاکہ کل وہ تمہیں لوٹا دیں (کتاب الامامۃ والسیاسۃ لابن قتیبۃ مطبوعہ مصر صفحہ ۱۹) پھر جب لفافہ سربمہر خلیفہ اول کا پیش ہوا کہ اسپر بیعت کیجیے فقال لہ رجل ما فی الکتاب یا ابا حفص قال لا ادری ولکنی اول من سمع واطاع قال لکنی واللہ ادری ما فیہ امرتہ عام اول وامرک العام۔ تو ان سے ایک شخص (حضرت علیؑ) نے کہا عمر! اس لفافہ میں کیا لکھا ہے کہا میں نہیں جانتا لیکن میں نے سب سے پہلے اسکو قبول کیا اور اسکی اطاعت کی ہے (علیؑ نے) جواب دیا لیکن میں جانتا ہوں کہ اسمیں کیا ہے سال گزشتہ تم نے ان کو خلیفہ مقرر کیا لہذا اب وہ تم کو خلیفہ کر دیتے ہیں (کتاب الامامۃ والسیاسۃ صفحہ ۲۳) جس سے معلوم ہوا کہ حضرت اسکو قبل وقوع سے یقینی جانتے تھے کہ ایسا ہی ہوگا۔ قصہ خلافت عمر کو علامہ ابن الحدید نے کچھ تفصیل سے لکھا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ جب ابوبکر کی حالت آخر ہوئی تو انھوں نے عبدالرحمن بن عوف کو بلا بھیجا (یاد رکھو یہی حق عبدالرحمن بن عوف تھا جس سے حضرت عمر نے شوریٰ میں انکو مختار بنایا) اور پوچھا عمر کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے عبدالرحمن نے کہا جو تمہاری رائے ان کے بارے میں ہے اس سے بھی اچھی ہماری رائے ہے مگر انمیں غلظت ہے۔ ابوبکر نے کہا چونکہ ہم کو نرم پاتے ہیں اسلئے وہ سخت ہو جاتے ہیں اور جب خلافت ان کو ملے گی تو اکثر باتیں ترک ہو جائیں گی۔ اسکے بعد

عثمان کو بُلا بھیجا اُنھوں نے بھی عمر کی تعریف کی کہ باطن اسکا ظاہر سے اچھا ہی اور اُسکا کوئی مثل ہم میں نہیں ہے۔ ابوبکر
نے کہا دیکھو تم دونوں اسکا تذکرہ نہ کرنا (جب خلافت اجماع و شورے سے ہوتی ہی تو پھر اخفا کی کیا وجہ ؟) اور اے عثمان
اگر ہم عمر کو چھوڑ دیتے تو تم کو نہ چھوڑتے (عمر کے موافق بھی دو رائے تھی جو بطلب مشورہ ابوبکر حاصل ہوئی) اسکے بعد طلحہ
آئے اور کہا اے خلیفہ رسول ہم سُنتے ہیں تم عمر کو خلیفہ کیا چاہتے ہو تو خدا کو کیا جواب دوگے کیونکہ تمھارے ساتھ تو وہ
سختی کرتے ہیں جب تنہا وہی ہوں گے تو کیا کریں گے۔ ابوبکر نے کہا ہم کو اُٹھا کر بٹھاؤ اور کہا کہ خدا سے ہم کو ڈراتے ہو
ہم کہہ دیں گے کہ بہترین شخص کو خلیفہ کیا ہے فقال طلحة اعمر خیر الناس طلحہ نے کہا آیا کیا عمر بہترین ناس ہیں؟
فاشتد غضبه وقال ای واللہ هو خیرهم وانت شرهم اما واللہ لو ولیتک لجعلت انفک فی قفاک
ولرفعت نفسک فوق قدرها حتی یکون اللہ هو الذی یضعها اتیتنی وقد دلکت عینک ترید ان
تفتننی عن دینی وتزیلنی عن رائی قم لا اقام اللہ رجلیک لهما واللہ لئن عشت فواق ناقة وبلغنی انک
غمضته فیها او ذکرته بسوء لا لحقنک بحضات قنات حیث انتم تسقون ولا تردون وترعون ولا
تشبعون وانتم بذلک الجحون راضون فقام طلحة فخرج۔ اس عبارت سے معلوم ہوسکتا ہی کہ حضرت ابوبکر کو
طلحہ کا کلام کیسا ناگوار گزرا اور کس درجہ اُن کی توہین کی اور کس طرح اپنے دربار سے نکال دیا اور کہا کہ دور ہو یہاں سے اگر
کبھی تو نے بھُولے سے بھی اسکا نام لیا تو تیری وہ سزا کروں گا کہ تو بھی یاد کرے گا۔ مگر افسوس حضرت عمر نے ان کو بھی لائق
جناب امیرؑ حقدار خلافت بنا دیا اور اصحاب شورے میں داخل کیا۔ یہ طلحہ بھی عشرہ مبشرہ سے ہیں اور خلیفہ اول کی بدولت
یہ بھی مسلمان ہوئے تھے اور یہ اور زبیر حواری رسول اللہ کہلاتے ہیں مگر حضرت ابوبکر اُن کے حق میں یہ کلمات استعمال کرتے
ہیں وانت شرهم تم اُن سب سے بدتر ہو (تو پھر خیر القرون میں کیونکر شامل ہو سکتے ہیں اور عشرہ مبشرہ میں کس طرح داخل
ہوئے) مگر اہلسنت شیعوں پر یہی الزام دیتے ہیں کہ وہ صحابہ کو نہیں مانتے حالانکہ باخود ہا اس طرح کی باتیں کرتے ہیں
اور آیندہ چلکر معلوم ہوگا کہ حضرت عمر نے اسی قسم کے کلمات اُن کے حق میں استعمال کئے ہیں۔ کتاب الامامة والسیاسة ابن قتیبہ
میں ہی فدخل علیه اناس من اصحاب النبی فیهم عبد الرحمن بن عوف فقال له کیف اصبحت یا خلیفة
رسول اللہ فانی ارجوان تکون بارئا قال اتری ذلک قال نعم قال ابوبکر واللہ انی لشدید الوجع
لما القی منکم یا معشر المهاجرین اشد علی من وجعی انی ولیت امرکم ولست خیرکم فی نفسی
فکلکم ورم انفه ارادة ان یکون هذا الامر له وذلک لما رأیتم الدنیا قد اقبلت کہ حضرت ابوبکر کے پاس
صحابہ نبوی آئے جنمیں عبد الرحمن بن عوف بھی تھے اُنھوں نے پوچھا کہ اے خلیفہ کیسا مزاج ہے میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ

اچھے ہوں گے کہا کیا تم کو ایسا معلوم ہوتا ہی کہا ہاں۔ ابو بکر نے کہا واللہ سخت درد ہی اور اے گروہ مہاجرین جب میں تم سے ملتا ہوں تو میرا درد بہت سخت ہو جاتا ہی کیونکہ میں تمھارا خلیفہ ہو گیا حالانکہ میں اپنے نفس میں جانتا ہوں کہ تم سے بہتر نہیں ہوں پس تم سب لوگ نہایت غضبناک ہو صرف اس خلافت کی تمنا میں اور یہ بھی اسلیے کہ تم دیکھ رہے ہو دنیا ادھر ہی آگئی ہی (صفحہ ۳۰) اس سے معلوم ہوا کہ مہاجرین خود ابو بکر کی خلافت سے ناراض تھے اور ہر شخص کی ناک مارے غصہ کے پھول رہی تھی اور یہ کیوں صرف اسلیے کہ دنیا رُخ کیے ہوئے تھی تو پھر کب وہ خلیفہ دویم سے راضی ہو سکتے تھے یہی وجہ ہے کہ اُسی کتاب (صفحہ ۳۴) میں ہی وکان اھل الشام قد بلغھم مرض ابی بکر واستبطوا الخبر فقالوا انا لنخاف ان یکون خلیفۃ رسول اللہ قد مات وولی بعدہ عمر فان کان عمر ھو الوالی فلیس لنا بصاحب و انا نری خلعہ جس سے معلوم ہوا کہ جو صحابہ ملک شام میں لڑ رہے تھے اُن کو بھی معلوم تھا کہ ابو بکر کے بعد عمر خلیفہ ہوں گے لہذا وہ قبل از خلافت خلع کر رہے تھے کہ اگر وہ خلیفہ ہوں تو ہم پہلے سے خلع کر رہے ہیں۔ غرض حضرت نے اس جملہ فادلی بھا الی ابن الخطاب سے ان سب اتفاقات کی طرف اشارہ کر دیا کہ ابو بکر کا یہ فعل محض اُسی معاوضہ کے بنا پر تھا جو عمر نے اُن کے خلیفہ بنانے میں کوشش کی تھی جس پر اُس صحابی نے جس سے عمر نے کہا تھا ہم نہیں جانتے صاف کہہ دیا کہ اگر تم نہیں جانتے تو ہم جانتے ہیں کہ پہلے سال تم نے اُن کو خلیفہ بنایا اور اس سال اُنھوں نے تم کو خلیفہ بنایا۔

کیفیت خلافت حضرت عمر - ان تحریروں سے اسقدر تو یقیناً معلوم ہوا کہ بجز عبد الرحمن بن عوف و عثمان کل صحابہ اس خلافت سے ناراض تھے جس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ خلافت بہ اجماع نہیں ہوئی نہ بہ شورے بلکہ محض ابو بکر کی ذاتی رائے تھی۔ تو کیا رسول اللہ صلعم کی ذاتی رائے جو یقیناً موافق رائے خدا تھی کسی طرح قابل قبول نہ تھی؟ علامہ ابن ابی الحدید تو واقعہ خلافت کو اسی قدر لکھتے ہیں (صفحہ ۵۵) کہ جب حسب الحکم خلیفہ اول طلحہ چلے گئے تو آپنے عثمان کو بلا بھیجا اور یہ وقت تھا آپ کی جان کنی کا پھر عثمان سے کہا لکھو ھذا ما عھد عبد اللہ بن عثمان الی المسلمین اما بعد اسقدر کہہ کر وہ غش کر گئے اور عثمان نے اسکے ساتھ یہ بھی لکھ دیا فقد استخلفت علیکم عمر بن الخطاب کہ میں نے تم پر عمر کو خلیفہ کیا۔ جب حضرت ابو بکر کو غش سے افاقہ ہوا تو کہا کیا لکھا ہی۔ عثمان نے پورا جملہ پڑھ کر سُنا دیا تو ابو بکر نے کہا اللہ اکبر اور خوش ہو گئے۔ اور کہا کہ تم کو اسکا خوف ہوا کہ ہم اگر اس غشی میں مر گئے تو اختلاف ہو گا لہذا یہ لکھ دیا۔ عثمان نے کہا ہاں۔ ابو بکر نے دعائے خیر دی اور کہا کہ یہ فرمان سب کو سُنایا جاوے انتہی۔ مگر تاریخ طبری میں کچھ اور مزید تفصیل سے کام لیا گیا ہے جو نہایت دلچسپ ہے عن ابی السفر قال اشرف ابو بکر علی الناس من کنیفہ واسماء بنت عمیس مسکۃ موشومۃ الیدین وھو یقول اترضون بمن استخلفت علیکم فانی واللہ ما الوت من جھد

الرای ولاولیت ذا قرابۃ وانی قد استخلفت عمر بن الخطاب فاسمعوا له واطیعوا فقالوا سمعنا واطعنا (صفحہ ۵ جلد ۳) یعنی حضرت ابوبکر پائخانہ سے سر نکال کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے درحالیکہ اسماء بنت عمیس (جن کے ہاتھ مہندی سے رنگین تھے) اُن کو پکڑے ہوئے تھیں پس ابوبکر نے کہا کیا تم لوگ اُس شخص سے راضی ہو جو تم پر خلیفہ مقرر کیا گیا ہے کیونکہ واللہ میں نے اپنی رائے کے قائم کرنے میں کوئی کمی نہیں کی اور نہ اپنے کسی قرابت مند کو خلیفہ کیا ہے بلکہ عمر بن الخطاب کو خلیفہ مقرر کیا ہے پس اُن کی بات سُنو اور اُن کی اطاعت کرو۔ پس لوگوں نے کہا ہم نے سُنا اور اطاعت کیا۔

مگر کتاب الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ (صفحہ ۲۲) سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ حضرت ابوبکر نے یہ حکم پائخانہ میں دیا تھا مگر عمر کا نام نہ ظاہر کر سکے چنانچہ لکھتے ہیں۔ ثم امران یجتمع له الناس فاجتمعوا فقال یا ایها الناس قد حضرنی من قضاء الله ما ترون وانه لابد لکم من رجل یلی امرکم ویصلی بکم ویقاتل عدوکم فیامرکم فان شئتم اجتمعتم فأتمرتم ثم ولیتم علیکم من اردتم وان شئتم اجتهدت لکم رائی ووالله الذی لا اله الا هولا الوکم فی نفسی خیرا قال فبکی وبکی الناس وقالوا یا خلیفة رسول الله انت خیرنا واعلمنا فاختر لنا قال ساجتهد لکم رائی واختار لکم خیرکم ان شاء الله قال فخرجوا من عنده ثم ارسل الی عمر فقال یا عمر احبك محب وابغضك مبغض وقد یما یحب الشر ویبغض الخیر فقال عمر لا حاجة لی بها فقال ابوبکر لکن بها الیك حاجة والله ماجبوتك بها ولکن حیوتها بك ثم قال خذ هذا الکتاب واخرج به الی الناس واخبرهم انه عهدی وسلهم عن سمعهم وطاعتهم فخرج عمر بالکتاب واعلمهم فقالوا سمعا وطاعة فقال له رجل ما فی الکتاب یا ابا حفص قال لا ادری ولکنی اول من سمع واطاع قال لکنی والله ادری ما فیه امّرته عام اول وامرك العام جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر نے لوگوں کو اکٹھا کر کے کہا کہ قضائے خدا سے جو امر مجھے درپیش ہے وہ تم لوگ دیکھتے ہو اور تم کو ایک ایسے شخص کی بھی ضرور ہے جو تمہارا والی ہو اور نماز پڑھائے اور تمہارے دشمنوں سے جہاد کرے پس تم پر حکومت کرے پس اگر چاہو تو تم لوگ خود مشورہ کر کے کسی کو خلیفہ کر لو اور چاہو تو میں اپنی رائے سے کسی کو مقرر کر دوں اور میں بخدا کوئی کوتاہی نہیں کروں گا لوگوں نے کہا آپ بہتر ہیں آپ ہی انتخاب کر دیجئے کہا اچھا میں سوچوں گا اور انتخاب کر دوں گا۔ جب لوگ چلے گئے تو ابوبکر نے عمر کو بُلا بھیجا اور کہا کہ یہ فرمان لے کر لوگوں کے پاس جاؤ اور کہو کہ یہی میرا دستاویز ہے اور لوگوں سے اس کے ماننے اور اسپر اطاعت کرنے کو کہو پس عمر وہ فرمان لے گئے لوگوں سے کہا تو سب نے کہا سمعاً وطاعۃً پھر ایک شخص (علیؑ) کے پاس گئے تو کہا اے عمر اسمیں کیا ہے کہا میں نہیں جانتا لیکن میں نے سب سے پہلے اسے مانا اور اسکی اطاعت کی ہے (علیؑ نے) کہا لیکن میں واللہ جانتا ہوں کہ اسمیں کیا ہے ابوبکر کو پہلے

سال تم نے خلیفہ کیا اور اب وہ تم کو خلیفہ کرتے ہیں۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر نے سمجھا بجھا کر سب اختیار اپنے ہاتھ میں لیا مگر پھر بھی خلیفہ مابعد کا نام نہ بتایا بلکہ حضرت عمر کو حکم دیا کہ بند لفافہ پر سب سے بیعت لو جس پر حضرت عمر کو جھوٹ بولنا بھی پڑا کہ ہمکو نہیں معلوم اسمیں کیا ہی مگر اُس صحابی نے کہدیا تم کو نہیں معلوم تو ہم کو معلوم ہی اسمیں تمھاری خلافت کا حکم ہی کہ اُس سال تم نے اُن کو خلیفہ کیا اور اس سال وہ تم کو خلیفہ کرتے ہیں۔

کیفیت تبلیغ فرمان ابوبکر۔ اب اسکی حالت ملاحظہ ہو کہ حضرت عمر نے اس حکم نامہ ابوبکر کو کس طرح سُنایا ہی مسند احمد بن حنبل (صفحہ ۳۷ جلد اول مطبوعہ بمبئی) میں ہی عن ابی خالد عن قیس قال رأیت عمر و بیدہ عسیب نخل و ھو مجلس الناس ویقول اسمعوا لقول خلیفۃ رسول اللہ فجاء مولی لابی بکر یقال لہ شدید بصحیفۃ فقرأھا علی الناس فقال یقول ابوبکر اسمعوا واطیعوا لمن فی ھذہ الصحیفۃ فواللہ ما آلو بکم قال قیس فرأیت بعد ذلک علی المنبر۔ قیس کہتا ہی کہ میں نے عمر کو خرمہ کا ایک ڈنڈا لیے دیکھا کہ لوگوں کو بٹھا رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ خلیفہ رسول اللہ کے قول کو سُنو اتنے میں شدید ابوبکر کا غلام اُن کا فرمان لے کر پہونچا اور لوگوں کے سامنے پڑھ کر کہا ابوبکر کہتے ہیں کہ اس فرمان میں جس شخص کا نام لکھا ہے اُسکی بات سُنو اور اطاعت کرو واللہ میں اسمیں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتا قیس نے کہا میں نے اسکے بعد فوراً عمر کو منبر پر پایا۔

ان مسلسل واقعات کو ملا جائیے تو پھر آپ کو کلام جناب امیرؑ میں ذرا شک نہ رہے کہ حضرت نے ایک جملہ فادلی بہا الی ابن الخطاب سے کیونکر ان کل معاملات کو ظاہر کر دیا کہ یہ خلافت عمر کو ابوبکر سے کس طرح پہونچی؛ اور کیا یہ خلافت کسی طرح نیک نیتی سے ہوئی۔ یہاں قدرتی طور پر سوال ہوتا ہی کہ رسول اللہ صلعم نے جو بوقت وفات فرمایا تھا کاغذ اور دوات لاؤ کہ ہم ایسی کتاب لکھ جائیں جسکے بعد تم گمراہ نہ ہو اور حضرت عمر نے کہا رسول اللہ ہذیان بک رہے ہیں اسمیں کیا راز مضمر تھا۔

جس طرح ابوبکر کے حکم نامہ کی عزت کی گئی اُسی طرح رسول اللہ صلعم کے قول کا احترام کیا جاتا تو کیا ممکن تھا رسول اللہ صلعم کے فرمان سے کوئی سرتابی کرتا اور کسی طرح امت محمدیہ میں اختلاف پیدا ہوتا۔ اللہ اللہ وصیت نامہ رسول جس پر ہدایت امت کا انحصار تھا وہ تو اس طرح لکھنے سے روک دیا گیا اور ابوبکر کے وصیت نامہ کی یہ عزت کی گئی کہ حضرت عمر ڈنڈا لیے ہوئے سب کو چُپ کرا رہے ہیں کہ فرمان خلیفہ سُنو اور جب ابوبکر کا غلام آ کر سُناتا ہے تو پھر اسکا بھی انتظار نہیں کیا جاتا کہ کسی کا کلام سُنیں حضرت عمر فوراً منبر پر پہونچ جاتے ہیں اور اسپر کہا جاتا ہے کہ جو کام ہوا خوش نیتی اور دردِ اسلام سے!!

قولہ ثم تمثل بقول الاعشی۔ اعشی ایک شاعر تھا اور حیان و جابر دو بھائی تھے حیان بڑا متمول اور سردار شخص

تھا اُسی کا مصاحب عشی تھا جو کہتا ہے کہ ایک زمانہ وہ تھا جب میں حیان کی مصاحبت میں عیش و آرام کرتا تھا اور ایک روز آج ہے کہ اونٹ پر سوار تمام جہان کی خاک چھانتا پھرتا ہوں۔ اس شعر سے حضرت کا مقصود بیان یہ ہے کہ افسوس ایک وہ زمانہ تھا جب جناب رسالتمآب کے وقت میری اطاعت کی جاتی اور اسلام کی اشاعت کا مجھے موقع ملتا اور ایک روز آج ہے کہ اسلام کی حفاظت میں مجھے عراق شام وغیرہ مقامات کی خاک چھاننا پڑ رہی اور ساری مصیبتیں سر پر اُٹھانی پڑتی ہیں اور اطمینان نصیب نہیں ۱۲

قوله فیا عجبا بینا هو یستقیلها۔ یہ فقرہ ایک مستقل طعن ہے مطاعن ابوبکر سے جس کی تفصیل تشئید المطاعن جلد اول میں قابل دید ہے۔ الریاض النضرہ میں ہے لما بویع ابوبکر قام دون مقام رسول اللہ وقال ایها الناس انی شیخ کبیر فاستعملوا علیکم من هو اقوی منی علی هذا الامر واضبط له فضحکوا وقالوا لا نفعل انت صاحب رسول اللہ فی المواطن واحق بهذا الامر فقال اما اذا قلتم فاحسنوا طاعتی ومواززتی واعلموا انما انا بشر ومعی شیطان یعترینی فاذا رأیتمونی عصیت فقوموا عنی لا اوثر فی اشعارکم وانسابکم واتبعونی ما استقمت فان زغت فقومونی۔ اور علامہ ابن حجر مکی صواعق محرقہ باب اول فصل اول میں لکھتے ہیں الا وانما انا بشر ولست بخیر من احد کم فراعونی فاذا رأیتمونی استقمت فاتبعونی واذا رأیتمونی زغت فقومونی واعلموا ان لی شیطانا یعترینی فاذا رأیتمونی غضبت فاجتنبونی۔ دونوں کا مطلب یہ ہے کہ ابوبکر نے خطبہ میں کہا میں ایک معمولی آدمی ہوں اور تم سے کسی طرح بہتر نہیں پس میری حفاظت کرو اور جب دیکھو کہ میں سیدھی راہ پر ہوں تو میری پیروی کرو اور جب دیکھو کہ میں کج راہ ہوں تو مجھے سیدھا کر دو اور جان لو کہ مجھ پر ایک شیطان مسلط رہتا ہے۔ پس جب میں نافرمانی خدا کروں تو مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ اور جب سیدھی راہ چلوں تو اطاعت کرو۔ علمائے متکلمین کا اعتراض اس پر یہ ہے کہ اس سے صاف معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر کو اپنی نااہلی خلافت کا یقین تھا بلکہ اقرار کر رہے ہیں کہ ہم نہ قوی ہیں نہ ضابط بلکہ ہم پر شیطان مسلط رہتا ہے تو ایسا شخص کب امام ہو سکتا ہے جو خود اسکا محتاج رہے کہ رعایا اسکی اصلاح کرتی رہے حالانکہ امام کو معصوم ہونا چاہیے کہ وہ نائب رسول ہے۔ مگر کوئی تصریح اسکی تواریخ میں نہیں معلوم ہوتی کہ یہ خطبہ کب بیان کیا۔ امام طبری نے تو اسکو اسوقت میں نقل کیا ہے جب ابوبکر نے چاہا کہ اسامہ بن زید کے لشکر کو روانہ کریں مگر افسوس یہ واقعہ لکھا گیا ہے اس طرح کہ اصل مطلب کا پتہ نہ چلے کیونکہ اُسی تاریخ میں اسکے بعد لکھتے ہیں کہ حضرت عمر نے آکر عرض کیا کہ یا خلیفہ رسول لوگ چاہتے ہیں کہ اسامہ سے زیادہ بزرگ شخص سردار بنایا جائے فوثب ابوبکر وکان جالسا فاخذ بلحیته عمر فقال له ثکلتک امک وعدمتک

یا ابن الخطاب استعمله رسول اللہ وتامرنی ان انزعه فخرج عمر الی الناس فقالوا له ما صنعت
فقال امضوا ثکلتکم امہا تکم ما نقیت فی سببکم من خلیفة رسول اللہ (جلد ۳ صفحہ ۲۱۲) کہ یہ سنکر ابوبکر نے
اُچھل کر عمر کی داڑھی پکڑ لی اور کہا تیری ماں تجھے روئے اور تجھے کھوبیٹھے اے پسر خطاب۔ رسول اللہ نے تو اسامہ کو سردار
کیا اور تو مجھے اُسکو معزول کرنے کو کہتا ہے۔ پس عمر لوگوں کی طرف چلے گئے جنھوں نے پوچھا کیا کر آئے تو کہا چلے چلو
تمھاری مائیں تم کو روئیں تمھارے ہی سبب سے خلیفہ نے میری توہین کی۔

اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ چونکہ حضرت عمر نے یہ گستاخی کی تھی جس پر خلیفہ اول نے اُن کی داڑھی پکڑ کر گالیاں دیں
اور عمر نے اکثر صحابہ کو گالیاں دیں اسلئے حضرت ابوبکر نے اپنی خلافت سے اقالہ کیا ہو تو مناسب ہے کیونکہ باقی فقرات
بھی اسکے مؤید ہیں جسمیں فرماتے ہیں۔ اگر ہم کو خلافت سے علیحدہ نہیں کرتے تو ہماری فرمانبرداری کرو۔ دوسرا وقت وہ ہے
جب جناب سیدہ نے فدک کا مطالبہ کیا چنانچہ کتاب الامامة والسیاسة ابن قتیبہ میں ہے فقال ابوبکر انا عائذ با للہ
من سخطه وسخطك یا فاطمة ثم انتحب ابوبکر یبکی حتی کادت نفسه ان تزھق وھی تقول واللہ لادعون
علیك فی کل صلوٰة اصلیها ثم خرج باکیا فاجتمع الیه الناس فقال لهم یبیت کل رجل منکم معانقا
حلیلته مسرورا باھله وترکتمونی وما انا فیه لاحاجة لی فی بیعتکم اقیلونی بیعتی (صفحہ ۱۴) یعنی ابوبکر
نے کہا فاطمہ! میں خدا کے غضب اور تمھارے غضب دونوں سے پناہ مانگتا ہوں پھر ابوبکر چیخ مار کر رونے لگے کہ قریب
تھا اُن کی روح نکل جائے اور جناب فاطمہ فرماتی تھیں واللہ میں ہر نماز کے بعد تمھارے لئے بددعا کروں گی یہ سن کر
ابوبکر روتے ہوئے وہاں سے اُٹھ گئے پس لوگوں نے اُنکو گھیر لیا تو کہا تم میں ہر شخص اپنی زوجہ کے پہلو میں مزے سے
شب کو آرام کرتا ہے اور مجھ کو اس حالت میں مبتلا کر دیا ہے۔ مجھے اس خلافت کی کوئی ضرورت نہیں اپنی بیعت اُٹھا لو۔

غرض جناب امیر کا مقصود یہ ہے کہ ابوبکر اپنی زندگی میں تو اس خلافت سے اقالہ کرتے تھے کہ لوگوں سے کہتے کہ ہم کو
اس سے معاف کرو مگر مرتے وقت وہ دوسرے کو خلیفہ کر جاتے ہیں یہ کس قسم کی بات ہے کیونکہ جس شخص نے اس خلافت
کے لئے نہ وفات رسول کا خیال کیا نہ شرکت جنازہ کا نہ دفن وکفن کا وہ کیونکر اس خلافت سے اقالہ کر سکتا ہے حالانکہ
طالب جو قوی وامین ہو وہ طلب کر رہا ہے مگر نہیں دیتے اور پھر مجمع میں اقالہ کرتے ہیں تو اگر کسی طرح بھی وہ اپنے قول
میں صادق ہوتے تو کم سے کم اتنا تو کرتے کہ اپنے مابعد کسی کو نامزد نہ کرتے مسلمانوں پر چھوڑ دیتے کہ وہ جس کو چاہیں منتخب
کریں جیسا کہ بقول اہلسنت ابوبکر منتخب ہوئے یا عمر نے بظاہر اپنے بعد کسی کو نامزد نہ کیا تو آپ اسپر تعجب فرماتے ہیں کہ یہ
کس قسم کی بات ہے کہ اپنی زندگی میں تو استعفا دیتے تھے اور مرتے وقت وہ کام کر گئے کہ پوری ذمہ داری اپنے سر لی کیونکہ

آپ کتاب الامامۃ والسیاسۃ کی عبارت پڑھ آئے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے مجمع کرکے لوگوں سے کہا یا تو خود کسی کو منتخب کر لو یا ہم کو اختیار دو کہ جس کو چاہیں مقرر کریں مگر قسم بخدا ہم بجز خیر خواہی کوئی کام نہ کریں گے جس پر سب نے کہا کہ آپ ہم سے بہتر جانتے ہو۔ پس جب اس طرح قسم کھا کھا کر اپنا اعتبار ظاہر کریں تو رعایا کی کیا مجال کہ خلاف خلیفہ کریں طلحہ نے کچھ اعتراض کیا تو گھر سے نکال دیا پھر اور کی کیا حقیقت تھی۔

قولہ لشد ما تشطرا ضرعیھا۔ شرح ابن ابی الحدید میں ہے تشطرا ضرعیھا اقتسما فائدتھا ونفعھا والضمیر للخلافۃ کہ اسمیں حضرت نے خلافت کو شیر دار ناقہ سے تشبیہ دی ہے اور بتایا ہے کہ ابوبکر و عمر نے اس ناقہ کو خوب اچھی طرح دوہا اور پوری طرح منتفع ہوئے۔

قولہ فصیّرھا فی حوزۃ خشناء۔ اب یہاں سے حضرت نے حضرت عمر کی خلافت کا بیان شروع کیا ہے شرح ابن ابی الحدید میں ہے ای فی جہۃ صعبۃ المرام شدیدۃ الشکیمہ مقصود یہ ہے کہ ابوبکر نے اس خلافت کو ایسی سخت اور تند مزاج کے حوالہ کیا جسکا زخم بہت گہرا ہوتا تھا اسپر اعتراض ہو سکتا ہے کہ زخم لگانا تو ایسی چیز نہیں ہے جس کو غلیظ کہیں کیونکہ غلظت تو خواص اجسام سے ہے تو اسکا جواب ابن ابی الحدید دیتے ہیں کہ یہ معترض کی حماقت ہے کیونکہ خدا نے وانجینٰھم من عذاب غلیظ فرمایا ہے اسلئے کہ جب عذاب مرتبہ ہوگا تو وہ غلیظ کہا جائے گا اسی طرح زخم جب عرضی و عمقی گہرا ہوتا ہے تو وہ بھی غلیظ کہا جاتا ہے۔ دوسری لطافت اسمیں یہ ہے کہ حضرت عمر کی غلظت لسانی سب کو معلوم ہے تو ایسے الفاظ سے حضرت نے اسکو ظاہر کیا جس سے اُن کی سخت گوئی اور بدزبانی بھی ظاہر ہو چنانچہ کلام اسی سے ماخوذ ہے۔ شرح ابن ابی الحدید میں ہے ان قیل قد قال علیہ السلام فی حوزۃ خشناء فوصفھا بالخشونۃ فلیف عاد ذکر الخشونۃ ثانیۃ فقال یخشن مسھا قیل الاعتبار مختلف لان مرادہ بقولہ فی حوزۃ خشناء ای لاینال ما عندھا ولا یرام یقال ان فلانا لخشن الجانب وعر الجانب ومرادہ بقولہ یخشن مسھا ای تؤذی وتضر وتنکی من یمسھا یصف جفاء اخلاق الوالی المذکور ونفور طبعہ وشدۃ بادرتہ یعنی اگر کوئی کہے کہ حضرت نے حوزۃ خشنا کہہ کر اُن کو خشونۃ سے متصف کیا ہے پھر کیوں دوبارہ اُن کی صفت اسی خشونۃ سے کی اور ایک ہی جملہ کے بعد فرمایا یخشن مسھا تو اُسکے جواب میں کہا جائے گا کہ یہاں حیثیت بدل گئی ہے کیونکہ پہلے جملہ حوزۃ خشنا سے مراد حضرت کی یہ ہے کہ وہ ایسی طبیعت کے تھے جس سے اُسکی کوئی چیز حاصل نہیں ہو سکتی اور نہ کسی کو اُسکے قصد کرنے کی جرأت ہو سکتی ہے چنانچہ کہا جاتا ہے فلاں شخص سخت اور دشوار پہلو کا ہے اور دوسرے جملہ یخشن مسھا سے مراد یہ ہے کہ وہ ایسی طبیعت کے ہیں کہ جو شخص اُسکو مس کرے اُسکو وہ اذیت پہونچائے

نقصان پہونچائے اور زخمی کرے۔ پس حضرت امیرالمومنین اس آخری جملہ میں حضرت عمر کے بیہودہ اخلاق ناگوار طبیعت اور سخت مزاج ہونے کے عیوب کو بیان کرتے ہیں۔

قوله ویکثر العثار فیها والاعتذار منها۔ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ کہا جاتا ہو یہ راہ صاف نہیں ہے بلکہ ایسی ہی جسمیں پتھر زیادہ ہیں چلنے والا گرتا ہو مگر حضرت نے جو والاعتذار منها فرمایا فیمکن ان تکون من علی اصلها یعنی ان عمر کان کثیرا ما یحکم بالامر ثم ینقضه ویفتی بالفتیا ثم یرجع عنها و یعتذر مما افتی به اولا ویمکن ان یکون من هنا للتعلیل والسببیة ای ویکثر اعتذار الناس عن افعالهم وحرکاتهم تو ممکن ہے کہ مِن اپنی اصل پر ہو کہ اُس سے معذرت کرتے تھے کیونکہ عمر اکثر ایک حکم دیتے پھر توڑ دیتے ایک فتوے دیتے پھر اُس سے رجوع کر جاتے اور یہ بھی ممکن ہو کہ مِن تعلیل اور سببیت کے لئے ہو کہ لوگ اپنے افعال حرکات سے معذرت کرتے تھے۔ مگر اصل یہی ہو کہ مِن اپنی اصل پر ہے کیونکہ حضرت عمر کا ایک فتوے دینا پھر اُسکے خلاف کرنا ایسا مشہور و معروف ہے جسمیں زیادہ تحقیق کی ضرورت نہیں بلکہ یہ بھی ایک مستقل طعن ہو خلیفہ دویم کا کہ وہ مسائل شرعیہ سے جاہل تھے اور جاہل شخص کسی طرح خلیفۂ اسلام نہیں ہو سکتا اسکی تفصیل کتاب تشئید المطاعن میں قابل ملاحظہ ہے مختصر طور پر یہاں بھی کچھ ذکر کیا جاتا ہے (۱) حضرت عمر نے ایک دفعہ ایک حاملہ عورت کے رجم کرنے کا حکم دیا جس پر جناب امیرؑ نے فرمایا جو لڑکا شکم مادر میں ہی اُس پر تم کو کیا اختیار ہے حضرت عمر اس حکم سے باز آئے اور کہا لولا علی لهلك عمر (شرح مواقف) (۲) مغنی قاضی القضاة عبدالجبار معتزلی میں ہے کہ ٹوکنے والے معاذ بن جبل ہیں جس پر حضرت عمر نے کہا لولا معاذ لهلك عمر (۳) ایک مجنونہ کے رجم کا حکم دیا تو جناب امیرؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ تین شخصوں سے ہر قسم کی تکلیف ساقط ہے سونے والے سے جب تک بیدار نہ ہو جائے بچہ سے جب تک بالغ نہ ہو جائے اور مجنوں سے جب تک صحیح نہ ہو جائے (فواتح میبذی) (۴) ایک عورت کی کچھ سزا کی تو اُسکا حمل ساقط ہو گیا صحابہ سے پوچھا تو کہا تم پر کوئی الزام نہیں کیونکہ تادیباً ایسا کیا لیکن جناب امیرؑ نے کہا تم کو اُسکی دیت دینا چاہیے (۵) چاہا کہ خانہ کعبہ کے طلائی زیورات کو تجہیز لشکر میں صرف کریں تو جناب امیرؑ نے کہا رسول اللہ کو تم سے زیادہ ضرورت تھی مگر ایسا نہ کیا جس پر حضرت عمر نے کہا لولاك افتضحنا کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم فضیحت ہو جاتے اور اپنے ارادہ سے باز رہے (۶) جنین کی دیت آپ کو نہ معلوم تھی تو جناب امیرؑ نے بتایا جس پر عمر نے کہا اللہ اکبر اگر میں آپ سے نہ سُن لیتا تو اسکے خلاف حکم دیدیے ہوتا (۷) ایک عورت نے زمانہ عدت میں نکاح کر لیا تو عمر نے دونوں میں تفریق کر کے اُسکے مہر کو داخل بیت المال کیا اور دونوں کو ہمیشہ کے لئے علیحدہ کر دیا۔ جناب امیرؑ نے یہ سُنکر فرمایا کہ اگر اُس عورت نے از راہ جہل یہ کام کیا تو وہ

مہر کی مستحق ہی اور بعد عدہ اُس مرد کو اختیار ہی کہ اُس سے عقد کرے چنانچہ عمر نے اُس سے کہا ردوا الجہالات الی السنۃ
اور قول جناب امیرؑ پر عمل کیا (۸) آپنے ایک عورت سے ڈرا دھمکا کر زنا کا اقرار کرالیا اور رجم کا حکم دیا تو جناب امیرؑ
نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا کہ جو قید حبس یا خوف سے اقرار کرے اُسکا اقرار اقرار ہی نہیں ہی تب حضرت
عمر نے اُسکو چھوڑ دیا (۹) آپنے ایک شخص کو زنا کرتے دیکھا صبح کو صحابہ سے پوچھا تو سبنے کہا تم امام ہو جو چاہو
کرو۔ جناب امیرؑ نے کہا جب تک چار گواہ نہ ہوں گے تمھارا دیکھنا کافی نہ ہوگا۔ دو مرتبہ حضرت عمر نے اسکو دریافت
کیا صحابہ وہی کہتے رہے اور جناب امیر وہ کہتے رہے جس پر شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ امام غزالی کہتے ہیں کہ
عمر اس مسئلہ میں متردد رہے (۱۰) آپکے پاس ایک شخص لایا گیا جس نے کسی کو قتل کیا تھا۔ مقتول کے بعض اولیا نے
قاتل کو معاف کردیا تو بھی آپنے حکم قتل جاری کیا تب ابن مسعود نے کہا اُس خون کا حق سب کو تھا جب بعض نے
معاف کردیا تو تم کیوں قتل کرتے ہو لہذا اُسکی دیت دینا چاہیئے (۱۱) ایک صحابی نے ایک ذمی کو مارا تو عمر نے چاہا
قصاص جاری کریں تو زید بن ثابت نے کہا غلام کے عوض آزاد سے قصاص لیا جاویگا لہذا اسکی دیت دو (۱۲)
آپنے باپ بیٹے میں بھی قصاص جاری کرنا چاہا تو معاذ نے کہا باپ بیٹے میں قصاص نہیں ہے (۱۳) زینب بنت جحش
زوجہ رسول اللہ صلعم نے انتقال کیا تو عمر نے چاہا ان کو خود قبر میں اُتاریں ازواج نبی نے منع کیا اور کہا وہی قبر میں اُتار
سکتا ہے جو اُسکا محرم ہو (۱۴) انبیاء کے نام پر نام رکھنا آپ ناجائز جانتے تھے چنانچہ ابو عیسیٰ۔ ابو یحییٰ وغیرہ پر اعتراض
کیا تو اُن دونوں نے کہا خود رسول اللہ صلعم نے ہماری یہ کنیت رکھی ہے (۱۵) حضرت ابو بکر عمر کے پاس کچھ مال تقسیم
سے بچ گیا تو صحابہ نے کہا اسکو وقت حاجت کے لیے جمع رکھنا چاہیئے لیکن جب جناب امیرؑ سے پوچھا تو فرمایا اسکو بھی تقسیم
کردینا چاہیے چنانچہ ایسا ہی ہوا (۱۶) نماز کے رکعات میں شک ہونے کا مسئلہ بھی آپ کو نہ معلوم تھا تو عبدالرحمن بن
عوف نے بتایا (۱۷) آپنے حالت صوم میں ایک لونڈی سے مباشرت کی تو صحابہ سے پوچھا کیا کیا جاوے سب ساکت
ہوگئے کہ یہ تو نہایت عظیم امر ہے۔ تب جناب امیر سے پوچھا حضرتنے فرمایا وہ تیری لونڈی حلال تھی روزہ کا قضا
کردو اور کفارہ ادا کردو (۱۸) آپ کو حالت احرام میں بیضۂ شتر مُرغ توڑنے کا حکم نہیں معلوم تھا تو جناب امیرؑ نے بتایا
(۱۹) ایک شخص کا ہاتھ اور پیر جرم سرقہ میں کٹ چکا تھا تیسری بار آپنے پیر کاٹنے کا حکم دیا تو جناب امیرؑ نے منع کیا اور
کہا یا تعزیر اُسپر جاری کردو یا قید کردو (۲۰) آپ کو لونڈی کے طلاق کا حکم معلوم نہ تھا تو جناب امیرؑ نے بتادیا (۲۱) آپ کو
یہ نہ معلوم تھا کہ کسی کا گھر زبردستی داخل مسجد کرلینا کیسا ہے تو ابی بن کعب نے بتایا یہ واقعہ قصہ حضرت عباس کا ہے
(۲۲) آپ کو یہ نہ معلوم تھا کہ دختران سلاطین کے ساتھ کس طرح برتاؤ کرنا چاہیئے جناب امیرؑ نے بتایا (۲۳) آپ

یہ نہ معلوم تھا کہ دختران سلاطین کے ساتھ کس طرح برتاؤ کرنا چاہیے جناب امیرؑ نے بتایا (۲۳) آپ کو یہ نہ معلوم تھا کہ عورتوں کو کتنے دنوں کے بعد مرد کی خواہش ہوتی ہے تو جاکر اپنی صاحبزادی حفصہ زوجہ رسول اللہ صلعم سے دریافت کیا (۲۴) آپ کو یہ بھی نہ معلوم تھا کہ مجرد دخول سے غسل جنابت واجب ہوتا ہے اگرچہ انزال نہ ہو جناب امیرؑ نے بتایا (۲۵) آپ کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ بچوں کی حضانت ماں سے متعلق ہوتی ہے چنانچہ آپنے اپنی ایک زوجہ کو طلاق دیا تو اُس سے بچہ چھیننے لگے مگر ابو بکر نے سمجھایا کہ حق حضانت ماں سے متعلق ہے (۲۶) ایک عورت کے چھ مہینے پر بچہ ہوا تو آپنے اُسکو رجم کرنا چاہا جناب امیرؑ نے آیہ حملہ وفصلہ ثلاثون شہرا کی تلاوت فرماکر اس مسئلہ کو سمجھایا (۲۷) آپ کو یہ بھی نہ معلوم تھا کہ مجوس سے جزیہ کس قدر لینا چاہیے تو عبدالرحمن بن عوف نے حدیث رسول سُنائی (۲۸) آپ کو یہ بھی نہ معلوم تھا کہ عورت اپنے شوہر کے دیت سے حصہ پاسکتی ہے یا نہیں (۲۹) آپ کو دیت اصابع کا حکم بھی نہیں معلوم تھا (۳۰) آپ کو میراث عمہ کا حال نہیں معلوم تھا اسپر بھی ایک کتاب اسکی تحقیقات میں تصنیف کی مگر آخر بکمال شرمندگی پانی سے دھو ڈالا اور کہا اگر خدا اس تصنیف سے راضی ہوتا تو باقی رکھتا (۳۱) آپ کو کلالہ نہ معلوم تھا جس کا حکم قرآن میں ہے (۳۲) آپنے ایک شخص سے صحیح وسالم گھوڑا خریدا اور دوسرے شخص کو اُسپر سوار کیا جس کے بعد وہ گھوڑا مر گیا تو آپنے اُس گھوڑے کی قیمت دینے سے انکار کیا آخر شریح قاضی نے فیصلہ کیا کہ قیمت آپ پر لازم ہے (۳۳) ایک شخص سے اونٹ خریدا تو چاہا اُسکا پالان بھی اُسی قیمت میں لے لیں حالانکہ اُسکا کوئی معاہدہ نہیں ہوا تھا آخر بہ تعلیم جناب امیر عمر کو پالان سے باز آنا پڑا (۳۴) آپنے حجر اسود کو دیکھ کر کہا یہ پتھر ہے جو نہ نفع پہونچا سکتا ہے نہ ضرر تب جناب امیرؑ نے حدیث رسول صلعم سُنایا جس پر عمر نے کہا اعوذ باللہ ان اعیش فی قوم لست فیھم یا اباحسن یعنی اے ابوالحسن میں خدا سے پناہ چاہتا ہوں ایسی قوم میں رہنے سے جسمیں آپ نہ ہوں (۳۵) دو عورتوں میں ایک لڑکے اور ایک لڑکی کی نسبت تکرار تھی دونوں لڑکے کی مدعی تھیں اور لڑکی سے انکار کرتیں اس واقعہ سے حضرت عمر اسقدر پریشان ہوئے کہ کسی طرح حل نہ کرسکے صحابہ سے پوچھتے ہیں تو وہ کہتے ہیں آپ خلیفہ ہیں۔ خلیفہ غصہ ہوتے ہیں کہ خدا کے لئے اس کو حل کرو آخر جناب امیرؑ کے پاس آتے ہیں اور آپ زمین سے ایک تنکا اُٹھا کر فرماتے ہیں کہ اسکا فیصلہ تو اس سے بھی زیادہ آسان ہے۔ آخر دونوں کا دودھ تلوا کر فیصلہ کردیا کہ اسکا لڑکا ہے اور اسکی لڑکی ہے جس پر حضرت عمر نے کہا یا ابا الحسن لا ابقانی اللہ لشدیدۃ لست لھا یا ابو الحسن! خدا ہم کو کسی ایسی مصیبت کے وقت تک باقی نہ رکھے جسکو دفع کرنے کے لئے آپ نہ موجود ہوں (۳۶) ایک عورت کے ایک لڑکا ہوا جس کی دوہری خلقت تھی دو پیٹ چار ہاتھ دو سر دو شرمگاہ۔ اسکا فیصلہ حضرت عمر کو

نہ معلوم تھا تو جناب امیرؑ نے اسکا فیصلہ کیا جو نہایت طولانی قصہ ہے (۳۷) دو شخص بیٹھے تھے کہ ایک قیدی کا گزر ہوا
جس کے پیر میں وزنی بیڑیاں تھیں ایک نے کہا اس بیڑی کا وزن اسقدر ہے ورنہ میری عورت کو طلاق ہو دوسرے نے کہا
کہ نہیں اُسکا وزن اسقدر ہے ورنہ میری زوجہ طالق ہے اب اسکا حل کیونکر ہو کیونکہ قیدی نے بھی قسم کھالی تھی کہ بیڑی
پیر سے جُدا نہیں کروں گا آخر یہ قضیہ حضرت عمر کے پاس گیا تو وہ بھی حل کرنے سے عاجز رہے آخر جناب امیرؑ کے پاس
یہ قضیہ گیا اور آپ نے اُسکو اسطرح حل کیا کہ ایک ظرف میں پانی منگوایا اور بیڑیاں اسمیں گرائی گئیں جس سے پانی کا
مقدار بڑھا وہاں نشان کر دیا گیا۔ پھر اُسی مقدار کا لوہا ڈالا گیا کہ اُس مقدار تک اُسکا حجم بڑھا ان لوہوں کو تلوا کر
فرمادیا اسقدر وزن ہے (۳۸) بادشاہ روم نے چند مسائل دریافت کئے تو حضرت عمر سے جواب نہ ہو سکا جناب امیرؑ
نے لکھوا دیا (۳۹) پھر دوسری روایت زین الفتی میں ہے جسمیں چند مسائل اور دریافت کئے تھے (۴۰) نجران کا ایک
پادری خدمت خلیفہ دوئم میں آیا اور سوال کیا مگر آپ جواب نہ دے سکے آخر جناب امیرؑ نے جواب دیا (۴۱) قصص الانبیا
ثعلبی میں بھی ایک طولانی روایت اسکی ہے کہ جناب امیرؑ نے اُن مسائل کا جواب دیا (۴۲) آپ کو اسکا حکم بھی نہ معلوم
تھا کہ غلام کئے عقد کر سکتا ہے جناب امیرؑ نے بتایا (۴۳) عمرہ کرنے کی جگہ بھی آپ کو نہ معلوم تھی جناب امیرؑ نے بتایا
(۴۴) آپ کو یہ بھی نہ معلوم تھا کہ قبل طواف عطر کا لگانا جائز ہے جناب امیرؑ نے تعلیم فرمایا (۴۵) آپ کو ربا کا بھی حکم
معلوم نہ تھا (۴۶) آپ یہ بھی نہ جانتے تھے کہ مومن کو مومن کہنا جائز ہے (۴۷) آپ کو رنگین چادروں کی طہارت بھی
نہ معلوم تھی جو عہد رسول اللہ صلعم میں مستعمل ہوتیں تو ابی ابن کعب نے بتایا (۴۸) آپ کو خود رسول اللہ کا حلیہ بھی
نہ معلوم تھا جسے جناب امیرؑ نے بتایا (۴۹) آپ کو حد استیذان بھی نہ معلوم تھا چنانچہ ابوموسیٰ اشعری پر بگڑے تو
ابو سعید خدری نے آکر بتایا (۵۰) آپ کو یہ بھی نہ معلوم تھا کہ رسول اللہ نماز عید میں کون کون سورے پڑھتے تھے۔

یہ پچاس مسائل مختصر طور پر تشئید المطاعن سے اس غرض سے نقل کئے گئے کہ معلوم ہو خلیفہ ثانی صاحب باایں ہمہ
دعوے ہمہ دانی ان سے جاہل تھے جس سے بخوبی معلوم ہوا کہ جناب امیرؑ نے اپنے قول و یکثر العثار فیھا میں انھیں
امور کی طرف اشارہ فرمایا ہے

قولہ فمنی الناس لعمر اللہ بخبط و شماس یعنی اس خلافت ثانیہ میں مسلمانوں کی ایسی حالت ہو گئی جیسے
کوئی اُس اونٹ پر سوار ہو جو مزاج میں نہایت شریر ہو اور جس کی رفتار سیدھی نہ ہو کبھی ٹیڑھا چلے کبھی سیدھا کبھی بے راہ
چلے کبھی راہ پر۔ اسکی تفصیل کا تو موقع نہیں مگر صرف ایک مسئلہ میراث جد کو لیجئے کہ حضرت عمر نے اسمیں سو طرح کا حکم دیا
چنانچہ اسکی تفصیل تشئید المطاعن صفحہ ۹۶۲ میں بخوبی مذکور ہے فتح الباری میں ہے عن عبیدۃ بن عمرو قال انی حفظت

عن عمر فی الجد مائة قضية كلها ينقض بعضها بعضا یعنی عبیدہ بن عمرو کہتے ہیں کہ مجھے جد کے میراث
میں عمر کے سو حکم یاد ہیں جو سب کے سب ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ توضیح فی شرح جامع الصحیح میں بھی ہو قال
عبیدة السلمانی انی لاحفظ عن عمر فی الجد مائة قضية كلها ينقض بعضها بعضا۔ یہی عبارت
قسطلانی شرح بخاری اور طبقات ابن سعد میں بھی ہے جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ زمانہ مسلمانوں کے لیے کیسا
سخت اور جانکاہ تھا کہ ایک مسئلہ میں سو طرح کا حکم ملتا ہے۔ طرہ یہ ہے کہ یہ حدیث بھی روایت کرتے ہیں جیسا کہ
کنز العمال میں ہے عن سعید بن المسیب عن عمر قال سألت النبی کیف قسم الجد قال ما سؤالك عن
ذلك يا عمر انی اظنك ان تموت قبل ان تعلم ذلك قال سعید بن المسیب فمات عمر قبل ان یعلم
ذلك کہ سعید بن المسیب روایت کرتا ہے کہ عمر نے کہا میں نے رسول اللہ صلعم سے دریافت کیا کہ جد کی میراث کیونکر تقسیم
ہوگی تو آنحضرت صلعم نے فرمایا عمر! اسکے متعلق تم کیا پوچھتے رہتے ہو میں دیکھتا ہوں کہ تم مر بھی جاؤ گے اور یہ مسئلہ تم کو
نہ آئے گا۔ سعید بن المسیب کہتا ہے کہ واقعی عمر مر گئے لیکن یہ مسئلہ نہ سمجھ سکے۔ اگر خیال اختصار نہ ہوتا تو صدہا ایسے
واقعات دکھائے جا سکتے تھے جن سے جناب امیر کے اس قول کی تصدیق ہوتی کہ اس خلافت کی بدولت مسلمان کس
مصیبت میں مبتلا تھے کیونکہ ایک طرف قرآن تھا جو تمام ملک میں رائج تھا کہ ہر شخص کو تھوڑا بہت یاد تھا دوسری طرف
خود احادیث رسول اللہ تھیں جن کے راوی اور ناقل صدہا نہیں بلکہ ہزارہا صحابی ہیں تیسری طرف خلفائے ثلاثہ کے فتاوے
ہیں جو سب کے خلاف ہیں۔ تعمیل حکم میں تو کسی کو عذر رہی نہیں کیونکہ بر سر حکومت ہیں مگر تطبیق قرآن و حدیث میں وہ الجھن ہے
کہ سنوں کاغذ سیاہ ہو گئے اور کوئی بات بنتی نہیں۔ یہاں تک کہ آخر اقرار کرنا پڑا کہ ہر مجتہد کو اختیار ہے کہ دوسرے کے
خلاف کرے جسکا مطلب یہ ہوا کہ رسول اللہ صلعم بھی مجتہد تھے خلفا بھی مجتہد تھے لہذا اگر مخالفت کی تو کیا حرج ہے
چنانچہ علامہ قوشجی شرح تجرید میں بجواب طعن حی علی خیر العمل لکھتے ہیں فان مخالفة المجتهد لغيره فی المسائل
الاجتهادية ليس بقدح ایسا ہی شمس الدین اصفہانی اور تفتازانی نے بھی لکھا ہے (تشئید المطاعن صفحہ ۱۸۸۵)
یعنی ایک مجتہد کی مخالفت دوسرے مجتہد سے مسائل اجتہادیہ میں باعث قدح نہیں ہے۔ غالباً اسی طرف علامہ ابن
ابی الحدید بھی اسمیں اشارہ کرتے ہیں ویمکن ان یکون من ههنا للتعليل والسببية ای ویکثر اعتذار الناس
عن افعالهم وحركاتهم لاجلها۔ یعنی جناب امیر نے جو فرمایا ویکثر العثار فیها والاعتذار منها تو منها کا
من ہو سکتا ہے کہ تعلیل و سببیت کے لئے ہو کہ لوگوں کا عذر کرنا ان کے افعال و حرکات کے سبب سے بڑھ گیا۔ جس کی
تصدیق ملاحظہ کتب مناظرہ سے بخوبی ہو سکتی ہے کہ شیعہ و سنی کے تمامتر مناظرات اسی اصول پر ہیں کہ شیعہ خلفائے ثلاثہ کی

مخالفت قرآن و حدیث سے دکھاتے ہیں اور اہلسُنّت صدہا قسم کے عذر پیش کرتے ہیں جس سے اکثر اوقات قرآن و حدیث
میں تحریف کرنی پڑتی ہے اور آخر میں جب سب سے عاجز آتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ ایک مجتہد کو دوسرے مجتہد سے مخالفت
جائز ہے۔ اب حضرت کے کلام کی تصدیق میں تو کوئی عذر ہی نہیں ہو سکتا جو حضرت فرماتے ہیں اس طبیعت کا آدمی
مثل اُس شتر سرکش اور بدمست و شریر کے ہے جس پر کبھی سواری نہیں ہوئی اور وہ ابھی رام نہیں ہوا۔ اگر نکیل دے کر
مُہار کھینچتے ہیں تو وہ اپنی شرارت سے اپنی ناک کو زخمی کرتا ہے اور اگر مُہار چھوڑ دی جاتی ہے تو پھر اُسکا اختیار ہے جہاں
چاہے لے جائے جہاں چاہے گرائے خواہ جنگل ہو یا بیابان آگ ہو یا پانی۔ جناب امیرؑ فرماتے ہیں کراکب الصعبہ
یعنی وہ سرکش اونٹ جس پر سوار ہونا نہایت دشوار ہو۔ علامہ ابن ابی الحدید حضرت عمر کے وصف میں لکھتے ہیں" عمر
بہت ہی سخت اور نہایت پُر ہیبت شخص تھے اور سیاست میں بہت سخت کہ کسی کا خیال نہ کرتے نہ شریف کا نہ
رذیل کا۔ بزرگان صحابہ اُن سے بچتے رہتے اور ملاقات کرنا تک پسند نہ کرتے۔ حضرت ابن عباس نے جب مسئلہ عول کے
ناجائز ہونے کا فتوے دیا تو کسی نے کہا عمر کے زمانہ میں کیوں نہ یہ فتوے دیا تو کہا اُن کے خوف کے مارے کیونکہ وہ
خوفناک شخص تھے۔ اسی طرح ایک عورت عمر کے سامنے آئی جو حاملہ تھی تو عمر کے خوف کے مارے اُسکا حمل ساقط
ہو گیا مردہ لڑکا ساقط ہوا جس پر آپ نے صحابہ سے استفسار کیا تو سب نے کہا تم پر کوئی حرج نہیں کیونکہ تم تو ادب دینے
والے تھے لیکن جناب امیرؑ نے فرمایا اگر انھوں نے تمھارے خیال سے ایسا فتوے دیا تو سب نے تم کو دھوکا دیا اور
اگر یہی اُن کا اجتہاد تھا تو سب نے خطا کی (کیا اس سے صحابہ کا اجماع خطا پر اور خلاف حق کہنا نہیں ثابت ہوا) تم پر
ایک غلام کا آزاد کرنا ضرور ہے چنانچہ حضرت عمر اور سب صحابہ نے حضرت کے قول کی طرف رجوع کیا۔ یہی عمر وہ شخص ہیں
جنھوں نے حضرت ابوبکر کی بیعت کو مستحکم کیا اور مخالفین کو دبایا۔ آپ ہی نے زبیر کی تلوار کو توڑ ڈالا تھا جب
اُنھوں نے کھینچا تھا اور مقداد کو دھکا دیا اور سعد بن عبادہ کو کچل ڈالا اور کہا اسکو قتل کر دو اور جناب ابن منذر
کی ناک کو توڑ ڈالا اور بنی ہاشم سے جن لوگوں نے خانہ جناب سیدہ میں پناہ لی تھی اُنھیں ڈرا دھمکا کر باہر نکالا
پس اگر آپ نہ ہوتے تو نہ حضرت ابوبکر کی بیعت کی جاتی نہ اُن کی خلافت قائم ہوتی"۔ حضرت عمر کی سیاست کے
ذکر میں علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں" سب سے پہلے جو عمر نے درہ مارا ہے وہ ام فردہ بنت ابی قحافہ خواہر ابوبکر کو کہ
ابوبکر کے مرنے پر عورتیں رونے لگیں تو عمر نے چند بار منع کیا مگر کسی نے نہ مانا تب ام فردہ خواہر ابوبکر کو اُن سب کے
درمیان سے باہر نکالا اور درہ چلایا جس کے بعد وہ سب بھاگیں اور متفرق ہوئیں۔ چنانچہ مشہور ہے کہ عمر کا دُرّہ
حجاج بن یوسف کی تلوار سے بھی زیادہ ہیبت ناک تھا"۔ پھر لکھتے ہیں" عمر ہی وہ شخص ہیں جنھوں نے جبلہ بن ایہم کو

نہایت درجہ غلظت کی یہاں تک کہ اُس نے مدینہ چھوڑ دیا بلکہ تمامی بلاد اسلامیہ سے جلا وطن ہوگیا اور آخر اسلام سے مرتد ہو کر نصرانی ہوگیا اسکے ساتھ ساٹھ ہزار کا قبیلہ تھا جو سب کا سب نصرانی ہوگیا اور مدتوں مسلمانوں سے لڑتا رہا جسمیں ہزاروں بلکہ لاکھوں مسلمانوں کا خون ہوا۔

قولہ فصبرت علی طول المدۃ وشدۃ المحنۃ۔ خلیفہ دوم صاحب کے متعلق حضرت کا یہ آخری فقرہ ہے جسمیں فرماتے ہیں کہ ہم نے اس طویل مدت اور شدید محنت پر صبر کیا اسلئے کہ خلیفہ دویم کی خلافت دس برس رہی ہے برخلاف خلیفہ اول کے جن کی خلافت ڈھائی سال رہی۔

قولہ حتی اذا مضی لسبیلہ۔ یہاں سے حضرت نے دور عثمانی کا تذکرہ شروع کیا کہ جب حضرت عمر بھی جانے لگے تو انھوں نے اس خلافت کو ایک ایسی جماعت کے حوالہ کیا جس کی نسبت یہ گمان کیا کہ میں بھی ایک اُنھیں سے ہوں۔ یہ اشارہ ہو قصہ شوریٰ کی طرف جو بہت مشہور واقعہ ہے اور آئندہ بتفصیل مذکور ہوگا۔

قولہ فیا للہ وللشوریٰ۔ اسمیں للہ کا لام مفتوح ہو اور للشوریٰ کا لام مکسور کیونکہ اللہ سے استغاثہ ہو اور شوریٰ مکسور اس سبب سے کہ اسکا استغاثہ ہو یعنی اسکی فریاد ہے۔ ظاہر مقصود یہ ہو کہ خداوندا اس شوریٰ کو دیکھ کہ اس کو تیرے احکام میں کیا دخل کیونکہ خلافت تو نیابت نبی ہو جس کو نبی ہی مقرر کرسکتا ہو پس اسمیں شوریٰ پنچایت کو کیا دخل۔

قولہ متی اعترض الریب فی یعنی جب لوگوں نے خلیفہ اول کو خلیفہ بنایا تو اُس وقت میری حقیت میں کب شک ہوا تھا جو اب میری یہ بے عزتی کی جاتی ہو کہ ان لوگوں کے برابر قرار دیا جاتا ہوں۔ پس جس طرح پہلے مجھ پر ظلم کیا گیا کہ میری موجودگی میں حضرت ابو بکر خلیفہ بنا دیے گئے اُسی طرح اب یہ ظلم ہوا کہ مجھ کو ان لوگوں کا ہمسر قرار دیا۔

قولہ لکنی اسففت اذا اسفوا۔ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں واسف الرجل اذا دخل فی الامر الدنی۔ اصلہ من اسف الطائر اذا دنا من الارض فی طیرانہ یعنی اسف کا استعمال وہاں ہوتا ہو جہاں کسی امر ذلیل میں انسان داخل ہو جو ماخوذ ہی اسف الطائر سے کہ یہ اُسوقت کہا جاتا ہو جب طائر اُڑنے میں زمین سے قریب ہو۔ یہاں چونکہ یہ اعتراض ہوسکتا تھا کہ کوئی کہے جبکہ ذات اقدس ایسی تھی کہ اُسکی حقیت میں بہ مقابلۂ خلیفہ اول بھی کسی طرح کا شک و شبہہ نہ تھا تو آپنے اُن کی شرکت کیوں قبول فرمائی اسی کا جواب یہ حضرت دیتے ہیں جس کی شرح میں علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں ثم تعجب من ذلک فقال متی اعترض الشک فی مع ابی بکر حتی اقرن بسعد بن ابی وقاص عبدالرحمٰن ابن عوف وامثالھما لکنی طلبت الامر وھو موسوم بالاصاغر منھم کما طلبتہ اولا وھو موسوم باکابرھم یعنی حضرت نے اس سے تعجب کیا کہ جب بہ مقابلہ

ابوبکر ہماری حقیقت میں کسی طرح کا اعتراض نہ تھا تو پھر اسوقت سعد بن ابی وقاص اور عبدالرحمٰن بن عوف وغیرہ شامل کیوں کئے گئے مگر میں نے ہر طرح اپنے حق کو طلب کیا چھوٹوں کے ساتھ بھی اور بڑوں کے ساتھ بھی یعنی یہ میرا حق ہے تو پھر اس کے طلب میں مجھے کسی طرح ننگ و عار نہیں خواہ میرا مدمقابل جلیل القدر شخص ہو جیسا کہ حضرت ابوبکر سمجھے جاتے یا چھوٹے لوگ ہوں جیسے سعد بن ابی وقاص وغیرہ۔

قولہ فصغی رجل منھم لضغنہ۔ یہاں سے حضرت نے شوریٰ کی حقیقت ظاہر کی کہ یہ شوریٰ جو چھ آدمیوں کا قرار پایا تھا اُن میں سے دو تو اس وجہ سے ہمارے خلاف ہو گئے کہ اُن میں ایک شخص سعد تھا اُس کے دل میں مجھ سے کینہ تھا اور دوسرا عبدالرحمٰن بن عوف جناب عثمان کا بہنوئی تھا کیونکہ ام کلثوم بنت عقبہ ابن ابی معیط جو حضرت عثمان کی مادری بہن تھی وہ عبدالرحمٰن بن عوف کی زوجہ تھی اسی سبب سے عبدالرحمٰن جناب عثمان کے طرفدار ہو گئے جس کی تفصیل یہ ہے کہ جناب عثمان کی ماں کا نام اروی بنت کریز تھا پہلے وہ عفان پدر جناب عثمان خلیفہ ثالث کی زوجہ تھی جس سے حضرت عثمان پیدا ہوئے۔ بعدہٗ اُس نے عقبہ ابن ابی معیط سے نکاح کر لیا جس سے ام کلثوم پیدا ہوئی جس کا نکاح عبدالرحمٰن بن عوف سے ہوا۔ ان دونوں کے اتفاق سے خلافت کا جناب امیرؑ کے ہاتھ سے نکلنا ایسا یقینی تھا کہ حضرت امیرؑ نے قبل واقعہ ہی اسکی خبر دیدی تھی چنانچہ جب حضرت عباس سے ملاقات ہوئی ہو تو فرمایا "چچا اس دفعہ بھی خلافت نکل گئی" پوچھا "کیونکر معلوم ہوا" تو فرمایا "میرے ساتھ عثمان کو بھی شریک کیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اگر دو دو آدمی ایک شخص کو منتخب کریں تو اُس طرف خلافت ہوگی جدھر عبدالرحمٰن بن عوف ہوں پس ظاہر ہے کہ عبدالرحمٰن تو عثمان ہی کا ساتھ دیں گے کیونکہ اُن کے بہنوئی ہیں اور سعد بن ابی وقاص عبدالرحمٰن کو نہ چھوڑیں گے پھر اگر دو آدمی میرے ساتھ ہوں بھی تو کیا فائدہ "۔ اس واقعہ کی تفصیل بنابر تحریر علامہ ابن الحدید یہ ہے (از شرح ابن ابی الحدید مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۶۲) کہ جب حضرت عمر کو ابو لولو نے زخمی کیا اور اُن کو اپنی موت کا یقین ہوا تو اسمیں مشورہ کرنے لگے کہ میرے بعد کون خلیفہ بنایا جائے کسی نے کہا کہ اپنے فرزند عبداللہ کو بناؤ جس پر عمر نے کہا خدا نہ کرے کہ وہ خلیفہ ہو دو آدمی اولاد خطاب سے خلیفہ نہیں ہو سکتے عمر ہی کافی ہے۔ میں زندگی اور موت دونوں میں اس کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ پھر کہا رسول اللہ نے جب وفات پائی تو وہ قریش کے ان چھ آدمیوں سے راضی تھے (اس سے معلوم ہوا کہ باقی صحابہ سے حضرت ناراض تھے تو پھر نہ معلوم شیعوں پر کیوں اعتراض کیا جاتا ہے جو وہ اکثر صحابہ کے ارتداد کے قائل ہیں ۱۲ مولف) علی۔ عثمان۔ طلحہ۔ زبیر۔ سعد اور عبدالرحمٰن بن عوف (مگر افسوس آگے چل کر پھر حضرت کی ناراضگی کو بھی اس سے بیان کرتے ہیں ۱۲ مولف) لہٰذا

میری رائے ہے کہ خلافت کو ان لوگوں میں شوریٰ قرار دوں کہ وہ جس کو چاہیں منتخب کریں۔ پھر کہا کہ میں کسی کو خلیفہ
بناؤں تو یہ بھی ہو سکتا ہے کیونکہ مجھ سے بہتر شخص (ابوبکر) نے خلیفہ بنایا ہے اور اگر نہ بناؤں تب بھی کوئی حرج نہیں
کیونکہ مجھ سے بہتر شخص (رسول اللہ) نے خلیفہ نہیں مقرر کیا (مگر یہ بالکل افترا ہے ۱۲ مولف) پھر سب کو اس حالت
حالت میں بلوایا کہ وہ دم توڑ رہے تھے سب کو دیکھ کر کہا تم سب کو اسکی طمع ہے کہ میرے بعد خلیفہ ہو۔ اس کے جواب
میں سب خاموش رہے پھر دوبارہ سوال کیا تو زبیر نے جواب دیا آخر ہم کس بات میں تم سے کم ہیں کہ تم تو خلیفہ بنے اور
ہم نہ ہوں؟ نہ قریشی ہونے میں تم سے کم ہیں نہ قرابت میں نہ سابقہ میں (سبقت میں بھی یہ بڑھے ہوئے ہیں کیونکہ
عمر کے پہلے اسلام لائے ۱۲ مولف) عمر نے کہا میں تم لوگوں کے کچھ حالات بیان کروں سب نے کہا کہو کیونکہ اگر ہم لوگ
منع بھی کریں گے تو تم نہ مانوگے۔ عمر نے کہا اے زبیر تو وعق نفس (تنگ دل بدمزاج) ہی خوشی کے وقت مومن اور غضب کے
وقت کافر ایک روز انسان تو دوسرے روز شیطان۔ اگر تجھے خلافت ملے تو ایک مد (پون سیر) جو پر دن بھر مار پیٹ کرتا
رہے اب بتاؤ کہ اگر خلافت تمھیں ملے تو رعایا کا کیا حال ہوگا اس دن جس روز تم شیطان بن جاؤگے اور تمھارے
غضب کے روز لوگوں کا پناہ کون ہوگا ہرگز خدا تمھیں ان صفات پر خلافت نہ دے گا۔ پھر طلحہ کی طرف متوجہ ہوئے
(جن سے ان کو پہلے سے بغض تھا کیونکہ انھوں نے ابوبکر سے کہا تھا کہ عمر کو خلیفہ نہ کرو) پس پوچھا کہوں میں کچھ کہوں یا چپ
رہوں طلحہ نے جواب دیا کہو کیونکہ میں جانتا ہوں تمھارے منھ سے کبھی کلمہ خیر نہ نکلے گا (یہاں اس حدیث اہلسنت کو یاد
کرنا چاہیے الحق ینطق علی لسان عمر کہ عمر کی زبان پر کلمہ حق جاری رہتا ہے اور یہاں حضرت طلحہ فرماتے ہیں
فانک لا تقول من الخیر شیئا کہ تمھاری زبان پر کبھی کلمہ خیر آئے گا ہی نہیں ۱۲ مولف) اس پر عمر نے کہا اے طلحہ میں تم کو
اس روز سے جانتا ہوں کہ جنگ احد میں جب تمھاری انگلی کو زخم پہونچا تو اس روز سے تمھارا دماغ (بوجہ غرور) بگڑ گیا
حالانکہ رسول اللہ نے ایسی حالت میں انتقال فرمایا کہ وہ تم سے ناراض تھے بوجہ اس کلمہ کے جو تم نے روز نزول آیہ
حجاب کہا تھا (یہاں اس اختلاف بیانی کو دیکھیے کہ شروع میں کہا تھا رسول اللہ ان چھ آدمیوں سے راضی گئے اور
یہاں کہتے ہیں کہ رسول اللہ مرتے وقت تم سے ناراض رہے ۱۲ مولف) شیخ ابوعثمان جاحظ کہتے ہیں کہ وہ کلمہ طلحہ کا یہ
تھا کہ جب آیہ حجاب نازل ہوا تو طلحہ نے کہا حضرت کو اس پردہ داری سے کیا فائدہ ہوگا کیونکہ حضرت کل مرجائیں گے
اور ہم آپکے ازواج سے نکاح کرلیں گے (اسی کلمہ سے حضرت ناراض رہے بلکہ خدا بھی ناراض رہا کہ حکم ممانعت نکاح بعد
از وفات رسول اللہ نازل کیا) ابوعثمان کہتے ہیں اگر کوئی عمر سے یہ سوال کرتا کہ پہلے تو تم نے کہا تھا کہ رسول اللہ ان چھ
آدمیوں سے ناراض تھے اور اب یہ کہتے ہو کہ حضرت طلحہ سے بوجہ اس کلمہ کے ناراض گئے تو عمر کا کیا حال ہوتا؟ مگر

کون تھا جو ایسی جراٴت کرتا۔ پھر سعد بن ابی وقاص سے کہا کہ تم صرف جنگ و پیکار تیر کمان نیزہ کے کام کے ہو پھر
عبدالرحمٰن بن عوف سے کہا کہ خلافت کے لائق ایسا شخص نہیں ہو سکتا جسمیں تمھارا سا ضعف (رائے) ہو علاوہ بریں
تمھارے قبیلہ زہرہ کو خلافت سے کیا تعلق۔ پھر حضرت علیؑ سے کہا خدا گواہ ہو پس تم ہی اس کام کے تھے اگر تم میں مزاح
نہ ہوتا (حالانکہ یہ وہ صفت ہے جو رسول اللہ میں سب سے زیادہ تھی ۱۲ مولف) خدا کی قسم اگر تم اُن کے والی ہو تو ضرور
حق واضح اور کشادہ پر اُن کو لے چلو مگر ہائے تدبیر ایسی کی کہ کبھی خلافت نہ ملے ۱۲ مولف) پھر عثمان کی طرف متوجہ ہوئے
اور کہا خوش ہو میں دیکھ رہا ہوں کہ قریش نے تمھاری گردن میں قلادہ خلافت ڈالا ہے کیونکہ سب کو تم سے محبت ہے اور
تم نے بنی امیہ و بنی ابی معیط کو لوگوں کی گردنوں پر سوار کر دیا ہے اور مال غنیمت و خراج جو کچھ آتا ہو وہ اُن کو دیتے
ہو جس پر بہت سے بھیڑیے عرب کے آتے ہیں اور تجھے تیرے فرش پر ذبح کرتے ہیں قسم خدا کی اگر ایسا کریں گے تو تم ضرور
کروگے اور تم کروگے تو وہ بھی ضرور کریں گے (یہ پیشین گوئی آپنے اس سبب سے کی کہ کعب الاحبار ایک بڑا جوتشی تھا جو
یمن کے یہودیوں کا بڑا عالم اور حضرت عمر کا بڑا یار غار تھا اُس نے از راہ علم نجوم کل واقعات کی خبر عمر کو دیدی تھی ۱۲ مولف)
اس کے بعد حضرت عمر نے اہل شورے سے کہا اگر تم مدد کروگے اور ایک دوسرے کا معین و خیر خواہ و ناصح رہے گا تو
تم بھی کھاؤ گے اور تمھاری اولاد بھی اور اگر باخود حاسد کروگے اور ایک دوسرے کی مدد نہ کرے گا تو معویہ بن
ابی سفیان تم سب پر دوڑ پڑے گا اور غالب آجائے گا۔ اس کے بعد ابوطلحہ انصاری سے کہا کہ ہمارے دفن ہونے پر
تم پچاس ہتھیار بند انصاریوں کو حاضر کرنا اور ان چھ آدمیوں کو جمع کر کے کہنا کہ خلافت کا جلد فیصلہ کر ڈالیں سب کو
ایک مکان میں جمع کرنا اور اپنے اصحاب کے ساتھ تم دروازہ پر تلواریں لئے کھڑے رہنا پس اگر پانچ آدمی ایک رائے
ہوں اور ایک شخص اُن کے خلاف تو اُسکو قتل کر دینا اور اگر چار ایک طرف اور دو ایک طرف تو ان دو کو قتل کر دینا
اور اگر تین ایک طرف اور تین دوسری طرف ہوں تو جن تین میں عبدالرحمٰن بن عوف ہوں اُن سے موافق دوسرے تین
ہو جائیں تو خیر ورنہ ان تین آدمیوں کو قتل کر دینا اور اگر تین روز گزر جائیں اور باخود ہا اتفاق نہ ہو تو ان چھ
آدمیوں کو قتل کر دینا اور مسلمانوں کو چھوڑ دینا جس کو چاہیں منتخب کریں۔ پس جب دفن عمر سے فراغت ہوئی تو
ابوطلحہ نے سب کو ایک جگہ جمع کیا اور تلوارے کر دروازہ پر کھڑے ہوگئے۔ اب شورے میں سب سے پہلے طلحہ نے لوگوں کو
گواہ کر کے اپنا حق عثمان کو دے دیا تاکہ عثمان کا پہلو قوی ہو جائے اور جناب امیر ضعیف ہو جائیں یہ دیکھ کر زبیر کو
خاندانی حمیت نے اس پر مجبور کیا کہ اپنا حق جناب امیرؑ کو دے دیں کیونکہ زبیر صفیہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے اور جناب
ابوطالب کے بھانجے تھے (مگر افسوس حمیت اسلامی کسی میں نہیں آتی ۱۲ مولف) طلحہ کا میل عثمان کی طرف اس سبب سے تھا

کہ وہ جناب امیرؑ سے منحرف تھے کیونکہ وہ بھی قبیلہ تیم سے تھے اور ابن عم ابوبکر بھی اور بنی تیم کے دلوں میں بنی ہاشم سے
کینہ تھا اور یہ امر فطری ہے جو تمامی طبائع بشر کی خلقت میں داخل ہے خصوصًا طینت عرب میں اور اسکی طبیعت میں
جس کا آج تک تجربہ مؤید ہے۔ غرض دو تو یوں نکل گئے چار باقی رہے انہیں سے سعد بن ابی وقاص نے اپنا حق
عبدالرحمن کو دے دیا کیونکہ دونوں قبیلہ بنی زہرہ سے تھے اب تین ہی رہ گئے۔ پس عبدالرحمن نے جناب امیر عثمان
سے کہا کہ تم دونوں سے جو شخص اپنے نفس کو علیحدہ کرے گا اُسی کو اس کا اختیار ہوگا کہ خلیفہ بنائے۔ اس پر دونو
ساکت رہے تو عبدالرحمن نے کہا اچھا تم لوگ گواہ رہو کہ میں اپنے کو علیحدہ کئے لیتا ہوں اس شرط پر کہ تم دونوں
سے جسے چاہوں خلیفہ بناؤں اس کا بھی کوئی جواب نہ ملا تو عبدالرحمن نے جناب امیر سے کہا (یہ شروع سے چلا
آتا ہے کہ جس کو خلیفہ کرنا منظور نہیں ہوتا اُس سے ابتدا کی جاتی ہے ۱۲ مولف) میں تم سے اس شرط پر بیعت کرتا ہوں
کہ کتاب خدا و سنت رسول اور سیرت شیخین (طریق ابوبکر و عمر) پر عمل کرو جناب امیرؑ نے فرمایا میں تو صرف کتاب خدا
و سنت رسول پر ہی عمل کروں گا۔ تب عبدالرحمن حضرت کا ہاتھ چھوڑ کر عثمان کی طرف متوجہ ہوئے عثمان نے اُن
شرائط کو قبول کر لیا عبدالرحمن نے پھر جناب امیرؑ سے کہا اور حضرت نے وہی جواب دیا اور حضرت عثمان
قبول کیا جب تین مرتبہ اس طرح کا کلام ہو چکا تو عبدالرحمن نے عثمان کے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور کہا
یا امیرالمومنین اس کے بعد علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں فیقال ان علیا قال لہ واللہ ما فعلتہا الا لانک
رجوت منہ ما رجا صاحبکما من صاحبہ دق اللہ بینکما عطر منشم قیل فقسد بعد ذلک بین
عثمان و عبدالرحمن فلم یکلم احدھما صاحبہ حتی مات عبد
عبدالرحمن نے حضرت عثمان کی بیعت کر لی تو جناب امیرؑ نے فرمایا تم نے یہ بیعت اسی لئے کی ہے جس غرض سے ابوبکر
کی بیعت عمر نے کی تھی تاکہ عثمان کے بعد تم کو خلافت ملے خدا تم لوگوں میں اختلاف شدید پیدا کر دے گا کہا گیا ہے کہ
واقعی اس کے بعد عبدالرحمن اور عثمان میں ایسا شدید اختلاف ہوا کہ عبدالرحمن مر گئے اور دونوں میں کلام نہ ہوا علامہ
ابن ابی الحدید اس کلمہ لصغی رجل منہم لضغنہ کی شرح میں لکھتے ہیں کہ "مراد اس سے طلحہ ہے مگر قطب راوندی
علیہ الرحمۃ کا قول نقل کیا ہے کہ وہ سعد بن ابی وقاص کو مراد لیتے ہیں"۔ پس یہ بھی صحیح ہو سکتا ہے کیونکہ جناب امیرؑ نے
سعد کے ماموں کو جنگ بدر میں قتل کیا تھا اس وجہ سے اُس کے دل میں کینہ تھا۔ ان امور سے معلوم ہوا کہ یہ شورے
کس طرح کا زہر قاتل بنایا گیا تھا کہ کل دشمنان جناب امیرؑ کا مجموعہ مرتب کیا گیا ہے کہ کسی طرح حضرت کو کامیابی نہ ہو
یہاں تک جو کچھ ذکر کیا گیا وہ خلاصہ ہے واقعہ شورے کا بروایت علامہ ابن ابی الحدید و مورخ طبری وغیرہ اس سے

زیادہ تفصیل تشئید المطاعن جلد ۳۔ اور ذوالفقار حیدر جلد ۳ میں ملاحظہ ہوسکتی ہے۔ اس کے بعد علامہ ابن ابی الحدید
لکھتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جناب امیرؑ نے جو بد دعا دی تھی وہ قبول ہوئی کہ دونوں (عثمان و عبد الرحمٰن بن عوف)
اس حالت میں مرے کہ باخودہا عداوت بڑھ گئی اور ایک دوسرے سے علیحدہ رہا۔ ایک دفعہ عبد الرحمٰن نے عثمان کے
پاس پیغام بھیجا کہ میں نے اپنے رہتے تم کو مسلمانوں کا خلیفہ مقرر کیا حالانکہ مجھ کو وہ فضائل حاصل ہیں جو تم کو نہیں
کیونکہ میں جنگ بدر میں شریک تھا اور تم نہیں۔ میں بیعت رضوان میں شامل تھا تم نہیں تم نے جنگ احد میں فرار
کیا اور میں ثابت قدم رہا۔ عثمان نے اس کے جواب میں کہلا بھیجا کہ میں بوجہ تیمارداری دختر رسول جنگ بدر میں
شریک نہ ہوسکا مگر حضرتؐ نے مجھ کو بھی اُسی طرح حصہ دیا جس طرح تم کو دیا اور وہی اجر فرمایا جو تم کو ملا۔ اور بیعت
رضوان تو تمہارے ہی سبب سے ہوئی کہ ہمارے قتل کی خبر آئی تو حضرتؐ نے یہ بیعت لی اور میری طرف سے بیعت کی۔
رہا فرار از جنگ اُحد تو خدا اس کو بخش چکا پھر کیوں تم ایسے گناہ پر ملامت کرتے ہو جس کو خدا نے بخش دیا حالانکہ تمہارے
گناہ ایسے ہیں جن کو ہم لوگ نہیں جانتے کہ بخشے گئے یا نہیں۔

عثمان نے جب اپنا نہایت عالیشان قصر زوراء بنوایا تو لوگوں کی دعوت کی جس میں عبد الرحمٰن بھی تھے۔
عبد الرحمٰن نے جب اُس مکان اور اُس دعوت کے اہتمام پر نظر کی تو کہا اس نے ان باتوں کی تصدیق کر دی
جس کی ہم تکذیب کرتے تھے خدا ہم کو پناہ دے تمہاری بیعت سے۔ اس پر حضرت عثمان کو غصہ آیا اور کہا اے غلام
اس کو یہاں سے نکال دے چنانچہ وہ نکال دیے گئے اُس کے بعد حکم دیا کہ کوئی شخص عبد الرحمٰن کے پاس آمد و رفت
نہ رکھے جس پر سب نے اُن کے پاس آنا جانا چھوڑ دیا بہ استثناء حضرت ابن عباس کہ وہ آیا جایا کرتے اور فرائض و
علم قرآن اُن سے سیکھتے جب عبد الرحمٰن بیمار ہوئے تو عثمان عیادت کو آئے اور بات چیت بھی شروع کی مگر
عبد الرحمٰن نے کوئی کلام نہ کیا یہاں تک کہ مر گئے۔

اقول۔ بعض ناعاقبت اندیش جناب سیدہ کو الزام دیتے ہیں کہ حضرت کو ابوبکر وغیرہ سے اس قدر کینہ تھا کہ وہ
معذرت کرتے رہے مگر آپ نے نہ مانا اور تادم مرگ کلام نہ کیا مگر عبد الرحمٰن بن عوف کے بارے میں کچھ نہیں کہتے کہ
انھوں نے کیوں ایسا کیا حالانکہ مظلوم کے اختیار میں اس کے سوا کیا ہے؟ ۔ کیونکہ عبد الرحمٰن کا اقتدار اور مالداری
ایسی تھی کہ عثمان کو خلیفہ بنا ہی دیا اور کوئی کچھ نہ کر سکا۔ اس پر بھی حضرت عثمان نے خلافت پانے پر یہ حکم دیا کہ
ان سے کوئی بات چیت نہ کرے۔ نہ آمد و رفت رکھے۔ پھر اگر جناب سیدہ نے ابوبکر کے ساتھ یہ برتاؤ کیا تو کیوں تعجب
ہوتا ہے۔ سیرۃ شیخین پر عمل کرنے سے انکار کرنے کو تو سب نے لکھا ہے کہ جناب امیر نے اس شرط کو قبول نہیں کیا مگر

کتاب الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک دوسری شرط بھی پیش کی گئی تھی چنانچہ لکھتے ہیں
فاخذ بید علی فقال له ابایعک علی شرط عمر ان لا تجعل احدا من بنی هاشم علی رقاب الناس
فقال علی عند ذلك مالك ولهذا اذا قطعتها فی عنقی فان علی الاجتهاد لامة محمد حیث
علمت القوة والامانة استعنت بها كان فی بنی هاشم او غیرهم قال عبد الرحمن لا والله علی
تعطینی هذا الشرط قال علی والله لا اعطیکه ابدا فترکه (صفحہ ۲۴ مطبوعہ مصر) کہ عبد الرحمن نے حضرت
علی سے یہ شرط پیش کی کہ عمر نے خلافت کے لئے یہ شرط بھی کی ہے کہ بنی ہاشم سے کوئی شخص بر سر حکومت نہ لایا
جائے۔ جناب امیر نے فرمایا اس شرط سے تم کو کیا واسطہ جب خلافت کو ہماری گردن میں ڈال دیا تو اب جہاد کرنا
ہمارا کام ہے کہ امت محمدیہ کی خیر خواہی کے لئے کوشش کریں جس میں قوت اور امانت پائیں گے اس سے مدد لیں گے
چاہے وہ بنی ہاشم میں ہو یا غیر بنی ہاشم میں۔ عبد الرحمن نے کہا قسم بخدا جب تک اس شرط کو نہ قبول کرو گے ہم خلافت
نہ دیں گے۔ جناب امیر نے کہا قسم بخدا ہم کبھی اس شرط کو منظور نہیں کر سکتے۔ اس پر عبد الرحمن نے آپ کو چھوڑ دیا۔
اس سے صاف معلوم ہوا کہ یہ خلافت کیا تھی بالکل غلامی کہ جو عمر کہہ گئے تھے ہمیشہ اسی پر عمل ہوتا ہے مگر ہائے
فرمان رسول کا کسی شخص کو بھی خیال نہ تھا کہ آپ کا کیا حکم ہے۔

قولہ الی ان قام ثالث القوم یعنی بعد از خرابی بسیار تیسرا شخص قائم مقام ہوا تو اس کی یہ حالت تھی نافجاً
حضنیہ۔ نفج معنے اٹھانا اور حضن اس مقام کو کہتے ہیں جو بغل سے کولہے تک ہے۔ اسکا استعمال دو مقام پر ہوتا ہے
ایک متکبر پر دوسرے اس پر جس کا پیٹ بھرا ہو۔ نثیل گوبر غلیظ کو کہتے ہیں اور معتلف موضع علف کو مطلب یہ ہے
کہ اس شخص کا کام سوائے کھانے اور فضلہ دفع کرنے کے اور کچھ نہ تھا۔

قولہ وقام معہ بنو ابیہ یعنی اس کے خاندان والے بھی اس کے ساتھ کھڑے ہو گئے اس سے اشارہ اس
طرف ہے کہ باوصفیکہ حضرت عمر نے مرتے وقت کہلایا تھا کہ عثمان! اگر تم نے اپنے خاندان والوں کو مسلط کیا
تو نتیجہ یہ ہوگا کہ تم قتل کئے جاؤ گے اور جب عبد الرحمن نے خلیفہ بنایا ہے تو اس وقت بھی کہا تھا و شرط علیہ ان لا
تجعل احدا من بنی امیہ علی رقاب الناس فقال عثمان نعم (کتاب الامامۃ والسیاسۃ صفحہ ۲۴) کہ عمر نے
خلافت کی شرط یہ بھی قرار دی تھی کہ بنی امیہ سے کسی کو لوگوں کی گردن پر نہ سوار کرنا جس پر عثمان نے کہا ہاں نہیں
سوار کروں گا۔ تو یہ اشارہ ہے اس طرف کہ عثمان نے خلافت لیتے وقت تو اس شرط پر لیا تھا کہ اپنے خاندان والوں
کو حکومت نہ دیں گے مگر خلافت پاتے ہی وہ شرط توڑ دی جس سے خلافت بھی ان کی باطل ہو چکی۔ یہیں سے

اس کی مصلحت معلوم ہوتی ہو کہ جناب امیرؑ نے کیوں نہ اس شرط کو قبول کیا تھا کیونکہ یہ بالکل خلاف شریعت ہو کہ آدمی کوئی عہد کرے اور پھر اُس کو توڑ دے۔

قوله یخضمون مال اللہ خضمۃ الابل۔ خضم اور قضم دو لفظ ہیں خضم بھر مُنھ کھانے کو کہتے ہیں کہ مُنھ میں کوئی چیز بھر لیں اور پورے مُنھ سے کھائیں اور قضم دانتوں کے کناروں سے چبا کر کھانے کو کہتے ہیں جیسیں کم کھانا ہوتا ہی چنانچہ قول ابو ذر علیہ الرحمہ ہے بنی امیہ یخضمون ونقضم یعنی بنی اُمیہ بھر مُنھ کھاتے ہیں اور ہم لوگ تھوڑا تھوڑا ابن ابی الحدید لکھتے ہیں وھوانھم علی قدم عظیمۃ من النھم وشدۃ الاکل وامتلاء الافواہ یعنی بنی اُمیہ بیٹھے پیٹے اور بے حد کھانے اور مُنھ بھرے رہنے میں مشغول رہتے۔

قوله الی ان انتکث فتله الخ۔ فتل بٹی ہوئی ڈوری یا رسی کو کہتے ہیں اور کبت کبو سے ہے جس کے معنی مُنھ کے بھل گر تے کے ہیں۔ بطنہ ضرورت سے زیادہ کھانے کو کہتے ہیں پس مطلب یہ ہو کہ عثمان نے جو ہر امر میں اس طرح کی زیادتی کی اسی کا یہ نتیجہ ہوا کہ وہ اس طرح قتل کئے گئے۔ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ عمر کی فراست اُن کے بارے میں پوری ہوئی کیونکہ عثمان نے تمامی بنی امیہ کو لوگوں کی گردن پر سوار کر دیا بڑے بڑے ملک پر اُن کو حاکم بنایا اور بہت سی جاگیریں اُن کو دیں۔ اُن کے زمانہ میں آرمینیہ فتح ہوا اُس کا خمس جس قدر تھا سب مروان کو دے دیا۔ عبداللہ بن خالد بن اسید طالب صلہ ہوا تو چار کروڑ درہم دے دیا۔ حکم بن ابی العاص کو آنحضرت صلعم نے مدینہ سے نکال دیا تھا عمر ابو بکر نے بھی اُس کو آنے نہیں دیا مگر عثمان نے اُس کو بلوالیا اور ایک لاکھ درہم انعام بھی دیا۔ آنحضرت صلعم نے ایک بازار کو جو مھزول کہا جاتا تھا مسلمانوں پر وقف کر دیا تھا مگر عثمان نے اُسکو حرث بن حکم برادر مروان کی جاگیر میں دے دیا فدک کو مروان کی جاگیر میں دے دیا۔ چراگاہ حوالی مدینہ جو مسلمانوں کا حق تھا اُسکو خاص بنی اُمیہ کے لئے مقرر کیا۔ عبداللہ بن ابی سرح کو جس نے عبدالرحمٰن بن عوف کو شوریٰ کے وقت رائے دی تھی کہ عثمان کو خلیفہ بناؤ فتح افریقہ سے جو مال غنیمت ملا تھا سب دے دیا اور دوسرے کسی مسلمان کو کچھ بھی نہ دیا۔ ابوسفیان کو بیت المال سے دو لاکھ دلوایا۔ جب مروان کو ایک لاکھ دیا اور اپنی بیٹی ام ابان کا اُس سے عقد کیا تو زید بن ارقم خزانہ دار نے خزانہ کی کنجیاں لاکر رکھ دیں اور رونے لگے اُس پر عثمان نے کہا ہم اگر صلۂ رحم کرتے ہیں تو تم روتے ہو۔ زید نے کہا یہ نہیں ہو بلکہ جو کچھ تم نے بعد رسولؐ میں خرچ کیا تھا وہ سب وصول کر لیا۔ مروان کو اگر سو درہم بھی دیتے تو زیادہ تھا چہ جائیکہ ایک لاکھ دیا جائے اس پر عثمان نے کہا خزانہ کی کنجیاں رکھ دو تم سے زیادہ مستحق ہیں۔ اسی طرح ابو موسیٰ بہت سا مال عراق سے لائے تو عثمان نے سب بنی اُمیہ کو دے دیا۔ حرث بن حکم برادر مروان سے اپنی بیٹی عائشہ کو بیاہا تو

ایک لاکھ بیت المال سے دلوایا۔ ان سب کے ساتھ اور بدعتیں بھی شریک ہوئیں کہ جناب ابوذر رضی اللہ عنہ کو مدینے سے ربذہ کی طرف نکلوا دیا اور عبداللہ بن مسعود کو اسقدر مارا کہ اُن کی پسلی کی ہڈیاں بھی ٹوٹ گئیں دربان مقرر کیا۔ جو قواعد و ضوابط خلیفہ دوئم نے اقامت حدود میں مقرر کئے تھے سب کو درہم و برہم کر دیا۔ آخر میں وہ خط جو معاویہ کو لکھا تھا کہ ایک جماعت مسلمین کو قتل کر دو یہاں تک اُن کے مظالم بڑھ گئے تھے کہ آخر اکثر اہل مدینے نے اتفاق کر کے اُن کو قتل کر ڈالا اور مصریوں کی آمد نے اور اُن قاتلین کی مدد کی (ملاحظہ ہو شرح ابن ابی الحدید صفحہ ۶۷ اور اس سے زیادہ تفصیل کے لیے تشئید المطاعن)۔

قولہ فما راعنی الا والناس الخ۔ یہاں سے حضرتؑ نے اپنی خلافت کی حالت شروع کی کہ ہم پر اس طرح اژدہام ہوا کہ ہم مجبور ہو گئے کیونکہ سابق خلافتوں کا حال مذکور ہو چکا ہے ہر خلیفہ نے تحصیل خلافت میں ایسی ناجائز کوششیں کیں جن سے آج تک اسلام شرمندہ ہے۔ خلیفہ اول و دوئم نے تو اس خلافت کے لئے دفن و کفن رسول کی بھی ضرورت نہ سمجھی عمر نے پروانہ خلافت لکھوا کر کس طرح ہاتھ میں ڈنڈا لیا اور سب سے زبردستی بیعت لی عثمان نے کیسی کیسی سازشیں کیں اور ہر شرط پر خلافت قبول کرنے کو آمادہ ہو گئے مگر خلافت پاتے ہی اُن سب شرائط کو توڑ دیا لیکن کسی خلافت میں یہ اژدہام یہ ہجوم نہ ہوا جو جناب امیرؑ کے وقت نظر آیا جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اگر جمہور اسلام اپنے ارادے پر چھوڑ دیے جاتے اور خلافت جمہوری قرار پاتی جب بھی جناب امیر ہی خلیفہ ہوتے مگر سازشوں نے مجبور رکھا اور خلاف خواہش اہل اسلام اپنا کام کیا۔

تفصیل اس واقعہ کی حسب تحریر علامہ ابن اثیر جزری یہ ہے کہ ذیحجہ ۳۵ھ میں بعد قتل عثمان اصحاب رسول نے جن میں مہاجرین و انصار سب تھے جمع ہو کر جناب امیرؑ سے استدعا کی کہ آپ خلافت قبول کریں۔ حضرتؑ نے فرمایا ہم کو اس کی حاجت نہیں جس کو تم اختیار کرو ہم راضی ہیں۔ سب نے کہا ہم بجز آپ کے کسی کو اس کا مستحق نہیں سمجھتے۔ نہ قرابت رسول میں آپ کا کوئی ہمسر ہے نہ سابقہ اسلامی میں حضرتؑ نے فرمایا ایسا نہ کرو بلکہ ہماری وزارت تمھارے لیے بہتر ہے خلافت سے سب نے جواب دیا ایسا نہیں ہو سکتا فغشی الناس علیا فقالوا نبایعک فقد تری ما نزل بالاسلام وما ابتلینا بہ من بین القری فقال علی دعونی والتمسوا غیری فانا مستقبلون امرا لہ وجوہ ولہ الوان لا تقوم بہ القلوب ولا تثبت علیہ العقول فقالوا ننشدک اللہ الا تری ما نحن فیہ الا تری الاسلام الا تری الفتنۃ الا تخاف اللہ فقال قد اجبتکم واعلموا انی ان اجبتکم رکبت بکم ما اعلم ان ترکتمونی فانما انا کاحدکم الا انی من اسمعکم واطوعکم لمن ولیتموہ (تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۷۵)۔ پس سب نے جناب امیرؑ کو

گھیر لیا اور کہا ہم آپ ہی کی بیعت کریں گے آپ نے فرمایا ہم کو چھوڑ دو دوسرے کو تلاش کرو کیونکہ ہم کو ایسے
پیش آنے والے امور نظر آتے ہیں جن کے بہت سے وجوہ اور مختلف رنگ ہیں کہ نہ کوئی دل اُن کا متحمل ہو سکتا
نہ عقلیں اُن پر ثابت رہ سکتی ہیں۔ سب نے کہا ہم آپ کو خدا کی قسم دیتے ہیں کیا آپ اس آفت کو نہیں دیکھتے جس میں ہم
مبتلا ہیں۔ کیا آپ کو اسلام پر رحم نہیں آتا۔ کیا اس عظیم فتنہ کا خیال نہیں کرتے۔ کیا خدا سے نہیں ڈرتے۔ تب جناب
امیرؑ نے فرمایا اچھا ہم قبول کر لیتے ہیں لیکن یہ سمجھ رکھو کہ ہم اس کو قبول کر کے اپنے علم کے موافق کام کریں گے اور اگر
چھوڑ دو گے تو ہم بھی مثل تمھارے ہوں گے پس جس کو خلیفہ بناؤ گے اُس کی تم سب سے زیادہ اطاعت کریں گے قتل
عثمان ۱۸ ذالحجہ ۳۵ھ کو ہوا (تاریخ طبری صفحہ ۱۴۵) اور بیعت جناب امیر ۲۶ ذیحجہ روز پنجشنبہ کو ہوئی (تاریخ طبری
صفحہ ۱۵۷) ان آٹھ روز دں میں نہ معلوم کتنی مرتبہ جناب امیرؑ سے قبول خلافت کی استدعا کی گئی مگر آپ ہمیشہ انکار
ہی کرتے رہے۔ مورخ طبری لکھتا ہے فاختلفوا الیہ بعد ما قتل عثمان رضی اللہ عنہ مرارا ثم اتوہ فی
آخر ذلک فقالوا لہ انہ لا یصلح الناس الا بامرۃ وقد طال الامر فقال لھم انکم قد اختلفتم الی
واتیتم وانی قائل لکم قولا ان قبلتموہ قبلت امرکم والا فلا حاجۃ لی فیہ قالوا ما قلت من شئ
نقبلنہ ان شاء اللہ فجاء فصعد المنبر فاجتمع الناس الیہ فقال انی قد کنت کارھا لامرکم
فابیتم الا ان اکون علیکم الا وانہ لیس لی امر دونکم الا ان مفاتیح مالکم معی الا وانہ لیس لی ان اٰخذ
منہ درھما دونکم رضیتم قالوا نعم قال اللھم اشھد علیھم ثم بایعھم علی ذلک یعنی لوگ بار بار حضرت
علی کو آکر گھیر اکرتے پھر سب اکٹھے ہو کر آخری مرتبہ آئے تو کہا کہ بغیر خلافت کے لوگوں کی حالت درست نہیں ہوتی
اور اب بہت تاخیر ہو گئی پس حضرتؑ نے فرمایا تم لوگ بار بار میرے پاس آتے رہے اب میں ایک بات کہتا ہوں اگر
تم نے مانا تو میں خلافت قبول کروں گا ورنہ مجھے ضرورت نہیں۔ لوگوں نے جواب دیا آپ جو بھی فرمائیں گے
لوگ مان لیں گے پس حضرت منبر پر تشریف لے گئے اور لوگوں نے آپ کو گھیر لیا پھر حضرتؑ نے فرمایا کہ لوگو!
تمہاری خلافت سے متنفر ہوں لیکن تم لوگ مانتے نہیں۔ پس میں (خلیفہ ہو کر) تم سے زیادہ کوئی حق نہیں حاصل
کروں گا سوائے اس کے کہ بیت المال کی کنجیاں تو میرے پاس رہیں گی اور اُس میں سے ایک درہم بھی تم لوگوں کے
حصہ سے زیادہ نہ لوں گا نہ تم میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دوں گا پس اس کو تم لوگ پسند کرتے ہو؟ سب نے کہا
ہاں۔ تب حضرتؑ نے فرمایا خداوندا گواہ رہنا۔ پھر لوگوں سے انھیں شرائط پر بیعت لی (جلد ۵ صفحہ ۱۵۲) اس بیان
سے معلوم ہوا کہ خلافت جمہوری کیسی ہوتی ہے کیونکہ آٹھ روز تک حضرتؑ نے انکار کیا جب سب نے مجبور کیا تو حضرتؑ

ان شرائط کے ساتھ قبول فرمایا۔ پس کیا کسی سابق خلیفہ کے بارے میں بھی کوئی ایسی تفریت یا کراہت اور انکار کی مثال دکھا سکتا ہے؟ ان حالات سے کہ آٹھ روز تک جناب امیرؑ نے خلافت کو قبول نہ فرمایا اندازہ ہو سکتا ہے کہ جب جناب امیرؑ نے قبول کیا ہے تو کس طرح کا ازدحام ہوا ہوگا اور کیسا ہجوم کہ جناب امیر فرماتے ہیں کہ حسنین اس میں کچل گئے ہمارے دونوں پہلو چھل گئے۔

قولہ فلما نھضت بالامر آخ یعنی جب ہم نے خلافت کو قبول کر لیا اور اس کے انتظام میں مشغول ہوئے تو تین گروہ نے تین طرف سے مخالفت شروع کر دی ابن ابی الحدید لکھتے ہیں فاما الطائفۃ الناکثۃ فھم اصحاب الجمل واما الطائفۃ القاسطۃ فاصحاب صفین وسماھم رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ القاسطین واما الطائفۃ المارقۃ فاصحاب النھروان واشرنا نحن بقولنا سماھم رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ القاسطین الی قولہ علیہ السلام ستقاتل بعدی الناکثین والقاسطین والمارقین وھذا الخبر من دلائل نبوتہ صلوات اللہ علیہ لانہ اخبار صریح بالغیب لا یحتمل التمویہ والتدلیس کما تحتملہ الاخبار المجملۃ وصدق قولہ علیہ السلام الناکثین کونھم نکثوا البیعۃ بادی بدء قد کان علیہ السلام یتلو وقت مبایعتھم لہ ومن نکث فانما ینکث علےٰ نفسہ (جلد اول صفحہ ۶۷ و ۶۸)

یعنی جناب امیر علیہ السلام کے اس قول میں ناکثین سے مراد اصحاب جمل ہیں جن کی سردار حضرت عائشہ تھیں اور طلحہ و زبیر اور قاسطین سے اصحاب صفین طرفداران معاویہ ہیں اور مارقین سے اصحاب نہروان خوارج ہیں ان سب کا نام خود رسول اللہ صلعم نے یہ سب رکھا اور اس کی خبر دی چنانچہ آنحضرتؐ کی حدیث ہے کہ اے علی تم ہمارے بعد ناکثین۔ قاسطین اور مارقین سے مقابلہ کروگے اور یہ حدیث آنحضرتؐ کے دلائل نبوت سے ہے کیونکہ اسمیں صریح خبر غیب ہے جسمیں کسی طرح جعل و فریب یا تحریف و تاویل کی گنجائش نہیں جیسا کہ اور اخبار مجملہ میں ہوتی ہو اور آنحضرتؐ کے کلام مارقین کا صدق آپ کے اس قول سے ثابت ہوتا ہے جس کو پہلے خوارج کے بارے میں فرمایا کہ یہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر نشانہ کے پار ہو جاتا ہے پھر اس کا کوئی اثر اس نشانہ میں نہیں رہتا اور آنحضرت کے قول ناکثین کا صدق اس سے ثابت ہوا کہ اصحاب جنگ جمل نے سب سے پہلے حضرت کی بیعت توڑ ڈالی چنانچہ جناب امیرؑ جس وقت ان سے بیعت لیتے تھے اس آیہ کی تلاوت فرماتے تھے ومن نکث فانما ینکث علی نفسہ۔ پس جس طرح رسول اللہؐ نے غیب کی خبر دی تھی اسی طرح جناب امیرؑ نے بھی اس آیہ کی تلاوت کر کے اشارہ کر دیا کہ یہ لوگ اس کے مصداق ہوں گے واما اصحاب صفین فانھم عند اصحابنا رحمھم اللہ

مخلدون فی النار نصحح فیھم قولہ واما القاسطون فکانوا لجھنم حطبا (شرح ابن ابی الحدید
صفحہ ۶۸) پس فرقہ قاسطین ہمارے اصحاب کے نزدیک مخلد فی النار رہیں گے تو خدا کا قول واما القاسطون الخ
درست ہوا کہ یہ ہمیشہ آتش جہنم کے کندے بنے رہیں گے۔

قولہ کانھم لم یسمعوا الخ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ وعید خدا صرف اس سے نہیں متعلق ہو کر فتنہ و فساد
اور علو سے درجہ دنیوی کو ترک کرو بلکہ چاہیے کہ اسکا ارادہ بھی نہ کریں چنانچہ دوسرے آیہ میں خدا فرماتا ہے ولا ترکنوا
الی الذین ظلموا فتمسکم النار یعنی اُن لوگوں کی طرف میل اور رغبت بھی نہ کرو جنھوں نے ظلم کیا ہے کہ تم کو آتش
جہنم جلادے گی۔ اسمیں نہ صرف ظلم کی مذمت کی گئی ہے بلکہ ظالموں کی طرف میل اور خواہش کی بھی سخت ممانعت
مگر افسوس آپ حضرات اہلسنت کی تصانیف میں اس کو بخوبی ملاحظہ کرتے ہوں گے کہ کوئی ظالم ایسا نہیں گزرا
جس کے وہ طرفدار نہ ہوں بشرطیکہ وہ خلافت خلفائے ثلاثہ کو مانتا ہو خواہ وہ یزید ہو یا شمر عمرو بن سعد ہو یا زیاد و حجاج

قولہ اما والذی فلق الحبۃ الخ اب یہاں سے حضرت اپنی مجبوری کو ظاہر فرماتے ہیں کہ میں نے کیوں خلافت کو قبول کیا
اور کیوں ترک نہیں کرتا تو فرماتے ہیں کہ جب بیعت ہو چکی اور ایک لشکر نصرت کے لئے تیار ہے تو اب حجت خدا پوری ہو گئی
اور خدا نے جو عہد عالموں سے لیا ہو کہ مظلوم کی مصیبت اور ظالم کے مظالم پر چشم پوشی نہ کرو بلکہ مظلوم کی حمایت کر دا
ظالم کو سزا دو پس اگر یہ دو عذر نہ ہوتے تو میں خلافت کو چھوڑ دیتا ابن ابی الحدید لکھتے ہیں یقول علیہ السلام لولا
وجود من ینصرنی لا کما کانت الحال علیھا اولا بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ فانی
لم اکن حینئذ واجدا للناصر مع کونی مکلفا ان لا امکن الظالم من ظلمہ لترکت الخلافۃ ولرفضتھا
الآن کما رفضتھا قبل (صفحہ ۶۸) یعنی اگرچہ بعد وفات رسول اللہ بھی مجھ پر لازم تھا کہ ظالم کے ظلم کو روکوں کیونکہ
میں اسکا مکلف تھا مگر چونکہ کوئی ناصر و مددگار نہ تھا اس سبب سے میں ساکت رہا۔ اُسی طرح اب بھی خلافت کو ترک
کر دیتا لیکن کیا کروں مجبور ہو گیا کہ کچھ لوگ تو مددگار مل گئے ہیں جن کی امداد و اعانت سے دفع ظلم مجھ پر لازم ہو گیا۔

قولہ ولا لفیتم الخ یہ بھی عجب طرح کی تشبیہ ہے کہ شاید اس سے بڑھ کر کوئی کلمہ تحقیر اور مذمت دُنیا میں
نہ کہا گیا ہو کہ آپ فرماتے ہیں تمھاری دنیا میرے نزدیک بکری کی ناک کے پانی سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔

قولہ قال ابن عباس فواللہ ما اسفت۔ اس پر علامہ ابن الحدید لکھتے ہیں حدثنی شیخی ابو الخیر مصدق
بن شبیب الواسطی فی سنۃ ثلاث و ستمائۃ قال قرأت علی الشیخ ابی محمد عبد اللہ بن احمد المعروف
بابن الخشاب ھذہ الخطبۃ فلما انتھیت الی ھذا الموضع قال لی لو سمعت ابن عباس یقول ھذا

لقلت له وهل بقي في نفس ابن عباس امر لم يبلغه في هذه الخطبة لتتأسف ان لا يكون بلغ من
كلامه ما اراد والله ما رجع عن الاولين ولا عن الاخرين ولا بقي في نفسه احد لم يذكره الا
رسول الله صلى الله عليه واله قال مصدق وكان ابن الخشاب صاحب دعابة وهزل قال فقلت
له اتقول انها منحولة فقال لا والله واني لاعلم انها كلامه كما اعلم انك مصدق قال فقلت له ان
كثيرا من الناس يقولون انها من كلام الرضي رحمه الله تعالى فقال انى للرضي ولغير الرضي هذا
النفس وهذا الاسلوب قد وقفنا على رسائل الرضي وعرفنا طريقته وفنه في الكلام المنثور وما يقع
مع هذا الكلام في خل ولا خمر ثم قال والله لقد وقفت على هذه الخطبة في كتب صنفت قبل ان
يخلق الرضي بمائتي سنة ولقد وجدتها مسطورة بخطوط اعرفها واعرف خطوط من هو من العلماء
واهل الادب قبل ان يخلق النقيب ابو احمد والد الرضي قلت وقد وجدت انا كثيرا من هذه الخطبة
في تصانيف شيخنا ابي القاسم البلخي امام البغداديين من المعتزلة وكان في دولة المقتدر قبل ان
يخلق الرضي بمدة طويلة ووجدت ايضا كثيرا منها في كتاب ابي جعفر بن قبة احد متكلمي الامامية
وهو الكتاب المشهور المعروف بكتاب الانصاف وكان ابو جعفر هذا من تلامذة الشيخ ابي القاسم
البلخي رحمه الله تعالى ومات في ذلك العصر قبل ان يكون الرضي رحمه الله تعالى موجودا

(صفحہ ۶۹ جلد اول مطبوعہ مصر) یعنی میرے اُستاد ابوالخیر مصدق نے سنہ ۶۰۳ھ میں مجھ سے بیان کیا کہ میں نے اس خطبہ
شقشقیہ کو اپنے استاد علامہ ابن الخشاب سے پڑھا تھا پس جب میں ابن عباسؓ کے اس قول تک پہونچا تو اُستاد
ابن الخشاب نے کہا کاش میرے سامنے ابن عباسؓ یہ کہتے تو میں پوچھتا کہ حضرت امیر المومنینؑ نے اپنے دل کی
چھوڑی ہی کون سی بات جس کو اس خطبہ میں کہہ نہ ڈالا ہو اور جس پر آپ کو صدمہ ہے؟ خدا کی قسم حضرتؑ نے تو نہ
پہلوں کو چھوڑا اور نہ پچھلوں کو۔ اور سوائے جناب رسالت مآب صلعم کے اور تو آپ کے ذہن میں کوئی نہ رہا
جس کا ذکر نہ کر دیا ہو۔ مصدق کہتے ہیں میں نے اُن سے دریافت کیا کہ کیا آپ کے خیال میں یہ خطبہ جعلی ہے
(اور حضرت علی کا کلام نہیں ہے)؟ علامہ ابن الخشاب نے کہا نہیں نہیں خدا کی قسم مجھے اس کے کلام جناب امیر
ہونے کا ایسا ہی یقین ہے جیسا اس کا یقین ہے کہ تم جو میرے سامنے بیٹھے ہو مصدق ہو کوئی دوسرا نہیں۔ میں
(مصدق) نے کہا اکثر لوگ کہتے ہیں کہ یہ خطبہ رضی علیہ الرحمۃ کا ہے۔ اس کے جواب میں کہا کہاں بیچارے رضی
وغیرہ اور کہاں یہ الٰہی کلام۔ بھلا رضی وغیرہ کو ایسا پاکیزہ نفس اور یہ حسن کلام کہاں نصیب۔ میں نے سید رضی کے

بہت سے رسائل دیکھے ہیں اور اُن کے طریقۂ کلام اُن کے مذاق اور اُن کے نثر کے کلام کی قابلیت کو بھی خوب جانتا ہوں پس وہ تو نہ کسی کی مدح ہی میں ایسا کلام کہہ سکتے ہیں نہ مذمت ہی میں۔ خدا کی قسم میں نے تو اس خطبہ کو اُن کتابوں میں دیکھا ہے جو سید رضی کے پیدا ہونے سے بھی دو سو برس قبل تصنیف کی گئی تھیں (پس اُسوقت کیا عالم ارواح سے رضی نے وہ خطبہ بھیج دیا تھا؟) بلکہ میں نے تو اس خطبہ کو اُن خطوط سے لکھا ہوا پایا ہے جن کو میں پہچانتا ہوں اور اُن خطوط کے لکھنے والے علما اور ادیب حضرات کو بھی جانتا ہوں کہ وہ سب سید رضی کے والد نقیب ابواحمد کے بھی پیدایش کے قبل گزرے ہیں۔ میں (ابن ابی الحدید) عرض کرتا ہوں کہ میں نے اس خطبہ کو اپنے شیخ یعنی بغدادی معتزلہ کے امام و پیشوا ابوالقاسم البلخی کی تصنیفات تک میں پایا ہے جو خلیفہ مقتدر باللہ کے زمانہ میں یعنی سید رضی علیہ الرحمہ کے پیدا ہونے سے بہت قبل گزرے ہیں (کیونکہ خلیفہ مقتدر باللہ سنہ ۲۹۵ھ میں خلیفہ ہوا ہے اور جناب سید رضی علیہ الرحمہ سنہ ۴۰۶ھ میں گزرے ہیں) اسی طرح میں نے اس خطبہ کو ابوجعفر ابن قبہ کی مشہور و معروف کتاب الانصاف میں بھی پایا ہے جو علمائے متکلمین شیعہ سے تھے اور ہمارے شیخ ابوالقاسم بلخی کے شاگرد تھے اور اسی زمانہ میں مر گئے قبل اس کے کہ سید رضی علیہ الرحمہ حیز وجود میں بھی آئیں۔ پس ثابت ہوا کہ یہ خطبۂ شقشقیہ سوائے جناب امیر علیہ السلام کے اور کسی کا کلام نہیں ۱۲

الحمد للہ کہ شرح خطبۂ شقشقیہ تمام ہوا اور اگر کچھ بسط سے کام لیا جاتا تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جاتی۔

فقط

مَتَی اعْتَرَضَ الرَّیْبُ فِیَّ مَعَ الْاَوَّلِ مِنْهُمْ حَتّٰی صِرْتُ اُقْرَنُ اِلٰی هٰذِهِ النَّظَائِرِ۔ لٰکِنِّیْ اَسْفَفْتُ اِذْ اَسَفُّوْا وَطِرْتُ اِذْ طَارُوْا۔ فَصَغٰی رَجُلٌ مِّنْهُمْ لِضِغْنِهٖ وَمَالَ الْاٰخَرُ لِصِهْرِهٖ مَعَ هَنٍ وَهَنٍ اِلٰی اَنْ قَامَ ثَالِثُ الْقَوْمِ نَافِجًا حِضْنَیْهِ بَیْنَ نَثِیْلِهٖ وَمُعْتَلَفِهٖ۔ وَقَامَ مَعَهٗ بَنُوْ اَبِیْهِ یَخْضِمُوْنَ مَالَ اللّٰهِ خِضْمَةَ الْاِبِلِ نِبْتَةَ الرَّبِیْعِ۔ اِلٰی اَنِ انْتَکَثَ فَتْلُهٗ۔

کب شک ہوا تھا میری (حقیت خلافت) کے بارے میں بمقابلہ اُنکے (خلیفہ اول کے) جواب میں ایسوں میں شامل کیا جانے لگا۔ لیکن (خیر) جب یہ لوگ پست ہوئے تو میں بھی پست ہوگیا اور جب بلند ہوئے تو میں بھی بلند ہوگیا (غرض اُن سے کسی حال میں مخالفت نہیں ظاہر کی) پس (جب شوریٰ ہوا تو) اُن کا ایک شخص (سعد) تو اپنے (قدیم کینہ کے سبب سے (مجھ سے) منحرف ہوگیا اور دوسرا (عبدالرحمن) اپنے سالے عثمان اور چند دوسرے لغو اور بیہودہ وجوہ کے سبب سے پھر گیا۔ تا اینکہ اُس جماعت کے تیسرے صاحب اپنے دونوں پہلوؤں کو آنتوں اور معدہ کے درمیان پھولائے ہوئے قائم ہوئے اور اُن کے ساتھ اُن کے خاندانی حضرات (بنی اُمیہ بھی) اُٹھ کھڑے ہوئے جو مال خدا کو اس طرح کھائے جاتے جس طرح اونٹ فصل بہار کی ہری دوب کھاتے ہیں۔ تا اینکہ (جب) اُن کا (بھی) تار پود ٹوٹ گیا۔

(بقیہ صہ ۶۹) کیسا تھا کہ اُسکو ایک معمولی کرتہ قرار دیا جس کو اگر نااہل کھینچ تان کر پہنتا ہے تو جلد پھٹ جاتا ہے یا ایسا بدنما معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص کہے اس نے دوسرے کا کپڑا پہن لیا ہے۔ قولہ ابن ابی قحافہ۔ بعض نسخوں میں بجائے اسکے لفظ فلاں ہے اور بعض میں صریح یہی نام ہے اور یہی حق ہے چنانچہ علامہ ابن ابی الحدید نے بھی ابن ابی قحافہ ہی لکھا ہے

حاشیہ صفحہ ۱۰۰۔ اے یعنی ابوبکر کو علم الیقین معلوم تھا کہ ہمارے سوا کوئی مستحق خلافت نہیں ہے بنظر اُن آیات کے جو آپ کی شان میں قرآن میں نازل ہوئیں یا احادیث متواترہ کے جن کو رسول اللہ صلعم وقت بعثت سے وقت رحلت تک فرماتے رہے اور بنظر اُن خدمات اسلام کے جو حضرت تاحیات رسول صلعم انجام دیتے رہے اور بسبب اُن علمی فضائل و کمالات اور دینی خصوصیات کے جو حضرت کو حاصل تھے اور محلی منہا محل القطب من الرحی میں حضرت نے اُن کل اوصاف کو جمع کر دیا ہے جو تقمص کے خلاف ہے کیونکہ کرتہ پہننا ذاتی اغراض کے لئے ہوتا ہے اور چکی اغراض عامہ کے لئے اس لئے آپ نے خلافت کو چکی سے تشبیہ دی کہ اسکی غرض خلائق کی نفع رسانی ہوتی ہے اور اپنی ذات اقدس کو اُسکے قطب سے تشبیہ دی جس کے بغیر کسی طرح چکی چل نہیں سکتی پس جس طرح چکی بغیر قطب کے اپنا کام انجام نہیں دے سکتی اسی طرح خلافت رسول بھی کہ بغیر حضرت امیرالمومنین کے اُسکی حقیقی خدمات اور صحیح فرائض انجام نہیں پا سکتے۔ (باقی صفحہ ۱۰۱)

وَاَجْهَزَ عَلَيْهِ عَمَلُهُ - وَكَبَتْ بِهِ بِطْنَتُهُ
فَمَا رَاعَنِي اِلَّا وَالنَّاسُ كَعُرْفِ الضَّبُعِ
اِلَيَّ يَنْثَالُوْنَ عَلَيَّ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ -
حَتّٰى لَقَدْ وُطِئَ الْحَسَنَانِ - وَشُقَّ
عِطْفَايَ مُجْتَمِعِيْنَ حَوْلِيْ كَرَبِيْضَةِ
الْغَنَمِ - فَلَمَّا نَهَضْتُ بِالْاَمْرِ نَكَثَتْ
طَائِفَةٌ وَمَرَقَتْ اُخْرٰى - وَقَسَطَ
اٰخَرُوْنَ - كَاَنَّهُمْ لَمْ يَسْمَعُوْا كَلَامَ
اللّٰهِ حَيْثُ يَقُوْلُ تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ
نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي

اُن کے عمل (ناشائستہ) نے اُن کا کام تمام کر دیا اور اُن کی
بے جا شکم پُری نے اُن کو لے ڈالا تو مجھے اس سے نہایت
حیرت ہوئی کہ لوگ مجھ پر بجّو کے بال کی طرح اژدہام کرنے
لگے اور ہر طرف سے مجھ پر ٹوٹے پڑتے تھے یہاں تک کہ
(اسی ہجوم میں) حسن و حسین کچل گئے اور میرے دونوں
پہلو شکستہ ہو گئے گلہ گوسفند کی طرح سب میرے گرد
بھیڑ لگائے ہوئے تھے۔ پس جب (مجبور ہو کر) میں حکومت
پر قائم ہوا تو ایک جماعت نے عہد شکنی کر لی۔ دوسری دین
سے خارج ہو گئی۔ اور کچھ اور لوگ نافرمان ہو بیٹھے۔ گویا
اُن لوگوں نے کلام خدا سُنا ہی نہیں جو فرماتا ہے "اس
آخرت کے گھر کو ہم نے اُن کے لئے مہیّا کیا ہے۔ جو زمین میں نہ سرکشی کرنی چاہتے ہیں۔

(بقیہ صفحہ ۹۹) غرض حضرت نے اس جملہ سے خلافت کی عظمت و جلالت قدر کی طرف بھی اشارہ کیا کہ یہ ایسی نہیں ہے کہ جو چاہے قمیص بنا کر پہن لے اور جب چاہے اُتار دے جیسا کہ حضرت عثمان نے کہا لا انزع قمیصا البسنی اللّٰہ کہ ہم وہ کُرتہ نہ اُتاریں گے جو خدا نے پہنا دیا بلکہ یہ خلعت آسمانی ہے جس کی غرض محض نفع رسانی خلائق ہے اور خدا ہی مقرر کرتا ہے اور اس طرف بھی اشارہ کیا کہ جس طرح چکی چلنے کے لئے اُس کے اندر قطب کا ہونا ضروری ہے اسی طرح خلافت کے لئے میرا وجود لازمی ہے۔ اسی طرح ممکن ہے آنحضرتؐ کی اس حدیث کی طرف بھی اشارہ ہو کہ تدور رحی الاسلام من مهاجرك فتلبث بذلك عشرا ثم تدور رحى الاسلام على رأس خمس وثلثين من مهاجرك فتلبث بذلك خمسا ثم لا بد من رحى ضلالة هي قائمة على قطبها ثم ملك الفراعنة یعنی آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل امین نے مجھے خبر دی ہے کہ اسلام کی چکی تمہاری ہجرت کے بعد دس برس تک چلے گی پھر تمہاری ہجرت کے پینتیس برس بعد پانچ برس تک چلے گی اس کے بعد گمراہی کی چکی ہے جو اپنے قطب پر قائم ہو گی پھر ملک فراعنہ ہے تو حضرت نے اس جملہ سے اس حدیث کی طرف بھی اشارہ کر دیا کہ اسلام یا خلافت سے ہم کو وہی نسبت ہے جو قطب کو رحی سے ہوتی ہے جس کی خبر آنحضرت صلعم بھی دے گئے ہیں کہ میری وفات کے بعد یہ چکی بند ہو جائے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آنحضرتؐ کے انتقال کرتے ہی حقیقی اسلام کی اشاعت رُک گئی آخر جب (بقیہ صفحہ ۱۰۱)

الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ) بَلٰى وَاللّٰهِ لَقَدْ سَمِعُوْهَا وَ وَعَوْهَا۔ وَ لٰكِنَّهُمْ حَلِيَتِ الدُّنْيَا فِيْ اَعْيُنِهِمْ۔ وَرَاقَهُمْ زِبْرِجُهَا۔ اَمَا وَالَّذِيْ فَلَقَ الْحَبَّةَ۔ وَبَرَاَ النَّسَمَةَ۔ لَوْلَا حُضُوْرُ الْحَاضِرِ۔ وَقِيَامُ الْحُجَّةِ بِوُجُوْدِ النَّاصِرِ۔ وَمَا اَخَذَ اللّٰهُ عَلَى الْعُلَمَاءِ اَنْ لَّا يُقَارُّوْا عَلٰى كِظَّةِ ظَالِمٍ۔ وَلَا سَغَبِ مَظْلُوْمٍ لَاَلْقَيْتُ حَبْلَهَا عَلٰى غَارِبِهَا وَلَسَقَيْتُ اٰخِرَهَا بِكَاْسِ اَوَّلِهَا وَلَاَلْفَيْتُمْ

اور نہ فساد کیونکہ عاقبت (کی بھلائی) صرف پرہیزگاروں ہی کے لئے ہے،، مگر نہیں اس آیت کو انھوں نے بخدا سُنا ہی اور انھیں یاد بھی ہو لیکن (بات یہ ہو کہ) دُنیا ان کی آنکھوں میں بھلی معلوم ہوئی اور اُس کی زینت نے انھیں لُبھا لیا۔ (رہا میرے متعلق تو) آگاہ ہو قسم اُس ذات کی جس نے دانہ کو شگافتہ اور انسان کو پیدا کیا کہ اگر حاضرین مجھے نہ گھیرتے اور مددگاروں کے (ظاہرا) موجود رہنے سے حجت خدا (مجھ پر) نہ قائم ہو جاتی اور خدا نے علما سے یہ عہد نہ لیا ہوتا کہ ظالم کی سیری اور مظلوم کی بھوک پر (کسی طرح) قرار نہ لیں تو میں اس (ناقہ خلافت) کی مہار اس کے کوہان (ہی) پر چھوڑ دیتا اور اس (خلافت) کے آخری (مرتبہ) کو (بھی) اول ہی (مرتبہ) کے کاسہ (نفرت و علیحدگی) سے سیراب کرتا اور تم لوگ۔

(بقیہ صفحہ ١٠٠) آنحضرتؐ کے ارشاد کے مطابق ۳۵ھ ہجری کے بعد جناب امیر المومنین خلیفہ ہوئے تو پھر حقیقی اسلام کی اشاعت ہونے لگی قوله ينحدر عني السيل ولا يرقى الي الطير میں حضرتؑ نے اپنے نفس مقدس کو اُس عالی شان پہاڑ سے تشبیہ دی ہو جہاں پرندے بھی نہیں پہونچ سکتے۔ اگر صرف ینحدر عنی السیل فرماتے تو یہ ضرور معلوم ہوتا کہ آپ کی شان بہت ارفع و اجل ہے مگر یہ نہ معلوم ہوتا کہ وہاں تک اور کسی کی بھی رسائی نہیں ہو سکتی۔ غرض اس سے یہ ہو کہ آپ ہر کمال کے جامع ہیں جس سے ہر قسم کے علم اور سیاسیات کا فیضان آپ سے ہوتا ہے اور آپ کو خدا نے ایسا درجہ رفیعہ عطا کیا ہے کہ طائر خیال بھی وہاں تک نہیں پہونچ سکتا پھر کیونکر ایسے شخص کے رہتے پسر ابو قحافہ نے خلافت کا کُرتہ پہن لیا اور قوم نے بھی پہنا دیا علامہ مفتی محمد عبدہ جو حال کے علمائے مصر میں بہت مشہور عالم گزرے ہیں اور جنھوں نے نہج البلاغہ کی شرح بھی لکھی ہے اس جملہ کی شرح میں لکھتے ہیں تمثيل لسمو قدره كرم الله وجهه وقربه من مهبط الوحي وان ما يصل الى غيره من فيض الفضل فانما يتدفق من حوضه ثم ينحدر من مقامه العالي فيصيب منه من شاء الله وعلى ذلك قوله ولا يرقى الخ غير ان الثانية ابلغ من الاولى في الدلالة على الرفعة (صفحہ ٢٢) یعنی ینحدر عنی السیل میں حضرتؑ نے اپنی جلالت قدر کو ظاہر کیا ہو کہ کس قدر (باقی صفحہ ١٠٢)

دُنْيَاكُمْ هٰذِهٖ اَزْهَدَ عِنْدِيْ مِنْ
عَطْفَةِ عَنْزٍ (قَالُوْا) وَقَامَ اِلَيْهِ رَجُلٌ
مِنْ اَهْلِ السَّوَادِ عِنْدَ بُلُوْغِهٖ اِلٰى هٰذَا
الْمَوْضِعِ مِنْ خُطْبَتِهٖ فَنَاوَلَهٗ كِتَابًا
فَاَقْبَلَ يَنْظُرُ فِيْهِ. قَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ
رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ
لَوِاطَّرَدَتْ خُطْبَتُكَ مِنْ حَيْثُ
اَفْضَيْتَ. فَقَالَ هَيْهَاتَ يَا ابْنَ
عَبَّاسٍ تِلْكَ شِقْشِقَةٌ هَدَرَتْ
ثُمَّ قَرَّتْ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَوَاللّٰهِ

اپنی اس دنیا کو میری نظروں میں بکرے کی ناک کے پانی سے
بھی زیادہ بے حقیقت پاتے (لوگوں کا بیان ہے کہ خطبہ
میں حضرت اس مقام تک پہونچے تھے کہ اہل عراق سے
ایک شخص کھڑا ہو گیا اور آپ کی خدمت میں ایک خط پیش
کیا جس کے دیکھنے میں حضرت متوجہ ہو گئے (جب فارغ
ہوئے تو عبد اللہ) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ سے
کہا "یا امیر المومنین آپ نے جہاں سے اپنا خطبہ چھوڑا تھا
کاش وہاں سے پھر بیان فرمائیے تو ارشاد فرمایا افسوس! ابن عباس
یہ (اونٹ کے ایسی) ایک بلبلاہٹ تھی جو (جوش میں) اُٹھی
پھر تھم گئی"!! ابن عباس کہتے ہیں" خدا کی قسم

(بقیہ صفحہ ۱۰۱) آپ قریب ہیں مہبطِ وحی سے اور جو کچھ غیروں کو ملتا ہے وہ حضرت ہی کا فیضان ہے کہ ہر شخص بقدر اپنے حوصلہ
کے پاتا ہے اور وہیں سے اُس کا فیضان ہوتا ہے اسی طرح حضرت کا قول لا یرقی الی الطیر ہے مگر بہ نسبت پہلے جملہ کے اس
جملہ سے آپ کی کمال رفعت پر زیادہ دلالت ہوتی ہے مفتی صاحب کی یہ تشریح کہ حضرت مہبطِ وحی سے زیادہ قریب ہیں غالبا
اشارہ ہے حدیث انا مدینۃ العلم وعلی بابہا کی طرف کیونکہ اگرچہ اور صحابہ بھی آنحضرت صلعم ہی سے فیض پاتے مگر
یہ درجہ کسی کو نہ حاصل ہو سکا جو شہر علم نبی کا دروازہ ہو سکے لہذا جملہ فیوض کی انتہا جناب امیرؑ ہی کی طرف ہوئی اور
واقعات تاریخی بھی اس کے شاہد ہیں کہ خلفا اور صحابہ کی کس کس طرح حضرتؑ نے مدد فرمائی ہے اور غوامض علوم و احکام
حل کر کے کس طرح تعلیم فرماتے رہے ہیں خواہ وہ قضا اور دیگر علمی مسائل کے متعلق ہوں خواہ سیاسیات ملکی کے متعلق
قولہ فسدلت دونہا ثوبا وطویت عنہا کشحا اس کی شرح میں علامہ ابن ابی الحدید اور مفتی محمد عبدہ نے
صرف ارخیت لکھا ہے لیکن ارخیت یا القیت نہ لانا اور سدلت فرمانا کوئی خاص معنی رکھتا ہے مجمع بحار الانوار صفحہ ۱۰۵ میں
ہے فیہ نہی عن السدل فی الصلوٰۃ وھو ان یلتحف بثوبہ و یدخل یدیہ من داخل فیرکع ویسجد
کذلک وکانت الیہود تفعلہ وھذا مطرد فی القمیص وغیرہ من الثیاب یعنی سدل کے معنی یہ کہ کپڑے
کو اس طرح لپیٹ لے کہ دونوں ہاتھوں کو اندر سے داخل کرے اور اسی طرح رکوع و سجود کرے۔ یہود ایسا ہی کرتے تھے
مگر آنحضرتؐ نے اس سے منع کیا۔ اس کا استعمال قمیص وغیرہ میں زیادہ جاری ہے۔ تو چونکہ جناب امیرؑ نے (باقی صفحہ ۱۰۳ پر)

مَا اَسِفتُ عَلٰی کَلَامٍ قَطُّ کَاَسَفِیْ عَلٰی هٰذَا الْکَلَامِ اَنْ لَّا یَکُوْنَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْهِ السَّلَامُ بَلَغَ مِنْهُ حَیْثُ اَرَادَ وَقَالَ الشَّرِیْفُ الرَّضِیُّ عَلَیْهِ الرَّحْمَةُ قَوْلُهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ فِیْ هٰذِهِ الْخُطْبَةِ کَرَاکِبِ الصَّعْبَةِ اِنْ اَشْنَقَ لَهَا خَرَمَ وَاِنْ اَسْلَسَ لَهَا تَقَحَّمَ۔ یُرِیْدُ اَنَّهٗ اِذَا اَشَدَّ عَلَیْهَا فِیْ جَذْبِ الزِّمَامِ وَهِیَ تُنَازِعُهٗ رَاْسَهَا خَرَمَ اَنْفَهَا۔ وَاِنْ اَرْخٰی لَهَا شَیْئًا مَعَ

مجھ کو کسی کلام پر اتنا افسوس نہیں ہوا جتنا افسوس اس کلام پر ہوا کہ (جناب) امیرالمومنین علیہ السلام نے اپنے کلام کو وہاں تک کیوں نہ پہونچایا جہاں تک مقصود تھا (علامہ سید شریف رضی علیہ الرحمہ کا قول ہے کہ) (اس خطبہ میں حضرت علیہ السلام کے اس قول کراکب الصعبة ان اشنق لها خرم وان اسلس لها تقحم سے مراد یہ ہے کہ اگر سوار مہار کھینچ کر ناقہ پر سختی کرتا ہے اور اس پر وہ ناقہ اپنا سر کھینچتی ہے تو اُس کی نکیل پھٹ جاتی ہے اور اگر مہار کچھ ڈھیلی کرتا ہے

(بقیہ صفحہ ۱۰۱) ابوبکر کی نسبت فرمایا لقد تقمصها یعنی قمیص بنا کر ابوبکر نے خلافت کو پہن لیا لہذا اسی مناسبت سے یہ لفظ لائے کہ جب لیا ہوا تو ہم نے بھی اس طرح کی چادر صبر و تحمل لپیٹ لی جس سے ہاتھ پیر سب گھر گئے اور ہم نے کسی طرح جنبش نہیں کی قوله طخية عمياء اسمیں حضرت اپنی حالت ارشاد فرماتے ہیں کہ جب ابوبکر نے قمیص خلافت کو پہن لیا تو اب ہم کو دوہی امر پیش تھا ایک یہ کہ اس حالت میں حملہ کریں تو اُس کی حالت یہ ہے کہ میرے ہاتھ کٹے ہوئے ہیں یعنی کوئی ناصر و مددگار نہیں ہے جس سے اشارہ ہے حضرت کی مجبوری اور معذوری کی طرف دوسرے یہ کہ صبر کریں اس اندھیر اور ظلم پر ۱۲ قوله يهرم فيها ..... يلقى ربه حضرت نے زمانہ خلافت خلفائے ثلاثہ کے اوصاف میں یہ سب جملے ارشاد فرمائے ہیں کہ یہ زمانہ ایسے اندھیر اور سختی کا تھا کہ بڑے بوڑھے ہو جائیں اور لڑکے بوڑھے ہو جائیں مومن مشقت میں رہے یہاں تک کہ خدا سے ملاقات کرے۔ ان اوصاف کے بعد کوئی شخص باور کر سکتا ہے کہ جس زمانہ کی یہ حالت ہو اُس کو آنحضرت خیر القرون فرمائیں جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے اور اُس کی رد تنقید بخاری جلد ۴ میں بتصریح مذکور ہے قوله فرأيت ان الصبر على ها تا احجى یعنی اسلام کی حفاظت مجھے اسی میں نظر آئی کہ میں صبر کروں۔ رہا یہ امر کہ ایسی حالت میں صبر کرنا حضرت کے نزدیک قرین عقل کیوں قرار پایا تو اس کی تصریح کی ضرورت نہیں کیونکہ مقصود آپ کا کوئی ذاتی نفع یا آسایش تو تھی نہیں جس کو آپ نے جملہ محلی منها محل القطب من الرحی سے بھی ظاہر کر دیا ہے بلکہ محط نظر صرف اقامت دین تھا (باقی صفحہ ۱۰۴ پر)

صُعُوبَتِهَا تَقَحَّمَتْ بِهِ فَلَمْ يَمْلِكْهَا۔ يُقَالُ أَشْنَقَ النَّاقَةَ إِذَا جَذَبَ رَأْسَهَا بِالزِّمَامِ فَرَفَعَهُ، وَشَنَقَهَا أَيْضًا ذَكَرَ ذٰلِكَ ابْنُ السِّكِّيتِ فِي إِصْلَاحِ الْمَنْطِقِ۔ وَإِنَّمَا قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَشْنَقَ لَهَا وَلَمْ يَقُلْ: أَشْنَقَهَا لِأَنَّهُ جَعَلَهُ فِي مُقَابَلَةِ قَوْلِهِ: أَسْلَسَ لَهَا فَكَأَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ إِنْ رَفَعَ لَهَا رَأْسَهَا بِمَعْنَى أَمْسَكَهُ عَلَيْهَا بِالزِّمَامِ

تو وہ علاوہ اُس کی صعوبت کے ناقہ اُس کو لے کر گر پڑتی ہے پس خود سوار نہیں بچتا ہے۔ جب سوار ناقہ کے سر کو مہار سے کھینچ کر اونچا کرتا ہے تو اس کو اشنق الناقہ اور شنق الناقہ (دونوں) کہتے ہیں جس کو ابن السکیت نے (اپنی کتاب) اصلاح المنطق میں ذکر کیا ہے اور جناب (امیر) علیہ السّلام نے اشنق لھا کہا اور اشنقھا نہ کہا اس سبب سے کہ اس کو اپنے دوسرے قول اسلس لھا کے مقابلہ میں رکھا ہے پس گویا حضرت نے یہ فرمایا کہ اگر سوار ناقہ کے سر کو مہار سے اونچا کرتا ہے یعنی مہار سے اُس کے سر کو روکتا ہے۔

(بقیہ صـ۱۰۳) مطابق قواعد شرعیہ کے کہ جس دین کامل کو رسول اللہ صلعم لائے تھے وہ مطابق انھیں احکام کے جاری ہو اور یہ اُسی وقت ہو سکتا ہے جب کل مسلمان تابع احکام شریعت ہوں یا آپ کو ایسے اعوان و انصار ملیں جو آپ کی نصرت کریں اور مخالفین کو راہ حق پر لائیں لیکن یہاں معاملہ برعکس ہے کہ تمام مسلمانوں نے اس طرح احکام شریعت سے روگردانی کر لی کہ کسی کو آنحضرت صلعم کے دفن و کفن کی بھی فکر نہ ہوئی ایسی حالت میں جناب امیرؑ کیا کر سکتے تھے لہذا صبر کرنا ہی انسب و اولیٰ قرار پایا۔ اس مطلب کو حضرتؑ نے حدیث رافع بن رافع میں اور بھی توضیح سے بیان کیا ہے استیعاب جلد اول صفحہ ۱۸۲ میں ہے قال علی العجب لطلحة والزبیر ان اللہ عزوجل لما قبض رسوله صلے اللہ علیه واٰله قلنا نحن اهله واولیاؤه لا ینازعنا سلطانه احد فابی علینا قومنا فولوا غیرنا وایم اللہ لولا مخافة الفرقة وان یعودوا لکفر ویبوء الدین لغیرنا فصبرنا علی مضض مما لم جناب امیرؑ نے کہا تعجب ہے طلحہ و زبیر سے کیونکہ جب رسولؐ خدا نے انتقال کیا تو ہم نے کہا ہم حضرت کے ولی اور مستحق تر ہیں اس خلافت کے مگر قوم نے انکار کیا اور غیروں کو خلیفہ بنا لیا خدا کی قسم اگر اسلام میں تفرقہ پڑ جانے کفر کے لوٹ آنے اور دین پر دوسروں کے قبضہ ہو جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو دیکھ لیتے لیکن انھیں وجوہ سے ان سختیوں پر ہم نے صبر کیا۔ یہ روایت اچھی طرح بتا رہی ہے کہ حضرتؑ نے محض اس خیال سے کہ قوم میں تفریق نہ پیدا ہو اور دین اسلام مضمحل ہو کر کفار کو غلبہ نہ ہو ترک منازعت کیا جسکی تائید (باقی صـ۱۰۵)

وَفِي الْحَدِيثِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ خَطَبَ عَلٰى نَاقَتِهٖ وَقَدْ شَنَقَ لَهَا فَهِيَ تَقْصَعُ بِجِرَّتِهَا وَمِنَ الشَّاهِدِ عَلٰى أَشْنَقَ بِمَعْنٰى شَنَقَ قَوْلُ عَدِيِّ بْنِ زَيْدِ الْعِبَادِيِّ ؎

سَاءَهَا مَا لَهَا تَبَيَّنَ فِي الْأَيْدِي
وَإِشْنَاقُهَا إِلَى الْأَعْنَاقِ

چنانچہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ناقہ پر خطبہ فرمایا وقد شنق لہا یعنی جس کی مہار کھینچے ہوئے تھے اور وہ ناقہ جگالی کر رہا تھا اور اشنق بمعنے شنق مستعمل ہونے کی نظیر عدی بن زید عبادی کا یہ شعر بھی ہے (جس کا ترجمہ یہ ہے)

ناگوار ہوئی اُس ناقہ کو وہ چیز جو ہاتھوں میں ظاہر ہوئی اور اُس کے سر کا گردن کی طرف کھینچنا۔

(بقیہ ص ۱۰۴) اُن واقعات سے بھی ہوتی ہے کہ ابوسفیان جو قوم مفتوح سے تھا آکر جناب امیرؑ کو طلب خلافت پر اُبھار رہا ہے اور حضرت اُس کو ڈانٹ رہے ہیں کہ تو ہمیشہ کا دشمن اسلام ہے مگر خلیفہ اول و دویم باوصفے کہ خلافت پر کامیاب ہیں اُس سے ڈر رہے ہیں اور اُس کو ملا رہے ہیں (جس کی تفصیل آئندہ آرے گی) جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اگر جناب امیرؑ اُس وقت صبر و سکوت نہ فرماتے تو اسلام مٹ چکا تھا کیونکہ خلفائے ثلاثہ ہر طرح کی سازش پر تیار تھے اگرچہ اسلام نیست و نابود ہی کیوں نہ ہو جاوے۔ غرض ان مجموعی حالات کی طرف اشارہ کرکے حضرت فرماتے ہیں کہ ان متضاد حالات پر غور کرکے ہم اس نتیجہ پر پہونچے کہ کٹے ہوئے ہاتھوں سے حملہ کرنا نہیں مقتضائے وقت و مصلحت ہے بلکہ صبر کرنا اس حالت میں زیادہ مناسب ہے (بقیہ حواشی ضمیمہ میں ہیں) ۱۲

خطبہ (۴)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ
بِنَا اهْتَدَيْتُمْ فِي الظَّلْمَاءِ۔ وَتَسَنَّمْتُمُ الْعَلْيَاءَ۔ وَبِنَا انْفَجَرْتُمْ عَنِ السِّرَارِ۔ وُقِرَ سَمْعٌ لَمْ يَفْقَهِ الْوَاعِيَةَ وَكَيْفَ يُرَاعِي النَّبْأَةَ مَنْ أَصَمَّتْهُ الصَّيْحَةُ؟ رُبِطَ جَنَانٌ لَمْ يُفَارِقْهُ الْخَفَقَانُ

اور حضرت علیہ السلام کے خطبہ کا ایک حصہ۔ (لوگو!) ہم ہی سے تم لوگوں نے تاریکی (کفر و جہالت) میں ہدایت پائی اور (اسلام کے) بلند مرتبہ تک (پہونچ کر) رفعت حاصل کی۔ اور ہماری ہی بدولت (ضلالت کی) اندھیری راتوں سے نکل کر صبح (ہدایت) میں آئے (پس) وہ کان بہرا ہو جو یاد رکھنے والی باتیں نہ سُنے (مگر بات یہ ہے کہ

مَا زِلْتُ اَنْتَظِرُ بِكُمْ عَوَاقِبَ الْغَدْرِ۔
وَاَتَوَسَّمُكُمْ بِحِلْيَةِ الْمُغْتَرِّيْنَ ۔
سَتَرَنِیْ عَنْكُمْ جِلْبَابُ الدِّيْنِ ۔
وَبَصَّرَنِيْكُمْ صِدْقُ النِّيَّةِ ۔ اَقَمْتُ
لَكُمْ عَلٰی سَنَنِ الْحَقِّ فِیْ جَوَادِّ الْمَضَلَّةِ
حَيْثُ تَلْتَقُوْنَ وَلَا دَلِيْلَ ۔ وَتَحْتَفِرُوْنَ
وَلَا تُمِيْهُوْنَ ۔ اَلْيَوْمَ اُنْطِقُ لَكُمُ
الْعَجْمَاءَ ذَاتَ الْبَيَانِ ۔ عَزَبَ
رَاْیُ امْرِئٍ تَخَلَّفَ عَنِّیْ ۔ مَا شَكَكْتُ
فِی الْحَقِّ مُذْ اُرِيْتُهٗ ۔ لَمْ يُوْجِسْ مُوْسٰی
عَلَيْهِ السَّلَامُ خِيْفَةً عَلٰی نَفْسِهٖ ۔
اَشْفَقَ مِنْ غَلَبَةِ الْجُهَّالِ وَدُوَلِ
الضَّلَالِ ۔ اَلْيَوْمَ تَوَاقَفْنَا عَلٰی سَبِيْلِ
الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ ۔ مَنْ وَثِقَ بِمَاءٍ
لَمْ يَظْمَأْ ۔

ہلکی آواز (یعنی ہماری نصیحتوں) کو وہ کیونکر سُن سکتا ہے
جسکو گرجنے والی آواز (یعنی احکام خدا و رسول نے بہرا
کردیا کہ نہ سُنا) (ہاں) وہ دل مطمئن رہیں جو (خوف خدا
سے) لرزتے رہتے ہیں۔ (رہے تم لوگ تو) میں ہمیشہ تمھاری
غدر و بیوفائی کا منتظر رہا اور تمھیں فریب خوردہ لوگوں کی
روش میں تاڑتا رہا (لیکن) پردۂ دین نے مجھے تم سے چھپا
رکھا (کہ مسلمان سمجھتا رہا مگر میری) خالص نیت نے تمھاری
صحیح حالت کو مجھ پر واضح کردیا۔ تم لوگوں (کی ہدایت) کے
لئے میں نے گمراہی کی راہوں سے سیدھی راہ پر اقامت
کیونکہ تم لوگ آپس میں ملتے تھے مگر تمھارا کوئی رہنما نہ
اور کنواں کھودتے تھے لیکن پانی نہیں نکلتا تھا۔ آج
بے زبانوں کو تمھارے لئے گویا کئے دیتا ہوں (گویا کہ
فصیح البیان (تو اب) جو شخص مجھ سے علٰحدہ ہو (سمجھو
اُس کی عقل زائل ہوگئی (کیونکہ) جب سے مجھے راہ
دکھائی گئی میں نے اسمیں شک کیا ہی نہیں (اور جس طرح
حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی جان کا خوف نہیں ہوا تھا (بلکہ) جاہلوں اور گمراہی کی دولتوں کے غلبہ کا خوف تھا (اسی طرح
اپنی فکر نہیں بلکہ گمراہی پھیلنے سے ڈرتا ہوں پس) آج ہم (تو) راہ حق پر قائم ہیں اور (تم) باطل پر (لہذا سمجھ رکھو کہ) جو
پانی پر بھروسہ رکھے گا وہ پیاسا نہیں رہ سکتا (یعنی تم لوگ مجھ پر اعتماد رکھوگے تو گمراہ نہیں ہو سکتے)۔

حاشیہ صفحہ ۱۰۵ یہ کلمات مثال جناب سید رضی علیہ الرحمہ نے حضرت کے ایک طویل خطبہ سے انتخاب کیا ہے۔ کہا گیا ہے کہ
خطبہ کو حضرتؑ نے طلحہ اور زبیر کے قتل ہونے کے بعد ان دونوں اور ان کے ساتھیوں کو مخاطب کرکے فرمایا ہے جیسا کہ جناب
رسالتمآب صلعم نے جنگ بدر میں کفار قریش کے قتل اور ان کے کنوئیں میں ڈالے جانے کے بعد اُن کو مخاطب کرکے کچھ ارشاد
فرمایا تھا جس پر خلیفہ دوم حضرت عمر نے آنحضرت پر اعتراض کیا کہ "یارسول چہ سخن می کنی با اجسادے کہ نیست در ان
جس کے جواب میں حضرتؑ نے فرمایا "سوگند بہ آں خدا کہ نفس من بید قدرت اوست کہ نیستید شما شنوا تر از ایشاں"

کہ می گویم ایشاں می شنوند ولیکن ایشاں جواب نمی گویند" (مدارج النبوۃ جلد ۲ صہ ۱۲۰) اور بعض شروح میں ہے کہ حضرت نے طلحہ و زبیر کی زندگی میں ہی اُن کو اور اُن کے ساتھیوں کو خطاب کرکے یہ ارشاد فرمایا ہے ۱۲ سے اس جملہ میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ حضرت بد دعا دے رہے ہیں کہ جو شخص توحید سُننے والی باتیں نہ سُنے اور اُن کو یاد نہ رکھے تاکہ اُن پر آئندہ عمل کر سکے اُس کا کان بہرا ہو جائے دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ جملہ خبریہ ہو کہ جس شخص نے ایسی باتیں نہ سُنیں وہ گویا بہرا ہو گیا کہ درحقیقت اُسکو سامع کہنا مناسب ہی نہیں ہے ۱۲ حاشیہ صفحہ ہٰذا لہ نباۃ خفیف اور ہلکی آواز کو کہتے ہیں اور صیحہ خوب سخت آواز کو یہاں نباۃ سے مراد حضرت کے ارشادات ہیں اور صیحہ سے زواجر قرآن و احادیث رسول صلعم پس مقصود یہ ہے کہ ان لوگوں (طلحہ و زبیر وغیرہم) نے خدا اور رسول کے اوامر و نواہی کی جن کی اہمیت نہایت سخت ہے پروا نہ کی تو میری چھوٹی باتوں کی کب پروا کر سکتے ہیں ۱۲ سے ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ اس جملہ میں کئی احتمال ہیں سب سے واضح یہ کہ تم لوگ جو اسلام کا دعوے اور اُس کے شعار کا اظہار کرتے ہو اسی نے تم کو مجھ سے محفوظ کر لیا ہے باوجودیکہ میں تمہارے قلب کی حالت نفاق کو اچھی طرح جانتا ہوں اور اس نفاق کو اور تمہاری قلبی خباثتوں کو میں نے اپنے خالص نیت سے پہچانا ہے جیسا کہ حدیث ہے المومن یبصر بنور اللہ کہ مومن نور خدا سے باطنی امور کو دیکھ لیتا ہے دوسرا احتمال یہ ہے کہ پردہ دین نے مجھ کو تم سے چھپا لیا ہے اور مجھے اس سے منع کر دیا ہے کہ میں اپنی حقیقت تم پر ظاہر کر دوں اور اپنے کو تمھیں پہچنوا دوں۔ تیسرا احتمال یہ ہے کہ پردہ دین میرے تمہارے درمیان حائل ہو گیا جس سے تم میری عقل و فراست اور تدبیر و سیاست دنیاویہ کو سمجھ نہیں سکتے کیونکہ بسبب شدت و ثاقت دین میں ہمیشہ مکاید دنیا سے بچتا اور تم لوگوں پر شفقت و مہربانی کرتا رہتا ہوں اور تمہارے جرموں کو معاف کرتا ہوں جس سے تم سمجھتے ہو کہ علی ضعیف ہیں اور دنیاوی اُمور کا سلیقہ نہیں رکھتے حالانکہ صرف دین کے خیال نے مجھے ایسا کر رکھا ہے کہ نمونہ رحمت خدا ہو رہا ہوں ورنہ میں تم کو بتا دیتا کہ خدا نے کیسی قوت مجھے عطا کی ہے ۱۲ سے یہ سب استعارات ہیں کہ تم لوگ گمراہ ہو کر بھٹکتے پھرتے تھے تمہارا کوئی ہادی نہ تھا انتظام اور امن و امان کے پیاسے تھے کوئی ساقی نہ تھا لہذا جو بہت سی راہیں تھیں اُن سے سیدھی راہ کو میں نے بتا دیا اور ٹیڑھی راہوں کو جو اُس کے چاروں طرف تھیں چھوڑ دیا ۱۲ سے مطلب یہ ہے کہ جس طرح آسمان و زمین اشجار و احجار اپنی زبان بے زبانی سے خدا کی توحید اور اُس کے خالق ہونے کا اقرار کر رہے ہیں اُسی طرح حقائق و معارف واقعات و حالات آیات خدا و احادیث نبوی جو سب بے زبان ہیں بولنے والوں کی طرح گواہی دے رہے ہیں کہ میرے معیت میں فلاح دنیا و دین اور میری مخالفت میں خسران دنیا و دین ہے پس باوجودیکہ یہ اشارات و رموز خفیہ ہیں لیکن صاحبان عقل و فہم کے لئے گویا زبان سے بول رہے ہیں ۱۲ سے یعنی خدا نے کلام مجید میں

حضرت موسےٰ کے بارے میں جو فرمایا ہے کہ فاوجس فی نفسہ خیفۃ موسیٰ (کہ حضرت موسیٰ اپنے دل میں ڈرے) تو اس سے یہ مطلب نہیں کہ انھیں اپنی جان کی ہلاکت کا خوف ہوا بلکہ مقصود یہ ہو کہ حضرت موسیٰ اس بات سے ڈرے کہ ایسا نہ ہو کہ جہالت و ضلالت غالب آ جائے۔ کیونکہ فرعون کے جادوگروں کے بدولت شبہات کے پیدا ہونے کا خوف تھا۔ اسی طرح میں جو ان لوگوں کے بارے میں ڈرتا ہوں تو اس خیال سے نہیں کہ ان کے مکروفریب یا جنگ سے میرا کچھ نقصان ہو جائے گا بلکہ خوف یہ ہے کہ ان کے چالبازیوں اور مکاریوں کو دیکھ کر دوسرے لوگ اسی کو دلیل حقیقت نہ سمجھ لیں اور اس طرح گمراہ نہ ہو جائیں ۱۲

خطبہ (۵)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَخَاطَبَهُ الْعَبَّاسُ وَأَبُو سُفْيَانُ بْنُ حَرْبٍ فِي أَنْ يُبَايِعَا لَهُ بِالْخِلَافَةِ

أَيُّهَا النَّاسُ شُقُّوا أَمْوَاجَ الْفِتَنِ بِسُفُنِ النَّجَاةِ وَعَرِّجُوا عَنْ طَرِيقِ الْمُنَافَرَةِ۔ وَضَعُوا تِيجَانَ الْمُفَاخَرَةِ۔ أَفْلَحَ مَنْ نَهَضَ بِجَنَاحٍ۔ أَوِ اسْتَسْلَمَ فَأَرَاحَ۔ هَذَا مَاءٌ آجِنٌ۔ وَلُقْمَةٌ يَغَصُّ بِهَا آكِلُهَا۔ وَمُجْتَنِي الثَّمَرَةِ لِغَيْرِ وَقْتِ إِينَاعِهَا۔ كَالزَّارِعِ بِغَيْرِ أَرْضِهِ فَإِنْ أَقُلْ يَقُولُوا حَرَصَ عَلَى الْمُلْكِ وَإِنْ أَسْكُتْ يَقُولُوا: جَزِعَ مِنَ الْمَوْتِ هَيْهَاتَ بَعْدَ اللَّتَيَّا وَالَّتِي۔ وَاللهِ لَابْنُ أَبِي طَالِبٍ آنَسُ بِالْمَوْتِ

حضرت رسول خدا صلعم کے انتقال پر جناب عباس اور ابوسفیان بن حرب نے جناب امیرؑ سے آپ کے (ہاتھ پر) بیعت کرنے کو کہا تو آپ نے جو فرمایا اُس کا (یہ) ایک حصہ (ہے) سلہ

لوگو! فتنوں کی موجوں کو نجات (صبر و صلح) کی کشتیوں سے شق کر دو اور راہ مخالفت سے علیحدہ ہو جاؤ اور فخر (و مباہات) کے (خیالی) تاجوں کو اُتار ڈالو۔ یہ بھی جان لو کہ کامیابی اُس نے حاصل کی جو (قوی) بازو کے ساتھ کھڑا ہوا یا جس نے مطیع ہو کر لوگوں کو آسودہ کر دیا۔ یہ (دنیا گویا) متعفن پانی اور وہ لقمہ ہے جس سے کھانے والے کو اُچھو ہو جائے (اور اس کے سوا ابھی اس وقت بیعت لینا مناسب نہیں کیونکہ) بے وقت میووں کا چننے والا مثل اُس شخص کے ہو جو نامناسب زمین میں زراعت کرے پس (دیکھو) اگر میں (معاملہ خلافت میں دخل دے کر) کچھ کہتا ہوں تو لوگ کہیں گے کہ ملک کے حریص ہیں، اور اگر سکوت

مِنَ الطِّفْلِ بِثَدْيِ اُمِّهٖ۔ بَلِ انْدَمَجْتُ عَلٰی مَکْنُوْنِ عِلْمٍ لَوْ بُحْتُ بِهٖ لَاضْطَرَبْتُمْ اِضْطِرَابَ الْاَرْشِیَةِ فِی الطَّوِیِّ الْبَعِیْدَةِ۔

کرتا ہوں تو کہیں گے کہ موت سے ڈر گئے افسوس (میرے) چھوٹے بڑے (معرکہ دیکھنے) کے بعد (اُن کا یہ خیال ہو حالانکہ) قسم بخدا پسر ابو طالب (خود ذات مبارک) موت سے اس قدر مانوس ہے کہ اتنا کوئی بچہ اپنی ماں کے پستان سے بھی مانوس نہ ہوگا[۱] (پس موت کے خوف سے علی کو کیا تعلق) بلکہ (میرے سکوت کی وجہ یہ ہے کہ) ایسے مخفی علم پر میں مطلع ہوں جس کو ظاہر کردوں تو تم لوگ اس طرح مضطرب ہو جاؤ جیسے گہرے کنوؤں میں ڈول وغیرہ کی رسّیاں ہلتی (اور ڈول سے ٹکراتی) ہیں[۲] (اور انھیں سکون و قرار نہیں ہوتا)۔

حاشیہ صفحہ [۱] اس کلام کا باعث یہ ہوا کہ بعد وفات رسول اللہ جب خلیفہ اول صاحب بہ مشورہ عمر صاحب و ابو عبیدہ خلیفہ بنائے گئے تو ابو سفیان نے چاہا کہ مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر دین اسلام کو برباد کر دیں کیونکہ اس کی دشمنی اسلام سے باوصف قبول اسلام ایسی تھی کہ کسی کو اس سے انکار نہیں اور اس کو ناراضی جناب امیرؑ اس خلافت سے معلوم تھی اور جانتا تھا کہ خلیفہ اول بلا حکم رسول خلیفہ بنے ہیں اور یہ خلیفہ اس قبیلہ سے ہے جو ہمیشہ ذلیل و خوار رہا۔ انھیں چار باتوں نے اسکو اس پر آمادہ کیا کہ جناب عباس کے پاس آیا اور کہنے لگا "دیکھتے ہو ان لوگوں نے خلافت کو خاندان بنی ہاشم سے نکال کر سردست بنی تیم میں پہونچا دیا اب کل بنی عدی کا یہ فظ غلیظ (عمر) ہم پر حکومت کرے گا لہذا جلد ہم تم حضرت علیؑ کی بیعت کرلیں تم رسول خدا کے چچا ہو لہذا تمھارا اثر ہوگا اور میری بات قریش میں برابر مانی جاتی ہے پس اگر لوگوں نے اسمیں ہماری مخالفت کی تو ہم اُن کو جنگ کرکے ہلاک کر ڈالیں گے"۔ یہ مشورہ کر کے جناب امیرؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت تو ابو سفیان کی قلبی حالت سے واقف تھے کہ یہ اسلام کی خیر خواہی میں کلام نہیں کرتا بلکہ مقصود اصلی مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر اسلام کو تباہ کرنا ہے پس آپ نے اس کلام سے ابو سفیان کو سمجھایا کہ اس وقت اسلامی بہبودی صلح و امن میں ہے نہ جنگ و خونریزی میں (شرح ابن ابی الحدید معتزلی جلد اول صد۲ و شرح ابن میثم صد۱۱۲) اس کلام سے حضرات اہلسنت کا وہ اعتراض کامل طور پر رفع ہو جاتا ہے کہ حضرت علی نے غصب خلافت پر تلوار میان سے کیوں نہ نکالی کیونکہ اس کی وجہ خود حضرت نے ظاہر کر دی کہ اسمیں اسلام کی تباہی یقینی ہے اور ہمارا سا محافظ حقیقی اسلام اسکو پسند نہیں کر سکتا کہ اسلام تباہ ہونے پائے (اس کے متعلق تفصیل ضمیمہ میں ملاحظہ ہو) [۲] سیاق و سباق خطبہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں تک خطاب ابو سفیان سے تھا اس لئے کہ اس نے حضرت سے بیعت کرنے کی خواہش اس سبب سے ظاہر کی تھی کہ بنی تیم کی اطاعت نہ کرنا پڑے نہ اس لئے کہ واقعی حضرت علی کو وہ حقیقی نائب رسول اور خلیفۃ اللہ سمجھتا ہو لہذا حضرت نے اس کو سمجھایا کہ اسلام نے خاندان پرستی گدی نشینی اور ذاتی وجاہت و اقتدار کی حکومت کو باطل کر دیا ہے بلکہ ریاست اصلیہ اولیاء اللہ کو

حاصل ہو۔ پس اے ابو سفیان اس خیال سے باز آ کہ خاندانی وجاہت سے خلافت رسول حاصل ہوتی ہے اگر ایسا ہوتا تو بنو ہاشم جن کو تو قابل سرداری کہتا ہے انمیں سب سے بزرگ عباس ہیں اُن کو سردار دین ہونا چاہیے حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ ولی اللہ صرف وہی ہو سکتا ہے جس کو خداوند عالم کے حکم سے رسول خدا صلعم مقرر فرما دیں۔

خطبہ (۶)

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ لَمَّا أُشِيرُ عَلَيْهِ بِأَنْ لَا يَتْبَعُ طَلْحَةَ وَالزُّبَيْرَ وَلَا يَرْصُدُ لَهُمَا الْقِتَالُ۔

وَاللّٰهِ لَا أَكُونُ كَالضَّبُعِ تَنَامُ عَلَى طُولِ اللَّدْمِ حَتَّى يَصِلَ إِلَيْهَا طَالِبُهَا۔ وَيَخْتِلَهَا رَاصِدُهَا۔ وَلٰكِنِّي أَضْرِبُ بِالْمُقْبِلِ إِلَى الْحَقِّ الْمُدْبِرَ عَنْهُ۔ وَبِالسَّامِعِ الْمُطِيعِ۔ الْعَاصِيَ الْمُرِيبَ أَبَدًا۔ حَتَّى يَأْتِيَ عَلَيَّ يَوْمِي۔ فَوَاللّٰهِ مَا زِلْتُ مَدْفُوعًا عَنْ حَقِّي۔ مُسْتَأْثَرًا عَلَيَّ۔ مُذْ قَبَضَ اللّٰهُ نَبِيَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ حَتَّى يَوْمِ النَّاسِ هٰذَا۔

حضرت کے اُسوقت کے کلام کا کچھ حصہ جب آپ کو مشورہ دیا گیا کہ طلحہ و زبیر کا تعاقب نہ کریں اور نہ اُن سے جنگ کا سامان فرمائیں۔

بخدا میں بجُو ایسا نہ ہوں گا جو دیر تک کھٹکھٹانے سے سُو جاتا ہے یہاں تک کہ اُسکا پکڑنے والا اُس تک پہونچ جاتا ہے اور تاک والا فریب سے کر پکڑ لیتا ہے۔ بلکہ میں حق کی طرف آنے والے کے ساتھ لڑتا رہوں گا اُس سے جو اس سے منھ پھیرے گا۔ اور فرمانبردار کے ساتھ اُس سے جو نافرمانی (یا) شک کرے گا یہاں تک کہ میری اجل معین کا دن آجائے کیونکہ خدا کی قسم جب سے خدا نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو (دنیا سے) اُٹھا لیا آج تک میں برابر اپنے حق سے ہٹایا جاتا رہا ہوں اور (غیروں کو) مجھ پر ترجیح دی جاتی رہی ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۹ ؎ معلوم ہوتا ہے کہ قطع من نہض سے خطاب خاص حضرت عباس سے ہے اور مقصود حضرت کا یہ ہے کہ جب سوائے چند مخصوص اشخاص کے سب کے سب حق سے منھ موڑ چکے میرا بیعت کے لیے کھڑا ہونا باعث خرابی اسلام ہے اور مثل اُس شخص کے ہوگا جو درخت سے خام میووں کو توڑے کہ میوے بھی ضائع ہو جائیں گے اور اُس کو کوئی نفع بھی نہ ہوگا اسی طرح اگر میں بیعت لینا چاہوں تو اسلام بھی تباہ ہو جائے گا اور میری بیعت کرکے لوگ حق کے تابع بھی نہ ہوں گے لہذا اس وقت سکوت سے کام لو کہ اسلام کی ظاہری حالت تو درست رہے ۲؎ حاشیہ صفحہ ۱۰۹ ؎ غالباً یہ اشارہ ہے اُن واقعات شجاعت اور عدم مبالات

بالموت کی طرف جن میں حضرتؑ نے اپنی جان کی ذرہ برابر کبھی پروا نہ کی مثلاً شب ہجرت بستر رسول پر نہایت گہری نیند اطمینان سے تلواروں کے سایہ میں سونا۔ جنگ بدر میں ستر سے زیادہ کفار کو قتل کرنا۔ غزوہ احد میں بخلاف دیگر صحابہ کے ثابت قدم رہ کر آنحضرت صلعم کی حمایت کرنا۔ عمرو بن عبدود کو خندق میں اور مرحب کو خیبر میں قتل کرنا کہ جب ان مواقع پر ہر شخص اپنے کو موت کے منہ میں سمجھتا تھا میں نے موت سے خوف نہ کیا تو یہ امور ان کے مقابلہ میں کیا وقعت رکھتے ہیں ۱۲

ف ۲ یہ اشارہ ہے اُن خرابیوں اور فسادات کی طرف جو حضرت کے تلوار نکالنے اور بیعت لینے سے اسلام میں پیدا ہوتے اللہ اکبر کیسی بلیغ تشبیہ حضرتؑ نے دی ہے کہ دوسری اس معنویت کی مقصود نہیں ۱۲ حاشیہ صفحہ ۱۰۵ ف ۱ طلحہ و زبیر جناب رسالتمآب صلعم کے مشہور صحابی ہیں اور اہلسنت کے یہاں عشرہ مبشرہ سے ہیں کہ جناب رسالتمآب صلعم نے ان لوگوں کو جنت کی بشارت دی تھی۔ قتل حضرت عثمان خلیفہ ثالث کے بعد ان دونوں نے نہایت اصرار سے جناب امیرؑ کو قبول خلافت پر آمادہ کیا نہایت مستعدی سے آپ کی بیعت کی لیکن بعد ان سب کے سخت مخالف ہو گئے اور بی بی عائشہ کے ساتھ جنگ جمل میں شریک ہو کر آپ سے لڑے آخر کار مارے گئے۔ اس بارے میں حضرت کو مشورہ دیا گیا کہ ان سے جہاد نہ فرمائیں ۱۲

ف ۲ علامہ ابی الحدید ابو عبیدہ سے نقل کرتے ہیں کہ بجو (جانور) کا شکار کرنے والا اُس کے سوراخ کے پاس آتا ہے تو وہاں کی زمین کو آہستہ آہستہ کھٹکھٹاتا ہے اور کچھ بولتا جاتا ہے جس سے بجو فریب میں آ کر سو رہتا ہے پس صیاد اُس کے پیر میں رسی باندھ کر اُس کو گرفتار کر لیتا ہے۔ اُسی حالت سے حضرت اپنی حالت کو تشبیہ دیتے ہیں کہ میں جنگ سے باز نہ آؤں گا کیونکہ پھر یہ لوگ میری خاموشی سے جو چاہیں گے کر گزریں گے اور میرا وہی حال ہوگا جو بجو کا حال اُن کی آوازوں کو سن کر سو رہنے سے ہوتا ہے بلکہ میں اُن لوگوں کو جو میری اطاعت کریں گے اور حق کو مانیں گے ہمراہ لے کر اُن لوگوں سے جہاد کروں گا جو مجھ سے مخالفت اور احکام خدا و رسول سے روگردانی یا اُن میں شک و شبہہ کرتے ہیں یہاں تک کہ میں درگاہ خدا میں حاضر ہو جاؤں کیونکہ وفات رسول صلعم سے آج تک ان لوگوں کی یہی حالت رہی ہو کہ باطل کو حق پر ترجیح دیتے رہے اور مستحق کو ترک کر کے غیر مستحق کو اختیار کرتے رہے ۱۲

خطبہ (۷)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
اِتَّخَذُوا الشَّيْطَانَ لِاَمْرِهِمْ مِلَاكًا۔
وَاتَّخَذَهُمْ لَهُ اَشْرَاكًا۔ فَبَاضَ وَ

حضرت علیہ السلام کے ایک خطبہ کا کچھ حصہ۔
(لوگوں نے) شیطان کو اپنے ہر امر کا مالک و مختار بنا رکھا ہے
اور اُس نے بھی ان کو اپنا شریک (یا پھندا) بنایا ہے

فَرَّخَ فِي صُدُورِهِمْ۔ وَدَبَّ وَدَرَجَ فِي حُجُورِهِمْ۔ فَنَظَرَ بِأَعْيُنِهِمْ۔ وَنَطَقَ بِأَلْسِنَتِهِمْ۔ فَرَكِبَ بِهِمُ الزَّلَلَ۔ وَزَيَّنَ لَهُمُ الْخَطَلَ۔ فِعْلَ مَنْ قَدْ شَرِكَهُ الشَّيْطَانُ فِي سُلْطَانِهِ۔ وَنَطَقَ بِالْبَاطِلِ عَلَى لِسَانِهِ۔

پس انھیں کے سینوں میں اُس نے انڈے بچے دیے ا[ور] انھیں کی گودوں میں (وہ شیطانی بچے) چلے پھرے ا[ور] جوان ہوئے ہیں) تو اب (شیطان نے جو کچھ) دیکھا انھیں کی آنکھوں سے اور (جو کچھ) باتیں کیں انھیں کی زبانوں سے۔ پھر تو ان کو (ہر طرح سے) گناہ پر آمادہ کیا ا[ور] ہر بُرائی کو اُن کے لیے آراستہ کیا مثل اُس شخص کے [افعال] جس کے (ہر) کام میں شیطان شریک ہو اور اُسی کے زبان سے کلام باطل کرتا ہو[۱]

---

[۱] اس خطبہ میں جناب امیر علیہ السلام نے ایسی لطیف تشبیہات ذکر فرمائی ہیں جن کے محاسن کا بیان بھی نہیں ہو سکتا حضرت اپنے زمانہ کے مخالفین کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے شیطان کو اپنے تمام امور کا مدار المہام بنا رکھا ہے کہ جو کچھ کرتے ہیں اُسی کی اطاعت سے لہذا شیطان نے بھی ان لوگوں کو اپنا شریک یعنی شیطان بنا لیا ہے یا یہ کہ اپنا پھندا بنا یا کہ لوگوں کو اس سے پھانستے ہیں کیونکہ اگر اشراک جمع شریک ہو تو وہ معنی ہوں گے اور اگر شریک کی جمع لی جائے تو معنے پھندا ہوگا غرض دونوں کے اتحاد کی یہ حد ہو گئی کہ جس طرح چڑے گھونسلوں میں انڈے دے کر بچے نکالتے ہیں اور انھیں گھونسلوں میں وہ بچے بڑے ہوتے ہیں اُسی طرح ان لوگوں کے سینوں میں شیطان اپنے انڈے بچے دیتا ہے چنانچہ ان شیطانی بچے بڑھتے اور جوان بھی اُنھیں کے سینوں میں ہوتے ہیں یعنی یہ لوگ باطل اور گمراہی کو جو گویا شیطان کی محبوب اولاد ہے اسی طرح اپنے سینوں میں پرورش کرتے ہیں جس طرح طائر اپنے بچوں کو گھونسلوں میں لہذا جب ان لوگوں اور شیطان میں اسقدر اتحاد ہو گیا تو شیطان جو کچھ دیکھتا ہے انھیں کی آنکھوں سے اور جو کچھ بولتا ہے انھیں کی زبان سے غرض ان کے رگ و ریشہ میں شیطان پیوست ہو گیا ہے خلاصہ یہ کہ یہ سب کے سب شیطان کی اطاعت اور محبت کرتے کرتے خود بھی شیطان مجسم ہو گئے ہیں کہ اب اگر کوئی شخص ان لوگوں میں اور شیطان میں فرق کرنا چاہے تو نہ کر سکے ۱۲

خطبہ (۹)

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَعْنِي بِهِ الزُّبَيْرَ فِي حَالٍ اقْتَضَتْ ذٰلِكَ يَزْعُمُ أَنَّهُ قَدْ بَايَعَ بِيَدِهِ۔ وَلَمْ يُبَايِعْ

حضرت علیہ السلام کے ایک کلام کا کچھ حصہ زبیر کے متعلق ایسی حالت کے بارے میں جو اسی (کلام) کو مقتضی تھی۔[۱] وہ گمان کرتا ہے کہ اُس نے (میری) بیعت اپنے ہاتھ سے

بِقَلْبِهٖ فَقَدْ اَقَرَّ بِالْبَيْعَةِ۔ وَادَّعَى الْوَلِيْجَةَ۔ فَلْيَأْتِ عَلَيْهَا بِاَمْرٍ يُعْرَفُ وَاِلَّا فَلْيَدْخُلْ فِيْمَا خَرَجَ مِنْهُ۔

اور اپنے دل سے بیعت نہیں کی پس اقرار بیعت تو اُس نے کرلیا (رہا یہ کہ) دلی مخالفت کا دعوے کیا تو اُسے چاہیے کہ (اپنے) اس (دعوے) پر کوئی ایسی دلیل لائے جو واضح ہو ورنہ جس امر (بیعت) سے نکل گیا ہے اُس میں داخل ہو۔

حاشیہ صفحہ ۱۱۰ ۔ زبیر بن العوام صحابی رسالتمآب صلعم نے پہلے جناب میرؑ کی بیعت کی بعد ازاں آپ کا مخالف ہوگیا اور نقض عہد وبیعت کرکے جنگ جمل میں آکر حضرتؑ سے لڑا تو آنحضرت نے اُس سے کہلایا کہ تم نے تو میری بیعت کرلی تھی لہذا وہ بیعت تمھاری گردن میں لازم اور میری اطاعت تم پر واجب ومتحتم ہے زبیر نے کہا بیعت کرتے وقت میں نے توریہ کرلیا تھا کبھی کہا کہ ظاہرا صرف ہاتھ سے بیعت کرلی تھی اور دل میں یہ نیت تھی کہ آپ کی بیعت نہیں کروں گا غرض اسی قسم کے بیہودہ جواب دیتا تھا حضرتؑ نے جب یہ سُنا تو فرمایا کہ اسکا تو اُسے بہرحال اقرار ہے کہ میری بیعت کی۔ اب یہ جو دعوے اکرتا ہے کہ اُس وقت دل میں اُس کے خلاف امر تھا تو چاہیے کہ اس دعوے پر کوئی دلیل پیش کرکے اس کو ثابت کردے تاکہ واضح ہو جائے وہ میری بیعت میں نہیں ہے ورنہ جب اقرار بیعت کرچکا تو اُسی بیعت میں باقی رہ کر میری اطاعت کرتا رہے ۱۲

خطبہ (۹)

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَقَدْ اَرْعَدُوْا وَاَبْرَقُوْا۔ وَمَعَ هٰذَيْنِ الْاَمْرَيْنِ الْفَشَلُ۔ وَلَسْنَا نُرْعِدُ حَتّٰى نُوْقِعَ۔ وَلَا نُسِيْلُ حَتّٰى نُمْطِرَ۔

حضرت علیہ السلام کے ایک کلام کا کچھ حصہ۔

یہ لوگ (خوب) گرجے (بھی) اور چمکے (بھی) مگر پھر بھی وہی بُزدلی!! اور (برخلاف اس کے) ہم جب تک ہلاک نہیں کرلیتے گرجتے نہیں اور جب تک برس نہیں لیتے بہتے نہیں[1]

---

[1] حاشیہ صفحہ ہذا ۔ یہ جملے جنگ جمل کے فریق مخالف یعنی بی بی عائشہ وطلحہ وزبیر کے لشکر کی حالت میں ہیں کہ یہ لوگ جنگ سے قبل زمین میں زلزلہ ڈالے ہوئے تھے کہ ہم یوں لڑیں گے یوں ہلاک کریں گے لیکن یہ سب دعوے لڑنے کے قبل ہی تھے جب جنگ شروع ہوگئی تو ویسے ہی بودے نکلے۔ برخلاف اس کے ہم لوگوں کی حالت ہے کہ پہلے بالکل مطمئن اور خاموش رہتے ہیں لیکن جب لڑتے ہیں تو رن ہل جاتے ہیں اور جب تلوار پکڑ لیتے ہیں تو خون کی ندیاں بہ جاتی ہیں ۱۲

خطبہ (۱۰)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلَا وَاِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ جَمَعَ حِزْبَهُ۔ وَاسْتَجْلَبَ خَيْلَهُ۔ وَاِنَّ مَعِي لَبَصِيرَتِي۔ مَا لَبَّسْتُ عَلَى بَصِيرَتِي نَفْسِي۔ وَلَا لُبِّسَ عَلَيَّ۔ وَاَيْمُ اللهِ لَاُفْرِطَنَّ لَهُمْ حَوْضًا اَنَا مَاتِحُهُ۔ لَا يَصْدُرُونَ عَنْهُ۔ وَلَا يَعُودُونَ اِلَيْهِ۔

حضرت علیہ السلام کے ایک خطبہ کا کچھ حصہ۔

خبردار ہو جاؤ کہ شیطان[1] نے اپنا گروہ (گمراہی کے ل[illegible]) جمع کر لیا اور اپنے سوار و پیادے اکٹھا کر لئے (اگ[illegible]) میرے ساتھ تو میری وہی بصیرت (دین) موجود ہے[2] نہ تو میرے نفس ہی نے میری بصیرت کو اشتباہ میں ڈالا اور نہ (اور ہی کسی طرح) میں اشتباہ میں ڈالا گیا[3] خدا کی قسم میں ان کے لئے (جنگ کا) ایک ایسا حوض بھ[illegible] جس کا پانی کھینچنے والا بھی میں ہی ہوں گا کہ یہ سب[illegible] اُس سے نکل سکیں گے اور نہ (اُس سے بھاگنے والے) اُدھر لوٹ سکیں گے۔

---

[1] علامہ ابن ابی الحدید اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ ممکن ہو حضرتؑ کی مراد یہاں شیطان سے شیطان حقیقی ہو اور ممکن ہو کہ اس سے مراد معاویہ ہو پس اگر معاویہ مراد ہو تو لشکر جمع کرنے اور سوار و پیادے اکٹھا کرنے کا مضمون [illegible] کے بیان کرنے کے لئے ہو اور اگر شیطان حقیقی مراد ہو تو لشکر جمع کرنے سے مراد استعارات ہوں کہ شیطان نے سب [illegible] گمراہ کر دیا اور اپنی جماعت تیار کر لی ہو لیکن حق یہ ہو کہ اس سے مراد معاویہ ہی ہے ۱۲ [2] یعنی جناب رسالتمآب صلعم کے زمانہ سے جو بصیرت دین مجھے حاصل ہو وہ اس وقت تک موجود ہے جس میں کسی قسم کا تغیر ہوا ہی نہیں مجھے شیطان کی طرح لوگوں کے بہکانے اور شر و فساد کے لئے لشکر آراستہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے [3] اس کے متعلق ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ یہ نہایت عمدہ تقسیم ہے کیونکہ جو شخص بھی راہ ہدایت کو ترک کر کے گمراہ ہوتا ہے دو ہی صورت ہوتی ہو یا اُسکا نفس ہی گمراہی کی طرف مائل ہو جاتا ہے یا دوسرے لوگ اُسکو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں پس حضرتؑ کے بارے میں دونوں صورتیں مفقود ہیں ۱۲ [4] حضرت کا مقصود یہ ہے کہ اس شیطان معاویہ کے مقابلہ میں جنگ و جدال کا ایسا گڑھا تیار کروں گا اور اُس میں ان لوگوں کو اس طرح پھنساؤں گا کہ جو اسمیں آجائیں وہ نکل نہ سکیں گے اور جو اُس سے بھاگیں گے وہ لوٹ نہ سکیں گے ۱۲

خطبہ (۱۱)

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِابْنِهِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ لَمَّا أَعْطَاهُ الرَّايَةَ يَوْمَ الْجَمَلِ۔

تَزُولُ الْجِبَالُ وَلَا تَزُلْ۔ عَضَّ عَلَى نَاجِذِكَ۔ أَعِرِ اللهَ جُمْجُمَتَكَ۔ تِدْ فِي الْأَرْضِ قَدَمَكَ۔ إِرْمِ بِبَصَرِكَ أَقْصَى الْقَوْمِ۔ وَغُضَّ بَصَرَكَ وَاعْلَمْ أَنَّ النَّصْرَ مِنْ عِنْدِ اللهِ سُبْحَانَهُ۔

کچھ حصہ حضرت علیہ السّلام کے کلام کا (جسے) اپنے صاحبزادہ محمد بن حنفیہ سے (فرمایا) جب جنگ جمل میں اُن کو لشکر کا علم عطا کیا۔

(بیٹا) پہاڑ ٹل جائیں (تو ٹل جائیں) تم نہ ٹلنا (بلکہ) دانت کو (دانت پر) خوب جمائے رہنا۔ اپنا سر خدا کو عاریت دے دینا اپنے قدم کو زمین میں میخ کی طرح گاڑ دینا لشکر کی آخری صف پر اپنی نگاہ ڈالنا اور (وہیں) اُسے جما دینا اور یقین رکھنا کہ خدائے سبحانہ کی درگاہ سے (تمہاری) مدد (ضرور) ہوگی۔ [1]

---

[1] تمام دنیا کے کلام کو ڈھونڈھ لیا جائے پھر بھی جنگ کی ہدایت اور میدان حرب کی استقامت میں اس قدر مختصر الفاظ میں ایسے مواعظ و نصائح نہیں مل سکتے۔ ایک ایک لفظ میں حضرت نے ایک ایک دفتر کے مطالب کو ادا فرما دیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جنگ کا موقع ایسا نازک ہوتا ہے کہ سردار کو نہایت مختصر الفاظ میں پوری شجاعت و قوت قلب اور اجتماع حواس و استقامت کی تاکید کرنا پڑتی ہے لیکن پھر بھی حضرت نے جیسے مختصر الفاظ فرمائے ہیں اگر دوسرے معانی بھی ہوں جب بھی ایسے مختصر الفاظ استعمال کرنا گویا محال معلوم ہوتا ہے اور اگر الفاظ دوسرے اور زیادہ بھی ہوں جب بھی اس سے زیادہ جوش دلانے اور حرارت پیدا کرنے والا کلام صادر ہونا گویا ناممکن نظر آتا ہے ۱۲

خطبہ (۱۲)

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا أَظْفَرَهُ اللهُ بِأَصْحَابِ الْجَمَلِ وَقَدْ قَالَ لَهُ بَعْضُ أَصْحَابِهِ: وَدِدْتُ أَنَّ أَخِي فُلَانًا كَانَ شَاهِدَنَا۔ لِيَرَى مَا نَصَرَكَ اللهُ بِهِ عَلَى أَعْدَائِكَ

حضرت علیہ السّلام کے ایک کلام کا کچھ حصہ۔

جب خدا نے آپ کو اصحاب (جنگ) جمل پر فتح دی۔ اور آپ سے آپ کے بعض اصحاب نے کہا کہ "میری خواہش تھی کہ میرا فلاں بھائی ہم میں موجود رہتا کہ دیکھتا خدا نے آپ کو آپ کے دشمنوں پر کس طرح غالب کیا"۔ تو

فَقَالَ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَهْوٰى أَخِيكَ مَعَنَا؟ فَقَالَ: نَعَمْ۔ قَالَ: فَقَدْ شَهِدَنَا۔ وَلَقَدْ شَهِدَنَا فِي عَسْكَرِنَا هٰذَا أَقْوَامٌ فِي أَصْلَابِ الرِّجَالِ۔ وَأَرْحَامِ النِّسَاءِ۔ سَيَرْعَفُ بِهِمُ الزَّمَانُ۔ وَيَقْوٰى بِهِمُ الْإِيمَانُ۔

حضرت علیہ السّلام نے اُس سے فرمایا "کیا تیرے بھائی کا میلان ہماری طرف ہے"، اُس نے عرض کی "ہاں"۔ فرمایا "(اگر ایسا ہے) تو بیشک وہ ہم میں حاضر تھا اور ہمارے اس لشکر میں تو وہ لوگ بھی موجود تھے جو (ابھی) مردوں کی پشتوں میں اور عورتوں کی رحموں میں ہیں کہ عنقریب اُن کو زمانہ پیدا کرے گا اور ایمان کو اُن سے قوت حاصل ہوگی۔ [۱]

[۱] ماخذ اسکا کلام الٰہی ہے یوم ندعوا کل اناس بامامھم کہ ہر شخص اپنے امام کے ساتھ محشور ہوگا اور آنحضرت کی حدیث مشہور ہے المرء مع من احب کہ ہر شخص اپنے محبوب کے ساتھ ہے پس چونکہ وہ شخص بھی حضرت کے ہوا خواہوں سے تھا لہذا اگرچہ وہ یہاں موجود نہ تھا مگر اس حکم میں تھا کہ وہ موجود ہے چنانچہ آنحضرت نے تو بہت سے صحابہ کو اسی بنا پر مال غنیمت سے حصہ بھی دیا ہے۔ اب اس کے بعد حضرت ترقی فرماتے ہیں کہ محض اُس شخص کو یہ درجہ اور نفع حاصل ہوگا جو دنیا میں اس وقت موجود ہو اور یہاں سے اسوقت غائب ہے، لیکن تمنا ہمارے ہمراہ ہونے کی رکھتا ہے بلکہ اُن لوگوں کو بھی یہی درجہ حاصل ہوگا۔ جو حیز وجود میں نہیں آرہے ہیں بلکہ ابھی اپنے مردوں کے صلبوں میں اور عورتوں کے رحموں میں اُن کا مادہ ہے اور عرصہ کے بعد زمانہ میں پیدا ہوں گے کیونکہ المرء مع من احب مسلّم ہے ابن ابی الحدید صـ۸۳ میں اس خطبہ کی شرح میں لکھتے ہیں "جب حضرت علی علیہ السّلام جنگ جمل میں فتح یاب ہوئے اور امن قائم ہوگیا تو حضرت بصرہ کے بیت المال میں بہت سے مہاجرین کو ساتھ لے کر تشریف لے گئے وہاں اموال بے حد و انتہا کثرت اور فراوانی ملاحظہ فرمائی تو اُن مالوں کو خطاب کر کے کئی مرتبہ کہا غری غیری غری غیری (کسی اور کو دھوکہ دے کسی اور کو فریب دے) پھر حضرت نے ایک مرتبہ مال کی طرف نظر کی اور نظر جما کر اُن مالوں کو دیکھا اور اُن کی تعداد کا اندازہ کیا تو فوراً حکم دیا کہ ان کُل مالوں کو اُن لوگوں میں پانچ پانچ سو تقسیم کر دو پس وہ کل مال اُسی طرح تقسیم کر دیا گیا فلا والذی بعث محمدا بالحق ما نقص درھما ولا زاد درھما کانہ کان یعرف مبلغہ و مقداره وکان ستۃ آلاف الف درھم والناس اثنا عشر الفا یعنی قسم ہے اُس ذات کی جس نے محمد صلعم کو مبعوث کیا کہ لوگوں نے نہ کسی کو ایک درہم زیادہ دیا اور نہ کم دیا اور سب پر برابر کل مال تقسیم ہوگیا گویا کہ حضرت کو علم غیب معلوم تھا کہ یہ مال کتنا ہے اور اس کی مقدار کتنی ہے چنانچہ بعد کو معلوم ہوا کہ وہ پورے ساٹھ لاکھ درہم تھے اور جن لوگوں

وہ تقسیم ہوا وہ پورے بارہ ہزار تھے۔ اللہ اکبر اس علم کی کوئی انتہا ہے۔ سچ ہے علی ہو باب مدینۃ العلوم حضرتؑ نے اس
جنگ میں جس قدر سلاح۔ دابہ مملوک متاع عروض تھا اُسی کو لیا اور اُسی کو مجاہدین پر تقسیم کیا بقیہ اشیاء کو چھوڑ دیا
جب صحابہ نے اعتراض کیا کہ مثل مال کفار تقسیم کر دیا جاوے تو حضرتؑ نے فرمایا اچھا بتاؤ عائشہ کس کے حصہ میں دی جاوے
سب نے گزارش کی کہ ان کی تقسیم صحیح نہیں ۱۲

خطبہ (۱۳)

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
فِي ذَمِّ أَهْلِ الْبَصْرَةِ۔
كُنْتُمْ جُنْدَ الْمَرْأَةِ۔ وَأَتْبَاعَ الْبَهِيمَةِ
رَغَا فَأَجَبْتُمْ۔ وَعُقِرَ فَهَرَبْتُمْ۔
أَخْلَاقُكُمْ دِقَاقٌ۔ وَعَهْدُكُمْ شِقَاقٌ
وَدِينُكُمْ نِفَاقٌ۔ وَمَاؤُكُمْ زُعَاقٌ۔
وَالْمُقِيمُ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ مُرْتَهَنٌ
بِذَنْبِهِ۔ وَالشَّاخِصُ عَنْكُمْ مُتَدَارَكٌ
بِرَحْمَةٍ مِنْ رَبِّهِ۔ كَأَنِّي بِمَسْجِدِكُمْ
كَجُؤْجُؤِ سَفِينَةٍ قَدْ بَعَثَ اللهُ عَلَيْهَا
الْعَذَابَ مِنْ فَوْقِهَا وَمِنْ تَحْتِهَا۔ وَ
غَرِقَ مَنْ فِي ضِمْنِهَا (وَفِي رِوَايَةٍ)
وَايْمُ اللهِ لَتَغْرَقَنَّ بَلْدَتُكُمْ حَتَّى
كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى مَسْجِدِهَا كَجُؤْجُؤِ
سَفِينَةٍ۔ أَوْ نَعَامَةٍ جَاثِمَةٍ۔ (وَفِي
رِوَايَةٍ) كَجُؤْجُؤِ طَيْرٍ فِي لُجَّةِ بَحْرٍ۔
(وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى) بِلَادُكُمْ أَنْتَنُ

اہل بصرہ کی مذمت میں حضرتؑ کے کلام کا ایک
حصہ ۔ لہ

(بصرہ والو!) تم لشکر تھے (ناقص العقل) عورت کے
اور پیرو تھے ایک چوپایہ (یعنی شتر عائشہ) کے (کہ جب)
وہ بولا تم نے لبیک کہی اور جب وہ مارا گیا تو بھاگ کھڑے ہوئے
تمہارے اخلاق ذلیل اور تمہارا عہد و پیمان بے وفائی
تمہارا دین نفاق اور تمہارے شہر کا پانی شور و تلخ ہے
اور (علاوہ بریں) تم میں رہنے والا گناہوں میں گھرا ہوا
رہتا ہے اور تم سے علیحدہ ہو جانے والے کی دستگیری
خدا کی رحمت کرتی رہتی ہے (یہ بھی جان لو کہ آئندہ
بصرہ غرق ہوگا) گویا تمہاری مسجد کو میں دیکھ رہا ہوں کہ
وہ مثل سینہ سفینہ کے (محسوس ہو رہی) ہے جس پر خدا نے
اوپر کی جانب سے بھی عذاب بھیج دیا ہو اور نیچے کی جانب سے
بھی اور جو جو اسمیں سوار ہوں (سب) غرق ہو گئے ہوں
(اور دوسری روایت میں ہے) اور قسم بخدا تمہارا شہر غرق
ہو جائے گا حتی کہ میں تمہاری مسجد کو مثل کشتی کے بالائی حصہ
کے یا لیٹے ہوئے شتر مرغ کے دیکھ رہا ہوں (اور ایک دوسری

بِلَادِ اللّٰهِ تُرْبَةً۔ اَقْرَبُهَا مِنَ الْمَآءِ۔ وَاَبْعَدُهَا مِنَ السَّمَآءِ۔ وَبِهَا تِسْعَةُ اَعْشَارِ الشَّرِّ۔ اَلْمُحْتَبِسُ فِيْهَا بِذَنْبِهٖ وَالْخَارِجُ بِعَفْوِ اللّٰهِ۔ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى قَرْيَتِكُمْ هٰذِهٖ قَدْ طَبَّقَهَا الْمَآءُ۔ حَتّٰى مَا يُرٰى مِنْهَا اِلَّا شُرَفُ الْمَسْجِدِ كَاَنَّهٗ جُؤْجُؤُ طَيْرٍ فِيْ لُجَّةِ بَحْرٍ۔

روایت میں ہے یہ مسجد) مثل سینہ پرندکے (ہوگی) جو قعر دریا میں ڈوبا ہو (اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ) تمہارے شہر کی مٹی خدا کے کل شہروں سے زیادہ گندہ اور پانی سے سب سے زیادہ قریب اور آسمان سے سب سے زیادہ دور ہے اور شر (و فساد) کے دس حصوں سے نو حصہ اسی (شہر) میں ہیں (پس) اسمیں پھنسنے والا (درحقیقت) اپنے گناہ میں (پھنستا ہے) اور اس سے نکلنے والا (گویا) خدا کی معافی کے ساتھ (نکلتا ہے)

گویا میں تمہارے اس گاؤں کو دیکھ رہا ہوں کہ پانی اس پر چڑھ گیا ہے یہاں تک کہ (اس کی) مسجد کے کنگروں کے سوا کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ گویا وہ بیچ سمندر میں ڈوبے ہوئے پرند کا سینہ ہے۔

حاشیہ صفحہ ۱۱۷ لے جمادی الآخر ۳۶ھ کے آخر میں جناب امیر جنگ جمل سے کامیابی کے ساتھ فارغ ہوئے تو ایک شخص سے فرمایا کہ بصرہ والوں میں عام طور پر ندا کر دو کہ تین روز کے بعد کل اہل بصرہ نماز جمعہ میں حاضر ہوں اور جو شخص بھی بغیر کسی سبب کے حاضر نہیں ہوگا اس سے بازپرس کی جائے گی اور کوئی عذر نہ سنا جائے گا پس روز معین میں کل اہل بصرہ جمع ہوئے اور حضرت نے مسجد جامع میں نماز پڑھائی بعدہٗ خطبہ بیان فرمانا شروع کیا حمد و نعت و استغفار برائے مومنین و مومنات کے بعد یہ الفاظ بیان فرمائے جن میں بصرہ والوں کی مذموم صفتیں بیان فرمائی ہیں ۱۲ ۲ے عورت سے مراد بی بی عائشہ بنت خلیفہ اول ہیں جن کے ہاتھ میں جنگ جمل کی کمان تھی اور جانور سے وہ اونٹ مراد ہے جس پر آپ سوار تھیں وجہ مذمت ظاہر ہے کہ ایک تو یہی عورتوں کی پیروی کرنا شان علم و عقل کے منافی ہے کیونکہ عورتوں کا ناقص العقل ہونا ظاہر ہے اس پر مستزاد جناب امیرؑ کی مخالفت میں تابع ہونا جن کی ضلالت میں کوئی شبہ نہیں رغا فاجبتم سے مراد یہ ہے کہ جس وقت بی بی عائشہ اس شتر پر سوار ہو کر میدان جنگ میں آئیں اور اونٹ کی آواز لوگوں نے سنی تو جمع ہو گئے اور جنگ چھیڑ دی اور جب جناب امیرؑ کے حکم سے شتر کے چاروں پیر قطع کر دیے گئے جس سے وہ اونٹ گر گیا تو کل اہل لشکر بھاگ کھڑے ہوئے ۱۲ ۳ے بصرہ کا پانی شور اس سبب سے ہے کہ سمندر کے کنارے یہ شہر واقع ہے اور سمندروں کا پانی عموماً شور ہوا کرتا ہے حالانکہ ایسے پانی سے بکثرت امراض مثل بدمزاجی۔ کج خلقی۔ فساد طحال۔ خارش وغیرہ کے پیدا ہوتے ہیں جس سے اچھے لوگ ان لوگوں کے ہمراہ رہنا پسند نہیں کرتے اور شرفا کی صحبت ان کو نصیب نہیں ہوتی ۱۲ ۴ے نہج البلاغۃ میں آئندہ ہونے والے واقعات کے متعلق حضرت امیر المومنینؑ کی جو کثیر التعداد پیش گوئیاں ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضرت

فرماتے ہیں کہ ہماری نظروں میں تم لوگوں کی وہ حالت گھوم رہی ہے کہ یہ شہر غرق ہوجائے گا اس کے مکانات و عمارتیں گرجائیں گی اور سوائے مسجد کے بالائی حصہ کے اور کچھ باقی نہ رہے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ مشہور سُنی معتزلی مورخ علامہ ابن ابی الحدید لکھتا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ بصرہ کے آئندہ زمانہ میں تباہ اور غرق ہونے کے متعلق جو پیشین گوئی حضرت نے فرمائی وہ ہو بہو واقع ہوئی کیونکہ بصرہ دو مرتبہ غرق ہوا ایک دفعہ قادر باللہ (جو خلیفہ عباسی ہے اور جس نے ۳۸۱ھ سے ۴۲۲ھ تک خلافت کی ہے) کے زمانہ میں اور دوسری مرتبہ خلیفہ قائم بامراللہ (جو قادر باللہ کا جانشین تھا) کے عہد میں جب کہ کل بصرہ غرق ہوگیا اور سوائے جامع مسجد کے کنگروں کے کوئی شئے بالائے آب نہیں تھی یہ سیلاب بحر فارس کا تھا جو مقام جزیرۃ الفارس اور جبل سنام سے آیا تھا اس سے بصرہ کے کل مکانات گرگئے اور کل موجودات شہر غرق ہوگئیں اس غرق ہونے کی خبر اہل بصرہ میں مشہور ہے اور گزشتہ و موجودہ لوگ برابر اسکا ذکر کرتے رہے ہیں (شرح نہج البلاغہ علامہ ابن ابی الحدید سُنی معتزلی جلد اول صہ ۲۹ مطبوعہ ایران)۔

خطبہ (۱۴)

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي مِثْلِ ذَٰلِكَ۔
أَرْضُكُمْ قَرِيبَةٌ مِنَ الْمَاءِ۔ بَعِيدَةٌ مِنَ السَّمَاءِ خَفَّتْ عُقُولُكُمْ وَسَفِهَتْ حُلُومُكُمْ۔ فَأَنْتُمْ غَرَضٌ لِنَابِلٍ۔ وَأُكْلَةٌ لِآكِلٍ۔ وَفَرِيسَةٌ لِصَائِلٍ۔

اسی (مذمت اہل بصرہ) کے مثل حضرت علیہ السلام کے ایک (اور) کلام کا کچھ حصہ۔
تمھاری زمین پانی سے تو نزدیک (لیکن) آسمان سے دُور ہے[1] تمھاری عقلیں ناقص ہوگئیں اور تمھارا علم فاسد اور بیہودہ ہوگیا ہے پس (اب) تم لوگ ہر تیر انداز کے نشانہ اور ہر کھانے والے کے لقمہ اور ہر شکار کرنے والے کے شکار ہو۔

---

[1] بصرہ کے پانی سے نزدیک ہونے کا ایک مطلب تو واضح ہے کہ سمندر سے ملا ہوا یہ شہر اور مشہور بندرگاہ ہے گویا عراق عرب کا دہانہ ہے۔ لیکن شرح ابن ابی الحدید میں ہے کہ حضرت کے قول قریبۃٌ من الماء بعیدۃٌ من السماء کا معنی پہلے ذکر ہوچکا ہے اور یہ کہ بحر فارس کے سیلاب سے بصرہ دو مرتبہ غرق ہوچکا ہے پس حضرت کی مُراد قریبۃٌ من الماء سے یہی ہے کہ اس کے پانی سے ڈوبنے کا زمانہ قریب ہے رہا آسمان سے دُور ہونا پس علم ہیئت کے ماہرین اور منجمین کاملین بیان کرتے ہیں کہ زمین میں آسمان سے سب سے زیادہ بُعد پر جو مقام ہے وہ ابلہ ہے اور یہ موافق ہے حضرت کے اس قول کے پس یہاں آسمان

دُور ہونے کا مطلب دائرہ معدل النہار سے اس مخصوص زمین کا بہت زیادہ دُور ہونا ہے اور مختلف اقطاع اور بلاد اس امر میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور علم نجوم اور علم ہیئت کے آلات اور رصدگاہیں بھی یہی بتاتی ہیں کہ دنیا کے آباد حصہ میں دائرہ معدل النہار سے سب سے زیادہ دور جو مقام ہے وہ ابلہ ہے اور ابلہ بصرہ کا ایک قصبہ ہے اور یہ مضمون حضرت امیر المومنین کے خصائص عجیبہ سے ہے کیونکہ حضرت نے ایک ایسے امر کی خبر دی ہے جس کو عرب جانتے ہی نہ تھے اور کبھی وہ اس علم سے آشنا ہوئے بلکہ یہ علم اور یہ خبر تو حکماء و فلسفین سے بھی جو بڑا ماہر اور متبحر اور مدقق ہو اُس سے مخفی ہے پس یہ مضمون حضرت کے اسرار عجیبہ اور غرائب بدیعہ سے ہے" الخ (چونکہ اس خطبہ کی شرح کے لئے بعض مطالب و مسائل علم ہیئت کا مقدمہ مذکور ہونا ضروری ہے لہذا اس کی بقیہ شرح انشاء اللہ ضمیمہ میں آئے گی) ۱۲ سله علم کے فاسد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تم لوگوں میں کجی اور بے بصری پیدا ہو گئی ہے پس عقل کے زائل اور حلم کے غائب ہو جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ تم لوگ اپنے امور معاشرت کی تدبیر اور تصرف سے عاجز ہو گئے پس تمھارے دشمن تم کو قبضہ میں کئے ہوئے ہیں کہ جو چاہتا ہے تم کو اذیت پہونچاتا ہے اور جو چاہتا ہے تمھارا مال و دولت اور جائداد تم سے چھین کر کھا جاتا ہے اور جو چاہتا ہے تم کو قتل کر کے تم کو ہلاک کر دیتا اور برباد کر ڈالتا ہے ۱۲

خطبہ (۱۵)

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيمَا رَدَّهُ عَلَى الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَطَائِعِ عُثْمَانَ.

حضرت علیہ السلام کے کلام کا کچھ حصہ عثمان کی جاگیروں کے بارہ میں جنھیں آپ نے مسلمانوں کو واپس کر دیا۔

وَاللّٰهِ لَوْ وَجَدْتُهُ قَدْ تُزُوِّجَ بِهِ النِّسَاءُ. وَمُلِكَ بِهِ الْإِمَاءُ. لَرَدَدْتُهُ. فَإِنَّ فِي الْعَدْلِ سَعَةً وَمَنْ ضَاقَ عَلَيْهِ الْعَدْلُ. فَالْجَوْرُ عَلَيْهِ أَضْيَقُ.

بخدا اگر میں اس (مال خدا) کو اس حالت میں بھی پاتا کہ اس سے عورتوں کا نکاح کیا گیا اور کنیزیں خریدی گئیں جب بھی اسکو واپس لے لیتا کیونکہ انصاف ہی میں وسعت ہے اور جس پر انصاف تنگ ہو اُس پر ظلم بہت زیادہ تنگ ہو گا سله

سله شرح ابن ابی الحدید میں ہے کہ "عثمان نے بنی امیہ وغیرہ کے خاندان سے بہت سے اپنے اعزا و احباب و مددگاروں کو بیت المال کی زمینیں بلا وجہ بطور جاگیر کے دے دی تھیں اور عمر نے بھی لوگوں کو جاگیریں عطا کی تھیں مگر عثمان

بہت زیادہ اسراف سے کام لیا تھا اور سب کے سب صرف اپنی قرابت اور رشتہ اور ذاتی محبت و تعلق کے سبب سے نہ کسی دوسری غرض سے اور اس خطبہ کو کلبی نے پورا ذکر کیا ہے جس کی روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کی ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی بیعت جس روز مدینہ میں کی گئی اُس کے دوسرے دن حضرت نے خطبہ بیان فرمایا جس میں ارشاد کیا الا ان کل قطیعة اقطعها عثمان وکل مال اعطاه من مال اللّٰه فهو مردود فی بیت المال فان الحق القدیم لا یبطله شیٔ ولو وجدته قد تزوج به النساء وفرق فی البلدان لرددته الی حاله فان فی العدل سعة ومن ضاق علیه الحق فالجور علیه اضیق یعنی لوگو سُنو اکہ مال خدا سے جو جاگیریں اور جو مال عثمان نے لوگوں کو دے رکھے تھے وہ سب بیت المال میں واپس ہو جائے کیونکہ حق قدیم کو کوئی چیز مٹا نہیں سکتی اور اگر میں اس مال کو اس طرح پاؤں کہ اُس کے مہر سے عورتوں کا نکاح کیا گیا ہو اور وہ مال تمام شہروں میں پھیلا دیا گیا ہو جب بھی اسکو واپس کر لوں گا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی کی بیعت جب مدینہ میں کی گئی تو اُس کے دوسرے روز یہ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں ارشاد کیا کہ عثمان نے جتنی جاگیریں تقسیم کیں اور مال خدا سے جو جو مال لٹایا ہے اُن سب کو میں بیت المال میں واپس کر لوں گا ۱۲ ۵ مراد یہ ہے کہ جو حاکم یا امام ہو اُسکو عدل کرنے میں اگر دقت ہوگی اور لوگوں کا خوف دامنگیر ہوگا تو ظلم یعنی خلاف عدل کرنے میں اور بھی زیادہ دقتیں پیدا ہوں گی اور مشکلات میں اضافہ ہوگا کیونکہ جب عدل کرنے سے لوگ اس کو روکیں گے تو وہ لوگ کب پسند کریں گے کہ اُن پر ظلم کیا جائے لہذا ظلم و جور سے انسان اور زیادہ مشکلات اور آفات انتظام میں مبتلا ہوتا ہے ۱۲

خطبہ (۱۶)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا بُويِعَ بِالْمَدِينَةِ.

ذِمَّتِي بِمَا أَقُولُ رَهِينَةٌ. وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ. إِنَّ مَنْ صَرَّحَتْ لَهُ الْعِبَرُ عَمَّا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْمَثُلَاتِ. حَجَزَتْهُ التَّقْوَى عَنْ تَقَحُّمِ الشُّبُهَاتِ. أَلَا وَإِنَّ بَلِيَّتَكُمْ قَدْ عَادَتْ

حضرت علیہ السلام کے اُس وقت کے خطبہ کا کچھ حصہ جب مدینہ میں آپ کی بیعت کی گئی ۱؎

میں جو کچھ کہتا ہوں اُس (کے درست ہونے) کا میں ذمہ دار ہوں اور میں (ہی) اُسکا ضامن بھی ہوں ۲؎ جس شخص کو اُسکے سامنے کی چیزوں کی عبرتناک حالتیں (دنیا) کی سختیاں کھول (کر دکھا) دیں اُسکو تقویٰ مشتبہ اُمور (تک) میں پھنسنے سے روک دے گا (تا کہ اُسکا دامن یقیناً

كهيئتها يوم بعث الله نبيكم صلى
الله عليه وآله. والذي بعثه
بالحق لتبلبلن بلبلة. ولتغربلن
غربلة. ولتساطن سوط القدر.
حتى يعود أسفلكم أعلاكم. و
أعلاكم أسفلكم. وليسبقن
سابقون كانوا قصروا. وليقصرن
سباقون كانوا سبقوا. والله ما
كتمت وشمة. ولا كذبت كذبة.
ولقد نبئت بهذا المقام. وهذا
اليوم. ألا وإن الخطايا خيل
شمس حمل عليها أهلها. وخلعت
لجمها. فتقحمت بهم في النار.
ألا وإن التقوى مطايا ذلل حمل
عليها أهلها. وأعطوا أزمتها.
فأوردتهم الجنة. حق وباطل.
ولكل أهل. فلئن أمر الباطل
لقديما فعل. ولئن قل الحق
فلربما ولعل. ولقلما أدبر شيء
فأقبل (قال الشريف الرضي) أقول:
إن في هذا الكلام الأدنى من
مواقع الإحسان. ما لا تبلغه
مواقع الاستحسان. وإن حظ

پاک رہے) خبردار ہو جاؤ تمہاری پہلی بلا پھر اُسی طرح پلٹ
آئی ہے جس طرح اُس روز تھی جب کہ خدا نے تمہارے نبی
صلے اللہ علیہ وآلہ کو مبعوث کیا (پس) قسم اُس ذات کی
جس نے حضرت کو مبعوث بحق کیا کہ تم لوگ اچھی طرح پیسے
جاؤ گے اور پوری طرح چھانے جاؤ گے اور دیگ کے اُبال
کی طرح تہ و بالا کئے جاؤ گے یہاں تک کہ تمہارا ادنے
اعلیٰ ہو جائے گا اور اعلیٰ ادنیٰ اور وہ سبقت کرنے والے
جو (پہلے) پیچھے تھے بڑھ جائیں گے اور وہ بڑھے ہوئے لوگ
جو (پہلے) مقدم تھے پیچھے کو دب جائیں گے۔ بخدا (اس
بیان میں) میں نے کوئی بات چھپائی نہیں اور نہ کوئی
جھوٹ کہا ہے اور کیونکر میں غلط کہہ سکتا ہوں اسلئے کہ
مجھے اس مقام (خلافت) اور اس روز (بیعت) کی خبر پہلے
ہی آنحضرت صلعم سے) مل چکی ہے (پس) سمجھ رکھو کہ گناہ
(مثلاً) سرکش گھوڑے ہیں جن پر اُن کے اہل سوار کئے گئے
ہوں اور جن کی لگامیں چھوڑ دی گئی ہوں پس اُن (گھوڑوں)
نے اُن لوگوں کو جہنم میں جھونک دیا ہو۔ اور اسکے مقابل
تقوے (گویا) سدھائی ہوئی سواریاں ہیں جن پر اُن کے
اہل سوار کرائے گئے ہوں اور جن کی لگامیں اُنھیں دے دی گئی
ہوں پس اُن (سواریوں) نے اُن لوگوں کو بہشت میں اُتار
دیا ہو (غرض دو ہی قسم ہے) حق اور باطل اور ہر ایک کے
کچھ لوگ ہیں پس اگر باطل زیادہ ہو جائے تو پہلے ہی سے
ہوتا آیا ہے اور اگر حق کم رہے تو اکثر اوقات کم ہی دیکھا گیا
اور شاید (آئندہ بھی ایسا ہی ہو) کیونکہ بہت کم کوئی چیز

اَلْعَجَبِ مِنْهُ. اَكْثَرُ مِنْ حَظِّ الْعَجَبِ بِهٖ وَفِيْهِ. مَعَ الْحَالِ الَّتِيْ وَصَفْنَا زَوَائِدُ مِنَ الْفَصَاحَةِ. لَا يَقُوْمُ بِهَا لِسَانٌ. وَلَا يَطَّلِعُ فَجَّهَا اِنْسَانٌ. وَلَا يَعْرِفُ مَا اَقُوْلُ اِلَّا مَنْ ضَرَبَ فِيْ هٰذِهِ الصِّنَاعَةِ بِحَقٍّ وَجَرٰى فِيْهَا عَلٰى عِرْقٍ (وَمَا يَعْقِلُهَا اِلَّا الْعَالِمُوْنَ)۔

جا کر پھر آئی ہے (تو حق کے لوٹنے کی کیا اُمید کی جائے)[۱]
(سید شریف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) "میں عرض کرتا ہوں کہ اس مختصر کلام میں اتنے اعلےٰ مطالب ہیں جن تک پسندیدگی کے مضامین کی رسائی کبھی نہیں ہو سکتی اور اس (بے مثل و بے نظیر کلام) سے جو تعجب ہوتا ہے اُس کی مقدار اسکے لطف و مسرّت کی مقدار سے بہت زیادہ ہے اور اسمیں علاوہ اُس خوبی (مطالب پاکیزگی مضامین) کے جس کو میں نے بیان کیا فصاحت (و بلاغت عبارت) اس کثرت سے ہے جس (کے بیان یا حاصل کرنے) پر نہ کوئی زبان قادر ہو سکتی ہے اور نہ جس کی تہ تک کوئی انسان پہونچ سکتا ہے اور میرے اس قول کو کچھ وہی شخص سمجھ سکتا ہے جس نے اس فن کی کماحقہ سیر کی ہو اور اس کے رگ و ریشہ تک پہونچا ہو کیونکہ (اس فن کے) جاننے والوں کے سوا اور کون اس کو سمجھ سکتا ہے۔

حاشیہ صفحہ ۱۲۱ [۱] علامہ ابن ابی الحدید جلد اول صفحہ ۹۱ میں لکھتے ہیں "یہ خطبہ حضرت امیر المومنین علیہ السّلام کے نہایت جلیل القدر عظیم الشان اور اُن مشہور و معروف خطبوں سے ہے جن کو تمام علماء و محدثین نے روایت کی ہے۔ اسکے بہت سے حصہ کو سید رضی علیہ الرحمۃ نے اختصاراً حذف کر دیا ہے لیکن علامہ ابو عثمان الجاحظ نے کتاب البیان والتبیین میں بعینہا ابو عبیدہ معمر بن المثنی سے روایت کیا ہے ابو عبیدہ کا بیان ہے کہ حضرت امیر المومنین کی جب بیعت ہوئی تو اس کے بعد سب سے پہلا جو خطبہ مدینہ میں فرمایا یہی تھا (انشاء اللہ پورا خطبہ مع شرح ضمیمہ میں درج کیا جائے گا) مگر تاریخ روضۃ الاحباب جلد ۳ صفحہ ۱ میں ہے "اول خطبہ این بود کہ الحمد للہ علیٰ احسانہ قد رجع الحق الیٰ مکانہ کہ شکر ہے خدا کے احسان کا کہ حق اپنے مرکز پر لوٹ آیا ہے" ۱۲ [۲] لفظ ذمہ سے مُراد عہد و پیمان ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً کہ مومنین کے بارے میں نہ قرابت کا خیال کرتے ہیں نہ اپنے عہد و پیمان کا اور رہن کا لفظ بطور استعارہ ہے چنانچہ خدا فرماتا ہے کُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ہر شخص اپنے اعمال میں رہن ہے مگر میں چونکہ زمام خلافت کا قابض ہوں اسلئے میری ذمہ داریاں اور بھی سخت ہیں اور جو کچھ کہتا ہوں اُسکا پورے طور پر ذمہ دار ہوں وَاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ یعنی میں خود اُسکا کفیل اور ضامن ہوں کہ کسی کو اس کلام کے سُننے اور باور کرنے میں شک و شبہہ نہ ہے کیونکہ حضرت جانتے تھے کہ قوم کس درجہ آپ سے عناد رکھتی ہے اس لئے ضرورت ہوئی کہ اسکا تدارک کیا جائے تاکہ ہر شخص بصدق دل اس کو قبول کرے ۱۲

ﷺ۵۳ اس جملہ کا ترجمہ نہایت مشکل ہی کیونکہ عبر جمع عبرت ہے جو بمعنی نصیحت ہے اور مثلات بمعنی عقوبت ہے مقصود یہ ہو کہ جو شخص روزمرہ کے حالات اور گزشتہ زمانہ کے واقعات پر نظر رکھتا ہو اور اُس سے کچھ عبرت حاصل کرتا ہے اُس شخص کو یہ معلوم ہوگا کہ وہ آفات و مصائب جو لوگوں پر نازل ہوتے ہیں وہ ان لوگوں کے ظلم و جور جہل بشر۔ فساد۔ کبر۔ غرور وغیرہ کے سبب سے ہیں ان امور کے معائنہ سے اُسکو ایسی عبرت حاصل ہوگی کہ باطل امور میں پھنسنے سے رک جائے گا۔ بلکہ جن امور کے حق و باطل ہونے میں اُسکو شک و شبہہ ہوگا اُس سے بھی وہ اجتناب کرے گا تاکہ اُسکا دامن یقیناً پاک رہے کیونکہ دنیا و آخرت کے صلاح و فلاح کا دارومدار تقوے پر ہے پس اُس سے بڑھ کر کون متقی ہو سکتا ہے جو بنظر عبرت ہر حالت پر غور کرے پھر وہ ان امور میں کب مبتلا ہو سکتا ہے جس سے اور لوگ ہلاک و برباد ہو چکے ہیں ۱۲ حاشیہ صفحہ ۱۶۲ [illegible] افتراق و اختلاف مصیبت بغض و نفاق جاہلیت کے وقت بھی اور جسکو اسلام نے مٹا دیا تھا افسوس پھر لوٹ آئی کہ اب تم میں نہ اتفاق نظر آتا ہے نہ الفت دین نہ اُنس ایمان بلکہ تباغض رہتا فر۔ دنیاداری میں اچھی طرح مشغول ہو گئے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے ہو اور حق کو ترک کر دیا باطل کے پیرو ہو گئے یہی حالت قوموں کو ہلاک اور دنیا کے امن و ترقی کو برباد کرنے والی ہو امام فخر الدین رازی نے اسی مضمون کی ایک مفصل تقریر اپنی تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۵۶۲ میں کی ہے جس کا آخری حصہ یہ ہے العرب کانوا قبل مقدم الرسول طالبین للمال والجاہ والمفاخرۃ وکانت محبتہم معللۃ بھذا العلۃ فلاجرم کانت تلک المحبۃ سریعۃ الزوال وکانوا بادنی سبب یقعون فی الحروب والفتن فلما جاء الرسول ودعاھم الی عبادۃ اللہ تعالیٰ والاعراض عن الدنیا والاقبال علی الاٰخرۃ زالت الخشونۃ والخصومۃ عنہم وعادوا اخوانا متوافقین ثم بعد وفاتہ لما انفتحت علیہم ابواب الدنیا وتوجھوا الی طلبھا عادوا الی محاربۃ بعضھم بعضا ومقاتلۃ بعضھم مع بعض فھذا ھو السبب الحقیقی فی ھذا الباب۔ یعنی عرب لوگ آنحضرت صلعم کے دنیا میں تشریف لانے کے قبل طالب مال و جاہ اور خواہان مفاخرت و عزت تھے پس اُن کی محبت بھی انھیں اغراض پر مبنی تھی اسی لئے جلد زائل ہوگئی اور وہ لوگ ہر وقت ذرہ ذرہ بات پر آمادۂ فتنہ و فساد ہو جاتے پھر جب رسول خدا صلعم مبعوث ہوئے اور ان لوگوں کو دین اسلام اور عبادت خدا کی طرف دعوت دی اور دنیا سے علیحدگی اور آخرت کی طرف سبقت کرنے کی ہدایت کی تو آپس کا وہ بغض و عناد زائل ہوا اور سب کے سب مثل بھائی بند کے ہوگئے یہانتک کہ جب آنحضرت ص کا انتقال ہوگیا اور ان لوگوں پر دنیا کے دروازے کھل گئے اور اسکے حاصل کرنے کی طرف وہ لوگ متوجہ ہوئے تو پھر اپنی سابق حالت پر عود کر گئے اور آپسمیں جنگ و جدال کا بازار گرم ہوگیا پس یہی سبب ہے ان لوگوں کی منازعت اور جنگ و جدال و حرب و قتال کا

ـــه سوط القدر یہاں حضرت لوگوں کی مصیبت جاہلیت میں مبتلا ہونے کی خبر دینے کے بعد اُسکے نتائج کو بیان کر رہے ہیں تبلبل خوب اچھی طرح مخلوط کرنے کو کہتے ہیں اسی سے ہے تبلبلت الالسن یعنی زبانیں مخلوط ہوگئیں۔ تغربل (غربال سے ہے) چھلنی سے چھاننے کو کہتے ہیں اور سوط یہ ہے کہ کسی ظرف میں کچھ چیزیں ڈالی جائیں اور اس شدت سے ہلائی جائیں کہ سب اوپر نیچے ہو کر اچھی طرح مل جائیں پس مطلب یہ ہے کہ جس طرح بہت سے لوگ مل کر ایک وقت میں شور کریں تو ایک دوسری زبان پیدا ہو جاتی ہے اور جس طرح چھلنی میں چھانتے وقت سب آٹا ملا دیا جاتا ہے یا دیگچیوں کے چاول وغیرہ پکتے وقت خوب اچھی طرح تہ و بالا کر کے ملا دیے جاتے ہیں اُسی طرح تم لوگ بھی مصائب و آفات میں خوب تہ و بالا ہو کے صاف کر دیے جاؤ گے جو پہلے شریف تھا وہ اب رذیل سمجھا جائے گا اور جو رذیل تھا وہ شریف ہو جائے گا ۱۲

ـــه ۳ لیقصرن سباقون کانوا سبقوا مفتی محمد عبدہ مصری اپنی شرح نہج البلاغہ میں اس مقام پر لکھتے ہیں لقد سبق معاویہ الی مقام الخلافۃ وقد کان فی قصورہ عنہ بحیث لا یظن وصولہ الیہ وقصر ال بیت النبوۃ عن بلوغہ وقد کان اسبق الناس الیہ یعنی جیسا معاویہ کے بارے میں ہوا کہ وہ سبقت کر کے مسند خلافت پر پہونچ گیا حالانکہ وہ اس پستی میں تھا کہ کسی کو وہم و گمان بھی نہ تھا کہ اس درجہ اعلیٰ پر پہونچ جائے گا اور اہلبیت رسالتمآب صلعم مسند خلافت سے محروم رہ گئے حالانکہ وہی حضرات تمام آدمیوں سے زیادہ مستحق اور اہل تھے حضرت فرماتے ہیں کہ ہم جو یہ کہتے ہیں تو بنظر حالات زمانہ نہیں ہے بلکہ اس کی خبر ہم کو خود رسول کریم سے مل چکی ہے اور پہلے سے ہم جانتے ہیں جو کچھ ہونے والا ہے ۱۲ حاشیہ صفحہ ۱۶۳ اے مقصود یہ ہے کہ اگر تم لوگوں کو باطل کی ظاہری کثرت اور غلبہ اور حق کی کمزوری اور نا پرسانی سے کوئی خیال ہوتا ہے تو سمجھ رکھو کہ ظاہری حالات کے اعتبار سے ہمیشہ باطل ہی کی کثرت اور غلبہ رہا ہے اور حق برابر کمزور اور قلیل ہی رہا ہے اور کیا عجب کہ آئندہ بھی ایسا ہی ہو یا یہ مطلب ہے کہ اگرچہ اسوقت حق قلیل مغلوب و ضعیف ہو گیا ہے لیکن بسا اوقات وہ زیادہ رہا ہے اور شاید آئندہ بھی زیادہ اور غالب ہو کر اپنے اہل کو قوت دے اور اُن کا عوض باطل سے لے کر حالت موجودہ کی مکافات کرے مگر پھر حضرت اپنی اس اُمید کی رد فرماتے ہیں کیونکہ ایسا بہت کم ہوا ہے کہ جو چیز جا چکی ہو وہ پھر آئے اور جو چیز مغلوب اور کمزور ہو گئی ہو وہ غالب اور قوی ہو جائے خصوصاً حق اور ایمان کہ یہ تو برابر ظاہری حالت سے قلیل اور مغلوب ہی رہا ہے اور باطل اور کفر قوی کثیر اور غالب رہا ہے (اسکے متعلق اور مطالب انشاء اللہ ضمیمہ میں آئیں گے) ۱۲

خطبہ (۱۷)

وَمِنْ هٰذِهِ الْخُطْبَةِ

شُغِلَ مَنِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ اَمَامَهٗ۔
سَاعٍ سَرِيْعٌ نَجَا۔ وَطَالِبٌ بَطِيْءٌ رَجَا۔
وَمُقَصِّرٌ فِي النَّارِ هَوٰى۔ اَلْيَمِيْنُ وَالشِّمَالُ
مَضَلَّةٌ۔ وَالطَّرِيْقُ الْوُسْطٰى هِيَ
الْجَادَّةُ۔ عَلَيْهَا بَاقِي الْكِتَابِ۔ وَ
اٰثَارُ النُّبُوَّةِ۔ وَمِنْهَا مَنْفَذُ السُّنَّةِ۔
وَاِلَيْهَا مَصِيْرُ الْعَاقِبَةِ۔ هَلَكَ مَنِ
ادَّعٰى۔ وَخَابَ مَنِ افْتَرٰى۔ مَنْ
اَبْدٰى صَفْحَتَهٗ لِلْحَقِّ هَلَكَ۔ وَكَفٰى
بِالْمَرْءِ جَهْلًا اَنْ لَّا يَعْرِفَ قَدْرَهٗ۔
لَا يَهْلِكُ عَلَى التَّقْوٰى سِنْخُ اَصْلٍ۔
وَلَا يَظْمَاُ عَلَيْهَا زَرْعُ قَوْمٍ۔ فَاسْتَتِرُوْا
فِيْ بُيُوْتِكُمْ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ۔
وَالتَّوْبَةُ مِنْ وَّرَائِكُمْ۔ وَلَا يَحْمَدُ
حَامِدٌ اِلَّا رَبَّهٗ۔ وَلَا يَلُمْ لَائِمٌ
اِلَّا نَفْسَهٗ۔

اور اس خطبہ کا ایک جزو (یہ بھی ہے)

بہشت اور دوزخ جس کے پیش نظر ہیں وہ (اُنھیں کی فکر
مشغول ہے (پس لوگ تین ہی قسم کے ہیں ایک) تیز کوشش
کرنے والا جس نے (گویا) نجات پائی اور دوسرا سستی سے
طلب کرنے والا جو اُمیدوار ہے اور (تیسرا) کوتاہی کرنے
جو (گویا) جہنم میں گر گیا[۱] (سمجھ لو کہ) داہنی اور بائیں گمراہی
ہے اور درمیانی راہ ہی (ہدایت کی) شاہراہ ہے۔ اسی
پر ہے وہ کتاب جو باقی ہے (قرآن) اور نبوت کے آثار
اور سنت کے جاری ہونے کی راہ اسی سے ہے اور اسی کی طرف
عاقبت کی بازگشت ہے (پس) جس نے (اسکے خلاف
دعویٰ کیا[۲] ہلاک ہوا اور جس نے افترا کیا محروم رہا۔ اور
جس نے حق کا مقابلہ کیا تباہ ہوا اور آدمی کی (انتہائی
جہالت کے (ثبوت کے) لئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنی آپ
نہ جانے (غرض) راہ تقوے پر وہ کرنہ کوئی اصل تباہ
ہو سکتی ہے اور نہ اُس پر کسی قوم کی زراعت خشک ہو سکتی ہے پس (تقوے
اختیار کرکے) اپنے گھروں میں چھپے (بیٹھے رہو) اور باہم اصلاح کئے
رہو اور (اپنے گناہوں سے) توبہ (کر دو کہ وہ) تمہارے پیچھے ہے اور بجز
خدا کے نہ کسی کی کوئی حمد کرے اور نہ اپنے نفس کے سوا کسی کی ملامت کرے[۳]

---

[۱] مقصود یہ ہے کہ جس کو دیدہ بصیرت حاصل ہے وہ جنت اور دوزخ کو اپنے آگے سمجھتا ہے کہ یہ دونوں چیزیں پیش نظر
اگر وہ سمجھدار ہے تو امور دنیا دیہ میں مشغول نہیں ہو سکتا بلکہ بہشت کو حاصل کرنے اور دوزخ سے بچنے کی فکر میں منہمک ہے گا
مکلفین خداوند عالم تین ہی قسم کے ہیں پہلی قسم وہ لوگ جنھوں نے اطاعت خدا میں نہایت مستعدی کو راہ دی اور معاصی
بچے ہوئے ہیں کہ یہ لوگ معصومین ہیں اور یقیناً نجات پائیں گے دوسری قسم وہ لوگ جو اطاعت خدا میں کوشش

کرتے ہیں لیکن وہ قوت ایمان اور صفائی قلب نہیں رکھتے لہذا اسمیں سُست رہتے ہیں اور معاصی سے بھی بالکل نہیں بچتے
پس یہ لوگ رحمت و مغفرت خدا کے صرف اُمیدوار ہیں تیسری قسم وہ لوگ ہیں جو اشقیا اور فساق ہیں اور جو اطاعت
خدا کے عوض اُسکے معاصی میں مبتلا رہتے ہیں اس گروہ کے نجات کی اُمید بھی نہیں ہے چنانچہ خود قرآن مجید میں ہے
فمنھم ظالم لنفسہ ومنھم مقتصد ومنھم سابق بالخیرات باذن اللہ کہ بعض بندگان خدا اپنے نفس کے
ظالم اور بعض معتدل روش کے اور بعض اعمال حسنہ کی طرف سبقت کرنے والے ہیں بلکہ اس آیت کلام مجید اور خطبۂ جناب امیرؑ
کا مضمون ایک ہی ہے صرف ترتیب کا فرق ہے دوسری روایت میں دو قسم کا اور اضافہ ہے ملک طار بجناحیہ و
نبی اخذ اللہ بیدہ لا سادس یعنی چوتھی قسم اپنے پروں سے اُڑنے والے فرشتوں کی ہے پانچویں انبیاء کی جن کو خدا نے
معصوم بنایا ہے ان کے سوا کوئی چھٹی قسم نہیں ہے ۱۲ ۞۲ علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں۔ یعنی جس شخص نے امامت کا دعوےٰ
کیا ہلاک ہوا اور جس نے اسے بلا استحقاق حاصل کیا تباہ ہوا کیونکہ اس خطبہ میں حضرتؑ کا کلام امامت و خلافت ہی کی طرف
اشارہ ہو نہ کسی دوسرے امر کی طرف ۱۲ ۞۳ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ دل میں خدا کا خوف رکھیں معارف خدا اور
اوامر و نواہی الٰہی کے امتثال کو اپنے نفس میں استعمال کریں (یہاں حضرتؑ نے نفس کو زمین سے تشبیہ دی ہے جو زمین صالح
ہے یعنی جو لوگ اپنے نفس کو احکام خدا کا پابند رکھیں) اُن کی زراعت بجائے خشک و پژمردہ ہونے کے سرسبز اور
شاداب رہے گی (یعنی نفس پاکیزہ اور منور رہے گا) اور وہ لوگ اُسکا پھل (جو آخرت کی نجات اور رفع درجات ہے)
باحسن وجوہ حاصل کر سکیں گے لہذا تم لوگوں کو چاہیے کہ دنیا دی فتنہ و فساد سے علیحدہ ہو کر اپنے گھروں میں بیٹھے رہو تقوےٰ
اختیار کر کے مرضی باری تعالےٰ کو حاصل کرنے کی کوشش کرو آپس میں اصلاح اور اتفاق قائم کرو اور جو گناہ
کر چکے ہو اُس سے توبہ کر لو کہ دروازہ انابت و توبہ ہر وقت تمہارے لئے کھُلا ہوا ہے اور چونکہ مستحق حمد و شکر صرف
خدا کی ذات ہے لہذا اُس کی حمد کرو اور اس سبب سے کہ انسان اپنے ہر فعل کا خود ہی فاعل ہو لہذا ملامت بھی اپنے نفس
ہی کی کرنی چاہیے نہ خدا کی جیسا کہ گمراہ فرقوں کا اعتقاد ہے ۱۲

خطبہ (۱۸)

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
فِي صِفَةِ مَنْ يَتَصَدَّى لِلْحُكْمِ بَيْنَ
الْأُمَّةِ وَلَيْسَ لِذٰلِكَ بِأَهْلٍ.

حضرت علیہ السلام کے ایک کلام کا کچھ حصہ اُس شخص کے
بارے میں جو امت (اسلام) میں حکم (اور فتوے) دینے
کے درپے ہو۔ حالانکہ اسکی (ذرہ بھی) اہلیت رکھتا ہو۔

إِنَّ أَبْغَضَ الْخَلَائِقِ إِلَى اللهِ رَجُلَانِ:
رَجُلٌ وَكَلَهُ اللهُ إِلَى نَفْسِهِ - فَهُوَ
جَائِرٌ عَنْ قَصْدِ السَّبِيلِ - مَشْغُوفٌ
بِكَلَامِ بِدْعَةٍ - وَدُعَاءِ ضَلَالَةٍ - فَهُوَ
فِتْنَةٌ لِمَنِ افْتَتَنَ بِهِ - ضَالٌّ عَنْ
هَدْيِ مَنْ كَانَ قَبْلَهُ - مُضِلٌّ لِمَنِ
اقْتَدَى بِهِ فِي حَيَاتِهِ - وَبَعْدَ وَفَاتِهِ -
حَمَّالٌ خَطَايَا غَيْرِهِ - رَهْنٌ بِخَطِيئَتِهِ
وَرَجُلٌ قَمَشَ جَهْلًا - مُوضِعٌ فِي جُهَّالِ
الْأُمَّةِ - عَادٍ فِي أَغْبَاشِ الْفِتْنَةِ -
عَمٍ بِمَا فِي عَقْدِ الْهُدْنَةِ - قَدْ سَمَّاهُ
أَشْبَاهُ النَّاسِ عَالِمًا وَلَيْسَ بِهِ - بَكَّرَ
فَاسْتَكْثَرَ مِنْ جَمْعٍ مَا قَلَّ مِنْهُ خَيْرٌ
مِمَّا كَثُرَ - حَتَّى إِذَا ارْتَوَى مِنْ آجِنٍ -
وَاكْتَنَزَ مِنْ غَيْرِ طَائِلٍ - جَلَسَ
بَيْنَ النَّاسِ قَاضِيًا ضَامِنًا لِتَخْلِيصِ
مَا الْتَبَسَ عَلَى غَيْرِهِ - فَإِنْ نَزَلَتْ بِهِ
إِحْدَى الْمُبْهَمَاتِ هَيَّأَ لَهَا حَشْوًا
رَثًّا مِنْ رَأْيِهِ - ثُمَّ قَطَعَ بِهِ - فَهُوَ مِنْ
لَبْسِ الشُّبُهَاتِ فِي مِثْلِ نَسْجِ
الْعَنْكَبُوتِ - لَا يَدْرِي أَصَابَ
أَمْ أَخْطَأَ؟ فَإِنْ أَصَابَ خَافَ أَنْ
يَكُونَ قَدْ أَخْطَأَ - وَإِنْ أَخْطَأَ رَجَا

خدا کے نزدیک اُس کی مخلوقات میں سب سے زیادہ مبغ
دو ہی شخص ہیں۔ ایک وہ شخص جسے خدا نے اُسکی حال
پر چھوڑ دیا ہے بس وہ (حکم خدا کو نہیں مانتا اور) سی
راہ سے پھرا ہوا (اور) کلام بدعت و دعوت گمراہی
فریفتہ ہے ایسا شخص فتنہ ہے ہر اُس آدمی کے لئے جو اُ
فریب کھائے (خود) گمراہ ہے اپنے سے پہلے (لوگو
کی راہ راست سے (اور) گمراہ کرنے والا ہے ہر اُس شخ
جو اُس کی زندگی میں اور اُس کے مرنے پر اُس کی پیر
کرے دوسروں کے گناہوں کا بوجھ اٹھانے والا (ا
اپنے گناہوں میں آپ گرو ہے۔ دوسرا وہ شخص ہے ج
جہالت محض کو سمیٹ لیا ہے۔ جاہلان امت میں (گر
کو) تیزی سے پھیلاتا ہے فتنہ و فساد کی تاریکیوں میں
دوڑتا ہے (کہ ہے جاہل محض مگر بے پروائی سے فتو
دیا رہتا ہے) اور صلح و سکون میں جو نفع ہے اُس
اندھا ہے ظاہری لوگوں نے اسکا نام عالم رکھا ہوا
وہ ایسا نہیں ہے۔ اُس نے جلد جلد بہت کچھ (جہالتو
جمع کر لیا (کہ) جس کا کم ہونا بہتر تھا اُس کی زیادتی
یہاں تک کہ جب وہ گندہ پانی (علوم باطلہ و عقا
فاسدہ) سے سیراب ہو گیا اور مہملات (یعنی غلط او
باطل مسائل) کو (اپنے دماغ میں) بھر لیا تو لوگو
قاضی بن بیٹھا اور ضامن ہو گیا اُن مسئلوں کے حل ک
کا جو دوسروں پر پوشیدہ تھے اب اگر اُس پر کوئی
مسئلہ نازل ہوتا ہے تو اپنی رائے سے اُس کے لئے

أَنْ يَكُونَ قَدْ أَصَابَ. جَاهِلٌ خَبَّاطُ
جَهَالَاتٍ. عَاشٍ رَكَّابُ عَشَوَاتٍ
لَمْ يَعَضَّ عَلَى الْعِلْمِ بِضِرْسٍ قَاطِعٍ.
يُذْرِي الرِّوَايَاتِ إِذْرَاءَ الرِّيحِ
الْهَشِيمَ. لَا مَلِيٌّ وَاللّٰهِ بِإِصْدَارِ
مَا وَرَدَ عَلَيْهِ. وَلَا هُوَ أَهْلٌ لِمَا
فُوِّضَ إِلَيْهِ. لَا يَحْسَبُ الْعِلْمَ فِي
شَيْءٍ مِمَّا أَنْكَرَهُ. وَلَا يَرَى أَنَّ
مِنْ وَرَاءِ مَا بَلَغَ مَذْهَباً لِغَيْرِهِ وَ
وَإِنْ أَظْلَمَ عَلَيْهِ أَمْرٌ اكْتَتَمَ بِهِ.
لِمَا يَعْلَمُ مِنْ جَهْلِ نَفْسِهِ. تَصْرُخُ
مِنْ جَوْرِ قَضَائِهِ الدِّمَاءُ. وَتَعَجُّ
مِنْهُ الْمَوَارِيثُ. إِلَى اللّٰهِ أَشْكُو مِنْ
مَعْشَرٍ يَعِيشُونَ جُهَّالًا. وَيَمُوتُونَ
ضُلَّالًا. لَيْسَ فِيهِمْ سِلْعَةٌ أَبْوَرَ
مِنَ الْكِتَابِ إِذَا تُلِيَ حَقَّ تِلَاوَتِهِ.
وَلَا سِلْعَةٌ أَنْفَقَ بَيْعاً وَلَا أَغْلَى
ثَمَناً مِنَ الْكِتَابِ إِذَا حُرِّفَ عَنْ
مَوَاضِعِهِ. وَلَا عِنْدَهُمْ أَنْكَرُ
مِنَ الْمَعْرُوفِ. وَلَا أَعْرَفُ مِنَ
الْمُنْكَرِ.

باتیں بناتا ہے اور مہمل جواب گڑھتا ہے پھر اُس پر یقین
کر لیتا ہے غرض (درحقیقت) ان شبہوں کے مشتبہ پھندے
سے وہ تار عنکبوت ایسے کمزور پھندوں میں پھنس گیا ہے
کہ یہ بھی نہیں جانتا درست جواب دیا یا غلط۔ اب اگر
(اتفاق سے) اُس نے صحیح کہا ہے تو ڈرتا ہے کہ کہیں غلط
نہ کہا ہو اور اگر غلط کہا ہے تو اس کی اُمید کرتا ہو کہ
صحیح ہے (غرض وہ) سخت جاہل (بلکہ) جہالتوں میں
ٹھوکریں کھانے والا ٹٹول کر چلنے والا اور ایسی سواریوں
کا سوار ہے جنھیں اپنے آگے دکھائی نہیں دیتا اُس نے
علم کو صحیح طور پر نہیں حاصل کیا جس سے حدیثوں کو اسطرح
اُڑاتا ہے جیسے ہوا سوکھی گھاس کو۔ جو مسئلہ اُس پر وارد
ہوتا ہے اُسکے جواب پر بجز (کسی طرح) قادر نہیں ہے نہ
اُس (منصب) کا اہل ہے جو اُسکو دیا گیا ہے (ایسا جاہل
ہے کہ) اُسکو گمان بھی نہیں ہو کہ جس چیز سے انکار کرتا ہو (دراصل)
اُسی میں علم ہو اور نہ یہ سمجھتا ہے کہ جہاں (اُسکا ذہن) پہونچا
ہے اُسکے علاوہ بھی دوسروں کی کوئی راہ ہے اور اگر کوئی امر
اُس پر پوشیدہ رہتا ہے تو اُسے چھپا دیتا ہے کیونکہ اپنی جہالت
کو جانتا ہے اسکے (غلط) فیصلوں کے ظلم سے خونہائے
(ناحق) چیختے رہتے ہیں اور میراثیں فریاد کرتی رہتی ہیں
(پس جاہل قاضیوں کی) اس جماعت کی شکایت میں
خدا ہی سے کرتا ہوں جو جہالت میں تو زندگی بسر کرتے
ہیں اور گمراہوں کی موت مرتے ہیں اُن میں قرآن سے زیادہ بے قدر کوئی چیز نہیں جب حق طور پر تلاوت کیا جائے
اور جب (اُس) قرآن کے مقامات (احکام) میں تحریف (یا تاویل) کردی جائے تو (پھر) نہ اُس سے زیادہ قابل قدر

کوئی چیز ہے اور نہ زیادہ بیش بہا۔ اور نہ اُن کے نزدیک نیکی سے زیادہ بُری کوئی چیز ہے اور نہ بدی سے زیادہ اچھی کوئی چیز (غرض یہ لوگ محض باطل پرست اور دنیا کے بندے ہیں)۔

حاشیہ صفحہ ۱۲۸ ۱؎ یعنی چونکہ یہ شخص اپنی دعوت میں خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کا بھی گمراہ کرنے والا ہے لہذا وہ اپنے گناہوں کا بوجھ ذمہ دار ہے اور اپنے پیرودں کے گناہوں کا بھی پس وہ دو قسم کے گناہوں میں گرو ہے کہ کسی طرح چھوٹ نہیں سکتا۔ اور یہ مضمون کلام مجید کی اس آیت کے مثل ہے لیحملوا اوزارھم کاملۃ یوم القیامۃ ومن اوزار الذین یضلونھم بغیر علم الا ساء ما یزرون یعنی قیامت کے روز یہ لوگ اپنے گناہوں کے پورے بوجھ بھی اُٹھائیں گے اور اُن کے گناہوں کے بوجھ بھی جن کو انھوں نے گمراہ کیا ہے افسوس کیسا بُرا بوجھ اپنے اوپر لادیں گے ۱۲ ۲؎ اغباش جمع ہے غبش کی جو شب کے آخری حصہ کی تاریکی اور ظلمت کو کہتے ہیں ۱۲ ۳؎ اشباہ جمع ہے شبہ کی جس کے معنی ہیں مانند اور مثل اور مراد یہ ہے کہ وہ لوگ جو آدمیوں کا سا صرف ہاتھ پیر صورت شکل رکھتے ہیں انسانیت عقل معرفت وغیرہ اوصاف اُنمیں پائے نہیں جاتے دیکھنے میں تو وہ آدمی معلوم ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں انسانیت کی کوئی صفت اُن میں نہیں ہے ۱۲ ۴؎ بکر فاستکثر تبکیر کے اصلی معنی صبح کو آنا اور جلدی کرنا ہے یہاں حضرت نے استعارۃ استعمال کیا ہے اور مقصود یہ ہے کہ اس جاہل شخص نے جس کا ذکر ہو رہا ہے اپنی ابتدائے عمر میں ایسے علوم اور اعتقادات کے حاصل اور جمع کرنے میں سبقت اور مستعدی ظاہر کی جو باطل گمراہ کرنے والے غلط اور بیکار محض تھے یعنی شروع سے مرتے وقت تک علوم باطلہ ہی حاصل کرتا رہا آخر قاضی بن بیٹھ گیا اور لوگوں کو فتوے دینے لگا لیکن چونکہ صحیح علوم نہیں حاصل کئے ہیں لہذا جو جواب دیتا ہے غلط اور جو مسئلہ بتاتا ہے باطل ۱۲ حاشیہ صفحہ ۱۲۹ ۱؎ یعنی جاہل مذکور کی یہ حالت ہے کہ جب کسی مسئلہ کو صحیح بتاتا ہے تو اُسکو شبہہ ہوتا ہے کہ کہیں غلط نہ کہا ہو اور جب غلط بتاتا ہے تو اُسکو اُمید ہے کہ شاید صحیح ہو غرض وہ فتوے دیتے وقت نہایت اضطراب میں رہتا ہے جس طرح تار عنکبوت میں مکھی پھنس کر باوجود اُس تار کے انتہائی درجہ کی کمزوری کے بے دست و پا ہو جاتی ہے اُسی طرح جاہل شخص اپنے مہمل شبہات کے پھندوں میں پھنس کر اندھا ہو جاتا ہے اس تشبیہ پر مصر کے نامور علامہ مفتی محمد عبدہ مصری اپنی شرح نہج البلاغہ میں لکھتے ہیں وقد جاء الامام فی تمثیل حالہ بابلغ ما یمکن التعبیر عنہ یعنی حضرت امام نے جاہل مفتی کی حالت کو اس مثال سے تشبیہ دینے میں ایسی بلیغ تعبیر فرمائی ہے جس سے زیادہ بلیغ تعبیر ممکن نہیں ہے ۱۲ ۲؎ شارحین شیعہ و سُنی نے لکھا ہے کہ اکثر نسخوں میں بجائے یَذْرِیْ کے یَذْرُوا الرِّیْحُ ذَرْوًا آیا ہے اور یہی بہتر ہے چنانچہ کلام مجید میں بھی ہے فاصبح ھشیما تذروہ الریاح بہرکیف مقصود یہ ہے کہ جس طرح ہوا خشک گھاس کو اُڑا کر پراگندہ کر دیتی ہے اُسی طرح جاہل مفتی حدیثوں کو ضائع و برباد کر دیتا ہے کیونکہ اُسکے سمجھنے سے عاجز اور اُس کی قدر سے ناواقف ہے

۵۳ یعنی چونکہ احکام خدا و شرائع دین سے محض جاہل ہے لہذا جہاں قصاص کا حکم دینا چاہیئے وہاں معاف کر دیتا ہے اور جہاں خون کا وقوع نہیں ہوتا وہاں قصاص کا حکم دے دیتا ہے پس خون ناحق جس کو لوگوں نے خود بہایا ہے وہ بھی اور جو اس کے فتووں سے بہایا گیا ہے وہ بھی خدا سے فریاد کرتا رہتا ہے اور اسکے ظلم کی شکایت میں مشغول رہتا ہے اور جو حقدار ورثہ ہوتے ہیں وہ اسکے غلط فتووں سے محروم رہتے ہیں اور جو غیر مستحق ہیں وہ میراث پاتے ہیں لہذا مال میراث بھی فریاد کرتا رہتا ہے ۱۲ حاشیہ صفحہ ۱۳۱ یعنی قرآن کے صحیح احکام اُن کے سامنے بیان کیئے جائیں تو یہ لوگ ذرا بھی اُسے نہیں پوچھیں گے اور اگر قرآن کا مطلب بدل کر غلط اور باطل احکام اُسی قرآن کی طرف منسوب کیئے جائیں تو اُسکے قبول کرنے سے لیئے لبیک کہتے ہیں اللہ اکبر حضرت کا یہ کلام کیسا سچا ہوا اور یہ پیشین گوئی کیسی درست نکلی آج کس کثرت سے اسلام میں فرقے پیدا ہو گئے ہیں اور سب اپنے مذہب کی حقیقت قرآن ہی سے ثابت کرتے ہیں اسلیئے کہ اُسکا صحیح مطلب نہیں سمجھنا چاہتے بلکہ بالکل غلط اور اپنے ذاتی مفاد کے مطلب کو اپنا مستمسک قرار دے کر قرآن مجید کے الفاظ کو زبردستی اُس مطلب باطل پر منطبق کرنا چاہتے ہیں اور اگر کوئی شخص اُن آیات کے صحیح مطالب بتا کر کہتا ہے کہ کم سے کم ان مطالب پر غور کر لو اور دیکھو کہ حق سے یہ کس قدر قریب اور تمھارا مطلب کس قدر دور ہے تو فوراً اس قول سے اعراض کرتے اور اپنے سمجھے ہوئے یا اپنے پیشواؤں کے بتائے ہوئے مطلب پر اصرار کرتے ہیں بلکہ محکمات قرآن تک سے لوگ صرف اس وجہ سے مخالفت کرتے ہیں کہ اُن کے مذہب کے صریح خلاف ہوتا ہے گویا اُن لوگوں نے دین حق کی جستجو ہی نہیں کی بلکہ اپنے نفس کی عبادت کی ۱۲۔

خطبہ (۱۹)

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي ذَمِّ اخْتِلَافِ الْعُلَمَاءِ فِي الْفُتْيَا۔

تَرِدُ عَلَى أَحَدِهِمُ الْقَضِيَّةُ فِي حُكْمٍ مِنَ الْأَحْكَامِ فَيَحْكُمُ فِيهَا بِرَأْيِهِ۔ ثُمَّ تَرِدُ تِلْكَ الْقَضِيَّةُ بِعَيْنِهَا عَلَى غَيْرِهِ فَيَحْكُمُ فِيهَا بِخِلَافِهِ ثُمَّ يَجْتَمِعُ الْقُضَاةُ بِذَلِكَ عِنْدَ الْإِمَامِ الَّذِي اسْتَقْضَاهُمْ۔

فتووں میں جو اختلاف علماء میں ہوتا ہے اُسکی مذمت میں حضرت علیہ السلام کے ایک کلام کا کچھ حصہ۔

ان (مفتیوں) سے کسی شخص کے پاس کوئی مسئلہ کسی حکم (خدا) کے متعلق آتا ہے تو وہ اُسمیں اپنی رائے سے حکم دیتا ہے پھر بعینہا وہی مسئلہ اُسکے غیر کے پاس آتا ہے تو اُس (پہلے شخص) کے خلاف حکم دیتا ہے پھر جب یہ سب قاضی اپنے اُس امام کے پاس جمع ہوتے ہیں جس نے

فیصوب آراءهم جمیعا. و الٰههم
واحد و نبیهم واحد. و کتابهم
واحد. أفأمرهم الله تعالی بالاختلاف
فأطاعوه؟ أم نهاهم فعصوه. أم
أنزل الله سبحانه دینا ناقصا
فاستعان بهم علی إتمامه. أم
کانوا شرکاء له. فلهم أن یقولوا.
و علیه أن یرضی. أم أنزل الله
سبحانه دینا تاما فقصر الرسول
صلی الله علیه و آله عن تبلیغه
و أدائه. و الله سبحانه یقول ما
فرطنا فی الکتاب من شیء. و قال:
فیه تبیان کل شیء. و ذکر أن
الکتاب یصدق بعضه بعضا. و أنه
لا اختلاف فیه. فقال سبحانه. و
لو کان من عند غیر الله لوجدوا
اختلافا کثیرا. و إن القرآن ظاهره
أنیق. و باطنه عمیق. لا تفنی عجائبه.
و لا تنقضی غرائبه. و لا تکشف
الظلمات إلا به.

انھیں قاضی مقرر کیا ہے تو وہ (امام) اُن سب کے
فتووں کو صحیح قرار دیتا ہے (عجیب!!) حالانکہ ان سب کا
خدا ایک ان کا نبی ایک ان کی کتاب (قرآن) ایک
(پھر فتووں میں اختلاف کی وجہ؟) کیا خدائے برتر
نے ان کو اختلاف کا حکم دیا تھا جس کی اُنھوں نے
اطاعت کی یا اُس نے ان کو اس سے منع کیا تھا جس کی
انھوں نے نافرمانی کی یا خدائے سبحانہ نے کوئی ناقص
دین نازل کیا تھا جس کے پورا کرنے پر اُن کی مدد چاہی
یا یہ لوگ خدا کے شریک ہیں جس سے اُن کو اختیار ہے
کہ (جو چاہیں) کہیں اور اُس پر واجب ہے کہ (انکی باتوں کو)
مانا کرے یا خدائے سبحانہ نے خود تو کامل دین نازل کیا تھا
مگر رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ نے اُس کے پہونچانے اور
ادا کرنے میں کوتاہی کی؟ حالانکہ خدائے سبحانہ تعالے
تو فرماتا ہے "اس (قرآن) میں ہر امر کا بیان ہے" اور
بیان کیا ہے کہ اس کتاب کا بعض (حصہ دوسرے) بعض
(حصہ) کی تصدیق کرتا ہے اور یہ کہ اسمیں کوئی اختلاف
نہیں ہے چنانچہ فرمایا ہے "اور اگر (یہ قرآن) خدا کے سوا
کسی کی طرف سے (آیا) ہوتا تو لوگ اسمیں بہت کچھ اختلاف
پاتے" اور اسمیں بھی شک نہیں کہ قرآن کا ظاہر بہت خوشنما
اور باطن (اسی قدر) دقیق ہے (کہ نہ اُسکے ہر مطلب کو ہر
شخص سمجھ سکتا ہے) اور نہ اسکے عجائب ختم ہوں گے اور نہ اسکے غرائب تمام ہوں گے اور نہ بغیر اس کے (گمراہی کی)
تاریکیاں دور ہو سکتی ہیں۔

حاشیہ صفحہ ۱۳۱ اس خطبہ میں حضرت علمائے اسلام کے فتووں میں اختلاف کرنے کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں اس کی شرح میں

ابن ابی الحدید لکھتے ہیں المراد الرد علی اھل الاجتہاد فی الاحکام الشرعیۃ وافساد قول من قال کل مجتہد مصیب یعنی اس خطبہ سے حضرت کی مراد رد کرنا ہے اُن لوگوں کا جو احکام شرعیہ میں اجتہاد کرتے ہیں اور فاسد قرار دینا ہے اُن لوگوں کے قول کا جو کہتے ہیں کہ ہر مجتہد درست جواب دیتا ہے لیکن اس سے مطلق اہل اجتہاد کی رد سمجھنے میں علامہ ممدوح سے غلطی ہوئی ہے کیونکہ مطلق اہل اجتہاد میں شیعہ بھی ہیں حالانکہ اُن کی رد اسمیں یقیناً مراد نہیں ہے بلکہ حضرت اُن لوگوں کی رد فرمارہے ہیں جو اپنی رائے اور قیاس سے فتوے دیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت خود تصریح سے فرمارہے ہیں کہ "کسی شخص کے پاس کوئی مسئلہ کسی حکم خدا کے متعلق آتا ہے تو وہ اسمیں اپنی رائے سے فتوے دیتا ہے" اور شیعوں کے مذہب میں اپنی رائے یعنی قیاس سے فتوے دینا حرام ہے اور نہ کوئی مجتہد اپنی رائے یعنی قیاس سے فتوے دیتا ہے بلکہ شیعہ احکام خدا و رسول ہی سے جو صحیح حکم مستنبط ہوتا ہے اُسی کو بیان کرتے ہیں اور وہ بھی اُس وقت جب کوئی حکم صریح کسی چیز کا قرآن یا حدیث سے نہیں ملتا۔ رہا قیاس اور رائے پس اس سے مسلمانوں کے دوسرے فرقوں میں ہی فتوے دیئے جاتے ہیں نہ شیعوں میں بلکہ شیعوں میں تو قیاس کی مذمت اور رائے کے تحریم کے متعلق اس کثرت سے حدیثیں وارد ہیں جن کا شمار کرنا تک دشوار ہے یہاں تک کہ امام ابو حنیفہ وغیرہ حضرات ائمہ طاہرینؑ کی خدمت میں کبھی آجاتے تھے تو حضرات اُن لوگوں کو بھی رائے اور قیاس پر عمل کرنے اور فتوے دینے سے نہایت شدت سے منع فرماتے تھے۔ شارح نے دوسری مراد یہ لکھی ہے کہ "اس سے فاسد قرار دینا ہے اُن لوگوں کے قول کو جو کہتے ہیں کہ ہر مجتہد درست جواب دیتا ہے"۔ پس یہ مسئلہ بھی اصول فقہ کا ہے جس میں علمائے اسلام میں بکثرت اختلاف ہوا ہے چنانچہ حضرات اہلسنت کے مجتہدین ور ائمہ اسی تصویب کے قائل ہیں یعنی ہر مجتہد اپنے اجتہاد کے مطابق جو فتوے دیتا ہے وہی در اصل حکم خدا ہوتا ہے پس اگر ایک مجتہد نے کسی چیز کو حرام کہہ دیا تو خدا بھی اسکو حرام ہی کہے گا اور اگر دوسرے مجتہد نے اُسی چیز کو حلال کہہ دیا تو خدا بھی اُس کو حلال ہی کہے گا غرض کسی چیز کے متعلق خاص حکم خدا کوئی نہیں ہوتا بلکہ مجتہد جو فتوے دیتا ہے وہی درحقیقت حکم خدا ہے اور اسکا باطل ہونا ظاہر ہے کیونکہ اس سے اجتماع نقیضین اور اجتماع ضدین لازم آتا ہے کہ ایک ہی چیز کو خدا درحقیقت حرام بھی کہے اور حلال بھی۔ واجب بھی کہے اور غیر واجب بھی۔ برخلاف شیعوں کے کہ اُن کے یہاں اجماع اور احادیث قطعیہ سے ثابت ہے کہ کسی مسئلہ میں حقیقی حکم اور واقعی مطلوب خدا ایک ہی امر ہے جو مجتہد کے فتوے دینے سے بدلتا نہیں اور نہ خدا کا کسی چیز کو حرام یا حلال یا واجب یا مباح قرار دینا مجتہد کے فتوے کا تابع ہے۔ بلکہ ہر امر کے متعلق کوئی نہ کوئی حکم معین خدا کے نزدیک ضرور ہے خواہ کوئی شخص اجتہاد کرے یا نہ کرے پس اگر حکم خدا واضح طور پر نہ معلوم ہو تو مجتہد جامع الشرائط کو چاہیے کہ ادلۂ اربعہ سے اسکو استنباط کرے جس میں اگر اُس نے کوتاہی کی اور تمام کوشش صرف کرنے اور پورے طور پر

غور و تامل کرنے کے قبل فتوے دے دیا تو گنہگار ہوگا اور اگر اپنے امکان بھر محنت و مشقت اور غور و تامل کرنے کے بعد فتوے دیا تو اگرچہ وہ فتوے حکم خدا کے خلاف ہو وہ مجتہد نہ گنہگار ہوگا نہ قابل الزام ہوگا کیونکہ خدا فرماتا ہے لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا خدا کسی کو اُس کی طاقت سے زیادہ کی تکلیف نہیں دیتا اور اس مجتہد نے بھی صحیح حکم کے حاصل کرنے کے لیے جس قدر قوت تھی صرف کر دی اب یہ اُسکے ذہن اور علم کا قصور ہی جس سے وہ صحیح حکم کو نہیں دریافت کر سکا اور ظاہر ہے کہ یہ اُسکے اختیار سے باہر امر تھا لیکن اس مجتہد کے غلط فتوے دینے سے اس جواب کو درست یا صحیح نہیں قرار دیا جاوے گا (جیسا کہ مجتہدین اہلسنت کا اعتقاد ہے کہ ہر مجتہد کا فتوے درست اور صحیح ہے) بلکہ صحیح جواب وہی رہے گا جو پہلے سے خدا کے یہاں معین ہے ۱۲ حاشیہ صفحہ ۱۲۴ ہ لہ یعنی قرآن کا ظاہری بیان نہایت خوشنما اور فصیح و بلیغ ہے لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اسکا مطلب سمجھ لینا بھی آسان ہے بلکہ اسکے مطالب بہت عمیق اور اسکا مقصود عمیق ہے جہاں تک ہر شخص نہیں پہونچ سکتا بلکہ وہی پہونچے گا جس میں اس کے مطالب سمجھنے کا ملکہ خاصہ پیدا ہو گیا ہو جس کو خدا یوں فرماتا ہے وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم (آل عمران آیہ ۷) کہ خدا اور اُن لوگوں کے سوا جو علم میں بڑے پایہ پر فائز ہیں قرآن کا اصلی مطلب کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ دوسرے مقام پر فرماتا ہے فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون کہ اگر تم نہیں جانتے ہو تو صاحبان علم سے پوچھو۔ اس آیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص اگر حکم خدا اور قرآن کے مطالب سمجھنے کی قابلیت رکھتا تو صرف اہل ذکر کی خصوصیت قرآن میں نہ ہوتی اس مضمون کی بہت سی حدیثیں بھی ہیں ۱۲

خطبہ (۲۰)

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَهُ لِلْاَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ وَهُوَ عَلَى مِنْبَرِ الْكُوفَةِ يَخْطُبُ فَمَضَى فِي بَعْضِ كَلَامِهِ شَيْءٌ اعْتَرَضَهُ الْاَشْعَثُ فَقَالَ يَا اَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ هٰذِهِ عَلَيْكَ لَا لَكَ فَخَفَضَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلَيْهِ بَصَرَهُ ثُمَّ قَالَ۔

حضرت علیہ السلام شہر کوفہ میں منبر پر خطبہ فرما رہے تھے جس پر اشعث بن قیس نے اعتراض کے طور پر کہا "یا حضرت! یہ (جملہ) تو آپ کے خلاف اور آپ کے حق میں مضر) ہے نہ موافق (اور نافع)" تو حضرت نے اُس کی طرف تیز نظر سے دیکھا اور (یوں) ارشاد فرمایا۔

مَا يُدْرِيكَ مَا عَلَيَّ مِمَّا لِي۔ عَلَيْكَ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَلَعْنَةُ اللَّاعِنِينَ۔ حَائِكُ ابْنُ حَائِكٍ۔ مُنَافِقُ ابْنُ كَافِرٍ۔ وَاللّٰهِ لَقَدْ أَسَرَكَ الْكُفْرُ مَرَّةً وَالْإِسْلَامُ أُخْرَىٰ۔ فَمَا فَدَاكَ مِنْ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا مَالُكَ وَلَا حَسَبُكَ۔ وَإِنَّ امْرَأً دَلَّ عَلَىٰ قَوْمِهِ السَّيْفَ۔ وَسَاقَ إِلَيْهِمُ الْحَتْفَ۔ لَحَرِيٌّ أَنْ يَمْقُتَهُ الْأَقْرَبُ۔ وَلَا يَأْمَنَهُ الْأَبْعَدُ۔ (قَالَ الرَّضِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ) يُرِيدُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ أُسِرَ فِي الْكُفْرِ مَرَّةً وَفِي الْإِسْلَامِ مَرَّةً أُخْرَىٰ۔ وَأَمَّا قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ دَلَّ عَلَىٰ قَوْمِهِ السَّيْفَ فَأَرَادَ بِهِ حَدِيثًا كَانَ لِلْأَشْعَثِ مَعَ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ بِالْيَمَامَةِ غَرَّ فِيهِ قَوْمَهُ وَمَكَرَ بِهِمْ حَتَّىٰ أَوْقَعَ بِهِمْ خَالِدٌ۔ وَكَانَ قَوْمُهُ بَعْدَ ذٰلِكَ يُسَمُّونَهُ عُرْفَ النَّارِ وَهُوَ اسْمٌ لِلْغَادِرِ عِنْدَهُمْ۔)

تجھے کیا معلوم کون سی بات میرے خلاف (اور مجھے مضر) ہے اور کون سی بات میرے موافق (اور مجھے نافع) ہے[۱]۔ تجھ پر تو خدا کی بھی لعنت ہے اور تمام لعنت کرنے والوں کی بھی لعنت ہے[۲]۔ اے جولاہہ فرزند جولاہہ[۳] اے منافق فرزند کافر بخدا تجھ کو ایک مرتبہ کفر نے قید کیا اور دوبارہ اسلام نے[۴] پس دونوں سے کسی ایک مرتبہ بھی تو نہ تیرے مال ہی نے تجھے نجات دی[۵] اور نہ تیرے حسب (ونسب) ہی نے کیونکہ جس شخص نے تلوار کو اپنی قوم کی راہ دکھائی اور موت کو اُن کی طرف کھینچ لایا اُسی کا سزاوار ہے کہ (اعزاء) واقربا تو اُسکو دشمن رکھیں اور بیگانے اُسکے شر سے محفوظ رہیں (جناب سید رضی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "حضرت علیہ السلام کا مقصود یہ ہے کہ یہ (اشعث) ایک دفعہ (زمانہ) کفر میں قید ہوا تھا اور دوسری مرتبہ (زمانہ) اسلام میں۔ رہا حضرت علیہ السلام کا قول "تلوار کو اپنی قوم کی راہ دکھائی"، تو اس سے آپ کا مقصود اشعث کی وہ گفتگو ہے جو خالد بن ولید سے یمامہ میں ہوئی تھی کہ اپنی قوم کو اُس نے فریب دیا تھا اور اُن کے ساتھ مکر کیا تھا جس پر خالد بن ولید نے اُن لوگوں پر حملہ کر دیا تھا اور (اسی سبب سے) اُس کی قوم اس واقعہ کے بعد اشعث کو عرف النار (آگ لگانے والے) کے نام سے پکارتی جو ان کے یہاں غدر کرنے والے کا نام ہے۔

حاشیہ صفحہ ۱۴۳ علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں حضرت امیر المومنین ع خوارج کا جھگڑا ختم ہونے کے بعد ایک مرتبہ کوفہ میں منبر پر خطبہ فرمارہے تھے اور حکمین یعنی عمرو بن العاص و ابو موسیٰ اشعری کے فیصلہ اور مکر و فریب کا ذکر کر رہے تھے پس جب خوارج کے ذکر سے فارغ ہو گئے تو حاضرین سے ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کی "یا حضرت پہلے تو آپ نے حکمین مقرر کرنے سے ہم لوگوں کو

رُوکا بعد ازاں اُسی کا حکم دیا اب ہم کو نہیں معلوم کہ اسمیں کون امر مناسب اور بہتر تھا" حضرتؑ نے اسپر کف افسوس ملا اور فرمایا "جو شخص بات نہیں سُنتا اور اپنے بہی خواہوں کی رائے نہیں مانتا اور بغیر اپنے نفع و نقصان کو سوچے اور سمجھے ہوئے کسی کام کو اختیار کرتا ہی اُسکا یہی نتیجہ ہوتا ہے" اس کلام سے حضرت کا مقصود یہ تھا کہ یہ تم لوگوں کی سزا ہے جو حکمین مقرر کرنے کے قبل میں نے تم لوگوں کو منع کیا اور تم نے اُسے نہ مانا بلکہ حکمین مقرر کرنے پر اڑے رہے پس بغیر غور و فکر کئے ہوئے اس کام کو تم لوگوں نے اختیار کیا لہذا اُسکا نتیجہ بُھگتو۔ لیکن اشعث حضرتؑ کے کلام کو سمجھ نہ سکا بلکہ خیال کیا کہ حضرت اپنی غلطی کا اقرار کر رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ چونکہ میں بغیر غور و فکر کئے حکمین پر راضی ہو گیا لہذا اُسکی سزا پا رہا ہوں۔ اور اشعث کی اس غلط فہمی کی وجہ یہ تھی کہ حضرت کا یہ کلام مجمل تھا اور آپ صاف صاف اپنی قوم کو ملامت نہیں کر سکتے تھے کیونکہ اس امر کو سب جانتے ہیں کہ جب سردار کے ماتحت لوگ شر و فساد پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور اُس سے ایسے امر کے طالب ہوتے ہیں جسمیں اُسکا ضرر ہوتا ہی تو سردار مجبوراً اُن لوگوں کی رائے سے اتفاق کر لیتا ہے تاکہ اُن کی تسکین ہو جائے اور شر و فساد سے وہ لوگ باز رہیں نہ یہ کہ درحقیقت وہ اُن لوگوں کی خواہش کو اچھا سمجھتا ہی پس جب اُس امر کے انجام دینے کے بعد بُرا نتیجہ دیکھ کر وہ لوگ نادم ہوتے اور پچھتاتے ہیں تو سردار مجمل طور پر صرف یہی کہہ دیتا ہی کہ جو شخص صلاح نیک کی مخالفت کرتا ہی اُسکی یہی سزا ہوتی ہی۔ اس سے اُسکی مُراد اپنی قوم کی سرزنش ہوا کرتی ہے جو اُسکی رائے کے خلاف اصرار کرتی مصلحت کو نہیں سمجھتی اور دور اندیشی کو کام میں نہیں لاتی ہے اسی طرح حضرت امیر المومنینؑ نے بھی پہلے تو امکان بھر لوگوں کو حکمین کے مقرر کرنے سے روکا لیکن نہ مانے تو مجبوراً راضی ہو گئے اب اُن لوگوں نے نتیجہ دیکھ لیا اور نادم ہوئے تو حضرت پر اعتراض کیا کہ "آخر آپ کیوں راضی ہو گئے تھے؟" اُسی کو حضرتؑ نے فرمایا کہ "میں کہاں راضی ہوا تم لوگوں نے میری رائے کی مخالفت کی اب نتیجہ بُھگتو کیونکہ جو شخص بے سمجھے بُوجھے کام کرتا ہے اُسکا یہی انجام ہوتا ہے" جس کو اشعث سمجھا کہ حضرت اپنے متعلق فرما رہے ہیں کہ میں نے بے سمجھے بُوجھے آخر میں رضامندی ظاہر کی تھی ۱۲ حاشیہ صفحہ ۷۵، اسلئے یعنی میں نے جو پہلے تقرر حکمین سے مخالفت کی بعد ازاں اپنی قوم کا طوفان عظیم مٹانے کے لئے منظور کر لیا اُس کے نفع اور ضرر کو تو کیا جانے کیونکہ تو جاہل محض ہی اور اشعث چونکہ محض جاہل ہی نہیں تھا بلکہ اول درجہ کا منافق اور اسلام کا باطنی دشمن تھا اس سبب سے حضرت نے اُسکو اس سختی سے جواب دیا ۱۲ سلّے چنانچہ تاریخ طبری ایسی مستند تاریخ میں اشعث کے حال میں ہے وبعث بہ الی ابی بکر مع السبی فکان معھم یلعنہ المسلمون ویلعنہ سبایا قومہ یعنی ابو بکر کے والی نے قیدیوں کے ساتھ اشعث کو بھی ابو بکر کے پاس بھیجا تھا پس وہ اُنھیں کے ساتھ تھا اس حالت سے کہ اُسپر مسلمان لوگ بھی لعنت کرتے تھے اور اُسکی قوم کے (کافر) قیدی بھی لعنت

کرتے تھے (تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۲۷۵) ۱۲ ۵۳ھ اشعث اور اُسکا باپ اپنے وطن میں بُرد یانی بنتے تھے ۱۲ ۵۴ھ پورے واقعہ مذکورہ کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ منافق اشعث ابن قیس یمن کے قبیلہ کندہ سے تھا اپنی عمر میں دو مرتبہ قید ہوا ایک دفعہ حالت کفر زمانہ جاہلیت میں جب اسکے باپ کو ایک شخص نے مار ڈالا تھا جس کا قصاص لینے کے لیے اشعث مع اپنے قبیلہ بنی کندہ کے نکلا لیکن وہ جماعت جو اسکے باپ کی قاتل تھی ان لوگوں پر غالب آئی اور اشعث کی طرف کے دو سرداروں کو قتل اور اشعث کو قید کر لیا آخر اشعث نے تین ہزار اونٹ فدیہ میں دیا تو رہا ہوا۔ دوسری مرتبہ اسلام میں اسیر ہوا جسکا قصہ یہ ہے کہ جب آنحضرت کا تسلط عرب پر قائم ہو گیا تو اشعث کے قبیلہ بنی کندہ کا ڈیپوٹیشن بھی آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور سب لوگوں نے اسلام قبول کیا بعدازاں اپنے وطن واپس گئے تو آنحضرت کے عامل حضرموت سے ان لوگوں سے کچھ اختلاف ہوا اور بنی کندہ کی زیادتی ثابت ہوئی اُسکے متعلق علامہ ابن الحدید لکھتے ہیں وقد

هذه الواقعة کان الخبر المشهور عن رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وآلہ قال لبنی ولیعة لتنتهن یا بنی لیعة اولا بعثن علیکم رجلا عدیل نفسی یقتل مقاتلتکم ویسبی ذراریکم قال عمر بن الخطاب فما تمنیت الامارة الا یومئذ وجعلت انصب له صدری رجاء ان یقول هو هذا فاخذ بید علی علیه السلام وقال هو هذا

یعنی اس واقعہ کے متعلق آنحضرت صلعم کی وہ مشہور حدیث ہے جسمیں آپنے فرمایا ہے کہ اے بنی ولیعہ اپنی شرارت سے باز آؤ ورنہ میں تمہارے یہاں ایسے شخص کو بھیجوں گا جو بالکل میرا نظیر ہے جو تمہارے لڑنے والوں کو قتل کر ڈالے گا اور تمہاری ذریت کو قید کر دے گا عمر بن الخطاب کہتے ہیں کہ میں نے حکومت اور امارت کی تمنا نہیں کی مگر اُسی روز۔ میری تمنا کی یہ حالت تھی کہ ایڑی پر کھڑا ہو کر اپنے سینہ کو بار بار اونچا کرتا تھا اس اُمید میں کہ شاید حضرت مجھے دیکھ کر کہیں کہ وہ شخص یہی ہے لیکن آنحضرت نے ایسا نہ کیا بلکہ علی کا ہاتھ پکڑ کر کہا وہ شخص یہ ہے پھر جب آنحضرت کا انتقال ہو گیا تو یہ قبیلہ مرتد ہو گیا لہذا ابو بکر نے خلیفہ ہو کر زیاد کو حضرموت کا والی مقرر کیا اور وہاں والوں سے بیعت لینے کا حکم دیا تو وہاں کے سب لوگوں نے بیعت کی سوائے انھیں بنی ولیعہ کے جس پر اس قبیلہ اور مسلمانوں میں جنگ عظیم قائم ہوئی اور شدید خونریزی ہوئی بعدازاں اشعث اور اُسکے قبیلہ کے باقی ماندہ لوگ ایک قلعہ میں پناہ گیر ہو گئے جسکا مسلمانوں نے محاصرہ کر لیا اس محاصرہ کے زمانہ میں ایک شب اشعث تنہا زیاد کے پاس آیا اور کہا اگر تم مجھے بچانے کا پختہ وعدہ کرو تو میں قلعہ کھلوا دوں چنانچہ زیاد نے وعدہ کیا جس پر اشعث نے اپنے قبیلہ والوں کو فریب دے کر قلعہ کھلوا دیا زیاد نے قلعہ میں داخل ہو کر سب کو تہ تیغ کیا اور حسب وعدہ اشعث کو چھوڑ دیا لیکن قید کر کے اور زنجیروں میں جکڑ کر ابو بکر کے پاس لایا ابو بکر نے اُسکے قصور کو معاف کر دیا اور اپنی بہن ام فروہ بنت ابی قحافہ کا اُس سے عقد کر دیا اور اُس

روز سے اشعث دشمنانِ اہلبیت کی جماعت میں داخل ہوگیا اور حقِ نفاق پورے طور پر ادا کرنے لگا۔ اس واقعہ کے لکھنے کے بعد علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں "اشعث کے قید ہونے اور اپنی قوم کے ہلاک کرنے کی یہی وجہ میرے ذہن میں آتی ہے اور یہ وجہ اُس وجہ سے زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے جسے جناب سید رضی علیہ الرحمہ نے آخر خطبہ میں لکھا ہے کہ حضرت امیرالمومنینؑ کا اشارہ اس جملہ سے اُس کلام کی طرف ہے جو اشعث نے خالد بن ولید سے یمامہ میں کیا تھا جس میں اُس نے اپنی قوم کو فریب دیا اور اُن لوگوں کے ساتھ مکر کیا حتےٰ کہ سب کو قتل کرادیا اور میرے اس خیال کی وجہ یہ ہے کہ میں نے کسی تاریخ میں یہ نہیں دیکھا کہ یمامہ میں خالد سے یہ یا اس قسم کا کوئی ذکر ہوا ہو کیونکہ کہاں کندہ اور کہاں یمامہ کندہ یمن کے لوگ تھے اور یمامہ بنی حنیفہ کی جگہ تھی پس میں نہیں کہہ سکتا کہ سید رضی رحمۃ اللہ تعالےٰ نے یہ کہاں سے نقل کیا ہے"

۵۵ اس سے یہ مقصود نہیں ہے کہ اشعث کی طرف سے فدیہ نہیں دیا گیا کیونکہ پہلی دفعہ جب اشعث قید ہوا ہے تو اُس نے اپنے فدیہ میں تین ہزار اونٹ دیے بلکہ مقصود یہ ہے کہ تیرے مال اور تیری خاندانی عزت اور قوت نے تجھ کو نفع نہ پہونچایا اور قید ہونے سے تجھ کو بچا نہ سکی کیونکہ اگر تیرا مال اور خاندانی اقتدار تجھے قید ہونے سے بچا لیتا اس وقت البتہ ان چیزوں کا نفع ظاہر ہوتا۔

خطبہ (۲۱)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فَإِنَّكُمْ لَوْ قَدْ عَايَنْتُمْ مَا قَدْ عَايَنَ مَنْ مَاتَ مِنْكُمْ لَجَزِعْتُمْ وَ وَهِلْتُمْ. وَسَمِعْتُمْ وَأَطَعْتُمْ وَلَكِنْ مَحْجُوبٌ عَنْكُمْ مَا قَدْ عَايَنُوا. وَقَرِيبٌ مَا يُطْرَحُ الْحِجَابُ. وَلَقَدْ بُصِّرْتُمْ إِنْ أَبْصَرْتُمْ. وَأُسْمِعْتُمْ إِنْ سَمِعْتُمْ. وَهُدِيتُمْ إِنِ اهْتَدَيْتُمْ. وَبِحَقٍّ أَقُولُ لَكُمْ. لَقَدْ جَاهَرَتْكُمُ الْعِبَرُ. وَزُجِرْتُمْ بِمَا فِيهِ مُزْدَجَرٌ. وَمَا يُبَلِّغُ

حضرت علیہ السلام کے ایک خطبہ کا کچھ حصہ

پس اگر تم لوگ اُس (منظر) کا معائنہ کر لیتے جسے تم سے (پہلے) مرنے والوں نے دیکھا ہے تو یقیناً بے چین ہو جاتے اور کانپ اُٹھتے اور (حق کو) سنتے اور مان لیتے لیکن (افسوس) انھوں نے جو دیکھا ہے وہ (ابھی) تم سے پردہ میں ہے اور عنقریب یہ پردہ (زندگی) تم سے اُٹھا چاہتا ہے (اُس وقت سمجھو گے) اور یقیناً (اس دنیا میں بھی بہت کچھ) تم دکھائے گئے ہو اگر (چاہتے تو) دیکھتے اور (اچھی طرح) سُنائے گئے ہو اگر (ارادہ کرتے تو) سُنتے اور (کامل طور پر) ہدایت کئے گئے ہو اگر (خواہش ہوتی تو)

عَنِ اللّٰہِ بَعۡدَ رُسُلِ السَّمَآءِ اِلَّا الۡبَشَرُ۔

ہدایت پاتے اور میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ دنیا کی عبرتوں نے تم کو کھول کر (انجام کار) دکھا دیا ہے اور اُس چیز سے تمہاری تنبیہ کردی گئی ہے جسمیں کافی تنبیہ ہے کیونکہ آسمانی قاصدوں (فرشتوں) کے بعد خدا کے احکام بجز انسان (پیغمبروں) کے کوئی نہیں پہونچا سکتا۔

خطبہ (۲۲)

وَمِنۡ خُطۡبَۃٍ لَّہٗ عَلَیۡہِ السَّلَامُ

فَاِنَّ الۡغَایَۃَ اَمَامَکُمۡ۔ وَاِنَّ وَرَآءَکُمُ السَّاعَۃَ تَحۡدُوۡکُمۡ۔ تَخَفَّفُوۡا تَلۡحَقُوۡا۔ فَاِنَّمَا یُنۡتَظَرُ بِاَوَّلِکُمۡ اٰخِرُکُمۡ۔

(قَالَ الشَّرِیۡفُ الرَّضِیُّ عَلَیۡہِ الرَّحۡمَۃُ) اَقُوۡلُ: اِنَّ ھٰذَا الۡکَلَامَ لَوۡ وُزِنَ بَعۡدَ کَلَامِ اللّٰہِ سُبۡحَانَہٗ وَبَعۡدَ کَلَامِ رَسُوۡلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ بِکُلِّ کَلَامٍ لَمَالَ بِہٖ رَاجِحًا۔ وَبَرَّزَ عَلَیۡہِ سَابِقًا: فَاَمَّا قَوۡلُہٗ عَلَیۡہِ السَّلَامُ تَخَفَّفُوۡا تَلۡحَقُوۡا فَمَا سُمِعَ کَلَامٌ اَقَلُّ مِنۡہُ مَسۡمُوۡعًا وَلَا اَکۡثَرُ مَحۡصُوۡلًا۔ وَمَا اَبۡعَدَ غَوۡرَھَا مِنۡ کَلِمَۃٍ۔ وَاَنۡقَعَ نُطۡفَتَھَا مِنۡ حِکۡمَۃٍ۔ وَقَدۡ نَبَّھۡنَا فِیۡ کِتَابِ الۡخَصَائِصِ عَلٰی عِظَمِ قَدۡرِھَا وَشَرَفِ جَوۡھَرِھَا)۔

حضرت علیہ السلام کے ایک خطبہ کا کچھ حصّہ۔

(غافلو!) انجام کار[1] یقیناً تمہارے آگے ہے اور قیامت تمہارے پیچھے ہے جو تمھیں ہنکائے لے چل رہی ہے۔ (پس بوجھ ہٹا کر) ہلکے پھلکے چلو کہ (اپنے مطلوب حقیقی سے) فوراً مل جاؤ کیونکہ تمہارے اول کے لئے تمہارے آخر کا انتظار کیا جا رہا ہے (کہ دورہ نسل انسانی ختم ہوجائے تو قیامت آئے) (جناب سید رضی رحمہ اللہ نے فرمایا) میں کہتا ہوں کہ کلام خدا و کلام رسول کے بعد (حضرت امیرالمومنین کا) یہ کلام اگر دنیا بھر کے کلام سے مقابلہ کیا جائے تو سب پر غالب رہے گا اور سب سے اعلےٰ و افضل ثابت ہوگا اور ہر ایک پر گوئے سبقت لے جائے اور خاص کر حضرت کا کلام "ہلکے پھلکے چلو کہ فوراً مل جاؤ" تو ایسا ہے کہ سُننے میں اس سے چھوٹا اور (سمجھنے اور) مطلب میں اس سے بڑا کوئی کلام سُنا ہی نہیں گیا (دیکھنا کیسا اللہ اکبر) یہ کلمہ کس قدر غامض اور اسکا آب (جوہر) کس قدر (سیراب کرنے والا اور جہالت و گمراہی کی) پیاس بجھانے والا ہے جس کی عظمت قدر اور شرافت جوہر پر میں نے کتاب الخصائص میں بھی تنبیہ کی ہے۔

---

[1] مکلفین کا انجام کار ثواب و عقاب ہے لہذا ایک احتمال یہ ہے کہ حضرت کی مراد آخرت کا عذاب و ثواب ہو دوسرا

احتمال یہ ہے کہ شاید انجام کار اور غایت سے مراد موت ہو اور اسکو ہم لوگوں کے آگے اس سبب سے فرمایا ہو کہ انسان دنیا کی زندگی بسر کرتا ہوا گویا موت کی طرف جا رہا ہے یا گویا جزا و سزا کی طرف جا رہا ہے لہذا موت اور جزا و سزا اُس کے آگے ہیں یعنی اُسکے سامنے ہیں اسکے بعد فرمایا "اِنّ وراءکم الساعۃ تحدوکم" یعنی قیامت تم لوگوں کو ہنکائے لے چل رہی ہے اور اس قیامت کو حضرت نے ہم لوگوں کے پیچھے قرار دیا کیونکہ جب وہ آوے گی تو لوگوں کو میدان حساب و کتاب در موقف جزا کی طرف ہنکائے جاوے گی جیسا کہ چرواہا جانوروں کو ہنکاتا ہے پس چونکہ قیامت میں یہ صفت ہے کہ ہم لوگوں کو ہنکائے چلے گی لہذا وہ بمنزلہ اُس شے کے ہے جو پیچھے سے انسان کی حفاظت کرتی آتی ہو اور پیچھے سے اُسکو آگے کی طرف حرکت دیتی ہے ۱۲ ۲؎ اس جملہ کی اصل یہ ہے کہ کوئی شخص بغیر اسباب و بوجھ کے لادے ہوئے چلتا ہے تو ہلکا ہوتا ہے لہذا جو لوگ اُس سے آگے رہتے ہیں اُن سے جلد ملحق ہو جاتا ہے اور تاخیر نہیں ہوتی اور جو شخص اسباب و سامان کا بوجھ لاد کر چلتا ہے وہ بوجھ کے سبب سے دبا جاتا ہے جس کے سبب سے چلنے سے عاجز ہوتا ہے اور اگر چلتا بھی ہے تو نہایت تاخیر سے منزل مقصود تک پہونچتا ہے ۱۲ ۳؎ مقصود یہ ہے کہ جو لوگ اول زمانہ میں اور تم لوگوں سے پہلے مر چکے ہیں اُن کے محشور ہونے اور حساب و کتاب کر کے جزا و سزا پانے کے لئے تم لوگوں کا انتظار کیا جا رہا ہے کہ تم لوگ بھی دنیاوی زندگی ختم کر کے اُن سے مل جاؤ تو قیامت آوے اور سب زندہ ہو کر قبر سے نکلیں اور اُن کا حساب و کتاب کیا جاوے یہ کلام اُس فعل کے مثل ہے کہ کوئی بادشاہ جب لشکر والوں کو انعام و اکرام دینا چاہتا ہے تو انتظار کرتا ہے کہ جب سب جمع ہو جائیں تو ایک ہی دفعہ تقسیم کرے علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں "ھذا الکلام فصیح جداً" کہ حضرت کا یہ کلام نہایت درجہ فصیح ہے ۱۲

خطبہ (۲۳)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

أَلَا وَإِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ ذَمَرَ حِزْبَهُ. وَاسْتَجْلَبَ جَلَبَهُ. لِيَعُودَ الْجَوْرُ إِلَى أَوْطَانِهِ. وَيَرْجِعَ الْبَاطِلُ إِلَى نِصَابِهِ. وَاللهِ مَا أَنْكَرُوا عَلَيَّ مُنْكَرًا. وَلَا جَعَلُوا بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ نِصْفًا. وَإِنَّهُمْ

حضرت علیہ السلام کے ایک خطبہ کا کچھ حصہ (جسمیں اپنی شرکت قتل عثمان کی رد کی ہے) ۱؎

دیکھو شیطان نے اپنی جماعت کو آمادہ اور اپنے لشکر کو جمع کر لیا ہے تاکہ ظلم اپنے (پہلے) گھروں کیطرف لوٹ آئے اور باطل اپنے اصل کی طرف پلٹ آئے بخدا ان لوگوں نے کسی برائی کو نہ چھوڑا جس کا اتہام مجھ پر نہ قائم کیا ہو اور نہ میرے اور اپنے درمیان انصاف کو راہ دیا بلکہ یہ لوگ

لَيَطْلُبُونَ حَقًّا هُمْ تَرَكُوهُ. وَدَمًا هُمْ سَفَكُوهُ. فَلَئِنْ كُنْتُ شَرِيكَهُمْ فِيهِ. فَإِنَّ لَهُمْ لَنَصِيبَهُمْ مِنْهُ. وَلَئِنْ كَانُوا وَلُوهُ دُونِي. فَمَا التَّبِعَةُ إِلَّا عِنْدَهُمْ. وَإِنَّ أَعْظَمَ حُجَّتِهِمْ لَعَلَى أَنْفُسِهِمْ. يَرْتَضِعُونَ أُمًّا قَدْ فَطَمَتْ. وَيُحْيُونَ بِدْعَةً قَدْ أُمِيتَتْ. يَا خَيْبَةَ الدَّاعِي! مَنْ دَعَا وَإِلَامَ أُجِيبَ. وَإِنِّي لَرَاضٍ بِحُجَّةِ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ. وَعِلْمِهِ فِيهِمْ. فَإِنْ أَبَوْا أَعْطَيْتُهُمْ حَدَّ السَّيْفِ. وَكَفَى بِهِ شَافِيًا مِنَ الْبَاطِلِ. وَنَاصِرًا لِلْحَقِّ. وَمِنَ الْعَجَبِ بَعْثُهُمْ إِلَيَّ أَنْ أَبْرُزَ لِلطِّعَانِ! وَأَنْ أَصْبِرَ لِلْجِلَادِ. هَبِلَتْهُمُ الْهَبُولُ. لَقَدْ كُنْتُ وَمَا أُهَدَّدُ بِالْحَرْبِ. وَلَا أُرْهَبُ بِالضَّرْبِ. وَإِنِّي لَعَلَى يَقِينٍ مِنْ رَبِّي. وَغَيْرِ شُبْهَةٍ مِنْ دِينِي.

(دیکھو) مجھ سے اُس حق کو طلب کرتے ہیں جسے خود ہی کھویا ہی اور اُس خون کا قصاص (چاہتے ہیں) جسے خود ہی بہایا ہے پس اگر اس (خون) میں مَیں ان کا شریک تھا تو ان کا بھی تو اُسمیں (بڑا) حصہ ہی (پھر یہ کون قصاص چاہنے والے) اور اگر ان لوگوں نے بغیر میری (رائے کے) اس (قتل عثمان) کو انجام دیا ہی تو پھر ان کے سوا کسی پر اسکا مظلمہ نہیں ہو سکتا غرض ان کی سب سے بڑی دلیل خود انھیں پر عائد ہوتی ہے۔ (اور اصلی بھید یہ ہو کہ) یہ لوگ اُس ماں کا دودھ پینا چاہتے ہیں جو دودھ چھڑا چکی اور وہ بدعت زندہ کرتے ہیں جو محو ہو چکی ہے ہائے افسوس ذرا اسکی ناامیدی دیکھو جو (مجھ سے جنگ کے لئے لوگوں کو) بُلا رہا ہی یہ جن کو بُلاتا ہی کون ہیں۔ (ان کی حقیقت ہی کیا ہی) اور اسکی جو بات منظور کی گئی (یعنی مجھ سے جنگ اسکی) کیا (وقعت) ہے؟ اور میں تو خدا کی اُس حجت پر راضی ہوں جو اُن پر (قائم ہو چکی) ہے اور اُس علم پر جو اُسے اُنکے متعلق حاصل ہے پس اگر یہ لوگ (اپنی شرارت سے) باز نہ آئیں گے تو میں انھیں اپنی تلوار کی باڑھ پر رکھ لوں گا کہ وہی (انکے مرض) باطل پرستی سے شفا دینے اور حق کی مدد کرنے کے لئے کافی ہے اور ان کا میرے پاس یہ پیغام بھیجنا (بھی نہایت درجہ) عجیب ہے کہ میں (ان سے) جنگ کے لئے نکلوں اور کشت و خون پر آمادہ ہو جاؤں ان کی مائیں انھیں کھو بیٹھیں۔ کیا میں بھی ایسا ہو گیا کہ کبھی جنگ سے دھمکایا اور (حرب و ضرب سے) ڈرایا جاؤں؟ ہرگز نہیں کیونکہ مجھے اپنے پروردگار پر کامل یقین ہی اور اپنے مذہب (کی حقیقت) میں بھی مجھے ذرہ برابر شبہ نہیں (پھر ان کی دھمکی مجھ پر کیا اثر کر سکتی ہے؟)۔

حاشیہ صفحہ ۱۴۰ ـ ۱ـ حضرت اس خطبہ میں اس جماعت کی مذمت فرماتے ہیں جس نے حضرت پر قتل عثمان کی شرکت کا اتہام قائم کیا تھا

مثل طلحہ وزبیر وعائشہ کے اور ان لوگوں کے اس دعوے کا بدیہی البطلان ہونا ثابت فرما کر آخر میں اپنی شجاعت اور
میں حق کی پابندی اور مخالفین کی مخالفت سے لاپرواہی ظاہر فرماتے ہیں اور یہ کہ حضرت کو دین کے متعلق کسی قسم کا
کا شک ہوا ہی اور نہ ہو سکتا ہی علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں" حضرت کا کلام اس خطبہ میں اصحاب جمل یعنی طلحہ وزبیر و
عائشہ کے متعلق ہی اور پورا خطبہ یہاں مذکور نہیں ہی بلکہ اصل خطبہ بہت بڑا ہی جس کے اکثر حصہ کو مورخ ابومخنف
نے بھی ذکر کیا ہی چنانچہ مورخ مذکور مسافر بن حبیب سے روایت کرتا ہی کہ اس نے کہا جب حضرت علی طلحہ وزبیر کو
سمجھانے سے عاجز آگئے اور حضرت کے قاصد جو ان لوگوں کے پاس گئے تھے حضرت کی خدمت میں واپس آگئے اور
ذریعے سے ان لوگوں نے حضرت کو جنگ و جدال کی خبر دی تھی تو حضرت نے خطبہ بیان فرمایا جس میں بعد حمد و نعت
فرمایا کہ اے لوگو! میں نے حتے المقدور اس قوم غدار کا لحاظ کیا ان کی فہمائش کی ان کو شر و فساد سے باز رکھنا
ان کے نکث بیعت پر توبیخ کی اور ان کی گمراہی سے ان کو مطلع کر دیا پھر بھی ان لوگوں کو حیا دامنگیر نہیں ہوئی بلکہ
پاس جنگ کا پیغام کہلا بھیجا ہے اور یہ کہلایا ہی کہ تمہارا نفس تم کو باطل امور کا آرزومند کر رہا ہی اور تم کو فریب
ان بدبختوں سے خدا سمجھے کہ میں بھی ایسا ہو گیا کہ جنگ سے ڈرایا جاؤں ؟ اور جنگ کی مجھے دھمکی دی جائے عجیب
یہ لوگ جس قدر چاہیں گرج لیں اور جہاں تک ہو سکے چمک لیں کیونکہ مجھے تو یہ لوگ عرصہ دراز سے دیکھتے آئے ہیں
میری بہادری اور دشمن کشی و خون کو بھی اپنے آباواجداد کے وقت سے اچھی طرح پہچان رہے ہیں میں ابوالحسن ہوں جس نے مشرکین کو مسمار کر کے رکھ
تھا اور ان کی جماعت کو تہ و بالا کر دیا تھا۔ وہ دل ابھی تک میرے سینہ میں ہی اور اب بھی جو مجھ سے دشمنی کر
مقابلہ کرے گا اسی دل سے مقابلہ کروں گا علاوہ بریں خداوند عالم نے جو مجھ سے نصرت اور مدد کا وعدہ کیا
اس کا مجھے پورا یقین ہی جس میں شک عارض ہو ہی نہیں سکتا اور نہ میرے دین اور مذہب میں کسی قسم کا شبہ ہو سکتا
کیونکہ میں حق پر ہوں جو ایسا ہی یقینی ہی جیسا رسالتمآب صلعم کا مقابلہ کفار و مشرکین حق پر ہونا یقینی تھا لوگو
جہاد سے جان بچاتا ہے وہ بھی موت سے بچ نہیں سکتا اور جو جنگ سے بھاگ کھڑا ہوتا ہے وہ بھی موت کو رد کر
سکتا غرض موت سے نجات اور چھٹکارا تو ہو ہی نہیں سکتا پس جو شخص بھی جہاد میں قتل ہونے سے بچ جائے گا
رگڑ رگڑ کر مرے گا پس بخدا مجھے تلوار کی ہزار ضرب آسان اور خوشگوار تر معلوم ہوتی ہی بستر پر بے اذیت مرجانے سے
طلحہ نے میری بیعت توڑ دی اور اس کے قبل عثمان کے بھی پیچھے پڑ گیا تھا آخر قتل کر چھوڑا پھر اس کا بہتان مجھ پر
اور افترائے عظیم کو راہ دی پس بارالٰہا اس کو تو نہ چھوڑنا اور بارالٰہا زبیر نے میرے ساتھ قطع رحم کیا اور میری
توڑ دی اور میرے دشمن کی پشت پناہی کی پس اب میرا عوض اس سے تو ہی لے جس طرح بھی تو مناسب

(علامہ مذکور نے اور بھی کئی خطبہ حضرت کے اس جنگ جمل و ناکثین بیعت کے متعلق ذکر کئے ہیں جو سب انشاء اللہ ضمیمہ میں آئیں گے) ۱۲ ۵۲ چونکہ طلحہ و زبیر اپنی دنیاوی خواہشوں میں حضرت کی خلافت سے کامیاب نہیں ہوئے اور بی بی عائشہ کا قدیم بغض و نفاق علی کی سرداری کو دیکھ نہ سکا لہذا ان لوگوں نے حضرت کی مخالفت کی اور ہر برائی کو حضرت کی طرف منسوب کیا عثمان کے قتل کرانے کا اتہام بھی قائم کیا اُن کے خلاف لوگوں کو بہکانے کا بہتان بھی باندھا اس سبب سے حضرت فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے کسی برائی کو نہ چھوڑا جس سے مجھے متہم نہ کیا ہو ۱۲ ۵۳ یعنی عثمان کو تو خود ان لوگوں نے ہی قتل کیا اور اب اپنے اغراض فاسدہ کے حاصل کرنے کے لئے عثمان کی مظلومیت بیان کرکے لوگوں میں جوش پیدا کرتے ہیں اور جس خون کے مجرم خود ہیں اُسکا الزام مجھ پر قائم کرتے ہیں تاکہ لوگ میرے مخالف ہو جائیں اور اُن کی غرض حاصل ہو ۱۲ ۵۴ یعنی ان کے کہنے کے مطابق اگر (بفرض محال) میں بھی خون عثمان میں ان کا شریک تھا جب بھی یہ کون اُن کا قصاص طلب کرنے والے کیونکہ اس کے طالب تو عثمان کے اعزا ہوں گے یہ لوگ کس طرح اور کس حق سے طلب کرتے ہیں۔ عجب تماشہ ہے کہ جو مدعا علیہ ہے وہی مدعی بن گیا اور جو مجرم تھا وہ منصفی کا عہدہ حاصل کرنا چاہتا ہے اور اگر میں اسمیں شریک نہیں تھا (جیسا کہ واقعہ ہے اور جسکا گواہ مسلمانوں بلکہ کفار عرب کا بچہ بچہ تک ہے) تو پھر پورا قصاص انھیں کو ادا کرنا چاہیے نہ کسی دوسرے کو غرض ہر صورت سے یہ لوگ قاتل ہیں جنکو قصاص طلب کرنے کا کوئی حق نہیں ۱۲ ۵۵ یعنی یہ لوگ مسلمانوں کو میرے خلاف یہ کہہ کر ابھار رہے ہیں کہ چونکہ علی نے عثمان کو قتل کرایا ہے لہذا ان کو خلافت سے معزول کردو اور ان سے جنگ کرو یہی ان کی سب سے بڑی دلیل ہے پس یہ حجت تو انھیں پر عائد ہوتی ہے کیونکہ ان کا قاتل عثمان ہونا بدیہی اور یقینی ہے لہذا مسلمانوں کو اُن کے دعوے کے مطابق اُنھیں سے لڑنا چاہیے نہ مجھ سے کہ میں تو بالکل علیحدہ رہا جس کو سب جانتے ہیں ۱۲ ۵۶ یرتضعون اما اتم فطم کہتے ہیں عورت کے بچہ سے دودھ چھڑا دینے کو اور یہ جملہ اُس محل پر بولتے ہیں جہاں کوئی شخص ایسے امر کو حاصل کرنا چاہتا ہو جو فوت ہو چکا ہو اور اُسکے اختیار میں باقی نہ رہا ہو جس طرح عورت دودھ چھڑانے کے بعد بچہ کو نہیں پلاتی پس حضرت کا مقصود یہ ہے کہ عثمان کے زمانہ میں بیت المال کا بے اندازہ مال جو طلحہ و زبیر وغیرہ کھائے جاتے تھے میرے خلیفہ ہونے سے وہ سب چھن گیا کیونکہ میں اُسکو اصلی مستحقین تک پہنچاتا ہوں اور ان لوگوں کو محض حصہ رسدی ملتا ہے لہذا یہ لوگ مجھ سے جنگ کر کے اور میرے معزول کرنے کے بعد اس طرح بیت المال کو کھانا چاہتے ہیں اور عثمان نے جس بدعت خیانت اور غصب اموال و حقوق مسلمین کو قائم کیا تھا اُسکو محو کر کے میں نے حکم خدا کے مطابق ان اموال کو تقسیم کرنا شروع کیا تو یہ لوگ اُس محو شدہ بدعت کو پھر زندہ کرنا چاہتے ہیں ۱۲ ۵۷ مقصود طلحہ و زبیر و عائشہ اور اُن کے ساتھ دینے والوں کی حقارت ہے

کہ ان لوگوں کی حقیقت کیا ہے اور سب ملکر کیا بنا لیں گے چنانچہ وہی ہوا کہ سب نے جنگ جمل میں شکست فاش کھا
اور حضرت کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے ۱۲ ف۸ حجت سے مراد خداوند عالم کا وہ حکم ہے جو بغاوت کرنے والوں کے متعلق کلام مجید میں
یوں فرمایا ہے فان بغت احدٰهما علی الاخریٰ فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٓء الی امر اللہ یعنی اگر مسلمانوں میں
ایک فریق دوسرے سے بغاوت کرے تو تم اُس سے لڑو یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع کرے لہذا مجھے
خدا کی یہ حجت حاصل ہے یہ لوگ نہیں مانیں گے تو میں حکم خدا کے مطابق جہاد کروں گا اُس وقت اُن کو سرکشی کا مزہ
ف۹ علامہ ابن الحدید لکھتے ہیں وقوله لقد کنت وما اهدد بالحرب معناه مازلت لا اهدد بالحرب
والواو زائدة وهذه کلمة فصیحة کثیرا ما تستعملها العرب وقد ورد فی القرآن العزیز کان بمعنی
مازال فی قوله وکان الله علیما حکیما ونحو ذلک من الآی معنی ذلک لم یزل الله علیما حکیما یعنی حضرت کا
قول لقد کنت و الخ کا معنے یہ ہے کہ شروع سے میں ایسا رہا کہ کوئی مجھ کو جنگ کی دھمکی نہیں دے سکتا ہے اور واو اس میں زائد ہے
اور یہ ایک فصیح کلمہ ہے عرب اس معنے میں کثرت سے استعمال کرتے ہیں اور قرآن مجید میں کان بمعنے مازال وارد ہوا ہے جیسے
کان اللہ علیما حکیما کے معنی یہ ہے کہ خدا ہمیشہ سے علیم و حکیم ہے ۱۲ ف۱۰ یعنی مجھے اپنے دین کے متعلق کوئی شبہہ نہیں
بلکہ یقین ہے کہ حق پر ہوں اور حقیقی اسلام کی اشاعت اور حفاظت کر رہا ہوں لہذا مجھے اسکا بھی کامل یقین ہے کہ خدا کی
طرف سے اور میرا ساتھ نہیں چھوڑے گا ۱۲

خطبہ (۲۴)

ومن خطبة له علیه السلام

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الْاَمْرَ یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ کَقَطَرَاتِ الْمَطَرِ اِلٰی کُلِّ نَفْسٍ بِمَا قُسِمَ لَهَا مِنْ زِیَادَةٍ اَوْ نُقْصَانٍ۔ فَاِذَا رَاٰی اَحَدُکُمْ لِاَخِیْهِ غَفِیْرَةً فِیْ اَهْلٍ اَوْ مَالٍ اَوْ نَفْسٍ فَلَا تَکُوْنَنَّ لَهٗ فِتْنَةً۔ فَاِنَّ الْمَرْءَ الْمُسْلِمَ مَا لَمْ یَغْشَ دَنَاءَةً تَظْهَرُ فَیَخْشَعُ لَهَا

حضرت علیہ السلام کے ایک خطبہ کا کچھ حصہ
اما بعد واضح ہو کہ رزق کے بارے میں خدا کا حکم بارش کے
قطروں کی طرح آسمان سے زمین پر ہر شخص کے پاس
قسمت کے مطابق ہی (کہ قسمت میں زیادہ ہی تو زیادتی
کے ساتھ اور کم ہے تو کمی کے ساتھ (غرض مختلف طور پر)
نازل ہوتا ہے تو جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی
اولاد یا مال یا عزیزوں کی زیادتی دیکھے (تو یہ زیادتی
اُسکے لئے فتنہ (حسد کی باعث نہ ہو) کیونکہ مسلمان

إِذَا ذُكِرَتْ وَتُغْرِي بِهَا لِئَامُ النَّاسِ.
كَانَ كَالْفَالِجِ الْيَاسِرِ الَّذِي يَنْتَظِرُ
أَوَّلَ فَوْزَةٍ مِنْ قِدَاحِهِ تُوجِبُ
لَهُ الْمَغْنَمَ. وَيُرْفَعُ بِهَا عَنْهُ الْمَغْرَمُ.
وَكَذٰلِكَ الْمَرْءُ الْمُسْلِمُ الْبَرِئُ مِنَ
الْخِيَانَةِ يَنْتَظِرُ مِنَ اللهِ إِحْدَى
الْحُسْنَيَيْنِ: إِمَّا دَاعِيَ اللهِ فَمَا عِنْدَ
اللهِ خَيْرٌ لَهُ. وَإِمَّا رِزْقُ اللهِ فَإِذَا
هُوَ ذُو أَهْلٍ وَمَالٍ. وَمَعَهُ دِينُهُ وَ
حَسَبُهُ. إِنَّ الْمَالَ وَالْبَنِينَ حَرْثُ
الدُّنْيَا. وَالْعَمَلَ الصَّالِحَ حَرْثُ
الْآخِرَةِ. وَقَدْ يَجْمَعُهُمَا اللهُ لِأَقْوَامٍ.
فَاحْذَرُوا مِنَ اللهِ مَا حَذَّرَكُمْ مِنْ
نَفْسِهِ. وَاخْشَوْهُ خَشْيَةً لَيْسَتْ
بِتَعْذِيرٍ. وَاعْمَلُوا فِي غَيْرِ رِيَاءٍ وَلَا
سُمْعَةٍ. فَإِنَّهُ مَنْ يَعْمَلْ لِغَيْرِ اللهِ
يَكِلْهُ اللهُ لِمَنْ عَمِلَ لَهُ. نَسْأَلُ اللهَ
مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ. وَمُعَايَشَةَ السُّعَدَاءِ
وَمُرَافَقَةَ الْأَنْبِيَاءِ.
أَيُّهَا النَّاسُ. إِنَّهُ لَا يَسْتَغْنِي الرَّجُلُ
وَإِنْ كَانَ ذَا مَالٍ عَنْ عَشِيرَتِهِ وَ
دِفَاعِهِمْ عَنْهُ بِأَيْدِيهِمْ وَأَلْسِنَتِهِمْ.
وَهُمْ أَعْظَمُ النَّاسِ حَيْطَةً مِنْ

جب تک ایسی دنارت (حسد) نہ اختیار کرے گا جو (اگر) ظاہر
ہو جائے تو اُسکے ذکر کرتے وقت اُس (حاسد) کو جھینپنا
پڑے اور جس سے کمینہ لوگوں کو اُس کی آبرو ریزی کا موقع
ملے اُسوقت تک (وہ مسلمان آدمی) اُس جیتنے والے
قمار بازؔ کی طرح (کامیاب) رہے گا جو اپنے قمار بازی کے
تیروں سے اُس پہلی جیت کا انتظار کرتا ہے جس سے اُسکو
مال غنیمت حاصل اور اُسکا خسارہ زائل ہو کہ اسی طرح خیانت
سے بری مسلمان آدمی کو بھی خدا سے ان دو بھلائیوں سے
کسی ایک کا انتظار (یقیناً) رہے گا (اگر اُسکی اجل آگئی ہے تو)
خدا کے (طرف) بُلانے والے کا (جو ملک الموت ہے) پس خدا کے
یہاں جو نعمت ہے وہ اسکے لئے بہتر ہے اور (اگر زندگی باقی
ہے تو) خدا کے رزق کا کہ اسوقت وہ صاحب اولاد و مال
ہو جائے گا ایسی حالت میں کہ اُسکا ایمان اور ذاتی شرافت بھی
اُسکے ساتھ رہے گاؔ۔ غرض مال اور اولاد تو دنیا ہی کی کھیتی
ہے اور آخرت کی کھیتی (صرف) نیک عمل ہےؔ اور خدا
کبھی بعض قوموں کے لئے دونوں (دنیا اور آخرت کی نعمت) کو
جمع بھی کر دیتا ہے لہذا خدا نے جن چیزوں سے تم کو بچایا ہے
اُن سے بچو اور اُس سے ڈرتے رہو۔ ایسا ڈرنا جسمیں کوئی
کمی اور تقصیر نہ ہوؔ اور بغیر (لوگوں کے) دکھانے اور سُنانے
(کی نیت) کے (صرف خدا کے لئے) عمل (عبادت) کرو
کیونکہ جو شخص غیر خدا کے لئے عمل کرے گا اُسکو خدا اُسی کے
سپرد کرے گا جسکے لئے وہ عمل کیا ہے (حالانکہ) ہم لوگ
خدا سے شہیدوں کے درجات اور نیک بختوں کی زندگی

وَرَآئِهِ۔ وَاَلَمُّهُمْ لِشَعْثِهِ۔ وَاَعْطَفُهُمْ عَلَيْهِ عِنْدَ نَازِلَةٍ اِذَا نَزَلَتْ بِهِ۔ وَلِسَانُ الصِّدْقِ يَجْعَلُهُ لِلْمَرْءِ فِي النَّاسِ خَيْرٌ لَهُ مِنَ الْمَالِ يُوَرِّثُهُ غَيْرَهُ۔

وَمِنْهَا اَلَا لَا يَعْدِلَنَّ اَحَدُكُمْ عَنِ الْقَرَابَةِ۔ يَرَى بِهَا الْخَصَاصَةَ اَنْ يَسُدَّهَا بِالَّذِي لَا يَزِيْدُهُ اِنْ اَمْسَكَهُ وَلَا يَنْقُصُهُ اِنْ اَهْلَكَهُ وَمَنْ يَقْبِضْ يَدَهُ عَنْ عَشِيْرَتِهِ فَاِنَّمَا تُقْبَضُ مِنْهُ عَنْهُمْ يَدٌ وَاحِدَةٌ وَتُقْبَضُ مِنْهُمْ عَنْهُ اَيْدٍ كَثِيْرَةٌ۔ تَلِنْ حَاشِيَتُهُ يَسْتَدِمْ مِنْ قَوْمِهِ الْمَوَدَّةَ۔ (قَالَ الشَّرِيْفُ الرَّضِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ) اَقُوْلُ: اَلْغَفِيْرَةُ هٰهُنَا الزِّيَادَةُ وَالْكَثْرَةُ مِنْ قَوْلِهِمْ لِلْجَمْعِ الْكَثِيْرِ الْجَمُّ الْغَفِيْرُ وَالْجَمَّاءُ الْغَفِيْرُ وَيُرْوٰى عَفْوَةٌ مِنْ اَهْلٍ اَوْ مَالٍ۔ وَالْعَفْوَةُ الْخِيَارُ مِنَ الشَّيْءِ يُقَالُ اَكَلْتُ عَفْوَةَ الطَّعَامِ اَيْ خِيَارَهُ۔ وَمَا اَحْسَنَ الْمَعْنَى الَّذِي اَرَادَهُ! عَلَيْهِ السَّلَامُ بِقَوْلِهِ: وَمَنْ يَقْبِضْ يَدَهُ عَنْ عَشِيْرَتِهِ اِلٰى تَمَامِ الْكَلَامِ

اور نبیوں کی رفاقت کے خواستگار ہیں (جو ریاکاری سے نہیں حاصل ہو سکتی) [1]

لوگو! کوئی شخص اگرچہ (کتنا ہی بڑا) مالدار ہو اپنی قوم و قبیلہ اور اُنکے ہاتھ (پیر) اور زبانوں کی (اعانت) حفاظت و دفاع سے بے نیاز نہیں ہو سکتا (لہذا مال صرف کرکے اُنکو قبضہ میں رکھنا چاہیے) کیونکہ وہی لوگ اس کے پیچھے اسکی سب سے زیادہ[2] حفاظت اور رعایت کرنیوالے اور اسکی پریشانی کے سب سے بڑے دفع کرنے والے اور جب کوئی مصیبت نازل ہو تو اس پر سب سے زیادہ شفقت کرنیوالے ہوتے ہیں (علاوہ بریں انسان کا) وہ ذکرِ خیر[3] جسے خدا لوگوں میں جاری رکھتا ہے اُسکے اُس مال سے کہیں بہتر ہے جسے وہ (شخص) دوسروں کیلئے چھوڑ جاتا ہے۔

(اور اسی خطبہ سے یہ بھی ہے) خبردار[4] تم میں سے کوئی شخص جب اپنے قرابت مندوں کو فقر و فاقہ میں مبتلا دیکھے تو اُنکو وہ (حقیر) مال خرچ کرکے فاقہ سے بچانے سے باز نہ رہے جسکو اگر روک رکھے گا تو اُس (کی دولت) کو زیادہ نہ کرے گا اور اگر ضائع کر دے گا تو اُسکو کم نہ کرے گا (پھر کیوں نہ اپنے عزیزوں پر احسان کرے) اور جو شخص اپنی قوم سے اپنا دستِ (کرم) روک لیتا ہے تو اُن سے (اسکا) ایک ہی ہاتھ رکتا ہے لیکن (اُسکے عوض) اس شخص سے اُن لوگوں کے بہت سے ہاتھ رک جاتے ہیں اور جس شخص کا پہلو نرم رہتا ہے (یعنی جو اپنے اعزا پر احسان کرتا رہتا ہے) اُس پر اُسکی قوم کی محبت ہمیشہ قائم رہتی ہے (جناب سید رضی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے)

فَاِنَّ الْمُمْسِكَ خَيْرَهُ عَنْ عَشِيْرَتِهِ اِنَّمَا يُمْسِكُ نَفْعَ يَدٍ وَّاحِدَةٍ۔ فَاِذَا احْتَاجَ اِلٰى نُصْرَتِهِمْ۔ وَاضْطُرَّ اِلٰى مُرَافَدَتِهِمْ قَعَدُوْا عَنْ نَصْرِهِ۔ وَ تَثَاقَلُوْا عَنْ صَوْتِهِ۔ فَمُنِعَ تَرَافُدَ الْاَيْدِى الْكَثِيْرَةِ۔ وَتَنَاهُضَ الْاَقْدَامِ الْجَمَّةِ۔

کہتا ہوں کہ غفیرہ (یہاں بمعنی) زیادتی اور کثرت ہے جو اُن (اہل عرب) کے اس قول سے ماخوذ ہے جو بڑی جماعت کو کہتے ہیں "الجم الغفیر" اور "الجماء الغفیر" اور بعض راویوں نے (بجائے غفیرہ فی اہل او مال کے) عفوۃ من اہل او مال بیان کیا ہے اور عفوۃ کسی چیز کے عمدہ اور پسندیدہ حصہ کو کہتے ہیں چنانچہ بولتے ہیں اکلت عفوۃ الطعام یعنی میں نے پسندیدہ اور عمدہ کھانا کھایا۔ اور کیا اعلیٰ (لطیف اور حکمت میں ڈوبا ہوا) مضمون حضرت علیہ السلام نے اپنے اس قول "جو شخص اپنا دستِ کرم اپنی قوم سے روک لیتا ہے" تا آخر میں ادا فرمایا ہے۔ کیونکہ جو بخیل شخص اپنے قوم و قبیلہ سے اپنا نفع اور احسان روک رکھتا ہے وہ اُن سے صرف ایک ہاتھ کا نفع روکتا ہے (کیونکہ وہ تنہا ہے) لیکن جب اُن لوگوں کی مدد کا محتاج اور (اُنکی خدمت اور) اعانت کیلئے مضطر ہوتا ہے تو وہ (قوم و قبیلہ کے لوگ) اُسکی مدد کرنے سے باز رہتے اور اُسکی آواز سے بہرے بن جاتے ہیں پس وہ (اپنے کاموں میں) بہت سے ہاتھوں کی مدد کرنے اور (اپنی خدمت و نصرت میں) بہت سے قدموں کے اُٹھنے سے محروم رہ جاتا ہے۔

حاشیہ صفحہ ۱۴۵ [۱] فالج کے معنی کامیاب و جیتنے والے کے ہیں اور یاسر اُس شخص کو کہتے ہیں جو تیروں سے جوا کھیلتا ہے اور عرب میں تیروں کے جُوے کا رواج بہت کثرت سے عرصہ دراز سے ہے اس جملہ میں تقدیم و تاخیر ہے اصل تقدیر یوں تھی کالیاسر الفالج اور یہ از باب تقدیم صفت بر موصوف سے ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے غرابیب سود اور حضرت کے اس کلمہ کا حسن یہ ہے کہ دونوں لفظ صفت ہیں اگرچہ ایک دوسرے پر مرتب ہے پس مقصود یہ ہے کہ جو شخص ایسی دنارت حسد نہ اختیار کرے جو ظاہر ہو جائے تو اُسکو نادم ہو کر شرمانا اور نظر نیچی کرنی پڑے اور جس کو کمینہ لوگ سُن لیں تو اُس حاسد کی مذمت اور پردہ دری کے درپے ہو کر اُسکو فضیحت اور رُسوا کرتے پھریں اُسوقت تک وہ کامیاب قمار باز کے مثل ہوگا ۱۲ [۲] مقصود یہ ہے کہ قضا و قدر کے مطابق مال و اولاد وغیرہ کا رزق آسمان سے اس طرح نازل ہوتا ہے جس طرح بارش کے قطرے گرتے ہیں کہ زمین کے ہر حصہ پر بُوندیں پہونچتی ہیں لیکن پراگندہ طور پر کہیں زیادہ ہوتی ہے کہیں کم اسی طرح رزق ہر شخص کو پہونچتا رہتا ہے لیکن پراگندہ طور پر کہ اگر اُسکی قسمت میں زیادہ لکھا گیا ہے تو زیادہ۔ کم لکھا گیا ہے تو کم۔ پھر حضرت لوگوں کو دوسروں کی کثرت اولاد و مال و جاہ پر حسد کرنے سے منع کرنے کے لئے فرماتے ہیں کہ دوسروں کی کثرت اور فراوانی تم کو حاسد نہ کر دے کہ اس حسد سے تم فتنہ و فساد میں مبتلا ہو جاؤ گے اور تمہارے اعمال حسنہ ضائع ہو جائیں گے اور اگر حسد کی دنارت کو اختیار

نہ کروگے بلکہ صبر کروگے اور تقدیر الٰہی پر راضی رہوگے تو خدا تم سے نہایت درجہ خوش ہوگا اور اُس وقت تم اُس
قمار باز کے مثل ہوگے جو پہلے ہی کھیل میں جیت جاتا اور نفع حاصل کرلیتا ہے کہ یا تو اُسکو نیا مال مل جاتا ہے یا
جو مال اُسکے پاس سے ضائع ہوچکا ہو وہ واپس آجاتا ہے اسی طرح تم کو بھی رضائے خدا پر راضی رہنے اور حسد نہ
کرنے سے دو نیکیوں اور دو نعمتوں سے ایک ضرور حاصل ہوگی کہ اگر تمھاری وفات کا وقت قریب آگیا ہے تو
آخرت میں وہ نعمتیں حاصل ہوں گی جس کی ادنی نعمت تک بھی دنیا کی اعلے سے اعلے نعمت نہیں پہونچ سکتی اور
اگر دنیاوی زندگی کا زمانہ ابھی باقی ہے تو یہاں کی دولت عزت و جاہ و جلال اور کثرت اولاد و اعزا سب ہی حاصل
ہوگی اور پہلے سے حسب دین اور شرف فضل و کمال جو حاصل ہیں وہ علحدہ ہیں پس ہر قسم کی نعمت کے مالک ہوگے غرض دو ان
نعمتوں سے ایک ضرور ملے گی یا دنیا کی نعمتیں یا آخرت کی کہ دونوں سے محروم نہیں ہوسکتے ۱۲ ٭۳ یا اُس آیہ مبارکہ
ہے جو کلام مجید میں ہے کہ المال والبنون زینۃ الحیوۃ الدنیا کہ مال اور اولاد دنیاوی زندگی کی زینت ہیں اور دوسری
آیت یہ ہے من کان یرید حرث الآخرۃ نزدلہ فی حرثہ ومن کان یرید حرث الدنیا نوتہ منہا وما
مالہ فی الآخرۃ من نصیب یعنی جو شخص آخرت کی زراعت چاہتا ہے خدا اُسکی زراعت میں زیادتی عطا کرتا ہے
اور جو شخص دنیا کی زراعت چاہتا ہے اُسکو دنیا کی زراعت دیتا تو ہے لیکن اُسکو پھر آخرت سے کوئی حصہ نہیں ملتا ۱۲
٭۴ یعنی چاہیے کہ تم خدا سے اس طرح خوف کھاؤ اور ایسا شدید تقوے اختیار کرو جس سے زیادہ ممکن نہ ہو کہ خدا سے
ڈرنے میں اپنی انتہائی کوشش اور تمام قوت صرف کردو اور جسمیں کوئی کمی اور تقصیر نہ ہو کیونکہ خدا سے ڈرنا ایک عمل
صالح ہے پس جو عمل اعلے درجہ کا نہ ہوگا اُسکا ثواب اور اُسکا درجہ بھی اعلے نہ ہوگا اور جسکو خدا کی کامل خشیت ہوگی
اُسکو دنیا و آخرت کی لاتعد ولاتحصے نعمتیں حاصل ہوں گی ۱۲ حاشیہ صفحہ ۱۸۷ ٭۵ جب حضرت ونارت حسد سے منع فرما چکے اور صبر
کرنے اور قضا و قدر الٰہی پر راضی رہنے کا حکم دے چکے اور اسکے منافع کو بیان کردیا تو اُسکے بعد اعمال عبادت میں ریاکاری
سے منع فرماتے ہیں اور دکھانے سُنانے کی خرابیوں کو ارشاد کررہے ہیں کیونکہ عمل عبادت وغیرہ میں ریاکاری کی بہت شدید
مذمت اور سخت مذمت وارد ہوئی ہے کیونکہ واقعہ یہ ہے کہ جو شخص لوگوں کے دکھانے سُنانے کو عمل کرتا ہے وہ درحقیقت
کوئی عمل اور عبادت نہیں ہے اسلیے کہ اُس سے تقرب الی اللہ مقصود نہیں اور خوشنودی باری مطلوب نہیں بلکہ دوسروں کا
خوش کرنا اور اُن کی نظروں میں وقعت حاصل کرنا ہوتا ہے اسی مطلب کو حضرت نے ایک دوسری حدیث میں یوں فرمایا ہے
لیست الصلوۃ قیامک و قعودک انما الصلوۃ اخلاصک وان ترید بہا اللہ وحدہ یعنی نماز حقیقت
تمھارا اُٹھنا بیٹھنا نہیں ہے بلکہ نماز تمھارا اخلاص ہے اور یہ کہ اُس سے تمھاری غرض صرف قربۃ الی اللہ اور خوشنودی باری

نہ کچھ اور ۱۲ ف ۲ جناب ملا فتح اللہ کاشانی علیہ الرحمہ اس جملہ اعظم الناس حیطة من ورائه کے ترجمہ میں لکھتے ہیں
جسکا ترجمہ اردو یہ ہے کہ یہ لوگ احتیاط کے اعتبار سے بزرگ ترین مردم ہیں اور بعض روایات میں کسرہ حا اور سکون یا سے
واقع ہے جس سے یہ معنی ہوا کہ وہ اعزا و اقربا اُسکے پیچھے حفاظت و رعایت کے اعتبار سے بزرگ ترین مردم ہیں یعنی اُس کے
غیبت کے زمانہ میں بھی لوگ اُسکے مال کے حافظ رہتے ہیں اور تمام ممکن احتیاط کے ساتھ اُسکے نگہبان رہتے ہیں ۱۲ ف ۳
لسان الصدق یجعله الخ کسی شخص کے لسان الصدق سے یہ مقصود ہے کہ لوگ اُس کو اچھے نام سے یاد کریں اور اُس کی
مدح و ثنا کریں چنانچہ کلام مجید میں حضرت ابراہیمؑ کی دعا ہے واجعل لی لسان صدق فی الاٰخرین یعنی آئندہ آنیوالی
نسلوں میں میرا ذکر خیر جاری رکھ ۱۲ ف ۴ جب حضرت جود و سخا اور اُس سے انسان کو جو ذکر خیر اور مدح و ثنا حاصل ہوتی ہے
اُسکے فضائل و منافع بیان فرما چکے اور مالداروں کے اعزا و اقربا کی اہمیت اور اُنکے فوائد ذکر کر چکے تو اب بیان مذکور
کی غرض و غایت بیان فرماتے ہیں کہ جب تم لوگوں کو معلوم ہو چکا کہ تم لوگوں کے اعزا و اقربا تمھارے کس کس وقتوں میں کام
آسکتے ہیں اور تم لوگوں کو اُن سے کیسی کیسی مدد مل سکتی ہے اور یہ بھی تم لوگوں کو معلوم ہو چکا کہ اگر بخل کو راہ دے کر تم لوگ
اپنا مال بچاؤ گے اور اعزا کی مدد نہ کروگے تو وہ مال تمھارے کام نہیں آئے گا کیونکہ تمھارے مرنے کے بعد اُس سے
دوسروں کو نفع پہونچے گا۔ برخلاف اسکے اگر اپنے اعزہ اور احباب میں صرف کروگے یا خدا کی راہ میں خرچ کروگے تو
تمھارا نام روشن ہوگا اور تمھارے مرنے کے بعد بھی لوگ تمھارا ذکر خیر کرتے رہیں گے اور تمھاری خوبیوں اور احسانات کو
یاد کرکے تم پر رحمت خدا کے نازل ہونے کی دعا کریں گے لہذا اپنے مالوں کو اپنے اعزا کی حاجتوں میں خرچ کرو اور وہ لوگ
فقر و فاقہ سے ہوں تو اُنکو مصیبتوں سے نجات دو کیونکہ بہت حقیر رقم سے اُن کا تو فاقہ ٹوٹ جائے گا اور اُن کی احتیاج
جاتی رہے گی اور تمھاری دولت میں اُس سے کوئی کمی نہ ہوگی اسلئے کہ بڑی دولت کا جزوی حصہ صرف ہونے سے معلوم
بھی نہیں ہوتا کہ کس رقم سے یہ مقدار نکلی اور کہاں گئی برخلاف اُس شخص کے جس کے پاس وہ رقم پہونچتی ہے کہ صرف اُس رقم سے
اُس کی جان بچ جاتی اور عزت محفوظ رہ جاتی ہے ۱۲

خطبہ (۲۵)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
وَلَعَمْرِي مَا عَلَيَّ مِنْ قِتَالِ مَنْ
خَالَفَ الْحَقَّ وَخَابَطَ الْغَيَّ مِنْ

حضرت علیہ السلام کے ایک خطبہ کا کچھ حصہ ف ۱
(میں) اپنی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ) جو لوگ حق کے مخالف
اور گمراہی میں اچھی طرح مبتلا ہیں میں نے اُن سے جہاد

اِدْهَانٍ وَّلَا اِيْهَانٍ۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ عِبَادَ اللّٰهِ۔ وَفِرُّوْا اِلَى اللّٰهِ مِنَ اللّٰهِ وَامْضُوْا فِي الَّذِيْ نَهَجَهٗ لَكُمْ۔ وَقُوْمُوْا بِمَا عَصَبَهٗ بِكُمْ۔ فَعَلِيٌّ ضَامِنٌ لِفَلْجِكُمْ اٰجِلًا اِنْ لَّمْ تُمْنَحُوْهُ عَاجِلًا۔

کرنے میں کسی قسم کی نرمی اور سستی نہیں کی اور نہ کبھی کروں گا پس بندگانِ خدا! تم لوگ خدا سے ڈرو اور (غضبِ) خدا سے بھاگ کر (رحمت) خدا کی پناہ میں آجاؤ اور اُس راہ جو راہ تمھارے لئے کشادہ کردی ہے اُسی پر چلو اور جو امر تم پر لازم کردیا ہے اُسکی پابندی کرو کہ (ایسا کرنے سے) اگر تم کو فوری (دنیاوی) کامیابی نہ عطا ہوگی تو علی تمھاری آئندہ (اُخروی فلاح) کا ذمہ دار ہے۔[۱۲]

سلہ اس خطبہ میں حضرت جہاد میں اپنے ثابت قدم رہنے کا اظہار فرماتے ہیں اور رد فرماتے ہیں اُس شخص کے قول کا جو حضرت کے نرمی اور مداہنہ کا قائل ہے اور لوگوں کو خدا کی نافرمانی سے خوف دلاتے اطاعت کی ترغیب و تحریص فرماتے ہیں ۱۲ سلہ ادہان دل کے خلاف بات ظاہر کرنا منافقت کی چال اختیار کرنا جہاں سختی چاہیے وہاں ظاہری مصلحتوں کے موافق نرمی کرنا اور اپنے ذاتی منافع کا لحاظ کرکے حقیقی برتاؤ کے خلاف عمل کرنا کلام مجید میں ہے ودّوا لو تدہن فیدہنون (وہ لوگ چاہتے ہیں کہ اگر نرمی تم کرو تو وہ بھی نرم ہو جائیں) اور ایہان سست کرنا یس مقصود یہ ہے کہ امور دین میں مداہنہ اور چشم پوشی کیونکر کرسکتا ہوں اسلئے کہ جو لوگ حق کی مخالفت اور ضلالت و باطل کی مباشرت و مخالطت پر آمادہ بلکہ اسمیں مبتلا ہیں اُن سے جہاد کرنا واجب ہے ویسا ہی واجب جیسے دوسرے واجبات جس کی تعمیل ضروری ہے اور جس کو ترک نہیں کیا جاسکتا ۱۲ سلہ حضرت نے تین شرطیں اپنے ذمہ داری کی فرمائی ہیں پہلی یہ کہ خدا سے ڈرو کہ بغیر خوف الٰہی انسان نہ کوئی نیک عمل کرسکتا ہے اور نہ کسی بدعمل سے بچ سکتا ہے پس تقوے ہر امر عبادت کیلئے اصل ہے دوسرے یہ کہ خدا کی نافرمانی اور اپنے نفس پرستی سے علیحدہ ہو کر خدا کی رحمت کی طرف آؤ کہ اُس سے اپنے گزشتہ گناہوں سے توبہ کرو اور اُسکی رحمت اور مغفرت کا سوال کرو کہ وہ غفار اور ارحم الراحمین ہے تم کو اپنی رحمت میں داخل کرے گا تیسرے یہ کہ جس چیز سے منع کیا ہے اُس سے ہمیشہ پرہیز کرو کہ یہ تین صورتیں اختیار کرلوگے تو خدا کی رحمت دنیا ہی میں تم پر نازل ہونے لگے گی اور اگر دنیا میں تم کو کامیابی نہیں ہوئی تو آخرت میں ضرور ہوگی جس کے لئے میرا ذمہ ہے ۱۲

خطبہ (۲۶)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَدْ تَوَاتَرَتْ عَلَيْهِ الْاَخْبَارُ بِاسْتِيْلَاءِ

حضرت علیہ السلام کے ایک خطبہ کا کچھ حصہ جب حضرت کو اپنے شہروں پر اصحاب معاویہ کے

أَصْحَابِ مُعَاوِيَةَ عَلَى الْبِلَادِ وَقَدِمَ
عَلَيْهِ عَامِلَاهُ عَلَى الْيَمَنِ وَهُمَا
عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبَّاسٍ وَسَعِيدُ بْنُ
نَمْرَانَ لَمَّا غَلَبَ عَلَيْهِمَا بُسْرُ بْنُ
أَبِي أَرْطَاةَ - فَقَامَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى
الْمِنْبَرِ ضَجِرًا بِتَثَاقُلِ أَصْحَابِهِ عَنِ
الْجِهَادِ وَمُخَالَفَتِهِمْ لَهُ فِي الرَّأْيِ
فَقَالَ مَا هِيَ إِلَّا الْكُوفَةُ أَقْبِضُهَا وَ
أَبْسُطُهَا - إِنْ لَمْ تَكُونِي إِلَّا أَنْتِ تَهُبُّ
أَعَاصِيرُكِ - فَقَبَّحَكِ اللهُ (وَ تَمَثَّلَ
بِقَوْلِ الشَّاعِرِ)

لَعَمْرُ أَبِيكَ الْخَيْرِ يَا عَمْرُو إِنَّنِي
عَلَى وَضَرٍ مِنْ ذَا الْإِنَاءِ قَلِيلِ

(ثُمَّ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ) أُنْبِئْتُ
بُسْرًا قَدِ اطَّلَعَ الْيَمَنَ - وَإِنِّي وَاللهِ
لَأَظُنُّ أَنَّ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمَ سَيُدَالُونَ
مِنْكُمْ بِاجْتِمَاعِهِمْ عَلَى بَاطِلِهِمْ - وَ
تَفَرُّقِكُمْ عَنْ حَقِّكُمْ - وَبِمَعْصِيَتِكُمْ
إِمَامَكُمْ فِي الْحَقِّ - وَطَاعَتِهِمْ إِمَامَهُمْ
فِي الْبَاطِلِ - وَبِأَدَائِهِمُ الْأَمَانَةَ
إِلَى صَاحِبِهِمْ وَخِيَانَتِكُمْ - وَبِصَلَاحِهِمْ
فِي بِلَادِهِمْ وَفَسَادِكُمْ - فَلَوِ ائْتَمَنْتُ
أَحَدَكُمْ عَلَى قَعْبٍ لَخَشِيتُ أَنْ

آنے جانے کی پے در پے خبریں پہونچیں اور حضرت کے دونوں
حاکم یمن یعنی عبید اللہ بن عباس اور سعید بن نمران
(معاویہ کے سردار فوج) بُسر بن ارطاۃ سے مغلوب ہو کر
آپ کی خدمت میں بھاگ آئے۔ تو حضرت اپنے لشکر
کے جان چُرانے اور (ہر امر میں) آپ کی رائے کی
مخالفت کرنے سے تنگ دل ہو کر منبر پر تشریف لے گئے
اور فرمایا: (حقیقت یہ ہے کہ اب) کوفہ کے سوا کوئی (شہر
میرے قبضہ میں) نہیں ہے اسی کو میں (اچھی طرح) کھول
اور بند کر سکتا ہوں (یعنی اسی پر میرا پورا اختیار ہے)
(پس کوفہ!) اگر (واقعاً میرے قبضہ میں) تیرے سوا کوئی
(شہر) نہ رہا (اور تیری بھی یہ حالت ہے کہ) تجھ میں (میری
مخالفت کے) بگولے بلند ہوتے رہتے ہیں تو خدا تیرا
بھی بُرا کرے (پھر شاعر کا ایک شعر بطور مثل پڑھا جس کا
ترجمہ یہ ہے) عمرو! میں تیرے اچھے باپ کی قسم کھا کر
کہتا ہوں کہ مجھے اس ظرف سے تھوڑی سی میل (کے سوا کوئی
چیز نہیں) حاصل ہوئی۔ (پھر فرمایا) مجھے خبر ملی ہے کہ بُسر
یمن تک پہونچ گیا اور مجھے تو بخدا اندیشہ ہے کہ تمھاری
تمام بقیہ دولت پر بھی یہ لوگ بہت جلد قابض ہوا چاہتے
ہیں اسلئے کہ وہ لوگ اپنے باطل تک پر مجتمع (اور متفق) ہیں
اور تم لوگ اپنے حق سے (بھی مختلف اور) متفرق ہو (یعنی
اُن لوگوں میں ہر امر میں اتفاق و اتحاد اور تم لوگوں میں اختلاف
و افتراق ہے) اور تم لوگ امر حق تک میں اپنے امام کی
(یعنی میری) نافرمانی کرتے ہو اور وہ لوگ امر باطل میں

يَذْهَبَ بِعِلَاقَتِهِ. اللّٰهُمَّ إِنِّي قَدْ
مَلِلْتُهُمْ وَمَلُّونِي وَسَئِمْتُهُمْ وَ
سَئِمُونِي. فَأَبْدِلْنِي بِهِمْ خَيْراً
مِنْهُمْ وَأَبْدِلْهُمْ بِي شَرّاً مِنِّي.
اَللّٰهُمَّ مِثْ قُلُوبَهُمْ كَمَا يُمَاثُ الْمِلْحُ
فِي الْمَاءِ. أَمَا وَاللّٰهِ لَوَدِدْتُ أَنَّ لِي
بِكُمْ أَلْفَ فَارِسٍ مِنْ بَنِي فِرَاسِ
بْنِ غَنْمٍ.

هُنَالِكَ لَوْ دَعَوْتَ أَتَاكَ مِنْهُمْ
فَوَارِسُ مِثْلُ أَرْمِيَةِ الْحَمِيمِ

ثُمَّ نَزَلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ الْمِنْبَرِ
(قَالَ الشَّرِيفُ الرَّضِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ)
أَقُولُ: الْأَرْمِيَةُ جَمْعُ رَمِيٍّ وَهُوَ
السَّحَابُ. وَالْحَمِيمُ هٰهُنَا وَقْتُ
الصَّيْفِ. وَإِنَّمَا خَصَّ الشَّاعِرُ
سَحَابَ الصَّيْفِ بِالذِّكْرِ لِأَنَّهُ أَشَدُّ
جُفُولاً وَأَسْرَعُ خُفُوقاً لِأَنَّهُ لَا مَاءَ
فِيهِ. وَإِنَّمَا يَكُونُ السَّحَابُ ثَقِيلَ
السَّيْرِ لِامْتِلَائِهِ بِالْمَاءِ وَذٰلِكَ لَا
يَكُونُ فِي الْأَكْثَرِ إِلَّا زَمَانَ الشِّتَاءِ.
وَإِنَّمَا أَرَادَ الشَّاعِرُ وَصْفَهُمْ
بِالسُّرْعَةِ إِذَا دُعُوا وَالْإِغَاثَةِ إِذَا
اسْتُغِيثُوا وَالدَّلِيلُ عَلَىٰ ذٰلِكَ قَوْلُهُ.

بھی اپنے سردار (معاویہ) کی (پوری) اطاعت کرتے ہیں
(اسی طرح) وہ لوگ اپنے سردار کی امانت اُس تک پہونچا[illegible]
ہیں اور تم لوگ خیانت کرتے ہو اور وہ لوگ اپنے شہروں [illegible]
(امن و) صلاح قائم رکھتے ہیں اور تم لوگ فساد کرتے رہتے
ہو یہاں تک کہ اگر میں ایک لکڑی کا پیالہ بھی تم سے کسی کے
پاس امانت رکھوں تو خوف ہے کہ وہ اُسے (دستہ یا) ڈوری سمیت
غائب کر دے بار الٰہا! میں تو اب ان سے عاجز آگیا اور یہ
مجھ سے عاجز آگئے اور میں اُن سے اُکتا گیا اور یہ مجھ سے اُک[illegible]
گئے تو اب ان کے عوض ان سے اچھے لوگ مجھے اور میرے
عوض مجھ سے بدتر (سردار) انھیں عطا فرما۔ اور بار الٰہا
ان کے دلوں کو اس طرح گھلا (کر مٹا) دے جس طرح پانی میں
نمک گھل جاتا ہے۔ سنو بخدا مجھے یہ پسند ہے کہ تم سب کے عوض
مجھے صرف ہزار سوار قبیلہ بنی فارس بن غنم کے مل جائیں۔
(ترجمہ شعر جسے حضرت نے اس موقع پر بطور مثل پڑھا
اگر تو (اُن کو) پکارے گا تو اُسوقت تیرے پاس اُنکے ایسے
سوار آ پہونچیں گے جو موسم گرما کی طرح (تیز رفتار) ہیں ایسا
فرما کر حضرت منبر سے اُتر آئے (جناب سید رضی علیہ الر[illegible]
فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ ارمیہ جمع ہے لفظ رمی کی جو
معنے ابر ہے اور حمیم یہاں (بمعنے) موسم گرما ہے۔ اور [illegible]
نے خاص کر گرمی کے ابر کو اس سبب سے ذکر کیا کہ وہ [illegible]
تیز رفتار اور ہلکا ہونے سے بہت سریع السیر ہوتا ہے [illegible]
اُسمیں پانی تو ہوتا نہیں اسلئے کہ ابر وزنی اور سُست [illegible]
اسی سبب سے ہوتا ہے کہ اُسمیں پانی بھرا ہوتا ہے اور سردی [illegible]

هُنَالِكَ لَوْ دَعَوْتَ أَتَاكَ مِنْهُمْ ۔ موسم سرما کے عموماً یہ (یعنی ابر پانی سے بھرا ہوا) نہیں ہوتا بہر کیف شاعر کا مقصود اُس قوم کی اُسوقت کی مستعدی اور سُرعت بیان کرنا ہی جب وہ (مدد کیلئے پکارے جاتے ہیں) و (اُن کی) فریادرسی کی مدح کرنا ہے جب اُن سے فریاد کی جاتی ہو اور اس پر دلیل شاعر کا پہلا مصرع ہے جسمیں کہا ہے کہ (مخاطب!) اگر تو (اُنکو) پکارے گا تو اُسوقت تیرے پاس اُن کے سوار آ پہونچیں گے۔

حاشیہ صفحہ ۱۵۱ ؎۱ اس خطبہ کے متعلق علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں یہ جنگ صفین سے فارغ ہونے اور قضیہ حکمین و خوارج کے ختم ہونے کے بعد حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اس خطبہ کو ارشاد فرمایا اور یہ حضرت کے آخری خطبوں سے ہی ۱۲ ؎۲ بلاد عرب پر معاویہ کے لشکروں کے تسلط حاصل کرتے جانے کی وجہ مشہور ہی یعنی اُسکی باطل پرستی اور حضرت امیر المومنین کی حق پرستی کیونکہ حضرت انصاف اور احکام خدا سے ذرا بھی تجاوز نہیں کرتے تھے خواہ اس سے حضرت کے ساتھی کتنا ہی ناراض ہوتے اور آپ کا جس قدر بھی نقصان ہوتا اسکے بالکل برعکس معاویہ کی حالت تھی کہ مجسم حیلہ و مکر اور کید و فریب تھا اپنے ترقی اور عروج کے لئے ہر بُرے سے بُرے امر کو واجب جانتا اور اپنی کامیابی کے لئے ہر ظلم کو روا رکھتا جس ہونہار آدمی کو دیکھتا بکثرت مال دے کر اُسے ملا لیتا تھا اور خاندان بنی ہاشم سے لوگوں کو مخالف کرنے کے لئے اپنے خزانوں کا منھ کھول رکھا تھا ۱۲ ؎۳ بُسر بن ارطاۃ کے حجاز اور یمن پر تسلط حاصل کرنے کی کیفیت علامہ ابن ابی الحدید وغیرہ نے بہت طویل لکھی ہے لہذا یہاں تاریخ کامل سے اسکا واقعہ درج کیا جاتا ہے۔ مورخ مذکور سنہ ۴۰ ہجری کے واقعات میں لکھتا ہی کہ دو حکمین کے فیصلہ سُنانے کے بعد سنہ ۴۰ ہجری میں معاویہ نے بسر بن ارطاۃ کو حجاز کی طرف بھیجا۔ وہ مدینہ میں پہونچا تو حضرت علی کے حاکم مدینہ ابوایوب انصاری وہاں سے بھاگ کر کوفہ حضرت علی کے پاس چلے آئے بسر مدینہ میں داخل ہو کر منبر پر گیا اور کہا "اگر مجھے ممانعت نہ ہوتی تو آج میں کسی بالغ شخص کو بھی اس شہر میں زندہ نہ چھوڑتا جس پر اہل مدینہ نے اُسکے ہاتھ پر بیعت کر لی پھر بھی بُسر نے مدینہ کے بہت سے مکانات منہدم کرا دیے وہاں سے مکہ آیا اور وہاں بھی لوگوں سے جبراً بیعت لی۔ وہاں سے یمن آیا جہاں حضرت علی کی طرف سے عبید اللہ بن عباس حاکم تھے پس عبید اللہ بُسر کی شقاوت اُسکے ظلم اور سفاکی سے خوف زدہ ہو کر بھاگے اور کوفہ میں حضرت علی کے پاس چلے آئے بُسر وہاں پہونچا تو بہت سے لوگوں کو قتل کیا جن میں عبید اللہ بن عباس کے دو نہایت کمسن بچے بھی تھے باوجودیکہ یمن کی ہر عورت اور مرد سینہ پیٹتا رہا لیکن بُسر نے ان دونوں بچوں کو ذبح کر ڈالا اسکی خبر حضرت علی کو معلوم ہوئی تو ایک شخص جاریہ کو دو ہزار سواروں کے ساتھ بُسر کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا جاریہ چلے تو نجران میں بُسر کے لوگوں سے مٹھ بھیڑ ہوئی لیکن بُسر بھاگ کھڑا ہوا جاریہ نے طرفداران بنی اُمیہ سے بہت سے لوگوں کو قتل کیا پھر بُسر کا تعاقب کئے ہوئے مکہ تک آئے وہاں معاویہ کے پیرووں پر فتح حاصل کر کے اُن سے حضرت علی کی بیعت لی پھر مدینہ آئے وہاں ابوہریرہ

معاویہ کی طرف سے نیا والی مقرر ہوا تھا وہ جاریہ کو دیکھ کر بھاگا جاریہ نے وہاں والوں سے حضرت علی کے لئے بیعت لی پھر از
میں واپس آئے کیونکہ بُسر ایسا بھاگا کہ اُسکا پتہ نہ لگا بُسر کے فرزندان عبیداللہ بن عباس کو ذبح کرنے سے اُن دونوں کی ماں
پاگل ہوگئی اور ہمیشہ جلسوں میں اُن دونوں کو ڈھونڈھا کرتی تھی جب حضرت امیرالمومنین کو بُسر کے اس شقاوت کی خبر ملی
ہوئی تو بے حد بیتاب ہوئے اور بُسر کے لئے بددعا کی اور فرمایا اللّٰھم اسلبہ دینہ وعقلہ فاصابہ ذالک وفقد
عقلہ فکان یھذی بالسیف و یطلبہ فیوتی بسیف من خشب و یجعل بین یدیہ زق منفوخ فلا یزال
یضربہ ولم یزل کذالک حتی مات یعنی فرمایا بار الٰہا بُسر کے دین اور عقل کو سلب کرے۔ بس فوراً یہ دعا مقبول ہوئی
اُس کی عقل زائل ہوگئی اور یہ حالت ہوگئی کہ تلوار گھماتا رہتا اور اسی کو لوگوں سے طلب کرتا پس لوگ اُسکو لکڑی کی ایک
تلوار دیدیتے اور ہوا بھر کر ایک مشک اُسکے سامنے رکھ دیتے پس وہ آدمی سمجھ کر اُسے مارا کرتا یہاں تک کہ اسی حالت میں
مر گیا" از تاریخ کامل مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۱۵۳ لیکن صاحب نصائح کافیہ نے لکھا ہے کہ بُسر بن ارطاۃ نے فرزندان
عبیداللہ بن عباس کو ماں کی گود میں ذبح کیا جس پر وہ عورت مجنوں ہوگئی علامہ ابن ابی الحدید بُسر کی صفت میں لکھتے ہیں
کان قاسی القلب فظا سفاکا للدماء لا رافۃ عندہ ولا رحمۃ یعنی بُسر نہایت درجہ شقی القلب۔ ظالم
بڑا خونخوار تھا اُسمیں رحمت نام کو بھی نہیں تھی ۱۲ ؎ یعنی میرے باقاعدہ قبضہ میں سوائے کوفہ کے کوئی شہر نہیں کیونکہ
اسی میں میں ہوں دوسرے شہروں میں وہ لوگ ہیں جو جہاد سے جان چُراتے اور میری رائے سے مخالفت کرتے ہیں پس میرا اختیار
صرف اسی میں ہے جس پر میں اس طرح تصرف کر سکتا ہوں جس طرح ہر شخص اپنے لباس پر تصرف کرتا ہے کہ جب چاہا اُسے
کھول دیا جب چاہا باندھ دیا پھر کوفہ کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ کوفہ میرے قبضہ میں تیرے سوا کوئی شہر نہ رہا تو
بھی مجھے ضرورت نہیں کیونکہ گو تجھ پر مجھے پورا اختیار ہے لیکن کس کام کا کیونکہ تیرے رہنے والے میری بات تک نہیں
دشمن سے مقابلہ نہیں کرتے آرام طلب اور نفس پرست ہیں حضرت نے کوفہ کے لوگوں کی مخالفت اور پراگندگی کو بگولوں
تشبیہ دی ہے کیونکہ جس طرح بگولا خاک اُڑاتا اور زمین کو فاسد کرتا ہے اسی طرح کوفہ والوں کی مخالفت اور پراگندگی
اُٹھا رہی تھی اور وہاں کے رہنے والوں کو اذیت اور ذلت کا سامان بہم پہنچا رہی تھی ۱۲ ؎ یعنی جس طرح برتن
کھانے کے بعد روغن کی دھنیت رہ جاتی ہے جو نہ کسی کا پیٹ بھر سکتی ہے نہ کسی زبان کو اُس سے مزہ مل سکتا ہے اسی طرح میرے
اور کوفہ کی حالت ہے کہ اس سے بھی مجھے کوئی نفع نہیں کیونکہ اسکے باشندے نافرمان اور بزدل ہونے سے محض ناکارہ ہیں
اس شعر سے تشبیہ دینے کی وجہ کوفہ کی ذلت اور حقارت اور اُن کا بے مصرف محض ہونا ہے علامہ ابن ابی الحدید اپنے
ابو عثمان الجاحظ سے ناقل ہیں کہ اُس نے عراق والوں کے متعلق بیان کیا کہ وما زال العراق موصوفا اھلہ

الطاعة وبالشقاق على اولی الریاسۃ یعنی کوفہ کی ہمیشہ یہی حالت رہی ہے کہ اسکے باشندے بہت کم مطیع ہوتے اور برابر اپنے سرداروں سے مخالفت کرتے رہتے تھے چنانچہ اسکے بعد اپنے دعوے کے شاہد میں حجاج بن یوسف ثقفی کے چند خطبے بھی نقل کئے ہیں جنھیں اُس نے اپنی گورنری عراق کے زمانہ میں اہل عراق کی مذمت میں بیان کیا تھا ۱۲

حاشیہ صفحہ ۱۹۲ ۱ ؎ علامہ فتح اللہ کاشانی لکھتے ہیں کہ حضرت نے اپنے ساتھیوں کے حق میں یہ دعا اس سبب سے کی کہ آپ کو یقین ہو گیا تھا کہ اب اس قوم غدار و مکار کی اصلاح نہیں ہو سکتی جیسا کہ حضرت نوح علیہ السّلام نے اپنی قوم کی ہدایت سے مایوس ہو کر یہ دعا کی تھی ولا تزد الظالمین الا تبارا کہ بار آلہا ان لوگوں کی بس تباہی کو زیادہ کرتا رہ"۔ اور علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں "حضرت کا مقصود واقعًا یہ نہیں ہو کہ ان میں بھی اچھائی ہو اور مجھے ایسے لوگ ان کے عوض دے جن میں ان سے زیادہ اچھائی ہو۔ اور نہ یہ کہ مجھ میں بھی بُرائی ہے اور انھیں ایسا شخص میرے عوض دے جسمیں مجھ سے زیادہ برائی ہو بلکہ مقصود صرف اچھائی اور بُرائی ہو یعنی یہ لوگ بُرے ہیں ان کے عوض مجھے اچھے لوگوں کو دے اور میں اچھا ہوں لیکن یہ لوگ میری قدر نہیں کرتے پس میرے عوض ان کو بُرا اور شریر سردار دے ۱۲ ۲ ؎ یعنی ان کے دل کو اس طرح گھلادے جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے کہ پھر اُسکا کچھ بھی اثر نظر نہیں آتا اُسی طرح اُن کے دل کی قوت احساس بھی بالکل زائل ہو جائے جس کے بعد یہ لوگ مثل جمادات کے ہو جائیں گے کیونکہ جب دل ہی نہ رہے گا تو انسانیت کیا باقی رہ سکتی ہے علامہ کاشانی اسپر لکھتے ہیں۔ مشہور ہو کہ جسوقت حضرت نے یہ بددعا کی تھی اُسی وقت حجاج بن یوسف اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا جو بڑا ہو کر اہل کوفہ پر حاکم مقرر ہوا اور اسقدر وہاں کے لوگوں پر ظلم وستم کیا کہ سب کے سب ہلاک ہو گئے اور کوفہ ایسا عظیم الشان شہر ویران ہو کر رہ گیا کہ آج تک پھر آباد نہ ہو سکا ۱۲ ۳ ؎ بنو فراس بن غنم بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر عرب کا ایک نہایت مشہور و معروف شجاع قبیلہ تھا جس میں ہر شخص نہایت دلیر ہوتا تھا اُنکی ادنی شجاعت کا ایک واقعہ یہ ہے کہ اس قبیلہ کا ایک شخص اپنے خاندان کی بہت سی عورتوں کو کسی جگہ لے جا رہا تھا کہ ایک بڑے قبیلہ نے اُسپر حملہ کر دیا اُس نے عورتوں سے کہہ دیا کہ تم لوگ اپنی راہ چلی جاؤ اور تنہا مقابلہ کرتا رہا آخر ایک شخص کا تیر اُسکے سینہ پر لگا اُس نے فوراً اپنا نیزہ زمین میں گاڑ دیا اور اُسپر ہاتھ ٹیک کر کھڑا ہو گیا دشمن سمجھتے رہے کہ زندہ کھڑا ہے حالانکہ وہ مردہ تھا آخر جب عورتیں اپنی منزل مقصود تک پہونچ گئیں اُسکے بعد دشمنوں نے اُسکو بے حس و حرکت دیکھ کر تعجب کیا اور اُس کے گھوڑے کو تیر مارا جس کے گرنے سے وہ سوار بھی گرا اُس وقت اُن لوگوں کو معلوم ہوا کہ مُردہ تھا ۱۲

خطبہ (۲۷)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاٰلِهٖ نَذِيْرًا لِّلْعَالَمِيْنَ۔ وَاَمِيْنًا عَلَى التَّنْزِيْلِ۔ وَاَنْتُمْ مَعْشَرَ الْعَوبِ عَلٰى شَرِّ دِيْنٍ۔ وَفِيْ شَرِّ دَارٍ۔ مُنِيْخُوْنَ بَيْنَ حِجَارَةٍ خُشْنٍ۔ وَحَيَّاتٍ صُمٍّ۔ تَشْرَبُوْنَ الْكَدِرَ وَتَاْكُلُوْنَ الْجَشِبَ۔ وَتَسْفِكُوْنَ دِمَاءَكُمْ وَتَقْطَعُوْنَ اَرْحَامَكُمْ۔ الْاَصْنَامُ فِيْكُمْ مَنْصُوْبَةٌ۔ وَالْاٰثَامُ بِكُمْ مَعْصُوْبَةٌ۔ (وَمِنْهَا) فَنَظَرْتُ فَاِذَا لَيْسَ لِيْ مُعِيْنٌ اِلَّا اَهْلُ بَيْتِيْ۔ فَضَنِنْتُ بِهِمْ عَنِ الْمَوْتِ۔ وَاَغْضَيْتُ عَلَى الْقَذٰى۔ وَشَرِبْتُ عَلَى الشَّجٰى۔ وَصَبَرْتُ عَلٰى اَخْذِ الْكَظْمِ۔ وَعَلٰى اَمَرَّ مِنْ طَعْمِ الْعَلْقَمِ۔ (مِنْهَا) وَلَمْ يُبَايِعْ حَتّٰى شَرَطَ اَنْ يُّؤْتِيَهٗ عَلَى الْبَيْعَةِ ثَمَنًا۔ فَلَا ظَفِرَتْ يَدُ الْبَائِعِ۔ وَخَزِيَتْ اَمَانَةُ الْمُبْتَاعِ۔ فَخُذُوْا لِلْحَرْبِ اُهْبَتَهَا۔ وَاَعِدُّوْا لَهَا عُدَّتَهَا۔ فَقَدْ شَبَّ لَظَاهَا۔ وَعَلَا سَنَاهَا۔ وَاسْتَشْعِرُوا الصَّبْرَ فَاِنَّهٗ

حضرت علیہ السلام کے ایک خطبہ کا کچھ حصہ

خدا نے (حضرت) محمد (مصطفےٰ) صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (اپنے عذاب سے) سارے جہان کا ڈرانے والا اور (اپنے احکام کے) پہونچانے پر امین مقرر کر کے بھیجا تھا اُسوقت تم اے گروہ عرب! تم لوگ بدترین دین پر اور بدترین گھروں میں سخت پتھروں[1] اور مہلک سانپوں کے درمیان (گھر بنائے ہوئے) پڑے تھے[2]۔ (اسکے علاوہ) میلا پانی پیتے۔ اور بد مزہ ناگوار غذا کھاتے[3]۔ ساتھ ہی ایک دوسرے کا خون بہاتے اور قطع رحم کیا کرتے تھے[4]۔ (پرستش کیلئے بکثرت) بُت (تمہارے یہاں) نصب تھے اور گناہوں کا (بوجھ) بار تم سے جکڑا ہوا تھا[5]۔ (یہ جملے بھی اسی خطبہ کے ہیں جب لوگوں نے خلافت غصب کر لی تو) میں نے نظر ڈالی۔ بجز اہلبیت کے کسی کو بھی اپنا مددگار نہ پایا لہذا میں نے انکو (جنگ میں) مرنے سے بچاتا رہا۔ اپنی خس و خاشاک پڑی ہوئی آنکھ کو (بغیر صاف کئے) کھولتا اور بند کرتا رہا۔ حلق میں پھنسی ہوئی ہڈی پر پانی پیتا رہا اور غصہ کے فرو اور حنظل کے مزہ سے زیادہ تلخ (مصیبتوں کے برداشت کرنے) پر صبر کرتا رہا۔ (یہ جملے بھی اسی کے ہیں[6]) اور (عمرو بن عاص نے معاویہ کی) بیعت اُسوقت تک کی جب تک یہ شرط نہ کر لی کہ وہ اسے بیعت کی قیمت دے گا پس اس بیعت کرنے والے کا ہاتھ کامیاب نہ ہوا اور بیعت لینے والے (معاویہ) کا عہد و پیمان ذلیل و خوار ہو پس (لوگو! اب تم بھی) جنگ کے ہتھیار

آدعی الی النصر۔ سنبھال لو اور اسکا ساز و سامان مہیا کر لو کہ یقیناً اس (آتش جنگ) کے شعلے بھڑک اُٹھے اور اُسکی روشنی بلند ہوگئی ہے اور (ساتھ ہی ہر سختی پر) صبر کو اپنا (شیوہ) شعار قرار دو کہ یہی (فتح و) نصرت کی طرف سب سے بہتر بلانے والا (ذریعہ) ہے۔

سلہ بدترین دین، تو بُت پرستی شرک وغیرہ ہے بدترین مقام ملک حجاز ہے جو عرب کا ایک بڑا حصہ ہے اور حجاز کا چٹیل میدان اور زمین عرب مشہور ہے کہ بے آب و گیاہ اور نہایت سخت اور پتھریلی ہے بلکہ اُسکا اکثر حصہ سخت پتھر ہے علاوہ بریں اُسمیں بہت بڑے بڑے اور نہایت زہریلے اژدہے رہتے ہیں ۱۲ سلہ حیات صمّ۔ صمّ جمع ہے اصم کی بمعنے بہرا حضرت نے حجاز کے زہریلے سانپوں کو بہرا اس سبب سے فرمایا کہ وہ سب اپنی قوت جسامت سختی شدت زہر اور کثرت خباثت کے سبب سے لوگوں کے جھڑکنے ڈانٹنے اور دھمکی دینے کی آواز سے ذرا بھی متاثر نہیں ہوتے اور نہایت بے پروائی سے حملہ کرتے ہیں پس اس سبب سے لوگ اُن سانپوں کو بہرا سانپ کہتے ہیں کہ وہ گویا لوگوں کی آواز سُننے سے بہرے ہیں پس یہاں مفہومی ترجمہ کیا گیا ہے یعنی مہلک سانپ ۱۲ سلہ بدمزہ اور ناگوار غذا مثل کچا پکا گوشت۔ جَو کی بھوسی خرموں کی گٹھلی کا آٹا۔ سوسمار جانور وغیرہ تھی۔ بلکہ بھوک کی حالت میں تو خون کو اونٹ کے پیشاب میں ملا کر اُسے دھوپ میں خشک کر کے پیس کر اُسکی روٹی وغیرہ پکاتے اور وہی کھاتے ۱۲ سلہ عرب کی خونریزی اور قطع رحم کے واقعات سے ہر شخص واقف ہے کہ ایک اونٹ تک کے لئے چالیس و ستر برس تک جنگ قائم رہتی اور قبیلہ کے قبیلہ کا خون بہتا رہتا اور ہزاروں بلکہ لاکھوں آدمیوں کے ہلاکت تک نوبت پہونچ جاتی اور قطع رحم کی یہ حالت تھی کہ باپ بیٹے کو بیٹا باپ کو بھائی بھائی کو قتل کرتا یا اُس سے جنگ کرتا غرض ایام جاہلیت میں اس قسم کے ہزاروں عیوب تھے جن کے سبب سے وہاں کے رہنے والے بہائم سے بھی بدتر ہو رہے تھے ۱۲ سلہ یہ استعارہ ہے یعنی تم لوگ اس طرح گناہوں میں جکڑے تھے کہ معلوم ہوتا تھا دوسروں نے گناہوں کو تم میں اس طرح باندھ دیا ہے کہ تم لوگ اُن سے نکل نہیں سکتے لیکن آنحضرتؐ کے مبعوث ہونے سے تم لوگ آدمی بن گئے سیدھی راہ پر آ گئے لذیذ غذائیں کھانے لگے اچھے لباس پہننے لگے اور کل نعمتہائے دُنیا سے نفع حاصل کرنے لگے ۱۲ سلہ حضرت ان جملوں میں غصب خلافت کی حالت اور اپنی تنہائی بے بسی کا ذکر فرماتے ہیں کہ جب لوگ دُنیا پرستی پر اُتر آئے اور خلافت کو غصب کر لیا تو میں نے دیکھا کہ سوائے اہلبیت رسالتمآب صلعم کے کوئی بھی میرا طرفدار اور مددگار نہیں ہے پس اگر اُنکو لے کر جہاد کرتا تو ہزاروں سے یہ دو چار شخص کہانتک جہاد کرتے لہذا میں نے ان کو بچا یا اور انکو اپنی مدد میں دشمنوں کے مقابلہ پر بھیجنے میں بخل کیا حالانکہ اسلام کے مٹنے اور باطل کے رواج پانے سے میرے غصہ اور غضب کی وہ حالت ہو رہی تھی جو اُس شخص کی ہوتی ہے جس کے

آنکھ میں تنکے پڑ گئے ہوں کہ وہ اُسکو بند نہیں کر سکتا لیکن میں کیا کرتا اپنی اُس حالت کو برداشت کرتا رہا یا میری
حالت اُس شخص کے مثل تھی جسکے گلے میں لقمہ یا ہڈی پھنس گئی ہو کہ جب تک وہ فرو نہ ہو جاوے انسان کچھ کھا پی نہیں سکتا
لیکن میں اسی حالت پر اپنے امور کو انجام دیتا رہا دین کے محو اور شریعت کے پامال ہونے سے مجھے جو غیظ و غضب اور
حرقت قلب ہو رہی تھی اُسکو بھی میں غیر معمولی کوشش کر کے فرو کرتا رہا اور اُن مصائب کو برداشت کرتا رہا جنکا برداشت
کرنا حنظل وغیرہ تلخ پھلوں کے کھانے سے بھی زیادہ ناگوار اور تلخ تھا ۱۲ ف ان جملوں میں حضرت نے معاویہ کے عمرو
کو ملانے کی طرف اشارہ کیا ہے جسکا واقعہ یہ ہے کہ جنگ جمل کی خبر معاویہ کو معلوم ہوئی تو وہ اپنی تمنا تحصیل سلطنت سے
مایوس ہو کر بہت پریشان ہوا آخر خون عثمان کا قصاص لینے کا حیلہ ایجاد کر کے اہل شام کو حضرت کے خلاف پر آمادہ کرنا
شروع کیا لیکن اسمیں کامیابی نظر نہیں آئی اور سمجھا کہ بغیر عمرو بن العاص ایسے مکار اور فریبی شخص کی مدد کے یہ بیڑا پار نہیں
لگے گا لہذا اُسکو خط لکھ کر اپنی بیعت اور اعانت کی درخواست کی عمرو بن عاص نے جواب لکھا کہ تو گمراہ اور منافق ہے
کہیں تو علی کا مقابل بھی ہو سکتا ہے اس ہوس کو دل سے نکال ڈال. معاویہ نے جب دیکھا کہ عمرو عاص کسی طرح راضی
نہیں ہوتا اور بغیر اُسکے کام بنتا نظر نہیں آتا تو اُسے لکھا کہ اگر تم ہمارا ساتھ دو تو میں کامیاب ہو کر تم کو مصر دے دوں
غرض بہت کچھ قیل و قال اور اصرار و انکار کے بعد عمرو عاص مصر کی طمع میں آ کر معاویہ کا طرفدار ہو گیا اور اُسکی بیعت کر
اور دین کو چند روزہ دُنیا سے بیچ ڈالا ان امور کو تفصیل سے ذکر کرنے کے بعد علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں وما زال
عمرو بن العاص ملحدا ما تردد قط فی الالحاد والزندقة وکان معاویه مثله ویکفی من تلاعبهما
بالاسلام حدیث السرار المروی یعنی عمرو عاص ہمیشہ ملحد ہی رہا کہ اُسکے ملحد اور زندیق ہونے میں کسی شخص کو شک
اور تردد نہیں ہوا اور معاویہ کا بھی یہی حال تھا چنانچہ ان دونوں نے جو اسلام کو کھیل بنا رکھا اس کے لیے حدیث سرار
ہی کافی ہے ۱۲ ش چونکہ پورا خطبہ مذکور نہیں ہوا لہذا نہیں معلوم ہو سکتا کہ یہ کلام کس موقع پر آیا مگر یہ ضرور ہے کہ حضرت
نے معاویہ اور عمرو عاص کے باخود ہا سازش کو ان الفاظ میں ادا فرمایا ہے کہ عمرو عاص ایسا مکار اور دنیا پرست
شخص معاویہ کے قبضہ میں یوں نہیں آیا بلکہ باخود ہا اس طرح کا معاملہ ہوا بہرکیف اب چونکہ اُس نے معاویہ کی بیعت کر لی
صلح و امن کی طرف سے مایوسی ہو گئی اور یقیناً جنگ چھڑے گی جس کے شعلے بلند ہوں گے اور جس کی رو
نہایت تیز ہو گی ۱۲

خطبہ (۲۸)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الْجِهَادَ بَابٌ مِنْ
اَبْوَابِ الْجَنَّةِ فَتَحَهُ اللّٰهُ لِخَاصَّةِ
اَوْلِيَآئِهٖ۔ وَهُوَ لِبَاسُ التَّقْوٰی۔
وَدِرْعُ اللّٰهِ الْحَصِيْنَةُ۔ وَجُنَّتُهُ
الْوَثِيْقَةُ۔ فَمَنْ تَرَكَهُ رَغْبَةً عَنْهُ۔
اَلْبَسَهُ اللّٰهُ ثَوْبَ الذُّلِّ وَشَمِلَهُ
الْبَلَاءُ۔ وَدُيِّثَ بِالصَّغَارِ وَالْقَمَاءَةِ
وَضُرِبَ عَلٰی قَلْبِهٖ بِالْاَسْدَادِ۔ وَاُدِيْلَ
الْحَقُّ مِنْهُ بِتَضْيِيْعِ الْجِهَادِ۔ وَسِيْمَ
الْخَسْفَ۔ وَمُنِعَ النَّصَفَ۔ اَلَا وَاِنِّيْ
قَدْ دَعَوْتُكُمْ اِلٰی قِتَالِ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ
لَيْلًا وَنَهَارًا۔ وَسِرًّا وَاِعْلَانًا۔ وَ
قُلْتُ لَكُمْ: اغْزُوْهُمْ قَبْلَ اَنْ يَغْزُوْكُمْ۔
فَوَاللّٰهِ مَا غُزِيَ قَوْمٌ قَطُّ فِيْ عُقْرِ
دَارِهِمْ اِلَّا ذَلُّوْا۔ فَتَوَاكَلْتُمْ وَتَخَاذَلْتُمْ
حَتّٰی شُنَّتْ عَلَيْكُمُ الْغَارَاتُ۔ وَمُلِكَتْ
عَلَيْكُمُ الْاَوْطَانُ۔ وَهٰذَا اَخُوْ غَامِدٍ
وَقَدْ وَرَدَتْ خَيْلُهُ الْاَنْبَارَ۔ وَقَدْ
قَتَلَ حَسَّانَ ابْنَ حَسَّانَ الْبَكْرِيَّ۔
وَاَزَالَ خَيْلَكُمْ عَنْ مَسَالِحِهَا۔ وَلَقَدْ
بَلَغَنِيْ اَنَّ الرَّجُلَ مِنْهُمْ كَانَ يَدْخُلُ

حضرت علیہ السلام کے ایک خطبہ کا کچھ حصہ
(حمد و نعت کے) بعد (واضح ہو کہ) جہاد بہشت کے دروازوں
سے ایک دروازہ ہے جسے خدا نے اپنے خاص دوستوں
کے لیئے کھول رکھا ہے۔ اور وہ تقوے کا لباس۔ خدا کی
مضبوط زرہ اور اسکی محکم سپر ہے پس جو اس (جہاد) کو
ناپسند کر کے چھوڑے گا خدا اُسے ذلّت کا لباس پہنائے گا۔
اور بلا اُسے گھیرے گی اور وہ ذلیل و حقیر کیا جائے گا
اور اُس کے دل پر بے عقلی کے پردے ڈال دیے جائیں گے
اور جہاد کو ضائع کرنے کے سبب سے حق اُس سے پھیر لیا
جائے گا۔ اور وہ فضیحتی میں سختی سے مبتلا کیا جائے گا اور
عدل و انصاف سے محروم رکھا جائے گا (اب اپنی حالت)
دیکھو کہ میں تم لوگوں کو اس قوم (معاویہ) سے جہاد کرنے
کی دعوت رات کو بھی دیتا رہا اور دن کو بھی مخفی بھی اور
ظاہر بھی۔ اور تم سے کہتا رہا: کہ ان سے لڑلو قبل اسکے
کہ یہ تم پر چڑھ آئیں ——— کیونکہ بخدا جس قوم پر بھی
اُسکے گھر میں گھس کر حملہ کیا گیا وہ ذلیل ہو کر رہی مگر تم نے
(میری ایک نہ سنی بلکہ) ایک دوسرے کے بھروسے پر چھوڑ دیا
اور ایک دوسرے کی مدد سے باز رہے آخر کار تم پر غارتیں
ڈالی گئیں اور تمہارے گھروں پر قبضہ کر لیا گیا (اب دیکھو کہ)
اس غامدی کے سوار شہر انبار میں داخل ہو گئے (وہاں کے
عامل) حسان بن حسان بکری کو قتل کر ڈالا اور تمہارے
سواروں کو اُن کے چھاونیوں سے نکال دیا اور مجھے تو یہ

عَلَى الْمَرْأَةِ الْمُسْلِمَةِ وَالْأُخْرَى
الْمُعَاهَدَةِ فَيَنْتَزِعُ حِجْلَهَا وَ
قُلُبَهَا وَقَلَائِدَهَا وَرِعَاثَهَا مَا
تَمْتَنِعُ مِنْهُ إِلَّا بِالْاسْتِرْجَاعِ۔ وَ
الْاسْتِرْحَامِ۔ ثُمَّ انْصَرَفُوا وَافِرِينَ
مَا نَالَ رَجُلًا مِنْهُمْ كَلْمٌ۔ وَلَا أُرِيقَ
لَهُمْ دَمٌ۔ فَلَوْ أَنَّ امْرَأً مُسْلِمًا مَاتَ
مِنْ بَعْدِ هٰذَا أَسَفًا مَا كَانَ بِهِ مَلُومًا۔ بَلْ كَانَ بِهِ
عِنْدِي جَدِيرًا۔ فَيَا عَجَبًا! وَاللّٰهِ يُمِيتُ
الْقَلْبَ وَيَجْلِبُ الْهَمَّ اجْتِمَاعُ
هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ عَلَىٰ بَاطِلِهِمْ وَ
تَفَرُّقُكُمْ عَنْ حَقِّكُمْ فَقُبْحًا لَكُمْ وَ
تَرَحًا حِينَ صِرْتُمْ غَرَضًا يُرْمَىٰ۔
يُغَارُ عَلَيْكُمْ وَلَا تُغِيرُونَ! وَتُغْزَوْنَ
وَلَا تَغْزُونَ! وَيُعْصَى اللّٰهُ وَتَرْضَوْنَ
فَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِالسَّيْرِ إِلَيْهِمْ فِي أَيَّامِ
الصَّيْفِ قُلْتُمْ: هٰذِهِ حَمَارَّةُ الْقَيْظِ!
أَمْهِلْنَا يُسَبَّخْ عَنَّا الْحَرُّ۔ وَإِذَا
أَمَرْتُكُمْ بِالسَّيْرِ إِلَيْهِمْ فِي الشِّتَاءِ
قُلْتُمْ: هٰذِهِ صَبَارَّةُ الْقُرِّ! أَمْهِلْنَا
يَنْسَلِخْ عَنَّا الْبَرْدُ۔ كُلُّ هٰذَا فِرَارًا
مِنَ الْحَرِّ وَالْقُرِّ۔ فَإِذَا كُنْتُمْ مِنَ الْحَرِّ
وَالْقُرِّ تَفِرُّونَ۔ فَأَنْتُمْ وَاللّٰهِ مِنَ

(تک) معلوم ہوا ہے کہ اُس فوج کا کوئی مرد مسلمان عورت
اور دوسری ذمی عورت کے یہاں گھس پڑتا تھا اور ا
(عورتوں کے) خلخال کنگن گردن بند گوشوارے (وغیرہ
زیورات) چھین لیتا تھا اور وہ (مسلمان یا ذمی) عورت
اُن سے سوائے فریاد اور رحم کی درخواست کرنے کے
کسی طرح بچتی نہ تھی غرض (یہ سب ظلم کر کے) وہ لوگ
بالکل (بچ کر) پلٹ گئے کہ اُن سے کسی ایک شخص کو
نہ زخم لگا اور نہ کسی کا خون بہا۔ اب اگر کوئی مرد مسلمان
(اس واقعہ کے) رنج میں مر جائے تو قابل ملامت نہیں
بلکہ میرے خیال میں وہ اسی کا سزاوار ہوگا۔ پس یہ کیا
حیرت خیز اور تعجب انگیز حادثہ ہے بخدا اُس قوم (معاویہ)
کا اپنے باطل (امور) پر (اس طرح) اتفاق و اتحاد سے
اور تمہارا اپنے حق سے پراگندہ ہونا دل کو مردہ کرتا اور
اندوہ و غم کو (سینہ میں) بھر دیتا ہے پس تمہارا برا ہو
تم حزن و غم میں مبتلا رہو کیونکہ تم تو (دشمنوں کے) نشانہ
بن گئے جس پر تیر پڑ رہے ہیں تم پر غارت ڈالی جا رہی
اور تم جواب نہیں دیتے تم پر حملہ کیا جاتا ہے اور تم سے
نہیں ہوتا اور خدا کی نافرمانی ہو رہی ہے اور (تم) اس
راضی ہو۔ چنانچہ (ان امور کے روکنے کو) جب میں
اُنکی طرف گرمی میں جانے کو کہتا ہوں تو کہتے ہو ابھی جھلستی گرمی
ہے ہمیں اتنی مہلت دیجئے کہ گرمی کم ہو جائے اور جب جاڑے
کے موسم میں کوچ کا حکم دیتا ہوں تو کہتے ہو ابھی تو بڑی
سردی ہے ہمیں اتنی مہلت دیجئے کہ سردی کم ہو جائے

السَّيْفِ أَفَرُّ۔ يَا أَشْبَاهَ الرِّجَالِ وَ لَا رِجَالَ۔ حُلُومُ الْأَطْفَالِ۔ وَعُقُولُ رَبَّاتِ الْحِجَالِ! لَوَدِدْتُ أَنِّي لَمْ أَرَكُمْ وَلَمْ أَعْرِفْكُمْ۔ مَعْرِفَةً وَاللهِ جَرَّتْ نَدَمًا۔ وَأَعْقَبَتْ سَدَمًا۔ قَاتَلَكُمُ اللهُ لَقَدْ مَلَأْتُمْ قَلْبِي قَيْحًا وَشَحَنْتُمْ صَدْرِي غَيْظًا۔ وَجَرَّعْتُمُونِي نُغَبَ التَّهْمَامِ أَنْفَاسًا۔ وَأَفْسَدْتُمْ عَلَيَّ رَأْيِي بِالْعِصْيَانِ وَالْخِذْلَانِ۔ حَتَّى لَقَدْ قَالَتْ قُرَيْشٌ: إِنَّ ابْنَ أَبِي طَالِبٍ رَجُلٌ شُجَاعٌ۔ وَلٰكِنْ لَا عِلْمَ لَهُ بِالْحَرْبِ۔
لِلّٰهِ أَبُوهُمْ! وَهَلْ أَحَدٌ مِنْهُمْ أَشَدُّ لَهَا مِرَاسًا؟ وَأَقْدَمُ فِيهَا مَقَامًا مِنِّي۔ لَقَدْ نَهَضْتُ فِيهَا وَمَا بَلَغْتُ الْعِشْرِينَ + وَهَا أَنَا ذَا قَدْ ذَرَّفْتُ عَلَى السِّتِّينَ + وَلٰكِنْ لَا رَأْيَ لِمَنْ لَا يُطَاعُ۔

(لیکن حقیقت یہ ہے کہ) یہ سب گرمی اور سردی سے بھاگنے کے حیلے ہیں خیر (مگر اتنا سمجھ لو کہ) جب تم لوگ گرمی اور سردی تک سے بھاگتے ہو تو بخدا تم لوگ تلوار سے تو سب سے زیادہ بھاگو گے (لہذا) اے مردوں کی صورت بچوں کی سمجھ اور عورتوں کی عقل والے نامردو! میں تو اسکو پسند کرتا تھا کہ نہ تم کو دیکھتا اور نہ پہچانتا کیونکہ بخدا (تم لوگوں کے) اسی پہچاننے نے مجھے نادم کر رکھا اور حزن وغم میں آخرکار مبتلا کر دیا ہے۔ خدا تمھیں تباہ کرے تم نے میرے دل کو (زخمی کرکے) پیپ سے بھر دیا ہے اور میرے سینہ کو غیظ وغضب سے پُر کر دیا ہے اور مجھے ہر سانس پر رنج اور غم کے جرعے گھونٹ گھونٹ پلائے ہیں اور میری نافرمانی کرکے اور ساتھ چھوڑ کے میری تدبیروں کو خاک میں ملا رکھا ہے یہاں تک کہ قبیلۂ قریش یہ تک کہہ بیٹھا کہ (علی) ابن ابی طالب مرد شجاع (تو ضرور) ہیں۔ مگر انھیں فن جنگ کا کچھ بھی علم نہیں ہے ——
خدا اُن کے آبا و اجداد کا بھلا کرے کیا اُن میں مجھ سے زیادہ بھی کوئی اس (فن) کا تجربہ کار اور جنگ میں مجھ سے آگے رہنے والا (پہلے گزرا یا اب موجود) ہے؟ (اسلئے کہ) میں تو معرکہائے جنگ میں اُسوقت در آیا جب بیس سال کا بھی نہ تھا اور اب تو ساٹھ سال سے بھی بڑھ گیا ہوں لیکن (کیا کروں واقعًا) جس کی بات مانی نہیں جاتی اُسکی (گویا) کوئی تدبیر ہی نہیں ہوتی (کیونکہ حسن تدبیر کا حال تو اُس پر عمل کرنے سے کھلتا ہے۔

حاشیہ صفحہ ۱۵۹ و ۱۶۰ اس خطبہ کی شرح میں علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں۔ یہ خطبہ بھی حضرت کا نہایت مشہور ہے جسکو بہت سے لوگوں نے ذکر کیا ہے اور علامہ ابو العباس المبرد نے بھی اپنی مشہور کتاب الکامل کی ابتدا میں اسکی روایت کی ہے لیکن اس روایت

مندرجہ نہج البلاغہ سے بعض الفاظ کو کم کردیا ہے اور بعض کو زیادہ اور اسکا واقعہ یہ بیان کیا ہے کہ حضرت امیرالمومنین
کو یہ خبر ملی کہ معاویہ کے کچھ سردار شہر انبار میں پہونچ گئے ہیں اور آپکے عامل کو وہاں قتل کردیا ہے جسکا نام حسان بن
حسان تھا۔ یہ خبر سُنکر حضرت کو بہت غصہ اور رنج ہوا اور کوفہ سے اس حالت غیظ و غضب میں نکلے کہ آپ کی ردا کا
دامن لٹکتا جاتا تھا یہاں تک کہ مقام نخیلہ تک پہونچ گئے (یہ نخیلہ وہ مقام تھا جہاں لشکر جمع ہوا کرتا تھا) اشراف
کوفہ بھی آپکے پیچھے پیچھے چلے آئے وہاں حضرت ایک اونچے ٹیلہ پر چڑھ گئے اور خدا کی حمد و ثنا اور آنحضرت صلعم کی
صلوٰۃ وسلام بجالاکر اس خطبہ کو ارشاد فرمایا اور بروایت مندرجہ شرح ابن میثم علیہ الرحمہ نخیلہ میں پہونچ کر اشراف
اعیان کوفہ نے آپسے اصرار کیا کہ مکان پر تشریف لے چلیں ہم لوگ اس لشکر کا تدارک کرلیتے ہیں مگر حضرت یہی فرماتے
رہے کہ نہ تم اپنے نفس کی حفاظت کرسکتے ہو نہ ہماری غرض پوری کرسکتے ہو اسکے بعد سعید بن قیس ہمدانی کو آٹھ ہزار
لشکر کے ساتھ برادر غامد کے تعاقب میں روانہ کیا مگر وہ نکل چکا تھا لہذا سعید یوں ہی واپس آئے جب یہ لشکر واپس
آیا تو اُسوقت حضرت کچھ علیل تھے جس سے کھڑے ہو کر خطبہ نہ فرماسکتے تھے پس قلم و دوات منگا کر یہ خطبہ لکھا اور اپنے
غلام سعد کو دیا کہ پڑھ کر سُنادے ان سب کے بعد حضرت کے بعض جاں نثار اصحاب اُٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کی یا حضرت
آپ رنج نہ کریں جو حکم دیں ہم لوگ انجام دے دیں گے کیونکہ بخدا اگرچہ ہم لوگوں کا کل مال اور جائداد آپ کی اطاعت
میں خرچ اور تباہ ہو جائے اور ہم لوگوں کی کل اولاد اور اعزا و اقربا قتل ہو جائیں جب بھی ہم لوگوں کو افسوس نہ ہوگا
پس حضرت نے حکم دیا کہ لوگ سامان سفر درست کریں بعد ازاں ایک شخص کو سردار مقرر کرکے اُس فوج کو معاویہ کی طرف
روانہ کیا لیکن یہ فوج ابھی دشمن تک پہونچی بھی نہ تھی کہ ابن ملجم ملعون نے آنحضرت کو شہید کردیا (شرح ابن ابی الحدید
مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۱۴۶) ۱۲ ؎۲ یعنی جہاد بھی ایک سبب اور ذریعہ ہے بہشت میں داخل ہونے کا اور دروازہ
جنت کا کسی کے لئے کھلنا جہاد پر بھی اُسی طرح موقوف ہے جس طرح ایمان۔ نماز۔ روزہ وغیرہ پر۔ فرق اسقدر ہے کہ نماز
روزہ کرنے والے بہت ہیں کہ اسمیں کوئی مشقت نہیں اور جہاد اُسکا کام ہے جو حکم خدا کے مقابلہ میں اپنی جان کی پروا نہ
اسی لئے حضرت نے فرمایا کہ جہاد وہ باب جنت ہے جو خاص اولیاء کے لئے کھولا گیا ہے نہ ہر شخص کے لئے یہی باعث
تھا کہ لشکر جناب رسالتمآب صلعم میں صحابہ کی تعداد تو ہزاروں کی ہوتی مگر مجاہد دو ہی ایک ہوتے ۱۲ ؎۳ لباس التقویٰ
یہ لفظ کلام مجید کے اس آیہ سے ماخوذ ہے قد انزلنا علیکم لباسا یواری سواٰتکم وریشا ولباس التقویٰ الخ
(آیہ ۲۶ سورۂ اعراف) یعنی ہم نے تمھارے لئے پوشاک نازل کی جو تمھارے ستر کو چھپاتی ہے اور زینت کے کپڑے اور
پرہیزگاری کا لباس ۱۲ ؎۴ بعض نسخوں میں یہ عبارت اسی طرح یعنی ضرب علے قلبہ بالاسداد ہے اور بعض نسخوں میں

ضرب علے قلبہ بالا سہاب ہے لیکن مطلب دونوں کا ایک ہی ہے یعنی زوال عقل غفلت۔ بیہودہ پن کیونکہ اسداد
جمع ہے سد کی بمعنی پردہ پس جب کسی کے قلب پر پردے پڑ جائیں گے تو عقل بھی اُس سے مسلوب ہو جائے گی اور اسہاب کے
اصل معنی بہت بولنا اور فضول بکنا ہے اور یہ بھی بے عقلی ہی کا نتیجہ ہے ۱۲ ۵۵ یعنی بسبب اسکے کہ اُس نے جہاد ترک
کیا ہے راہ حق اُس سے چھپ جائے گی یا پھر جائے گی جیسا کہ خدا فرماتا ہے ذالک جزینا ھم ببغیھم یعنی یہ ہم نے
اُن کی سرکشی کی جزا دی ہے ۱۲ ۵۶ اخو غامد سفیان بن عوف ہے جو بنی غامد سے تھا اور بنی غامدین کے ازدشنوہ سے
ایک قبیلہ تھا اس سفیان بن عوف کو معاویہ نے عراق کے مختلف مقامات پر لوٹ مار کرنے کے لئے مقرر کیا تھا تاکہ
اس طرح حضرت امیرالمومنینؑ پریشان ہوں اور عراق کے رہنے والے معاویہ کے مکر و فریب سے خوف زدہ ہو کر اُسکے
طرفدار ہو جائیں چنانچہ حضرات اہلسنت کا نہایت مشہور اور جلیل القدر مورخ ابن اثیر جزری اپنی تاریخ کامل مطبوعہ
مصر جلد ۳ صفحہ ۱۵۰ میں ۳۹ھ ہجری کے واقعات کا ذکر کرتا ہوا اس واقعہ کو پوری تفصیل سے یوں لکھتا ہے ثم دخلت سنة
تسع وثلاثین ذکر سرایا اهل الشام الی بلاد امیر المومنین علیه السلام وفی هذه السنة فرق معاویة
جیوشه فی العراق فی اطراف علی فوجه النعمان بن بشیر فی الف رجل الی عین التمر وفیها مالک بن کعب
مسلحة لعلی فی الف رجل وکان مالک قد اذن لاصحابه فاتوا الکوفة ولم یبق معه الا مائة رجل
فلما سمع بالنعمان کتب الی امیر المومنین یخبره ویستمده فخطب علی الناس وامرهم بالخروج الیه
فتثاقلوا وواقع مالک النعمان وجعل جدار القریة فی ظهور اصحابه وکتب مالک الی مخنف بن سلیم
یستعینه وهو قریب منه واقتتل مالک والنعمان اشد قتال فوجه مخنف ابنه عبد الرحمن فی
خمسین رجلا فانتهوا الی مالک وقد کسروا جفون سیوفهم واستقتلوا فلما راهم اهل الشام
انهزموا عند المساء وظنوا ان لهم مددا وتبعهم مالک فقتل منهم ثلاثة نفر..... ووجه معاویة
فی هذه السنة ایضا سفیان بن عوف فی ستة آلاف رجل وامره ان یاتی هیت فیقطعها ثم
یاتی الانبار والمدائن فیوقع باهلها فاتی هیت فلم یجد بها احدا ثم اتی الانبار وفیها مسلحة
لعلی تکون خمسمأة رجل وقد تفرقوا ولم یبق منهم الا مائتا رجل وکان سبب تفرقهم انه
کان علیهم کمیل بن زیاد فبلغه ان قوما بقرقیسیا یریدون الغارة علی هیت فسار الیهم بغیر
امر علی فاتی اصحاب سفیان وکمیل غائب عنها فاغضب ذلک علیا علی کمیل فکتب الیه ینکر
ذلک علیه وطمع سفیان فی اصحاب علی لقلتهم فقاتلهم فصبر اصحاب علی ثم قتل صاحبهم

وهوا شرف بن حسان البکری وثلاثون رجلاً واحتملوا ما فی الانبار من اموال اهلها ورجعوا
الی معاویه وبلغ الخبر علیاً فارسل فی طلبهم فلم یدرکوا ۔۔ یعنی ۳۹ھ ہجری میں معاویہ نے اپنے
لشکروں کو (صرف جناب امیر المومنینؑ کو پریشان کرنے اور آپ کو اطمینان سے انتظام ملک اور ارشاد وہدایت
ناس میں مشغول نہ ہونے دینے اور آپ کی قوت کو پراگندہ اور کمزور کرنے کی غرض سے) ملک عراق کے مختلف مقامات
پر روانہ کیا چنانچہ نعمان بن بشیر کو ایک ہزار فوج کے ساتھ (لیکن روضۃ الصفا میں دس ہزار تعداد لکھی ہے) مقام
عین التمر پر بھیجا یہ جہاں جناب امیر کی طرف سے مالک بن کعب ہزار سپاہیوں کے ساتھ رہتا تھا لیکن اتفاق وقت
اُسوقت مالک بن کعب کی چھاؤنی میں سو آدمی موجود تھے کیونکہ نو سو سپاہی مالک سے اجازت لے کر کوفہ گئے ہوئے
تھے اُن کی غیبت ہی میں نعمان بن بشیر وہاں پہونچ گیا مالک کو نعمان کی چڑھائی کی خبر ہوئی تو جناب امیرؑ کو اس امر
سے مطلع کیا اور مدد طلب کی پس حضرت نے اہل کوفہ کو بُلا کر خطبہ ارشاد فرمایا اور مالک کی مدد کو جانے کے لئے کہا اور
لوگ ٹال مٹول کرنے لگے اور یہاں مالک نے معاویہ کے لشکر نعمان بن بشیر کے کئی ہزار سوار پر صرف اپنے سو سپاہیوں
سے حملہ کردیا تدبیر یہ کی کہ شہر پناہ کو اپنی فوج کی پشت پر رکھا اور مخنف بن سلیم ایک شخص کو جو وہاں سے قریب ہی
رہتا تھا خط لکھا کہ کچھ فوج مدد کے لئے بھیج دو اور معاویہ کی فوج سے خوب جم کر لڑنے لگا مخنف کو خط ملا تو صرف پچاس
آدمی اپنے فرزند عبدالرحمن کے ساتھ مالک کی مدد کے لئے بھیج دیے چنانچہ اُن پچاس آدمیوں نے یہاں پہونچتے ہی جو دیکھا
کہ نہایت سخت لڑائی ہو رہی ہے اپنی تلواروں کے نیام توڑ کر پھینک دیے اور جنگ میں شریک ہوگئے اور دونوں فوجیں
اگرچہ صرف ڈیڑھ سو آدمیوں کی تھیں لیکن اس استقلال سے لڑیں کہ لشکر معاویہ (جو بروایتے ایکہزار اور بروایتے دس ہزار سپاہیوں کا تھا)
کے جی چھوٹ گئے اور یہ خیال کرکے کہ مالک کی مدد آگئی ہے شام ہوتے ہوتے لشکر معاویہ بھاگ کھڑا ہوا مالک نے
بھاگنوں کا پیچھا کیا لیکن صرف تین ملے جن کو قتل کر ڈالا اور باقی نے شام کی راہ لی ..... اسی سال معاویہ نے سفیان
بن عوف کو چھ ہزار نبرد آزماؤں کے ساتھ عراق کی طرف روانہ کیا اور حکم دیا کہ ہیت جائے اُسکو قطع کر کے انبار اور
مدائن پہونچے اور وہاں کے لوگوں پر حملہ کرے چنانچہ سفیان ہیت میں آیا تو یہاں کسی کو نہ پایا وہاں سے انبار میں آیا
جہاں حضرت علی کی چھاؤنی تھی جس میں عموماً پانچسو سپاہی رہتے تھے لیکن اتفاق سے سفیان یہاں اسوقت پہونچا جب صرف دو سو
سپاہی رہ گئے تھے اور بقیہ فوج وہاں سے متفرق ہوگئی تھی جس کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ اُن کے سردار کمیل بن زیاد کو یہ خبر
ملی تھی کہ قرقیسیا کے کچھ لوگ ہیت کو تاراج کرنا چاہتے ہیں وہ بغیر حضرت علی کی اجازت کے فوج لے کر وہاں
گئے تھے اب سفیان کا لشکر انبار میں پہونچا تو کمیل یہاں نہ تھے میدان کو خالی اور حضرت علی کی فوج کو اُنگلیوں

شکار کرنے کے قابل پاکر سفیان کو طمع دامنگیر ہوئی اور اُن بیچاروں پر حملہ کر دیا پس طرفداران حضرت علی گھر گئے اور
آخر اُن کا موجودہ سردار اشرف بن حسان بکری تیس آدمیوں کے ہمراہ مارا گیا اور لشکر معاویہ انبار کا تمام مال دولت
بار کر کے معاویہ کے پاس واپس آیا حضرت امیر المومنین کو یہ خبر معلوم ہوئی تو سفیان کے تعاقب میں ایک فوج بھیجی
غرض ایسے ہی مکر و فریب اور فتنہ و فساد کے ذریعے سے معاویہ اپنی قوت بڑھاتا رہا۔

خطبہ (۲۹)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ الدُّنْيَا قَدْ أَدْبَرَتْ وَآذَنَتْ بِوَدَاعٍ۔ وَإِنَّ الْآخِرَةَ قَدْ أَقْبَلَتْ وَأَشْرَفَتْ بِاطِّلَاعٍ۔ أَلَا وَإِنَّ الْيَوْمَ الْمِضْمَارُ۔ وَغَدًا السِّبَاقُ۔ وَالسَّبَقَةُ الْجَنَّةُ۔ وَالْغَايَةُ النَّارُ۔ أَفَلَا تَائِبٌ مِنْ خَطِيئَتِهِ قَبْلَ مَنِيَّتِهِ؟ أَلَا عَامِلٌ لِنَفْسِهِ قَبْلَ يَوْمِ بُؤْسِهِ۔ أَلَا وَإِنَّكُمْ فِي أَيَّامِ أَمَلٍ مِنْ وَرَائِهِ أَجَلٌ۔ فَمَنْ عَمِلَ فِي أَيَّامِ أَمَلِهِ۔ قَبْلَ حُضُورِ أَجَلِهِ فَقَدْ نَفَعَهُ عَمَلُهُ۔ وَلَمْ يَضْرُرْهُ أَجَلُهُ۔ وَمَنْ قَصَّرَ فِي أَيَّامِ أَمَلِهِ۔ قَبْلَ حُضُورِ أَجَلِهِ۔ فَقَدْ خَسِرَ عَمَلُهُ۔ وَضَرَّهُ أَجَلُهُ۔ أَلَا فَاعْمَلُوا فِي الرَّغْبَةِ كَمَا تَعْمَلُونَ فِي الرَّهْبَةِ۔ أَلَا وَإِنِّي لَمْ أَرَ كَالْجَنَّةِ نَامَ طَالِبُهَا! وَلَا كَالنَّارِ نَامَ هَارِبُهَا!

حضرت علیہ السلام کے ایک خطبہ کا کچھ حصہ۔
(حمد و نعت کے) بعد (واضح ہو کہ) دنیا نے منھ موڑ لیا اور اپنے وداع کا اعلان کر چکی۔ اور یہ کہ آخرت متوجہ ہو گئی اور ظاہر ہونے کے قریب پہونچ گئی (لہذا) خبردار ہو جاؤ کہ آج کا دن (دنیاوی زندگی) میدان (عمل) ہے اور کل (بروز قیامت) آگے بڑھنا ہے اور سبقت تو بہشت ہے اور غایت جہنم ہے۔ پس کیا کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو اپنی موت کے قبل اپنے گناہ سے توبہ کرے؟ اور کیا کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو اپنے روز آفت (قیامت) کے قبل اپنے لئے عمل کرے؟ دیکھو یہ سمجھ رکھو کہ تم ایسے زمانہ اُمید میں ہو جسکے پیچھے موت کھڑی ہے۔ تو جو شخص موت پہونچنے کے قبل اپنے زمانہ اُمید میں عمل (خیر) کرے گا اُسکو وہ عمل نفع پہونچائے گا اور موت بھی کچھ نہ بگاڑ سکے گی۔ اور جو شخص اپنے زمانہ اُمید میں موت پہونچنے کے قبل تک (عمل خیر بجا لانے میں) کوتاہی کرتا رہے گا اُسکا (کل) عمل بھی ضائع ہو گا اور موت بھی نقصان پہونچائے گی۔ لہذا رغبت (اور اطمینان) میں (بھی اسی اہتمام سے) عمل (خیر) کرو

أَلَا وَ إِنَّهُ مَنْ لَا يَنْفَعُهُ الْحَقُّ يَضُرُّهُ
الْبَاطِلُ. وَ مَنْ لَا يَسْتَقِيمُ بِهِ الْهُدَى.
يَجُرُّ بِهِ الضَّلَالُ إِلَى الرَّدَى. أَلَا وَ إِنَّكُمْ
قَدْ أُمِرْتُمْ بِالظَّعْنِ. وَ دُلِلْتُمْ عَلَى الزَّادِ.
وَ إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ اِتِّبَاعُ
الْهَوَى وَ طُولُ الْأَمَلِ. فَتَزَوَّدُوا مِنَ
الدُّنْيَا مَا تُحْرِزُونَ أَنْفُسَكُمْ بِهِ غَدًا.
(قَالَ الشَّرِيفُ الرَّضِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ)
أَقُولُ: إِنَّهُ لَوْ كَانَ كَلَامٌ يَأْخُذُ بِالْأَعْنَاقِ
إِلَى الزُّهْدِ فِي الدُّنْيَا. وَ يَضْطَرُّ إِلَى
عَمَلِ الْآخِرَةِ. لَكَانَ هٰذَا الْكَلَامَ وَ
كَفَى بِهِ قَاطِعًا لِعَلَائِقِ الْآمَالِ. وَ
قَادِحًا زِنَادَ الْإِتِّعَاظِ وَ الْإِزْدِجَارِ.
وَ مِنْ أَعْجَبِهِ قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
أَلَا وَ إِنَّ الْيَوْمَ الْمِضْمَارُ وَ غَدًا السِّبَاقُ
وَ السَّبْقَةُ الْجَنَّةُ وَ الْغَايَةُ النَّارُ فَإِنَّ
فِيهِ مَعَ فَخَامَةِ اللَّفْظِ وَ عِظَمِ قَدْرِ
الْمَعْنَى. وَ صَادِقِ التَّمْثِيلِ. وَ وَاقِعِ
التَّشْبِيهِ سِرًّا عَجِيبًا. وَ مَعْنًى لَطِيفًا.
وَ هُوَ قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ (وَ السَّبْقَةُ
الْجَنَّةُ وَ الْغَايَةُ النَّارُ) فَخَالَفَ بَيْنَ
اللَّفْظَيْنِ لِاخْتِلَافِ الْمَعْنَيَيْنِ الْمُفَسَّرَيْنِ
وَ لَمْ يَقُلِ السَّبْقَةُ النَّارُ كَمَا قَالَ

جسطرح خوف (اور مصیبت) میں کرتے ہو۔ آگاہ ہو
بات ہے) کہ میں نے نہ بہشت ایسی (کوئی نعمت) دیکھی
شائق (اسطرح) سوئے ہوئے ہیں اور نہ جہنم ایسا (عذاب)
بچنے والے اسطرح خواب (غفلت) میں پڑے ہیں۔ سمجھ
جس کو حق سے نفع نہ حاصل ہوگا اسکو باطل سے نقصان
ضرور پہنچے گا۔ اور جس کو ہدایت سیدھی راہ پر نہ لگا
اسکو گمراہی ہلاکت میں ضرور کھینچ لائے گی (یہ بھی)
کہ تم کو (دنیا سے) سفر کرنے کا حکم دیا جا چکا ہی اور
بھی بتا دی گئی ہے (لہذا سفر کا تہیہ کرو) کیونکہ مجھے
باتوں کا تمھارے نسبت خوف ہے۔ انمیں سب سے زیادہ خوف
امر تمھارا (اپنی نفسانی) خواہشوں کی پیروی اور (دنیا
رہنے کی) دور و دراز تمنائیں کرنا ہی (لہذا اُس سے
کے لئے) دنیا سے (عمل خیر کا) وہ سامان سفر حاصل کرو
کل (قیامت میں) اپنی جانوں کی حفاظت کر سکو
سید رضی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ) میرا اعتقاد ہی کہ اگر کوئی
ایسا ہو سکتا ہی جو (لوگوں کی) گردنیں پکڑ کر دنیا سے
اور آخرت کے لئے بے چین کردے تو وہ یہی کلام (حضرت
امیر المومنین ع) ہے اور (دنیا وی) آرزوؤں کے تعلق
کو قطع کرنے اور وعظ و نصیحت حاصل کرنے کے
کو روشن کرنے کے لئے یہ (کلام) کافی (وافی) ہے
اس سے بھی زیادہ حیرت خیز حضرت علیہ السلام کا
ہے الا وان الیوم المضمار وغدا السباق والسبقة
الجنة والغاية النار۔ کیونکہ اس (جملہ) میں الفاظ

السَّبَقَةُ الجَنَّةُ. لِاَنَّ الاِسْتِبَاقَ اِنَّمَا
يَكُوْنُ اِلَى اَمْرٍ مَحْبُوْبٍ. وَغَرَضٍ مَطْلُوْبٍ
وَهٰذِهٖ صِفَةُ الْجَنَّةِ. وَلَيْسَ هٰذَا
الْمَعْنىٰ مَوْجُوْدًا فِى النَّارِ. نَعُوْذُ بِاللّٰهِ
مِنْهَا فَلَمْ يَجُزْ اَنْ يَّقُوْلَ وَالسَّبَقَةُ
النَّارُ. بَلْ قَالَ وَالْغَايَةُ النَّارُ لِاَنَّ الْغَايَةَ يَنْتَهِىْ
اِلَيْهَا مَنْ لَّا يَسُوْءُهُ الْاِنْتِهَاءُ اِلَيْهَا وَمَنْ يَّسُرُّهٗ
ذٰلِكَ فَصَلَحَ اَنْ يُّعَبَّرَ بِهَا عَنِ الْاَمْرَيْنِ
مَعًا. فَهِىَ فِىْ هٰذَا الْمَوْضِعِ كَالْمَصِيْرِ
وَالْمَاٰلِ. قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ (قُلْ تَمَتَّعُوْا
فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ) وَلَا يَجُوْزُ
فِىْ هٰذَا الْمَوْضِعِ اَنْ يُّقَالَ فَاِنَّ سَبْقَتَكُمْ
بِسُكُوْنِ الْبَاءِ اِلَى النَّارِ. فَتَاَمَّلْ ذٰلِكَ
فَبَاطِنُهٗ عَجِيْبٌ. وَغَوْرُهٗ بَعِيْدٌ لَطِيْفٌ.
وَكَذٰلِكَ اَكْثَرُ كَلَامِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ
(وَفِىْ بَعْضِ النُّسَخِ) وَقَدْ جَاءَ فِىْ
رِوَايَةٍ اُخْرىٰ (وَالسُّبْقَةُ الْجَنَّةُ)
بِضَمِّ السِّيْنِ وَالسُّبْقَةُ عِنْدَهُمْ
اِسْمٌ لِمَا يُجْعَلُ لِلسَّابِقِ اِذَا سَبَقَ
مِنْ مَالٍ اَوْ عَرَضٍ. وَالْمَعْنَيَانِ
مُتَقَارِبَانِ. لِاَنَّ ذٰلِكَ لَا يَكُوْنُ جَزَاءً
عَلٰى فِعْلِ الْاَمْرِ الْمَذْمُوْمِ. وَاِنَّمَا يَكُوْنُ
جَزَاءً عَلٰى فِعْلِ الْاَمْرِ الْمَحْمُوْدِ.

عظمت (و شوکت) معنی کے جلالت قدر مثال کی سچی
مناسبت و تشبیہ کی کامل مطابقت کے علاوہ ایک
عجیب (و غریب اور بے مثل و نظیر) نکتہ (اور نہایت ہی)
لطیف معنی ہے اور وہ حضرت علیہ السلام کا یہ جملہ ہے
والسبقۃ الجنۃ والغایۃ النار کہ (باوصفیکہ دونوں
کا مقصود ایک ہے مگر) حضرت نے دو مختلف لفظ رکھ کر اس
(دقیق) فرق کو بتا دیا جو دونوں معنوں میں ہے کیونکہ آپ نے
جس طرح (بہشت کے متعلق) السبقۃ الجنۃ فرمایا
(جہنم کی نسبت) السبقۃ النار نہیں فرمایا اسلئے کہ
استباق (آگے بڑھنے کی کوشش کرنا) کسی پسندیدہ امر
اور اچھی غرض کیلئے ہوتا ہے اور (ظاہر ہے کہ) یہ صفت
بہشت ہی کی ہے (کہ لوگ اُدھر بڑھنے کی کوشش کریں)
جہنم کو یہ بات حاصل نہیں ہے خدا ہم لوگوں کو اُس سے پناہ
میں رکھے اسی وجہ سے والسبقۃ النار کہنا جائز نہ ہوا بلکہ
فرمایا والغایۃ النار کیونکہ غایت (انجام کار) تک ہر شخص
پہونچتا ہے خواہ اُسکو وہاں تک پہونچنا ناپسند ہو یا پسند ہو
لہذا اس (لفظ غایت) سے دونوں امروں (پسندیدگی
اور ناگواری) کی تعبیر کی جا سکتی ہے تو یہ (لفظ غایت)
اس مقام پر مثل لفظ مصیر اور مآل کے ہے (جیسا کہ) خدا
فرماتا ہے قل تمتعوا فان مصیرکم الی النار یعنی
ان لوگوں سے کہدو کہ خیر دنیا کا مزہ چکھ لو آخر تو تم کو
جہنم کی طرف جانا ہی ہے کہ اس مقام پر بجائے (مصیرکم
الی النار) سبقتکم الی النار (بسکون با) کہنا صحیح

نہیں ہے۔ بہرکیف اس (نکتہ) میں خوب غور کرو اسلئے کہ اسکی دقت نہایت حیرت افزا اور اسکی باریکی بہت ہی مشکل
لطیف ہے اور حضرت علیہ السلام کا اکثر کلام ایسا ہی ہے اور (نہج البلاغہ کے) بعض نسخوں میں ہے کہ ایک روایت میں والسبقۃ
الجنۃ (وارد ہو گیا) ہے یعنی سبقہ کے سین کو ضمہ (پیش) ہے اور سبقہ عرب لوگوں کے یہاں مال یا متاع سے ہر اس چیز کو
جو (کسی کام میں) آگے نکل جانے والے کے لئے (بطور انعام) مقرر کی جاتی ہے (مگر دونوں روایتوں میں چنداں فرق نہیں
کیونکہ) دونوں کے معنی ملتے جلتے ہیں۔ اسلئے کہ یہ (انعام بھی) کسی برے امر کے بدلے میں نہیں ہوتا بلکہ کسی اچھے
کام کے لئے مقرر کیا جاتا ہے۔

حاشیہ صفحہ ۱۲۵ ۱ء اس خطبہ میں حضرت نے دنیاوی زندگی کے زائل ہونے اور قیامت کے یقیناً آنے کا بیان فرما کر ارشاد فرماتے ہیں
جب ان امور کا یقین ہے اور اسمیں کوئی شبہہ نہیں تو تم لوگوں کو چاہیے کہ روز قیامت کے لئے نیک اعمال کا ذخیرہ
کرلو کہ وہاں بھی ایک چیز کام آنے والی ہے بس دنیا مثل اس میدان کے ہے جہاں گھوڑے دوڑائے جاتے اور دوڑنے
ان کو مشق کرائی جاتی ہے تاکہ خوب تیز ہو کر وہ گھوڑ دوڑ میں جائیں اور دوسرے گھوڑوں سے آگے نکل جائیں یا کام
کامیابی حاصل کریں اسی طرح دنیا ہم لوگوں کے لئے محنت اور جفاکشی کا میدان ہے جہاں ہم لوگوں کو آخرت کے
تیار ہونا ہے پس جتنا ہی زہد ورع عبادات امتثال اوامر الٰہی کے انجام دینے میں ہم لوگ یہاں محنت و مشقت برداشت
کریں گے اتنا ہی جلد قیامت میں جنت تک پہونچ جائیں گے اور ہم میں سے جو لوگ دنیا میں اعمال مذکورہ میں کمی
کریں گے وہ قیامت میں بھی پیچھے رہ کر جہنم میں پڑ جائیں گے ۱۲ ۲ء مضمار اس میدان کو کہتے ہیں جسمیں گھوڑوں کے
کی مشق کرائی جاتی ہے جس کا طریقہ ہوتا ہے کہ نئے گھوڑے کو ایک روز تھوڑی غذا دی جاتی ہے اور تھوڑا دوڑایا
جاتا ہے دوسرے روز غذا میں بھی زیادتی کی جاتی ہے اور دوڑ میں بھی۔ اسی طرح ایک مدت تک غذا بڑھاتے جاتے
اور دوڑ بھی زیادہ کرتے جاتے ہیں اس مدت کے بعد اسی ترتیب سے غذا کم کرتے جاتے ہیں اور جہاں تک دوڑنے کی
پیدا ہو گئی تھی اسکو اسی طرح باقی رکھتے ہیں یہاں تک کہ پہلے روز جو نہایت کم غذا دی گئی تھی وہ غذا رہ جاتی ہے
رفتار وہ جو سب سے زیادہ ہو گئی تھی اسی وجہ سے گھوڑا پہلے تو موٹا ہوتا ہے کیونکہ اسکی خوراک میں برابر اضافہ کر
ہیں لیکن جب اس کی خوراک کم کرنے لگتے ہیں اور رفتار اتنی ہی رکھتے ہیں جتنی زیادہ سے زیادہ خوراک کے
تھی تو آہستہ آہستہ لاغر ہوتا ہے یہاں تک کہ آخر میں بہت لاغر اور نہایت درجہ تیز رفتار ہو جاتا ہے یہ تدبیر اکثر چالیس
روز میں ختم کر دی جاتی ہے پس دراصل اسی زمانہ ریاضت کو مضمار کہتے ہیں پھر اس میدان کو بھی مضمار کہنے لگے جس
ریاضت کرائی جاتی ہے لہٰذا حضرت کے کلام الا وان الیوم المضمار کے بھی دو ترجمہ ہیں ایک یہ کہ "آج کا دن (

زندگی) زمانہ عمل ہی اور دوسرا وہ جو متن کے نیچے لکھا گیا ہی یعنی آج کا دن (دنیاوی زندگی) میدان عمل ہی لیکن مقصود
دونوں کا ایک ہی ہی کہ دنیا عمل کرنے کا مقام یا وقت ہے یعنی دنیا میں عمل ہی کرنا چاہیئے کہ اسکے بعد جو زمانہ آئے گا اسمیں
اپنے اپنے اعمال کے مطابق جنت کی طرف لپکتے ہوئے چلنے کی قوت حاصل رہے گی جو یہاں ریاضت و عبادت میں یاد
مشغول رہا ہوگا وہ وہاں بھی آگے بڑھ جائے گا اور جو یہاں کوتاہی کرے گا یا کرتا رہا ہوگا وہ وہاں بھی پیچھے رہ جائے گا"
۵۳ سبقت اور غایۃ کا ترجمہ علیحدہ نہیں کیا گیا بلکہ ان دونوں لفظوں کو یوں ہی رہنے دیا گیا کیونکہ دونوں کے فرق کے
واضح کرنے کے لئے علیحدہ علیحدہ لفظ ملنا مشکل تھا اور تفصیلی فرق کو جناب سید رضی علیہ الرحمہ جامع کتاب نے اس خطبہ کے
ذکر کے بعد بیان کیا ہے ۱۲ ۵۴ یعنی دنیا کی زندگی کے بعد بھی ایک زندگی آنے والی ہی جس کا یقین ہر شخص کو ہی اور
جس میں کوئی شبہہ نہیں ہی اور یہ بھی معلوم ہی کہ جو شخص اس زندگی میں جیسا عمل کرے گا ویسا ہی عوض اُسکو آخرت میں
خدا کی درگاہ سے حاصل ہوگا پس دنیاوی زندگی اُمیدواری کی زندگی ہی کہ جو کام کرتا ہے کسی اُمید پر جب موت آئے گی تو
اُسکے بعد اس اُمیدواری کا نتیجہ ظاہر ہوگا ۱۲ ۵۵ ان کل جملوں کا مطلب یہ ہی کہ ہر انسان کو اس امر کا یقین رکھنا چاہیئے
کہ دنیا کی زندگی چندروزہ ہی جس کے ختم ہونے کے بعد موت یقیناً پہونچ جانے والی ہی اور پھر قیامت بھی حتماً آئے گی
جس میں ہر شخص کے اعمال خیر و شر کا حساب باقاعدہ لیا جائے گا اور اچھے کاموں کی جزا اور برے کاموں کی سزا علی قدر
مراتب دی جائے گی پس دنیا کی رخصت اور قیامت کی آمد ہر شخص کو ہر آن پیش نظر رکھنی چاہیے کہ اگر ایسا کرے گا اور دنیاوی
فریب میں مبتلا ہو کر آخرت سے غافل نہ ہو جائے گا تو اس چندروزہ زندگی میں قیامت کے عرصہ حساب و کتاب سے جلد گزر جانے
کے اسباب مہیا کرنے کی کوشش کرتا رہے گا اور وہ یہی ہی کہ اپنے گزشتہ گناہوں سے توبہ و استغفار کرکے آئندہ اعمال
صالحہ میں مشغول ہو اور جس قدر ممکن ہو مرضیات خداوند عالم کو حاصل کرے کہ ایسا شخص قیامت میں اُن لوگوں سے کہیں
زیادہ آگے نکل جائے گا جو نہ تو اپنے گناہوں سے یہاں توبہ کریں اور نہ اعمال صالحہ بجا لائیں اور وہ توبہ و عمل خیر کرنے والا
دنیا میں جب تک رہے گا اطمینان سے زندگی بسر کرے گا کہ موت آئے گی بھی تو اُسکا کچھ نہ بگاڑ سکے گی کیونکہ یہ تو پہلے
ہی سے متنبہ اور تائب ہو کر اعمال خیر کا ذخیرہ جمع کر چکا ہی اب باقی ہی کیا رہا ہے جس کے انجام دینے کا موقع موت سے
اس سے چھین لے گی ۱۲ ۵۶ یعنی جو شخص قیامت کے آنے کو پیش نظر نہ رکھے گا اور اعمال صالحہ کے ذخیرہ کی فکر سے غافل ہو کر
دنیاوی امور میں مشغول رہے گا وہ اس اُمید میں رہے گا کہ ان لذتوں سے اچھی طرح مزہ حاصل کرنے اور مال و دولت۔ جاہ و
حشمت سے پورے طور پر بہرہ مند ہونے کے بعد آخر وقت میں اپنے گناہوں سے توبہ بھی کر لوں گا اور اعمال صالحہ بجا لا کر
آخرت کا سامان بھی کر لوں گا مگر موت کا وقت تو کسی کو معلوم نہیں اور نہ موت کسی کو کچھ موقع دیتی ہی پس ایسے شخص کا

انجام یہ ہوگا کہ دفعۃً موت آپہونچے گی پھر اُسکو نہ توبہ استغفار کرنے کا وقت ملے گا اور نہ اعمال خیر کے بجالانے
پس موت اسکا سخت نقصان کردے گی کہ نفع حقیقی و دائمی کے حاصل کرنے کا موقع نہ دے گی اور اُس نے جو کچھ
خیر کیا ہے وہ بھی اُن گناہوں کے سبب سے زائل ہو جاوے گا جو اُس عمل خیر کے کھا جانے والے تھے کیونکہ اِن گناہوں
اس نے توبہ تو کی نہیں جو اُن کا اثر باطل ہو غرض یہ شخص موت پہونچنے کے وقت بالکل ششدر اور حیران ہوکر
اور سخت ضرر میں مبتلا ہوگا جس کا اثر قیامت میں ظاہر ہوگا ۱۲ حاشیہ صفحہ ۱۰۶ ف۱ مقصود یہ ہے کہ اسمیں شک نہیں جب کبھی شخص مصیبت یا بلا
یا فقر یا خوف ظالم وغیرہ کی اذیت میں مبتلا ہوتا ہے تو خداوند عالم کی درگاہ میں نہایت الحاح و زاری اور نہ
بے قراری سے شب و روز دعا کرتا رہتا ہے ہر وقت اُسی کی یاد رکھتا اور اسی کی طرف متوجہ رہتا ہے اور نہایت
اور کامل آداب و شرائط سے اُس کی یاد و عبادت کرتا اور اُس کے احکام کو بجالاتا اور اُسکے نواہی سے بچتا ہے لیکن جب
وہ سختی و مصیبت کا زمانہ ختم ہو جاتا ہے تو نہ وہ عبادت رہتی ہے نہ وہ دعا نہ وہ اطاعت امر اور نہ وہ اجتناب از نواہی بلکہ
بے غرض بن جاتا ہے چنانچہ انسان کی اس حالت کی شکایت خدا نے قرآن مجید میں بھی متعدد مقامات پر کی ہے چنانچہ
ایک آیت یہ ہے واذا مس الانسان الضر دعانا لجنبہ او قاعدا او قائما فلما کشفنا عنہ ضرہ مر کان لم یدعنا
الی ضر مسہ الآیہ یعنی جب انسان کو کوئی نقصان یا مصیبت پہونچتی ہے تو لیٹ کر یا بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر غرض ہر
سے خدا سے دعائیں مانگنے لگتا ہے پھر جب خدا اُس مصیبت کو اُس سے دفع کر دیتا ہے تو اسطرح چلتا پھرتا نظر آتا ہے گویا
خدا سے کوئی غرض ہی نہ تھی اور اُسکو کسی مصیبت کے وقت پکارا ہی نہ تھا پس یہ حالت نہایت درجہ خود غرضی
احسان فراموشی کی ہے کیونکہ نمک حلال اور شکر گزار بندوں کی تو یہ شان ہے کہ خدا کی عبادت اور اطاعت ہر حالت
ایک طرح کرتے ہیں خواہ راحت و آسایش میں ہوں خواہ اذیت اور زحمت میں خواہ ذلت اور عسرت میں ہوں خواہ نقر
مسکنت میں ہر حالت میں عبادت خدا اور توجہ الی الرب کی مساوی صورت رہنی چاہیئے نہ مختلف اور یہ کہ اُسکی
کسی غرض کیلئے نہ کرنی چاہیئے بلکہ محض اس خیال سے کہ وہ ذات تبارک و تعالے مستحق عبادت ہے ۱۲ ف۲ یعنی ہر نعمت
تو یہ حالت ہے کہ انسان اُسکے حاصل کرنے کیلئے اپنی تمام کوشش صرف کر دیتا ہے اور اسی طرح ہر آفت و سزا کی یہ حالت
جس کو اُسکا ضرر معلوم ہو جاتا ہے وہ اُس سے بچنے کی تمام تدبیر اختیار کرتا ہے لیکن یہ صرف جنت اور جہنم ہی ایسی نعمت
یا عذاب ہے کہ نہ اُسکے طالب اُسکے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور نہ اس سے بچنے والے اس سے محفوظ رہنے کی
کرتے ہیں یعنی یہ نہایت عجیب امر ہے کہ لوگوں کو جنت کی لذتوں کا علم بھی ہے پھر بھی خواب غفلت میں پڑے ہیں اُسکے
کا سامان نہیں کرتے اور جہنم کی اذیتوں کا علم بھی ہے پھر بھی اطمینان کی نیند سو رہے ہیں اور اُس سے بچنے کے اسباب

نہیں کرتے غرض تعجب اور حیرت جنت اور جہنم پر نہیں ہو بلکہ انسان پر ہے جو ہر امر سے غافل ہیں اور
قیامت کے منظر اور وہاں کے نتیجہ سے لا پرواہیں جس کا باعث یہی ہو کہ درحقیقت وہ اس سے بے خبر ہیں صرف زبان
سے اقرار کرتے ہیں اور شوق و نفرت کا اظہار ۱۲ ۵۳ علامہ ابن میثم علیہ الرحمہ اس جملہ کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہاں
حضرت کی مُراد حق سے یہ ہو کہ انسان عقائد حقہ کے مطابق اعمال صالحہ کے بجالانے کی پابندی کرکے خدا کی جانب
متوجہ ہو اور باطل سے مُراد یہ ہو کہ خدا کی جانب سے روگردانی کرکے غیر کی طرف متوجہ ہو جو آخرت میں کوئی نفع نہیں پہونچا سکتا
پس اس بیان میں اس امر کی تنبیہ ہو کہ جو شخص حق کو نہ اختیار کرے گا یعنی خدا کے مرضیات کو نہ بجالائے گا وہ باطل کو
اختیار کرے گا اور باطل یقیناً نقصان پہونچائے گا جس کی توضیح یہ ہو کہ جو شخص مرضیات خدا کو بجالائے گا اُسکو خدا کی
نعمتوں کا نفع بھی ضرور حاصل ہوگا پس جو شخص اُسکی نعمتوں کا نفع نہ حاصل کرسکے گا معلوم ہوگا کہ وہ مرضیات خدا کو
بجانہ لایا اور مرضیات خدا کا بجانہ لانا ہی اسکو ظاہر کرتا ہو کہ وہ باطل کا پیرو اور حق کا تارک ہے کیونکہ انسان کے
عقائد اور اعمال یا تو احکام خدا کے مطابق ہوں گے یا مخالف اگر مطابق ہیں تو یہی حق ہو اور اگر مخالف ہیں تو یہی باطل
ہے اور ظاہر ہو کہ اگر پہلا (حق) نہ ہوگا تو دوسرا (باطل) ضرور ہوگا پس جب انسان باطل کا پیرو ٹھہرا تو باطل کا ضرر
اور نقصان بھی یقیناً اُٹھائے گا کیونکہ یہ اس سے علیحدہ تو ہو نہیں سکتا حکما نے اسکی تصریح کردی ہو کہ نفس ناطقہ بے
شغل نہیں رہ سکتا لہذا اگر حق پر اُن کا نہ عمل ہوگا تو باطل پر ضرور ہوگا ورنہ تعطل نفس ناطقہ لازم آئے گا جو محال ہے
لہذا اگر باطل کو اُس نے اختیار کیا تو نقصان یقینی ہے ۱۲ ۵۴ یہاں ہدایت سے مراد علم اور ایمان کا نور اور ضلال سے مُراد
جہالت اور حکم خدا کی نافرمانی ہو پس مطلب یہ ہو کہ جس شخص کے علم اور ایمان کا نور اُسکو سیدھی راہ پر نہیں لگائے گا اُسکو
گمراہی یقیناً ٹیڑھی راہ پر لگادے گی کیونکہ یا تو سیدھی راہ ہو یا ٹیڑھی پس جو سیدھی راہ پر لگ نہ سکا وہ ضرور ٹیڑھی ہی
راہ پر لگے گا اور یہ بھی ثابت ہے کہ سیدھی راہ پر لگانے والا ایمان و علم اور اعمال صالحہ ہی ہیں اور ٹیڑھی راہ پر لگانے والا
جہالت اور کفر و فسق و فجور ۱۲ ۵۵ اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ انسان کو دنیا کی زینت اور اسکی فریب دہ زندگی سے بچنے
اور آخرت کے سامان میں مشغول رہنے کا حکم دیا گیا ہو جسکے متعلق حدیثوں سے کتب احادیث بھری ہوئی ہیں خود کلام مجید میں
بھی کئی موقع پر اسکا حکم ہو چنانچہ فرماتا ہو ففروا الی اللہ انی لکم نذیر مبین یعنی تم لوگ دنیا سے خدا کی طرف بھاگو
یقیناً میں تم کو کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں دوسرا ارشاد ہو سابقوا الی مغفرۃ من ربکم وجنۃ عرضھا کعرض
السماء والارض الآیہ یعنی تم لوگ اپنے پروردگار کی بخشش اور بہشت کی طرف لپک کے آگے بڑھ جاؤ جس کا عرض
آسمان اور زمین کے عرض کے برابر ہو ۱۲ ۵۶ جیسا کہ کلام مجید میں ہو دتزودوا فان خیر الزاد التقویٰ یعنی توشہ

آخرت حاصل کرو اور بہترین زاد تقویٰ ہے ۱۲ ۔

خطبہ (۳۰)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

أَيُّهَا النَّاسُ الْمُجْتَمِعَةُ أَبْدَانُهُمْ! الْمُخْتَلِفَةُ أَهْوَاؤُهُمْ! كَلَامُكُمْ يُوهِي الصُّمَّ الصِّلَابَ۔ وَفِعْلُكُمْ يُطْمِعُ فِيكُمُ الْأَعْدَاءَ۔ تَقُولُونَ فِي الْمَجَالِسِ كَيْتَ وَكَيْتَ۔ فَإِذَا جَاءَ الْقِتَالُ قُلْتُمْ حِيدِي حَيَادِ! مَا عَزَّتْ دَعْوَةُ مَنْ دَعَاكُمْ۔ وَلَا اسْتَرَاحَ قَلْبُ مَنْ قَاسَاكُمْ۔ أَعَالِيلُ بِأَضَالِيلَ۔ دِفَاعَ ذِي الدَّيْنِ الْمَطُولِ۔ لَا يَمْنَعُ الضَّيْمَ الذَّلِيلُ۔ وَلَا يُدْرَكُ الْحَقُّ إِلَّا بِالْجِدِّ۔ أَيَّ دَارٍ بَعْدَ دَارِكُمْ تَمْنَعُونَ؟ وَمَعَ أَيِّ إِمَامٍ بَعْدِي تُقَاتِلُونَ؟ الْمَغْرُورُ وَاللهِ مَنْ غَرَرْتُمُوهُ۔ وَمَنْ فَازَ بِكُمْ فَقَدْ فَازَ وَاللهِ بِالسَّهْمِ الْأَخْيَبِ۔ وَمَنْ رَمَى بِكُمْ فَقَدْ رَمَى بِأَفْوَقَ نَاصِلٍ۔ أَصْبَحْتُ وَاللهِ لَا أُصَدِّقُ قَوْلَكُمْ۔ وَلَا أَطْمَعُ فِي نَصْرِكُمْ۔ وَلَا أُوعِدُ الْعَدُوَّ بِكُمْ۔ مَا بَالُكُمْ؟

حضرت علیہ السلام کے ایک خطبہ کا کچھ حصہ۔

اے وہ (ناہنجار) لوگو! جن کی (صورتیں اور) اعضا
ملے ہوئے (نظر آتے) ہیں (لیکن) خواہشیں سب کی مختلف
(اور پراگندہ) ہیں تمہارا کلام تو (ایسا بہادرانہ ہوتا ہے کہ)
سخت پتھروں کو بھی ٹکڑے ٹکڑے کردے اور تمہارا کام (ایسا بزدلانہ)
ہوتا ہے) جس سے دشمن تمہاری طمع کریں (کہ ان کا مارنا)
کیا چیز ہے) مجمعوں میں تو کہتے ہو یہ کریں گے وہ کریں گے
اور جب جنگ (سر پر) پہونچ جاتی ہے تو کہنے لگتے ہو الگ
الگ! (غرض) جس نے تمھیں بُلایا اُسکو (تمھارا بلانا)
نہ آیا (راس نہیں) اور جو تمہارے رنج میں شریک ہوا اُس
دل کو آرام نصیب ہوا کیونکہ تمہارے عذر ضلالت کے جا
ہیں جسطرح قرضدار شخص حیلہ حوالہ کر کے ٹال لیتا ہے (سچ ہے)
ذلیل شخص ظلم کو روک نہیں سکتا اور حق بغیر مشقت کے
نہیں سکتا اب تم کس گھر کی حفاظت کروگے جب اپنے
گھر کو نہیں بچاتے اور میرے بعد کس امام کی معیت میں
جہاد کروگے؟ بخدا (غافل اور) دھوکہ کھانے والا
شخص ہے جو تمہارے دھوکہ میں آئے اور جو تمہارے ذریعہ سے
کامیاب ہو اُس نے بخدا کامیابی میں وہ تیر پایا جس کا کوئی
حصہ نہیں اور جس نے تمہارے ذریعہ سے کسی کو تیر مارا اُس نے
ٹوٹا ہوا بے سرا تیر مارا (جو شکار کو لگتا نہیں) اب تو بخدا

مَا دَوَاؤُكُمْ؟ مَا طِبُّكُمْ؟ اَلْقَوْمُ رِجَالٌ اَمْثَالُكُمْ- اَقَوْلاً بِغَيْرِ عِلْمٍ؟ وَغَفْلَةً مِنْ غَيْرِ وَرَعٍ! وَطَمَعاً فِي غَيْرِ حَقٍّ!

ایسی حالت میں ہو گیا کہ نہ تمھاری کسی بات کی تصدیق کر سکتا ہوں اور نہ تمھاری مدد کی اُمید رکھ سکتا ہوں اور نہ کسی دشمن کو تم سے ڈرا سکتا ہوں (آخر) تمھارا کیا حال ہے؟ تمھاری کیا دوا ہے؟ اور تمھارا کیا علاج ہے؟ یہ لوگ (اہل شام بھی تو) تمھارے ہی ایسے مرد ہیں (پھر کیوں ان سے ڈرتے ہو جو نہیں لڑتے) کیا بے جانی (بوجھی) بات (کہتے) بے خوف کی غفلت (برتتے) اور بغیر استحقاق کے لالچ (کرتے ہو) ۶

لہ اس خطبہ میں حضرت کا مقصود اہل کوفہ و عراق کو اس امر پر تنبیہ کرنا ہے کہ اُن میں ایسے اوصاف پائے جاتے ہیں جو دین میں مذموم قرار دیے گئے ہیں اور جو اُن کی حسنِ سیرت اور خوبیٔ طبیعت کی ابتک ظاہر نہیں کرتے چنانچہ اس مقصود کو حضرت نے اُن لوگوں کے تین امروں کی طرف اشارہ کر کے ظاہر کیا ہے اول اُنکے حالات دوسرے اُن کی باتیں تیسرے اُن کے افعال۔ پس اُن کی حالت تو یہ ہے کہ ظاہری جسم اکٹھا اور ملے ہوئے نظر آتے ہیں مگر ہر شخص کی خواہش اور ہر ایک کی رائے علیحدہ علیحدہ اور پراگندہ ہے جو اصلی سبب اُنکے ضعف اور شکستگی کا ہے اور جس سے سب نے ایک دوسرے کو اُس کی مصیبت میں گرفتار چھوڑ دیا ہے اور اُن کے باتوں کی یہ حالت ہے کہ اُنکے سُننے سے سخت اور شقی دل تک سہم جاتے ہیں اور اُن باتوں کے سُننے والے سمجھتے ہیں کہ اس شخص کی بات ایسی لیرانہ ہے تو کام کیسا خونخوار ہو گا کیونکہ بغیر نہایت درجہ شجاعت اور ثبات قدم کے ایسا کلام کون کرے گا لیکن وہ لوگ یہ نہیں جانتے کہ یہ لوگ صرف زبانی باتیں ہی جانتے ہیں دگر ہیچ چنانچہ اُنکے کلام سے اسکا ثبوت ملجاتا ہے جس کی حالت یہ ہے کہ جب جنگ چھڑ جاتی ہے اور کام کا وقت اور زبانی دعووں کے وفا کرنے کا موقع پہونچ جاتا ہے تو ہر شخص جان چرانے لگتا ہے۔ ایک دوسرے پر ٹالتا ہے نئے نئے حیلے تراشتا ہے اور مختلف صورتوں سے اپنے کو شرکت سے بچا لیتا ہے ۱۲ لہ الصم الصلاب کے متعلق علامہ ابن میثم علیہ الرحمہ اپنی شرح نہج البلاغہ میں تحریر فرماتے ہیں واستعار لفظی الصم الصلاب من اوصاف الحجارة القلوب لتی تضعف من سماع کلامھم کما شبہ القرآن الکریم بھا فھی کالحجارة او اشد قسوة یعنی حضرت نے دونوں لفظوں الصم الصلاب کو جو پتھر کے اوصاف سے ہیں اُن دلوں کے لئے بطور استعارہ استعمال فرمایا ہے جو اُن لوگوں کی باتوں سے نرم اور کمزور ہو جاتے ہیں چنانچہ خداوند عالم نے بھی سخت دلوں کو پتھر سے تشبیہ دی ہے کہ فرمایا ہے فھی کالحجارة او اشد قسوة (آیہ ۷۴، بقرہ) یعنی یہ دل مثل پتھر کے سخت ہیں یا اس سے بھی زیادہ کرخت ۱۲ لہ یعنی تمھاری باتوں سے تو آدمی کیا پتھر تک کمزور اور شکستہ ہو جاتا ہے لیکن جب دشمن تمھاری حرکات و سکنات کو دیکھتے ہیں تو سمجھ جاتے ہیں کہ ان کی باتیں محض باتیں ہی ہیں

اور اُن کے ہاتھ پیر دل و دماغ سے کچھ ہونے والا نہیں ہی لہذا اب بجائے خوف زدہ ہونے کے اُن کو تمہاری
دامنگیر ہوتی ہی کہ کسی طرح جلد ہم ان لوگوں تک پہونچ جائیں اور انھیں مار کر رکھ دیں ۱۲ ۵۴ کیت کیت عربی زبان
میں اصطلاح ہی معنی فلاں فلاں بات اور حیدی حیاد بھی ایک اصطلاح ہے جسکو جنگ سے بھاگنے والے یا اُس سے
ڈرنے والے استعمال کرتے ہیں یعنی اے جنگ مجھ سے علیحدہ رہ مجھے جانے دے مجھے بچائے ۱۲ ۵۵ بقول علامہ ابن
ابی الحدید اس خطبہ کو حضرت نے ضحاک بن قیس کے غارت کے متعلق ارشاد فرمایا ہی جس کا واقعہ یہ ہی کہ واقعہ حکمین کے
بعد ۳۹ہجری میں جب معاویہ کو معلوم ہوا کہ حضرت علی شام کی طرف اُسکی خبر لینے کو آرہے ہیں تو نہایت درجہ
خوف زدہ ہوا شہر سے باہر نکل کر اپنے لوگوں کو جمع کیا اور حضرت علی سے مقابلہ کرنے پر خطبہ دیا اور تدبیر جنگ کے متعلق
دیر تک ہر شخص سے مشورہ کیا جب کوئی صورت کامیابی کی نہ نکلی تو مکر و فریب کی راہیں اختیار کیں اور ضحاک
بن قیس کو تین چار ہزار فوج کے ساتھ کوفہ کے اطراف میں لوٹ مار کرنے کے لیے روانہ کیا اور اُس سے کہا کہ اُس طرف
علیؑ کی جماعت سے جس کو پاؤ لوٹ لو اور کوئی چھاؤنی یا فوج ملے تو اُس پر بھی چھاپہ مارو اور جب صبح ہونے لگے تو وہاں
سے چل دو پھر دوسرے مقام پر شب کو چھاپہ مارو۔ اور جب معلوم ہو کہ کوئی فوج تمھارے مقابلہ کیلئے بھیجی گئی ہے
تو وہاں نہ ٹھہرنا ورنہ لڑکر بھاگنا پڑے گا۔ پس ضحاک لوٹ مار اور حضرت علی کے کارندوں کو پریشان کرتا تعلبیہ
پہونچا جہاں حاجیوں کے ایک قافلہ کو لوٹ لیا۔ وہاں سے قطقطانہ تک آ پہونچا۔ جناب امیرؑ کو یہ خبر معلوم ہوئی تو
لوگوں سے اُس کے مقابلہ کیلئے کہا مگر سب جان چرانے لگے جس پر رنجیدہ ہو کر حضرت نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا کہ تم
لوگ دیکھنے میں تو ایک اور متحد معلوم ہوتے ہو لیکن تمھارے دل و دماغ مفسد خیالات کے سبب سے پراگندہ ہیں۔ بعد ازاں
حضرت نے حجر بن عدی کو کچھ فوج کے ساتھ ضحاک کی سرکوبی کیلئے روانہ کیا۔ حجر کوچ کرتے ہوئے چلے گئے یہاں تک
مقام تدمر پر دونوں فوجوں میں مقابلہ ہوا اور تھوڑی ہی دیر میں معاویہ کا لشکر اپنے سردار ضحاک بن قیس کے ساتھ بھاگ
کھڑا ہوا۔ اس جنگ میں ضحاک کے انیس ۱۹ اور حجر کے صرف دو ۲ آدمی مارے گئے۔ رات کو معاویہ کا لشکر اس خاموشی سے
بھاگا کہ حجر بن عدی کو خبر نہ ہوسکی جب صبح کو ڈھونڈھنے لگے تو وہاں کسی کا بھی پتہ نہ تھا (تاریخ کامل مطبوعہ مصر
صفحہ ۱۵۱ و شرح ابن ابی الحدید مطبوعہ مصر جلد ا صفحہ ۱۵۴ وغیرہ) ۱۲ ۵۶ عرب میں لوگ تیروں سے جوا کھیلتے تھے جسمیں ہر تیر کا
مختلف حصہ ہوتا تھا اور بعض تیر کا کوئی حصہ نہیں رکھا جاتا تھا اُسی کو حضرت سہم اخیب فرماتے ہیں یعنی تم لوگ ایسے بیکار
ہو کہ اگر تم سے کسی جنگ میں فتح بھی حاصل ہو تو بیکار جس سے نہ فاتح کو کوئی نفع پہونچے نہ مخالف کو کوئی نقصان ۱۲
یعنی زبان سے تو لڑنے کا وعدہ کرتے ہو مگر دل میں جنگ کا ارادہ نہیں ہی تو جس بات کو دل سے نہیں چاہتے ہو اُس کی

کرتے ہو۔ اور بغیر کسی معقول عذر کے جنگ سے غافل ہو رہے ہو۔ کیونکہ اگر کسی دینی یا دنیوی مصلحت کے سبب سے غفلت کرتے تو خیر معذور ہوتے مگر تمھیں تو کوئی عذر نہیں ہے دشمن پر غلبہ اور اسپر فضیلت حاصل کرنے کی طمع تو رکھتے ہو مگر بلا استحقاق کیونکہ یہ تو جب ہوتا کہ تم اُن سے لڑتے جہاد کرتے جس کی طرف قرآن مجید میں بھی اشارہ ہے دیحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا یعنی جو کام نہیں کرتے اُس کے بارے میں چاہتے ہو کہ تعریف کی جاوے ۱۲۔

خطبہ (۳۱)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي مَعْنَى قَتْلِ عُثْمَانَ۔

حضرت کے ایک خطبہ کا کچھ حصہ قتل عثمان (کا حکم دینے یا اُس سے منع کرنے) کے بارے میں[1]

لَوْ أَمَرْتُ بِهِ لَكُنْتُ قَاتِلًا۔ أَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ لَكُنْتُ نَاصِرًا۔ غَيْرَ أَنَّ مَنْ نَصَرَهُ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَقُولَ خَذَلَهُ مَنْ أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ۔ وَمَنْ خَذَلَهُ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَقُولَ نَصَرَهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي۔ وَأَنَا جَامِعٌ لَكُمْ أَمْرَهُ۔ اِسْتَأْثَرَ فَأَسَاءَ الْأَثَرَةَ۔ وَجَزِعْتُمْ فَأَسَأْتُمُ الْجَزَعَ۔ وَلِلّٰهِ حُكْمٌ وَاقِعٌ فِي الْمُسْتَأْثِرِ وَالْجَازِعِ۔

اگر میں اس (قتل عثمان) کا حکم دیے ہوتا (جیسا کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے) تو خود ہی قاتل ہوتا (حالانکہ ایسا نہیں ہی) اور اگر اُس سے منع کیے ہوتا تو (اُن کا) مددگار ہوتا (حالانکہ ایسا بھی نہیں ہی کیونکہ یہ تو جب ہوتا کہ مجھے کچھ اختیار ہوتا) البتہ جس نے اُن کی مدد کی وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ اُن کو اُس نے چھوڑ دیا جس سے میں بہتر ہوں اور جس نے اُن کو چھوڑ دیا وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ اُس نے اُن کی مدد کی جو مجھ سے بہتر ہے (تو ہم اور کل صحابہ اس بارے میں برابر ہوئے) اور میں تمھارے لیے اُن کے امر کا جمع کرنے والا ہوں کہ اُنھوں نے نفس پروری اور خود رائی کی اور اسمیں بہت زیادتی کی اور تم لوگوں نے بھی بے صبری کی تو نہایت بُری طرح بے صبر ہوئے۔ اب خدا (اُس) نفس پروری کرنیوالے اور (ان) بے صبروں میں جو حکم (چاہے) کرے[1]

---

[1] علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں ھذا الکلام بظاھرہ یقتضی انہ ما امر بقتلہ ولا نھی عنہ فیکون دمہ عندہ فی حکم الامور المباحۃ التی لا یومر بھا ولا ینھی عنھا یعنی اس کلام کا مقتضی بظاہر یہ ہے کہ حضرت علیؑ نے نہ تو عثمان کے قتل کا حکم دیا نہ اس سے لوگوں کو منع کیا لہذا عثمان کا خون کرنا حضرت کے نزدیک ان مباح اُمور میں ہوگا جن کا نہ حکم دیا جاتا ہی اور نہ اُن سے منع کیا جاتا ہی یعنی شرعاً عثمان کے قتل کا نہ حکم دینا واجب تھا نہ اُس سے

منع کرنا ضروری تھا مگر خود ابن ابی الحدید اسکو رد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مُراد اس نہی سے منع ہی جیسا کہ کہا جاتا ہو امیر
اموال رعایا سے نہی کرتے ہیں یعنی منع کرتے ہیں تو مُراد اس سے یہ ہوئی حضرت نے قتل عثمان سے منع نہیں کیا یعنی روکا نہیں
کیونکہ حضرت اسپر قادر نہ تھے اور جانتے تھے ہمارے رُوکے یہ امر رک نہیں سکتا ورنہ تمامی تواریخ و سیر میں اسکی تصریح
ہے کہ حضرت نے حتے الامکان لوگوں کو نہی کیا اور سمجھایا کہ یہ قتل مناسب نہیں ہی اسی لئے حضرت فرماتے ہیں او نہیت عنہ
لکنت ناصرا کہ اگر ہم رُوکتے تو ناصر و مددگار ہوتے حالانکہ ایسا نہیں ہی نہ ہم نے حکم بقتل دیا کہ قاتل کہلائیں اور نہ اس
منع کیا کہ ہم ناصر کہلائیں کیونکہ نہی عن المنکر کیلئے ضرورت اسکی ہی کہ ناہی کو تاثیر کی بھی اُمید ہو۔ اسکے بعد علامہ ممدوح نے تاریخ
طبری سے اُن وجوہ و اسباب کو تفصیل سے ذکر کیا ہی جن کے سبب سے لوگ عثمان کے دشمن ہوگئے اور آخر انکو قتل کیا جو
خلاصہ یہ ہی کہ عثمان نے بہت سی بدعتیں حادث کیں جس کے سبب سے لوگ عثمان کے مخالف ہوگئے مثلاً بنی اُمیہ کے فاسقوں
جاہلوں اور بدمعاشوں کو صوبجات کا والی بنا دیا مال غنیمت و خراج کو جو بیت المال کا تھا اپنے مخصوصین کو سب کا سب
دے دیا کرتے۔ بیت المال میں اسراف کرتے۔ حکم بن عاص کو جسے رسول خدا صلعم نے مدینہ سے ہمیشہ کے لئے جلاوطن کر دیا تھا
مدینہ میں واپس بُلا کر رکھ لیا اور بیت المال سے ایک لاکھ درہم بھی دے دیا۔ اپنے داماد حارث بن حکم کے نام مدینہ کے فروخت شدہ
مال کا دسواں حصہ مقرر کر دیا حالانکہ رسول خدا نے اُسے مسلمانوں پر تصدق کر دیا تھا اپنے دوسرے داماد مروان بن حکم کو
افریقہ کا خمس دیدیا عبداللہ بن مسعود اور ابوذر کا روزینہ بند کر دیا اور ابوذر کو جلاوطن کر دیا یہاں تک کہ انھوں نے ربذہ
میں انتقال کیا۔ عمار یاسر کو اسقدر مارا کہ بیچارے بیہوش ہوگئے اور اُنھیں مرض فتق ہوگیا اسی طرح اور بہت سے شر و فساد کے
امور اپنے آخر خلافت میں کئے جس سے لوگ باغی ہوگئے اور آخر قتل کیا ۱۲ ؁ غرض یہ ہی کہ چونکہ حضرت پر یہ الزام
کیا جاتا تھا کہ آپنے عثمان کو اپنی نصرت سے محروم رکھا لہذا حضرت نے فرمایا کہ اگر فرض کیا جائے ایسا ہی ہو تو کوئی
نہیں کیونکہ جس نے عثمان کو محروم کیا وہ افضل ہی اُس سے جس نے نصرت کی کیونکہ ناصران عثمان سب فساق و فجار
مثل مروان وغیرہ کے جن کا فسق و فجور تمام عالم پر ظاہر ہی بخلاف اسکے خاذلان عثمان تمامی مہاجرین و انصار ہیں جن کی
افضلیت تم سب کو مسلم ہی تو اگر ہم خاذل ہی تسلیم کئے جائیں تو اُن سے افضل ہوں گے جو ناصر تھے اسی لئے ارشاد میں
جملہ من نصرہ لا یستطیع ان یقول خذلہ من انا خیر منہ کو مقدم کیا کیونکہ ناصران عثمان وہی تھے جن کا فسق
و فجور مسلم ہی پھر وہ کیونکر دعوے کر سکتے ہیں کہ ہم اُن سے افضل ہیں جنھوں نے محروم کیا۔ سعد بن ابی وقاص جو عشرہ مبشرہ
سے ہیں عمرو عاص کو لکھتے ہیں وامسکنا نحن عنہ ولو شئنا لدفعنا عنہ ولکن عثمان غیّر و تغیّر واحسن و
اساء فان کنا احسنا فقد احسنا وان کنا اساءنا فنستغفر اللہ (کتاب الامامۃ صـ۴ـ) ہم لوگوں نے اپنی امداد

روک رکھا اور اگر چاہتے تو اس بلا کو عثمان سے دفع کرتے مگر خود عثمان نے بہت کچھ شریعت کو بدل دیا اور خود بھی بدل گئے اور اچھا بھی کیا برا بھی کیا۔ تو اگر ہم نے اچھا کیا تو اچھا کیا اور اگر برا کیا تو خدا سے استغفار کرتے ہیں۔ لہذا معلوم ہوا کہ قتل عثمان برضامندی تمام مہاجرین وانصار ہوا پھر کون کہہ سکتا ہے کہ مروان وغیرہ اُن سے افضل تھا ۱۲ ؎ ۳۱ یعنی عثمان نے خود رائی اور خود غرضی کو راہ دی اور اسمیں نہایت مبالغہ اور شدت کی کہ آنکھ بند کر کے مال وحقوق مسلمین کو اپنے اعزا و اقربا میں تقسیم کرنا شروع کر دیا اور جاگیر وجائداد سب کی سب اپنے ہی لوگوں کے حوالہ کر دیں اور خود رائی کی یہ حد ہو گئی کہ سوائے اپنے اور اپنے وزیر مروان کے کسی کی بات سُنتے ہی نہ تھے حتے کہ جو بھی خواہ بطور مشورہ بھی کوئی بات کہتے تو اسکو اپنی دشمنی پر محمول کرتے اور تم مسلمانوں نے اُن کی اس خود رائی اور خود غرضی پر بے صبری ظاہر کی اور اسکو اسقدر اہم کر دیا کہ عثمان کے قتل پر آمادہ ہو گئے یعنی نہ تو عثمان نے اپنی خود غرضیوں کو کم کیا اور نہ تم نے اُن کی ان زیادتیوں پر صبر وتحمل سے کام لیا بلکہ ان کی سزا کی تجویز کی تو وہ بھی بالکل آخری کہ اُن کو قتل ہی کر کے چھوڑا پس اب خدا جو حکم بھی عثمان اور تم لوگوں کے متعلق دے یعنی خواہ اُن سے اور تم لوگوں سے اسکا مواخذہ کرے خواہ معاف کر دے ۱۲

خطبہ (۳۲)

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
لَمَّا أَنْفَذَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ إِلَى الزُّبَيْرِ قَبْلَ وُقُوعِ الْحَرْبِ يَوْمَ الْجَمَلِ لِيَسْتَفِيئَهُ إِلَى طَاعَتِهِ قَالَ لَهُ.
لَا تَلْقَيَنَّ طَلْحَةَ. فَإِنَّكَ إِنْ تَلْقَهُ تَجِدْهُ كَالثَّوْرِ عَاقِصًا قَرْنَهُ. يَرْكَبُ الصَّعْبَ وَيَقُولُ هُوَ الذَّلُولُ. وَلٰكِنِ الْقَ الزُّبَيْرَ. فَإِنَّهُ أَلْيَنُ عَرِيكَةً فَقُلْ لَهُ: يَقُولُ لَكَ ابْنُ خَالِكَ: عَرَفْتَنِي بِالْحِجَازِ وَأَنْكَرْتَنِي بِالْعِرَاقِ. فَمَا عَدَا مِمَّا بَدَا؟ (قَالَ الشَّرِيفُ)

حضرت علیہ السلام کے اُس کلام کا کچھ حصہ جبکہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو جنگ جمل واقع ہونے کے قبل زبیر کے پاس روانہ کرتے وقت فرمایا کہ وہ اُس (زبیر) کو حضرت کی طاعت کیطرف واپس لائیں۔ آپنے اُن سے ارشاد کیا۔ (دیکھو!) طلحہ سے نہ ملنا کیونکہ اگر تم اُس سے ملوگے تو اُسکو مثل اُس سانڈ کے پاؤگے جو (کبر ونخوت سے) اپنے سینگ موڑے ہو۔ وہ سوار تو ہوتا ہے سخت سواری پر اور کہتا ہو کہ یہ تو نرم ہی۔ البتہ زبیر سے ملنا کیونکہ وہ (شخص) نرم طبیعت کا ہے اور اُس سے کہنا کہ تمھارے ماموں زاد بھائی تم سے کہتے ہیں" حجاز میں تو تم نے مجھے (خلیفہ برحق) جانا اور عراق میں مجھ سے ناآشنا بن گئے! پس جو بات ظاہر ہو چکی اُس سے

أَقُوْلُ : هُوَ اَوَّلُ مَنْ سَمِعْتُ مِنْهُ هٰذِهِ الْكَلِمَةَ اَعْنِيْ : فَمَا عَدَا مِمَّا بَدَا ۔

کس چیز نے پھیر دیا ؟ " (قول سید رضی علیہ الرحمہ) عرض کرتا ہوں کہ حضرت (امیر المومنین علیہ السلام) بزرگ ہیں جن سے یہ کلمہ فما عدا مما بدا سُنا گیا ہے (کہ حضرت سے قبل کسی کے کلام میں یہ مثل نہیں ہے)

لـه زبیر بن العوام جناب صفیہ بنت عبد المطلب کے بیٹے تھے پس صفیہ جناب ابو طالب کی بہن اور جناب ابو[...] زبیر کے ماموں ہوئے اسی سبب سے حضرت امیر المومنین نے اپنے کو اُن کا ماموں زاد بھائی فرمایا اور یہ عام قاعدہ عر[ب] کہ ایسے مواقع پر اظہار قرابت کرلاتے ہیں ۱۲ ؎ ۲ یعنی مدینہ میں تو تمھارے نزدیک میں قابل خلافت تھا چنانچہ تم[...] اصرار کرکے میری بیعت کی اب عراق یعنی بصرہ میں آکر میرے مخالف اور میری بیعت سے علیحدہ ہو گئے تو جو بیعت [...] کر چکے ہو اُس سے روگردانی کی کوئی وجہ ہونی چاہیے اُسکو بتاؤ کہ کیا ہے ۱۲

خطبہ (۳۲)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا قَدْ أَصْبَحْنَا فِي دَهْرٍ عَنُوْدٍ ۔ وَزَمَنٍ كَنُوْدٍ ۔ يُعَدُّ فِيْهِ الْمُحْسِنُ مُسِيْئًا ۔ وَيَزْدَادُ الظَّالِمُ عُتُوًّا ۔ لَا نَنْتَفِعُ بِمَا عَلِمْنَا ۔ وَلَا نَسْأَلُ عَمَّا جَهِلْنَا ۔ وَلَا نَتَخَوَّفُ قَارِعَةً حَتّٰى تَحُلَّ بِنَا ۔ فَالنَّاسُ عَلٰى أَرْبَعَةِ أَصْنَافٍ : مِنْهُمْ مَنْ لَا يَمْنَعُهُ الْفَسَادُ إِلَّا مَهَانَةُ نَفْسِهٖ ۔ وَكَلَالَةُ حَدِّهٖ ۔ وَنَضِيْضُ وَفْرِهٖ ۔ وَمِنْهُمُ الْمُصْلِتُ لِسَيْفِهٖ ۔ وَالْمُعْلِنُ بِشَرِّهٖ ۔ وَالْمُجْلِبُ بِخَيْلِهٖ وَرَجِلِهٖ ۔ قَدْ أَشْرَطَ نَفْسَهٗ وَأَوْبَقَ دِيْنَهٗ ۔ لِحُطَامٍ يَنْتَهِزُهٗ ۔

حضرت علیہ السلام کے ایک خطبہ کا کچھ حصّہ [...] لوگو! ہم ایک ایسے ظالم و جفا کار دہر اور سخت [...] و ستمگار زمانہ میں داخل ہو گئے ہیں جسمیں نیکوکار شخ[ص] بدکار سمجھا جاتا ہے اور ظالم (اپنے) جور و ستم میں ا[...] بڑھتا جاتا ہے۔ جس امر کا ہمیں علم ہے اُس سے نفع [نہیں] اُٹھاتے (حالانکہ علم کی یہی غرض ہے) اور جس چیز [سے] جاہل ہیں اُسکو دریافت نہیں کرتے (حالانکہ ضرور[...] چاہیے) اور جب تک کوئی مصیبت ہم پر آ نہیں [...] اُس سے ڈرتے نہیں ۔ بہرحال (اس زمانہ کے) لوگ چار قسم پر ہیں بعض (یعنی پہلی قسم کے) وہ ہیں جنکو فسا[د] صرف اُن کے نفس کی پستی اور ساز و سامان کی خرا[بی] مال و دولت کی کمی روکے ہوئے ہے (کہ اسباب شر[...] ہی اُنکے پاس نہیں ورنہ کیا کچھ نہ کر ڈالتے) اور بعض

أو مقنب يقوده. أو منبر يفرعه.
ولبئس المتجر أن ترى الدنيا
لنفسك ثمناً. ومما لك عند الله
عوضاً. ومنهم من يطلب الدنيا
بعمل الآخرة. ولا يطلب الآخرة
بعمل الدنيا. قد طامن من شخصه.
وقارب من خطوه. وشمّر من
ثوبه. وزخرف من نفسه للأمانة.
واتخذ ستر الله ذريعة إلى المعصية.
ومنهم من أبعده عن طلب الملك
ضؤولة نفسه. وانقطاع سببه.
فقصرته الحال على حاله. فتحلى
باسم القناعة. وتزين بلباس أهل
الزهادة. وليس من ذلك في مراح
ولا مغدى. وبقي رجال غضّ أبصارهم
ذكر المرجع. وأراق دموعهم خوف
المحشر: فهم بين شريد نادّ.
وخائف مقموع. وساكت مكعوم.
وداع مخلص. وثكلان موجع. قد
أخملتهم التقية. وشملتهم الذلة.
فهم في بحر أجاج. أفواههم ضامزة.
وقلوبهم قرحة. وقد وعظوا
حتى ملّوا. وقهروا حتى ذلّوا.

دوسری قسم کے) وہ ہیں جو (ہر وقت) اپنی تلوار کھینچے رکھتے
اپنے شر (و فساد) کو علانیہ کرتے اور اپنے سوار و پیادوں کو
اکٹھا رکھتے ہیں۔ اُنھوں نے اپنے نفس کو (ظلم کے لیے)
آمادہ کر رکھا اور اپنے دین کو برباد کر ڈالا ہے (یہ سب صرف)
مالِ دنیا لوٹنے یا لشکر کشی کرنے یا منبر پر بلند ہونے کیلئے (ہے)
افسوس یہ کیا ہی بُری تجارت ہے کہ تو دنیا (ایسی حقیر و ذلیل
چیز) کو اپنے نفس (ایسی شریف شے) کی قیمت اور خدا کے یہاں
تیرے لئے جو اجر ہے اُسکا عوض قرار دے اور بعض (یعنی تیسری
قسم کے) وہ لوگ ہیں جو آخرت کے اعمال بجا لاکر دنیا حاصل
کرنی چاہتے ہیں اور دُنیا میں عمل کرکے آخرت کے خواہاں
نہیں ہوتے۔ اُنھوں نے اپنے بدن کو (نمائشی خشوع و خضوع
سے) پست کر دیا ہے (راہ چلنے میں) اپنے قدموں کو نزدیک
نزدیک رکھا کئے (کہ تقدس ظاہر ہو) اپنے لباس کو (عبادت
خدا کی مستعدی ظاہر کرنے کیلئے) سمیٹے رکھتے اپنے نفس کو
امانت کیلئے آراستہ کئے رہتے۔ اور خدا کے پردہ کو گناہ کا آڑ
بنائے رہا کئے ہیں۔ اور بعض (یعنی چوتھی قسم کے) وہ لوگ ہیں
جن کو ملک گیری (کی تمنا) سے (صرف) اُنکے نفس کے ضعف
و حقارت اور ساز و سامان کے فقدان نے دُور کر دیا ہے پس
اُنکی (موجودہ) حالت نے اُنکو اُسی (سابق) حال پر روک رکھا ہے
(کہ اُس سے بڑھنے نہیں پاتے) لہٰذا وہ صفت قناعت سے
آراستہ اور زاہدوں کے لباس سے مزین ہیں حالانکہ (درحقیقت)
شام و صبح (کے کسی وقت) میں (بھی) اُنکو ان (اوصاف) سے
کوئی تعلق نہیں باقی رہے وہ لوگ جن کی نگاہیں روزِ قیامت کی

وَقُتِلُوا حَتّٰى قَلُّوا. فَلْتَكُنِ الدُّنْيَا
فِي أَعْيُنِكُمْ أَصْغَرَ مِنْ حُثَالَةِ الْقَرَظِ
وَقُرَاضَةِ الْجَلَمِ. وَاتَّعِظُوا بِمَنْ كَانَ
قَبْلَكُمْ قَبْلَ أَنْ يَتَّعِظَ بِكُمْ مَنْ بَعْدَكُمْ
وَارْفُضُوهَا ذَمِيمَةً. فَإِنَّهَا قَدْ رَفَضَتْ
مَنْ كَانَ أَشْغَفَ بِهَا مِنْكُمْ. (قَالَ
الشَّرِيفُ) أَقُولُ: هٰذِهِ الْخُطْبَةُ رُبَّمَا
نَسَبَهَا مَنْ لَا عِلْمَ لَهُ إِلَى مُعَاوِيَةَ.
وَهِيَ مِنْ كَلَامِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ
السَّلَامُ الَّذِي لَا يُشَكُّ فِيهِ وَأَيْنَ
الذَّهَبُ مِنَ الرَّغَامِ؟ وَالْعَذْبُ
مِنَ الْأُجَاجِ؟ وَقَدْ دَلَّ عَلٰى ذٰلِكَ
الدَّلِيلُ الْخِرِّيتُ وَنَقَدَهُ النَّاقِدُ
الْبَصِيرُ عَمْرُو بْنُ بَحْرٍ الْجَاحِظُ فَإِنَّهُ
ذَكَرَ هٰذِهِ الْخُطْبَةَ فِي كِتَابِ
الْبَيَانِ وَالتَّبْيِينِ وَذَكَرَ مَنْ
نَسَبَهَا إِلَى مُعَاوِيَةَ ثُمَّ قَالَ: هِيَ
بِكَلَامِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَشْبَهُ.
وَبِمَذْهَبِهِ فِي تَصْنِيفِ النَّاسِ وَ
بِالْإِخْبَارِ عَمَّا هُمْ عَلَيْهِ مِنَ الْقَهْرِ
وَالْإِذْلَالِ وَمِنَ التَّقِيَّةِ وَالْخَوْفِ
أَلْيَقُ. قَالَ: وَمَتٰى وَجَدْنَا مُعَاوِيَةَ
فِي حَالٍ مِنَ الْأَحْوَالِ يَسْلُكُ فِي

یاد نے پست کر دیا اور خوف محشر نے اُنکے آنسوؤں کو
ڈالا ہی پس انمیں سے کوئی تو سب سے الگ اور کنارہ کش
کوئی خوف زدہ ذلیل و خوار ہی کوئی خاموش لب بند
اخلاص سے (امر حق کی طرف) بُلانے والا اور کوئی
درد رسیدہ ہے۔ خوف خدا نے ان لوگوں کو گوشہ گم
ڈال رکھا ہی۔ اور ذلت و خواری انکو گھیرے ہوئے ہی
(بیچارے) ایک کھاری سمندر میں پڑے ہوئے ہیں کہ ان
بند اور دل زخمی ہو رہے ہیں۔ انھوں نے لوگوں کو
و پند کیا کہ (اُنکی ناشنوائی سے) تھک گئے اور (مخالفوں
اسقدر) دبائے گئے کہ (بظاہر) ذلیل ہو گئے اور
قتل کیے گئے کہ (بہت) کم ہو گئے (غرض جب خاص
کی یہ حالت ہے) تو چاہیے کہ دنیا تمھاری نظروں میں
بھوسے اور (بھیڑ بکری کے) مقراض سے ترشے ہوئے
زیادہ حقیر ہو اور (چاہیے کہ) جو لوگ تم سے پہلے تھے
(کی حالت) سے نصیحت حاصل کر لو قبل اس کے کہ تمھارے
بعد والے تم (اور تمھاری حالت) سے سبق لیں۔ اور
(دنیا) کو ذلیل (اور قابل نفرت) سمجھ کر چھوڑ دو کیونکہ
(بے وفا) نے تو اُن کا بھی ساتھ نہ دیا جو تم سے زیادہ
فریفتہ تھے (پھر تم کس دھوکے میں ہو؟) (جناب سید
علیہ الرحمہ فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ اس خطبہ کو بعض
نے معاویہ کی طرف منسوب کر دیا ہی حالانکہ یہ جناب امیر
علیہ السلام کے ایسے (مشہور اور یقینی) کلام سے ہی جس
کا شک ہی نہیں پھر سونے کو مٹی سے اور آب شیریں کو

کَلَامِہٖ مَسۡلَکَ الزُّھَّادِ؟ وَمَذَاھِبَ الۡعُبَّادِ۔ کو تلخ کھاری پانی سے کیا نسبت ؟ (اسکے علاوہ) ادیب فرید محقق کامل اور علامہ متبحر عمرو بن بحر الجاحظ نے بھی یہی بتایا اور تنقید و تحقیق کر کے اسی (امر) کو اختیار کیا اور صحیح قرار دیا ہو (کہ یہ جناب امیرؑ ہی کا کلام ہو نہ معاویہ وغیرہ کا) کیونکہ اُس نے (اپنی مشہور) کتاب البیان والتبیین میں اس خطبہ کو ذکر کیا ہے اور جس نے اسکو معاویہ کی طرف نسبت دی ہو اُس کا نام بھی لکھا ہو پھر (اپنی تحقیق یوں) بیان کرتا ہو کہ یہ (خطبہ) حضرت علی علیہ السلام کے کلام سے بہت ملتا ہوا اور لوگوں کی تقسیم کرنے میں حضرت کا جو طریقہ اور جس حالت (مظلومیتؑ) مقہوریت ذلت (وحقارت) اور خوف و تقیہ میں یہ لوگ بسر کرتے ہیں اُسکے بیان کرنے میں جو انداز آپ کا تھا اُس سے بہت مشابہ ہو (پھر وہی جاحظ) کہتا ہو اور ہم نے معاویہ کو کسی حالت (اور زمانہ) میں بھی کب ایسا پایا کہ وہ اپنے کلام میں زاہدوں کی روش اور عابدوں کا طریقہ اختیار کرتا ہو (پھر اس مقدس کلام سے اُسکو کیا تعلق ؟)۔

حاشیہ صفحہ ۱۷۸، ۱۲ واضح ہو کہ حضرت نے یہاں طالب دنیا اور خواہان ریاست وحکومت کی چار قسمیں کی ہیں جو ریاست و حکومت دنیا کی خواہش اور طمع تو بہت کچھ رکھتے ہیں مگر اُنکو کوئی قوت اور عزت یا وقار اور سطوت نہیں حاصل ہو بلکہ حقیر و ذلیل ہیں کوئی اُن کا ساتھ نہیں دیتا اور نہ اُنکی کوئی حقیقت سمجھتا ہو اور ساز و سامان بھی کچھ نہیں ہو جسکے ذریعہ سے حکومت حاصل ہو سکے اور مال بھی موجود نہیں ہو جس سے ساز و سامان کا بند و بست ہو سکے غرض حکومت و ریاست بغیر کسی سبب کے تو حاصل نہیں ہو سکتی اور ان لوگوں کے پاس کچھ بھی نہیں ہو اس سبب سے خاموش ہیں اور شر و فساد سے عاجز ہیں ورنہ ذرا بھی قدرت ہوتی تو نہ معلوم کیا کرتے ۱۲ ۵۲ کلالہ کا اصلی معنی کند ہو جانا چاقو یا تلوار یا دوسرے اوزار کی باڑھ کا اور حد ان چیزوں کی باڑھ کو کہتے ہیں یہ تو لغوی معنے تھا یہاں مُراد یہ ہو کہ انکے پاس جو ساز و سامان ہو جس سے کوشش کر سکتے وہ بے مصرف ہے جس طرح اوزار کی باڑھ کند ہو جاتی ہے تو وہ بیکار ہو جاتے ہیں پس لفظ کلالہ حد سے حضرت نے تشبیہ دے کر ایک خاص لطف اپنے کلام میں پیدا کر دیا ۱۲ ۵۳ یعنی دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جنکو شر و فساد کرنے کی قدرت حاصل ہو اور طلب حکومت و ریاست کے اسباب میسر ہیں لہذا وہ اس فکر میں دن رات مشغول رہتے ہیں اگرچہ اُنھیں اسکا کوئی حق نہیں ہو وہ ہر وقت تلوار کھینچے رہتے اپنے شر و فساد کو ظاہر اور علانیہ کر کے لوگوں کو دھمکاتے اور اذیت پہونچاتے رہتے اور اپنے لشکر اور فوج کو جمع کئے رہتے ہیں تاکہ سلطنت اور ترفع حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہیں لوگوں کا مال لوٹیں فوج کشی کریں لوگوں کے سردار بنیں اور منبروں پر جاکر امراء و خلفاء کی طرح وعظ اور خطبہ بیان کریں۔ پس ان لوگوں کی کیسی بربادی ہو کہ چند روزہ زندگی اور تھوڑے سے مال و حکومت کیلئے اپنے دین اور آخرت کی دائمی زندگی کو تباہ کر رہے ہیں ۱۲

۵۴ یہ تیسری قسم کے لوگوں کا بیان ہے۔ یہ وہ ہیں جو دینداری اور زہد و ورع تقوے و عبادت کی وضع اختیار کر
اور اپنے کو عارف باللہ خدا رسیدہ اور تارک دنیا ظاہر کر کے غرض دینی مکر و فریب سے لوگوں کو اپنے جال میں پھنسا
چاہتے ہیں اور اس طرح اُن کی سرداری اور امامت حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ کل کام تو دین
کرتے ہیں مگر خدا کیلئے نہیں بلکہ ریا اور سمعہ کیلئے تاکہ لوگ عزت اور احترام کر کے اپنا پیشوا اور مقتدا بنائیں۔ اکثر
مخالفین اور خصوصاً صوفیوں کے پیر حضرات اسی قسم میں داخل ہیں جن کی قبروں کی آج تک پرستش ہوتی اور جناب رسول
صلعم سے زیادہ انکی عظمت کی جاتی ہے یہاں تک کہ خدا کو معطل کر کے ہر قسم کی حاجت اُنھیں سے طلب کی جاتی ہے گویا
کچھ نہیں جو ہیں وہی اولیاء ہیں ۱۲ ۵۵ یہ سب اوصاف اُنھیں ریاکاروں مکاروں یعنی دنیا طلب علما اور پیروں کے ہیں جو اپنے
بدن کو خشک کئے جاتے اور نمائشی خضوع و خشوع سے جھکے اور چُرمُرے بنے رہتے ہیں۔ چلتے ہیں تو بہت آہستہ اور نہایت
چھوٹے چھوٹے قدم رکھ کر۔ اپنے کپڑوں کو ہر وقت سمیٹے رہتے ہیں تاکہ لوگ سمجھیں کسی وقت عبادت خدا اور ذکر الٰہی سے
فرصت ہی نہیں ملتی حالانکہ ع چوں بہ خلوت می روند آں کار دیگر میکنند۔ لوگوں میں بڑے متقی اور امانت دار بنے رہتے ہیں
سب سمجھیں ایک حبہ میں بھی خیانت نہ کریں گے حالانکہ موقع ملتا ہے تو سرقہ اور غصب و خیانت سے بھی باز نہیں آتے۔ غرض
یہ حضرات دین داری اور راہ خدا کی وضع اختیار کر کے دنیا کی ریاست و امارت و عیش و تنعم حاصل کرنا چاہتے ہیں جیسا کہ
ایک شخص کی حکایت مشہور ہے کہ فکر معاش میں اُس نے بہت سی تدبیریں کیں اور سب میں ناکام رہا آخر عاجز ہو کر ایک طرف
نکلا تو شیطان بصورت انسان مقدس آکر اس سے کہنے لگا کہ ایک تدبیر میں بھی بتاتا ہوں دیکھو اسمیں دنیا تم کو کیسی ملتی
ہے پوچھا وہ کیا کہا ایک مذہب اور دین ایجاد کرو پھر دیکھو کس طرح لوگ تمھارے ساتھ ہوتے ہیں اور دنیا اقبال کرتی
ہے چنانچہ ایسا ہی اُس نے کیا اور خوب کامیاب ہوا ۱۲ ۵۶ چوتھی قسم کے وہ لوگ ہیں جو دنیاوی حکومت و ریاست
تو ہر وقت چاہتے ہیں مگر اُن کے پاس کوئی ذریعہ اور کسی قسم کا سامان ہی نہیں ہے۔ جس ذلت و خواری میں تھے اُسی میں
ہیں کہ کچھ ہاتھ پیر نہیں ہلا سکتے پس عصمت بی بی از بے چادری کی طرح اپنی حالت کو قناعت سے تعبیر کرتے ہیں یعنی لوگوں
سے کہتے ہیں کہ ہم قناعت اختیار کئے ہوئے ہیں ہمیں دنیاوی ترقی سے کوئی کام نہیں جس حال میں خدا رکھے اُسی میں خوش
ہیں اور اہل زہد تقوے کے لباس اور اُنکی روش اختیار کر کے لوگوں کے ذہن میں یہ راسخ کرنا چاہتے ہیں کہ تم یہ نہ سمجھو کہ
ہم دنیا میں مجبور ہیں اور بے بسی کے سبب سے لذات دُنیا سے محروم ہیں بلکہ ہم نے خود دنیا کو ترک کر دیا ہے غرض یہ لوگ
اہل زہد کے لباس یعنی وضع سے آراستہ ہو رہے ہیں تاکہ لوگ سمجھیں ان بیچاروں کی یہ حالت فقر و عسرت اور جھوٹ
زہد کے سبب سے ہے کہ اُنھوں نے دنیا کو ترک کر دیا اور ہر وقت آخرت کے سامان میں مشغول رہتے ہیں حالانکہ اصل وجہ

دنیاوی ترقی سے مجبوری اور تعزز و ترفع سے عاجزی و بےبسی ہو ورنہ دن و رات سے ایک منٹ کیلئے بھی تو اُن کو واقعاً
زہد اور قناعت اختیار کرنے کا خیال نہیں پیدا ہوتا ۱۲ ؎۷ یہ پانچویں قسم کے لوگ ہیں اور سابق چاروں قسم کے وہ تھے
جن پر عوام کی نظر پڑتی اور لوگ انھیں کو کوئی چیز سمجھتے ہیں۔ پس حضرت نے جو شروع میں فرمایا کہ لوگ چار قسم کے ہیں
اسکا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ جو بادی النظر میں آدمی سمجھے جاتے اور لوگوں میں شمار ہوتے ہیں چار قسم کے ہیں۔ رہے یہ
پانچویں قسم کے لوگ جو واقعاً دنیا کے تارک آخرت کے خواہاں ہیں۔ دنیاوی خواہشوں سے اپنی نظر کو پھیر لیا ہے آخرت کے
خوف سے ڈرتے رہتے اور معاد کے فکر و تصور میں پڑے رہتے ہیں تو یہ وہ ہیں جن کا وجود دنیا میں سمجھا ہی نہیں جاتا اور نہ دنیا والے
اُن کو اپنے میں شمار کرتے ہیں غرض یہ بیچارے لوگوں کی نظر میں کوئی حقیقت اور کوئی ہستی نہیں رکھتے لہذا حضرت نے ان کو
انھیں شمار نہ کیا اور علیحدہ ذکر کیا ۱۲ ؎۸ یعنی جس طرح سمندر کا پانی کھاری اور پینے والوں کو ناگوار ہوتا ہے اسی طرح
یہ خاصان خدا دنیا میں رہتے تو ہیں مگر یہاں کی کوئی چیز انکو مرغوب نہیں بلکہ سب سے متنفر رہتے اور ہر لذت دنیا سے بھاگتے
ہیں ۱۲ ؎۹ یعنی ان حضرات نے دنیا والوں کو وعظ و پند کی تو لوگ ان کی باتوں سے اکتا گئے اور انکی نصیحت سے متنفر ہوکر
ان بیچاروں کو ملول اور رنجیدہ کر دیا کیونکہ ظاہر ہے واعظ دوسروں ہی کے نفع کی باتیں کہتے ہیں اب اُسکو لوگ دل سے
نہ سُنیں گے یا کراہت ظاہر کریں گے تو کیا کچھ رنج نہ ہوگا ۱۲ ؎۱۰ حثالہ۔ بھوسہ کوڑا کرکٹ وغیرہ کو کہتے ہیں اور قرظ
ایک درخت کا پتہ ہے جس سے چمڑوں کو دباغت دیتے ہیں جلم ایک خاص قسم کی چیز مقراض کے مثل ہوتی ہے جس سے بھیڑ
بکری وغیرہ جانوروں کا بال کاٹا جاتا ہے اور قراضہ اُن کٹے ہوئے بالوں کو کہتے ہیں جو جلم سے کٹ کر گرتے ہیں چونکہ یہ
چیزیں نہایت حقیر بے مصرف اور پھینک دینے کے قابل ہوتی ہیں اس سبب سے حضرت نے ان سے دنیا کو تشبیہ دی کہ جس
طرح تم لوگ عیب ظاہری دیکھ کر ان اشیاء کو پھینک دیتے ہو اُسی طرح باطنی بصیرت سے کام لو تا کہ دنیا تم کو ان چیزوں
سے بھی زیادہ ذلیل اور حقیر معلوم ہو کہ پھر تم لوگ اسکو بھی اپنے سے دُور رکھنے اور ہمہ تن آخرت کا سامان ہی کرنے میں
منہمک رہو گے ۱۲ ؎۱۱ علامہ فتح اللہ کاشانی اپنی شرح میں لکھتے ہیں کہ "اس شخص کے شبہہ اور التباس کی وجہ یہ ہے کہ
ایک دفعہ معاویہ نے اپنے ساتھیوں سے ایک ہوشیار شخص کو ملک شام سے شہر کوفہ میں اس غرض سے بھیجا کہ چھپ کر مسجد
میں جائے اور حضرت امیر المومنین جو خطبہ بیان فرمائیں اُسکو حفظ کرے۔ حضرت نے بروز جمعہ اس خطبہ کو ارشاد فرمایا اور
اُس جاسوس نے حفظ کرکے معاویہ کو آکر سُنا دیا جس کو اُس نے اپنی جاہل رعایا کو سُنا کر اُن پر اپنے زہد و معرفت اور فصاحت
و بلاغت کا اثر قائم کرنے کی کوشش کی۔ معاویہ دل سے جناب امیرؑ کو فصاحت و بلاغت میں بھی بے مثل و بے نظیر
جانتا تھا چنانچہ علامہ ابن ابی الحدید لکھتا ہے کہ جب محفن نے از راہ خوشامد معاویہ سے کہا کہ میں تیرے پاس ایسے شخص

(علیؑ) کے یہاں سے آیا ہوں جنہیں گویائی کم ہے تو معاویہ نے کہا کمبخت کیا کہتا ہے خدا کی قسم قریش کو فن فصاحت
کی تعلیم علیؑ کے سوا کسی نے بھی نہ دی آپ ہی نے تو اسکے اصول وضوابط مقرر کئے پھر وہ اعیی (کم گو) کیونکر ہو سکتے ہیں
۱۲ علامہ ابو عثمان عمرو بن الجاحظ بن بحر بن محبوب الکنانی البصری المتوفی ۲۵۵ھ ہجری ابتدائے عصر اسلام
نہایت متعصب ناصبی مگر بہت بڑا ادیب ور عالم علوم عربیہ و وقائع عرب تھا اسکی بہت سی مصنفات ہیں جو ادب
اور حالات عرب وغیرہ کی جواہر ہیں منجملہ انکے کتاب البیان والتبیین بھی ہے چنانچہ جو نسخہ بمقام مصر ۱۳۱۱ھ میں چھپا ہے
اُس کے جزو اول صفحہ ۲۰۰ میں وہ لکھتا ہے خطبہ من خطب معاویۃ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالی عنہما رواہ
شعیب بن صفوان وزاد فیہا الیقطری وغیرہ قالوا لما حضرت معاویۃ الوفاۃ قال لمولی لہ من بالباب
قال نفر من قریش یتباشرون بموتک فقال ویحک ولم قال لا ادری قال فواللہ ما لہم بعدی الا الذی
یسوءهم واذن للناس فدخلوا فحمد اللہ واثنی علیہ واوجز ثم قال "یا ایہا الناس انا قد اصبحنا
رنضت من کان شغف بہا منکم" وفی ہذہ الخطبۃ ابقاک اللہ ضروب من العجب منہا ان ہذا الکلام لا
یشبہ السبب الذی من اجلہ دعاہم معاویۃ ومنہا ان ہذا المذہب فی تصنیف الناس وفی الاخبار
عنہم وعماہم علیہ من القہر والاذلال ومن التقیۃ والخوف اشبہ بکلام علی وبمعانیہ وبحالہ منہ
بحال معاویۃ۔ ومنہا انا لم نجد معاویۃ فی حال من الحالات یسلک فی کلامہ مسلک الزہاد ولا
یذہب مذاہب العباد۔ وانما نکتب لکم ونخبر ما سمعناہ واللہ اعلم باصحاب الاخبار وبکثیر منہم
یعنی معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالے عنہما کے خطبوں سے ایک یہ خطبہ ہے جسکی روایت شعیب بن صفوان نے کی ہے
یقطری وغیرہ نے اسمیں کچھ زیادتی بھی کی ہے۔ ان لوگوں کا بیان ہے کہ جب معاویہ کے مرنے کا وقت قریب آیا تو اُس
اپنے ایک غلام سے دریافت کیا کہ باہر دروازہ پر کون کون ہے اُس نے جواب دیا کہ "قریش کی ایک جماعت موجود ہے جو آپ
مرنے کی خوشی منا رہی ہے اور ایک دوسرے کو مبارکباد دیتا ہے" معاویہ نے کہا "افسوس! آخر اسکی وجہ؟" غلام نے کہا
"یہ مجھے معلوم نہیں" معاویہ نے کہا "خدا کی قسم میرے بعد (میرے ایسا بھی کوئی خلیفہ وہ نہ پائیں گے) بلکہ وہ شخص ہوگا جو
اذیت ہی دیتا رہے گا"۔ پھر اُن لوگوں کو اندر آنے کی اجازت دی اور بعد حمد ونعت اس خطبہ کو بیان کیا جسکا
مصنف نے وہی خطبہ لکھا ہے جو متن میں مع ترجمہ درج ہو چکا۔ اسکے بعد جاحظ کہتا ہے کہ (اے مخاطب خدا تم کو سلامت
اس خطبہ میں بہت سی باتیں سخت حیرت اور تعجب کی ہیں ایک تو یہ کہ معاویہ نے جس حالت مسرت پر مبارکباد کو
کے لوگوں کو اپنے پاس بُلایا تھا اُس سے اس خطبہ کو کیا ربط ہے؟ کیونکہ وہ مقتضی ایسے کلام کی تھی جس سے قریش کی

ہوتی اور معاویہ اپنے احسانوں کو جتا کر انکو ممنون ہونے کی تاکید کرتا نہ کہ معارف و حقائق کا کلام بیان کرنے لگے
دوسری یہ کہ اس کلام کا جو انداز ہے جسمیں لوگوں کی مختلف قسمیں کی ہیں اور دنیا والوں کے قہر و اذلال اور تقیہ و خوف کا ذکر
کیا ہے یہ انداز تو علیؑ کے کلام اور آپ ہی کے مضامین خیالات اور آپ ہی کی حالت سے مشابہ ہے نہ معاویہ کی روش سے
تیسری بات یہ کہ ہم نے کبھی بھی معاویہ کو کسی حالت میں بھی زاہدوں کا مسلک اختیار کرتے اور عابدوں کی روش پر چلتے
نہیں پایا (پھر یہ کلام اُسکے ذہن سے کیونکر نکل سکتا ہے؟) رہا یہ کہ میں نے اُسکے نام سے اسکو درج کیوں کیا تو اسکی وجہ یہ ہے
کہ میں تو جو کچھ جس سے سُنتا ہوں اُسکو اُسی طرح درج کر دیتا ہوں واللہ اعلم ۱۲

خطبہ (۳۴)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
عِنْدَ خُرُوْجِهٖ لِقِتَالِ أَهْلِ الْبَصْرَةِ
قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْعَبَّاسِ دَخَلْتُ عَلٰى
أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِذِيْ
قَارٍ وَهُوَ يَخْصِفُ نَعْلَهٗ فَقَالَ لِيْ مَا
قِيْمَةُ هٰذَا النَّعْلِ فَقُلْتُ لَا قِيْمَةَ لَهَا
فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاللّٰهِ لَهِيَ أَحَبُّ
إِلَيَّ مِنْ إِمْرَتِكُمْ إِلَّا أَنْ أُقِيْمَ حَقًّا أَوْ
أَدْفَعَ بَاطِلًا ثُمَّ خَرَجَ فَخَطَبَ النَّاسَ
فَقَالَ :

إِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَاٰلِهٖ وَلَيْسَ أَحَدٌ مِنَ الْعَرَبِ يَقْرَأُ
كِتَابًا. وَلَا يَدَّعِيْ نُبُوَّةً. فَسَاقَ
النَّاسَ حَتّٰى بَوَّأَهُمْ مَحَلَّتَهُمْ. وَ
بَلَّغَهُمْ مَنْجَاتَهُمْ. فَاسْتَقَامَتْ

حضرت علیہ السلام کے اُسوقت کے خطبہ کا کچھ حصہ جب اہل بصرہ سے جہاد کرنے کیلئے آپ (مدینہ منورہ سے) روانہ ہوئے۔ عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ میں (ایک روز) بمقام ذی قار (جو ملک عرب کے صوبہ عراق میں بصرہ کے قریب اور شہر واسط و کوفہ کے درمیان ایک جگہ ہے) حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا (دیکھا) کہ آپ اپنی جوتی ٹانک رہے ہیں (جب میں بیٹھا تو) آپنے مجھ سے فرمایا کہ (اے ابن عباس! تمھارے خیال میں بھلا) اس جوتی کی کیا قیمت ہوگی؟ میں نے عرض کی اسکی قیمت (ہی کیا) کچھ بھی نہیں! تب حضرت نے فرمایا "بخدا یہ جوتی مجھے تم لوگوں کی حکومت و سلطنت سے زیادہ پیاری اور عزیز ہے۔ ہاں اگر (اس سے) میں کسی حق کو قائم یا کسی باطل کو دفع کر سکوں تو خیر" پھر آپ وہاں سے روانہ ہوئے اور لوگوں میں یہ خطبہ پڑھا۔

(لوگو!) خدا نے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ کو اُس وقت

قَتَلْتُهُمْ. وَاطَّأْتُ صَفَاتَهُمْ. أَمَا وَاللّٰهِ إِنْ كُنْتُ لَفِي سَاقَتِهَا. حَتّٰى وَلَّتْ بِحَذَافِيرِهَا. مَا ضَعُفْتُ، وَلَا جَبُنْتُ. وَإِنَّ مَسِيرِي هٰذَا لِمِثْلِهَا فَلَأَنْقُبَنَّ الْبَاطِلَ حَتّٰى يَخْرُجَ الْحَقُّ مِنْ جَنْبِهِ. مَا لِي وَلِقُرَيْشٍ؟ وَاللّٰهِ لَقَدْ قَاتَلْتُهُمْ كَافِرِينَ، وَلَأُقَاتِلَنَّهُمْ مَفْتُونِينَ. وَإِنِّي لَصَاحِبُهُمْ بِالْأَمْسِ كَمَا أَنَا صَاحِبُهُمُ الْيَوْمَ.

مبعوث برسالت کیا جب عرب کا کوئی شخص بھی کسی کتاب (وغیرہ) کو پڑھ نہ سکتا تھا۔ اور نہ کوئی نبوت کا مدعی تھا (غرض پڑھنے، لکھنے، نبوت وغیرہ کو جانتے ہی نہ تھے) تو حضرت نے لوگوں کو ہنکا کر (یعنی ہدایت کر کے) اُنکے ٹھکانے لگا دیا اور اُن کی نجات کی جگہ (جو دائرہ اسلام ہے) پہونچا دیا پس اُن کی شان و شوکت درست اور اُنکی حالت معاشرت قابل اطمینان ہوگئی۔ ہاں میں بھی بجز اُس (ضلالت و جہالت کے) ہنکانے (دفع کرنے) والوں میں تھا یہاں تک کہ وہ بالکل دفع ہوگئی نہ کبھی میں عاجز ہوا اور نہ بزدلی دکھائی (بر خلاف دوسرے صحابہ کے خلاف نہایت ثبات قدم سے کل خدمتوں کو انجام دیا) اور میرا سفر بھی اُسی (زمانہ رسول صلعم کی حالت کے) مثل (حق پر اور خدا کی راہ میں) ہے لہذا میں باطل کو اُدھیڑ کر رکھ دوں گا تاکہ حق اُسکے اندر سے نکل آئے (آخر) قریش مجھ سے کیا چاہتے ہیں (اور مجھ کو کیا سمجھا ہے کیونکہ) خدا کی قسم میں نے (جس طرح) اُن سے اُسوقت جہاد کیا جب وہ کافر تھے (اُسی طرح) اب بھی لڑوں گا کہ وہ بہکے ہوئے ہیں۔ میں تو آج بھی اُنکے ساتھ وہی (علیؑ) ہوں جو کل تھا (ابھی تک کوئی فرق نہیں ہوا ہے)

سلہ آخر ذی الحجہ ۳۵ھ کو حضرت امیر المومنینؑ کی لوگوں نے بیعت کی ۳۶ھ میں بی بی عائشہ اور طلحہ و زبیر نے بصرہ جا کر علم بغاوت بلند کیا۔ اُسکے فرو کرنے کو حضرت امیر المومنینؑ آخر ماہ ربیع الثانی ۳۶ھ میں بصرہ کی طرف روانہ ہوئے اور جمادی الآخری ۳۶ھ میں جنگ جمل واقع ہوئی۔ پس حضرت مقام ذی قار میں غالباً جمادی الاولی میں فروکش ہوئے ہونگے۔

معجزہ جناب امیرؑ علامہ اہلسنت ابن ابی الحدید اس خطبہ کی شرح میں لکھتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب ہم لوگ حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ مقام ذی قار میں فروکش ہوئے تو میں نے حضرت سے عرض کی "یا حضرت میرے خیال میں کوفہ سے بہت کم آپ کے پاس آئیں گے۔" آپ نے فرمایا "خدا کی قسم میرے پاس وہاں سے ۶ ہزار اور ۶۵ آدمی آئیں گے کہ اس تعداد سے ایک آدمی نہ زیادہ ہوگا نہ کم۔" ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ یہ سنکر میرے دل میں ایک شدید شک پیدا ہوا کہ یہ ٹھیک تعداد کیونکر ہو سکتی ہے اور میں نے دل ہی میں حتمی ارادہ کیا کہ اگر وہ لوگ آئیں گے تو میں سب کو گنوں گا۔ ابن اسحاق نے اپنے چچا عبدالرحمن بن یسار سے حدیث بیان کی ہے کہ مقام ذی قار میں کوفہ سے حضرت علی علیہ السلام کے پاس واقعاً چھ ہزار ۶۵ ہی آدمی آئے حضرت علیؑ نے وہاں اہل کوفہ کے انتظار میں پندرہ روز قیام فرمایا یہاں تک کہ آپ نے گھوڑوں

ہنہنانے اور خچروں کے بولنے کی آواز سنی اور جب وہ سب لوگ آکر جمع ہو گئے تو حضرت اُن کو لے کر آگے بڑھے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ "میں نے کہا خدا کی قسم میں ان سب کو گنوں گا اگر واقعًا اُسی قدر ہوئے جس قدر حضرت علیؑ نے فرمایا ہے تو خیر ورنہ اور لوگوں کو بلا کر اس عدد کو پورا کروں گا کیونکہ لوگوں نے حضرت کے اس کلام کو سُن لیا تھا کہ کوفہ سے پورے چھ ہزار ۵۰ آدمی آئیں گے (اب اگر واقعًا اسقدر نہ ہوں گے تو لوگ حضرت کو کاذب سمجھیں گے) لہذا میں اُن سب کے سامنے آیا اور اُنکو روک کر گننے لگا تو خدا کی قسم حضرت نے جو عدد بیان کیا تھا اُس سے ایک آدمی بھی نہ زیادہ تھا نہ کم یہ دیکھ کر میں بول اُٹھا اللہ اکبر صدق اللہ ورسولہ (اللہ اور اُسکے رسول نے صحیح فرمایا تھا) اسکے بعد ہم لوگ ذی قار سے روانہ ہو گئے"۔ مگر تاریخ روضۃ الاحباب میں یہی مضمون کچھ اختلاف سے یوں درج ہے عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ "میں حضرت کے ہمراہ مقام ذی قار میں تھا کہ کوفہ اور علاقہ کوفہ کا لشکر آنے لگا حضرت امیرالمومنینؑ نے اُن کو دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ آج ہماری کُل فوج کی تعداد پوری بیس ہزار ہو جائے گی۔ مجھے حضرت کی اس تعیین سے شبہہ رہا اور حضرت میرے اس شک کو سمجھ گئے جس پر فرمایا کہ دو نیزے گاڑ دو جو شخص ہماری مدد کو آرہے ان نیزوں کے درمیان سے ہو کر گزرے اسکے بعد حکم دیا کہ جو لوگ آتے جائیں اُنکو گنتے جاؤ جب مغرب کا وقت قریب آیا تو واقعًا بیس ہزار فوج ہو گئی صرف ایک آدمی کم رہا۔ شمار کرنے والے نے عرض کی کہ ایک کم ہے حضرت نے جواب دیا کہ وہ بھی آیا جاتا ہے تھوڑی دیر کے بعد وہ شخص بھی آیا جس کا نام اویس قرنی تھا۔ اسکے بعد حضرت بصرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اہل کوفہ سے ایک شخص ہاشم بن عتبہ نے حضرت کی خدمت میں آنے پر حسب ذیل اشعار کہے (۱) وسرنا الی خیر البریۃ کلھا ؛ علی علمنا انا الی اللہ نرجع۔ (۲) نوقرہ فی فضلہ ونجلہ ؛ وفی اللہ ما نرجوا وما نتوقع۔ (۳) ونخصف اخفاف المطی علی الوجا ؛ وفی اللہ ما نرجوو فی اللہ نوضع۔ (۴) ذھبنا بجمع اثروالحق والھدی ؛ الی ذی تقی فی نصرۃ نتسرع۔ (۵) نکافح عنہ والسیوف شھیرۃ ؛ تصانح اعناق الرجال فتقطع۔ یعنی (۱) ہم لوگ اُس امام کی طرف چلے ہیں جو تمام مخلوقات خدا سے بہتر اور افضل ہے یہ جان کر کہ ہم لوگ خدا کی بارگاہ میں لوٹ کر جائیں گے (۲) ہم لوگ آپ کی تعظیم آپکے اور آپکے صاحبزادہ کے شرف و بزرگی کے سبب سے کرتے ہیں اور خدا کی ہی راہ میں درجات عالیہ اور نعمات اخرویہ کی امید اور توقع رکھتے ہیں (۳) باوجودیکہ ہماری سواریوں کے سم گھس گھس گئے ہیں پھر بھی ہم اُن کو ٹانک کر جہاد کے لئے آرہے ہیں اور خدا ہی کی راہ میں ہم ثواب کے اُمیدوار ہیں اور تیز روی اختیار کرتے ہیں (۴) ہم لوگ ایک ایسی جماعت کے ساتھ جس نے حق اور ہدایت کو اختیار کر لیا ہے اس بزرگ کی طرف چلے جو صاحب ورع و تقوے ہے اُسی بزرگ کی نصرت کے لئے ہم لوگ جلدی کر رہے ہیں (۵) ہم لوگ حضرت کی طرف سے دشمنان خدا کا مقابلہ کریں گے اس طرح کہ ہماری تلواریں کھنچی ہوئی دشمنوں کے گلے ملیں گی اور اُنکو سر سے جدا کر کے واپس آئیں گی ۱۲

خطبہ (۳۵)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ
فِي اِسْتِنْفَارِ النَّاسِ اِلٰی اَھْلِ
الشَّامِ

اُفٍّ لَّكُمْ! لَقَدْ سَئِمْتُ عِتَابَكُمْ. اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ عِوَضًا؟ وَبِالذُّلِّ مِنَ الْعِزِّ خَلَفًا؟ اِذَا دَعَوْتُكُمْ اِلٰی جِهَادِ عَدُوِّكُمْ دَارَتْ اَعْيُنُكُمْ كَاَنَّكُمْ مِنَ الْمَوْتِ فِي غَمْرَةٍ، وَمِنَ الذُّهُوْلِ فِي سَكْرَةٍ. يُرْتَجُ عَلَيْكُمْ حَوَارِيْ فَتَعْمَهُوْنَ، فَكَاَنَّ قُلُوْبَكُمْ مَاْلُوْسَةٌ، فَاَنْتُمْ لَا تَعْقِلُوْنَ. مَا اَنْتُمْ لِيْ بِثِقَةٍ سَجِيْسَ اللَّيَالِيْ، وَمَا اَنْتُمْ بِرُكْنٍ يُمَالُ بِكُمْ وَلَا زَوَافِرُ عِزٍّ يُفْتَقَرُ اِلَيْكُمْ. مَا اَنْتُمْ اِلَّا كَاِبِلٍ ضَلَّ رُعَاتُهَا، فَكُلَّمَا جُمِعَتْ مِنْ جَانِبٍ اِنْتَشَرَتْ مِنْ اٰخَرَ. لَبِئْسَ لَعَمْرُ اللّٰهِ سُعْرُ نَارِ الْحَرْبِ اَنْتُمْ، تُكَادُوْنَ وَلَا تَكِيْدُوْنَ! وَتُنْتَقَصُ اَطْرَافُكُمْ فَلَا تَمْتَعِضُوْنَ! لَا يُنَامُ عَنْكُمْ وَ اَنْتُمْ فِي غَفْلَةٍ سَاهُوْنَ! غُلِبَ وَاللّٰهِ الْمُتَخَاذِلُوْنَ. وَايْمُ اللّٰهِ اِنِّيْ

حضرت علیہ السلام کے ایک خطبہ کا کچھ حصہ جو (آپ نے) لوگوں کو اہل شام کی طرف (اُن سے لڑنے کو) چلنے پر آمادہ کرنے کی غرض سے فرمایا۔

تم لوگوں پر سخت افسوس ہو (اب تو) میں تم سب پر عتاب کرتے تھک گیا کیا تم لوگوں نے آخرت کے عوض دنیا کی زندگی اور بجائے عزت کے ذلت کو پسند کر لیا ہے۔ جب میں تمہارے ہی دشمنوں سے جہاد کرنے کو تمہیں بلاتا ہوں تمہاری آنکھیں اس طرح گردش کرنے لگتی ہیں کہ گویا تم موت کی سختی میں مبتلا ہو گئے اور غفلت سے تھک [illegible] جاتے رہے (چونکہ سننا نہیں چاہتے اس سبب سے) میری [illegible] تم (یعنی تمہارے دماغ) تک پہونچنے نہیں پاتی [illegible] سرگرداں ہو رہے ہو۔ غرض تمہارے دل گویا بالکل [illegible] (ہو رہے) ہیں جس سے تم (کچھ) سمجھتے ہی نہیں (اب) [illegible] قیامت تک میرے قابل اعتماد رہے نہ وہ رکن جس پر [illegible] جائے نہ عزت (و شرف و فتح و غلبہ) کی بنیاد جس کی [illegible] کوئی محتاج ہو۔ تمہاری مثال تو اُن اونٹوں سی ہے جن [illegible] چرواہے گم ہو گئے ہوں کہ جب وہ کسی ایک طرف سے جمع [illegible] جاتے ہیں تو دوسری جانب سے منتشر ہو جاتے ہیں۔ خدا کی [illegible] تم آتش جنگ کے (بہت ہی) بُرے ایندھن ہو۔ (ایں) [illegible] تو تم سے کید و مکر کرتے ہیں اور تم لوگ اُس کید کو دفع نہیں کر [illegible] تمہارے اطراف و جوانب گھٹتے جاتے ہیں مگر تم کو (ذرا بھی) جوش نہیں آتا (دشمن کو) تمہاری فکر میں نیند تک نہیں [illegible]

لَأَظُنُّ بِكُمْ أَنْ لَوْ حَمِسَ الْوَغَى، وَاسْتَحَرَّ الْمَوْتُ قَدِ انْفَرَجْتُمْ عَنِ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ انْفِرَاجَ الرَّأْسِ وَاللّٰهِ إِنَّ امْرَأً يُمَكِّنُ عَدُوَّهُ مِنْ نَفْسِهِ يَعْرُقُ لَحْمَهُ، وَيَهْشِمُ عَظْمَهُ، وَيَفْرِي جِلْدَهُ، لَعَظِيمٌ عَجْزُهُ، ضَعِيفٌ مَا ضُمَّتْ عَلَيْهِ جَوَانِحُ صَدْرِهِ! أَنْتَ فَكُنْ ذَاكَ إِنْ شِئْتَ. فَأَمَّا أَنَا فَوَاللّٰهِ دُونَ أَنْ أُعْطِيَ ذَلِكَ ضَرْبٌ بِالْمَشْرَفِيَّةِ تَطِيرُ مِنْهُ فَرَاشُ الْهَامِ، وَتَطِيحُ السَّوَاعِدُ وَالْأَقْدَامُ. وَيَفْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ ذَلِكَ مَا يَشَاءُ.

أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ لِي عَلَيْكُمْ حَقّاً، وَلَكُمْ عَلَيَّ حَقٌّ. فَأَمَّا حَقُّكُمْ عَلَيَّ فَالنَّصِيحَةُ لَكُمْ، وَتَوْفِيرُ فَيْئِكُمْ عَلَيْكُمْ، وَتَعْلِيمُكُمْ كَيْلَا تَجْهَلُوا، وَتَأْدِيبُكُمْ كَيْمَا تَعْلَمُوا. وَأَمَّا حَقِّي عَلَيْكُمْ فَالْوَفَاءُ بِالْبَيْعَةِ، وَالنَّصِيحَةُ فِي الْمَشْهَدِ وَالْمَغِيبِ، وَالْإِجَابَةُ حِينَ أَدْعُوكُمْ، وَالطَّاعَةُ حِينَ آمُرُكُمْ.

اور تم غفلت میں سب کو بھولے ہوئے ہو! بخدا جن لوگوں نے اپنوں کا ساتھ چھوڑا وہ مغلوب ہو کر رہے اور خدا کی قسم میں تمہارے بارے میں بھی گمان کرتا ہوں کہ اگر (میدان) جنگ سخت اور (بازار) موت گرم ہو تو تم (مجھ علیؑ) ابن ابی طالب سے اس طرح الگ ہو جاؤ گے جس طرح سر (بدن سے) جدا ہو جاتا ہے، خدا کی قسم جو شخص اپنے دشمن کو اپنے اوپر اتنا قابو دیدے کہ وہ اسکا گوشت نوچے اور اسکی ہڈی توڑے اور اسکی کھال اُدھیڑے اسکی بےبسی بڑی (ہی سخت) ہے (اور) وہ (دل) جس پر اسکے سینہ کی ہڈیاں لپٹی ہیں بڑا ہی بودا ہے[1] (خیر) اگر تم (یہی) چاہتے ہو تو ایسے ہی رہو[2]۔ مگر میں تو خدا کی قسم قبل اسکے کہ (دشمن کو اپنے اوپر) ایسا (قابو) دوں (یہ کروں گا کہ) مشرفی (تلوار[3]) سے وہ (شدید) ضرب لگاؤں جس سے سروں کی کھوپریاں اُڑنے اور ہاتھ پاؤں (کٹ کٹ کر) گرنے لگیں گے۔ اور اسکے بعد خدا جو چاہے گا کرے ہی گا۔

لوگو! میرا ایک حق تم پر ہے اور تمہارا ایک حق مجھ پر ہے۔ تمہارا حق تو مجھ پر یہ ہے کہ میں تمہاری نصیحت کروں اور تمہارے مال غنیمت کو پورا پورا تمہارے حوالہ کر دوں[4]۔ اور تمہیں تعلیم دے دوں تاکہ جاہل نہ رہو اور تمہیں ادب سکھا دوں تاکہ جان جاؤ۔ رہا میرا حق تم پر تو یہ ہے کہ اپنی بیعت (کا عہد) پورا کرو اور حاضر و غائب خیر خواہی کرو اور جب میں تم کو بلاؤں تو حاضر ہو جاؤ اور جب (کوئی) حکم دوں تو مان لو۔

حاشیہ صفحہ ۱۸۶ [1] یعنی اسلام کے قبل لوگ غریب خانہ بر دوش اور پراگندہ تھے کہ کوئی دین و مذہب نہ تھا جو اُن کو درست کرتا اور اسلام اُنکی اصلی جگہ تھی جو اُنکے لئے باعث اطمینان و امن و امان ہوئی جسمیں آکر لوگ خونریزی قتل و غارت لوٹ مار سے

محفوظ ہوکر عیش و راحت کی زندگی بسر کرنے لگے پس آنحضرتؐ نے اُن لوگوں کو جو اپنی اصلی جگہ (اسلام) سے بھٹک
مارے پھرتے تھے اُس جگہ پہونچا کر ٹھکانے لگا دیا اور پہلی زندگی سے یہ لوگ جہنم کے مستحق تھے حضرتؐ نے ایمان کی
لگا کر اُنکو نجات کے مقام میں پہونچا دیا ۱۲ ۲؎ قناۃ دراصل لکڑی کے نیزہ کو کہتے ہیں یہاں مراد قوت اور شان
یعنی جس طرح ٹیڑھا نیزہ بیکار رہتا اور سیدھا ہوکر کام کا ہوجاتا ہے اُسی طرح اُن لوگوں کی حالت کج اور شان
مضمحل تھی اسلام نے اُسکو درست اور مستحکم کردیا۔ اور صفاۃ سخت موٹے پتھر کو کہتے ہیں یہاں مراد حالت معاش
قدم اور راحت کاملہ ہے اور مقصود یہ ہے کہ انکی زندگی اب مامون مطمئن اور خوف و خطر سے محفوظ ہوگئی ۱۲ ۳؎ اس
واللہ ان کنت لفی ساقتہا حتی ولت بحذافیرھا کے معنی و مقصود میں شارحین نے اختلاف کیا ہے ملا فتح اللہ
علیہ الرحمہ فارسی ترجمہ یوں کرتے ہیں "بخدا سوگند بدرستی کہ بودم در میان مردمانے کہ رانندگان عساکر جہۃ بودند تا
میلا دند جمیع لشکر خصم" علامہ ابن میثم علیہ الرحمہ نے بھی یہی مطلب لکھا ہے۔ محمد عبدہ مصری لکھتے ہیں "ساقتہا اور ولت
ضمیریں اُس حادثہ کی طرف پھرتی ہیں جو اس خطبہ سے سمجھ میں آتا ہے یعنی آنحضرت صلعم کی بعثت کی طرف جس سے خدا
لوگوں پر انعام عظیم کیا کہ حضرتؐ نے لوگوں کو ظلمت سے نکال کر نور اور ذلت سے عزت و اقتدار میں پہونچا دیا" لیکن علامہ
ابی الحدید لکھتے ہیں "کہ دونوں ضمیریں زیادہ جاہلیت و ضلالت کی طرف پھرتی ہیں جو گو تصریحاً مذکور نہیں ہے مگر مفہوماً موجود
اور جناب امیر علیہ السلام نے جاہلیت کی حالت کو یہاں یا کسی گرد آلود غبار اور آندھی سے تشبیہ دی ہے یا کسی
جو جنگ و جدال کے لئے سامنے چلا آتا ہو اسکے بعد فرمایا کہ میں نے اُس غبار یا لشکر کو دفع کرنا شروع کیا جس سے
ہوگئی اور میں برابر اُسکے دفع کرنے میں مشغول رہا یہاں تک کہ وہ بالکل زائل ہوگئی اور اُسکا کوئی اثر باقی نہ رہا ۱۲ حاشیہ صفحہ
۱۵ / جمادی الاخری ۳۶ھ کو جنگ جمل اور صفر ۳۷ھ میں جنگ صفین واقع ہوئی ۱۳ / صفر ۳۷ھ میں واقعہ تحکیم
۳۸ھ میں حکمین نے فیصلہ سنایا۔ اور بروایت مورخ طبری و ابن اثیر و ابن خلدون اواخر ۳۷ھ میں اور بروایت
صاحب حبیب السیر اوائل ۳۸ھ میں جنگ نہروان واقع ہوئی حضرتؐ نے اس جنگ میں بھی فتحیاب ہوکر اور خوارج کا فیصلہ کرکے
شام چلنے کا ارادہ کیا اور نہروان ہی میں یہ خطبہ ارشاد فرمایا چنانچہ شرح ابن ابی الحدید جلد ا صفحہ ۱۷۶ اور کتاب الامامۃ والسیاسۃ
دینوری مطبوعہ مصر جلد ا صفحہ ۲۳۵ میں ہے کہ "خوارج کے مرحلہ سے فارغ ہوکر جب نہروان سے روانہ ہونا چاہا
ہوکر حمد و ثنائے الٰہی بجا لائے پھر فرمایا اما بعد فان اللہ قد احسن بلاءکم واعز نصرکم فتوجھوا من
ھذا الی معاویۃ واشیاعہ القاسطین الذین نبذوا کتاب اللہ وراء ظھورھم واشتروا بہ
فبئس اشتروا بہ انفسھم لو کانوا یعلمون۔ لوگو! خدا نے تمہاری آزمائش کا نتیجہ اچھا دیا اور تمہاری نصرت

غلبہ دیا اب فوراً معاویہ اور اُسکے ساتھیوں کی طرف چلے چلو جس نے کتاب خدا کو پس پشت ڈال دیا ہے اور اس کو ہلکے داموں بیچ ڈالا پس کیا بُری چیز انھوں نے اپنے نفسوں کے عوض خریدی ہے کاش یہ لوگ جانتے بوجھتے۔ اس خطبہ پر حضرت کے ساتھیوں نے جواب دیا کہ "یا امیرالمومنین ہمارے تیر ختم ہو گئے تلواریں کند ہو گئیں نیزے ٹوٹ گئے لہذا کوفہ واپس چلئے وہاں سے اچھی طرح تیار ہو کر پورے ساز و سامان سے اہل شام کی طرف چلیں گے۔" اس پر حضرت نے پھر بہت سمجھایا اور پیشین گوئی کی کہ لا ترتدوا علٰی ادبارکم فتنقلبوا خاسرین گھر نہ لوٹو ورنہ سخت خسارہ میں رہو گے۔

مگر وہ لوگ بار بار مختلف عذر کرتے رہے آخر مجبور اور مایوس ہو کر حضرت کوفہ واپس آئے اور کافی مہلت دینے کے بعد اس خطبہ کو فرمایا کہ "اب تو میں تم پر غصہ کرتے کرتے تھک گیا الخ"، مگر پھر بھی لوگ حیلہ حوالہ آج کل کرتے اور ہاتھ پاؤں پھیلاتے رہے آخر حضرت سنہ ۴۰ھ میں شہید ہو گئے اور وہی ہوا جو حضرت نے نہروان میں پیشین گوئی کی تھی کہ اگر ابھی ہی تم لوگ شام نہ چلے بلکہ کوفہ کو لوٹ گئے تو خسارہ میں ہو گے اس سے زیادہ تفصیل ضمیمہ میں آئے گی ۱۲ ۵۲ مکر اصل میں مخفی تدبیر کو کہتے ہیں اور یہاں وہ کید و مکر مراد نہیں ہے جو کفار و منافقین و فاسقین کرتے ہیں بلکہ اس مکر کے دفع کی تدبیر مقصود ہے جس کو خدا نے بھی کہا ہے ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین (آل عمران) اور رسول خدا صلعم بھی کرتے تھے چنانچہ غزوہ خندق میں ایک شخص نعیم بن مسعود نے آنحضرت سے عرض کی کہ اجازت ہو تو ہم کفار میں پھوٹ ڈال دیں حضرت نے فرمایا کچھ مضائقہ نہیں فان الحرب خدعۃ جنگ میں مکر و فریب جائز ہے (تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۷۹ تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۵۰ وغیرہ) ہاں معاویہ جو دفاع کیلئے نہیں بلکہ دنیا پرستی فتنہ و فساد کیلئے مکر و فریب کرتا تھا مذموم وہ تھا۔ چنانچہ جناب امیرؑ اسی مکر و فریب کے دفع کیلئے اپنے لوگوں کو آمادہ کر رہے ہیں۔ معاویہ کے مکر و فریب کی داستان چونکہ بہت طویل ہے لہذا اُسکے لئے ضمیمہ کا انتظار کرنا چاہیئے ۱۲ ۵۳ جب جناب امیرؑ جنگ نہروان سے کوفہ واپس آئے اور معاویہ حضرت کی طرف سے مطمئن ہو گیا تو مختلف شہروں میں اپنے مکار سرداروں کے ماتحت فوج کو قتل و غارت کے لئے روانہ کرنا شروع کیا مثلاً سنہ ۳۸ھ میں عبداللہ بن حضرمی کو بصرہ پر سنہ ۳۹ھ میں نعمان بن بشیر کو عین التمر پر۔ عوف کو ہیت و انبار پر عبداللہ بن مسعود فزاری کو تیمار پر ضحاک بن قیس کو ثعلبیہ و قطقطانہ پر۔ معاویہ بن یزید کو مکہ پر سنہ ۴۰ھ میں بسر بن ارطاۃ کو حجاز و یمن پر روانہ کیا اسی طرح اور بہت سے امور ہیں جن سے کچھ پہلے مذکور ہوئے اور مابقی ضمیمہ میں بیان ہوں گے۔ ان تدابیر میں اگرچہ معاویہ کے لشکروں کو شکست پر شکست ہوتی جاتی تھی، مگر حدود اسلامیہ میں بدامنی بڑھتی جاتی اور جناب امیرؑ کا دبدبہ و تسلط کمزور ہوتا جاتا تھا اور یہی معاویہ کا مقصود اصلی تھا۔ اسی کو حضرت فرماتے ہیں کہ تمھاری سلطنت کے اطراف کم ہوتے جاتے ہیں مگر تم کو کوئی فکر نہیں ہوتی ۱۲ حاشیہ صفحہ ۱۸۹ ۵۱ علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں (صفحہ ۱۰۰ جلد ۱) کہ ایک خطبہ میں اہل کوفہ سے خطاب کرتے ہوئے

حضرتؑ نے فرمایا ہائے افسوس کیسے تعجب کی حالت ہے تمھاری اور شام والوں کی کہ اہل شام کا حاکم (معاویہ) تو خدا کی
نافرمانی کرے اور وہ لوگ اسکی اطاعت کریں اور تمھارا حاکم (میں علیؑ بن ابی طالب) خدا کی اطاعت کرے اور
لوگ اسکی مخالفت کریں... خدا کی قسم اے اہل کوفہ! اپنے دشمن سے جہاد کرنے پر آمادہ ہو جاؤ ورنہ یاد رکھو کہ جس (حکومت
وسرداری) کے اہل تم ہو اسپر دوسری قوم (بنی امیہ و اہل شام) مسلط ہو جائے گی پس وہ تم سب کو سخت دردناک
عذاب میں مبتلا رکھے گی۔ تم لوگ تلوار کے قتل سے ڈر کر فرش کی موت چاہتے ہو حالانکہ فرش کی موت ہزار تلوار کے
قتل سے زیادہ سخت ہوگی" ۱۲ ؎ ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ عام خطاب ہے یعنی جسکو مذکورہ حالت پسند ہو
اُسی کو اختیار کرے مگر مفتی ابن عبدہ لکھتے ہیں ص۳ کہ یہ خطاب خاصکر اشعث بن قیس سے ہے جس نے حضرت کے اوپر
پر جو اہل کوفہ کی بزدلی اور پہلوتہی پر لعنت ملامت کر رہے تھے کہا کہ "آپ نے بھی عثمان بن عفان کی روش کیوں نہ اختیار کی
حضرتؑ نے جواب دیا کہ "عثمان کی روش تو اہل دین کو ذلیل کرنے والی تھی جسکی کوئی دلیل نہیں کیونکہ جو شخص اپنے دشمن
نفس پر غلبہ دے وہ نہایت ضعیف الرائے اور مخبوط الحواس ہے پس اگر تو اس روش کو اختیار کرتا ہو تو ویسا ہی وہ بیان
نہیں ہو سکتا۔ اس روایت کو لکھ کر ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ ممکن ہے یہ روایت بھی صحیح ہو اور پھر بھی حضرت کا خطاب
سب سے عام ہو ۱۲ ؎ مشرفیہ ملک عرب میں شام کے شہروں کے پاس کچھ گاؤں ہیں جنکا نام ہے مشارف الشام وہاں
تلواریں عمدہ اور بڑی مشہور ہوتی ہیں انھیں تلواروں کو سیوف مشرفیہ کہتے ہیں ۱۲ ؎ علامہ ابن ابی الحدید اس خطبہ کی
میں اس امر کی تحقیق کرتے ہوئے کہ یہ لوگ حضرت سے کیوں علحدہ ہوتے جاتے اور پوری مستعدی سے ساتھ نہ دیتے تھے لکھتے ہیں
"سب سے بڑی اور قوی وجہ جس سے اہل عرب حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کا ساتھ چھوڑتے جاتے تھے۔ مال کا معاملہ
کیونکہ حضرت تقسیم مال غنیمت میں ہر شخص کو برابر رکھتے اور کسی شریف کو حقیر پر اور اعلیٰ کو ادنےٰ پر اور عرب کو عجم پر ترجیح
دیتے تھے اور رئیسوں اور امیروں اور بڑے بڑے قبیلوں کے سرداروں سے خصوصیت اور احسان کا وہ برتاؤ نہ کرتے
تھے جو دوسرے بادشاہ اور حکام اُن لوگوں کو ملائے رکھنے کے لئے کرتے ہیں غرض دنیاوی تدبیروں سے کوئی تدبیر
دبدبہ اور شوکت قائم کرنے کیلئے اختیار نہیں کرتے تھے (بلکہ جو انصاف اور شرع کا مقتضی تھا اُسی پر قائم رہے) اور آپ
بالکل خلاف معاویہ کی حالت تھی کہ دنیاوی تدابیر سے کوئی بھی اُٹھا نہ رکھی اور کمزور و بے اثر لوگوں کے حقوق مار
سرداروں اور ذی اثر لوگوں کو مالا مال کر دیا اور اپنے سے ملا لیا تھا جس سے اسکی قوت روز بروز بڑھتی گئی اور جمعیت
ہوتی رہی"۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ حالت خاص معاویہ کی نہ تھی بلکہ خلفائے ثلاثہ اسکے موجد ہیں چنانچہ حضرت عمر کا
مقرر کرنا اسکا شاہد ہے حالانکہ وہ سب سے زیادہ عادل مشہور ہیں اور حضرت ابوبکر و عثمان کا تو ذکر ہی نہیں ۱۲

خطبہ (۳۶)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَعْدَ التَّحْكِيمِ.

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَإِنْ أَتَى الدَّهْرُ بِالْخَطْبِ الْفَادِحِ وَالْحَدَثِ الْجَلِيلِ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَيْسَ مَعَهُ إِلٰهٌ غَيْرُهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ. أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ مَعْصِيَةَ النَّاصِحِ الشَّفِيقِ الْعَالِمِ الْمُجَرِّبِ تُورِثُ الْحَسْرَةَ، وَتُعْقِبُ النَّدَامَةَ. وَقَدْ كُنْتُ أَمَرْتُكُمْ فِي هٰذِهِ الْحُكُومَةِ أَمْرِي، وَنَخَلْتُ لَكُمْ مَخْزُونَ رَأْيِي، لَوْ كَانَ يُطَاعُ لِقَصِيرٍ أَمْرٌ، فَأَبَيْتُمْ عَلَيَّ إِبَاءَ الْمُخَالِفِينَ الْجُفَاةِ، وَالْمُنَابِذِينَ الْعُصَاةِ. حَتَّى ارْتَابَ النَّاصِحُ بِنُصْحِهِ، وَضَنَّ الزَّنْدُ بِقَدْحِهِ، فَكُنْتُ أَنَا وَإِيَّاكُمْ كَمَا قَالَ أَخُو هَوَازِنَ ؎

أَمَرْتُكُمْ أَمْرِي بِمُنْعَرَجِ اللِّوَى
فَلَمْ تَسْتَبِينُوا النُّصْحَ إِلَّا ضُحَى الْغَدِ

حضرت علیہ السلام کے ایک خطبہ کا کچھ (حصہ جسے واقعہ تحکیم کے بعد (فرمایا) ؎۱

ہر حال میں خدا کی حمد ہے اگرچہ زمانہ مشکل حالت اور بڑے حادثہ میں مبتلا کرے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ خدائے یکتا کے سوا کوئی خدا نہیں ہے نہ تو اُسکا کوئی شریک ہے نہ اُسکے ساتھ کوئی اُسکے علاوہ معبود ہے۔ اور اسکی (گواہی دیتا ہوں) کہ (حضرت) محمدؐ اُسکے (خاص) بندہ اور پیغمبر ہیں۔ خدا آپ پر اور آپ کی آل (پاک) پر رحمت نازل کرے۔ اما بعد پس (واضح ہو کہ) مہربان (اور) عالم (و) تجربہ کار ناصح کی نافرمانی (آخرکار) حسرت پیدا کرتی اور پیچھے ندامت لاتی ہے (دیکھو!) اس پنچایت کے بارے میں تم کو (اُسی وقت) میں نے اپنا (مناسب) حکم دیدیا تھا اور نہایت خلوص سے اپنی قیمتی (اور قابل قدر) رائے تم پر ظاہر کر دی تھی ؎۲ کاش قصیر کی رائے مانی گئی ہوتی ؎۳ (مگر آہ) تم نے (ایک نہ سنی اور) ظالم مخالفوں اور کھلم کھلا دشمنی کرنے والے نافرمانوں کے انکار کی طرح مجھ سے مُنھ موڑ لیا یہاں تک کہ خود نصیحت کرنے والے (یعنی مجھ) کو اپنی نصیحت پر شبہ ؎۴ اور چقماق کو روشنی دینے میں بخل کرنا پڑا ؎۵۔ تو میں اور تم ویسے ہی ٹھہرے جیسا قبیلہ ہوازن کے شاعر نے کہا ہے ؎۶

میں نے تو تم کو مقام لوا کے موڑ پر اپنا (مناسب) حکم دیدیا تھا
مگر تم نے اُس نصیحت کی پروا نہ کی لیکن اُسوقت کہ صبح ہو کر چاشت کا وقت ہو گیا۔

حاشیہ صفحہ ۱۹۳ ؁ ۱ یہ حصہ اُس خطبہ کا ہے جسے حضرت نے عمرو بن العاص کے ابو موسیٰ اشعری کو واقعہ تحکیم میں فریب دینے کے بعد
جنگ نہروان واقع ہونے کے پہلے ارشاد فرمایا۔ چنانچہ واقعہ تحکیم کا مختصر حال یہ ہے کہ ملک شام میں معاویہ نے
امیر المومنینؑ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تو جنگ جمل کے بعد ۳۶ھ ماہ ذی الحجہ میں جناب امیرؑ کی فوجیں کو
اور معاویہ کی فوجیں شام سے مقام صفین میں جمع ہوئیں مگر بخیال ماہ محرم الحرام لڑائی نہ شروع ہوئی صفر ۳۷ھ
جنگ چھڑ گئی اور عرصہ تک بہت شدت سے ہوتی رہی آخر ایک روز حضرت امیر المومنینؑ نے فیصلہ کن جنگ کا
کر کے نہایت سخت حملہ کرایا۔ یہانتک کہ شب بھر جنگ ہوتی رہی جو لیلۃ الہریر مشہور ہے ایک طرف خود حضرت
طرف حضرت کے مشہور سپہ سالار مالک اشتر میمنہ پر اور عبد اللہ بن عباس میسرہ پر۔ آخر لشکر شام چیخ اُٹھا اور معا
پوری فوج بھاگنے پر تیار ہو گئی۔ معاویہ اور عمرو عاص دونوں یہ آفت دیکھ کر کہ اب پوری تباہی ہے مکر و فریب کی
سوچنے لگے اور یہ ترکیب کی کہ جتنے قرآن مجید اُس لشکر میں تھے جن کی تعداد بعضوں نے پانچسو لکھی ہے اُن سب کو نیزوں
باندھ کر اور یہ آواز بلند کہلانا شروع کیا کہ ہمارے تمہارے درمیان یہ کلام اللہ ہے۔ اسکا واسطہ صلح کر لو! معاویہ کی
کام کر گئی اور حضرت علی کے لشکر میں تفرقہ پڑ گیا۔ سادہ لوح دیندار حافظوں اور قاریوں نے تلوار روک کر کہا کہ ہم کو
کی طرف بلایا جاتا ہے کیونکر قبول نہ کریں ہمیں قرآن مجید کو ضرور ماننا چاہیے۔ یہ رنگ دیکھ کر حضرت نے اُن سب سے
کہ انہا کلمۃ حق یراد بہا باطل یعنی معاویہ والوں کی یہ بات کہ قرآن کا فیصلہ مان لیں صحیح تو ہے۔ مگر اس سے انکا
باطل اور فساد پھیلانا ہے کیونکہ اُنکی یہ غرض ہرگز نہیں ہے کہ قرآن کے حکم کی طرف رجوع کریں ورنہ لڑتے ہی کیوں وہ لوگ
قرآن کا حکم پہلے ہی سے جانتے ہیں اور پھر بھی اُسکی مخالفت کرتے ہیں پس یہ صرف مکر و فریب اور اپنی شکست کو روکنے
ایک چال ہے تم لوگ چند منٹوں تک اور اپنے ہاتھ اور بازو مجھے عاریت دو کہ اب حق اپنی حد پر پہونچا چاہتا ہے اور دشمن
بیخ و بُن سے اُکھاڑ پھینکنے میں ذرا ہی سی کسر باقی ہے۔ چنانچہ معاویہ کا بیان ہے کہ ہم اُسوقت اس فکر میں تھے کہ یا امن
یا شام کی طرف بھاگ جائیں ادھر اپنے لشکر والوں کو حضرت نے بہت کچھ سمجھایا اور ہر نشیب و فراز کو دکھایا۔ مگر اُن
نے ایک بھی نہ مانی بلکہ کہا کہ اگر آپ جنگ کو موقوف نہ کرا دیں گے تو ہم لوگ اُلٹے آپ ہی کو معاویہ کے حوالہ کر دیں
مجبوراً حضرت نے جنگ رکوا دی اور صلح کی بات چیت ہونے لگی حالانکہ شکار پھندے میں پھنس چکا تھا صرف ہاتھ
پکڑ لینے کی دیر تھی کہ نادان دوستوں کی غلطی سے اُسکو چھوڑ دینا پڑا چنانچہ شام کے اور حضرت امیر المومنینؑ کے لشکر
ایک ایک شخص کو اپنی طرف سے فیصلہ کرنے کے لئے حکم (پنچ) مقرر کیا اور ۱۳ صفر ۳۷ھ کو ایک وثیقہ لکھوا کر جنگ
کر دی گئی۔ اسی پنچ مقرر کرنے کو تحکیم کہتے ہیں جس کا واقعہ بہت طولانی ہے اور تمامی تواریخ میں مندرج ہے اسی واقعہ سے معا

سلطنت قائم ہوئی اور تمام جہان میں ظلم پھیلا ۱۲ ۔ سنہ جب معاویہ کے مکر و فریب میں حضرت کے لشکر والے آ گئے اور ہر فریق نے یہ طے کر لیا کہ دو پنچ مقرر کئے جائیں جو منصف ہو کر کتاب اللہ کے مطابق اس جنگ کا فیصلہ اور آیندہ کے امن کا انتظام کریں تو شام والوں نے اپنے اول درجہ کے مکار عمرو بن عاص کو اپنا حکم مقرر کیا اور اہل کوفہ نے اپنی طرف سے ابو موسیٰ اشعری کو تجویز کیا جو ابتدا سے مخالف جناب امیرؑ اور بے دین آدمی تھے۔ حضرت امیر المومنینؑ ابو موسیٰ اشعری پر راضی نہ ہوئے بلکہ اپنی طرف سے عبد اللہ بن عباس کو پیش کیا۔ مگر لوگوں نے انکو منظور نہ کیا۔ تو پھر حضرت نے مالک اشتر کا نام لیا لیکن اُن سے بھی لوگوں نے انکار کیا غرض حضرت کے لشکر والے کچھ ایسے بدل گئے کہ اسمیں بھی حضرت کی کوئی بات نہ سنی اور ابو موسیٰ ہی کیلئے اڑے رہے حالانکہ وہ ابتدا سے اسکے مخالف تھے اور حضرت عمر نے چند مرتبہ حکومت کوفہ سے انکو معزول کیا تھا آخر حضرت نے مجبور ہو کر کہدیا کہ "جب تم میری بات سنتے ہی نہیں تو پھر جو چاہو کرو"، چنانچہ ان سبھوں نے ابو موسےٰ اشعری ہی کو باوجود حضرت کی اس شدید مخالفت کے اپنی طرف سے حکم مقرر کر دیا اور صلحنامہ لکھ کر طرفین سے دستخط ہو گئی اور سب اپنے اپنے گھر گئے۔ اور اُسی سال ماہ رمضان میں دومۃ الجندل کے قریب مقام اذرح میں (جو کوفہ اور شام کے درمیان ایک جگہ ہے) دونوں پنچ جمع ہوئے آپسمیں دیر تک صلاح و مشورہ ہوا اور آخر یہ رائے قرار پائی کہ حضرت علیؑ اور معاویہ دونوں کو معزول کر کے خلافت کو مسلمانوں کے مشورہ اور انتخاب پر چھوڑ دیا جاوے کہ جسکو لوگ چاہیں خلیفہ مقرر کریں۔ یہ تجویز ابو موسیٰ اشعری کی تھی عمرو عاص نے کہا مجھے بھی یہ رائے پسند ہے تخلیہ میں یہ تجویز طے کر کے دونوں پنچ مجمع عام میں آئے جہاں چار سو آدمی حضرت علیؑ کی طرف سے اور چار سو معاویہ کی طرف سے حکمیں کا فیصلہ سُننے کیلئے موجود تھے انہیں شام عراق حجاز مکہ اور مدینہ تمام ہی کے لوگ تھے صحابہ رسول بھی تھے۔ جب اُس مجمع کو اپنی تجویز سُنانے کا موقع آیا تو عمرو عاص چال چل گیا اور ابو موسیٰ اشعری سے کہا "آپ میرے بزرگ ہیں پہلے آپ ہی تقریر کیجئے"، ابو موسیٰ اسکی تہ کو نہ پہونچے اور مجمع کی طرف خطاب کر کے کہا "ہم دونوں کی یہ رائے ہوئی ہے کہ حضرت علیؑ اور معاویہ دونوں معزول کر دیے جائیں اور لوگ کسی تیسرے کو مقرر کریں" یہ کہہ کر ابو موسیٰ بیٹھ گئے تو عمرو عاص کھڑا ہوا اور کہا "بھائیو! ابو موسیٰ نے جو کچھ کہا وہ تم سب نے سُن لیا اُنھوں نے علی مرتضیٰ کو معزول کیا میں بھی انکو معزول کرتا ہوں اور معاویہ کو مقرر کرتا ہوں کیونکہ وہ عثمان کے مقرر کئے ہوئے ہیں اور وہ اس خلافت کے سب سے زیادہ مستحق ہیں"۔ ابو موسیٰ اشعری نے یہ سُنا تو عمرو عاص پر بگڑے کہ "اے عمرو تو نے سخت فریب کیا اور گنہگار رہوا"، اس فیصلہ پر سب لوگ پراگندہ ہو گئے اور اگرچہ کسی نے اسکو تسلیم نہیں کیا مگر اُسی وقت سے جناب امیرؑ کے ہر کام میں ضعف بڑھتا گیا اور معاویہ کی قوت دام اسکے مکر و فریب کے سبب سے زیادہ ہوتی گئی۔ اسی کو حضرت فرماتے ہیں کہ جب معاویہ نے قرآن نیزہ پر بلند کرایا تو اُسوقت بھی میں نے اپنی سچی اور مناسب رائے تم کو دی کہ یہ اُسکا فریب ہے اس دُھوکے میں نہ آؤ تھوڑا اور صبر کرو کہ

جنگ خود ہی فیصلہ کردے مگر تم لوگ میرے قتل پر آمادہ ہوگئے پھر حکم کی تجویز میں بھی ابو موسیٰ اشعری کی سخت مخالفت
کرتا رہا اور کہتا رہا کہ کسی دوسرے عقلمند شخص کو تجویز کرو مگر تم لوگوں نے یہ بھی نہ مانا حالانکہ اُسکی مخالفت تم ابتدا
رہے تھے اور اُسی کو مقرر کرا کے رہے آخر میری رائے اور اپنی غلطی کا نتیجہ دیکھ لیا ۱۲ ؎۵۴ لوکان یطاع لقصیر امر
ضرب المثل ہے جسکی تفصیل یہ ہے کہ عرب کے ایک بادشاہ جذیمہ ابرش نے جزیرہ کے بادشاہ کو قتل کیا۔ اس بادشاہ
ایک نہایت خوبصورت اور چالاک لڑکی تھی جسکا نام تھا زبار۔ اپنے باپ کے بعد جزیرہ کے تخت پر وہی بیٹھی اور
شخص کو جذیمہ ابرش کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ میں تم سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔ جذیمہ نے اسکو منظور کر لیا
ایک عقلمند غلام تھا جسکا نام تھا قصیر اُس نے جذیمہ کو اس ارادہ سے بہت منع کیا اور کہا کہ وہ فریب دے کر اپنے باپ کا
لینا چاہتی ہے لیکن جذیمہ نے اُسکی نصیحت قبول نہ کی اور زبار نے اپنی ہوشیاری سے جذیمہ کو اپنے یہاں بلایا اور
شاندار استقبال کرکے اپنی تمام فوج کے حلقہ میں لے کر مکان میں اُتارا اور بُری طرح قتل کر ڈالا اُسی وقت یہ
زبان زد ہوگیا کہ لوکان یطاع لقصیر امر یعنی کاش جذیمہ اپنے غلام قصیر کی بات مان لیے ہوتا اور اسطرح قتل نہ
ہوتا۔ اسی ضرب المثل کو ذکر کرکے حضرت فرماتے ہیں کہ کاش میری نصیحت تم نے مانی ہوتی اور تحکیم پر راضی نہ ہوئے ہو
آخر میں بھی ابو موسیٰ اشعری کو ترک کرکے میری تجویز سے کسی کو مقرر کیے ہوتے تو اسلام کو یہ خراب دن نہ دیکھنے پڑتے
یعنی تم سب کے سب اس طرح میری تجویز کے مخالف ہو کر اپنی ہی رائے پر اصرار کرتے رہے کہ آخر مجبور ہو کر مجھ کو اس طرح خاموش
ہو جانا پڑا کہ دیکھنے والوں نے یہ سمجھا کہ علی بھی اپنی سابق رائے سے پلٹ گئے اور ان لوگوں کی رائے مان لی اسی سبب
ہو رہے حالانکہ یہ بات نہ تھی بلکہ میں نے تم سب کو سخت دُھوکے میں مبتلا دیکھ کر اور اُس خطرہ سے تم کو نکالنے کی کوشش کر
میں ناکام رہ کر خاموشی اختیار کر لی تھی کہ جب تم مانتے ہی نہیں تو جو چاہو کرو خود ہی اُسکا بُرا انجام دیکھو گے چنانچہ دیکھ لیا
؎۵۵ عرب میں دو پتھر یا لوہے اور پتھر کو آپس میں ملکر آگ نکالتے ہیں اُسی پتھر یا لوہے کو زند یعنی چقماق کہتے ہیں۔ مطلب یہ
نہ تو چقماق روشنی دینے میں بخل کرے گا نہ میں تمہاری ضلالت کو پسند کروں گا چونکہ تم نے میری بات سُنی ہی نہیں اس سبب
خاموش ہو رہا جس طرح چقماق کو کوئی استعمال نہ کرے تو اُس سے آگ نہیں نکل سکتی ۱۲ ؎۵۶ یہ شعر دُرید بن الصمۃ کا ہے جو زمانہ
جاہلیت کا ایک شاعر قبیلہ بنی ہوازن سے تھا اور غزوہ حنین میں بحالت کفر مسلمانوں کے ہاتھ قتل ہوا اسکا ایک بھائی
عبداللہ نام جو زمانہ جاہلیت میں قبیلہ غطفان پر حملہ آور ہوا اور بکثرت مال غنیمت لے کر واپس آنے لگا تو مقام لوا
کے موڑ یا کنگرہ پر شب کو قیام کرکے مال غنیمت کو شرکا میں تقسیم کرنا چاہا۔ اسی درید نے اُسکو وہاں ٹھہرنے سے منع کیا
مبادا قبیلہ غطفان کے لوگ لوٹ پڑیں اور تم پر حملہ کردیں مگر عبداللہ نے اُسکی بات نہ مانی شب کو قیام کر دیا آخر

ہوا جسکا اندیشہ درید نے کیا تھا کہ صبح کو بنو غطفان آ گئے اور حملہ کر کے عبداللہ کو قتل کر ڈالا۔ اسی عبداللہ اپنے بھائی کا مرثیہ درید نے کہا جسکا ایک شعر یہ بھی ہے اس شعر کو حضرت امیر المومنینؑ نے جس مناسبت سے ذکر فرمایا ہے وہ واضح ہے کہ تم لوگوں نے بھی پہلے میری بات نہ مانی اب اسکا نتیجہ دیکھتے ہو ۱۲۔

خطبہ (۳۷)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي تَخْوِيفِ أَهْلِ النَّهْرَوَانِ۔

فَأَنَا نَذِيرٌ لَكُمْ أَنْ تُصْبِحُوا صَرْعَى بِأَثْنَاءِ هَذَا النَّهْرِ، وَبِأَهْضَامِ هَذَا الْغَائِطِ، عَلَى غَيْرِ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ، وَلَا سُلْطَانٍ مُّبِينٍ مَعَكُمْ، قَدْ طَوَّحَتْ بِكُمُ الدَّارُ، وَاحْتَبَلَكُمُ الْمِقْدَارُ، وَقَدْ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ هَذِهِ الْحُكُومَةِ فَأَبَيْتُمْ عَلَيَّ إِبَاءَ الْمُخَالِفِينَ الْمُنَابِذِينَ، حَتَّى صَرَفْتُ رَأْيِي إِلَى هَوَاكُمْ، وَأَنْتُمْ مَعَاشِرُ أَخِفَّاءُ الْهَامِ، سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ، وَلَمْ آتِ لَا أَبَا لَكُمْ بُجْراً، وَلَا أَرَدْتُ بِكُمْ ضُرّاً۔

حضرت علیہ السلام کے ایک خطبہ کا کچھ (حصہ جسے اہل نہروان کو ڈرانے کے لئے (فرمایا) لہ

(دیکھو) میں تم کو ڈرائے دیتا ہوں (ایسا نہ ہو) کہ تم سب اس نہر کے درمیان اور اس گڑھے کے ہموار حصوں میں ہلاک ہو جاؤ ایسی حالت میں کہ تمھارے پروردگار کی کوئی حجت اور واضح دلیل تمھارے ساتھ نہ ہو۔ اس دار (دنیا) نے یقیناً تم کو اکھاڑ پھینکا اور تقدیر نے تم کو پھندے میں پھنسا لیا حالانکہ میں نے (کس شدت سے) تمکو اس پنچایت سے روکا تھا مگر تم نے کھلم کھلا مخالفت (اور) دشمنی کرنیوالوں کے انکار کی طرح میری اطاعت سے منھ موڑ لیا یہانتک کہ (مجبوراً) مجھ کو بھی اپنی رائے تمھاری خواہش کی طرف پھیرنی پڑی۔ غرض تم ایسی جماعت ہو جسکے دماغ تو چھوٹے اور عقلیں ناقص ہیں۔ بدبختو! میں نے تو تمھارے ساتھ کوئی بھی برائی نہیں کی اور نہ (کبھی) تمکو کوئی نقصان پہونچانا چاہا۔

لہ حکمین کے فیصلہ ظاہر کرتے وقت جب عمرو عاص نے مکر و فریب کیا تو ابو موسیٰ اشعری اور عمرو عاص میں سخت کلامی ہونے لگی اور پورا مجمع پراگندہ ہو گیا لیکن اسوقت سے مسلمان کئی فرقے ہو گئے جن میں ایک فرقہ خوارج بھی تھا جو کہتا تھا کہ "لاحکم الا للہ یعنی خدا کے سوا کسی کا حکم نہیں ہے علیؑ نے خطا کی" ان میں سے بعض لوگ حضرت کے پاس آئے اور کہا کہ تم نے

خدا کا حکم چھوڑ کر دو پنچوں کے حکم کو اختیار کیا اس سے کافر ہو گئے اب توبہ کرو تو ہم تمھارا ساتھ دیں" حضرت نے
"میں تو خود تم لوگوں کو منع کرتا رہا تم نہ مانے تو میں خاموش ہو رہا۔ اور تم کسی طرح اطاعت نہ کرتے" اسپر اُن لوگوں
کہا کہ "تم تحکیم سے توبہ نہ کروگے تو ہم لوگ تم کو قتل کریں گے" اس گفتگو کے بعد وہ لوگ "لا حکم الا اللہ" پکارتے ہوئے
اور ایک جگہ جمع ہو کر رائے و مشورہ کیا اور سب نے متفق ہو کر خروج کا ارادہ کیا عبداللہ بن وہب راسبی کو اپنا سردار
بنا کر ۱۰ شوال ۳۷ھ کو اُسکے ہاتھ پر بیعت کی اور خفیہ طور پر مقام حرورا سے نکل کر مقام نہروان میں جو واسط اور
کے درمیان بغداد سے ۴ میل پر ہے آکر ٹھہرے۔ اور بڑے ظلم و تعدی بلکہ سفاکی و درندگی کے حرکات کرنے لگے
حضرت امیر المومنینؑ فوج لے کر نہروان کو روانہ ہوئے اور قریب پہونچ کر قیام فرمایا پہلے خوارج کو بہت کچھ سمجھایا اور
نصیحت کی مگر وہ لوگ اڑے رہے کہ تم کافر ہو گئے اپنے کفر کا اقرار کر کے توبہ کرو تو ہم باز آئیں آخر حضرت نے ان کو
کیا اور شکست فاش دی کہ دس ہزار تھے وہ سب مارے گئے صرف دس آدمی بچے۔ انھیں لوگوں سے قبل از جنگ بطور
نصیحت حضرت نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا ہے ۱۲ ص یعنی معاویہ کے قرآن بلند کرنے پر میں نے تم کو کس قدر سمجھایا کہ یہ
کید و مکر ہے مگر تم نے نہ مانا تو مجبوراً جو تم نے کہا وہ میں نے کیا نہ یہ کہ اُسکو میں نے اپنے اختیار اور ارادہ سے کیا ہو
حضرت فرماتے ہیں حتے صرفت رائی الی ھواکم ۱۲

خطبہ (۳۸)

وَمِنْ كَلاَمٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ
يَجْرِي مَجْرَى الْخُطْبَةِ.
فَقُمْتُ بِالْأَمْرِ حِينَ فَشِلُوا، وَ
تَطَلَّعْتُ حِينَ تَقَبَّعُوا، وَنَطَقْتُ
حِينَ تَعْتَعُوا، وَمَضَيْتُ بِنُورِ اللهِ
حِينَ وَقَفُوا. وَكُنْتُ أَخْفَضَهُمْ
صَوْتاً، وَأَعْلاَهُمْ فَوْتاً. فَطِرْتُ
بِعِنَانِهَا، وَاسْتَبْدَدْتُ بِرِهَانِهَا؛
كَالْجَبَلِ لاَ تُحَرِّكُهُ الْقَوَاصِفُ،

حضرت علیہ السلام کے ایک کلام کا کچھ حصہ
بمنزلہ خطبہ کے ہے۔
پس میں اس امر حق کہنے اور برائیوں کے ٹوکنے
وقت آمادہ ہوا جب (اور وں نے) نامردی دکھائی
اُسوقت نکل کھڑا ہوا جب (دوسرے صحابہ) گھو
کھا گئے اور اُسوقت بولا جب (وہ لوگ) گونگے بن
اور خدا کے نور کے ذریعہ اُسوقت بڑھ گیا جب (سب
رُکے رہے اور (گو) میری آواز اُن سب سے بڑی دبی
(کیونکہ پیچھے تو کمزور رہی ہیں) مگر آگے نکلنے میں

وَلَا تُزِيلُهُ الْعَوَاصِفُ، لَمْ يَكُنْ
لِأَحَدٍ فِيَّ مَهْمَزٌ، وَلَا لِقَائِلٍ فِيَّ
مَغْمَزٌ. اَلذَّلِيلُ عِنْدِي عَزِيزٌ
حَتَّى آخُذَ الْحَقَّ لَهُ، وَالْقَوِيُّ عِنْدِي
ضَعِيفٌ حَتَّى آخُذَ الْحَقَّ مِنْهُ. رَضِينَا
عَنِ اللهِ قَضَاءَهُ، وَسَلَّمْنَا لِلّٰهِ أَمْرَهُ.
أَتَرَانِي أَكْذِبُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى
اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ؟ وَاللهِ لَأَنَا
أَوَّلُ مَنْ صَدَّقَهُ، فَلَا أَكُونُ أَوَّلَ
مَنْ كَذَبَ عَلَيْهِ. فَنَظَرْتُ فِي أَمْرِي
فَإِذَا طَاعَتِي قَدْ سَبَقَتْ بَيْعَتِي وَإِذَا
الْمِيثَاقُ فِي عُنُقِي لِغَيْرِي.

بڑھا رہا تو میں اس (فضیلت امر بالمعروف و نہی عن المنکر) کی
مہار کو لے اُڑا اور اُسکی بازی کو مار لیا۔ مثل اُس پہاڑ کے
جس کو تند ہوائیں ہلا نہیں سکتیں اور نہ اُسکو آندھیاں ڈگمگا سکتی
ہیں۔ نہ تو مجھ پر (کسی طرح) کسی کو حرف گیری کا موقع حاصل
ہو سکا اور نہ کسی کہنے والے کو مجھ میں کوئی عیب مل سکا ذلیل
شخص میرے نزدیک عزیز ہے جبتک کہ میں اُسکے لئے (اُسکا)
حق لے لوں اور قوی میرے نزدیک کمزور ہے یہاں تک کہ میں اس سے
(دوسرے کا) حق چھین لوں[3]۔ ہم خدا سے اُسکی قضا (و قدر) پر
راضی ہیں اور خدا (کی رضا) کیلئے اُسکے (ہر) حکم کو مان لیا ہے
(پھر) کیا تمہارا میرے متعلق یہ خیال ہے کہ میں (حضرت) رسول
خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ بولوں گا؟ حالانکہ خدا
کی قسم میں ہی تو حضرت پر سب سے پہلے ایمان لایا تو کیا میں ہی
حضرت پر افترا کرنے کی ابتدا کروں گا۔ پس میں نے اپنے امر میں[4] غور و فکر کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ مجھ پر (حکم خدا و رسول کی)
اطاعت کرنا اپنے (لئے) بیعت (لینے) سے پہلے (واجب ہو چکا ہے) اور میری گردن میں دوسرے کا عہد و پیمان پڑا ہوا ہے[5]۔

---

[5] علامہ ابن ابی الحدید (اور دوسرے شارحین بھی) لکھتے ہیں کہ اس کلام میں چار فصلیں ہیں جو ایک دوسرے سے ملتی جلتی نہیں
بلکہ ایک فصل میں حضرت کا دوسرا مقصود ہے اور دوسرے میں دوسرا جسکی حقیقت یہ ہے کہ واقعہ نہروان کے بعد حضرت امیر المومنین نے
ایک طویل کلام کیا ہے جسمیں حضرت نے رسول خدا صلعم کی وفات سے اسوقت تک کے اپنے واقعات اور سوانح کو مجمل طور پر بیان
کیا۔ جناب سید رضی علیہ الرحمہ نے اُسے طولانی کلام سے مختلف جملوں کو ایک جگہ جمع کر دیا۔ مگر حقیر مترجم کا خیال ہے کہ یہ کلام
مسلسل بھی کہا جا سکتا ہے اور غیر مسلسل بھی جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ١٢

[2] یہاں تک اُس کلام کی پہلی فصل ہے جسمیں
حضرت اپنے اُن واقعات امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو ذکر کرتے ہیں جو خلیفہ ثالث حضرت عثمان کے زمانہ فتنہ و فساد و بے
امنی و بے دینی میں گزرے کہ ان حضرت کی زیادتیوں۔ خانداں پرستیوں اور مخالف اسلام امور کو دوسرے صحابہ و مسلمین دیکھتے
رہے اور کسی کے سر پر جوں بھی نہ رینگی۔ صرف میں ہی تھا جو ایک طرف عثمان کو اُنکی غلطیوں سے باز آنے کو کہتا اور دوسری طرف
اُن کے مخالفین اور دشمنوں کو سمجھاتا اور لطائف الحیل سے ٹالتا رہتا تھا۔ مگر علامہ ابن میثم علیہ الرحمہ اس کلام کو زمانہ عثمان

سے مخصوص نہیں جانتے بلکہ فرماتے ہیں کہ حضرت اسکو اپنے عام مفاخرت میں فرماتے ہیں جو اشارہ ہے عہد رسول اللہ کی
۵۳ یہاں تک اس کلام کی دوسری فصل تمام ہوئی جسمیں حضرت فرماتے ہیں کہ خلیفہ ثالث عثمان کے بعد جب لوگوں نے
خلیفہ تسلیم کیا تو میں شریعت اسلام کی پابندی میں مثل اُس پہاڑ کے سخت اور مستقل تھا جس کو لاکھ آندھیاں بھی
ہلا نہیں سکتیں یعنی لوگ خواہ کتنی ہی میری مخالفت کریں اور فتنہ و فساد پھیلائیں میں متاثر ہو کر خلاف حق اور
دین کسی امر کو اختیار نہیں کر سکتا۔ اور چونکہ میرا کوئی فعل ذاتی غرض اور نفسانی خواہش سے نہیں ہوتا بلکہ جو حکم
رسول کے مطابق ہی وہی کرتا ہوں۔ چونکہ خدا نے مجھے ہر گناہ سے معصوم رکھا ہی لہذا کسی شخص کو مجھ پر حرف گیری کا موقع
نہیں مل سکتا۔ اسکے بعد حضرت اپنی وہ صفت ذکر فرماتے ہیں جو انبیاء و اولیاء ہی کیلئے مخصوص ہے اور دنیا پرستوں کے
حق میں مضر ہی کہ حضرت اپنی حکومت و ریاست مستحکم کرنے کیلئے دنیاوی پالیسی اور حیلہ و تدبیر کو نہیں اختیار کرتے
ذی اثر اور قوی لوگوں کو اپنے قبضہ میں رکھیں اور کمزور و بے اثر لوگوں کو اُنکے حال میں چھوڑ دیں اُن کی رعایت کا
دنیاوی نہیں ہوتا۔ بلکہ حضرت کے نزدیک کمزور ہی شخص قابل عزت ہے یعنی حضرت کو برابر اسکی فکر رہتی ہو کہ کمزور
یہ اپنا حق پاوے اور ذی اثر صاحب اقتدار شخص کو اُسکے ظلم و عدوان سے حضرت بہت ذلیل اور قابل سزا سمجھتے
اور اُس سے دوسرے کا حق چھین کر صاحب حق کے حوالہ کر دیتے ہیں ۱۲ ۵۴ یہاں تک تیسری فصل ہی جسکی شرح
علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں "حضرت نے یہ کلام اُسوقت فرمایا جب اپنے لشکر والوں کے سامنے علم غیب اور آئندہ
واقعات جنگ وغیرہ جو حضرت کو رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ سے معلوم ہوئے تھے ذکر فرماتے وقت بعضوں نے
کہ حضرت کی اس پیشین گوئی وغیرہ پر شبہہ کرتے ہیں اور یہ تہمت لگاتے ہیں کہ حضرت رسول خدا صلعم نے آپ کو ان امور کی
خبر نہیں دی بلکہ آپ اپنے دل سے کہتے ہیں اور آنحضرت صلعم کا نام غلط لیتے ہیں" اسکے بعد علامہ نے نہایت معتبر
اور کہاوتوں سے جناب امیرؑ کے بہت سے واقعات علم غیب اور آئندہ حالات کی پیشین گوئیوں کے نقل کئے ہیں جو
میں بہت کم ہیں اور خدا نے چاہا تو ضمیمہ میں اُسکی مکمل بحث ہوگی ۱۲ ۵۵ یہاں تک چوتھی یعنی آخری فصل ہی
شرح میں ابن ابی الحدید لکھتے ہیں ای وجوب طاعۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ علیّ و وجوب امتثال
امرہ سابق علی بیعتی القوم فلا سبیل الی الامتناع من البیعۃ لانہ صلے اللہ علیہ و آلہ امرنی
و اذا المیثاق فی عنقی لغیری ای رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ اخذ علی المیثاق بترک الشقاق
المنازعۃ فلم یحل لی ان اتعدی امرہ او اخالف نہیہ اور مفتی مصر علامہ ابن عبدہ اپنی شرح ص۵۶ میں لکھتے
قولہ نظرت الخ ھذہ الجملۃ قطعۃ من کلام لہ فی حال نفسہ بعد وفاۃ رسول اللہ صلے

علیہ وسلم بیّن فیہ انہ مامور بالرفق فی طلب حقہ فاطاع الامر فی بیعۃ ابی بکر وعمر وعثمان
رضی اللہ عنہم فبایعہم امتثالا لما امرہ النبی بہ من الرفق وایفاءً بما اخذ علیہ من المیثاق
فی ذلک ان سب کا خلاصہ یہ ہی کہ حضرتؑ نے اپنی حالت خلافت ابوبکر کے وقت کی بیان فرمائی ہی کہ چونکہ رسول اللہ صلعم
نے مجھ سے عہد لیا تھا کہ قوم باطل کی طرف جائے تو تم علانیہ مخالفت نہ کرنا بلکہ اپنا حق بطور رفق و مدارات طلب کرنا
تاکہ اسلام میں کوئی فتنہ و فساد نہ ہو اس سبب سے میں نے اُسوقت سکوت کیا اور جہاد نہ کر سکا آنحضرت صلعم کے اس عہد
بلکہ وقت وفات جناب امیرؑ سے وصیت کرنے کے متعلق اسقدر احادیث وارد ہیں جن کو دیکھکر کسی طرح شبہہ نہیں ہو سکتا کہ حضرت
کا سکوت اسی وجہ سے تھا چنانچہ مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۵۱۱ میں ہی بعد ازاں فرمود برادر من علی را بیارید علی بیامد بر بالین
آنحضرت بنشست و سر مبارکش را بر زانوے خویش نہاد و آن سرور فرمود اے علی فلاں یہودی پیش من چندیں مبلغ دارد کہ
از وے برائے تجہیز لشکر اُسامہ بقرض گرفتہ بودم زنہار کہ حق او را از ذمہ من ادا کنی و فرمود اے علی تو اول کسے خواہی بود کہ
در لب حوض کوثر بمن برسی و بعد از من مکروہات بتو خواہد رسید باید کہ دل تنگ نہ شوی و صبر کنی و چوں بہ بینی کہ مردم دنیا اختیار
کنند باید کہ تو آخرت را اختیار کنی جس سے حکم صبر آنحضرت کو ظاہر ہی اور خود صحیح بخاری میں ہی صفحہ ۱۳۹ جلد ۴ مطبوعہ مصر حذیفہ
بن الیمان یقول کان الناس یسألون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الخیر وکنت اسألہ عن الشر
مخافۃ ان یدرکنی فقلت یا رسول اللہ انا کنا فی جاہلیۃ وشر فجاءنا اللہ بہذا الخیر فہل بعد ہذا
الخیر من شر قال نعم قلت وہل بعد ذلک الشر من خیر قال نعم وفیہ دخن قلت وما دخنہ قال قوم
یہدون بغیر ہدیی تعرف منہم وتنکر جس سے معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ نے صرف جناب امیرؑ ہی کو ان واقعات سے
نہیں خبر دی تھی جن میں آپ کو صبر و تحمل کا حکم تھا بلکہ اپنے مخصوص صحابہ اور رازدار کو بھی بتایا تھا کہ میرے جانے کے بعد
پھر شر کا دورہ ہوگا اور اس کے بعد خیر کا دورہ ہوگا اسمیں فسادات ہوں گے جس سے بجز دورہ خلافت جناب امیرؑ دوسرا
مراد نہیں ہو سکتا۔

خطبہ (۳۹)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
وَاِنَّمَا سُمِّيَتِ الشُّبْهَةُ شُبْهَةً
لِاَنَّهَا تُشْبِهُ الْحَقَّ فَاَمَّا اَوْلِيَاءُ اللّٰهِ

حضرت علیہ السلام کے ایک خطبہ سے (کچھ حصہ شبہہ کی تحقیق میں ہی)
اور شبہہ کا نام شبہہ اسوجہ سے رکھا گیا کہ شبہہ یہ (امر) حق کو مشتبہ
کر دیتا ہی۔ تو جو خدا کے دوست ہیں انکا یقین اس (شبہہ

فَضِيَاؤُهُمْ فِيهَا الْيَقِينُ، وَدَلِيلُهُمْ سَمْتُ الْهُدٰى؛ وَأَمَّا أَعْدَاءُ اللّٰهِ فَدُعَاؤُهُمْ فِيهَا الضَّلَالُ، وَدَلِيلُهُمُ الْعَمٰى؛ فَمَا يَنْجُو مِنَ الْمَوْتِ مَنْ خَافَهُ، وَلَا يُعْطَى الْبَقَاءَ مَنْ أَحَبَّهُ۔

ہیں اُنکو ضیا بخش اور طریق ہدایت اُن کا رہنما ہوتا
جو خدا کے دشمن ہیں اُن کی دعا اسمیں گمراہی اور ا
رہنما نابینائی ہوتا ہے تو جو شخص موت سے ڈرا وہ اس
کا نہیں اور جس نے (دنیا میں) ہمیشہ رہنا پسند کیا
(ہمیشہ رہنے) کو پانے کا نہیں۔

له اس خطبہ میں بھی دو فصلیں ہیں ایک وانما سمیت الشبہہ سے جسمیں فرماتے ہیں کہ شبہہ کے حل کرنے میں اولیاء خدا الیقین
سے کام لیتے ہیں اور اپنے نور ایمان سے حق کو پا لیتے ہیں چنانچہ قرآن مجید میں بھی ہے کہ یسعیٰ نورھم بین ایدیھم وبایمانھم
الآیۃ (آیت ۱۲ سورہ حدید) یعنی اُن کا نور اُنکے آگے آگے اور داہنی طرف چل رہا ہوگا اور خدا کے دشمن وہ صورت اختیار
کرتے ہیں جسمیں گمراہی اور جہالت ہو چنانچہ قرآن مجید میں بھی ہے وما دعاء الکافرین الا فی ضلال (آیۃ ۱۴ سورہ
یعنی کافروں کی دعا گمراہی میں ہی ہوتی ہے۔ دوسری فصل فما ینجو سے آخر تک ہے ۱۲۔

خطبہ (۴۰)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مُنِيتُ بِمَنْ لَا يُطِيعُ إِذَا أَمَرْتُ، وَلَا يُجِيبُ إِذَا دَعَوْتُ۔ لَا أَبَا لَكُمْ! مَا تَنْتَظِرُونَ بِنَصْرِكُمْ رَبَّكُمْ۔ أَمَا دِينٌ يَجْمَعُكُمْ وَلَا حَمِيَّةٌ تُحْمِشُكُمْ۔ أَقُومُ فِيكُمْ مُسْتَصْرِخًا وَأُنَادِيكُمْ مُتَغَوِّثًا فَلَا تَسْمَعُونَ لِي قَوْلًا! وَلَا تُطِيعُونَ لِي أَمْرًا، حَتّٰى تَكَشَّفَ الْأُمُورُ عَنْ عَوَاقِبِ الْمَسَاءَةِ، فَمَا يُدْرَكُ بِكُمْ ثَارٌ، وَلَا يُبْلَغُ بِكُمْ مَرَامٌ۔ دَعَوْتُكُمْ إِلٰى نَصْرِ إِخْوَانِكُمْ فَجَرْجَرْتُمْ جَرْجَرَةَ الْجَمَلِ الْأَسَرِّ![ك]

حضرت علیہ السلام کے ایک خطبہ سے (کچھ حصہ جہاد پہلا تھی کر
میں تو اُن میں مبتلا ہوں جن کو کوئی حکم دیتا ہوں تو
اور جب بُلاتا ہوں تو سُنتے اور آتے نہیں۔ کم بخت
پروردگار (کے دین) کی مدد کرنے میں کس چیز کا انتظار
کر رہے ہو؟ کیا (تمھارا) کوئی دین نہیں ہے جو تم کو ا
اور (تم میں) کچھ بھی حمیت نہیں ہے جو تمھیں ابھارے؟
میں کھڑا ہوا چیخ رہا ہوں اور فریاد ہی بنکر تم کو پکار
مگر تم نہ میری کوئی بات سُنتے ہو اور نہ میرا کوئی
ہو یہاں تک کہ آخر اُن امور کے بُرے نتیجے ظاہر ہو
(اور تم کو بھگتنا پڑتے) ہیں۔ غرض تمھارے ذریعہ
(کسی سے) انتقام لیا جا سکتا ہے اور نہ تم سے کوئی
حاصل ہو سکتا ہے۔ میں نے تمھارے بھائیوں کی مدد کے

وَتَثَاقَلْتُمْ تَثَاقُلَ النِّضْوِ الْأَدْبَرِ! ثُمَّ خَرَجَ إِلَيَّ مِنْكُمْ جُنَيْدٌ مُتَذَائِبٌ ضَعِيفٌ كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُونَ (قَالَ الرَّضِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ) أَقُولُ: قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مُتَذَائِبٌ أَيْ مُضْطَرِبٌ مِنْ قَوْلِهِمْ تَذَاءَبَتِ الرِّيحُ أَيِ اضْطَرَبَ هُبُوبُهَا، وَمِنْهُ سُمِّيَ الذِّئْبُ ذِئْبًا لِاضْطِرَابِ مِشْيَتِهِ۔

بلایا تو تم اُس اونٹ کی طرح چرچرانے لگے جس کا سینہ گھائل ہو اور اُس کمزور زخمی پشت والے اونٹ کی طرح بیٹھنے لگے جو بوجھ اُٹھانے سے مرا جاتا ہو پھر تم سے ایک چھوٹا سا حقیر لشکر میرے پاس آیا جو ایسا کمزور ہو کہ گویا اُنکو (زبردستی) موت کی طرف ڈھکیلا جاتا ہو اور وہ (موت کو آنکھوں) دیکھ رہے ہیں (قول جناب سید رضی علیہ الرحمہ) حضرت علیہ السلام کا لفظ متذائب بمعنی مضطر (پریشان اور لرزاں) ہے جو اُن (اہل عرب) کے اُس محاورے سے ماخوذ ہے تذاربت الریح یعنی پریشان اور پراگندہ ہوا چلی اور اسی سے بھیڑیے کو بھی ذئب کہتے ہیں کہ اُسکی رفتار میں لچک ہوتی ہے۔

سلہ ۳۹ھ میں معاویہ نے نعمان بن بشیر کو دو ہزار فوج کے ساتھ مقام عین التمر پر غارت کیلئے بھیجا وہاں جناب امیرؑ کی جانب سے مالک بن کعب ایکہزار آدمیوں کے ساتھ رہتا تھا مگر اسوقت صرف سو آدمی تھے بقیہ سب کوفہ گئے ہوئے تھے۔ نعمان کی خبر سنکر مالک نے جناب امیرؑ کو مطلع کیا حضرت نے اہل کوفہ کو جمع کرکے خطبہ دیا اور مالک کی مدد پر جانے کو اُبھارا مگر کوئی نہ گیا پھر حضرت نے اعیان و سرداران کوفہ کے یہاں پیغام بھیجا اس سے بھی کامیابی نہ ہوئی تو رنجیدہ ہو کر یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔ وہاں مالک انھیں سو آدمیوں کے ساتھ نعمان کے دو ہزار سپاہیوں سے پوری بہادری سے لڑنے لگا عین شدت کارزار میں مالک کی کمک کو ایک جگہ سے پچاس آدمی اور آگئے غرض یہ ڈیڑھ سو اس استقلال سے لڑے کہ اہل شام کے (جو دو ہزار تھے) جی چھوٹ گئے اور شام ہوتے ہوتے بھاگ کھڑے ہوئے (شرح ابن ابی الحدید جلد ۱ صفحہ ۲۱۴ تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۷۷ وغیرہ) ۱۲

سلہ ۲ اونٹ کے ناف پاس زخم ہوتا ہے تو اُس اونٹ کو ائمر کہتے ہیں اُسکی درد اور اذیت سے جو کراہنے کی طرح آواز اور نرخرے حلق سے نکلتی ہے اُسکو جرجرہ کہتے ہیں جس کا ترجمہ چرچرانا کیا گیا جو لفظاً اور معنیً اُسکے مشابہ ہے ۱۲

خطبہ (۱۴۱)

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْخَوَارِجِ لَمَّا سَمِعَ قَوْلَهُمْ لَا حُكْمَ

حضرت علیہ السلام کے ایک کلام سے (کچھ حصہ) خوارج کے بارے میں جب اُن کا یہ قول سُنا کہ لاحکم الا للہ (خدا کے

اِلَّا لِلّٰہِ۔ قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔
کَلِمَۃُ حَقٍّ یُرَادُ بِھَا الْبَاطِلُ۔ نَعَمْ
اِنَّہٗ لَا حُکْمَ اِلَّا لِلّٰہِ۔ وَلٰکِنَّ ھٰؤُلَاءِ
یَقُوْلُوْنَ: لَا اِمْرَۃَ اِلَّا لِلّٰہِ۔ وَاِنَّہٗ
لَا بُدَّ لِلنَّاسِ مِنْ اَمِیْرٍ بَرٍّ اَوْ
فَاجِرٍ، یَعْمَلُ فِیْ اِمْرَتِہِ الْمُؤْمِنُ،
وَیَسْتَمْتِعُ فِیْھَا الْکَافِرُ، وَیُبَلِّغُ اللّٰہُ
فِیْھَا الْاَجَلَ، وَیُجْمَعُ بِہِ الْفَیْءُ، وَ
یُقَاتَلُ بِہِ الْعَدُوُّ، وَتَاْمَنُ بِہِ
السُّبُلُ، وَیُؤْخَذُ بِہٖ لِلضَّعِیْفِ مِنَ
الْقَوِیِّ، حَتّٰی یَسْتَرِیْحَ بَرٌّ، وَیُسْتَرَاحَ
مِنْ فَاجِرٍ۔ وَفِیْ رِوَایَۃٍ اُخْرٰی اِنَّہٗ
عَلَیْہِ السَّلَامُ لَمَّا سَمِعَ تَحْکِیْمَھُمْ
قَالَ) حُکْمَ اللّٰہِ اَنْتَظِرُ فِیْکُمْ (وَقَالَ)
اَمَّا الْاِمْرَۃُ الْبَرَّۃُ فَیَعْمَلُ فِیْھَا
التَّقِیُّ وَاَمَّا الْاِمْرَۃُ الْفَاجِرَۃُ
فَیَتَمَتَّعُ فِیْھَا الشَّقِیُّ اِلٰی اَنْ تَنْقَطِعَ
مُدَّتُہٗ، وَتُدْرِکَہٗ مَنِیَّتُہٗ۔

سوا کسی کا حکم نہیں) تو حضرت علیہ السلام نے فرمایا
(یہ) کلمہ تو حق ہے (مگر) اس سے ان کا مقصود باطل ہے
یقیناً خدا کے سوا کسی کا حکم نہیں (ہو سکتا) مگر یہ لوگ
ہیں کہ خدا کے سوا کسی کی حکومت نہیں ہو سکتی، حالانکہ
آدمیوں کو بغیر کسی اچھے یا برے حاکم کے چارہ نہیں
جس کی حکومت میں مومن (اپنا) کام کرے اور کافر
نفع اٹھائے۔ اور خدا اسمیں (لوگوں کی) اجل پہونچائے
اسکے سبب سے مال غنیمت جمع کیا جائے اور اسکے ہمراہ
سے جنگ ہو سکے اور اسکے ذریعہ رستے محفوظ رہیں اور اسکے ذریعہ
کمزور کا حق زبردست سے لیا جائے۔ یہاں تک کہ نیک
آرام ملے اور بدکار (کی شرارت) سے امن حاصل ہو
دوسری روایت بھی ہے کہ حضرت علیہ السلام نے جب
وہ قول لاحکم الا اللہ سنا تو فرمایا میں تمہارے بارے میں
خدا کا منتظر ہوں (اور یہ بھی فرمایا کہ) جو حکومت اچھی
اسمیں پرہیزگار اپنا عمل بجا لاتا ہے اور جو حکومت بری
اس سے (بدکار اور) شقی نفع اٹھاتا ہے یہاں تک کہ
زمانہ پورا ہو جائے اور اس کی موت آ پہونچے۔

سلہ واضح ہو کہ احکام کی دو قسمیں ہیں ایک شرعی دوسری تکوینی۔ خوارج کا مطلب یہ تھا کہ جب اصحاب معاویہ نے قرآن
کیا تو آپ نے آدمیوں کی پنچایت کیوں قبول کی حضرت نے اُن کے اس دعوے کی تصدیق فرمائی کہ لاحکم الا اللہ تو بیشک
حق ہے کہ قضاء و قدر پر اور کوئی قادر نہیں یفعل اللہ ما یشاء ویحکم ما یرید مگر خوارج کا تو یہ مطلب ہے کہ بجز
حکم نہیں دے سکتا جو غلط ہے کیونکہ ہدایت عقل شاہد ہے کہ آدمیوں کا حاکم آدمی ہی ہوتا ہے اسلئے کہ اکثر احکام
جو منصوص نہیں ہیں بلکہ اجتہاد وغیرہ سے مستنبط ہوتے ہیں پھر بھی وہ احکام خدا ہی ہیں پس ان احکام کا استنباط کرنا

ہی کا کام ہی غرض حضرت نے اُن کے اس عام فریب دہ کلمہ کی تشریح فرما دی کہ لاحکم الا للہ فی نفسہ تو صحیح ہی مگر اُن کا جو یہ مقصود ہے کہ کسی شخص کو حکومت نہیں ہی یہ باطل ہی کیونکہ حکم خدا کا علم تو آدمی ہی کے ذریعے سے ہو سکتا ہی جسکا نام نبی ہی وہی احکام خدا کو پہونچاتا ہی اور اُسی سے معلوم ہو سکتا ہی کہ خدا کا مقصود کیا ہی۔ اُسکے بعد امام اور پھر علماء ہیں جو قواعد مقررہ سے حکم خدا کو دریافت کرتے ہیں۔ تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۱۳۱ میں ہی فقال انا لسنا حکمنا الرجال انما حکمنا القرآن وھذا القرآن انما ھو خط مسطور بین دفتین لا ینطق انما یتکلم به الرجال یعنی جناب امیرؑ نے خوارج سے فرمایا کہ ہم نے آدمیوں کو تو حکم نہیں مقرر کیا ہی بلکہ قرآن کو حکم بنایا ہے اور قرآن تو خط مسطور ہی جو دو دفتیوں کے درمیان ہی خود تو بولتا نہیں ہی بلکہ آدمی بولتے ہیں۔ اُسی کو حضرت فرماتے ہیں کہ حکم تو خدا ہی کیلئے ہی مگر اُسکا علم تو آدمیوں کے ذریعے سے ہو سکتا ہی کیونکہ قرآن تو خط مسطور ہی اُسکا مطلب سمجھانے والا انسان ہی پھر تم کیوں اُس سے انکار کرتے ہو جسکو حضرت پھر یوں فرماتے ہیں۔

انشدکم اللہ اتعلمون انھم حیث رفعوا المصاحف وقلتم نجیبھم قلت لکم انی اعلم بالقوم منکم انھم لیسوا باصحاب دین وذکر ما کان قاله لھم ثم قال لھم قد اشترطت علی الحکمین ان یحییا ما احیا القرآن ویمیتا ما امات القرآن فان حکما بحکم القرآن فلیس لنا ان نخالف وان ابیا فنحن عن حکمھما براء یعنی جب اصحاب معاویہ نے قرآن بلند کیا تو کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ میں اُنکے حالات سے بخوبی واقف ہوں یہ اصحاب دین نہیں ہیں جو کر رہے ہیں سب مکر و فریب ہے مگر تم نہ مانے آخر میں نے یہ شرط کی کہ حکمین پر لازم ہی کہ مطابق قرآن فیصلہ کریں جس کو قرآن زندہ کرے اُسکو زندہ کریں اور جس کو قرآن باطل کرے یہ بھی باطل کریں پس اگر حکمین مطابق قرآن فیصلہ کرینگے تو ہم مخالفت نہ کرینگے اور اگر برعکس کریں تو ہم اُس سے بری ہیں اور ازالۃ الخفا مقصود دویم صفحہ ۲۷۶ میں ہی و این کلمہ اشارت است بآنکہ اہل شام مصحف برداشتند کہ درمیان ما و شما این قرآن است و حضرت مرتضیٰ فرمود کہ این قرآن صامت است و من قرآن ناطقم ۱۲ ۲ یعنی دنیا کا انتظام اور امن و امان بغیر کسی حاکم کے درست نہیں رہ سکتا نہ مظلوم اپنا حق پا سکتا ہے نہ زبردست اپنے فتنہ و فساد سے باز رہے گا نہ راستے محفوظ رہینگے نہ دشمن سے نجات مل سکتی ہی ہاں اگر کوئی بادشاہ یا حاکم ہوگا تو اُس سے عامہ ناس کو یہ کل فوائد حاصل ہو سکتے ہیں خواہ وہ بادشاہ نیکوکار ہو یا بدکار ۱۲ ۳ یعنی حاکم خواہ نیکوکار ہو خواہ بدکار اُسکی حکومت میں مومن اپنے کاموں کو انجام دینے میں آزاد ہی نماز پڑھے روزہ رکھے خیرات دے وغیرہ حضرت نے مومن کیلئے یعمل فرمایا اور کافر کیلئے یستمتع جسمیں یہ نکتہ ہی کہ عام حاکم یا بادشاہ سے مومن کو صرف عام نفع حاصل ہوگا یعنی وہ اپنے امور کو آزادی سے انجام دے سکیگا کہ کوئی مزاحم نہ ہوگا برخلاف کافر کے کہ وہ فاجر بادشاہ سے مختلف منافع حاصل کریگا اُسکو حکومت ملے گی وہ مال غنیمت سے زیادہ حصہ پاویگا اُسکے نااہل اعزا و اقربا بڑی دولت اور جاگیریں حاصل کرینگے وغیرہ فوائد ۱۲

خطبہ (۴۳)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

إِنَّ الْوَفَاءَ تَوْأَمُ الصِّدْقِ۔ وَلَا أَعْلَمُ جُنَّةً أَوْقَى مِنْهُ۔ وَلَا يَغْدِرُ مَنْ عَلِمَ كَيْفَ الْمَرْجِعُ۔ وَلَقَدْ أَصْبَحْنَا فِي زَمَانٍ قَدِ اتَّخَذَ أَكْثَرُ أَهْلِهِ الْغَدْرَ كَيْساً، وَنَسَبَهُمْ أَهْلُ الْجَهْلِ فِيهِ إِلَى حُسْنِ الْحِيلَةِ۔ مَا لَهُمْ؟ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ! قَدْ يَرَى الْحُوَّلُ الْقُلَّبُ وَجْهَ الْحِيلَةِ وَدُونَهَا مَانِعٌ مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ وَنَهْيِهِ، فَيَدَعُهَا رَأْيَ عَيْنٍ بَعْدَ الْقُدْرَةِ عَلَيْهَا وَيَنْتَهِزُ فُرْصَتَهَا مَنْ لَا حَرِيجَةَ لَهُ فِي الدِّينِ۔

حضرت علیہ السلام کے ایک خطبہ سے (کچھ حصہ) وفاداری کے [illegible]

یقیناً وفاداری سچائی کا توأم (جوڑ) ہے اور میں [illegible] جانتا ہوں کوئی سپر اس سے بڑھ کر بچانے والی نہیں [illegible] شخص قیامت کی کیفیت سے واقف ہے وہ غداری [illegible] نہیں کر سکتا۔ ہاں ہم البتہ ایسے زمانہ میں داخل [illegible] جس کے اکثر لوگوں نے بے وفائی کو چالاکی سمجھ [illegible] جاہلوں نے اُن (غداروں) کی اس (بے وفائی) کو [illegible] کی نسبت دے رکھی ہے[1] خدا اُن سے سمجھے! (اچھی [illegible] ہو گیا ہے؟ حالانکہ بڑا ہوشیار تجربہ کار شخص [illegible] صورتیں سمجھتا ہے مگر اُس (حیلہ) کے سامنے خدا کے [illegible] نہی کی ایک روک (بھی) ہوتی ہے جو اُسکو اختیار [illegible] دیتی، پس وہ باوجود اُسپر (پوری) قدرت رکھنے کے [illegible] دیکھ کر اُسکو چھوڑ دیتا ہے[2] اور اُسکے اختیار کر لینے کو وہ شخص غنیمت سمجھتا ہے جسے دین کی کوئی پروا نہیں ہوتی۔

---

[1] علامہ ابن ابی الحدید اسپر لکھتے ہیں کہ "جس طرح لوگ عمرو بن العاص اور مغیرہ بن شعبہ کو بڑا عقلمند اور [illegible] اور جاہل حضرات انکے اور اُنکے امثال کے افعال کو حسن تدبیر اور دور اندیشی کی طرف نسبت دیتے تھے ۱۲

[2] ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ "حضرت امیر المومنینؑ بھی ایسے ہی تھے اور حضرت باوجودیکہ دنیاوی کامیابی اور غلبہ کی [illegible] کو سب سے اچھا سمجھتے تھے مگر اسی دین کے احترام حق و شرع کی پابندی اور خدا کے خوف سے اُن طریقوں سے نفرت [illegible] مقام صفین میں پہلے معاویہ والوں نے نہر پر قبضہ کر لیا تو جناب امیرؑ کے لشکر پر پانی بند کر دیا مگر جب حضرت [illegible] نہر کو چھین لیا اور معاویہ والوں پر پانی بند کرنا چاہا تو حضرت نے منع کر دیا اور دشمن کو اُسی طرح پانی پینے دیا [illegible] سیراب ہوتے تھے اور یہ صفت حضرت کی اولاد اور نسل میں بھی باقی رہی ۱۲

خطبہ (۴۳)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمُ اثْنَانِ: اِتِّبَاعُ الْهَوٰى وَطُوْلُ الْأَمَلِ فَاَمَّا اِتِّبَاعُ الْهَوٰى فَيَصُدُّ عَنِ الْحَقِّ۔ وَاَمَّا طُوْلُ الْاَمَلِ فَيُنْسِي الْاٰخِرَةَ۔ اَلَا وَاِنَّ الدُّنْيَا قَدْ وَلَّتْ حَذَّاءَ، فَلَمْ يَبْقَ مِنْهَا اِلَّا صُبَابَةٌ كَصُبَابَةِ الْاِنَاءِ اصْطَبَّهَا صَابُّهَا۔ اَلَا وَاِنَّ الْاٰخِرَةَ قَدْ اَقْبَلَتْ، وَلِكُلٍّ مِّنْهُمَا بَنُوْنَ۔ فَكُوْنُوْا مِنْ اَبْنَاءِ الْاٰخِرَةِ، وَلَا تَكُوْنُوْا اَبْنَاءَ الدُّنْيَا فَاِنَّ كُلَّ وَلَدٍ سَيُلْحَقُ بِاُمِّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ وَاِنَّ الْيَوْمَ عَمَلٌ وَلَا حِسَابَ، وَغَدًا حِسَابٌ وَلَا عَمَلَ۔

(قَالَ الشَّرِيْفُ) اَقُوْلُ اَلْحَذَّاءُ السَّرِيْعَةُ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّرْوِيْهِ جَذَّاءَ۔

حضرت علیہ السلام کے ایک خطبہ سے (کچھ حصہ)

لوگو! مجھے تمہارے متعلق سب سے زیادہ جس کا خوف ہے وہ دو (چیزیں) ہیں۔ (ایک تو) خواہش (دنیا) کی پیروی اور (دوسرے) دُور و دراز اُمیدیں۔ پس خواہش (دنیا) کی پیروی تو حق سے پھیر دیتی ہے اور دُور و دراز اُمیدیں آخرت کو بھلا دیتی ہیں۔ اور سمجھ لو کہ دنیا نے بڑی تیزی سے مُنہ پھیر لیا تو اب اُس سے کچھ بھی نہ رہا مگر مانند اُس برتن کی تری کے جس (کے پانی) اُنڈیلنے والے نے (اچھی طرح) گرا دیا ہو (کہ ایسے برتن کی تری ہی کیا ہے؟) اور (یہ بھی) جان لو کہ قیامت آ پہونچی اور ان دونوں (دنیا و آخرت) سے ہر ایک کے کچھ فرزند ہیں تو تم دنیا کے فرزند نہ بننا بلکہ آخرت کے فرزند ہو کیونکہ قیامت کے روز ہر لڑکا اپنی ماں ہی سے ملایا جاوے گا (تو ایسا نہ ہو کہ تم اپنی ماں سے نہ مل سکو) اور آج (دنیا میں صرف) عمل (کا دن) ہے نہ حساب (کا) اور کل (بروز قیامت صرف) حساب ہوگا نہ عمل۔ (قول جناب سید رضی علیہ الرحمہ) میں عرض کرتا ہوں کہ الحذاء کے معنی تیز رفتار ہیں اور کچھ لوگ اس کو جیم اور ذال سے جذاء روایت کرتے ہیں (یعنی اس دنیا کا نفع اور خوبی زائل ہو گئی)۔

لہ چنانچہ بنو امیہ اور خصوصاً معاویہ کی یہی حالت تھی اور اسی سے انھوں نے دنیا میں وہ کامیابی حاصل کر لی جس سے دین اسلام مضمحل و حق محو، اور باطل شائع ہو گیا ۱۲ ۲ہ صبابۃ اُس تری کو کہتے ہیں جو برتن میں اُس سے پانی نکل جانے کے بعد رہ جاتی ہے۔ حضرت امیر المومنینؑ اپنی فصاحت و بلاغت کے ایک ایک لفظ بلکہ نقطہ پر متحیر کر دیتے ہیں۔ دنیا کی ظاہر اور فنا ہو جانے والی لذتوں کی تشبیہ برتن کی تری سے جیسی مطابق اور صحیح ہے ایسی شاید ہی کسی اور نے عربی کیا کسی زبان

میں بھی دی ہو ۱۲ سے یعنی جو دنیا کی اولاد ہونا چاہتے ہیں اُنکو دنیا اپنے سے ملا دے گی اور جن لذاتِ نعمات دنیا
حاصل کرنے کی کوشش کریں گے وہ اُنکو حاصل ہوں گی لیکن آخرت میں اُن کا کوئی حصہ نہ ہوگا کیونکہ انھوں نے آخرت
کو اپنی ماں قرار ہی نہیں دیا پھر وہ کیوں انکو اپنی کوئی نعمت دینے لگی ہاں جو دنیا کو اپنی ماں نہیں سمجھتے بلکہ دشمن سمجھتے
اور آخرت کو اپنی ماں قرار دیتے ہیں اُن کو دنیا تو کچھ نہ دے گی جس سے یہاں پر برابر مصیبت اور تنگدستی ہی میں رہیں
لیکن چند دنوں کے بعد اپنی ماں (آخرت) سے ملیں گے تو وہ ہر قسم کی نعمت سے اُن کو مالا مال کر دے گی اور وہ کچھ دیگی
جو یہاں کے بڑے سے بڑے شہنشاہ کو بھی خواب و خیال تک میں نہ ملا ہوگا جیسا کہ خدا کے بکثرت کلام سے بھی تائید ہوتی
ہے مثلاً من کان یرید العاجلۃ عجلنا لہ فیہا ما نشاء لمن نرید ثم جعلنا لہ جہنم یصلٰہا مذموما مدحورا
ومن اراد الاٰخرۃ وسعٰی لہا سعیہا وھو مومن فاولٰئک کان سعیہم مشکورا۔ کلا نمد ھؤلاء وھؤلاء
من عطاء ربک وما کان عطاء ربک محظورا۔ انظر کیف فضلنا بعضہم علٰی بعض وللاٰخرۃ اکبر درجٰت
واکبر تفضیلا (سورہ بنی اسرائیل رکوع ۲) یعنی جو شخص دنیا کا طالب ہو تو ہم جسے چاہتے ہیں جتنا چاہتے ہیں اسی دنیا میں
سردست اُسکو دے دیتے ہیں مگر پھر آخرکار ہم نے اُسکے لئے دوزخ ٹھہرا رکھی ہے جسمیں وہ بُرے حالوں مردود ہو کر داخل
ہوگا اور جو شخص طالب آخرۃ ہوا ور آخرۃ کیلئے جیسی کوشش چاہیئے ویسی کوشش بھی کرے اور ایمان بھی رکھتا ہو تو یہی
لوگ ہیں جن کی محنت خدا کے ہاں مقبول ہوگی۔ ہر ایک کو ہم تیرے پروردگار کی بخشش سے مدد دیتے ہیں اور تیرے رب
کی بخشش کسی پر بند نہیں ہے۔ دیکھو ہم نے دنیا میں بعض لوگوں کو بعض پر کیسی برتری دی ہے لیکن یقیناً آخرت کے درجے کہیں
بڑھ کر ہیں اور ویسی ہی اُس دن کی برتری بھی کہیں بڑھ کر ہے ۱۲

خطبہ (۴۴)

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
وَقَدْ اَشَارَ عَلَيْهِ اَصْحَابُهُ بِالْاِسْتِعْدَادِ
لِحَرْبِ اَهْلِ الشَّامِ بَعْدَ اِرْسَالِهِ
جَرِيْرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِيِّ اِلٰى
مُعَاوِيَةَ۔
اِنَّ اسْتِعْدَادِيْ لِحَرْبِ اَهْلِ الشَّامِ

حضرت علیہ السلام کے ایک کلام کا کچھ حصہ
حضرت (اپنے قاصد) جریر بن عبد اللہ بجلی کو
معاویہ کے یہاں روانہ کر چکے تو (اُسکی واپسی سے
پہلے) آپ کے اصحاب نے آپ کو اہل شام سے جنگ
کرنے کا مشورہ دیا (اس پر آپ نے فرمایا) کہ
شام والوں سے لڑنے کیلئے میرا آمادہ ہو جانا درحالیکہ

وَجَرِيْرٌ عِنْدَهُمْ اِغْلَاقٌ لِلشَّامِ وَصَرْفٌ لِاَهْلِهٖ عَنْ خَيْرٍ اِنْ اَرَادُوْهُ۔ وَلٰكِنْ قَدْ وَقَّتُّ لِجَرِيْرٍ وَقْتًا، لَا يُقِيْمُ بَعْدَهٗ اِلَّا مَخْدُوْعًا اَوْ عَاصِيًا۔ وَالرَّاْيُ عِنْدِيْ مَعَ الْاَنَاةِ۔ فَارْوِدُوْا۔ وَلَا اَكْرَهُ لَكُمُ الْاِعْدَادَ وَلَقَدْ ضَرَبْتُ اَنْفَ هٰذَا الْاَمْرِ وَعَيْنَهٗ، وَقَلَّبْتُ ظَهْرَهٗ وَبَطْنَهٗ۔ فَلَمْ اَرَ لِيْ اِلَّا الْقِتَالَ اَوِ الْكُفْرَ۔ اِنَّهٗ قَدْ كَانَ عَلَى النَّاسِ وَالٍ اَحْدَثَ اَحْدَاثًا، وَاَوْجَدَ لِلنَّاسِ مَقَالًا۔ فَقَالُوْا ثُمَّ نَقَمُوْا فَغَيَّرُوْا۔

(ابھی میرا قاصد) جریر وہیں ہی شام پر رگویا حجت کا دروازہ) بند کر دینا اور اگر وہاں کے لوگ طالب خیر ہوں بھی تو اس سے انکو پھیر دینا ہوگا لیکن میں نے جریر کے لئے ایک میعاد مقرر کر دی ہے جسکے بعد وہ وہاں ٹھہر نہیں سکتا مگر دو ہی صورت سے یا معاویہ کے) فریب میں آکر یا (میری) نافرمانی کر کے۔ بہرکیف (سردست) میری رائے نرمی (اور توقف) کی ہے تو تم لوگ بھی نرمی ہی کو راہ دو اور جریر کا انتظار کرو) ہاں تمہارے (جنگ کی) تیاری کو میں ناپسند نہیں کرتا۔ اور یقیناً میں نے اس امر (یعنی جنگ شام کی اچھائی برائی کو خوب غور کر لیا اور اُسکے ظاہر باطن اُلٹ پلٹ کر دیکھ لیا ہی تو مجھے (اہل شام سے) لڑنے در نہ کافر ہو جانے کے علاوہ کوئی صورت نظر نہیں آئی اصل یہ ہی کہ لوگوں پر ایک ایسا حاکم تھا جس نے بہت سی بدعتیں حادث کیں اور لوگوں کو قیل وقال (اور طعن وتشنیع) کا موقع دیدیا جنھوں نے خوب طعنہ زنی کی پھر ناراض ہو کر (اس کی حالت) متغیر کر دی۔

سلھ جمادی الاخری ۳۶ھ میں جناب امیرؑ جنگ جمل سے فارغ ہوئے تو معاویہ کو ایک خط کوفہ سے لکھا جواب آپ کا ایک عامل جریر بن عبداللہ البجلی اپنے اصرار سے معاویہ کے پاس لے گیا یہ خط نہج البلاغہ جلد دویم اصل ہی میں موجود ہی اس سبب سے یہاں درج نہیں کیا جاتا خلاصہ یہ تھا کہ اے معاویہ سب مہاجر وانصار نے میری بیعت کر لی ہی تم بھی کر لو معاویہ نے خط پڑھ کر دبا لیا اور جواب میں حیلہ وحوالہ کر کے وقت گزارتا رہا اس اثناء میں اہل شام کو اچھی طرح برانگیختہ کر کے قصاص لینے کے بہانہ سے جناب امیرؑ کا دشمن بنا دیا۔ غرض معاویہ نے جریر کو اتنی مدت تک روک کر جنگ کا سامان اچھی طرح کر لیا۔ اور جریر معاویہ کا جواب کر واپس آیا تو حضرت کو اہل شام کی تیاری معلوم ہوئی اور آپ نے شوال ۳۶ھ میں شام کا قصد کیا علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ جب حضرت علیؑ کا خط معاویہ نے پڑھا اور اہل شام نے معاویہ سے عہد وپیمان کیا کہ تم عثمان کا خون لینے کیلئے علیؑ سے لڑو ہم سب ساتھ ہیں اُس روز شب کو معاویہ بہت کرب واضطراب میں رہا اور باوجودیکہ

سامان کے بھی حضرت علیؑ کے خوف سے رات بھر کروٹیں بدلتا اور یہ اشعار پڑھتا رہا تطاول لیلی واعترتنی وساوس
لآت اتی بالترھات البسابس ؛ اتانی جریر والحوادث جمۃ ؛ بتلک التی فیھا اجتداع المعاطس ؛ اک
والسیف بینی وبینہ ؛ ولست لاثواب الدنئ بلابس ؛ ان الشام اعطت طاعۃ یمنیۃ ۔ تواصفہ
اشیاخھا فی المجالس ؛ فان یفعلوا اصدم علیا بجبھۃ ؛ یغث علیہ کل رطب ویابس ؛ وانی لارجو
خیر ما نال نائل ؛ وما انا من ملک العراق بائس ۔ یعنی میری رات طولانی ہوگئی اور میرا خوف و اضطراب دور
بڑھتے جاتے ہیں کیونکہ میرے پاس ایک قاصد بری باتیں لے کر آیا۔ یوں تو مصائب بہت ہیں لیکن جریر جو مصیبت لے کر آیا
یہ ہم لوگوں کی ناکیں کاٹ ڈالے گی۔ اچھا میں اُس سے مکر و فریب کروں گا اور میرے اُنکے درمیان تلوار ہے کیونکہ میں ذلیل
شخص کے لباس نہیں پہن سکتا۔ شام نے مجھ سے قسم کھا کر اطاعت کا اقرار کیا ہے جس کو شیوخ و ارکان شام نے اپنی
جلسوں میں بیان کیا ہے۔ پس اگر انھوں نے ایسا ہی کیا تو میں ایسے گھوڑوں سے علی کا مقابلہ کروں گا جس پر ہر تر
و یابس لاغر ہو جاتے ہیں۔ اور مجھے اُس دولت و حشمت کی توقع ہے جو کسی پانے والے کو مل سکے اور میں ملک عراق سے
مایوس نہیں ہوں ۱۲ ؎۲ اصل عبارت ولقد ضربت انف ھذا الامر وعینہ کا ترجمہ یہ ہے میں نے اس کام کی
ناک اور آنکھ کو مارا مگر یہ ایک ضرب المثل ہے جسے عرب اسوقت استعمال کرتے ہیں جب کسی کام میں خوب تامل و غور و فکر
ہوا اور اسکے اچھے برے کو پہچان لیا ہو اور ناک آنکھ کی تخصیص اسلیئے ہے کہ انسان کے چہرہ پر یہی دونوں چیزیں زیادہ
نمایاں ہوتی ہیں اور انسان کے چہرہ ہی کو دیکھ کر آدمی اسمیں غور و تامل کرتا ہے لہذا ہر چیز کے متعلق ناک اور آنکھ استعمال کی
بولنے لگے ضربت انف ہذا الامر وعینہ ۱۲ ؎۳ قاعدہ ہے کہ جب کوئی نئی بات ہوتی ہے تو اسمیں اختلاف ہوتا ہے۔ ابتک
تو اہل اسلام اسکے عادی تھے کہ کفار سے لڑتے اور اب یہ وقت آیا کہ باخود ہا مسلمانوں میں جنگ ہو کیونکہ چھبیس برس تک
تو اس حکمت عملی سے جناب امیرؑ کو خلافت سے محروم رکھا اب جو حضرت خلیفہ ہوئے تو پہلے عائشہ کھڑی ہوئیں جن سے بصرہ
میں جنگ ہوئی جس کا نام جنگ جمل ہے اُسکے بعد معاویہ کھڑا ہوا جو اسی دن کیلیئے حاکم شام بنایا گیا تھا۔ غرض جنگ جمل
میں تو یہ سب مشکلیں سوجھ نہیں آئیں کہ طلحہ و زبیر نے کھلم کھلا بیعت کی تھی لہذا وہ ظاہر بظاہر باغی تھے جن کا قتل ہر
و ملت میں واجب ہے مگر معاویہ نے ابھی تک بیعت نہیں کی جس سے وہ ظاہر طور پر باغی قرار پائے اسلیئے حضرت کو ضروری ہوا
اس جنگ کی وجہ کو صاف کر دیں کہ یہ جنگ ایسی ضروری ہے کہ اگر جنگ نہیں کرتے ہیں تو کھلم کھلا کافر ہو جاتے ہیں کیونکہ
اسلام صرف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے کا نام نہیں ہے بلکہ جمیع ما جاء بہ محمد کا اقرار ضروری ہے کہ کنتم خیر امۃ
اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتومنون باللہ یعنی تم سب سے بہتر امت ہو جو لوگوں

رہنمائی کیلئے پیدا ہوئی کہ تم اچھے کام کرنے کو کہتے اور برے کاموں سے منع کرتے اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو ۱۲ سکے یہ اشارہ ہے خلیفہ ثالث عثمان کی طرف جن پر مسلمانوں کے بہت سے اعتراض تھے اور انھیں حرکتوں سے یہ قتل کئے گئے۔ علامہ ابن ابی الحدید نے تفصیل سے اُن احداث کو ذکر کیا ہے مثلاً (۱) دنیائے اسلام کے مختلف مقامات پر اپنے ایسے ناقابل رشتہ داروں کو حکومت دیدی جن میں ذرا بھی اسکی صلاحیت نہ تھی بلکہ وہ خود انتہا درجہ کے فسق و فجور میں مبتلا رہتے تھے (۲) اپنے چچا حکم بن عاص کو جسے رسول خدا صلعم نے مدینہ سے نکلوا دیا تھا اور ابوبکر و عمر بھی اسکو واپس بلانے کی جرأت نہ کر سکے مدینہ میں واپس بلا لیا اور بیت المال سے اُسے ایک لاکھ درہم دیدیے اور اُسکے عزیزوں کو بھی بکثرت مال اور جاگیریں عطا کیں (۳) جو مال عام مسلمانوں کا تھا اُسے خاص اپنے رشتہ و قرابت والوں کو دے کر انکو مالا مال کر دیا (۴) مسلمانوں کے چراگاہ کو روک لیا حالانکہ رسول خدا صلعم نے ہر مسلمان کو پانی اور چارہ میں برابر اختیار دیدیا تھا (۵) عثمان نے بیت المال صدقہ سے اُن لوگوں کو دیا جو جہاد کرتے تھے حالانکہ اُن کا حق اسمیں نہیں ہے بلکہ اُن کا حصہ مال غنیمت و فئی میں ہے۔ اور صدقہ کے مستحق اور لوگ ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں تفصیل مذکور ہے (۶) عبداللہ بن مسعود بڑے مقدس صحابی تھے جن کو حضرت اکثر اپنا نائب مقرر کر کے کہیں سفر میں تشریف لے جاتے اور قرآن کی تعلیم کیلئے حضرت نے انکے بارے میں خاص حکم دیا تھا اُن کو اسقدر مارا کہ اُن کی پسلی کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں جس کی یہ وجہ ہوئی کہ عثمان نے سب قرآنوں کو جلوا کر چاہا کہ اُس قرآن کو رائج کریں جس کو خود زید بن ثابت سے لکھوایا تھا۔ ابن مسعود اسکے مخالف تھے اور وہ چاہتے تھے کہ وہی قرآن رائج رہے جسکو رسول اللہ نے لکھوایا تھا۔ دوسری وجہ یہ ہوئی کہ حضرت ابوذر کے جنازہ میں یہ شریک ہوئے حالانکہ عثمان نے حضرت ابوذر کو مدینہ سے نکلوایا تھا ص۲۳ شرح ابن ابی الحدید (۷) قرآن کے جتنے نسخے پہلے سے رائج تھے اُن سب کو جلوا دیا حالانکہ حضرت کی حدیث نزل القرآن علی سبعة احرف کھا شاف کاف موجود ہے جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا اور زید بن ثابت جن سے عثمان نے قرآن لکھوایا وہ امر دین میں متہم تھے (۸) عمار بن یاسر محترم صحابی رسول کو اتنا مارا کہ انکو مرض فتق ہو گیا (۹) جناب ابوذر کو مدینہ سے ربذہ کی طرف جلا وطن کر دیا (۱۰) حدود خدا کو ترک کیا مثلاً حضرت عمر کے فرزند عبیداللہ نے ہرمزان کو قتل کر دیا تو اسکا قصاص نہ لیا حالانکہ جناب امیر اور اکثر صحابہ اسکے خواہاں تھے مگر ایک کی نہ سنی وغیرہ الزامات ۱۲

خطبہ (۴۵)

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ — حضرت علیہ السلام کے ایک کلام کا کچھ حصہ۔

لَمَّا هَرَبَ مَصْقَلَةُ بْنُ هُبَيْرَةَ — جب مصقلہ بن ہبیرہ شیبانی نے حضرت

الشيباني الى معاوية وكان قد ابتاع سبي بني ناجية من عامل امير المؤمنين عليه السلام واعتقه فلما طالبه بالمال خاس به و هرب الى الشام۔

قَبَّحَ اللّٰهُ مَصْقَلَةَ۔ فَعَلَ فِعْلَ السَّادَةِ وَ فَرَّ فِرَارَ الْعَبِيْدِ! فَمَا اَنْطَقَ مَادِحَهُ حَتّٰى اَسْكَتَهُ، وَ لَا صَدَّقَ وَاصِفَهُ حَتّٰى بَكَّتَهُ۔ وَلَوْ اَقَامَ لَاَخَذْنَا مَيْسُوْرَهُ، وَانْتَظَرْنَا بِمَالِهِ وُفُوْرَهُ۔

امیر المومنین علیہ السلام کے عامل سے بنو ناجیہ [کے] قیدیوں کو خرید کر آزاد کر دیا اور حضرت [نے] وہ مال (یعنی قیدیوں کی قیمت) طلب کیا [تو] بدعہدی کر کے معاویہ کے یہاں شام بھاگ [گیا] (اس پر حضرت نے فرمایا)۔

خدا برا کرے مصقلہ کا کہ اُس نے کام تو کیا سرداروں کا سا (کہ قیدی خرید کر آزاد کر دیے) مگر بھاگ [گیا] ہوا غلاموں کی طرح[1]۔ پس ابھی تو اُس نے اپنی [مدح] کرنے والے کو بولنے بھی نہ دیا تھا کہ اُسے چپ کر[ا دیا اور] اپنی تعریف کرنے والے کی تصدیق بھی نہ کی تھی کہ [اسے] بگاڑ دیا (اور اسکی زبان بندی کر دی) حالانکہ اگر [وہ] رہتا تو ہم وہی لیتے جو آسانی سے دے سکتا اور اُس کی دولت بڑھنے کا انتظار کرتے[2]۔

---

[1] اسکا اصل قصہ یوں ہے کہ قبیلہ بنو ناجیہ کا ایک شخص خریت بن راشد ناجی حضرت امیر المومنینؑ کے اصحاب [میں سے تھا] جو صفین میں بھی آپکے ساتھ رہا لیکن جب قصہ تحکیم پیدا ہوا تو اُس نے حضرت کا ساتھ چھوڑ کر خوارج کا مذہب [اختیار] کر لیا اور اپنے ساتھیوں کو ہمراہ لے کر مدائن کا رُخ کیا اور لوگوں کو حضرتؑ کے خلاف اُبھارنے لگا۔ حضرتؑ نے معقل [بن] قیس ریاحی کے ہمراہ اپنا دو ہزار کا لشکر بھیجا کہ اُسے سمجھائیں اور نہ مانے تو لڑیں اُس نے خریت اور اُسکے [بعض] ساتھیوں کو قتل کیا اور بقیہ مردوں اور عورتوں اور بچوں کو قید کر کے جناب امیرؑ کی طرف لے چلا وہ سب تعداد [میں پانسو] تھے جو پہلے نصرانی تھے اور بعد اسلام مرتد ہو گئے راہ میں مصقلہ بن ہبیرۃ الشیبانی ملا جو حضرت کی طرف سے مقام [اردشیر] خرہ کا عامل تھا اُس نے ان قیدیوں کی گریہ و زاری سُنکر معقل سے پانچ لاکھ درہم پر کل کو خرید لیا اور آزاد کر [دیا] جب قیمت مانگی گئی تو حیلہ حوالہ کرنے لگا آخر جناب امیرؑ نے اُسکے یہاں اپنا آدمی بھیجا اور اُسپر مسلط کیا کہ وہ [مسلمانوں] کا مال ہے جس طرح ہو مصقلہ سے وصول کر کے لائے اُس نے بہزار دشواری دو لاکھ درہم تو کوفہ میں حاضر ہو کر ادا [کیا اور] مابقی معاف کرانے کی کوشش کی اور کہا کہ عثمان تو ہر سال خراج آذربیجان سے ایک لاکھ درہم اشعث بن قیس کو بخشتے تھے اور ہم اُس سے شرف میں زیادہ ہیں حضرتؑ نے فرمایا وہ میرا مال ہوتا تو نام بھی نہ لیتا لیکن وہ تو مسلمانوں [کا مال ہے]

مال ہے جسے چھوڑ نہیں سکتا تجھے ادا کرنا ہوگا تب اُس نے کہا دس روز کی مہلت دیجیے کہ سامان کروں حضرت نے منظور فرما لیا تو وہ وہاں سے بھاگ کر معاویہ کے پاس چلا گیا جس نے بڑے احترام سے جگہ دی اور مقرب دربار کر لیا۔

ف۲ یعنی مصقلہ نے غلاموں کو خرید کر آزاد کیا تو بہت اچھا کام کیا لیکن قیمت کے خوف سے بھاگ کیوں گیا پس ابھی اُسکے پہلے فعل کی مدح بھی نہ ہونے پائی تھی کہ بھاگ جانے سے لوگ خاموش ہی رہے حالانکہ اگر وہ ٹھہرتا اور رفتہ رفتہ اُس رقم کو ادا کرتا جاتا تو میں قبول کر لیتا اور اُسکا مال ایک ہی دفعہ لے کر اُسکو فقیر نہیں کر دیتا بلکہ اُسکو موقع دیتا کہ اپنی دولت کبھی بڑھاتا جائے اور مسلمانوں کی یہ رقم بھی اپنی گنجائش کے مطابق ادا کرتا جائے مصقلہ خود بھی اس حرکت پر نادم ہوا اور ایک قصیدہ لکھا جسکا ایک شعر یہ ہے۔ فارقت خیر الناس بعد محمد ؛ لمال قلیل لا محالۃ ذاهب۔

خطبہ (۴۶)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ غَيْرَ مَقْنُوطٍ مِنْ رَحْمَتِهِ، وَلَا مَخْلُوٍّ مِنْ نِعْمَتِهِ، وَلَا مَأْيُوسٍ مِنْ مَغْفِرَتِهِ، وَلَا مُسْتَنْكَفٍ عَنْ عِبَادَتِهِ. اَلَّذِي لَا تَبْرَحُ مِنْهُ رَحْمَةٌ، وَلَا تُفْقَدُ لَهُ نِعْمَةٌ. وَالدُّنْيَا دَارٌ مُنِيَ لَهَا الْفَنَاءُ، وَلِأَهْلِهَا مِنْهَا الْجَلَاءُ. وَهِيَ حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ، وَقَدْ عَجِلَتْ لِلطَّالِبِ، وَالْتَبَسَتْ بِقَلْبِ النَّاظِرِ، فَارْتَحِلُوا مِنْهَا بِأَحْسَنِ مَا بِحَضْرَتِكُمْ مِنَ الزَّادِ، وَلَا تَسْأَلُوا فِيهَا فَوْقَ الْكَفَافِ، وَلَا تَطْلُبُوا مِنْهَا أَكْثَرَ مِنَ الْبَلَاغِ.

حضرت علیہ السلام کے ایک خطبہ کا کچھ حصہ۔

ہر طرح کی حمد و ثنا خدا ہی کیلئے ہے جس کی رحمت سے کوئی نا اُمید نہیں جس کی نعمت سے کوئی خالی نہیں جسکی بخشش سے کوئی مایوس نہیں اور جسکی عبادت سے کسی کو ننگ و عار نہیں ہے ایسا (خدا) جسکی رحمت کسی وقت زائل اور جسکی نعمت کبھی مفقود (یعنی کم اور علیحدہ) نہیں ہوتی۔ اور یہ دنیا وہ گھر ہے جسکو فنا اور جس کے باشندوں کو جلا وطن ہو جانا مقدر ہو چکا ہے اور (چونکہ مزہ میں) یہ شیریں (اور دیکھنے میں) سرسبز (و شاداب) ہے اور اپنے چاہنے والے کے پاس جلد پہونچتی اور (اپنی طرف) نظر کرنے والے کے دل سے چمٹ جاتی ہے (جو سب دھوکا اور فریب ہے) لہذا تمھارے پاس (اعمال صالحہ کا) جو بہترین توشہ ہو اُسے لے کر یہاں سے چل دو اور اس (دنیا) سے ضرورت سے بڑھ کر نہ مانگو اور خرچ راہ سے زیادہ کے خواہاں نہ ہو۔

سلہ علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ اس خطبہ میں دو فصلیں ہیں پہلی الحمد للہ سے لا تفقد لہ نعمۃ تک اور دوسری الدار سے آخرۃ تک اور دونوں ایک دوسرے سے چنداں مرتبط نہیں جس کی وجہ یہ ہو کہ جناب سید رضی علیہ الرحمہ کا مسلسل کلام دریافت کرنے پر قادر نہیں ہوتے بلکہ جو جملہ یا ٹکڑا بھی حضرت کے کلام کا پاتے ہیں درج کر دیتے ہیں اُن کی غرض صرف جناب امیرؑ کی فصاحت دکھانا ہوتی اور کچھ اسلئے کہ اگر پورے خطبوں کو وہ جمع کرتے تو اس کتاب وہ چند اُن کل خطبوں کا مجموعہ تیار ہوتا۔ ان دونوں فصلوں میں پہلی تو خدا کی حمد و ثنا کے متعلق ہو جو علم بیان کا بڑے باب پر مشتمل ہو جسکو موازنہ کہتے ہیں۔ اور دوسری فصل میں لوگوں کو دنیا میں مشغول ہونے سے ڈرایا اور قناعت اختیار کرنے کا حکم دیا ہو اور یہ بھی کہ دنیا میں ضرورت کے مطابق جو ملے اُسپر راضی رہنا چاہیے اور اس سے زیادہ کی خواہش ہی نہ کرنا چاہیے ۱۲

خطبہ (۴۷)

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
عِنْدَ عَزْمِهِ عَلَى الْمَسِيرِ إِلَى الشَّامِ
اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ، وَكَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ، وَسُوءِ الْمَنْظَرِ فِي الْأَهْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ
اَللّٰهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ، وَأَنْتَ الْخَلِيفَةُ فِي الْأَهْلِ، وَلَا يَجْمَعُهُمَا غَيْرُكَ، لِأَنَّ الْمُسْتَخْلَفَ لَا يَكُونُ مُسْتَصْحَبًا، وَالْمُسْتَصْحَبُ لَا يَكُونُ مُسْتَخْلَفًا۔

حضرت علیہ السّلام کے ایک کلام کا کچھ حصہ (جو) سفر شام کا ارادہ کرتے وقت (فرمایا) سلہ

اے اللہ میں سفر کرنے کے تعب اور اذیت۔ واپسی کی زحمت و مشقت اور (وطن لوٹ کر) اہل و عیال اور مال (و اسباب) کی بُری حالت دیکھنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اے خدا سفر میں تو ہی (میرا) ساتھی اور نگہبان) ہے اور (میرے) اہل و عیال (کی حفاظت) کیلئے بھی تو ہی میری جگہ ہے اور یہ دونوں (صفتیں) میں تیرے سوا پائی ہی نہیں جا سکتیں اسلئے کہ جو کسی کی جگہ رہے وہ اُسکے ساتھ نہیں ہو سکتا اور جو ساتھ ہو وہ اُس کی جگہ نہیں رہ سکتا۔ ۱۲

سلہ علامہ ابن ابی الحدید اس کلام کی شرح میں لکھتے ہیں کہ یہ وہ دعا ہے جو حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے کوفہ سے شام کی طرف معاویہ سے جہاد کرنے کیلئے روانہ ہوتے وقت خدا سے مانگی تھی کہ جب اپنے مکان سے باہر تشریف

لائے اور اپنی سواری کے رکاب میں پاؤں رکھ چکے تو فرمایا بسم اللہ (میں خدا کا نام لے کر سوار ہوتا ہوں) اور جب اپنے گھوڑے کی پشت پر جم کر بیٹھ چکے تو فرمایا سبحان الذی سخر لنا ھذا وما کنا لہ مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون یعنی پاک ہے وہ (ذات) جس نے ان چیزوں کو ہمارے بس میں کر دیا ہے اور ہم تو (ایسے طاقتور) نہ تھے کہ انکو اپنے قابو میں کر لیتے اور بیشک ہم کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے اس آیہ کے بعد فرمایا اللھم انی اعوذ بک من وعثاء السفر تا آخر فصل۔ اسکے بعد علامہ ممدوح نے آپ کے سفر کی مفصل حالت درج کی ہے کہ فلاں مقام پر پہونچ کر نماز صبح پڑھی فلاں مقام پر نماز ظہر یہاں تک کہ ایک مقام پر نماز عصر کیلئے اُترے تو آفتاب غروب ہو گیا فدعا اللہ فرجعت الشمس کمقدارھا من صلوٰۃ العصر یعنی حضرت علی نے خدا سے دعا کی تو آفتاب پلٹ آیا اور حضرت کے نماز عصر پڑھنے تک ٹھہرا رہا (جلد اول مطبوعہ مصر صفحہ ۲۷) وہاں سے روانہ ہوئے تو کربلا میں اترے اور نماز پڑھ کر وہاں کی مٹی اٹھائی اور سونگھ کر فرمایا واھا لک یا تربۃ لیحشرن منک قوم یدخلون الجنۃ بغیر حساب یعنی اے خاک کربلا! تیرا کیا کہنا۔ تجھ سے تو وہ جماعت قیامت میں اٹھے گی جو بے حساب بہشت میں داخل ہو گی!! پھر فرمایا ھھنا ھھنا یہیں یہیں۔ کسی نے پوچھا یا حضرت آپ کیا فرماتے ہیں؟ تو فرمایا ثقل لآل محمد صلے اللہ علیہ وآلہ ینزل ھھنا فویل لھم منکم وویل لکم منھم تقتلونھم ویدخلکم اللہ لقتلھم النار یعنی خاندان محمد صلعم کی ایک جماعت یہاں اُترے گی پس افسوس ہو اُنکے لئے تم سے! اور وائے ہو تمہارے لئے اُن سے تم لوگ اُنکو قتل کرو گے اور اُنکے قتل کرنے کی وجہ سے خدا تم لوگوں کو جہنم میں ڈال دے گا پھر اپنے ہاتھ سے ایک جگہ اشارہ کر کے فرمایا ھھنا موضع رحالھم ومناخ رکابھم دوسری طرف اشارہ کر کے فرمایا ھھنا مراق دماءھم پھر وہاں سے روانہ ہو گئے ۱۲ ۞ اسپر جناب سید رضی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں وابتداء ھذا الکلام مروی عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وقد قفاہ امیر المؤمنین علیہ السلام بابلغ کلام وتممہ باحسن تمام من قولہ لا یجمعھما غیرک الی اٰخر الفصل یعنی اس کلام کے شروع کا حصہ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ سے روایت کیا گیا ہے اُسی میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے (اپنا) بلیغ ترین جملہ ولا یجمعھما غیرک تا آخر فصل جوڑ دیا ۱۲۔



خطبہ (۴۸)

ومن کلام لہ علیہ السلام فی ذکر الکوفۃ۔

حضرت علیہ السلام کے ایک کلام کا کچھ حصہ۔ شہر کوفہ (کی آئندہ حالت) کے بیان میں۔

كَأَنِّي بِكِ يَا كُوفَةُ تُمَدِّينَ مَدَّ الْأَدِيمِ الْعُكَاظِيِّ، تُعْرَكِينَ بِالنَّوَازِلِ، وَتُرْكَبِينَ بِالزَّلَازِلِ، وَإِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّهُ مَا أَرَادَ بِكِ جَبَّارٌ سُوءًا إِلَّا ابْتَلَاهُ اللّٰهُ بِشَاغِلٍ، أَوْ رَمَاهُ بِقَاتِلٍ۔

اے کوفہ! گویا میری نظروں میں (تیرا وہ حال پھر رہا ہے کہ) تو عکاظی چمڑے کی طرح کھینچا جاو(ے گا) و آفات سے رگڑا اور (فتنہ وفساد کے) زلزلوں (پر) چڑھایا جا رہا ہے۔ اور میں (یہ بھی) جانتا ہوں کہ (جو) ظالم جبار تجھ سے کسی قسم کی برائی کا ارادہ کرے (گا) اُسے خدا (یا) کسی آفت میں پھنسا دے گا[1] یا اُسے کسی قاتل کے سپرد کر دے گا (جو اُسے مار ڈالے گا)

[1] جناب ملا فتح اللہ کاشانی علیہ الرحمہ اسکی شرح میں لکھتے ہیں، ایک روایت میں وارد ہوا ہے کہ اسلام میں جو فتنہ وفسادات واقع ہوئے اُن سے اکثر کی ابتدا کوفہ ہی سے ناشی ہوئی چنانچہ کوفہ کے ظالمین سے ایک زیاد بے (باپ) ملعون تھا جس کو معاویہ نے جھوٹی گواہی دلوا کر ابوسفیان کا بیٹا اور اپنا بھائی بنا لیا وہ معاویہ کے حکم پر لوگوں (کو) مسجد کوفہ میں جمع کرتا اور حضرت امیرالمومنین پر سب وشتم کراتا۔ ایک روز اسی طرح لوگ اس عمل قبیح میں مشغول تھے کہ (ناگاہ) اُسکا خدمتگار دوڑا ہوا آیا اور کہا کہ امیر یعنی زیاد پر ابھی فالج گر گیا چنانچہ وہ اسی روز اس مرض سے ہلاک ہو گیا۔ (اس کے) بعد اُسکا بیٹا عبیداللہ بن زیاد حاکم کوفہ ہوا اور امام حسینؑ کو قتل کرایا آخر اُسکو بھی جذام ہو گیا۔ پھر حجاج بن یوسف کا دور آیا اُسکے پیٹ میں سانپ اور بچھو پیدا ہونے لگے جو اُسکی موت کا سبب ہوا۔ پھر عمرو بن ہبیرہ اور اُسکے (بعد) یوسف کا زمانہ آیا یہ دونوں بھی مرض برص میں مبتلا ہو کر اپنی جگہ پہونچے پھر خالد قشیری ہوا اُسکو بھی لوگوں نے خوب مارا اور قید کر دیا یہاں تک کہ بھوک سے ہلاک ہو گیا ۱۲۔

خطبہ (۴۹)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عِنْدَ الْمَسِيرِ إِلَى الشَّامِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ كُلَّمَا وَقَبَ لَيْلٌ وَغَسَقَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كُلَّمَا لَاحَ نَجْمٌ وَخَفَقَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ غَيْرَ مَفْقُودِ الْإِنْعَامِ،

حضرت علیہ السلام کے ایک خطبہ کا کچھ حصہ (جسے) شام کی طرف سفر کرتے وقت (فرمایا)[1] (دنیا میں) جب تک رات آتی اور تاریک ہوتی رہے جب تک کوئی ستارہ نکلتا اور ڈوبتا رہے (یعنی ہمیشہ) تعریفیں خدا ہی کو سزاوار ہیں۔ غرض ہر قسم کی حمد

وَلَا مُكَافَأَ الْإِفْضَالِ۔

أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ بَعَثْتُ مُقَدِّمَتِي، وَأَمَرْتُهُمْ بِلُزُومِ هٰذَا الْمِلْطَاطِ حَتّٰى يَأْتِيَهُمْ أَمْرِي۔ وَقَدْ أَرَدْتُ أَنْ أَقْطَعَ هٰذِهِ النُّطْفَةَ إِلٰى شِرْذِمَةٍ مِّنْكُمْ مُوْطِنِيْنَ أَكْنَافَ دِجْلَةَ۔ فَأُنْهِضَهُمْ مَعَكُمْ إِلٰى عَدُوِّكُمْ، وَأَجْعَلَهُمْ مِنْ أَمْدَادِ الْقُوَّةِ لَكُمْ۔

(قَالَ الشَّرِيْفُ) أَقُوْلُ: يَعْنِيْ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالْمِلْطَاطِ السَّمْتَ الَّذِيْ أَمَرَهُمْ بِلُزُوْمِهِ وَهُوَ شَاطِئُ الْفُرَاتِ۔ وَيُقَالُ ذٰلِكَ لِشَاطِئِ الْبَحْرِ، وَأَصْلُهُ مَا اسْتَوٰى مِنَ الْأَرْضِ۔ وَيَعْنِيْ بِالنُّطْفَةِ مَاءَ الْفُرَاتِ وَهُوَ مِنْ غَرِيْبِ الْعِبَارَاتِ وَأَعْجَبِهَا۔

خدا ہی کے لئے مناسب ہے جسکی نہ تو نعمتیں کبھی موقوف ہوتی ہیں اور نہ جسکے فضل و کرم کا کوئی بدلہ ہو سکتا ہے۔

اسکے بعد معلوم ہو کہ میں نے اپنے مقدمۃ الجیش (یعنی لشکر کے اگلے حصہ) کو روانہ کر دیا ہے[2] اور انکو حکم دیا ہے کہ (دریائے فرات کے) اس کنارہ پہ جمے رہیں جبتک انھیں میرا (دوسرا) حکم (نہ) پہونچے۔ اور خود میرا ارادہ یہ ہے کہ اس نہر (فرات) کو پار کر کے تم لوگوں کی اس جماعت سے ملوں جو (جا کر) دجلہ کے کنارہ کنارہ آباد ہو گئی ہے پس انکو ابھار کر تم لوگوں کے ساتھ تمھارے دشمن کی طرف بھیج دوں اور انھیں تمھاری امدادی قوت سے قرار دوں[3] (جناب سید رضی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ) (اس خطبہ میں) لفظ ملطاط سے حضرت کی مراد وہ سمت ہے جہاں آپ نے اس لشکر کو ٹھہرے رہنے کا حکم دیا تھا جو نہر فرات کا کنارہ تھا اور یہ (لفظ ملطاط) دریا کے کنارہ کو کہتے ہیں اگرچہ اصل میں وہ زمین ہے جو ہموار اور بلند ہو۔ اور حضرت کی مراد نطفہ سے نہر فرات ہے جو نہایت ہی مناسب لفظ ہے اور عجیب و غریب عبارت ہے۔

---

[1] ۲۵ شوال ۳۷ھ کو صفین کے قصد سے حضرت امیر المومنین ع کوفہ سے باہر تشریف لائے تو مقام نخیلہ میں یہ خطبہ فرمایا لیکن علامہ ابن ابی الحدید نے ۲۵ شوال ۳۷ھ تاریخ روانگی لکھی ہے۔ [2] حضرت نے زیاد بن النضر اور شریح بن ہانی کو بارہ ہزار فوج کا سردار کر کے مقدمۃ الجیش کے طور پر آگے روانہ کیا اور انکو حکم دیا کہ دریائے فرات کے کنارہ کنارہ اسی طرف چلیں وہ اسی طرح گئے یہاں تک کہ مقام عانات میں پہونچ گئے۔ وہاں انکو معلوم ہوا کہ حضرت علی ع دریا پار ہو کر جزیرہ کی راہ سے تشریف لے گئے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ معاویہ اپنے لشکر لئے ہوئے شام سے حضرت کے مقابلہ کو روانہ ہو گیا ہے دونوں سرداروں نے رائے کی کہ یہ تو مناسب نہیں کہ ہمارے اور جناب کے درمیان دریا حائل رہے چنانچہ پلٹ کر مقام ہیت میں آئے [illegible] دریا عبور کر کے حضرت علی علیہ السلام سے مل گئے آپ نے انکی اس تدبیر کو پسند کیا اور پھر اپنے

آگے معاویہ کے مقابلہ میں روانہ کر دیا۔ اسی سفر میں حضرت کا وہ مشہور معجزہ ہوا جس کو اُردو، فارسی، عربی، انگریزی
مورخین بھی تسلیم کرتے ہیں کہ جب حضرت کوفہ سے دُور نکل گئے اور حدود جزیرہ میں پہونچے تو پانی ختم ہوگیا اور فوج کی
سے پیاسی ہوئی اور باوجود اچھی طرح تلاش کرنے کے پانی نہ ملا۔ ناگاہ دُور سے جنگل میں کسی راہب کا ایک صومعہ نظر
آیا وہاں حضرت تشریف لائے اور اُس راہب سے پانی طلب کیا اُس نے کہا یہاں کہیں ممکن نہیں حضرت نے زمین پر ایک
جگہ نشان دے کر کھُدوایا جس سے ایک پتھر نمودار ہوا جس کو فوج کے بکثرت لوگوں نے زور کر کے ہٹانا چاہا لیکن
ناکام رہے تب حضرت نے خود ہی تن تنہا اُس پتھر کو اُٹھا کر دور پھینک دیا جہاں سے ایک چشمہ نکلا اور پوری فوج سیراب
ہوئی اور پھر قوت الٰہی سے پتھر اُٹھا کر اُسی جگہ رکھ دیا وہ راہب یہ کرامت دیکھ کر مسلمان ہوگیا اور دیر سے ایک نوشتہ
نکالا جو اصحاب حضرت عیسٰی بن مریم علیہما السلام کا لکھا ہوا تھا اور اسمیں حضرت محمد مصطفٰے صلعم کی حالت اور حضرت
امیرالمومنینؑ کے آپ کے خلیفہ برحق ہونے اور اُس مقام پر آکر چشمہ ظاہر کرنے کی پیشین گوئی درج تھی حضرت نے وہ صحیفہ
دیکھ کر فرمایا الحمد للہ الذی لم اکن عندہ منسیا الحمد للہ الذی ذکرنی عندہ فی کتب الابرار (اُس خدا
کا شکر ہے جس نے مجھے بھلایا نہیں خدا کا شکر ہے جس نے مجھے اپنے نیک بندوں کی کتابوں میں ذکر کیا) وہاں سے روانہ
ہوئے تو راہب بھی ساتھ ہو لیا اور جنگ صفین میں شہید ہوا یہ واقعہ تاریخ روضۃ الصفا۔ حبیب السیر۔ تاریخ اعثم کوفی اور
شواہد النبوۃ ملا جامی وغیرہ کتب میں مذکور ہے۔ مسٹر واشنگٹن اِرونگ نامی نے بھی جو ایک مشہور و معروف یوروپین مورخ
ہے جس نے لائف آف محمدؐ (بزبان انگریزی) اور چند اور مشہور کتابیں بھی لکھی ہیں اپنی انگریزی تاریخ سکسرز آف محمد
مطبوعہ لندن صفحہ ۱۸۰ و ۱۸۱ میں لکھا ہے اور علامہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۲۸۸ و ۲۸۹
اس واقعہ کی تفصیل اور اُس صحیفہ کی پوری نقل اس طرح ذکر کی ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الذی قضٰی فیما
قضٰی وسطر فیما کتب انہ باعث فی الامیین رسولا منھم یعلمھم الکتاب والحکمۃ ویدلھم علٰی
سبیل اللہ لا فظ ولا غلیظ ولا صخاب فی الاسواق ولا یجزی بالسیئۃ السیئۃ بل یعفو ویصفح
امتہ الحمادون الذین یحمدون اللہ علٰی کل نشز وفی کل صعود وھبوط تذل السنتھم بالتکبیر والتھلیل
والتسبیح وینصرہ اللہ علٰی من ناواہ فاذا توفاہ اللہ اختلفت امتہ من بعدہ ثم اجتمعت فلبثت ما
شاء اللہ ثم اختلفت فیمر رجل من امتہ بشاطی ھذا الفرات یامر بالمعروف وینھٰی عن المنکر ویقضی بالحق
ولا یرکس الحکم۔ الدنیا اھون علیہ من الرماد فی یوم عصفت بہ الریح والموت اھون علیہ من
شرب الماء علی الظمآن یخاف اللہ فی السر وینصح لہ فی العلانیہ لا یخاف فی اللہ لومۃ لائم

فمن ادرک ذلک النبی من اہل ھذہ البلاد فامن بہ کان ثوابہ رضوانی والجنۃ ومن ادرک
ذلک العبد الصالح فلینصرہ فان القتل معہ شہادۃ۔ یعنی بسم اللہ الرحمن الرحیم خدا نے جو حکم دینا تھا
دیدیا اور جو مقدر کر دیا اسمیں یہ بھی لکھا ہے کہ وہ امیوں سے ایک پیغمبر بھیجے گا جو اُنکو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے گا
اور خدا کی راہ دکھائے گا وہ پیغمبر بدخو۔ بدزبان۔ سخت دل اور بازاروں میں شور وغل کرنے والا نہ ہوگا اور بدی
کا بدلہ بدی سے نہ دے گا بلکہ عفو و درگزر سے کام لے گا اُس کی امت کے لوگ ہر سختی و نرمی میں خدا کی حمد کرتے
رہیں گے اور ان کی زبانیں اُسکی تکبیر و تہلیل و تسبیح سے گھستی رہیں گی۔ خدا اُس پیغمبر کو اُسکے دشمنوں پر غلبہ دے گا
پھر اُسکا انتقال ہو جائے گا تو اُسکی امت میں اختلاف واقع ہوگا پھر وہ اکٹھے ہو کر کچھ دن بسر کریں گے اور پھر
اختلاف پیدا ہوگا اُسوقت اُس امت سے ایک بزرگ دریائے فرات کے اس کنارے سے گزرے گا جو لوگوں کو اچھے کاموں
کی ہدایت اور بُرے کاموں سے منع کرتا ہوگا صحیح فیصلے دے گا اور حکم کو نہ اُلٹے گا۔ دنیا اُسکی نظروں میں خاک اور
خاکستر سے بھی زیادہ حقیر ہوگی اور موت اُسکے لئے پیاس کی حالت میں پانی پینے سے بھی زیادہ آسان ہوگی۔ وہ باطن
میں خدا سے ڈرنے والا اور ظاہر میں اُسکے لئے نصیحت کرنے والا ہوگا اور خدا کے بارے میں کسی کی پروا نہ کرے گا
نہ کسی کی ملامت سے ڈرے گا تو ان اطراف کے رہنے والوں سے جو اُس نبی پر ایمان لائے گا اسکا ثواب میری رضوان اور
جنت ہوگی اور جو اُس دوسرے بزرگ عبد صالح کی زیارت سے مشرف ہو اُسکو اُسکی مدد کرنی چاہئے کیونکہ اُسکے ساتھ
قتل ہونا شہادت ہے"۔ حضرت جب وہاں سے روانہ ہوئے تو اپنے لشکر والوں سے کہا کوئی ہے جو اُس چشمہ تک جائے
اور اُسکا پتہ لگائے کچھ لوگ روانہ ہوئے مگر کسی کو پھر اُس چشمہ کا پتہ نہ لگا دیر کے راہب نے کہا یہ دیر اسی چشمہ کیلئے بنایا گیا
ہے کیونکہ اس چشمہ کا ظاہر کرنے والا نبی ہوگا یا وصی نبی ۱۲ ملک حضرت کوفہ سے روانہ ہو کر مقام بہر سیر میں پہونچے پھر
مدائن جہاں بارہ سو آدمی آپکے لشکر میں شامل ہوئے وہاں سے انبار تشریف لائے لوگوں نے باہر آکر استقبال کیا
اور گھوڑوں سے اُتر کر پیادہ دوڑنے لگے کچھ عربی گھوڑے بھی ساتھ لائے تھے حضرت نے پوچھا یہ گھوڑے کیسے ہیں؟ اور
مجھے دیکھ کر پیادہ کیوں دوڑنے لگے؟ اُنھوں نے عرض کی ہم اپنے سرداروں کی تعظیم میں پیادہ دوڑتے ہیں اور یہ
گھوڑے آپکے لئے بطور ہدیہ لائے ہیں اور اسکے علاوہ اہل لشکر کے لئے کھانا اور سواریوں کیلئے چارہ گھاس
بھی بکثرت لائے ہیں۔ آپ نے فرمایا پیادہ چلنے سے تم بے فائدہ اپنے کو تعب و مشقت میں مبتلا کرتے ہو ایسی تعظیم
لغو ہے آئندہ سے یہ طریقہ ترک کر دو۔ اور گھوڑوں کو دینا ہی چاہتے ہو تو مفت نہ لوں گا بلکہ اس شرط سے کہ انکی قیمت
تمھارے خراج میں محسوب کر دوں اور لشکر کا کھانا اور جانوروں کا چارہ بھی میں بغیر قیمت نہیں لینا چاہتا کیونکہ تمھارے مال کو

بے عوض کھانا میں پسند نہیں کرتا۔ اُن لوگوں نے عرض کی کیا ہم لوگ آپ سے ان ہدایا کی قیمت لیں؟ فرمایا نہیں اگر
تو ہم کوئی چیز قبول بھی نہیں کرتے بلکہ جو اپنے پاس موجود ہے اُسی کو کافی سمجھتے ہیں۔ انھوں نے عرض کیا ہم سے اور
عربوں سے تعارف و رسم و راہ ہے تو کیا آپ ہدیہ و تحفہ لینے یا دینے کو منع کرتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا عرب تو کل تمھارے
موالی ہیں اور کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ تمھارا ہدیہ قبول کرے غرض ان لوگوں نے لاکھ اصرار کیا حضرت نے کوئی چیز قبول نہ کی وہاں سے روانہ ہو کر اسی صحرا میں
جہاں پانی کا معجزہ ہوا جو پہلے مذکور ہوا وہاں سے آپ جزیرہ پر پہونچے یہاں آپ نے یزید بن قیس ارحبی کو اجازت
دی کہ اس قوم کا کھانا کھاؤ اور پانی پیو کیونکہ یہ تمھاری قوم سے ہیں۔ وہاں سے رقہ پہونچے یہاں کے لوگ سب عثمانی
تھے حضرت کے آنے پر دروازہ شہر بند کر دیا۔ یہاں بعض اصحاب کی رائے ہوئی کہ ایک خط اور معاویہ کو لکھا جائے
کیونکہ اُسپر اور بھی اتمام حجت ہو جائے گا حضرت نے یہ رائے پسند کر کے ایک خط معاویہ کو لکھا جسمیں اُسکو بہت سمجھایا
اور خدا سے ڈرا کر مسلمانوں کی خونریزی سے بچنے کی تاکید کی۔ یہ خط بہت طولانی ہے جو شرح ابن ابی الحدید کے صفحہ ۱۱
میں درج ہے اُسکا آخری فقرہ یہ ہے الا وانی ادعوکم الیٰ کتاب اللہ وسنۃ نبیہ وحقن دماء ھذہ الامۃ
کہ ہم کتاب خدا اور سنت نبی کی طرف تم کو دعوت دیتے ہیں اور یہ کہ اُمت محمدیہ میں خونریزی نہ ہو مگر معاویہ پر کیا اثر ہوتا
اُس نے جواب میں صرف یہ شعر لکھ کر بھیج دیا۔ لیس بینی وبین قیس عتاب ❊ غیر طعن الکلاۃ وضرب الرقاب
یعنی میرے اور قیس کے درمیان سوائے شمشیر زنی اور نیزہ بازی کے کوئی اختلاف نہیں۔ یہ جواب دیکھکر حضرت نے افسوس
کیا اور یہ آیت تلاوت فرمائی انک لا تھدی من احببت (الآیہ) کہ تم جسے چاہتے ہو اُسے ہدایت نہیں کر سکتے ہو
حضرت نے مایوس ہو کر روانہ ہونا چاہا اور اہل رقہ سے کہا کہ ہمارے لئے پل لگا دو تاکہ ہم دریا عبور کر جائیں وہ لوگ
سب طرفداران معاویہ سے تھے انھوں نے وہ کشتیاں جن سے پل باندھتے تھے پہلے ہی وہاں سے علیحدہ کر دی تھیں
کے حکم پر کہا کہ ہمارے پاس پل کا سامان نہیں ہے تو حضرت وہاں سے روانہ ہوئے اور چاہا کہ مقام منبج سے عبور کریں
اور حضرت نے مالک اشتر کو رقہ میں چھوڑ دیا انھوں نے رقہ والوں سے کہا خدا کی قسم اگر تم یہاں پل باندھ کر
حضرت امیر المومنین کو پار نہ اُتارو گے تو تم ہوگے اور میری تلوار مردوں کو قتل کر دوں گا اس شہر کو خاک میں
ملا دوں گا اور کل مال و اسباب لوٹ لوں گا۔ یہ سنکر اُن سب نے مشورہ کیا کہ اشتر اپنی قسم پوری کر کے رہیں گے
پس حضرت کو واپس بلایا اور پل تیار کر دیا جس پر سے حضرت اُس پار اُتر گئے اور شام کی طرف روانہ ہوئے ادھر
سے زیاد بن نضر اور شریح بن ہانی جو مقدمۃ الجیش کے طور پر روانہ ہوئے تھے دریا پار ہو کر آئے اور قریہ قرقیسا
میں حضرت سے مل گئے جیسا کہ پہلے مذکور ہوا حضرت نے پھر اُنکو آگے روانہ کر دیا۔ شام سے معاویہ کا عظیم الشان لشکر

ابوالاعور اسلمی کی ماتحتی میں آرہا تھا مقام سورالروم پر لشکر معاویہ اور لشکر جناب امیرؑ میں (جو صرف بارہ ہزار زیاد بن نضر اور شریح بن ہانی کی ماتحتی میں تھا) مقابلہ ہوا۔ ان لوگوں نے جناب امیرؑ کو خبر دی حضرتؑ نے مالک اشتر کو تین ہزار سپاہیوں کے ہمراہ اُن کی مدد کو بھیجا اور تاکید فرمائی کہ "ہرگز اپنی طرف سے جنگ میں ابتدا نہ کرنا تا وقتیکہ اُدھر سے پیش قدمی نہ ہو اُن کو بار بار سمجھاؤ اور اچھی طرح نصیحت کرو اور اُن کی عداوت تم کو اُن سے جلد لڑنے پر آمادہ نہ کرے۔ اچھی طرح اتمام حجت کر کے دیکھو اگر کوئی نتیجہ نہ نکلے تو مجبوراً اُن کے واروں کا جواب دو۔ اور لڑائی چھڑ ہی جائے تو میمنہ پر زیاد کو اور میسرہ پر شریح کو رکھنا اور خود قلب لشکر میں رہنا۔ تم نہ دشمن سے اس قدر نزدیک ہونا کہ معلوم ہو تم کو جنگ پسند ہے اور نہ اتنے دور ہو کہ لوگ سمجھیں جنگ سے ڈرتے ہیں" اسکے بعد پھر حضرتؑ نے حریث بن جمہان جعفی کے ذریعہ سے اسی مضمون کا ایک خط لکھا کہ دیکھو ہرگز پیش قدمی نہ کرنا۔ غرض مالک اشتر سب لشکر روانہ ہوئے اور لشکر معاویہ کو بہت سمجھایا کچھ دیر تک دونوں لشکر ٹھیرے رہے مگر شام ہوتے ہوتے ابوالاعور نے حملہ کر ہی دیا انھوں نے بھی جنگ شروع کر دی دن بھر اور رات بھر جنگ ہوتی رہی دوسرے روز صبح ہوتے ہوتے شامیوں کے قدم اُکھڑ گئے ابوالاعور بھاگا ہر چند مالک اشتر نے ایک قاصد خاص اسی غرض سے بھیجا کہ ابوالاعور آکر مقابل ہو مگر اُس نے انکار کیا۔ غرض ابوالاعور بھاگا ہوا جارہا تھا۔ اُدھر سے معاویہ آتا تھا راہ میں ملاقات ہوئی تو ساتھ ہو لیا اور مقام صفین پر ایک لاکھ تیس ہزار فوج کے ساتھ آکر اترا اور پہلے ہی فرات پر پہونچ کر پانی کا گھاٹ روک لیا اور رقہ سے جناب امیرؑ بھی نوّے ہزار فوج کے ساتھ ۲۲ ذی الحجہ ۳۶ھ کو صفین میں پہونچ گئے اور معاویہ کے مقابلہ میں نزول اجلال فرمایا۔"

خطبہ (۵۰)

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ بَطَنَ خَفِيَّاتِ الْاُمُوْرِ، وَدَلَّتْ عَلَيْهِ اَعْلَامُ الظُّهُوْرِ، وَامْتَنَعَ عَلٰى عَيْنِ الْبَصِيْرِ فَلَا عَيْنُ مَنْ لَّمْ يَرَهُ تُنْكِرُهُ، وَلَا قَلْبُ مَنْ اَثْبَتَهُ يُبْصِرُهُ، سَبَقَ فِي الْعُلُوِّ فَلَا شَيْءَ اَعْلٰى مِنْهُ، وَ

حضرت علیہ السلام کے ایک کلام کا کچھ حصہ۔

سب تعریفیں خدا ہی کو سزاوار ہیں جو پوشیدہ امروں سے واقف ہے اور جس (کے وجود) کو واضح اور نمایاں دلیلیں (کافی طور پر) ثابت کر رہی ہیں اور جس کا (اس) آنکھ سے دکھائی دینا محال ہو۔ مگر جس شخص نے آنکھ سے نہیں دیکھا وہ اسکا انکار نہیں کر سکتا اور جسکے دل نے اسکو مان لیا ہے وہ آنکھ سے

قَرُبَ فِي الدُّنُوِّ فَلَا شَيْءَ أَقْرَبُ مِنْهُ
فَلَا اسْتِعْلَاؤُهُ بَاعَدَهُ عَنْ شَيْءٍ مِّنْ
خَلْقِهِ، وَلَا قُرْبُهُ سَاوَاهُمْ
فِي الْمَكَانِ بِهِ. لَمْ يُطْلِعِ الْعُقُولَ
عَلَىٰ تَحْدِيدِ صِفَتِهِ، وَلَمْ يَحْجُبْهَا
عَنْ وَاجِبِ مَعْرِفَتِهِ. فَهُوَ الَّذِي
تَشْهَدُ لَهُ أَعْلَامُ الْوُجُودِ، عَلَىٰ
إِقْرَارِ قَلْبِ ذِي الْجُحُودِ. تَعَالَى اللّٰهُ
عَمَّا يَقُولُ الْمُشَبِّهُونَ بِهِ وَالْجَاحِدُونَ
لَهُ عُلُوًّا كَبِيرًا.

نہیں دیکھ سکتا۔[1] وہ بلندی میں (سب سے) بڑھا ہوا
کہ کوئی چیز اُس سے بلند تر نہیں۔ اور نزدیکی میں (؟)
سب سے قریب ہے کہ کوئی چیز اُس سے نزدیک تر نہیں
تو نہ اُسکی بلندی نے اُسکو مخلوقات سے کسی چیز سے دُ[ور]
کیا اور نہ اُسکی نزدیکی نے اُن (مخلوقات) کو مکا[ن]
(اور جگہ) میں اُسکے برابر کیا۔[2] اس نے عقلوں کو ن[ہ]
اپنی کنہ حقیقت پر مطلع ہونے دیا اور نہ اپنی واجبی [معرفت]
سے محروم رکھا۔[3] غرض وہی ایسی ذات ہے جس کے وج[ود کی]
علامتیں اُس (کے موجود ہونے) کی گواہی دے رہی [ہیں]
کافروں کے دلی اقرار پر (اگرچہ وہ زبان سے نہ کہیں)
غرض خدا بہت برتر ہے اُس سے جو تشبیہ دینے والے اور اُسکا انکار کرنے والے کہتے ہیں۔[4]

---

[1] بعض روایات میں وامتنع علی عین البصیرۃ کے بعد یوں وارد ہے فلا قلب من لم یرہ ینکرہ ولا عین من اثبتہ یبصرہ یعنی جس شخص نے اُسکو دیکھا نہیں اُسکا دل اُسکے وجود سے انکار نہیں کر سکتا اور جس نے اُسکا وجود مان لیا اُسکی آنکھ اُسکو دیکھ نہیں سکتی۔ شارحین لکھتے ہیں کہ یہ روایت کتاب کی عبارت سے بہتر اور زیادہ مناسب ہے ۱۲ [2] اُسکی رفعت اور قربت یعنی بلندی اور نزدیکی جگہ اور مقام کے اعتبار سے نہیں ہے کہ بلند ہونے سے کسی چیز سے دُور ہو جاوے اور نزدیک ہونے سے اُس چیز کے برابر ہو جاوے بلکہ اُسکی رفعت اُسکی ذات کمال [اور ...] کے سبب سے اور نزدیکی اُسکے علم ارادہ احاطہ اور عنایت کی حیثیت سے ہے غرض اُسکی ذات ہر چیز سے بلند تر اور [اُسکا] علم ارادہ اور فضل و کرم ہر چیز سے نزدیک تر ہے ۱۲ [3] یعنی خدا نے انسانی عقل کو نہ تو اتنی قوت دی کہ وہ [اُسکی] حقیقی صفت اور کیفیت کو پہچان لے اور نہ اتنا مجبور کیا کہ اُسکو کچھ بھی نہ جان سکے بلکہ اوسط درجہ میں رکھا جس سے وہ اتنا سمجھ لے کہ خدا ہی ضرور جو عالم کو پیدا کرتا اور اُسمیں تغیر دیتا رہتا ہے اور خدا کی اسی قدر معرفت واجب ہے جو [...] کو اُنکے غور و تامل سے حاصل ہو جاتی ہے ۱۲ [4] یعنی نیچری اور دہریہ بھی گو زبان سے خدا کا انکار کرتے [ہیں] لیکن دل سے خدا کا وجود تسلیم کرنے پر مجبور ہیں کیونکہ وہ زبانی انکار اُن خیالات و توہمات کا نتیجہ ہوتا ہے جو [...] فطرت کے خلاف ہیں اگر وہ اپنی فطرت کے مطابق خدا کے کارخانوں اور عالم کی نیرنگیوں کو دیکھیں اور اُنمیں غور کریں

اُسکا دل کبھی انکار نہیں کرسکتا ۱۲ ؎۵ علامہ ابن ابی الحدید نے یہاں بعض مسلمان فرقوں کے عجیب عجیب عقاید شنیعہ کے متعلق ذکر کیے ہیں جن کی تفصیل انشاء اللہ ضمیمہ میں آئے گی ۱۲

خطبہ (۵۱)

وَمِنْ کَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
إِنَّمَا بَدْءُ وُقُوعِ الْفِتَنِ أَهْوَاءٌ تُتَّبَعُ، وَأَحْكَامٌ تُبْتَدَعُ، يُخَالَفُ فِيهَا كِتَابُ اللهِ، وَيَتَوَلَّى عَلَيْهَا رِجَالٌ رِجَالًا عَلَى غَيْرِ دِينِ اللهِ. فَلَوْ أَنَّ الْبَاطِلَ خَلَصَ مِنْ مِزَاجِ الْحَقِّ، لَمْ يَخْفَ عَلَى الْمُرْتَادِينَ، وَلَوْ أَنَّ الْحَقَّ خَلَصَ مِنَ الْبَاطِلِ انْقَطَعَتْ عَنْهُ أَلْسُنُ الْمُعَانِدِينَ. وَلَكِنْ يُؤْخَذُ مِنْ هٰذَا ضِغْثٌ وَمِنْ هٰذَا ضِغْثٌ، فَيُمْزَجَانِ. فَهُنَالِكَ يَسْتَوْلِي الشَّيْطَانُ عَلَى أَوْلِيَائِهِ، وَيَنْجُو الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَ اللهِ الْحُسْنَى.

حضرت علیہ السلام کے ایک کلام کا کچھ حصہ۔
فتنہ (و فساد) کی ابتدا اُن نفسانی خواہشوں سے ہوتی ہے جن کی پیروی کی جاتی ہے اور اُن نئے احکام سے جو ایجاد کیے جاتے ہیں۔ جنہیں کتاب خدا (اور حدیث رسول) کی مخالفت کی جاتی ہے۔ اور ان (احکام کے پھیلانے) پر کچھ لوگ دوسروں کو دین خدا کے خلاف (اپنا) دوست اور مددگار بنا لیتے ہیں پس اگر باطل حق میں ملنے سے بچا رہے تو طالبان (حق) پر پوشیدہ نہ ہو (اور یہ لوگ اُس سے ہمیشہ محفوظ رہیں) اور اگر حق باطل سے خالص (یعنی علیحدہ) ہو رہے تو اُس سے رکھا لفین (یعنی) معاندین کی زبانیں بند رہیں مگر (حالت تو یہ ہے کہ) ایک حصہ اس (باطل) سے اور ایک حصہ اُس (حق) سے لے لیا جاتا ہے اور دونوں ملا دیے جاتے ہیں پس اسی موقع پر شیطان اپنے مریدوں پر غالب آ جاتا ہے اور (اُسکے تسلط سے صرف) وہی لوگ بچتے ہیں جن پر پہلے سے خدا کی عنایت رہتی ہے۔

؎۱ اس خطبہ میں جناب امیر المومنینؑ کا مطلب یہ ہے کہ اگر خواہشوں کو نہ دخل دیا جائے تو کوئی فساد نہ ہو۔ جو کچھ ہوتا ہے وہ اپنی خواہشوں کی پیروی سے اور دوسری جو بوجہ عصبیت قومی ہمدردی اُسکے طرفدار بنجاتے ہیں اسوجہ سے فساد ہوتا ہے اگر محض حق کی پیروی کی جائے تو کوئی فساد نہ ہو مثال کے طور پر سمجھو کہ رویت باری تعالے کے بارے میں اختلاف ہے اگر محض خدا کے فرمان پر خیال کیا جاتا تو کوئی فساد نہ ہوتا۔ مگر اپنی عقل سے یہ کلیہ بنایا کہ خدا موجود ہے (جو جو چیز)

اور جو موجود ہی وہ دیکھا جا سکتا ہے (حق و باطل سے مرکب ہے) اس سے یہ نتیجہ نکالا گیا کہ خدا دیکھا جا سکتا
ایک ہی مقدمہ صحیح ہی دوسرا غلط ہے۔ اسی حق و باطل کی ترکیب سے نتیجہ غلط نکلا۔ اب وہ مقدمہ لو کہ دونوں غلط
طرح کہ باطنیہ کہتے ہیں خدا نہ معدوم ہی نہ موجود ہی اور جو نہ معدوم ہو نہ موجود ہو وہ حی و قادر ہو سکتا ہی لہذا خدا
قادر ہو سکتا ہی مگر چونکہ دونوں مقدمہ غلط ہی لہذا کوئی اسکو پسند نہیں کر سکتا۔ رہی وہ مثال کہ دونوں حق ہو
العالم متغیر و کل متغیر ممکن تو اسکا نتیجہ العالم ممکن بدیہی ہی غرض اسی کو حضرت اس خطبہ میں ظاہر فرماتے ہیں کہ اگر
باطل میں امتزاج نہ ہو اور دونوں اپنے حال پر رہیں تو کوئی خرابی نہ ہو مگر ادھر مقدمات میں خرابی ہوتی ہی ادھر
اپنا کام کرتا ہی کیونکہ اسکے ظاہر کرنے والے وہ ہوتے ہیں جن کی ظاہری حالت فریب دیتی ہی تو اب یہ خیال
ایسے مقدس لوگ کیونکر ایسا کر سکتے ہیں لہذا یہی حق ہی اسی خیال سے بیہودہ نصلے بھی گمراہ ہوئے اور بعض

خطبہ (۵۲)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لما غلب اصحاب معاوية اصحابه عليه السلام على شريعة الفرات بصفين ومنعوهم الماء.

قَدِ اسْتَطْعَمُوكُمُ الْقِتَالَ فَاَقِرُّوا عَلَى مَذَلَّةٍ، وَتَاخِيرِ مَحَلَّةٍ. اَوْ رَوُّوا السُّيُوفَ مِنَ الدِّمَاءِ تَرْوَوْا مِنَ الْمَاءِ. فَالْمَوْتُ فِي حَيَاتِكُمْ مَقْهُورِينَ، وَالْحَيَاةُ فِي مَوْتِكُمْ قَاهِرِينَ. اَلَا وَاِنَّ مُعَاوِيَةَ قَادَ لُمَّةً مِنَ الْغُوَاةِ، وَعَمَّسَ عَلَيْهِمُ الْخَبَرَ، حَتَّى جَعَلُوا نُحُورَهُمْ اَغْرَاضَ الْمَنِيَّةِ.

حضرت علیہ السلام کے ایک خطبہ کا کچھ حصہ جب
(مقام صفین میں) معاویہ کے لشکر نے جناب امیر علیہ السلام
کی فوج سے پہلے پہونچ کر نہر فرات کے گھاٹ پر قبضہ
اور اُن کو پانی سے روک دیا تو حضرت نے فرمایا
(معاویہ والوں نے) تم سے جہاد کا کھانا مانگا تو با
(اس) ذلت و خواری اور پست درجہ میں پڑے رہو
اپنی تلواروں کو (ان دشمنوں کے) خون سے سیراب کر
جس سے تم خود پانی پی سکو۔ غرض (اچھی طرح سمجھ لو)
مغلوب و مقہور ہو کر زندہ رہنے میں تو تمھاری عین موت
اور غالب ہو کر مر جانے ہی میں تمھاری واقعی زندگی
(بس جاؤ مگر مغلوب نہ ہو) دیکھو معاویہ گمراہوں
جتھا اکٹھا کر لایا اور اُن سے حقیقت حال کو چھپا
جس پر اُن سب نے اپنا گردنوں کو موت کا نشانہ بنا

۵۱ حضرت کے جملہ فالموت فی حیاتکم مقھورین کا مضمون لے کر ابونصر بن بناتہ نے یہ شعر کہا ہے ؎ والحسین الذی رای الموت فی العز حیاۃ والعیش فی الذل قتلا۔ یعنی حضرت امام حسین علیہ السلام وہ تھے جنھوں نے عزت کے ساتھ مرجانے میں اپنی زندگی اور ذلت کے ساتھ زندہ رہنے ہی میں اپنا قتل اور ہلاک ہونا دیکھا کیونکہ حضرت نے بوقت شہادت فرما دیا تھا ہم غلاموں کی سی زندگی نہیں کر سکتے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بعد شہادت امام حسینؑ بیعت یزید اسی طرح لی جاتی کہ اقرار کرو تم یزید کے غلام ہو اور جتنے صحابہ حضرت کے بعد زندہ رہے وہ انواع عقوبت میں مبتلا تھے صحابہ کی گردنوں پر غلامی کا نشان دیا جاتا عبداللہ بن عمر سب سے زیادہ باوقار تھے کیونکہ خلیفہ دوم کے فرزند اکبر تھے اور معاویہ و یزید کے طرفدار مگر یہ بھی اس طرح مارے گئے کہ عصار مسموم کے ذریعہ سے زخمی کئے گئے اور ذلت کی موت مرے ملاحظہ ہو آلآل والاصحاب حصہ دوم ۱۲ ۵۲ یعنی معاویہ نے شام والوں سے عثمان کے قتل کی اصلی حالت کو پوشیدہ رکھا ہے اور ان کے ذہن نشین یہ غلط امر کر دیا ہے کہ علیؑ نے عثمان کو قتل کرایا جس سے شامی میرے دشمن ہوئے ہیں اور مجھ سے لڑنے کیلئے اپنے کو موت کا نشانہ بنائے ہوئے ہیں ۱۲

خطبہ (۵۳)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

أَلَا وَإِنَّ الدُّنْيَا قَدْ تَصَرَّمَتْ وَآذَنَتْ بِوَدَاعٍ، وَتَنَكَّرَ مَعْرُوفُهَا وَأَدْبَرَتْ حَذَّاءَ. فَهِيَ تَحْفِزُ بِالْفَنَاءِ سُكَّانَهَا، وَتَحْدُو بِالْمَوْتِ جِيرَانَهَا، وَقَدْ أَمَرَّ مِنْهَا مَا كَانَ حُلْواً، وَكَدِرَ مِنْهَا مَا كَانَ صَفْواً فَلَمْ يَبْقَ مِنْهَا إِلَّا سَمَلَةٌ كَسَمَلَةِ الْإِدَاوَةِ، أَوْ جُرْعَةٌ كَجُرْعَةِ الْمَقْلَةِ. لَوْ تَمَزَّزَهَا الصَّدْيَانُ لَمْ يَنْقَعْ. فَأَزْمِعُوا عِبَادَ اللّٰهِ الرَّحِيلَ عَنْ هٰذِهِ الدَّارِ الْمَقْدُورِ

حضرت علیہ السلام کے ایک خطبہ کا کچھ حصہ۔ [۱]

(لوگو!) خوب سمجھ لو کر دنیا یقیناً فنا ہونے کے قریب پہونچ گئی اور (اپنے) خاتمہ کا اعلان کر دیا اور اسکی (ظاہری) خوبیاں مٹ گئیں، اور یہ تیزی سے پھر گئی پس یہ اپنے رہنے والوں کو فنا سے (عدم کیطرف) ڈھکیل رہی ہے اور اپنے ہمسایوں کو موت سے (آخرت کی جانب) ہنکا رہی ہے اور حالت یہ ہے کہ اسکی جو جو چیز شیریں تھی وہ کڑوی ہو گئی اور جو چیز صاف تھی وہ میلی اور گدلی ہو گئی تھی کہ اب اس دنیا سے (کچھ بھی) نہ بچا سوا (تھوڑی سی) تلچھٹ کے مانند اس تلچھٹ کے جو لوٹے (وغیرہ کی تہ) میں رہ جاتی ہے۔ یا ایک گھونٹ (پانی) کے مثل اس گھونٹ کے جو مقلہ [۲] سے ملتا ہے

عَلَى أَهْلِهَا الزَّوَالُ. وَلَا يَغْلِبَنَّكُمْ
فِيهَا الْأَمَلُ وَلَا يَطُولَنَّ عَلَيْكُمُ
الْأَمَدُ. فَوَاللهِ لَوْ حَنَنْتُمْ حَنِينَ
الْوُلَّهِ الْعِجَالِ، وَدَعَوْتُمْ بِهَدِيلِ
الْحَمَامِ، وَجَأَرْتُمْ جُؤَارَ مُتَبَتِّلِ
الرُّهْبَانِ، وَخَرَجْتُمْ إِلَى اللهِ مِنَ
الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ الْتِمَاسَ الْقُرْبَةِ
إِلَيْهِ، فِي ارْتِفَاعِ دَرَجَةٍ عِنْدَهُ
أَوْ غُفْرَانِ سَيِّئَةٍ أَحْصَتْهَا كُتُبُهُ،
وَحَفِظَتْهَا رُسُلُهُ، لَكَانَ قَلِيلًا فِيمَا
أَرْجُو لَكُمْ مِنْ ثَوَابِهِ، وَأَخَافُ
عَلَيْكُمْ مِنْ عِقَابِهِ. وَاللهِ لَوِ انْمَاثَتْ
قُلُوبُكُمُ انْمِيَاثاً، وَسَالَتْ عُيُونُكُمْ
مِنْ رَغْبَةٍ إِلَيْهِ، أَوْ رَهْبَةٍ مِنْهُ
دَماً، ثُمَّ عُمِّرْتُمْ فِي الدُّنْيَا مَا
الدُّنْيَا بَاقِيَةٌ، مَا جَزَتْ أَعْمَالُكُمْ
وَلَوْ لَمْ تُبْقُوا شَيْئاً مِنْ جُهْدِكُمْ
أَنْعُمَهُ عَلَيْكُمُ الْعِظَامَ وَهُدَاهُ
إِيَّاكُمْ لِلْإِيمَانِ.

فِي ذِكْرِ يَوْمِ النَّحْرِ

وَمِنْ كَمَالِ الْأُضْحِيَةِ اسْتِشْرَافُ
أُذُنِهَا، وَسَلَامَةُ عَيْنِهَا. فَإِذَا
سَلِمَتِ الْأُذُنُ وَالْعَيْنُ، سَلِمَتِ

...ں کو اگر پیاسا چوسے (کبھی) تو سیراب ہو۔ پس اے
بندگان خدا اس دار (فانی) سے کوچ کا مصمم ارادہ کرلو
جس کے رہنے والوں کیلئے زوال مقدر ہو چکا ہے۔ اور ایسا نہ
کہ اس (دنیا) کی امید (اور تمنا) تم پر غالب آ جائے اور اس
(قلیل) زمانہ (زندگی) کو تم اپنے لئے زیادہ سمجھ لو۔ کیونکہ
خدا کی قسم اگر تم اُن بچہ مری اونٹنیوں کے بلبلانے کی طرح
تڑپو جن کا بچہ اُن سے جدا ہو گیا ہو اور کبوتروں کے غوں غوں
کی طرح (رو رو کر خدا کو) پکارو اور گوشہ نشین راہبوں کے
تضرع و زاری کی طرح گڑگڑاؤ اور (اپنے) مال و اولاد سے
علیحدہ ہو کر خدا کی طرف تقرب حاصل کرنے کیلئے نکل پڑو
تاکہ اُس کی درگاہ میں تمہارا کوئی درجہ بلند ہو یا کوئی ایسا
گناہ بخشدیا جائے جسکو کاتبان اعمال نے لکھ لیا ہے اور
فرشتوں نے محفوظ کر لیا ہے تو یہ تمام باتیں بہت ہی کم ہونگی
بمقابلہ خدا کے اُس ثواب کے جسکی مجھے تمہارے لئے امید ہے
اور (بمقابلہ) اُس عذاب خدا کے جسکا مجھے تمہارے بارے میں
خوف ہے۔ بخدا اگر اُسکے ثواب کی امید اور عذاب کے خوف
سے تمہارے دل اچھی طرح گھل جائیں اور تمہاری آنکھوں سے
(بجائے اشک کے) خون جاری ہو جائے پھر تم رہتی دنیا تک
یہاں چھوڑ دیئے جاؤ جب بھی تمہارا اعمال اسکی اُن بڑی بڑی
نعمتوں کا جو تم کو دی ہیں اور اس (احسان) کا کہ تمہیں راہ ایمان
دکھائی ہے کوئی عوض نہیں ادا کر سکتے خواہ تم اپنی کوشش کا
کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھو۔

(حضرت کے کلام کا ایک جملہ) قربانی کے روز کے بیان میں ۴۳

الأُضْحِيَةُ وَتَمَّتْ، وَلَوْ كَانَتْ عَضْبَاءَ الْقَرْنِ، تَجُرُّ رِجْلَهَا إِلَى الْمَنْسَكِ (قَالَ الشَّرِيفُ) وَالْمَنْسَكُ هُنَا الْمَذْبَحُ.

اور جانور قربانی کے کمال (اوصاف) سے اُسکے کان کا دیکھ لینا اور اُسکی آنکھ کا درست ہونا (بھی) ہے کہ اگر کان اور آنکھ صحیح ہوں گے تو قربانی کا وہ جانور بھی درست اور باشرائط ہوگا اگرچہ اُسکا سینگ ٹوٹا (اور اُسکے پاؤں میں لنگ) ہو (جس سے) وہ اپنا پاؤں کھینچتا ہوا مقام ذبح تک پہونچے (کہ اسکا کوئی مضائقہ نہیں (قول جناب سید رضی علیہ الرحمہ) اس خطبہ میں لفظ منسک سے مُراد مقام ذبح ہے۔

له جناب سید رضی علیہ الرحمہ نے اس خطبہ کے متعلق لکھا ہے "وقد تقدم مختار منها بروایة ونذکر ما نذکره ههنا بروایة اخری لتغایر الروایتین" یعنی ایک روایت کے مطابق اس خطبہ کا انتخاب پہلے ذکر کیا جا چکا ہے لیکن چونکہ ایک دوسری روایت سے بھی یہ خطبہ ملا اور دونوں روایتوں میں کچھ تغیر اور اختلاف بھی ہے لہذا اُسے بھی ہم یہاں درج کرتے ہیں" تو غالباً یہ اشارہ خطبہ نمبر ۴۳ کی طرف ہے جو اس سے صرف دس خطبہ قبل لکھا گیا ہے کیونکہ ان دونوں کے مضامین اور کچھ الفاظ بہت ملتے ہوئے ہیں جناب علامہ ابن میثم علیہ الرحمہ نے اس خطبہ کی شرح میں لکھا ہے کہ اس خطبہ کے مضامین کا مدار تین امروں کے بیان پر ہے (اول) دنیا اور دنیا کی لذتوں سے نفرت دلانا اُسکی محبت کے نتیجہ سے خوف زدہ کرنا اُسکی اُمیدوں اور تمناؤں میں مبتلا ہونے سے منع کرنا اور آخرکار اس سے بالکل قطع تعلق کرکے اور طلاق بائن دے کر ہر وقت سفر آخرت کے سامان میں لگے رہنے کا حکم دینا یعنی ان کل امور کو حضرت نے ابتدائے خطبہ سے ولا یطولن علیکم فیها الامد تک میں بیان کیا ہے (دوئم) خداوند عالم کی درگاہ سے جو عظیم ثواب ملے گا جس کی طرف لوگوں کو متوجہ رہنا چاہیے اور اُسکی نافرمانی کرنے سے اُسکا عذاب بھی جو سخت سے سخت ہوگا جس سے ہر شخص کو ہر وقت خوف زدہ اور بچتے رہنا چاہیے ان دونوں امروں کی طرف حضرت نے فوالله لو حننتم سے واخاف علیکم من عقابه تک میں تنبیہ کی ہے (سوئم) والله لو انماثت سے آخر فصل تک میں حضرت نے یہ بیان فرمایا ہے کہ انسان خواہ کتنی ہی محنت و مشقت برداشت کرکے عبادات اور اعمال خیر بجا لائے اور دنیا میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے کے لیے چھوڑ دیا جائے اور وہ کسی وقت بھی کوئی دقیقہ زحمت و اذیت برداشت کرنے کا اُٹھا نہ رکھے پھر بھی خدا کی نعمتوں کا واقعی شکر اور صحیح طور پر عوض ادا نہیں ہو سکتا کیونکہ اور تمام نعمتوں سے قطع نظر کرکے صرف ایک ایک سانس کو دیکھا جائے کہ ایک دفعہ میں خدا کی دو دو نعمتیں ہوتی ہیں ایک سانس کے ذریعہ ہوا کے باہر نکالنے میں دوسری نئی ہوا کے اندر لینے میں کہ اگر خدا کا فضل نہ ہو تو ہر ایک میں انسان کی ہلاکت کا سامان موجود ہے۔ پس جب ایک ایک سانس لینے میں خدا کی دو دو نعمتیں ہیں اور

معلوم ہو کہ ہر ایک سانس میں کوئی شخص خدا کا ایک شکر بھی ادا نہیں کر سکتا تو پھر اُسکے تمام نعمات کے شکریہ سے کیونکر عہدہ برآ
ہو گا۔ اسی کو شیخ سعدی نے یوں ادا کیا ہے "ہر نفسے کہ می آید ممد حیات است" ۱۲ ۔ اہل عرب میں قبیلہ سفر کرتے ہیں
اور راہ میں پانی کم رہ جاتا ہے تو برتن میں چھوٹے پتھر کے ٹکڑے ڈال کر اُسی کے مطابق آپس میں پانی تقسیم کرتے ہیں تاکہ
ہر شخص کو تھوڑا تھوڑا پانی مساوی حیثیت سے مل جاوے اور وہ ہلاکت سے محفوظ رہے۔ اُسی پتھر کو مُقلہ کہتے ہیں۔ تو حضرت
کا مقصود یہ ہے کہ جس طرح صرف جان بچنے کے لیئے وہ تھوڑا سا پانی ملتا ہے جو پتھر کے چُوسنے سے حاصل ہوتا ہے اور اُس
پیاس کی اذیت موقوف نہیں ہوتی اُسی طرح دنیا کی کل لذتوں کو حقیر، بے حقیقت، بے نفع سمجھنا چاہیے کہ خواہ انسان
اُن کو کتنا ہی حاصل کرے درحقیقت ان سے کوئی واقعی نفع نہیں مل سکتا ۱۲ ۔ قربانی کے متعلق اس امر کے لحاظ سے
کا حکم ہے کہ قربانی کے جانور میں ایسا کوئی عیب یا خرابی نہ ہو جس سے اُسکی قیمت کم ہو بلکہ عمدہ قسم اور زیادہ قیمت کا
جانور ہونا چاہیئے پس چونکہ کان کا کٹا ہونا یا آنکھ میں کانے وغیرہ قسم کا عیب ہونا یا لاغری وغیرہ جانور کا ایسا نقص
ہے جس سے اُسکی قیمت دوسرے صحیح جانوروں سے کم ہو جاتی ہے اسوجہ سے حضرت نے ان اوصاف کی تصریح فرماکر
کہا کہ ان امور سے قربانی کا جانور محفوظ ہو گا تو اُسکی قربانی اعلےٰ درجہ کی ہو گی ہاں ایک جملہ اسمیں قابلِ غور ہے کہ
فرمایا ولو کانت عضباء القرن تجر رجلها الی المنسک یعنی اگرچہ اُسکا سینگ ٹوٹا ہوا ور لنگڑا کر مقام ذبح
تک جاوے حالانکہ قربانی کے جانور میں کوئی عیب نہ ہونا چاہیئے تو حضرت کا مطلب یہ ہے کہ اگر اُس جانور کے سینگ
کا ظاہری حصہ ٹوٹا ہوا ور خفیف لنگ پاؤں میں ہو تو اُسکا کوئی مضائقہ نہیں چنانچہ احادیث اور کتب فقہیہ میں قربانی
کے جانور کے صفات میں یہ تصریح یہ مرقوم ہے کہ ان یکون تاما فلا تجزی العوراء ولا العرجاء البین عرجها الا
التی انکسر قرنها الداخل وهو الابیض الذی وسط الخارج اما الخارج فلا عبرة به یعنی قربانی کے جانور
کو صحیح تندرست بے عیب ہونا چاہیئے پس کانا نہ ہو اور لنگڑا نہ ہو ایسا لنگڑا جس کا لنگڑا پن واضح اور صاف ہو لیکن
اگر خفیف لنگڑا پن ہو تو اُسکا مضائقہ نہیں ہے کہ اُسکے اندر کا سینگ جو خارجی سینگ کے وسط میں ہوتا ہے ٹوٹا نہ ہو، رہا
خارج کا سینگ تو اُسکا لحاظ شرط نہیں ہے خواہ ٹوٹا ہو خواہ نہ ہو (شرایع جواہر الکلام وغیرہ) ۱۲ ۔ لفظ استشراف
کے معنی غور سے کسی چیز کو دیکھنا ہے اور بلندی بھی ہے یہاں بھی دونوں معنوں کا احتمال ہے دیکھ لینے میں یہ کہ کان کٹا نہ ہو
اور بلندی سے بھی یہی کہ کٹا نہ ہو گا تو بلند اور سیدھا ہو گا ۱۲

خطبہ (۵۴)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فَتَدَاكُّوا عَلَيَّ تَدَاكَّ الْإِبِلِ الْهِيمِ يَوْمَ وِرْدِهَا قَدْ أَرْسَلَهَا رَاعِيهَا وَخُلِعَتْ مَثَانِيهَا، حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُمْ قَاتِلِيَّ، أَوْ بَعْضُهُمْ قَاتِلُ بَعْضٍ لَدَيَّ. وَقَدْ قَلَّبْتُ هَذَا الْأَمْرَ بَطْنَهُ وَظَهْرَهُ، فَمَا وَجَدْتُنِي يَسَعُنِي إِلَّا قِتَالُهُمْ أَوِ الْجُحُودُ بِمَا جَاءَنِي بِهِ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فَكَانَتْ مُعَالَجَةُ الْقِتَالِ، أَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ مُعَالَجَةِ الْعِقَابِ وَمَوْتَاتُ الدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَيَّ مِنْ مَوْتَاتِ الْآخِرَةِ۔

حضرت علیہ السلام کے ایک خطبہ کا کچھ حصہ۔

پس مجھ پر یہ لوگ اس طرح ٹوٹ پڑے جس طرح پیاسے اونٹ جن کو چرواہے نے چھوڑ دیا ہو اور اُن (کے پاؤں) کی بندھنیں[1] کھول دی گئی ہوں پانی پینے کے روز ایک دوسرے پر گرے پڑتے ہیں جس سے مجھے گمان ہوا کہ کہیں یہ مجھے ہلاک نہ کر دیں یا میرے سامنے ایک دوسرے کو نہ مار ڈالیں (باوجود اسکے اب یہ مجھ سے باغی ہو گئے) پس میں نے اس امر (یعنی ان سے جہاد کرنے) میں خوب غور وفکر کی (اور اُسکے نفع ونقصان کو اچھی طرح سوچا) تو اپنے لئے اسکے سوائے کوئی چارہ کار نہیں دیکھا کہ ان سے لڑوں یا حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ کے لائے ہوئے (دین اسلام) سے منکر ہو جاؤں[2]۔ تو ان سے لڑنے ہی کی تدبیر مجھے آسان اور (آخرت کے) عذاب کی تدبیر سے بہتر معلوم ہوئی اور میرے نزدیک دنیا کی مصیبتیں آخرت کی (دائمی) عقوبتوں سے ہلکی ثابت ہوئیں۔

---

[1] مثانی جمع ہے مثناۃ کی جو اُس رسی یا ڈوری کو کہتے ہیں جس سے جانوروں کے دو دو پاؤں ملا کر باندھ دیتے ہیں تاکہ وہ چرتا بھی رہے اور کہیں بھاگنے بھی نہ پائے اور جب وہ اچھی طرح پیاسے ہو جاتے ہیں تو چرواہے اُن کا پاؤں کھول کر چھوڑ دیتے ہیں اور وہ سب کوشش کرتے ہیں کہ پہلے خود ہی پانی پر پہونچ جائیں اُسوقت ایک جانور کے دوسرے پر ٹوٹنے اور گرے پڑنے کی جو حالت ہوتی ہے وہ ہجوم کرنے کی شدید ترین کیفیت ہوتی ہے حضرت فرماتے ہیں کہ عثمان کے بعد میری بیعت کرنے کیلئے تو عامہ مسلمین کو ایسی خواہش ہوئی کہ ہر شخص سب سے پہلے ہی بیعت کر لینے کیلئے ٹوٹا پڑتا تھا جس سے مجھے خوف ہوا کہ یا میں ہی آپس میں پس کر رہ جاؤں گا یا ان لوگوں ہی سے کچھ لوگ ہلاک ہو جائیں گے لیکن پھر کئی آدمیوں نے بغاوت پر کمر باندھ لی اور میرے مخالف ہو گئے ۱۲

[2] علامہ ابن ابی الحدید معتزلی نے اس خطبہ کی شرح میں لکھا ہے "جب امام کو اعوان وانصار مل جائیں تو اُسپر واجب ہے کہ باغیوں سے جہاد کرے اور اگر

اسمیں وہ پہلو تہی کرے گا تو امر واجب کا تارک ہوگا جس پر عقاب کا ہونا ضروری ہے اور اگر کوئی پوچھے کہ حضرت
اُن باغیوں سے جہاد ترک کر دیتے تو حضرت رسول خدا صلعم کی رسالت سے انکار کیونکر ہوتا تو اُسکے جواب میں کہا
جائے گا کہ جو شخص بغاوت کو پھیلنے دے اور باغیوں سے لڑ کر اُن کو دبائے نہیں اُسکا نتیجہ یہی ہوگا کہ اسلام کمزور ہو
اور وہ اُسکو پسند کرے لہذا وہ خدا و رسول کا مخالف ہوا۔ چنانچہ حضرت نے اس انکار کی وجہ کی طرف خود ہی اپنے
کلام میں اشارہ فرما دیا ہے کہ دنیا میں بھی باغیوں سے لڑنا کچھ مصیبتوں اور پریشانیوں کا باعث ہوتا ہے لیکن
اسی طرح چھوڑ دینے سے خدا غضبناک ہوتا ہے اور آخرت میں سخت عذاب کرے گا جس کی اذیت دنیا کی مصیبتوں
اور پریشانیوں سے کہیں زیادہ ہوگی اسلیئے کہ آخرت کا عذاب دائمی ہوتا ہے ۱۲۔

خطبہ (۵۵)

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وقد استبطأ اصحابه اذنه لهم فی القتال بصفّین۔

اَمَّا قَوْلُكُمْ: اَكُلَّ ذٰلِكَ كَرَاهِيَةَ الْمَوْتِ؟ فَوَاللهِ مَا اُبَالِي اَدَخَلْتُ اِلَى الْمَوْتِ اَوْخَرَجَ الْمَوْتُ اِلَيَّ وَ اَمَّا قَوْلُكُمْ: شَكًّا فِي اَهْلِ الشَّامِ فَوَاللهِ مَا دَفَعْتُ الْحَرْبَ يَوْمًا اِلَّا وَاَنَا اَطْمَعُ اَنْ تَلْحَقَ بِي طَائِفَةٌ فَتَهْتَدِيَ بِي وَتَعْشُوَ اِلٰى ضَوْئِي، وَ ذٰلِكَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَقْتُلَهَا عَلٰى ضَلَالِهَا، وَاِنْ كَانَتْ تَبُوْءُ بِاٰثَامِهَا۔

حضرت علیہ السلام کے ایک کلام کا کچھ حصہ۔
جب بمقام صفین میں آپکے اصحاب کو (لشکر معاویہ سے جنگ)
کرنے کی اجازت ملنے میں دیر ہوئی (اور اُن لوگوں نے اعتراض کیا تو فرمایا)
تمہارا یہ کہنا کہ کیا یہ سب (جنگ میں تاخیر) موت کی
ناگواری سے ہے؟ (غلط ہے) کیونکہ خدا کی قسم مجھے (ذرہ
برابر بھی اسکی) پروا نہیں ہے کہ میں موت (کے مُنہ) میں جاؤں
یا موت ہی مجھ پر آپڑے۔ اور تمہارا یہ قول (بھی خیال خام)
ہے کہ (مجھے) اہل شام (سے جنگ کرنے) میں شک ہے
کیونکہ بخدا میں نے کسی دن بھی جنگ کو نہ ٹالا مگر اس امید
میں کہ (شاید انکی) کوئی جماعت مجھ سے آکر مل جائے
اور میری وجہ سے ہدایت پائے اور میری اور روشنی سے
فیضیاب ہو۔ اور یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ
(گروہ) کو اسی گمراہی (کی حالت) میں قتل کردوں اگرچہ وہ (اس حالت میں قتل ہوں گے تو) اپنے ہی گناہوں
سمیٹ کر جائیں گے۔

سلہ علامہ ابن ابی الحدید اس خطبہ کی شرح میں لکھتے ہیں کہ معاویہ نے صفین میں پہلے پہونچ کر فرات پر قبضہ کر لیا اور حضرت امیر المومنین ؑ کے لشکر کو پانی پینے سے روک دیا جب حضرت کے لشکر نے لڑ کر اُسکو چھین لیا تو اپنی رحم دلی سے معاویہ والوں کو بھی اُس سے پانی لینے دیا اور کسی قسم کا عوض نہ لینا چاہا اور پھر اس اُمید میں کہ کسی طرح اہل شام سمجھیں اور اپنی گمراہی کو پہچان کر توبہ کر لیں عرصہ تک خاموش ٹھہرے رہے کہ نہ خود کوئی پیغام جنگ معاویہ کے یہاں بھیجتے تھے اور نہ معاویہ کے یہاں سے آپکے پاس پیغام آتا تھا جب اسی طرح کئی روز گزرے اور حضرت کے ساتھ والے اہل عراق اس تاخیر سے گھبرانے لگے تو حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ یا امیر المومنین ؑ ہم سب وطن میں اپنے اہل و عیال کو چھوڑ کر آئے ہیں اور ہمیں اُنکے امور کی فکر پریشان کئے ہوئے ہے پس آپ اجازت دیں کہ ان سے جنگ شروع کریں کیونکہ لوگ کہتے ہیں۔ یہ کہہ کر وہ لوگ خاموش ہو گئے تو حضرت نے دریافت کیا کہ لوگ کیا کہتے ہیں؟ تو ایک شخص بولا کہ بعض لوگ گمان کرتے ہیں کہ انک تکرہ الحرب کراھیۃ للموت یعنی آپ موت کے خوف سے جنگ کرنے سے ڈرتے ہیں اور بعض لوگ گمان کرتے ہیں کہ آپ اس شک میں پڑے ہوئے ہیں کہ اہل شام سے جنگ کرنا جائز ہے یا نہیں تو حضرت نے فرمایا میں کبھی بھی جنگ سے ڈرا ہوں؟ عجب! جب میں بچہ اور کمسن تھا تب بھی میں کفار و مخالفین خدا سے جنگ کرنے کا عاشق تھا اور کل عمر ختم ہو چکی میں بوڑھا ہو گیا اور مرنے کے قریب پہونچا تو اُس سے ڈروں گا؟ اور یہ جو کہا کہ مجھے اہل شام سے جنگ کرنے کے بارے میں شک ہے تو اگر مجھے انکے بارے میں شک ہو تو اہل بصرہ (یعنی جنگ جمل والوں) کے بارے میں بھی شک ہونا چاہئے تھا خدا کی قسم میں نے اس امر کے ظاہر اور باطن کو اُلٹ پلٹ کر دیکھا تو مجھے ان سے جنگ کرنے یا خدا و رسول کی نافرمانی کرنیکے سوا کوئی راہ نظر نہیں آئی لیکن میں صرف اس خیال سے اس کو وقت دیے جا رہا ہوں کہ شاید یہ غور و فکر کر کے سمجھیں اور یہ سب یا انمیں کچھ لوگ توبہ کر کے سیدھا راستہ اختیار کر لیں کیونکہ فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ قال لی یوم خیبر لان یھدی اللہ بک رجلا واحدا خیر لک مما طلعت علیہ الشمس یعنی مجھ سے حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ نے جنگ خیبر میں فرمایا تھا کہ اے علی اگر تمھارے ذریعے سے ایک شخص کی بھی ہدایت ہو جائے تو وہ تمھارے لئے ہر اُس چیز سے بہتر ہے جن پر آفتاب کی روشنی پڑتی ہے (یعنی تمام عالم سے) لہذا اس غرض سے تاخیر کر رہا ہوں کہ شاید کوئی ہدایت پا لے اور راہ حق پر آ جائے ۱۲

سلہ یعنی اگر میں ان لوگوں سے جنگ شروع کر دوں اور ان کو قتل کر دوں تو وہ اسی کے مستحق ہیں کیونکہ میں نے کوئی امر ایسا نہیں کیا جس سے اُن کو میری مخالفت جائز ہو پس اگر وہ قتل ہوں گے تو اپنے ہی گناہوں یعنی مجھ سے مخالفت اور بغاوت کے عقاب کا بوجھ لے کر اس دنیا سے جائیں گے ۱۲

خطبہ (۵۶)

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَلَقَدْ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ نَقْتُلُ آبَاءَنَا، وَأَبْنَاءَنَا وَإِخْوَانَنَا وَأَعْمَامَنَا. مَا يَزِيدُنَا ذٰلِكَ إِلَّا إِيمَاناً وَتَسْلِيماً، وَمُضِيّاً عَلَى اللَّقَمِ، وَصَبْراً عَلَى مَضَضِ الْأَلَمِ وَجِدّاً فِي جِهَادِ الْعَدُوِّ. وَلَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ مِنَّا وَالْآخَرُ مِنْ عَدُوِّنَا يَتَصَاوَلَانِ تَصَاوُلَ الْفَحْلَيْنِ يَتَخَالَسَانِ أَنْفُسَهُمَا أَيُّهُمَا يَسْقِي صَاحِبَهُ كَأْسَ الْمَنُونِ فَمَرَّةً لَنَا مِنْ عَدُوِّنَا، وَمَرَّةً لِعَدُوِّنَا مِنَّا فَلَمَّا رَأَى اللهُ صِدْقَنَا أَنْزَلَ بِعَدُوِّنَا الْكَبْتَ وَأَنْزَلَ عَلَيْنَا النَّصْرَ حَتَّى اسْتَقَرَّ الْإِسْلَامُ مُلْقِياً جِرَانَهُ وَمُتَبَوِّئاً أَوْطَانَهُ. وَلَعَمْرِي لَوْ كُنَّا نَأْتِي مَا أَتَيْتُمْ، مَا قَامَ لِلدِّينِ عَمُودٌ وَلَا اخْضَرَّ لِلْإِيمَانِ عُودٌ. وَايْمُ اللهِ لَتَحْتَلِبُنَّهَا دَماً، وَلَتُتْبِعُنَّهَا نَدَماً.

حضرت علیہ السلام کے ایک کلام کا کچھ حصہ یہ
ا: (البتہ ہم حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کے
اپنے (کافر) بزرگوں۔ لڑکوں۔ بھائیوں اور چچاؤں کو
قتل کرتے رہتے ہیں جو ہمارے ایمان۔ تسلیم و (رضا) او
راست پر چلتے چلنے۔ شدت درد اذیت) الم پر صبر کر
رہنے اور دشمن سے لڑتے میں جد و جہد کرنے رہنے کو (او
بھی) بڑھاتا رہا اور (اسوقت ہم میں اور کافروں میں ای
شدید عداوت تھی کہ) کوئی شخص ہم میں سے اور کوئی
دشمن سے ایک دوسرے پر اس طرح حملہ کرتے تھے جس
دو (غضبناک) نر جانور ایک دوسرے پر حملہ کرتے
ہر ایک دوسرے کی جان نکال لینا چاہتا تھا کہ (دیکھیں
دونوں (لڑنے والوں) سے کون (شخص) اپنے مد
کو موت کا جام پلا دیتا ہے تو کبھی ہمیں اپنے دشمن پر او
ہمارے دشمن کو ہم پر (غلبہ) ہوتا رہا پھر جب خدا نے
ہمارے صدق (نیت) کو دیکھ لیا تو ہمارے دشمن
(شکست کی) ذلت اور ہم پر (اپنی فتح و) نصرت نازل
فرمائی یہاں تک کہ اسلام (دنیا میں) اپنا سینہ ٹیک
اور اپنے گھروں (یعنی مومنین کے دلوں) میں جم کر
ہوگیا اور میری زندگی کی قسم اگر ہم (بھی) اسی طر
(سستی اور بزدلی سے اسلام میں) داخل ہوتے جس طرح
آئے ہو تو نہ دین (اسلام) کا کوئی پایہ کھڑا ہوتا اور نہ ایمان کی کوئی شاخ سرسبز و شاداب ہو سکتی اور خدا کی
لوگ (اپنی موجودہ روش سے) ان (سب) کا خون ہی دودھ لیتے اور پھر ان کے پیچھے ندامت اٹھاتے رہتے۔

سله علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ ھذا الکلام قالہ امیر المومنین علیہ السلام فی قصۃ ابن الحضرمی حیث قدم البصرۃ من قبل معاویۃ واستنھض امیر المومنین علیہ السلام اصحابہ الی البصرۃ فتقاعدوا۔ یعنی اس کلام کو حضرت امیر المومنین علیہ السّلام نے ابن الحضرمی کے قصہ کے متعلق ارشاد فرمایا تھا جب وہ معاویہ کے پاس سے بصرہ میں آیا اور جناب امیر المومنین علیہ السّلام نے اپنے اصحاب کو بصرہ کی طرف کوچ کرنے کی ترغیب دی مگر وہ سب پہلو تہی کرتے رہے"۔ یہ واقعہ ۳۸ھ کا ہے جب محمد بن ابی بکر کے مارے جانے اور مصر پر عمرو بن عاص کا قبضہ ہو جانے کے بعد معاویہ نے عبداللہ بن حضرمی کو بصرہ کی طرف اس امید میں بھیجا کہ علیؑ جنگ جمل میں بصرہ والوں کو قتل کر چکے ہیں اُن کی اولاد و اعزا ہماری طرف آجائیں گے۔ اُسوقت عبداللہ بن عباس جو بصرہ کے گورنر تھے محمد بن ابی بکر کی تعزیت کیلئے کوفہ حضرت امیر المومنینؑ کے پاس گئے ہوئے تھے اور آپ کا نائب بصرہ میں زیاد بن عبید تھا۔ یہ وہی زیاد ہے جس کو معاویہ نے بعد شہادت امیر المومنین اپنے باپ کا لڑکا بنا کر اپنی طرف کر لیا اور اُس سے شیعوں پر بے حد مظالم کرائے اور جو بعد میں زیاد بن ابی سفیان اور زیاد بن ابیہ کے نام سے ذکر کیا جاتا ہے اُسوقت تک اُسکو زیاد بن عبید کہتے تھے۔ (ابن ابی الحدید جلد اول ص۳۵۱) بصرہ میں عبداللہ بن حضرمی دفعۃً آپہونچا یہاں کے اکثر آدمی جو طرفداران عثمان سے تھے اُس سے آملے۔ عبداللہ نے اُن کو معاویہ کا خط سنایا جس میں قصاص عثمان لینے کی تحریک اور بالعوض جاگیرات کے دو چند کرنے کا وعدہ تھا۔ بصرہ کے اور لوگ بھی عبداللہ کے ورغلانے سے زیاد کے ساتھ سرکشی کرنے پر آمادہ ہو گئے زیاد مقابلہ نہ کر سکا اور عبداللہ حضرمی نے بصرہ پر قبضہ کر لیا جناب امیرؑ کو یہ خبر پہونچی تو کوفہ میں بنی تمیم کو بصرہ جانے پر ابھارا مگر کسی نے منظور نہ کیا پس آپ نے اُنکو خطبہ دیا اور فرمایا الیس من العجب ان ینصرنی الازد و تخذلنی مضر واعجب من ذلک تقاعد تمیم الکوفۃ بی وخلاف تمیم البصرۃ علیّ وان استنجد بطائفۃ منھا تشخص الی اخوانھا فیدعوھم الی الرشاد فان اجابت والا فالمنابذۃ والحرب فکانی اخاطب صماً بکماً لا یفقھون حواراً ولا یجیبون نداءً کل ھذا جبناً عن الباس وحباً للحیوۃ لقد کنا مع رسول اللہ الخ یعنی کیا یہ امر تعجب خیز نہیں ہے کہ قبیلہ ازد کے لوگ تو میری مدد کریں اور قبیلہ مضر کے لوگ میرا ساتھ چھوڑ دیں اور اس سے زیادہ حیرت انگیز یہ ہے کہ کوفہ کے بنی تمیم تو میرے ساتھ پہلو تہی کرتے ہیں اور بصرہ کے بنی تمیم میرے مخالف ہو رہے ہیں اور اگر میں ان لوگوں سے کسی جماعت کو بلا کر کہتا ہوں کہ اپنے (دینی) بھائیوں کی طرف جا کر اُن کی ہدایت کریں اور صحیح راستہ بتائیں جسے وہ مانیں تو خیر اور نہ مانیں تو بدرجہ مجبوری جنگ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ میں گویا گونگے بہرے سے خطاب کرتا ہوں جو نہ تو کوئی بات سمجھتے ہیں اور نہ کسی آواز کا جواب دیتے ہیں۔ ان سب کا باعث جہاد سے

بزدلی اور چند روزہ زندگی کی محبت ہے (ان کی لڑنے میں یہ کیفیت ہو رہی ہے اور اسکے قبل ہم لوگوں کی یہ حالت تھی کہ) البتہ ہم حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ اپنے (کافر) بزرگوں۔ لڑکوں۔ بھائیوں اور چچاؤں کو قتل کر رہے ہیں الخ۔ علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ ”ان حضرات کا خدا کی راہ میں اپنے اعزا و اقربا کو قتل کرنا بہت کثرت سے ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت علیؑ نے جنگ بدر و اُحد میں بنی عبد مناف اور بنی عبد الدار کے جم غفیر کو قتل کیا جو یا حضرت کے اپنے اعزا (خاندان عبد مناف) سے تھے یا آپکے بنی اعمام (خاندان عبد الدار) سے۔ اور جناب حمزہ بن عبد المطلب نے جنگ بدر میں شیبہ بن ربیعہ کو قتل کیا جو اُن کا ابن عم تھا کیونکہ دونوں عبد مناف کی نسل سے تھے اور اسی طرح بہت مثالیں ہیں جو تاریخ و سیرت کی کتابوں میں مذکور ہیں رہا حضرت کا اور حضرت کے دشمن سے کسی کا ایک دوسرے کی ہلاکت میں کوشش کرنا تو اسکے واقعات بھی بکثرت ہیں۔ چنانچہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے ولید بن عتبہ طلحہ بن ابی طلحہ اور عمرو بن عبدوُد ایسے نامی بہادروں سے مقابلہ کیا اور ایسے ہمسروں کو قتل کیا اور ان کے علاوہ بھی بہت دلیران عرب سے لڑے اور انھیں ہلاک کیا چنانچہ غزوات کی کتابیں ان مضامین سے بھری پڑی ہیں“ (شرح نہج البلاغہ مطبوعہ ایران جلد اول صفحہ ۱۹۵) ۱۲ ۲ے حضرت کے اس خطبہ پر اعین بن ضبیعہ کچھ فوج لے کر بصرہ گئے اور ابن الحضرمی کو شکست دیدی تھی۔ مگر شب کو دس خارجیوں نے دھوکے سے انھیں قتل کر دیا پھر حضرت نے جاریہ بن قدامہ کو بھیجا اُنھوں نے بصرہ پہونچ کر معاویہ کے سردار اور لشکر کو شکست فاش دی اور سب کو تباہ و برباد کر دیا (شرح ابن ابی الحدید جلد اول صفحہ ۱۹۹) ۱۲۔

خطبہ (۵۷)

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِأَصْحَابِهِ۔

أَمَا إِنَّهُ سَيَظْهَرُ عَلَيْكُمْ بَعْدِي رَجُلٌ رَحْبُ الْبُلْعُومِ، مُنْدَحِقُ الْبَطْنِ، يَأْكُلُ مَا يَجِدُ۔ فَاقْتُلُوهُ وَلَنْ تَقْتُلُوهُ۔ أَلَا وَإِنَّهُ سَيَأْمُرُكُمْ بِسَبِّي وَالْبَرَاءَةِ مِنِّي: أَمَّا السَّبُّ

حضرت علیہ السلام کے ایک کلام کا کچھ حصہ۔ (جسے) اپنے اصحاب سے (فرمایا)

دیکھو یہ یقینی امر ہے کہ میرے بعد جلد ہی تم پر بہت کشادہ حلقوم اور خوب نکلی ہوئی توند والا شخص (یعنی معاویہ) نمایاں ہو جائے گا وہ جو چیز پاتا ہی کھا جاتا ہے اور جو نہیں پاتا اُسے بھی مانگتا رہتا ہے۔ تو تم اُسے قتل کر ڈالنا اگرچہ مجھے یہ بھی یقین ہے کہ تم اُسے کبھی

فَسُبُّونِي، فَإِنَّهُ لِي زَكَاةٌ، وَلَكُمْ نَجَاةٌ
وَأَمَّا الْبَرَاءَةُ فَلَا تَتَبَرَّؤُا مِنِّي،
فَإِنِّي وُلِدْتُ عَلَى الْفِطْرَةِ، وَ
سَبَقْتُ إِلَى الْإِيمَانِ وَالْهِجْرَةِ۔

قتل نہ کر سکو گے۔ دیکھو وہ عنقریب تم کو مجھے گالی دینے اور مجھ سے تبرا کرنے کا حکم دے گا۔ خیر گالی تو (تقیہ کر کے) مجھے دے لینا کہ یہ میرے لئے زکوٰۃ (پاکیزگی) اور تمھارے لئے نجات (کی باعث) ہوگی۔ رہا تبرا تو (خبردار) مجھ سے برات (یعنی بیزاری) کبھی نہ چاہنا۔ اسلئے کہ میں (تمھارا ایسا امام ہوں کہ) فطرت (اسلام ہی) پر پیدا ہوا۔ اور اظہار ایمان نیز ہجرت کرنے میں (سب پر) سبقت (بھی) کی ہے۔

سلہ معاویہ کا بجید کھانا متواترات سے ہی خود رسول اللہ صلعم نے جب کئی مرتبہ اسکو بلایا اور وہ کھانے ہی میں مشغول رہا تو فرمایا اللھم لا تشبع بطنہ یعنی اے خدا اسکا پیٹ کبھی نہ بھرنا (تفصیل ضمیمہ میں آئے گی) ۱۲ سلہ معاویہ بلکہ عمر بن عبدالعزیز تک تمام بنی امیہ کا جناب امیرؑ پر لعنت کرتے رہنا مشہور تاریخی واقعہ ہے تاریخ کامل صفحہ ۱۳۳ جلد ۳ میں ہے ان معاویۃ کان اذا قنت سب علیا و ابن عباس والحسنؑ والحسینؑ والاشتر یعنی معاویہ ہر قنوت کے بعد حضرت علیؑ و ابن عباسؓ امام حسنؑ و امام حسینؑ کو گالی دیتا۔ اور تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۱۴۸ و صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۸ و جامع ترمذی صفحہ ۶۱۷ وغیرہ میں ہے کہ معاویہ خطبہ جمعہ میں جناب امیرؑ پر لعن کرتا تھا اور یہ بدعت خلافت عمر بن عبدالعزیز تک جاری رہی (تفصیل ضمیمہ میں آئے گی) ۱۲ سلہ معاویہ لوگوں سے اسکی بیعت بھی لیتا تھا کہ وہ لوگ حضرت علیؑ سے بری ہیں۔ عقد فرید جلد اول صفحہ ۹ میں ہے نقل معاویۃ بالکوفۃ یبایع الناس علی البراءۃ من علیؑ کہ معاویہ کوفہ میں بیٹھ کر حضرت علیؑ سے برات کرنے پر لوگوں کی بیعت لیتا تھا بلکہ حد ہو گئی کہ آخر میں معاویہ نے فرمان جاری کیا کہ جس شخص کی نسبت معلوم ہو جائے کہ وہ شیعہ علیؑ ہے اُس کا نام دیوان سے کاٹ دو اور وظیفہ بند کر دو۔ اگر کوئی شخص کسی پر تہمت بھی لگائے کہ یہ شیعہ ہے تو اس پر عذاب کرو اسکا گھر گرا دو۔ یہاں تک کہ بنی امیہ نے معاویہ سے کہا اے امیر تم اپنی آرزوں پر فائز ہو چکے اب اس شخص (جناب امیرؑ) سے باز آتے تو اچھا تھا، معاویہ نے کہا لا واللہ جب تک اس طریقہ پر بچے بڑے۔ اور بڑے بوڑھے نہ ہو جائیں کہ پھر کوئی فضیلت علی کا ذکر کرنے والا باقی نہ رہے (نصائح کافیہ) ۱۲ سلہ بظاہر یہ تعجب خیز معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے مومنین کو سب کرنے کی تو اجازت دی مگر براءۃ چاہنے سے منع کیا، اسکی وجہ یہ ہے کہ سب کرنا یعنی گالی دینا زبان سے ہوتا ہے اور براءۃ چاہنا دل سے متعلق ہے تو حالت تقیہ میں زبان سے کسی بات کو کہہ دینا جائز ہے مگر دل سے اسکا ماننا جائز نہیں پس حضرت کا مطلب یہ ہے کہ جب تم کو معاویہ مجبور کرے تو زبان سے مجھے برا کہہ لینا کہ اس سے تم ہلاکت اور مصائب سے بچ جاؤ گے مگر دل سے میری ولایت کا اعتقاد نہ نکالنا کیونکہ بغیر

اس کے کوئی شخص مومن نہیں رہ سکتا اور یہ جو فرمایا فانہ لی زکوٰۃ کہ تقیہ میں تمہارا مجھے سب کرنا میری زکوٰۃ ہو گا
یہ اسلئے کہ حدیث میں آیا ہے ذکر المومن بسوء هو زکوٰۃ له وذمه بما لیس فیه زیادة فی حسابه یعنی کسی
مومن کے واقعی عیب ذکر کرنے سے اسکی پاکیزگی ہو جاتی ہے اور جو عیب اسمیں نہ ہو اُسکا اتہام لگانے سے اسکی بزرگی
اور درجہ میں زیادتی ہو جاتی ہے ۱۲ ۵۵ ولدت علی الفطرۃ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت کے والدین یعنی جناب ابو طالب
اور فاطمہ بنت اسد دین اسلام پر ابتدا سے تھے اور حضرت نے پیدا ہو کر ایماندار ہی ماں کی گود پائی اور ایماندار ہی باپ
کا چہرہ دیکھا ۱۲ ۵۶ حضرت کا سب سے پہلے اسلام لانا بھی متواترات سے ہے۔ علامہ ابن عبد البر استیعاب میں لکھتے ہیں
ان علی ابن ابی طالب اول من اسلم کہ حضرت علیؑ سب سے پہلے اسلام لائے اور مشہور و معتمد علیہ مورخ علامہ ابن ہشام
لکھتا ہے کہ اول من امن باللہ و بمحمد رسول اللہ علی ابن ابی طالب یعنی سب سے پہلے خدا اور محمد رسول خدا
صلعم پر جو ایمان لایا وہ علی ابن ابی طالب ہیں (تفصیل ضمیمہ میں آئے گی) ۱۲

خطبہ (۵۸)

ومن کلام له علیه السلام

کلم به الخوارج۔
اصابکم حاصب، ولا بقی منکم
آبر۔ أبعد ایمانی بالله وجهادی
مع رسول الله اشهد علی نفسی
بالکفر؟ لقد ضللت اذا وما انا
من المهتدین فأوبوا شر مآب،
وارجعوا علی اثر الاعقاب۔ اما
انکم ستلقون بعدی ذلا شاملا،
وسیفا قاطعا، وأثرة یتخذها
الظالمون فیکم سنة، قال
الشریف، قوله علیه السلام

حضرت علیہ السلام کے ایک کلام کا کچھ حصہ۔
(جسے خوارج سے گفتگو کرتے وقت) فرمایا۔
تم پر پتھراؤ کرنے والی آندھی کی مصیبت پڑے ۱۱
تم میں سے کوئی کارساز باقی نہ رہے: کیا میں خدا پر
ایمان لانے اور (حضرت) رسول خدا صلعم کے ساتھ
(رہنے) جہاد کرنے کے بعد (اب) اپنے نفس پر کافر
ہو جانے کی گواہی دینے لگوں؟ پھر تو میں یقیناً گمراہ ہوں
اور ہدایت پانے والوں سے نہ ہوں تو (اے کمبختو!) ابھی
بدترین بازگشت کی طرف لوٹ جاؤ اور پچھلے پاؤں کے
نشان پر پلٹ جاؤ (اور) یاد رکھنا کہ تم سب میرے بعد
بہت جلد ہر طرح کی دائمی ذلت۔ شمشیر بُرّاں (کی مار)
اور جابرانہ حکومت کی دائمی مصیبت (و) سختی میں مبتلا

وَلَا بَقِيَ مِنْكُمْ آبِرٌ يُرْوٰى بِالْبَاءِ وَالرَّاءِ مِنْ قَوْلِهِمْ لِلَّذِي يَأْبِرُ النَّخْلَ اَيْ يُصْلِحُهُ وَيُرْوٰى آثِرٌ وَهُوَ الَّذِي يَأْثِرُ الْحَدِيْثَ اَيْ يَرْوِيْهِ وَيَحْكِيْهِ وَهُوَ اَصَحُّ الْوُجُوْهِ عِنْدِي كَاَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: لَا بَقِيَ مِنْكُمْ مُخْبِرٌ وَيُرْوٰى آبِزٌ بِالزَّايِ الْمُعْجَمَةِ وَهُوَ الْوَاثِبُ. وَالْهَالِكُ اَيْضًا يُقَالُ لَهُ آبِزٌ.

ہو گئے جیسے ظالمین تمہارے حق میں (مستقل) دستور بنالیں گے[۶] (جناب سید رضی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں) حضرت علیہ السلام کا قول ولا بقي منكم آبر (ایک طرح) ب اور ر سے روایت کیا جاتا ہے جو اُن (عربوں) کے اُس قول سے ماخوذ ہے جو درخت خرما کے جوڑ لگانے یعنی اُسکے درست کرنے والے کے لئے بولتے ہیں اور (دوسری طرح) آثر (ث و ر سے) بھی روایت کیا جاتا ہے اور یہ شخص ہے جو حدیث نقل کرتا یعنی اُسے روایت اور ذکر کرتا ہو اور یہی میرے نزدیک صحیح ترین صورت ہے۔ گویا حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی خبر دینے والا باقی نہ رہے اور (تیسری طرح) آبز زائے منقوطہ سے (بھی) روایت کیا جاتا ہے جسکے معنی کودنے والا ہے اور ہلاک ہونے والے کو بھی آبز کہتے ہیں۔

---

[۵] اس کلام ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ان خوارج کے بے وجہ گمراہ ہونے سے کس درجہ متاثر تھے اور ان سے لڑنا پسند نہیں کرتے تھے متعدد آدمیوں کو بھیج کر سمجھایا خود وہاں پہونچ کر اُن کو دھمکایا اُن کی رائے کی غلطی ظاہر کی اور جبتک خارجیوں نے ابتدا نہیں کی حضرت نے لڑائی نہیں کی ۱۲ [۶] علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں "فرقہ خوارج کے لوگ وہ ہیں جو واقعہ تحکیم سے پہلے جنگ جمل و صفین وغیرہ میں حضرت امیر المومنین کے ساتھ تھے جب معاویہ کا فریب جنگ صفین میں کارگر ہو گیا تو یہ لوگ گمراہ ہو گئے حضرت کا یہ کلام انہیں سے ہے اور انھیں کی آئندہ حالت کو اسمیں ذکر کیا ہے اور جیسا کہ حضرت نے فرمایا ہے ایسا ہی واقع بھی ہوا ہے کیونکہ حضرت امیر المومنین کی شہادت کے بعد خدا نے خوارج پر دائمی ذلت اور سیف بُراں اور بادشاہوں کا ظلم و جور مسلط کر دیا جس سے اُن کی حالت برابر مضمحل و سست ہوتی رہی یہانتک کہ خدا نے اُن کو بالکل تباہ اور اُنکے جمہور کو فنا کر دیا خصوصاً حجاج بن یوسف ثقفی، مہلب بن ابی صفرہ اور اسکی اولاد وغیرہ تو انکے لئے زہر قاتل ثابت ہوئے ۱۲ اسکے بعد علامہ ابن ابی الحدید نے خوارج کی مفصل تاریخ ذکر کی ہے کہ کس زمانہ میں کس کس طرح وہ مارے گئے (جلد اول صفحہ ۲۱۴) غرض امیر المومنین نے جس قوم یا ملک یا شخص کے متعلق جو پیشین گوئی فرمادی ویسی ہی واقع ہوئی۔ ان خوارج کے متعلق جناب رسالتمآب صلعم نے بھی بعض حدیثیں ارشاد فرمائی ہیں چنانچہ ابن مردویہ نے اپنی مناقب میں اور اخطب خوارزم نے اپنی مناقب میں باسانید مختلفہ اور نیز سبط ابن الجوزی نے اپنی کتاب تذکرہ خواص الا

میں اور نیز جامعین صحاح ستہ نے یہ لکھا ہے کہ جب مسروق جنگ نہروان سے بہمراہی علی مرتضیٰ مدینہ واپس آیا اور
سے دریافت کیا کہ آپنے آنحضرت صلعم سے خوارج کے متعلق کچھ سُنا ہے تو کہا انی سمعت من رسول اللہ صلعم
یقول انھم اشرار امتی یقتلھم اخیار امتی یعنی میں نے حضرت رسول خدا صلعم سے سُنا کہ فرماتے تھے خوارج
میری امت کے بدترین لوگ ہیں جنھیں میری امت کے بہترین لوگ قتل کریں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جناب امیر نے
قتل کیا اور جناب عائشہ نے رسول خدا صلعم کو یہ فرماتے سُنا کہ خدا نے مجھ سے عہد کیا ہے کہ جو شخص علی پر خروج کرے
کافر اور جہنمی ہے۔ عائشہ کہتی ہیں کہ میں اس حدیث کو بروز جنگ جمل بھول گئی تھی بصرہ میں یاد آئی تو اب خدا سے تو
کرتی ہوں (مودۃ القربیٰ للسید علی الہمدانی) ۱۲۔

خطبہ (۵۹)

قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا عَزَمَ عَلَى حَرْبِ الْخَوَارِجِ وَقِيلَ لَهُ إِنَّهُمْ قَدْ عَبَرُوا جِسْرَ النَّهْرَوَانِ. مَصَارِعُهُمْ دُونَ النُّطْفَةِ، وَاللهِ لَا يُفْلِتُ مِنْهُمْ عَشَرَةٌ وَلَا يَهْلِكُ مِنْكُمْ عَشَرَةٌ. (قَالَ الشَّرِيفُ) يَعْنِي بِالنُّطْفَةِ مَاءَ النَّهْرِ وَهُوَ أَفْصَحُ كِنَايَةٍ وَإِنْ كَانَ كَثِيرًا جَمًّا وَلَمَّا قُتِلَ الْخَوَارِجُ فَقِيلَ لَهُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ. هَلَكَ الْقَوْمُ بِأَجْمَعِهِمْ (قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ) كَلَّا وَاللهِ إِنَّهُمْ نُطَفٌ فِي أَصْلَابِ الرِّجَالِ وَقَرَارَاتِ النِّسَاءِ. كُلَّمَا نَجَمَ مِنْهُمْ قَرْنٌ قُطِعَ حَتَّى يَكُونَ

جب حضرت علیہ السلام نے خارجیوں سے لڑنے کا ارادہ کیا اور آپ سے (یہ خبر) ذکر کی گئی کہ خوارج نہروان کا پُل پار ہو گئے تو حضرت نے فرمایا۔
ان (خارجیوں) کے ہلاک ہونے کی جگہیں تو دریا کے پار ہیں (جہاں سے) خدا کی قسم انکے دس آدمی بھی بچ کر جانے نہیں پائیں گے اور تم لوگوں سے تو دس ہلاک نہ ہوں گے (جناب سید رضی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ حضرت) نے نطفہ سے دریا کا پانی مراد لیا ہے اور یہ فصیح ترین کنایہ ہے اگرچہ وہ (دریا کا پانی) بہت اور کثیر ہو
اور جب خوارج قتل ہو گئے تو حضرت سے ذکر کیا گیا کہ یا امیر المومنین اب تو یہ قوم سرے سے ہلاک ہو گئی
حضرت علیہ السلام نے فرمایا ہرگز نہیں (بلکہ) خدا کی قسم ابھی تو وہ مردوں کی پشتوں اور عورتوں کے رحموں میں (بصورت) نطفے موجود ہیں کہ جب اُن کا کوئی سینگ

آخِرُهُمْ لُصُوصًا سَلَّابِيْنَ (وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ) لَا تَقْتُلُوا الْخَوَارِجَ بَعْدِي فَلَيْسَ مَنْ طَلَبَ الْحَقَّ فَأَخْطَأَهُ كَمَنْ طَلَبَ الْبَاطِلَ فَأَدْرَكَهُ (يَعْنِي مُعَاوِيَةَ وَأَصْحَابَهُ)۔

کاٹ دیا جائے گا (یعنی جو سر ذرا ابھرے گا قتل کر دیا جائے گا) یہاں تک کہ ان کا آخر (کا طبقہ) چور ڈاکو ہو جائے گا (اور حضرت علیہ السلام نے فرمایا) میرے بعد تم لوگ (معاویہ کی طرف سے) خارجی فرقہ کو قتل نہ کرنا کیونکہ جس نے حق کو چاہا مگر اس (کے پانے) میں غلطی کی (یعنی فرقہ خوارج) اس شخص ایسا نہیں ہے جس نے باطل ہی کو چاہا تو اسے پا لیا (حضرت کی مراد اس سے معاویہ اور اسکے اصحاب ہیں)[1]

---

[1] علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں "جناب امیرؑ کی خوارج کے متعلق یہ پیشین گوئی ان پیشین گوئیوں سے ہے جو حد تواتر کے قریب ہو پہنچ گئی ہیں کیونکہ یہ بہت مشہور ہے اور تمام لوگ اسکو ذکر کرتے آئے ہیں اور یہ حضرتؑ کے ایسے معجزات اور ان اخبار غیبیہ سے ہے جن میں ذرا بھی اجمال یا شبہ نہیں ہے کیونکہ حضرتؑ نے تو اسمیں ہلاک ہونے والے اور بچنے والوں کی تعداد بھی معین کر دی ہے اور خاتمہ جنگ کے بعد یہی تعداد درست نکلی نہ ایک کی کمی ہوئی نہ زیادتی اور یہ وہ علم غیب ہے جو حضرتؑ کو رسول خدا صلعم سے حاصل ہوا اور جناب رسول خدا صلعم کو خداوند عالم سے اور انسانی قوت ایسے علوم کے جاننے سے عاجز ہے اور حضرت کو ان علوم غیبیہ میں وہ درجہ حاصل ہوا جو اور کسی کو نہیں ملا اور انھیں معجزات اور غیب کی باتوں سے لوگ حضرتؑ کے بارے میں غلو کرنے لگے یہاں تک کہ بعض لوگوں نے خیال کیا کہ خداوند عالم حضرت علیؑ میں حلول کر گیا ہے جیسا کہ نصاریٰ حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں اعتقاد کرتے ہیں چنانچہ حضرت رسول خدا صلعم نے بھی اسکو فرمایا تھا کہ یہلک فیک رجلان محب غال ومبغض قال اے علی تمہارے بارے میں دو جماعتیں ہلاک ہو جائیں گی ایک وہ جو غلو کر کے تم کو خدا کہنے لگے گی دوسری وہ جو تم کو دشمن رکھے گی دوسرے موقع پر فرمایا والذی نفسی بیدہ لولا انی اشفق ان یقول طوایف من امتی فیک ما قالت النصاریٰ فی ابن مریم لقلت الیوم فیک مقالا لا یمر بملاء من الناس الا اخذوا التراب من تحت قدمیک للبرکۃ قسم اس ذات کی جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ میری امت کے لوگ تمہارے بارے میں بھی وہی اعتقاد کرنے لگیں گے جو نصاریٰ کا اعتقاد (حضرت عیسیٰؑ) ابن مریم کے بارے میں ہے تو اے علی میں آج تمہارے متعلق وہ فضیلت بیان کر دیتا جس کی وجہ سے لوگوں کی یہ حالت ہوتی کہ تم جس طرف سے گزرتے وہاں اے تمہارے قدموں کے نیچے کی خاک اٹھاتے پھرتے۔ اور حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میرے بارے میں دو جماعتیں ہلاک ہوں گی ایک وہ جو میری محبت میں غلو کرے گی اور مجھ میں وہ اوصاف بیان کرے گی جو درحقیقت مجھ میں نہیں ہیں اور دوسری وہ جو میری دشمن اور مجھے گھٹانے والی ہو گی اور مجھ پر ان امور کا اتہام قائم کرے گی

جن سے میری ذات بالکل بری ہے، ابو العباس کہتا ہے کہ یہی مطلب ہے اُس حدیث نبوی کا کہ اے علی تم میں حضرت عیسیٰ [illegible]
مریم کی مثل ہے کہ نصاریٰ نے اُن کو دوست رکھا تو اُن کے درجہ سے بہت بڑھا دیا اور یہود نے دشمن رکھا تو آپ کی [illegible]
پر بھی اتہام قائم کر دیا۔ ابو العباس کہتا ہے کہ حضرت علی اُس قوم کی طرف سے گزرتے تھے جو آپ کی محبت میں حد سے گزر [illegible]
تھی اور اُن پر شیطان غالب آ گیا تھا یہاں تک کہ اُن لوگوں نے خدا کا انکار کر لیا اور رسول خدا صلعم جو اعتقاد [illegible]
اُن سے منھ موڑ لیا اور حضرت علی کو اپنا رب اور خدا ماننے لگے اور حضرت سے کہنے لگے کہ آپ ہی ہمارے خالق اور رازق [illegible]
پس پہلے تو حضرت نے حتے الوسع اُن سے توبہ کرانے کی کوشش کی اور سخت سزا کی دھمکی دی مگر وہ اپنے اسی اعتقاد [illegible]
جمے رہے تو حضرت نے واقعاً انھیں سزا دی تاکہ یہ اعتقاد پھیلنے نہ پائے اور دوسروں کو عبرت حاصل ہو قالوا [illegible]
بکو یا و شیعیاً تجادلا واحتکما الی بعض اہل الذمۃ ممن لا ہوی لہ مع احد الرجلین فی التفضیل [illegible]
بین من شک فی عقیدتہ و بین من قیل انہ اللہ یعنی ایک سنّی اور ایک شیعہ میں مناظرہ ہوا اور دونوں نے ایک ذمی [illegible]
کو فیصلہ کے لیے حکم مقرر کیا جس کو کسی فریق سے کوئی تعلق نہیں تھا اور اُس سے پوچھا کہ حضرت علی افضل تھے یا خلفائے ثلاثہ [illegible]
تو اُس نے کہا جن لوگوں کے ایمان ہی میں شک ہو کہ وہ مومن بھی تھے یا نہیں اُن کا مقابلہ ایسے بزرگوار سے کیونکر ہو سکتا [illegible]
ہے جسکے ایمان کا کیا ذکر ہے، لوگ تو اُسے خدا ماننے لگے (ابن ابی الحدید جلد اول صفحہ ۲۴۰) ۱۲ **مترجم** علامہ ابن ابی الحدید [illegible]
لکھتے ہیں "حضرت کے قول کلما نجم منہم قرون میں ایک لطیف استعارہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ان خوارج سے جب کوئی [illegible]
جماعت ظاہر ہوگی ہلاک کر دی جائے گی جس کو حضرت نے بکرے کے سینگ سے تشبیہ دی جو نکلتی ہے تو کاٹ دی جاتی [illegible]
اور حضرت کا یہ ارشاد حرف بحرف صحیح ہوتا رہا کیونکہ جنگ نہروان میں وہ سب کے سب ہلاک نہیں ہوئے بلکہ وہ سلسلہ قائم [illegible]
ہو گیا جسے وہ لوگ بھی قائم رکھیں گے جو ابھی پیدا نہیں ہوئے اور ایسا ہی ہوا اور حضرت کی دوسری پیشین گوئی بھی [illegible]
ہوئی کہ اس جماعت کے آخری لوگ چور اور ڈاکو ہوں گے چنانچہ خوارج کی دعوت سست اور کمزور ہو گئی اور اُسکے لوگ [illegible]
ہو گئے اور اُن کی حالت اس درجہ تباہ ہوئی کہ اُن کے بعد کی نسل سے راستوں میں لوٹ مار کرنے والے پیدا ہوئے [illegible]
علانیہ ملک میں فسق و فجور اور شر و فساد کرتے پھرتے تھے"۔ اسکے بعد علامہ نے بکثرت خوارج کے حالات اسکی شہادت [illegible]
میں پیش کیے ہیں ۱۲ **مترجم** مقصود حضرت کا یہ ہے کہ خوارج کو ایک شبہہ پیدا ہو گیا جس سے وہ لوگ گمراہ ہو گئے اور [illegible]
اُن کی غرض حق اور مذہب صحیح کی تلاش ہی ہے یہ نہیں ہے کہ وہ اپنے کو دل میں تو گمراہ اور اعتقاد باطل پر سمجھتے ہوں [illegible]
دنیوی غرض کیلیے حضرت سے جہاد کرتے ہوں تو وہ فی الجملہ دین سے تمسک کرتے ہیں اور اُسکی حمایت مقصود ہوتی ہے اگر [illegible]
اسکے صحیح سمجھنے میں وہ خطا کرتے ہیں اسکے برعکس معاویہ کی حالت یہ ہے کہ وہ حضرت علی سے طلب حق کیلیے نہیں لڑتا ہے [illegible]

اعتقاد کو دل میں صحیح نہیں سمجھتا ہے بلکہ اپنے کو گمراہی پر یقین کر کے صرف دنیا کی بادشاہت حاصل کرنے کیلئے مخالفت کرتا ہو پس معاویہ کو نہ کوئی شبہہ ہو نہ غلط فہمی بلکہ جان بوجھ کر دین اسلام کے خلاف کام کرتا ہو چنانچہ اسکی حالتیں اس امر کو اچھی طرح واضح کرتی ہیں غرض وہ ارباب دین سے تھا نہ اس سے کوئی مذہبی خوبی ظاہر ہوئی۔ بلکہ دنیا حاصل کرنے اور اپنی سلطنت کو مضبوط کرنے کیلئے مال خدا کو ان کاموں میں خرچ کرتا رہتا تھا جن کے بارے میں اسے یقین تھا کہ ظلم اور غصب خدا کی باعث ہیں پس اسکے یہ حالات اسکو باعلان بتاتے ہیں کہ وہ سیدھے راستے سے عمداً علیحدہ ہو گیا تھا۔ اور باطل پر جان بوجھ کر جا ہوا تھا، تو ایسی حالت میں مسلمانوں کو جائز نہیں کہ اس سے لڑنے میں سکوت کریں اور اسکی طرف سے خوارج کے ساتھ جنگ کریں اگرچہ خوارج بھی گمراہ ہیں مگر وہ معاویہ سے یقیناً بہتر ہیں کہ جو بات ان کے خیال میں بری ہوتی ہو اس سے تو لوگوں کو منع کرتے اور ظالم حاکموں پر خروج کرنا واجب سمجھتے ہیں برخلاف معاویہ کے کہ جس کو امام برحق سمجھتا ہو اسی پر بادشاہت حاصل کرنے کیلئے خروج کرتا ہو اور ذرہ برابر دینی پہلو کو پیش نظر نہیں رکھتا (ابن ابی الحدید جلد اول صفحہ ۲۵۰) ۱۲۔

خطبہ (۶۰)

(ومن کلام لہ علیہ السلام لما خوف من الغیلۃ)
وان علی من اللہ جنۃ حصینۃ
فاذا جاء یومی انفرجت عنی و
اسلمتنی فحینئذ لا یطیش السھم
ولا یبرأ الکلم۔

حضرت علیہ السلام کے ایک کلام کا کچھ حصہ (جسے اسوقت فرمایا) جب آپ کو غفلت میں قتل کئے جانے سے ڈرایا گیا۔[۱] (ابھی تو) مجھ پر یقیناً خدا کی طرف سے ایک حفاظت کرنے والی سپر (موجود) ہو پھر جب میرا (آخری) دن آجائے گا تو وہ (سپر خود ہی) مجھ سے علیحدہ ہو جائے گی اور مجھے (موت کے) سپرد کر دے گی پس اسوقت نہ تو (موت کا) تیر خطا کرے گا اور نہ زخم اچھا ہو سکے گا۔

[۱] یعنی حضرت کی شہادت سے پہلے لوگوں کو ابن ملجم کا ارادہ معلوم ہو گیا اور اسے گرفتار کر کے لائے اور چاہا کہ حضرت کی رضا ہل جائے تو اسے قتل کر دیں حضرت نے فرمایا اسے چھوڑ دو کہ جبتک کوئی شخص جرم کر نہیں لیتا اسوقت تک اسکی سزا نہیں کی جا سکتی، اللہ اکبر باوجودیکہ حضرت کو یقین تھا کہ وہ آپ کو شہید کرے گا مگر کس درجہ یہ حضرات احکام خدا کے پابند اور انصاف کے سرپرست تھے کہ اپنی شہادت منظور کر لی مگر بغیر وقوع جرم اسکی سزا نہیں ہونے دی۔ اور سپر سے

حضرت کی مراد اجل یعنی موت کا وقت معین ہے اور حضرت کا یہ خیال قرآن مجید کے بالکل مطابق ہے جسمیں ارشاد ہوا وما کان لنفس ان تموت الا باذن اللہ کتابا موجلا یعنی کوئی شخص بغیر خدا کی اجازت کے مر نہیں سکتا اور اس اجازت کا وقت لکھا ہوا ہے فاذا جاء اجلھم لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون یعنی جب لوگوں کی موت آجاتی ہے تو نہ آگے ہوتی ہے اور نہ پیچھے توفتہ رسلنا وھم لا یفرطون یعنی اسکی روح ہمارے فرشتوں نے نکالی ہے جو حکم خدا کی تعمیل میں کوتاہی نہیں کرتے اور بھی بہت سی آیات ہیں۔ اور اسی مضمون کو ان شعروں میں بھی ادا کیا ہے جو جناب امیر علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں کہ سے من ای یومی من الموت افر: ایوم لم یقدر ام یوم قدر: فیوم لم یقدر لا اذھبہ : و یوم قد قدر لا یغنی الحذر۔ یعنی میں اپنی موت کے کس دن سے فرار کروں اُس دن سے جو معین نہیں ہوا یا اُس سے جو معین ہو چکا ہے۔ جو دن معین نہیں ہوا ہے مجھے اُس سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی اور جو دن (میری موت کا) معین ہو چکا ہے اُس سے خواہ کتنا ہی ڈروں مجھے کوئی نفع نہیں ہونے کا ہے کیونکہ وہ اپنے وقت پر آکر رہے گا اور کسی کے ٹالے نہ ٹل سکتا ہے اور نہ کسی کے ڈرنے سے رک سکتا ہے۔

خطبہ (۶۱)

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
أَلَا وَإِنَّ الدُّنْيَا دَارٌ لَا يُسْلَمُ مِنْهَا إِلَّا فِيهَا، وَلَا يُنْجَى بِشَيْءٍ كَانَ لَهَا. ابْتُلِيَ النَّاسُ بِهَا فِتْنَةً فَمَا أَخَذُوهُ مِنْهَا لَهَا أُخْرِجُوا مِنْهُ وَحُوسِبُوا عَلَيْهِ وَمَا أَخَذُوهُ مِنْهَا لِغَيْرِهَا قَدِمُوا عَلَيْهِ وَأَقَامُوا فِيهِ وَإِنَّهَا عِنْدَ ذَوِي الْعُقُولِ كَفَيْءِ الظِّلِّ بَيْنَا تَرَاهُ سَابِغاً حَتَّى قَلَصَ وَزَائِداً حَتَّى نَقَصَ.

حضرت علیہ السلام کے ایک خطبہ کا کچھ حصہ ہے (لوگو!) سمجھ رکھو دنیا وہ گھر ہے جس سے سلامتی نہیں ہو سکتی مگر اُسی میں اور جو چیز اس (دنیا) کی ہے اُس (کے ذریعہ) سے تو کوئی بچ نہیں سکتا۔ لوگ اس (دنیا) میں آزمائش کیلئے مبتلا کئے گئے ہیں تو اس سے جن چیزوں کو اسی میں (عیش و آرام کرنے) کیلئے حاصل کیا ہے، اُس سے (درحقیقت ہمیشہ کیلئے) علیحدہ کر دیے گئے اور (سمجھ لو کہ) اُن کا اسپر حساب (بھی) کر لیا گیا۔ اور جس چیز کو اس سے اسکے غیر (یعنی آخرت) کیلئے حاصل کیا ہے اسکے پاس (گویا ابھی سے) پہونچ گئے اور اسپر مقیم ہو گئے۔ اور یقیناً یہ (دنیا تو) عقلمندوں کے نزدیک سایہ کی رفتار ایسی ہے جسے تم ابھی پھیلا ہوا دیکھ رہے تھے کہ (دفعۃً) سمٹ گیا اور (ابھی) زیادہ تھا کہ کم ہو گیا۔

ل حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے اس خطبہ میں لوگوں کو دنیا پر فریفتہ ہونے سے ڈرایا ہے اور دنیا کی متعدد صفتوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے اول یہ کہ دنیا بہت خطرناک جگہ ہے اور یہیں تک یہ سب جھگڑے ہیں کہ اعمال کا موقع پھر آخرت میں نہیں مل سکتا بلکہ دنیا ہی کے اعمال کا نتیجہ آخرت میں ملے گا جسکے بارے میں فرمایا ہے کہ الدنیا مزرعة الآخرة یعنی دنیا وہ جگہ ہے جہاں آخرت کے لئے کھیتی کی جاتی ہے تو جو شخص دنیا کی زندگی کے برے نتیجہ سے محفوظ رہنے کی خواہش رکھتا ہے اُسے چاہیے کہ احکام خدا کے مطابق یہاں کے ایام بسر کرے اور اپنے نفس کی پیروی کر کے عذاب آخرت نہ خریدے کہ جب دنیا کی زندگی ختم ہو جائے گی پھر عمل کرنے اور زاد آخرت مہیا کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔

دوسرے یہ جو فرمایا کہ "جو چیز اس دنیا کی ہے" اسکا تو مطلب یہ ہے کہ ہم جو کام دنیا میں دنیا کی شہرت یا نام آوری وغیرہ حاصل ہونے کیلئے کریں گے اُس سے آخرت کی نجات نہیں ہو گی مثلاً ہم دکھانے کیلئے نماز کثرت سے پڑھیں روزے خوب رکھیں شہرت کیلئے حج و زیارت کریں تو یہ کام آخرت میں کوئی نفع نہیں پہنچا سکتے۔ تیسرے آزمائش کیلئے مبتلا ہونے کو جو فرمایا تو مثل اسکے ہے جو خدا نے قرآن مجید میں فرمایا ہے ونبلوکم بالشر والخیر فتنة یعنی لوگو! ہم تم کو بُری اور بھلی حالتوں میں رکھ کر آزماتے ہیں (پارہ ۱۷ رکوع ۳) چوتھے دنیا کی تشبیہ سایہ سے نہایت مناسب ہے کہ جس طرح ابر آکر سایہ ڈالتا اور فوراً اسکے ہٹ جانے سے سایہ بھی زائل ہو جاتا ہے اسی طرح دنیا کی لذتیں ہیں کہ ادھر ایک خوشی حاصل ہوئی اور فوراً ہی کسی بڑے غم نے واقع ہو کر اسکو زائل کر دیا اسی مضمون کو شاعر نے یوں ادا کیا ہے ؎ الا انما الدنیا کظل غمامة ٭ اظلت ثم خفت فولت۔ یعنی دنیا تو مثل ابر کے چھاؤں کے ہے جس نے ابھی آسمان پر آکر اپنا سایہ پھیلا دیا اور پھر فوراً ہی وہ چلا گیا تو غائب ہو گیا ۱۲

خطبہ (۶۲)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فَاتَّقُوا اللهَ عِبَادَ اللهِ وَبَادِرُوا آجَالَكُمْ بِأَعْمَالِكُمْ وَابْتَاعُوا مَا يَبْقَى لَكُمْ بِمَا يَزُولُ عَنْكُمْ وَتَرَحَّلُوا فَقَدْ جُدَّ بِكُمْ وَاسْتَعِدُّوا لِلْمَوْتِ فَقَدْ أَظَلَّكُمْ وَكُونُوا قَوْمًا صِيحَ بِهِمْ

حضرت علیہ السلام کے ایک خطبہ کا کچھ حصہ۔

پس اے بندگانِ خدا! اللہ سے ڈرتے رہو اور اپنے اعمال (خیر) کے ذریعہ سے اپنی موت کے آگے نکل جاؤ اور جو چیز تم سے زائل ہو جائے گی (یعنی دنیا) اس سے اُس چیز کو خرید لو جو تمھارے لئے باقی رہے گی (یعنی آخرت کو) اور (دنیا سے) سفر (کی تیاری) کر لو کیونکہ (بحکم خدا)

فَانْتَبِهُوْا وَاعْلَمُوْا اَنَّ الدُّنْيَا لَيْسَتْ
لَكُمْ بِدَارٍ فَاسْتَبْدِلُوْا فَاِنَّ اللهَ لَمْ
يَخْلُقْكُمْ عَبَثًا وَّلَمْ يَتْرُكْكُمْ سُدًى
وَمَا بَيْنَ اَحَدِكُمْ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ اَوِ
النَّارِ اِلَّا الْمَوْتُ اَنْ يَّنْزِلَ بِهٖ وَاِنَّ
غَايَةً تَنْقُصُهَا اللَّحْظَةُ وَتَهْدِمُهَا
السَّاعَةُ لَجَدِيْرَةٌ بِقَصْرِ الْمُدَّةِ وَاِنَّ
غَائِبًا يَحْدُوْهُ الْجَدِيْدَانِ اللَّيْلُ وَ
النَّهَارُ لَحَرِيٌّ بِسُرْعَةِ الْاَوْبَةِ وَ
اِنَّ قَادِمًا يَقْدُمُ بِالْفَوْزِ اَوِالشَّقْوَةِ
لَمُسْتَحِقٌّ لِاَفْضَلِ الْعُدَّةِ فَتَزَوَّدُوْا
فِي الدُّنْيَا مِنَ الدُّنْيَا مَا تُحْرِزُوْنَ
بِهٖ اَنْفُسَكُمْ غَدًا فَاتَّقٰى عَبْدٌ رَبَّهٗ
نَصَحَ نَفْسَهٗ وَقَدَّمَ تَوْبَتَهٗ وَغَلَبَ
شَهْوَتَهٗ فَاِنَّ اَجَلَهٗ مَسْتُوْرٌ عَنْهُ وَ
اَمَلَهٗ خَادِعٌ لَّهٗ وَالشَّيْطَانُ مُوَكَّلٌ
بِهٖ يُزَيِّنُ لَهُ الْمَعْصِيَةَ لِيَرْكَبَهَا وَيُمَنِّيْهِ
التَّوْبَةَ لِيُسَوِّفَهَا حَتّٰى تَهْجُمَ مَنِيَّتُهٗ
عَلَيْهِ اَغْفَلَ مَا يَكُوْنُ عَلَيْهَا فَيَا لَهَا
حَسْرَةً عَلٰى كُلِّ ذِيْ غَفْلَةٍ اَنْ يَّكُوْنَ
عُمْرُهٗ عَلَيْهِ حُجَّةً وَّاَنْ تُؤَدِّيَهٗ
اَيَّامُهٗ اِلٰى شِقْوَةٍ نَسْاَلُ اللهَ سُبْحَانَهٗ
اَنْ يَّجْعَلَنَا وَاِيَّاكُمْ مِمَّنْ لَّا تُبْطِرُهٗ

تمھارے کوچ میں جلدی کیگئی ہے اور موت کے لیے آمادہ ہو
اسلیئے کہ وہ یقیناً تمھارے سر پر آگئی ہے اور وہ قوم ہو
جسے (ہوشیار کرنے کی غرض سے) پکارا گیا تو (فوراً)
ہوگئی اور (خوب) سمجھ رکھو کہ دنیا (کچھ) تمھارے لیے
نہیں (بنائی گئی) ہے (جسمیں ہمیشہ رہنے کا خیال کرو)
اعمال خیر کرکے اس دنیا سے آخرت کو) بدل لو۔ کیونکہ خدا نے
تمھیں عبث نہیں پیدا کیا ہے اور تمھیں یوں ہی نہیں چھوڑ
رکھا ہے اور تم میں سے کسی شخص اور بہشت یا دوزخ کے
درمیان موت کے سوا کوئی چیز نہیں ہے جو اسپر آپڑے اور یقیناً
(دنیا اور آخرت کے درمیان کی) وہ مسافت (یعنی انسان کی
عمر) جس کو (زمانہ کا) ہر لحظہ کم کرتا جاتا ہے اور جسے ہر ساعت
ختم کر رہی ہے اسی کی مستحق ہے کہ اسکی مدت کم ہوتی جائے اور
یقیناً وہ غائب (یعنی موت) جسے دو نئے (آنے جانے
والے یعنی) رات اور دن (ہمارے پاس) ہنکائے لائے
ہیں (ہم تک) جلد ہی پہونچ جانے کے قابل ہے اور وہ آ
والی چیز جو کامیابی یا بدبختی کو لا رہی ہے (یعنی موت) یقیناً
(اعمال خیر کے) بہترین سامان کی مستحق ہے تو جس چیز
اپنے نفسوں کو کل (قیامت میں) بچاؤ گے اسکا سامان دنیا
ہی میں (اسی) دنیا سے کر لو۔ اسلیئے کہ وہی بندہ اپنے پروردگار
(کے مواخذہ) سے بچا جس نے اپنے نفس کی نصیحت (و ملامت)
کی اور اپنی توبہ کو مقدم رکھا اور اپنی خواہش (نفسانی) پر
غالب آیا کیونکہ یقیناً اسکی موت (کا وقت) اس سے مخفی ہے
اور اسکی موت اسے فریب دے رہی ہے اور شیطان اسپر مسلط

نِعْمَةٌ وَلَا تُقَصِّرُ بِهِ عَنْ طَاعَةِ رَبِّهِ غَايَةٌ وَلَا تَحُلُّ بِهِ بَعْدَ الْمَوْتِ نَدَامَةٌ وَلَا كَآبَةٌ۔

جو گناہ کو اسکے لئے آراستہ کرتا رہتا ہے تاکہ یہ اُسکا ارتکاب کرے اور اُسکو توبہ کا آرزومند کرتا رہتا ہے کہ (ابھی نہ کرے بلکہ) آئندہ کر لینے کا متمنی رہے یہاں تک کہ اسکی موت اس پر شدید ترین غفلت کی حالت میں آپڑے (غرض) کس قدر (افسوس اور) حسرت ہے ہر غافل پر اس امر کی کہ اُسکی عمر ہی اسکے خلاف حجت ہو جائے گی اور یہ کہ اس (کی زندگی) کے دن ہی اسے بدبختی تک پہونچائیں گے (تو) ہم خدائے سبحانہ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں اور تمھیں ایسا کرے جنھیں کوئی نعمت اترانہیں دیتی ہے اور جن کو کوئی غرض اُن کے پروردگار کی فرمانبرداری سے باز نہیں رکھتی ہے اور جن کو موت کے بعد کسی قسم کی ندامت یا رنج حاصل نہیں ہوتا۔

سلہ علامہ ابن ابی الحدید معتزلی نے اس خطبہ کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے وھذا الکلام من مواعظ امیر المومنین البالغہ یعنی یہ کلام حضرت امیر المومنینؑ کے اُن مواعظ سے ہے جو بہت عمدہ اور نہایت موثر و فصیح ہیں۔ اسکے بعد ممدوح نے اپنے مذہب کے ایک بڑے امام حسن بصری کا خطبہ بھی نقل کیا ہے جو اسی مضمون میں ہے اور آخر میں اس خطبہ کے متعلق یہ رائے لکھی ہے وھذا الکلام حسن و موعظۃ بالغۃ الا انہ فی الجزالۃ والفصاحۃ دون امیر المومنین علیہ السلام بطبقات یعنی (حسن بصری کا) یہ کلام بھی خوب اور عمدہ نصیحت ہے لیکن یہ سنجیدگی اور متانت و فصاحت میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے کلام سے منزلوں دور اور بدرجہا پست ہے ۱۲ سلہ یعنی دنیا کی لذتیں زائل ہو جانے والی ہیں تو ان کو قیمت سمجھ کر دیدو اور آخرت کی باقی رہنے والی نعمتوں کو خرید لو اور معلوم ہے کہ دنیا کی لذتیں اسی وقت چھوڑی جا سکتی ہیں جب انسان دنیا میں زہد، ورع، تقویٰ وغیرہ اوصاف اختیار کرے گا کہ انھیں صفات کے ذریعے سے آخرت کے بلند درجات حاصل ہوتے ہیں۔ غرض آخرت کی راحت اور نعمت اُسی کو ملے گی جو دنیا میں راحت اور لذت سے رہنا پسند نہ کرے کیونکہ دنیا کی راحت اور لذت بغیر احکام خدا کی مخالفت کئے شاذ و نادر ہی حاصل ہو سکتی ہے اور جس نے احکام خدا کی مخالفت کی وہ آخرت میں کہاں حصہ پا سکتا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ احکام خدا کی پابندی کر کے اگر دنیا میں عیش کیا جائے تو آخرت کا درجہ کیوں کم ہوگا۔ مگر وہ اس پر غور نہیں کرتے کہ بغیر احکام خدا کی مخالفت کئے دنیا میں عیش کرنا ممکن بھی ہے؟ اسی کو تو کسی شاعر نے کہا ہے ؎ ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں ۔ ایں خیال است و محال است و جنوں ۱۲ سلہ حضرت نے اس جگہ غایت سے مراد انسان کی اجل معلوم اور وقت معین کو لیا ہے جو ہر شخص کیلئے معین ہے اور اسکے تھوڑی ہونے کی وجہ دو امروں کو قرار دیا ہے ایک زمانے کے ہر لحظہ کا اُسے کم کرتے رہنا جو ظاہر ہے کہ جس قدر زمانہ گزرتا جاتا ہے اُسی قدر انسان کی عمر کم ہوتی جاتی ہے دوسرے زمانے کی ہر ساعت کا اس (غایت یعنی اجل معین) کو توڑتے رہنا کہ

جس طرح دیوار پر ضرب لگاتے رہنے سے وہ دیوار آہستہ آہستہ منہدم ہوتی جاتی ہے اسی طرح زمانہ کی ہر ساعت انسان کو
توڑتی جاتی ہے جس سے اس کی قوت کم اور اجل قریب ہوتی جاتی ہے ۱۲ ف عربی زبان میں دن و رات کو جدیدان اور
اسو جسے کہتے ہیں کہ ایک کے بعد دوسرا پے در پے آتا رہتا ہے پس جب دن ختم ہونے پر رات آئی تو وہ نئی ہے کیونکہ
میں نہیں تھی اور جب رات کے بعد دن آیا تو وہ بھی نیا ہے اسلئے کہ رات میں نہیں تھا ۱۲ ف یہ اشارہ ہے انسان کی
جب وہ دنیا سے انتقال کرنے کے بعد اپنے پروردگار کی درگاہ میں پہونچتا ہے کیونکہ اسوقت وہ یا اپنے اچھے اعمال
وجہ سے کامیابی کا سامان لے کر آتا ہے یا برے اعمال کے سبب سے ناکامی کا ذخیرہ لاتا ہے۔ تو جس شخص کو یہ علم ہو
کو ہی بشرطیکہ غور کرے) اسپر عقلاً فرض ہے کہ دنیا میں وہی اعمال بجالائے جن کی وجہ سے خدا کے یہاں کامیابی کا
سامان لے کر جائے ۱۲ ف اسکا بھی وہی مطلب ہے جو سابقاً بیان کیا گیا کہ جس طرح ہوشیار اور تجربہ کار آدمی کو
میں جاتا ہے اور سفر کے ضرورت کی چیزیں مکان ہی سے اپنے ساتھ رکھ لیتا ہے اسی طرح ہر شخص کو اپنے سفر آخرت کا سا
اسی دنیا میں کر لینا چاہئے اور وہ نیک اور اطاعت گزار زندگی بسر کرنا اور اعمال صالحہ کا بجالانا ہے کہ انھیں
انسان اپنے نفس کو عذاب آخرت سے بچا سکتا ہے ۱۲ ف انسان کی موت کا وقت تو پوشیدہ رہنا واضح ہے کوئی
ڈیڑھ سو برس بھی زندہ رہتا ہے یہ نہیں جانتا کہ اسکی موت کب آئے گی اور اسکی امیدوں کا فریب دینا بھی واضح ہے
ہر شخص کو یہی امید ہے کل رہیں گے اور فلاں کام انجام دیں گے اور پرسوں زندہ رہیں گے اس امر کو طے کریں گے۔
امید زندگی ختم ہی نہیں ہوتی۔ ایسی حالت میں شیطان کو بھی بہکانے کا پورا موقع ملتا ہے وہ سکھاتا ہے اسوقت فلاں
عورت سے زنا کر لو کہ ایسا اچھا موقع پھر نہیں ملے گا مرتے وقت توبہ کر لینا یا فلاں بھائی کی جائداد غصب کر
سے تمھاری آمدنی میں معقول اضافہ ہو جائے گا۔ تمھاری تنگدستی زائل ہو جائے گی اور تم آرام کی زندگی بسر کرو
یا فلاں ذریعے سے سود کی رقم لے لو کہ اس سے تمھارا مال بڑھ جائے گا اور تمھارے بہت سے کام نکلیں گے ۱۲
ہر غافل شخص پر کس درجہ افسوس ہے کہ وہ اپنی عمر کو شیطان کی پیروی میں صرف کر رہا ہے اور یہ نہیں سمجھتا کہ اسکی عمر
بروز قیامت اسکے خلاف گواہی دے گی کہ اس نے فلاں دن یہ حرام کام کیا۔ اسی روز یہ ناجائز حرکت کی۔ ان
میں ان امور میں مشغول رہا۔ غرض اسکی عمر ہی اسکی دشمن بنکر پردہ دری کرے گی اور جہنم میں پہونچائے گی ۱۲ ف بعد
کہنے کے بعد حضرت مومنین کے لئے خدا سے دعا بھی فرماتے ہیں کہ اے خدا تو ہمیں عذاب آخرت سے بچنے کی توفیق
ہمیں ان لوگوں سے نہ قرار دے جو دنیا کی نعمت پر فریفتہ ہو کر بہک جاتے اور شیطان کی پیروی کرنے لگتے ہیں اور
لوگوں سے قرار دے جنھیں دنیا میں ایسی غرض ہوتی ہے جو انھیں خدا کی اطاعت سے باز رکھتی ہے اور نہ ان لوگوں سے قرار

جنھیں مرنے کے بعد ندامت، افسوس اور رنج و اندوہ کا مقابلہ کرنا ہوگا بلکہ ہم لوگ ان کے ساتھ ہوں جو آخرت میں بہت کامیاب ہوں گے اور نہایت بلند درجہ حاصل کریں گے ۱۲

خطبہ (۶۳)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ تَسْبِقْ لَهُ حَالٌ حَالًا فَيَكُونَ اَوَّلًا قَبْلَ اَنْ يَكُونَ آخِرًا وَيَكُونَ ظَاهِرًا قَبْلَ اَنْ يَكُونَ بَاطِنًا. كُلُّ مُسَمًّى بِالْوَحْدَةِ غَيْرُهُ قَلِيلٌ وَكُلُّ عَزِيزٍ غَيْرُهُ ذَلِيلٌ وَكُلُّ قَوِيٍّ غَيْرُهُ ضَعِيفٌ وَكُلُّ مَالِكٍ غَيْرُهُ مَمْلُوكٌ وَكُلُّ عَالِمٍ غَيْرُهُ مُتَعَلِّمٌ وَكُلُّ قَادِرٍ غَيْرُهُ يَقْدِرُ وَيَعْجِزُ وَكُلُّ سَمِيعٍ غَيْرُهُ يَصَمُّ عَنْ لَطِيفِ الْاَصْوَاتِ وَيُصِمُّهُ كَبِيرُهَا وَيَذْهَبُ عَنْهُ مَا بَعُدَ مِنْهَا وَكُلُّ بَصِيرٍ غَيْرُهُ يَعْمٰى عَنْ خَفِيِّ الْاَلْوَانِ وَلَطِيفِ الْاَجْسَامِ وَكُلُّ ظَاهِرٍ غَيْرُهُ غَيْرُ بَاطِنٍ وَكُلُّ بَاطِنٍ غَيْرُهُ غَيْرُ ظَاهِرٍ. لَمْ يَخْلُقْ مَا خَلَقَهُ لِتَشْدِيدِ سُلْطَانٍ وَلَا تَخَوُّفٍ مِنْ عَوَاقِبِ زَمَانٍ وَلَا اسْتِعَانَةٍ عَلٰى نِدٍّ مُثَاوِرٍ وَلَا شَرِيكٍ مُكَاثِرٍ وَلَا ضِدٍّ

حضرت علیہ السلام کے ایک خطبہ کا کچھ حصہ۔

جمیع حمد و نعت اسی خدا کیلئے مخصوص ہے جس پر ایک حالت سے پہلے کوئی حالت نہیں گزری ہے جس سے وہ آخر ہونے سے قبل اول سمجھا جائے اور باطن ہونے سے پہلے ظاہر ہو۔ اسکے سوا جو چیز یکتائی کے ساتھ موسوم ہوئی وہ قلیل ہے اور اسکے سوا ہر عزیز ذلیل ہے اور اسکے سوا ہر مضبوط کمزور ہے اور اسکے سوا ہر مالک (در حقیقت) مملوک (یعنی دوسرے کی ملکیت کا) ہے اور اسکے سوا ہر عالم طالب العلم ہے اور اسکے سوا ہر قدرت رکھنے والا (بعض چیزوں کی تو) قدرت رکھتا ہے اور (بہت سی چیزوں سے) عاجز رہتا ہے اور اسکے سوا ہر سننے والا ہلکی آوازوں سے بہرا ہوتا ہے اور بڑی آواز اسے بہرا کر دیتی ہے اور جو چیز اس سے دور ہوتی ہے وہ اس سے زائل ہو جاتی ہے اور اسکے سوا ہر دیکھنے والا پوشیدہ رنگوں اور چھوٹے جسموں (کے دیکھنے) سے اندھا ہوتا ہے اور اسکے سوا ہر ظاہر (ظاہر ہی ہے اسمیں) باطن (ہونے کی صفت) نہیں ہے اور اسکے سوا ہر باطن (باطن ہی ہے اسمیں) ظاہر (ہونے کی صفت) نہیں ہے۔ اس نے جس چیز کو بھی پیدا کیا اسے (کسی قوت میں) تسلط کے مضبوط کرنے کی غرض سے نہیں پیدا کیا ہے اور نہ زمانہ کے انجاموں سے

مُنَافِرٌ وَلٰکِنْ خَلَائِقُ مَرْبُوبُوْنَ وَ
عِبَادٌ دَاخِرُوْنَ۔ لَمْ یَحْلُلْ فِی الْاَشْیَاءِ
فَیُقَالَ هُوَ فِیْهَا کَائِنٌ وَلَمْ یَنْأَ عَنْهَا
فَیُقَالَ هُوَ مِنْهَا بَائِنٌ۔ لَمْ یَؤُدْهُ خَلْقُ
مَا ابْتَدَاءَ وَلَا تَدْبِیْرُ مَا ذَرَأَ وَلَا
وَقَفَ بِهٖ عَجْزٌ عَمَّا خَلَقَ وَلَا وَلَجَتْ
عَلَیْهِ شُبْهَةٌ فِیْمَا قَضٰی وَقَدَّرَ بَلْ
قَضَاءٌ مُتْقَنٌ وَعِلْمٌ مُحْکَمٌ وَاَمْرٌ
مُبْرَمٌ اَلْمَأْمُوْلُ مَعَ النِّقَمِ الْمَرْهُوْبُ
مَعَ النِّعَمِ۔

ڈرنے کی وجہ سے اور نہ کسی حملہ کرنے والے مقابل اور
کثرت والے شریک اور نہ منافرت کرنے والے ضد کے
میں مدد حاصل کرنے کیلئے بلکہ سب کے سب اُسی کے پروردہ
اور ذلیل بندے ہیں[۲]۔ اس نے چیزوں میں حلول نہیں کیا
تاکہ کہا جائے وہ اُنمیں ہی ہے اور اُن سے الگ (بھی) نہیں
ہے تاکہ کہا جائے وہ اُن سے دور ہے[۳] اُس نے جس چیز کی ابتدا کی
اُسکی پیدائش نے اُسے تھکا نہیں پایا ہے اور جس چیز کو اُس نے
پیدا کیا ہے اُسکی تدبیر نے اُسے بےبس نہیں کر دیا ہے اور جس
کو اُس نے خلق کر دیا اُس سے کوئی عاجزی اُسکو لاحق نہیں
ہوئی اور جسمیں اُس نے جو حکم اور تقدیر جاری کی اُسمیں کوئی شبہ
اُسکو پیدا نہیں ہوا بلکہ (اُسکا حکم) قضاء مبرم اور علم محکم اور امر قطعی ہے (اور وہ ایسا ارحم الراحمین ہے کہ) انتقاموں کے
بعی اُس سے اُمید (رحمت) کی جاتی ہے اور (وہ ایسا جبار و قہار ہے کہ) نعمتوں کے ساتھ بھی اُس سے ڈرا جاتا ہے۔

---

[۱] اگر اس خطبہ جلیلہ میں تدبر سے کام لیا جائے تو واضح ہو کہ اسلامی فرقوں سے صرف شیعوں کا مذہب حق ہے اور دو
مسلمانوں کا مذہب باطل ہے کیونکہ اسمیں صفات خداوند عالم کی طرف اشارہ کر کے حضرتؑ نے ثابت فرمایا ہے کہ خدا کی
صفات عین ذات ہیں جیسا کہ شیعوں کا عقیدہ ہے نہ زائد بر ذات جیسا کہ حضرات اہلسنت کا اعتقاد ہے چنانچہ علامہ ابن
ابی الحدید معتزلی بھی اس کلام کی شرح میں اس اشارہ کو ذکر کرتے ہیں لکھتے ہیں ویجوز بهذا الکلام انه تعالیٰ لا یجوز
ان یکون موردا للصفات المتعاقبة علی ما یذهب الیه قوم من اهل التوحید یعنی اس کلام سے حضرت
کی مراد یہ ہے کہ خداوند عالم پے در پے وارد ہونے والی صفتوں کا مورد نہیں ہو سکتا جیسا کہ مسلمانوں کے بعض فرقوں
اعتقاد ہے۔ پس حضرات اہلسنت اور فرقہ شیعہ کے عقائد کی کتابیں دیکھنے سے بسہولت معلوم ہو جائے گا کہ کس فرقہ
اعتقاد صفات خداوند عالم کے متعلق کیا ہے۔ عقائد میں حضرات اہلسنت کی ایک نہایت مشہور اور مقبول کتاب
عقائد نسفی ہے جس کی شرح علامہ تفتازانی نے بھی کی ہے اس کتاب مطبوعہ مصر کے صفحہ ۵ میں مصنف عقائد یعنی علامہ نسفی
لکھتے ہیں وله صفات ازلیة قائمة بذاته یعنی خدا کیلئے بہت سی صفتیں بھی ہیں جو ازلی (ہمیشہ سے) والی
اور خدا کی ذات میں قائم ہیں۔ اس عبارت کی شرح میں علامہ تفتازانی اس کتاب کے صفحہ ۵ میں لکھتے ہیں و معلوم

ان کلا من ذالك يدل على معنى زائد على مفهوم الواجب وليس الكل الفاظا مترادفة وان صدق
المشتق على الشئ يقتضى ثبوت ماخذ الاشتقاق له فتثبت له صفة العلم والقدرة والحيوة وغير
ذالك یعنی یہ بات معلوم ہو کہ خدا کی ہر صفت یہ واضح کرتی ہو کہ وہ مفہوم واجب سے زائد ہو (یعنی خدا کی صفتیں عین ذات
نہیں ہیں بلکہ زائد بر ذات ہیں) اور کل صفتیں مترادف الفاظ نہیں ہیں اور یہ کہ کسی چیز پر مشتق کا صادق آنا اسکو مقتضی
ہوتا ہو کہ اشتقاق کا ماخذ بھی اس چیز کیلئے ثابت ہو تو خدا کیلئے علم اور قدرت اور حیات وغیرہ کی صفتیں ثابت ہو گئیں
پھر قائمة بذاته کی شرح میں لکھتے ہیں ضرورة انه لا معنى لصفة الشئ الا ما يقوم به یعنی خدا کی صفتیں اسکی ذات
میں قائم اسوجہ سے ہیں کہ یہ بدیہی بات ہے کہ کسی چیز کی صفت ہونے کا اسکے علاوہ اور کوئی معنے ہی نہیں ہو کہ وہ بات
اُس چیز میں قائم ہو۔ رہے شیعوں کے عقائد تو علامہ حلی علیہ الرحمہ کی کتاب کشف الحق ونہج الصدق کے باب التوحید کی
آٹھویں بحث سے واضح ہوگا جو یہ ہے چونکہ عبارت طویل ہو اسوجہ سے صرف ترجمہ کیا جاتا ہو (آٹھویں بحث یہ کہ قدیم
صرف خدا ہو اور قدیم ہونے میں کوئی چیز بھی اسکی شریک نہیں ہو عقلی اور نقلی دونوں دلیلوں سے ثابت ہیں کہ صرف خدا کی
ذات قدیم ہو اور یہ کہ ازل میں اُسکے سوا کوئی نہ تھا کیونکہ اُسکے سوا ہر چیز ممکن ہو اور ہر ممکن حادث ہوتا ہو اور خدا نے
بھی فرمایا ہو کہ ہو الاول ہو الآخر کہ وہی اول اور وہی آخر ہو مگر اشاعرہ (یعنی اہلسنت) نے خدا کے ساتھ آٹھ معنے کو
بھی قدیم مانا ہو کہ وہی معانی خدا کی صفتوں کی علتیں ہیں مثل قدرت، علم اور حیوٰة وغیرہ کے اور اس اعتقاد
سے اُنھیں بہت سی محال باتوں کا اعتقاد کرنا پڑتا ہو مثلاً خدا کے علاوہ بھی کچھ چیزوں کو قدیم ماننا پڑتا ہو چنانچہ
امام فخر الدین رازی نے کہا ہو کہ عیسائی اسوجہ سے کافر ہو گئے کہ اُنھوں نے تین کو قدیم مانا ہو اور ہمارے ہم مذہب
اشاعرہ نو کو قدیم مانتے ہیں" اسی مطلب کو حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے نہج البلاغہ کے شروع میں یوں واضح
کیا ہے کمال الاخلاص له نفى الصفات عنه لشهادة كل صفة انها غير الموصوف وشهادة كل موصوف
انه غير الصفة فمن وصف الله سبحانه فقد قرنه ومن قرنه فقد ثناه ومن ثناه فقد جزاه ومن
جزاه فقد جهله یعنی اخلاص اسی کا کامل ہو سکتا ہے جس نے خدا کی صفت زائدہ بر ذات کا انکار کیا ورنہ اس نے خدا
کا ہمسر مانا اور جس نے اُسکا ہمسر مانا اُس نے اُسکا ثانی ٹھہرایا اور جس نے ثانی ٹھہرایا اس نے اُسکا تجزیہ کیا اور جس نے تجزیہ
کیا وہ اس سے جاہل رہا ۱۲ ص مقصود یہ ہو کہ خدا نے جو عالم کو پیدا کیا تو ان اغراض کیلئے نہیں جو یہاں ذکر کیے گئے
بلکہ صرف مخلوقات پر احسان کرنے اور انھیں اپنی نعمتوں سے متمتع کرنے کیلئے اسکی تفصیل یہ ہو کہ خدا نے حیوانات کو
زندگی بخشی تو یہ اُنکے لیئے بڑی نعمت ہے کیونکہ نعمت کی حقیقت انہیں موجود ہی اسلیئے کہ نعمت کی تعریف یہ ہو کہ کسی کو

صرف اسکے ساتھ بھلائی کرنے کی نیت سے کوئی منفعت پہونچائی جائے تو حیوانات کے جسم کا زندہ موجود ہونا ایسی منفعت جو اُنکو بھلائی کرنے کی غرض سے پہونچائی گئی ہو کہ اس حالت میں خوشی حاصل کریں۔ لذیذ چیزوں کا مزہ اُٹھائیں۔ آرام دہ چیزوں سے راحت پائیں۔ اسی مطلب کو حضرت نے دو لفظوں میں ادا فرمادیا کہ اُسکی مخلوقات اسلیئے پیدا کی گئی ہیں کہ خدا ان کی پرورش کرے انھیں دنیا کی لذتیں دے اور نعمتوں سے سرفراز کرے وعبادہ داخرین یعنی یہ بندے حقیر و ذلیل تھے انھیں عزت دینے اور محترم کرنے کیلئے پیدا کیا۔ یہاں اگر یہ شبہہ پیدا ہو کہ خدا نے دنیا میں حیوان اور غیر حیوان سب کو پیدا کیا ہی اور حضرت نے اپنے کلام میں صرف حیوانوں کی پیدائش کی وجہ ذکر کی ہی حالانکہ مخلوق صرف حیوان ہی میں منحصر نہیں ہیں بلکہ غیر حیوان بھی ہیں تو غیر حیوان مثلاً لکڑی پتھر معدنیات پانی مٹی وغیرہ کے پیدا کرنے کی وجہ نہیں ذکر کی تو اسکا دفع کرنا آسان ہی کہ ان کل چیزوں کو خدا نے حیوانوں ہی کے آرام اور عیش کیلئے پیدا کیا ہی کہ اگر یہ چیزیں نہ پیدا ہوتیں تو حیوانات اور خصوصاً انسان جو اشرف مخلوقات ہے دنیا میں آرام اور خوشی کے ساتھ کیونکر بسر کرتے دنیا کی لذتوں کا مزہ کس طرح پاتے۔ زینت اور آرایش کی صورتیں کیونکر پوری ہوتیں لہذا ثابت ہوا کہ خدا نے دنیا میں جو چیز پیدا کی ہی وہ کسی اچھی غرض ہی سے نہ بیکار ۱۲ حضرت کے اس قول سے بھی مذہب شیعہ کی حقیقت ثابت ہوئی جو کہتا ہی کہ خدا کسی کے ساتھ متحد نہیں ہوتا اور وہ کسی شے میں حلول نہیں کرسکتا۔ اسکے ساتھ فرقہ اہلسنت کے ایک بڑے عظیم الشان گروہ یعنی صوفیوں کے اعتقاد کا باطل ہونا بھی واضح ہوا جو اعتقاد رکھتے ہیں کہ خداوند عالم عارفین (پیروں) کے جسموں کے ساتھ متحد (یعنی ملکر ایک) ہوجاتا ہی یہاں تک کہ بعض لوگ اسمیں حد سے گزر گئے اور یہ بھی کہنے لگے کہ "خدائے تعالیٰ ہی نفس وجود ہی اور دنیا میں جو چیز موجود ہی وہ خدا ہی خدا ہی" علامہ ابن ابی الحدید معتزلی بھی ان صوفیوں کی طرف اشارہ کرگئے ہیں چنانچہ اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں "کالذین قالوا بحلوله فی اشخاص یعتقدون فیہا اظہارہ کالحلاجیۃ یعنی مثل اُن لوگوں کے جن کا اعتقاد ہی کہ خدا اُن لوگوں میں حلول کئے ہوئے ہی جنمیں خدا کے ظاہر ہونے کا اعتقاد وہ لوگ رکھتے ہیں مثل فرقہ حلاجیہ کے (یعنی اُن صوفیوں کے جو اپنے پیر و مرشد حسین بن منصور حلاج کے پیرو ہیں)"، مگر ان لوگوں کا شمار مسلمانوں میں نہیں ہوسکتا چنانچہ علامہ ابن ابی الحدید کی عبارت بھی یہی بیان کرتی ہی جیسا کہ وہ لکھتے ہیں والمسلمون کلھم متفقون علی انه تعالیٰ یستحیل ان یحل فی شیٔ الا من اعتزی الی الاسلام..... کالحلاجیۃ یعنی مسلمان سب کے سب اس اعتقاد میں متفق ہیں کہ خدا کا کسی چیز میں حلول کرنا محال ہی سوا ان لوگوں کے جو درحقیقت مسلمان تو نہیں ہیں لیکن) اپنے کو خواہ مخواہ مسلمان مشہور کرتے ہیں جیسے فرقہ حلاجیہ" آخر میں جو حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ المامول مع النقم المرھوب مع النعم تو اسکا مطلب یہ ہی کہ جب خدا ہمیں ہمارے گناہوں کی سزا دے یا سختیوں میں مبتلا کرے

جب بھی اس سے رحم اور کرم کی اُمید رہتی ہے کیونکہ وہ غفور رحیم اور ارحم الراحمین ہے اور جب وہ نعمتیں دے جب بھی اُسکی جلالت و جباریت سے بندوں کو خوف زدہ ہی رہنا چاہیئے یہی شان بیان ہے کہ خدا سے امید بھی رہے اور خوف بھی کیا جائے علامہ ابن ابی الحدید اس جملہ کی شرح میں لکھتے ہیں واما قوله الماموں مع النقم المرھوب مع النعم فمعنی لطیف الیه وقعت الاشارة بقوله تعالیٰ اوامن اهل القریٰ ان یاتیهم باسنا بیاتا او ضحی وهم یلعبون وقوله سبحانه سنستدرجهم من حیث لا یعلمون وقوله تعالیٰ فان مع العسر یسرا ان مع العسر یسرا وقوله سبحانه وعسیٰ ان تکرهوا شیئاً ویجعل الله فیه خیرا کثیرا یعنی حضرت امیر المومنینؑ کا یہ قول کہ انتقاموں کے ساتھ بھی اُس سے رحمت کی اُمید کی جاتی ہے اور نعمتوں کے ساتھ بھی اُس سے ڈرا جاتا ہے تو یہ نہایت لطیف نکتہ ہے اور خداوند عالم نے بھی قرآن مجید میں اس مضمون کی طرف اشارہ کیا ہے فرماتا ہے کہ کیا (ان) بستیوں والوں کو اس امر سے اطمینان ہو گیا ہے کہ شب کو یا چاشت کے وقت ان پر خدا کا عذاب نازل نہ ہو جائے گا اور وہ اپنے لہو و لعب ہی میں مشغول رہے گے پھر فرمایا ہم انھیں آہستہ آہستہ کھینچیں گے اس طرح کہ انھیں خبر بھی نہ ہوگی پھر فرمایا ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو مگر خدا اسی میں تمھارے لئے بہت سی بھلائیاں مہیا کر دے ۱۲۔

خطبہ (۶۴)

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَقُولُهُ لِأَصْحَابِهِ فِي بَعْضِ أَيَّامِ صِفِّينَ۔

مَعَاشِرَ الْمُسْلِمِينَ اسْتَشْعِرُوا الْخَشْيَةَ وَتَجَلْبَبُوا السَّكِينَةَ وَعَضُّوا عَلَى النَّوَاجِذِ فَإِنَّهُ أَنْبَى لِلسُّيُوفِ عَنِ الْهَامِ وَأَكْمِلُوا اللَّأْمَةَ وَقَلْقِلُوا السُّيُوفَ فِي أَغْمَادِهَا قَبْلَ سَلِّهَا وَالْحَظُوا الْخَزْرَ وَاطْعُنُوا الشَّزْرَ وَنَافِحُوا بِالظُّبَى وَصِلُوا السُّيُوفَ

حضرت علیہ السلام کے ایک کلام کا کچھ حصہ۔ جسے اپنے اصحاب سے جنگ صفین کے بعض دنوں میں ارشاد فرماتے تھے۔

گروہ مسلمین! خوف (خدا) کو (مثل لباس کے) پہن لو اور سکینہ (ووقار) کو (مثل چادر کے) اُوڑھ لو اور دانتوں کو خوب جمائے رہو کہ یہ (تدبیر) تلواروں کو سروں سے زیادہ دور کرنے والی ہے اور (ناقص) زرہ کو کامل کر لو اور تلواروں کو کھینچنے سے پہلے اُن کی نیاموں میں ہلا کر دھنکار لو اور کنکھیوں سے (دشمن کو بہ غضب) دیکھتے رہو اور دائیں بائیں سے نیزہ بازی کئے جاؤ اور (انھیں) تلواروں کی

بِالْخُطٰى وَاعْلَمُوْا اَنَّكُمْ بِعَيْنِ اللّٰهِ وَمَعَ ابْنِ عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَعَاوِدُوا الْكَرَّ وَاسْتَحْيُوْا مِنَ الْفَرِّ فَاِنَّهٗ عَارٌ فِي الْاَعْقَابِ وَنَارٌ يَوْمَ الْحِسَابِ وَطِيْبُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمْ نَفْسًا وَامْشُوْا اِلَى الْمَوْتِ مَشْيًا سُجُحًا وَعَلَيْكُمْ بِهٰذَا السَّوَادِ الْاَعْظَمِ وَالرِّوَاقِ الْمُطَنَّبِ فَاضْرِبُوْا ثَبَجَهٗ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ كَامِنٌ فِيْ كِسْرِهٖ قَدْ قَدَّمَ لِلْوَثْبَةِ يَدًا وَاَخَّرَ لِلنُّكُوْصِ رِجْلًا فَصَمْدًا صَمْدًا حَتّٰى يَنْجَلِيَ لَكُمْ عَمُوْدُ الْحَقِّ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ۔

باڑھ پر دھر لو اور تلواروں کو دشمن تک ملنے) قدموں کو ملا دو اور اسکا یقین رکھو کہ تم خدا کی نظر کے سامنے اور رسول خدا (صلعم) کے چچازاد بھائی کے ساتھ ہو تو بار بار حملہ کرو اور بھاگنے سے شرماؤ کہ یہ (عیب تمھاری اولاد میں) ننگ ہوگا اور بروز قیامت (تمھارے جہنم میں جانے کا سبب) قرار پائے گا اور اپنی جانوں کو (راہ خدا میں) نکلنے پر خوشی سے آمادہ کرو اور موت کی طرف نرم رفتاری سے بڑھتے چلو اور تم پر لازم ہے کہ (لشکر شام کے) اس سیاہ دل کے دل اور طنابوں والے قبہ (یعنی خیمہ معاویہ) کو تاک لو پھر اسکے درمیان تلوار کا وار کرو کیونکہ شیطان اسکی آڑ میں چھپا ہوا ہے جس نے) اچھلنے کیلئے ایک ہاتھ کو آگے اور (حملہ) پلٹ جانے کیلئے ایک پاؤں کو پیچھے کر رکھا ہے تو بڑھو بڑھو! یہاں تک کہ تمھارے لئے حق کا نور ظاہر ہوجائے اور (یقیناً) تم ہی غالب ہو اور خدا تمھارے ہی ساتھ ہے اور وہ تمھارے اعمال کی جزا میں کمی نہیں کرے گا۔[1]

---

[1] اس خطبہ کی شرح میں علامہ ابن ابی الحدید معتزلی تحریر فرماتے ہیں" اکثر روایات میں ہے کہ حضرت امیر المومنین ع نے اسے جنگ صفین کی لیلۃ الہریر میں ارشاد فرمایا ہے مگر نصر بن مزاحم کی روایت میں ہے کہ جنگ صفین کی ابتدا ہی میں فرمایا تھا جو ماہ صفر میں ہوئی تھی نصر بیان کرتا ہے کہ جنگ شروع ہونے سے پہلے حضرت بار بار مسلمانوں کے حق میں دعا فرماتے تھے اور تمام تر خدا ہی کی طرف متوجہ تھے اور لشکر کی صفوں کے سامنے کھڑے ہو کر خدائے تعالے سے یوں عرض کرتے تھے اے ہمارے خدا اے اس سقف بلند و محفوظ (یعنی آسمان) اور اس عظیم عصر پر قائم فضا کے پروردگار جس کو تو نے روشنی اور تاریکی کا منبع اور چاند سورج اور ستاروں کا جولانگاہ قرار دیا ہے اور جسمیں تو نے اس گروہ ملائک کو جگہ دی ہے جو تیری عبادت سے کبھی نہیں تھکتے اے اس زمین کے پروردگار جس کو تو نے انسانوں اور رینگنے والے جانوروں اور چوپایوں کے ٹھہرنے کی جگہ قرار دی ہے تیری اس مخلوق کا جو نظر آتی ہے اور اسکا جو نظر نہیں آتی شمار بھی نہیں ہو سکتا اے ان کشتیوں کے پروردگار جو دریاؤں میں چلا

لوگوں کو نفع پہونچاتی ہیں اے اُن بادلوں کے پروردگار جو مابین زمین و آسمان تیرے زیر حکم ہیں اے اُس دریائے منبع آب باراں کے پروردگار جو اس عالم کے گرد محیط ہے اے اُن پاہر جا پہاڑوں کے پروردگار جو زمین کو دبائے ہوئے ہیں اور تیری مخلوق کیلئے مامن اور محل انتفاع ہیں اگر تو اپنے فضل سے ہم کو ہمارے دشمن پر فتح دے تو اپنی رحمت سے ہمیں سرکشی اختیار کرنے سے بچانا اور حق پر قائم رہنے کی توفیق دینا اور اگر بہ اقتضائے مصلحت ہمارے دشمنوں کو ہم پر غلبہ دے تو مجھ کو درجہ شہادت عطا فرمانا اور جو میرے اصحاب باقی رہ جائیں اُن کو فتنہ میں پڑ جانے سے بچانا (یہ دعا تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۸ وغیرہ میں بھی مذکور ہے) ۱۲۔

خطبہ (۶۵)

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي مَعْنَى الْأَنْصَارِ۔

قَالُوا لَمَّا انْتَهَتْ إِلَى أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ أَنْبَاءُ السَّقِيفَةِ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا قَالَتِ الْأَنْصَارُ قَالُوا قَالَتْ مِنَّا أَمِيرٌ وَمِنْكُمْ أَمِيرٌ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَهَلَّا احْتَجَجْتُمْ عَلَيْهِمْ بِأَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَصَّى بِأَنْ يُحْسَنَ إِلَى مُحْسِنِهِمْ وَيُتَجَاوَزَ عَنْ مُسِيئِهِمْ؟ قَالُوا وَمَا فِي هَذَا مِنَ الْحُجَّةِ عَلَيْهِمْ؟ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَوْ كَانَتِ الْإِمَارَةُ فِيهِمْ لَمْ تَكُنِ الْوَصِيَّةُ بِهِمْ ثُمَّ قَالَ فَمَاذَا قَالَتْ قُرَيْشٌ؟ قَالُوا احْتَجَّتْ

حضرت علیہ السلام کے ایک کلام کا کچھ حصہ۔ انصار (جناب رسالتمآب صلعم) کے مقصود اور غرض) کے متعلق لوگوں نے بیان کیا ہو کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ کی وفات کے بعد جب حضرت امیر المومنین (علیہ السلام تک (واقعات) سقیفہ (بنی ساعدہ) کی خبریں پہونچیں تو (حضرت) علیہ السلام نے فرمایا (اس موقع پر) انصار نے کیا کہا؟ لوگوں نے عرض کی کہ انھوں نے کہا ایک حاکم ہم میں سے ہو اور ایک تم (مہاجرین) سے تو (حضرت) علیہ السلام نے فرمایا پھر تم لوگوں نے اُن (انصار) کو یوں کیوں نہ قائل کیا کہ (حضرت) رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تو وصیت فرمائی ہو کہ ان (انصار) کے نیکوکار کے ساتھ بھلائی اور ان کے بدکار سے درگزر کی جائے۔ لوگوں نے عرض کی اسمیں انکے قائل ہونے کی کیا بات ہے؟ تو (حضرت) علیہ السلام نے فرمایا اگر (مسلمانوں پر) حکومت کرنے کا حق ان (انصار) کو بھی ہوتا تو (آنحضرت صلعم کی) وصیت

بِاَنَّھَا شَجَرَۃُ الرَّسُوْلِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِحْتَجُّوْا بِالشَّجَرَۃِ وَاَضَاعُوا الثَّمَرَۃَ۔

ان کے متعلق نہیں ہوتی اسکے بعد فرمایا پھر قریش (یعنی مہاجرین) نے کیا کہا؟ لوگوں نے عرض کی کہ انھوں نے دلیل پیش کی کہ وہی (مہاجرین حضرت) رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درخت ہیں تو (حضرت) علیہ السلام نے فرمایا (کیا خوب!) انھوں نے درخت سے تو دلیل پیش کی اور اس درخت کے پھل کو ضائع کر دیا۔[1]

---

[1] علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ اس کلام میں حضرت نے انصار کے متعلق جس وصیت رسول خدا صلعم کا ذکر کیا ہے وہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں مذکور ہے کہ حضرت صلعم حالت مرض میں منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا اوصیکم بالانصار فانھم کرشی و عیبتی وقد قضوا الذی علیھم وبقی الذی لھم فاقبلوا من محسنھم وتجاوزوا عن مسیئھم یعنی انصار کے بارے میں تم سے میں وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ میرے مخصوصین اور مخلصین ہیں جو ان کا فرض تھا وہ ادا کر چکے اور جو ان کا حق ہم پر ہے وہ باقی ہے تو ان کے نیکوکاروں کی باتیں قبول کرنا اور اُن کے بدکاروں سے درگزر کرنا پس حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا مطلب یہ ہے کہ اگر جناب رسالتمآب صلعم انصار کا حق بھی خلافت میں سمجھتے تو انصار کے حق میں بھلائی کرنے کی وصیت مہاجرین سے نہ فرماتے بلکہ انصار ہی سے فرماتے مگر علامہ ابن اثیر جزری کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ انصار نے درحقیقت خود خلیفہ بننے کی کوشش نہیں کی تھی بلکہ چاہتے تھے کہ حضرت علی علیہ السلام ہی آنحضرت کے خلیفہ اول مقرر کیے جائیں چنانچہ ممدوح لکھتے ہیں فبایعہ عمر و بایعہ الناس وقالت الانصار او بعض الانصار لا نبایع الا علیا یعنی حضرت عمر اور دوسرے مسلمانوں نے حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کی مگر انصار یا بعض انصار نے کہا کہ ہم سوا حضرت علی کے اور کسی کی بیعت نہیں کریں گے (اس مضمون کو بہت زیادہ تفصیل سے علامہ حلی علیہ الرحمۃ اور جناب شہید ثالث قاضی نور اللہ شوستری علیہ الرحمۃ نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے اور دونوں کی عبارتوں کا اردو ترجمہ احقاق الحق جلد رابع مطبوعہ کھجوہ ضلع سارن میں شائع ہو چکا ہے) ۱۲ [2] یعنی اگر قریش اس وجہ سے زیادہ مستحق خلافت ہیں کہ وہ آنحضرت صلعم کے درخت (مخصوص) ہیں تو آنحضرت صلعم کے اہلبیت قریش سے بھی زیادہ خلافت کا حق رکھتے ہیں کیونکہ اُن کی خصوصیت کہیں زیادہ بڑھی ہوئی ہے اس درجہ کہ یہ گویا آنحضرت صلعم کے پھل ہیں اور پھل کا حق درخت سے زیادہ ہوتا ہے اور تاریخ طبری مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۲۰۹ میں ہے کہ جس وقت انصار نے کہا فمنا امیر ومنھم امیر یعنی مسلمانوں کا ایک حاکم ہم انصار سے مقرر ہو اور ایک حاکم ان مہاجرین سے تو عمر نے کہا ھیھات لا یجتمع اثنان فی قرن واللہ لا ترضی العرب ان یؤمروکم ونبیھا من غیرکم ...

العرب لا تمتنع ان تولی امرها من کانت النبوۃ فیھم و ولی امورھم منھم ولنا بذلک علی من ابی من العرب الحجۃ الظاھرۃ والسلطان المبین من ذا ینازعنا سلطان محمد وامارتہ ونحن اولیائہ وعشیرتہ الا مدل بباطل او متجانف لاثم او متورط فی ھلکۃ یعنی انصار کا وہ قول سنکر حضرت عمر کھڑے ہوگئے اور فرمایا ہرگز ہرگز نہیں ایک حکومت میں دو شخص جمع نہیں ہوسکتے خدا کی قسم عرب کے باشندے کبھی اسپر راضی نہیں ہوں گے کہ تم انصار کو وہ اپنا حاکم بنائیں حالانکہ رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم تم میں سے نہیں تھے بلکہ ہم مہاجرین سے تھے ہاں عرب اسکو ناپسند نہیں کریں گے کہ خلافت بھی اُنھیں لوگوں میں رہے جنمیں نبوت تھی اور جو پہلے بھی انکے حاکم اور سردار تھے تو ہر سے جو شخص اس اصول کا انکار کرے گا اسپر ہمیں ظاہری غلبہ اور سلطان مبین حاصل ہے آنحضرت کی خلافت کے بارے میں ہم سے کون شخص نزاع کرسکتا ہے حالانکہ ہم حضرت کے اولیا اور اُن کے خاندان والے ہیں اور اکیا کرنے والا اگر کوئی ہوسکتا ہے تو وہی جو باطل سے دلیل لانے والا گناہ کی طرف میل کرنے والا یا ہلاکت میں گرنے والا ہو پس حضرت عمر نے انصار پر جو دلیل قائم کی ہے کہ ہم مہاجرین چونکہ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ کے اولیا اور اُنکے خاندان والے ہیں اور ہم ہی میں نبوت رہی ہے تو یہی دلیل حضرت امیر المومنین اور امام حسن حسین کیلئے زیادہ قوی ہوجاتی ہے کہ مہاجرین سے بھی جس خاندان (یعنی بنی ہاشم) میں نبوت رہی ہے اُسی میں خلافت بھی ہونی چاہیے کیونکہ رسول خدا صلعم خاص بنی ہاشم ہی سے تھے نہ کسی اور قبیلہ سے۔ اور علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ اسی طرح حضرت عباس نے خلیفہ اول صاحب سے کہا تھا کہ آپنے یہ جو کہا کہ "ہم آنحضرت کے درخت ہیں" تو درحقیقت آپ لوگ اس شجرۂ نبوت کے ہمسایہ ہیں اور اسکی شاخیں ہم (بنی ہاشم) ہیں، انھیں حضرت عباس نے یہ شعر بھی کہے ہے ما کنت احسب ان الامر منصرف ٭ عن ہاشم ثم عنھم عن ابی حسن ٭ عن اول الناس ایمانا وسابقۃ ٭ اعلم الناس بالقرآن والسنن ٭ واخر الناس عھدا بالنبی ومن ٭ جبریل عون لہ فی الغسل والکفن ٭ من فیہ ما فیھم لا یمترون بہ ٭ ولیس فی القوم ما فیہ من الحسن۔ جن کا ترجمہ یہ ہے۔ ندانم خلافت چرا منصرف شد ٭ ز ہاشم وآنگاہ از بوالحسن ٭ نہ اولین مقبل قبلہ بود ٭ نہ او بود عالم بفرض وسنن ٭ نہ اقرب بعہد نبی بود و بود ٭ معین جبرئیلش بغسل وکفن ٭ نہ او مجمع حسن اوصاف گشت ٭ ز قدر علی وز خلق حسن یعنی یہ وہم وگمان بھی نہ تھا کہ بنی ہاشم خصوصاً حضرت علی سے خلافت نکل جائے گی جو سب سے پہلے ایمان لائے اور سب سے زیادہ قرآن احادیث کے عالم ہیں اور سب کے آخر تک حضرت رسول خدا صلعم کی خدمت میں رہے اور آنحضرت صلعم کو غسل وکفن دینے میں جبریل نے انکی مدد کی جو فضائل انمیں ہیں وہ کسی میں نہیں ہیں اور دوسروں میں ایسی کوئی فضیلت نہیں ہے جو حضرت علی میں نہ ہو (تاریخ ابوالفدا مطبوعہ مصر جلد اول) عیسائی مورخین نے بھی بہت حیرت ظاہر کی ہے کہ حضرت

علی کے رہتے ہوئے مسلمانوں نے دوسروں کو کیونکر خلیفہ بنا لیا جنہیں مسٹر ڈیون پورٹ۔ ایروگ مصنفین انسائکلوپیڈیا اور مورخ فرانس۔ گبن وغیرہ بڑے بڑے پایہ کے محقق اور مورخ گزرے ہیں ۱۲۔

خطبہ (۶۶)

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لما قلد محمد بن ابی بکر مصر فملکت علیہ وقتل۔

وَقَدْ أَرَدْتُ تَوْلِيَةَ مِصْرَ هَاشِمَ بْنَ عُتْبَةَ وَلَوْ وَلَّيْتُهُ إِيَّاهَا لَمَا خَلَّى لَهُمُ الْعَرْصَةَ وَلَا أَنْهَزَهُمُ الْفُرْصَةَ بِلَا ذَمٍّ لِمُحَمَّدٍ فَلَقَدْ كَانَ إِلَيَّ حَبِيبًا وَكَانَ لِي رَبِيبًا۔

حضرت علیہ السلام کے ایک کلام کا کچھ حصہ۔ جب ملک مصر محمد بن ابی بکر (رضی اللہ عنہ) کے حوالہ کیا اور وہ مصر چھینے کے بعد قتل کر دیے گئے (تو حضرت نے فرمایا)

اور میں نے تو چاہا تھا کہ مصر کا حاکم ہاشم بن عتبہ کو مقرر کروں اور اگر میں اسکو وہاں کا حاکم بنا دیے ہوتا تو وہ ان (دشمنوں) کیلئے میدان (جنگ) کو چھوڑتا اور نہ انھیں بھاگنے کا موقع دیتا (میرا یہ کلام) بغیر محمد (ابن ابی بکر) کی مذمت کے ہے کیونکہ وہ تو یقیناً مجھے (بہت) پیارا اور میرا پالا ہوا تھا۔

سلہ اس کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے محمد بن ابی بکر کو جو اسماء کے بطن سے حضرت ابوبکر کے صاحبزادے تھے اور خلیفہ اول کے انتقال پر حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اسماء سے عقد کر لیا تو یہ محمد بھی اپنی ماں کے ساتھ حضرت کے پاس رہے اس طرح محمد جناب امیر علیہ السلام کے پروردہ اور بوجہ اطاعت کرنے کے حضرت کے پیارے تھے، مصر کا حاکم مقرر کیا تو معاویہ نے اپنی تدبیریں کر کے اہل مصر کو محمد بن ابی بکر کی مخالفت پر آمادہ کر دیا۔ صفر ۳۸ھ میں محمد ابن ابی بکر کی ان لوگوں سے جنگ ہوئی اور محمد مغلوب ہو کر ایک خرابہ کی طرف بھاگ گئے معاویہ بن خدیج نے ان کو پکڑ کر پیاسا ہی ایک مرے ہوئے گدھے کے پیٹ میں رکھ کر زندہ جلا دیا (تاریخ خمیس مروج الذہب وغیرہ) اسی کو حضرت فرماتے ہیں کہ اگر میں ہاشم بن عتبہ کو مقرر کیے ہوتا تو وہ میدان جنگ سے بھاگ کر دشمنوں کو قبضہ کر لینے کا موقع نہیں دیتا پھر یہ بھی فرما دیا کہ اس سے محمد کی مذمت بیان کرنا مقصود نہیں ہے کیونکہ وہ میرا پیارا اور میرے گود کا پالا تھا۔ چنانچہ جب محمد کے اس ذلت اور درندگی سے قتل کیے جانے کی خبر جناب امیرؑ کو پہونچی تو آپ کو کمال صدمہ ہوا اور بروایت تاریخ الخمیس فرمایا کہ وہ میرا ربیب تھا مگر میں تو اسکو بیٹا ہی سمجھتا تھا اور عبداللہ بن عباس کو اس واقعہ کی اطلاع دی جو حاکم بصرہ تھے عبداللہ اپنے نائب کو چھوڑ کر جناب امیرؑ کی تسلی کیلئے کوفہ میں آئے اور اپنے دل میں

ٹھان لیا کہ اب حضرت کی مذمت سے جدا نہ ہوں گے اور جب حضرت عائشہ کو اپنے بھائی محمد کے اس طرح مارے جانے کی خبر پہونچی تو بہت روئیں پیٹیں اور معمول کر لیا کہ ہر نماز کے بعد معاویہ اور عمرو عاص کیلئے بد دعا کرتی تھیں (تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۶۰ و کامل وغیرہ) ۱۲

خطبہ (۶۷)

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي ذَمِّ أَصْحَابِهِ۔

كَمْ أُدَارِيكُمْ كَمَا تُدَارَى الْبِكَارُ الْعَمِدَةُ وَالثِّيَابُ الْمُتَدَاعِيَةُ كُلَّمَا حِيصَتْ مِنْ جَانِبٍ تَهَتَّكَتْ مِنْ آخَرَ أَكُلَّمَا أَطَلَّ عَلَيْكُمْ مَنْسِرٌ مِنْ مَنَاسِرِ أَهْلِ الشَّامِ أَغْلَقَ كُلُّ رَجُلٍ مِنْكُمْ بَابَهُ وَانْجَحَرَ انْجِحَارَ الضَّبَّةِ فِي جُحْرِهَا وَالضَّبُعِ فِي وِجَارِهَا۔ الذَّلِيلُ وَاللهِ مَنْ نَصَرْتُمُوهُ وَمَنْ رُمِيَ بِكُمْ فَقَدْ رُمِيَ بِأَفْوَقَ نَاصِلٍ إِنَّكُمْ وَاللهِ لَكَثِيرٌ فِي الْبَاحَاتِ قَلِيلٌ تَحْتَ الرَّايَاتِ وَإِنِّي لَعَالِمٌ بِمَا يُصْلِحُكُمْ وَيُقِيمُ أَوَدَكُمْ وَلَكِنِّي وَاللهِ لَا أَرَى إِصْلَاحَكُمْ بِإِفْسَادِ نَفْسِي أَضْرَعَ اللهُ خُدُودَكُمْ وَأَتْعَسَ جُدُودَكُمْ لَا تَعْرِفُونَ الْحَقَّ كَمَعْرِفَتِكُمُ الْبَاطِلَ وَلَا تُبْطِلُونَ الْبَاطِلَ كَإِبْطَالِكُمُ الْحَقَّ۔

حضرت علیہ السلام کے ایک کلام کا کچھ حصہ۔ اپنے ساتھیوں کی مذمت میں۔

میں کہاں تک تمھاری خاطر و مدارات کیے جاؤں جس طرح زخمی پشت کے جوان اونٹوں اور پرانے کپڑوں کی دیکھ بھال کی جاتی ہو جو کسی ایک طرف سے سیا جاتا ہو تو دوسری جانب سے کھلتا جاتا ہو۔ کیا جب بھی تم پر اہل شام کے لشکروں سے کوئی لشکر آ پہونچے گا تو تم میں کا ہر شخص اپنا دروازہ بند کرے گا اور جس طرح سوسمار اپنے سوراخ میں اور بجو اپنے بھٹے میں گھس جاتا ہو (تم میں کا ہر شخص اپنے گھر میں) چھپ رہے گا۔ خدا کی قسم جس کی تم نے مدد کی وہ (بہت) ذلیل ہو اور جس نے تم سے تیر اندازی کی اُس نے (گویا) پیکان ٹوٹے ہوئے تیر پھینکے۔ خدا کی قسم یقیناً تم (مکان کے) صحنوں میں تو بہت زیادہ (مگر جنگ کے) جھنڈوں تلے بہت کم ہوتے ہو اور یقیناً میں اس (تدبیر) کو جانتا ہوں جو تمھاری اصلاح کر سکتی ہو اور تمھاری کجی کو مٹا دے گی مگر بخدا میری یہ رائے نہیں ہو سکتی کہ اپنے نفس کو خراب کر کے تمھیں درست کروں۔ خدا تمھارے چہروں کو خوار کرے اور تمھارے (عزت و دولت کے) حصوں کو ضائع کرے تم جیسا باطل کا اعتقاد

رکھتے ہو ویسا حق کا اعتقاد نہیں رکھتے اور جس طرح حق کو مٹاتے ہو اس طرح باطل کو نہیں توڑتے ۵۲

---

۵۱ علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام کا مقصود اس سے یہ ہی کہ "سیاست میں تمھاری اصلاح کی تلوار ہی کہ جو میرے حکم کی مخالفت کرے اسکو قتل کر دوں، تو حضرت نے بہت سچ فرمایا کیونکہ اکثر لوگوں کی یہی حالت ہوتی ہی کہ بغیر سزا کے کوئی بات نہیں سنتے چنانچہ حجاج نے اس لشکر کے ساتھ جو مہلب کے ہمراہ جانے سے پہلو تہی کر رہا تھا یہی کیا کہ ندا کر دی جو شخص مہلب کے ساتھ نہیں جاوے گا اسکا خون حلال ہوگا اسکے بعد عمرو بن صابی وغیرہ کو قتل کرا دیا یہ دیکھتے ہی سب کے سب مہلب کے پاس دوڑتے ہوئے پہونچے مگر جس طرح دنیا دار اپنی سلطنت کی سیاست اور حکومت کا تسلط قائم کرنے کیلیے مسلمانوں کی خونریزی جائز رکھتے ہیں اسطرح حضرت علیؑ تو نہیں کر سکتے تھے کیونکہ اس تدبیر سے گو آپ کی سلطنت مستحکم ہو جاتی مگر دینی اعتبار سے تو یہ فعل اچھا نہیں ہوتا (شرح ابن ابی الحدید مطبوعہ ایران جلد ا صفحہ ۲۰۲)"

۵۲ اس خطبہ میں حضرت اپنے لشکر والوں کی بزدلی اور سستی کی شکایت فرماتے ہیں کہ یہ لوگ حق کیلیے اپنا فرض انجام نہیں دیتے اور جان کے خوف سے جہاد پر آمادہ نہیں ہوتے اور تمھیں جسقدر اعتقاد باطل پر ہی اسقدر حق پر نہیں اور جتنی نفرت حق سے ہی اتنی باطل سے نہیں اسی وجہ سے یہ ضعف ظاہر ہوتا رہتا ہی اس خطبہ کی شرح کرتے ہوئے علامہ ابن ابی الحدید نے بہت سے بزدلوں کی حکایات بھی لکھی ہیں جن سے ایک یہ بھی ہی کہ ابن قتیبہ نے کتاب عیون الاخبار میں لکھا ہی کہ ایک روز عمرو عاص نے معاویہ کو ہنستے ہوئے دیکھا تو کہا خدا حضور کو ہمیشہ ہنستا رکھے اسوقت آپکے ہنسنے کا کیا سبب ہے معاویہ نے کہا مجھے جنگ صفین میں تمھارا حضرت علی سے لڑنے کو جانا اور ان کا تمھیں قتل کرنے کیلیے تلوار اٹھانا اور تمھارا جھٹ اپنی شرمگاہ کھول دینا یاد پڑا جس پر حضرت علی نے اپنا منھ پھیر لیا اور تمھیں بھاگنے کا موقع مل گیا۔ اسپر عمرو عاص نے کہا حضور میں تو آپکے بغل میں تھا جب حضرت علی نے آپ کو ہی بلایا تھا کہ آئیں اور تم لڑکر فیصلہ کر لیں تو آپ کی آنکھیں پتھرانے لگیں آپ کا چہرہ بگڑ گیا اور سانس پھولنے لگی اس خوف سے کہ حضرت علی سے لڑنا پڑا تو جان نہیں بچے گی پس اگر ہنسنا ہو تو اپنا واقعہ بھی یاد کیجیے ورنہ اس قصہ ہی کو جانے دیجیے (شرح ابن ابی الحدید جلد ا صفحہ ۳۰۵)"

خطبہ (۶۸)

وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي سَحَرَةِ الْيَوْمِ الَّذِي ضُرِبَ فِيهِ۔
مَلَكَتْنِي عَيْنِي وَأَنَا جَالِسٌ فَسَنَحَ لِي

جس روز حضرت پر ضرب (شہادت) لگائی گئی اسکی صبح کو حضرت یہ ارشاد فرما چکے تھے کہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ میری آنکھ جھپک گئی تو مجھ پر رسالت

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَاذَا لَقِیْتُ مِنْ اُمَّتِکَ مِنَ الْاَوَدِ وَاللَّدَدِ فَقَالَ اُدْعُ عَلَیْھِمْ فَقُلْتُ اَبْدَلَنِیَ اللّٰہُ بِھِمْ خَیْرًا مِّنْھُمْ وَاَبْدَلَھُمْ بِیْ شَرًّا لَّھُمْ مِنِّیْ۔ قَالَ السَّیِّدُ الرَّضِیُّ عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ یَعْنِیْ عَلَیْہِ السَّلَامُ بِالْاَوَدِ الْاِعْوِجَاجَ وَبِاللَّدَدِ الْخِصَامَ وَھٰذَا مِنْ اَفْصَحِ الْکَلَامِ۔

خواب میں) حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ ظاہر ہوئے تو میں نے عرض کی اے (حضرت) رسول خدا (صلعم) میں نے (آپکے بعد) آپ کی امت سے کیسی (شدید) مخالفت اور عداوت دیکھی ہی تو حضرت نے فرمایا (اے علی) ان لوگوں پر بد دعا کرو تو میں نے دعا کی کہ خدا ان کے عوض ان سے بہتر لوگوں کو مجھے مرحمت فرمائے اور میرے عوض مجھ سے بد تر (حاکم) انھیں دے (جناب) سید رضی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضرت علیہ السلام کا مقصود اَوَد سے کجی (اور مخالفت) اور لدد سے دشمنی (اور عداوت) ہے اور یہ فصیح ترین کلام سے ہے

خطبہ (۶۹)

وَمِنْ کَلَامٍ لَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ ذَمِّ اَھْلِ الْعِرَاقِ۔

اَمَّا بَعْدُ یَآ اَھْلَ الْعِرَاقِ فَمَآ اَنْتُمْ اِلَّا کَالْمَرْاَۃِ الْحَامِلِ حَمَلَتْ فَلَمَّآ اَتَمَّتْ اَمْلَصَتْ وَمَاتَ قَیِّمُھَا وَطَالَ تَاَیُّمُھَا وَوَرِثَھَآ اَبْعَدُھَآ اَمَا وَاللّٰہِ مَآ اَتَیْتُکُمْ اِخْتِیَارًا وَّلٰکِنْ جِئْتُ اِلَیْکُمْ سَوْقًا وَّلَقَدْ بَلَغَنِیْ اَنَّکُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلِیٌّ یَّکْذِبُ قَاتَلَکُمُ اللّٰہُ فَعَلٰی مَنْ اَکْذِبُ؟ اَعَلَی اللّٰہِ؟ فَاَنَا اَوَّلُ مَنْ اٰمَنَ بِہٖ۔ اَمْ عَلٰی نَبِیِّہٖ؟ فَاَنَا اَوَّلُ مَنْ

حضرت علیہ السلام کے ایک کلام کا کچھ حصہ۔ عراق والوں کی مذمت میں۔

بعد حمد و نعت (یہ ہی کہ) اے عراق والو! تم کچھ نہیں ہو مگر مثل اُس حاملہ عورت کے جو (پہلے حاملہ ہو جائے) پھر جب (مدت حمل کو) تمام کرے تو (خود ہی اپنے بچہ کو) مُردہ گرا دے اور اُسکا سردار (شوہر بھی) مرجائے اور اسکے رنڈاپے کا زمانہ طولانی ہو اور (اسکے مرنے پر) اسکا دور ترین (رشتہ دار) اسکی میراث لے جائے۔ (یہ بھی) سن رکھو کہ خدا کی قسم میں تمھارے پاس خوشی سے نہیں آیا بلکہ تم تک (مجبوراً اور تقدیر کی) کشش سے پہونچا ہوں۔ لیکن مجھے معلوم ہوا ہی کہ تم کہتے ہو علی جھوٹ بولتے ہیں۔ خدا تمھیں

صَدَّقَ بِهٖ۔ کَلَّا وَاللّٰهِ وَلٰکِنَّهَا لَهْجَةٌ
غِبْتُمْ عَنْهَا وَلَمْ تَکُوْنُوْا مِنْ اَهْلِهَا
وَیْلُ اُمِّهٖ کَیْلًا بِغَیْرِ ثَمَنٍ۔ لَوْ کَانَ لَهٗ
وِعَاءٌ۔ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِیْنٍ۔

ہلاک کرے تو (بتاؤ) میں کس پر جھوٹ بولوں گا؟ کیا [illegible]
حالانکہ میں سب سے پہلے اسپر ایمان لایا یا اسکے رسول [illegible]
حالانکہ میں ہی نے سب سے پہلے اُن (حضرتؐ) کی تصد[illegible]
کی ہو ہرگز نہیں خدا کی قسم (یہ سب کچھ بھی نہیں ہی) بلکہ [illegible]
یہ (باتیں) حضرت (رسول خدا صلعم کا) وہ لہجہ (اور کلام) ہے جس سے تم غائب ہے اور تم کبھی اسکے اہل نہیں ہوئے [illegible]
واواہ! (میں تو حکمت و معرفت کے) پیمانے (بھر بھر کر) بغیر قیمت کے تقسیم کر رہا ہوں کاش اس (کے جمع کرنے) کیلئے کوئی ظرف [illegible]
اور البتہ تم اسکی تحقیق بعد کو جان لوگے۔[1]

---

[1] جب جنگ صفین میں حضرت کا لشکر قریب فتح تھا اور تمام آثار ظفر و نصرت ظاہر ہو گئے تھے تو معاویہ نے مضطر[illegible]
ہو کر عمرو عاص سے کہا کہ اگر مصر کی حکومت مطلوب ہے تو اب جلد کوئی حیلہ نجات سوچو ورنہ ہم لوگ تباہ ہوا چاہتے [illegible]
عمرو عاص نے اپنے لشکر والوں سے کہا کہ ایہا الناس جسکے پاس قرآن ہو وہ اسکو اپنے نیزے پر بلند کرے یہ سنتے [illegible]
اہل لشکر نے کثرت سے قرآن مجید نیزوں پر بلند کر کے ندا کی کہ ہمارے تمہارے درمیان خدا کی یہ کتاب ہے جب لشکر [illegible]
نے اسطرح قرآن کو نیزوں پر دیکھا تو لڑنے سے رُک گیا اور حضرت علی سے اصرار کیا کہ انکی درخواست قبول کرنا چاہیے [illegible]
حضرت نے فرمایا کہ یہ تو ان لوگوں کا فریب ہے یہ بالکل احکام قرآن کے پابند نہیں ہیں اور اسوقت صرف تمہاری [illegible]
روکنے کی یہ تدبیر کی ہو مگر یہ لوگ (جو عراق ہی والے تھے) حضرت کی اس فہمایش سے کچھ متاثر نہیں ہوئے بلکہ [illegible]
کہنے لگے کہ آپ جنگ کی موقوفی کا حکم نہ دیں گے تو ہم خود آپ سے جنگ شروع کر دیں گے مجبوراً حضرت نے جنگ کے
ختم کرنے کا حکم دیا اسپر آپکے سردار لشکر مالک اشتر نے کہلا بھیجا کہ اب فتح میں کیا دیر رہ گئی ہی ہمیں آپ کیوں روکتے [illegible]
حضرت نے جواب دیا کہ ہمارا لشکر (عراق والے) اس فریب میں آگیا اور کسی طرح نہیں مانتا ہی (تاریخ طبری جلد [illegible]
اسی حالت کو حضرت نے اس خطبہ میں بیان فرمایا ہی کہ اے عراق والو تم بالکل اس عورت ایسے ہو جو حمل کی تمام مصیبتیں
برداشت کرنے کے بعد قریب وضع حمل بچہ کو گرادے کہ جب پوری طرح جہاد کر کے فتح کے قریب پہونچ گئے تو عمرو عاص
کے فریب میں آگئے اور لڑائی روک دی اور اسطرح حاصل کی ہوئی فتح کو ضایع و برباد کر دیا اب اسی عورت کی طرح
تم بے دائی و وارث بھی ہو گئے اور جس طرح اس عورت کی میراث اغیار لے جائیں گے اسی طرح تم نے اپنی حکومت اور
سلطنت جسے اپنے قوت بازو سے حاصل کر لیا تھا اپنے غیروں (یعنی اہل شام) کے حوالہ کر دیا ۱۲

[2] حضرت فرماتے
ہیں کہ اے عراق والو میں تمہارے یہاں بصرہ میں مدینہ منورہ سے اپنی خوشی سے اور تم کو دوسرے لوگوں سے بہتر سمجھ کر

نہیں آیا بلکہ صرف اس مجبوری سے آیا کہ حضرت عائشہ اور طلحہ و زبیر نے میرے خلاف جنگ جمل اسی بصرہ میں چھیڑ دی تھی پس
اگر جنگ جمل نہ ہوتی تو میں کبھی تمہارے یہاں آنا پسند نہیں کرتا ۱۲ ۳؎ اس جملہ کی شرح میں علامہ ابن ابی الحدید جلد ۱
صفحہ ۳۰۹ میں اور مفتی محمد عبدہ نہج البلاغہ مطبوعہ بیروت صفحہ ۳۰۷ میں لکھتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام اکثر غیب کی
خبریں اور آئندہ ہونے والے واقعات کی پیشین گوئیاں مسلمانوں سے بیان فرمایا کرتے تھے جن کی اطلاع آپ کو
حضرت رسول خدا صلعم اپنے مخصوص تعلیم سے دے گئے تھے تو حضرت علی کے ساتھیوں میں جو لوگ منافق تھے وہ کہہ دیتے
تھے کہ علی جھوٹ کہتے ہیں جیسا کہ اسی طرح حضرت رسول خدا صلعم بھی جب کوئی خبر غیب بیان فرماتے تھے تو آپ کے اصحاب
میں جو منافق حضرات تھے وہ حضرت رسول خدا صلعم کے بارے میں بھی کہہ دیتے کہ محمد جھوٹے ہیں (معاذ اللہ) اور صاحب کتاب الغارات
نے روایت کی ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے ایک مرتبہ خطبہ دیا اور فرمایا خدا کی قسم اگر میں چاہوں تو صبح سے شام
تک تم سے غیب ہی کی خبریں بیان کروں اور انمیں ایک خبر بھی غلط نہیں ہوگی پھر تم میرے پاس سے اٹھ کر جاؤ گے تو
(ان عجیب و غریب خبروں کو سنکر) اپنی جگہ کہنے لگو گے علی نے جھوٹ کہا ہے پھر حضرت علی نے فرمایا کہ بھائیو! ہم لوگوں
کا امر بہت دشوار اور مشکل ہے جس کا تحمل کوئی نہیں کر سکتا سوا ملک مقرب یا نبی مرسل کے یا اس بندے کے جسکے دل کا
امتحان خدا نے کر لیا ہے اسکے بعد علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں واذا تاملت احواله فی خلافته کلها وجدتها
مختصرة من احوال رسول اللہ ؐ فی حیوته کانها نسخة منتسخة منها فی حربه وسلمه وسیرته واخلاقه
وکثرة شکایته من المنافقین من اصحابه والمخالفین لامره واذا اردت ان تعلم ذلک علما واضحا
فاقرء سورة برائة ففیها الجم الغفیر من المعنے الذی اشرنا الیه یعنی جب تم حضرت علی کی اس حالت کو
اچھی طرح غور کرو گے جو آپ کے تمام زمانہ خلافت میں تھی تو حضرت کی پوری زندگی کو حضرت رسول خدا صلعم کی زندگی کی
پوری تصویر پاؤ گے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ میں صلح میں سیرت میں اخلاق میں منافقوں کی کثرت شکایات اور مخالفین کی
عداوتوں میں غرض ہر امر میں حضرت علی کی زندگی گویا حضرت رسول خدا صلعم کی زندگی کی ہوبہو نقل ہے کہ ذرہ برابر علی
کے حالات خلافت حضرت رسول خدا صلعم کے واقعات رسالت سے مغایر نہیں ہیں اگر تم میرے اس دعوے کو واضح
طریقہ سے سمجھنا چاہتے ہو تو سورۂ برارت کی تلاوت کرو کہ جس مضمون کا اشارہ میں نے کیا ہے اسکا جم غفیر تمہیں اس سورہ
میں ملے گا ۱۲ ۴؎ علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ حضرت کے قول لکنها لهجة غبتم عنها کا مطلب غالباً یہ ہے کہ یہ
حضرت رسول خدا کا لہجہ (کلام اور بیان) ہے جس کو میں نے اپنے کان سے سنا اور تم سب اسوقت حضرت کی خدمت سے
غائب تھے اسوجہ سے تمہیں اسکے سننے کا موقع نہیں ملا ۱۲ ۵؎ یعنی میں تم لوگوں کو علم و حکمت کے پیمانے بھر بھر کر دے رہا

ہوں اور اسکی کوئی قیمت بھی نہیں چاہتا کاش ان خزانہائے علم وحکمت کے حاصل کرنے والے ملتے جو ان کو محفوظ ر
پھر آخر میں غیب کی خبریں دے رہے ہیں کہ ابھی تم کو ان خبروں کی وقعت نہیں ہو مگر بعد میں تم کو ان تمام بیانات کی ا
ہو جائے گی۔ اسکے بعد علامہ ابن ابی الحدید نے حضرت کے متعدد خطبے نقل کئے ہیں جنمیں حضرت نے غیب کی خبریں د
اور آنے والے واقعات کی پیشین گوئی کی ہے اور گو اسوقت لوگوں نے ان امور کو تعجب سے سُنا مگر حضرت کے زمانہ
خبر کی پوری تصدیق کی اور ہر پیشین گوئی اسی طرح پوری ہوئی جس طرح حضرت نے ذکر کیا تھا اسکی تفصیل انشاء الله
شرح کے ضمیمہ میں بھی آئے گی) ۱۲

خطبہ (۷۰)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
عَلَّمَ فِيهَا النَّاسَ الصَّلٰوةَ عَلَى النَّبِيِّ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ.
اَللّٰهُمَّ دَاحِيَ الْمَدْحُوَّاتِ وَدَاعِمَ
الْمَسْمُوكَاتِ وَجَابِلَ الْقُلُوبِ عَلَى
فِطْرَتِهَا شَقِيِّهَا وَسَعِيدِهَا اجْعَلْ
شَرَائِفَ صَلَوَاتِكَ وَنَوَامِيَ بَرَكَاتِكَ
عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ الْخَاتِمِ
لِمَا سَبَقَ وَالْفَاتِحِ لِمَا انْغَلَقَ وَالْمُعْلِنِ
الْحَقَّ بِالْحَقِّ وَالدَّافِعِ جَيْشَاتِ
الْاَبَاطِيلِ وَالدَّامِغِ صَوْلَاتِ
الْاَضَالِيلِ. كَمَا حُمِّلَ فَاضْطَلَعَ
قَائِمًا بِاَمْرِكَ مُسْتَوْفِزًا فِي
مَرْضَاتِكَ غَيْرَ نَاكِلٍ عَنْ قُدُمٍ وَ
وَاهٍ فِي عَزْمٍ. وَاعِيًا لِوَحْيِكَ حَافِظًا

حضرت علیہ السلام کے ایک خطبہ کا کچھ حصّ
جس میں لوگوں کو (حضرت) پیغمبر (خدا) صلے اللہ
وآلہ وسلم پر درود بھیجنے کا طریقہ سکھایا ہے۔
اسے (ان) بچھی ہوئی چیزوں (یعنی زمین) کے بچھانے
اور (ان) بلند کی ہوئی چیزوں (یعنی آسمانوں) کے
رکھنے اور اُن کی حفاظت کرنے والے اور دلوں کو ا
بُرے کو بھی اور اچھے کو بھی اُن کی فطرت پر پیدا کرنے
خدا! اپنے شریف ترین درودوں اور بڑھنے والی
کو اپنے (مخصوص) بندے اور اپنے (برگزیدہ) رسول
محمدؐ پر نازل فرما جو ختم کرنے والے ہیں اس (سلسلہ
جو گزر گیا اور کھولنے والے ہیں اس (باب ہدایت
بند (ہو گیا) تھا۔ اور ظاہر کرنے والے ہیں حق کو حق
اور دفع کرنے والے ہیں باطل چیزوں کے جوش ا
کو اور توڑنے والے ہیں گمراہیوں کے حملوں کو ا
امر نبوت) چونکہ بار کیا گیا لہذا آپ نے اسے مضبوطی

لِعَهْدِكَ مَاضِياً عَلَىٰ نَفَاذِ أَمْرِكَ حَتَّىٰ أَوْرَىٰ قَبَسَ الْقَابِسِ وَأَضَاءَ الطَّرِيقَ لِلْخَابِطِ وَهُدِيَتْ بِهِ الْقُلُوبُ بَعْدَ خَوْضَاتِ الْفِتَنِ وَالْآثَامِ وَأَقَامَ مُوضِحَاتِ الْأَعْلَامِ وَنَيِّرَاتِ الْأَحْكَامِ فَهُوَ أَمِينُكَ الْمَأْمُونُ وَخَازِنُ عِلْمِكَ الْمَخْزُونِ وَشَهِيدُكَ يَوْمَ الدِّينِ وَبَعِيثُكَ بِالْحَقِّ وَرَسُولُكَ إِلَى الْخَلْقِ اللّٰهُمَّ افْسَحْ لَهُ مَفْسَحاً فِي ظِلِّكَ وَاجْزِهِ مُضَاعَفَاتِ الْخَيْرِ مِنْ فَضْلِكَ۔ اللّٰهُمَّ أَعْلِ عَلَىٰ بِنَاءِ الْبَانِينَ بِنَاءَهُ وَأَكْرِمْ لَدَيْكَ مَنْزِلَتَهُ وَأَتْمِمْ لَهُ نُورَهُ وَاجْزِهِ مِنِ ابْتِعَاثِكَ لَهُ مَقْبُولَ الشَّهَادَةِ وَمَرْضِيَّ الْمَقَالَةِ ذَا مَنْطِقٍ عَدْلٍ وَخُطَّةٍ فَصْلٍ اللّٰهُمَّ اجْمَعْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ فِي بَرْدِ الْعَيْشِ وَقَرَارِ النِّعْمَةِ وَمُنَى الشَّهَوَاتِ وَأَهْوَاءِ اللَّذَّاتِ وَرَخَاءِ الدَّعَةِ وَمُنْتَهَى الطُّمَأْنِينَةِ وَتُحَفِ الْكَرَامَةِ۔

اس شان سے کہ تیرے حکم پر کھڑے رہنے والے تیری خوشنودی کو (کے حاصل کرنے) میں بہت جلدی کرنے والے تھے۔ نہ آگے بڑھنے سے رکنے والے اور نہ کسی عزم میں سستی کرنے والے (بلکہ) تیری وحی کو یاد رکھنے والے تیرے عہد کی حفاظت کرنے والے (اور) تیرے حکم کو استقلال اور ثابت قدمی سے جاری رکھنے والے تھے یہاں تک کہ نور (ہدایت) کو اس کے چاہنے والوں کیلئے روشن اور (سیدھی) راہ کو بھٹکنے والو کیلئے واضح کر دیا۔ اور ان (حضرتؐ) سے دلوں کی ہدایت ہوگئی بعد اسکے کہ وہ (دل گمراہی کے) فتنوں اور گناہوں میں (بار بار) ڈوبتے رہے تھے۔ (حضرتؐ نے) واضح کرنے والی نشانیاں اور روشنی دینے والے احکام جاری کر دیے تو (اے خدا) وہ (حضرتؐ) تیرے قابل اطمینان امانتدار اور تیرے مخفی (خزانہائے) علم کے خزانچی اور بروز قیامت تیرے گواہ ہیں۔ اور تیرے رسول برحق اور خلق کی طرف تیرے پیغمبر تھے تو اے خدا اپنے سایہ (رحمت) میں ان (حضرتؐ) کیلئے ایک فراخ جگہ کشادہ فرما اور اپنے فضل سے ان (حضرت) کو درجات خیر (یا بڑھنے والی خوبی) کی جزا دے اے خدا ان (حضرت) کی بنا (ہدایت) کو کل بانیان (ہدایت) کی بنا سے بلند کر۔ اور اپنے یہاں ان (حضرت) کی منزلت کو معزز رکھ اور ان (حضرت) کیلئے انکے نور (ارشاد وہدایت) کو تمام کر دے۔ اور تو نے جو ان (حضرت) کو اسطرح کی مبعوث کیا کہ (آپ کی) گواہی مقبول (آپ کی) بات پسندیدہ تھی (اور وہ حضرت) انصاف کا کلام کرنے والے اور فیصلہ امر رکھنے والے تھے (تو اسکی) ان (حضرت) کو جزا دے۔ اے خدا آرام کی زندگی اور قائم رہنے والی نعمت اور خواہشہائے

نفس کی آرزوؤں اور لذتوں کی تمناؤں اور راحت کے عیش اور اطمینان کی منتہی اور کرامت کے تحفوں میں مجھے اور
حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ) کو اکٹھا فرما۳۱

---

۱ مفتی محمد عبدہ اسکی شرح میں لکھتے ہیں والخاتم لما سبق ای لما تقدم من النبوات یعنی حضرت کے قبل جو نبوتیں
تھیں اُن کو آپ نے ختم کر دیا اور علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں الخاتم لما سبق من الملل یعنی حضرت کے قبل جو مذاہب
تھے اُن کو آپ نے ختم کر دیا ۱۲ ۲ یعنی حضرت جس زمانہ میں مبعوث ہوئے اُسوقت لوگوں کے دلوں کو ضلالت اور جہالت
کے قفلوں نے مقفل کر دیے تھے اور راہ ہدایت اُن لوگوں سے مخفی ہو گئی تھی تو حضرت صلعم ہی نے اپنی نبوت کے معجزوں
سے اُن کو کھول دیا اور راہ حق واضح کر دی ۱۲ ۳ یعنی حضرت رسول خدا صلعم کفر اور باطل کے زور و شوکت کو
اپنے حجت اور برہان کی چمک اور غلبہ سے مٹا دیتے اور اسے دنیا میں ٹھہرنے نہیں دیتے تھے کیونکہ آپ کے ادلہ و براہین کی
قوت ایسی واضح تھی جس کو دیکھ کر لوگ اپنے باطل پرستی اور راہ ضلالت پر باقی نہیں رہتے تھے ۱۲ ۴ اصل ترجمہ یہ تھا کہ جس
طرح آپ پر امر نبوت بار کیا گیا اسی طرح آپ نے اسے مضبوطی سے اُٹھا لیا مگر علامہ ابن ابی الحدید اس کاف کو تعلیل یعنی
سبب کا قرار دے کر اسکا معنے ای لاجل انہ حمل لکھتے ہیں کہ اسوجہ سے حضرت نے اسے مضبوطی سے اُٹھایا کہ
آپ پر اسکا بوجھ بار کیا گیا تھا ۱۲ ۵ یعنی خدا کی خوشنودی حاصل کرنے میں حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ
سستی کرنے والے اور اپنی جان کو بچانے والے نہیں تھے بلکہ رضائے خدا میں تو آپ اپنے نفس کو برانگیختہ کرکے
شدید مشقتوں میں ڈال دیا کرتے تھے ۱۲ ۶ حضرت کے عربی جملہ حتے اوری قبسا لقابس کا اردو ترجمہ مشکل سے ہوا
اوری کے معنی چنگاری نکالی اور قبس کے معنی آگ کی چنگاری یا اسکا شعلہ اور قابس معنی وہ شخص جو آگ کے شعلہ کا
طالب ہو کہتے ہیں کہ قبست منہ نارا یعنی میں نے اُس سے آگ لی واقبسنی نارا یعنی اُس نے مجھے آگ دی اور یہاں
حضرت کی مُراد قبس سے نور ہدایت ہے اور قابس سے مقصود نور ہدایت کا طلب کرنے والا تو مطلب یہ ہوا کہ آنحضرت
صلعم کے مبعوث ہونے پر جو لوگ نور ہدایت کے خواہاں تھے اُن کے لئے حضرت صلعم نے اس نور ہدایت کو روشن کر دیا
اور یہ کل الفاظ استعارات اور مجازات ہیں ۱۲ ۷ یعنی جب ملک عرب والوں کے دل جہالت اور ضلالت کے فتنوں
میں ڈوبے ہوئے تھے اُسوقت حضرت صلعم نے اُن لوگوں کے دلوں کی راہ راست کی طرف ہدایت کر دی ۱۲ ۸
فہو امینک المامون کا مطلب یہ ہے کہ خداوند عالم جو وحی حضرت صلعم پر نازل کرتا تھا آپ اُسے کمال امانت سے لوگوں
تک پہونچاتے تھے اور لفظ مامون حضرت کے القاب سے ہے ۱۲ ۹ شہیدک یوم الدین یعنی بروز قیامت خدا کے
شاہد (گواہ) رہیں گے جیسا کہ قرآن مجید میں خدا نے فرمایا ہے فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید وجئنا بک

علیٰ ھٰؤلاء شھیدا یعنی اُسوقت کیسا ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور اے (میرے حبیب محمد مصطفیٰؐ)
تم کو ہم اُن لوگوں پر گواہ کھڑا کریں گے ۱۲ ؎۲ یعنی حضرت رسول خدا صلعم کی منزلت کو دار آخرت میں بلند ترین منزلوں
سے قرار دے - یہ مطلب ابن ابی الحدید معتزلی نے بیان کیا ہے مگر مفتی محمد عبدہ مصری لکھتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین کا
مقصود یہ ہو کہ جناب رسالتمآب صلعم نے اپنے پروردگار کے حکم سے شریعت عادلہ اور ہدی فاضل کو جو مضبوط اور مستحکم کردیا
جس کی طرف گمراہان راہ حق پناہ لیتے ہیں اور جس کی طرف بھٹکنے والے رجوع کرتے ہیں اس شریعت کے متعلق حضرت علیؑ
دعا کرتے ہیں کہ اے خدا حضرت رسول خدا صلعم کی اس شریعت (اسلام) کو کل دوسری شریعتوں سے بلند اور اشرف قرار
دے اور حضرت کی ہدایت و ارشاد کی شان کو ہر دوسرے ہادی کی ہدایت و ارشاد سے رفیع و عالی کردے ۱۲ ؎۳ نور تمام
کرنے سے مطلب یہ ہو کہ حضرت صلعم کے دین کی تائید کرتا کہ وہ تمام اہل زمین پر پھیل جاوے اور دنیا کے کل مذہبوں پر
وہ غالب آجاوے ۱۲ ؎۴ مقبول الشہادۃ کا مطلب یہ ہو کہ حضرت اپنی امت یا غیر امت پر خدا کے جس امر کی شہادت
دیتے تھے سُننے والے اُسکی تصدیق کرتے اور اُسکو قبول کرلیتے تھے کیونکہ کبھی آپ کو غلط کہتے پایا ہی نہیں ۱۲ ؎۵ اس
خطبہ کی شرح تمام کرنے کے بعد علامہ ابن ابی الحدید معتزلی نے یہ بحث چھیڑی ہے کہ آنحضرت صلعم اور آپ کی اولاد پر
درود بھیجنا واجب ہے یا نہیں اور اسکے کیا احکام ہیں اسکے متعلق اختلافات ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں واوجبہا الشافعی
واصحابہ واختلف اصحابہ فی وجوب الصلوٰۃ علیٰ آل محمد فالاکثرون علیٰ انہا واجبۃ وانہا شرط فی
صحۃ الصلوٰۃ یعنی نماز میں درود بھیجنے کو امام شافعی اور اُن کے اصحاب نے واجب قرار دیا ہو البتہ اُن کے اصحاب نے
اسمیں اختلاف کیا ہو کہ نماز میں آل محمد پر درود بھیجنا واجب ہے یا نہیں تو اکثر علماء کا اسپر اتفاق ہو کہ واجب ہے بلکہ آل محمد
پر نماز میں درود بھیجنا نماز کے قبول ہونے کی شرط ہو - اور امام شافعی صاحب کے اشعار اس مضمون کے مشہور ہیں جو تمام
کتب اہلسنت میں موجود ہیں کہ وہ فرماتے ہیں ؎ یا اھل بیت رسول اللہ حبکم ؛ فرض من اللہ فی القرآن
انزلہ ؛ کفاکم من عظیم القدر انکم ؛ من لم یصل علیکم لاصلوٰۃ لہ - یعنی اے اہل بیت رسول صلعم تمہاری محبت
خدا کی طرف سے واجب کی گئی ہو جس کا حکم خدا نے قرآن مجید میں نازل کیا ہو تم لوگوں کے جلیل القدر ہونے کیلئے یہی امر
کافی ہو کہ جو شخص نماز میں تم پر درود نہ بھیجے گا اُسکی نماز ہی نہ ہوگی (صواعق محرقہ وارجح المطالب وغیرہ) اور صواعق محرقہ
باب ۱۱ فصل اول صفحہ ۱۲۸ میں منجملہ آیات منزلہ درشان اہلبیت تیسری آیہ یہ لکھا ہو ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی
یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما (سورۃ احزاب) اسکے بعد لکھا ہو کہ کعب بن عجرہ سے یہ صحیح روایت
مروی ہو کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ہم نے عرض کی اے رسول خدا صلعم یہ تو ہمیں معلوم ہو کہ آپ پر سلام کس طرح کرنا چاہیے

مگر یہ فرمائیں کہ ہم آپ پر درود کیونکر بھیجیں تو حضرت نے فرمایا قولوا اللھم صل علی محمد و آل محمد اور اسی کتاب کے صفحہ ۱۲۹ میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا لا تصلوا علیّ الصلوٰۃ البتراء قالوا وما الصلوٰۃ البتراء قال تقولون اللھم صل علی محمد و تمسکون بل قولوا اللھم صل علی محمد و آل محمد یعنی فرمایا کہ مجھ پر دُم بریدہ درود نہ بھیجو لوگوں نے پوچھا دُم بریدہ درود کون ہے حضرت نے فرمایا کہ مجھ پر درود بھیج کر خاموش رہ جاؤ۔ تو ایسا نہ کرو بلکہ یوں کہو کہ اے خدا اپنا درود نازل کر حضرت رسول خدا صلعم پر اور حضرت کی آل پر بھی ۱۲

حِصّۂ دُوُم

خُطَب

تَرجُمہ

حُجّۃ الاسلام مولانا مفتی جعفر حسین صاحب قبلہ

خطبہ (۷۱)

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

قَالَهُ لِمَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ بِالْبَصْرَةِ.

قَالُوا أُخِذَ مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ أَسِيرًا يَوْمَ الْجَمَلِ فَاسْتَشْفَعَ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ إِلَى أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَكَلَّمَاهُ فِيهِ فَخَلَّى سَبِيلَهُ. فَقَالَا لَهُ يُبَايِعُكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ.

أَوَلَمْ يُبَايِعْنِي بَعْدَ قَتْلِ عُثْمَانَ لَا حَاجَةَ لِي فِي بَيْعَتِهِ إِنَّهَا كَفٌّ يَهُودِيَّةٌ لَوْ بَايَعَنِي بِكَفِّهِ لَغَدَرَ بِسَبَّتِهِ أَمَا إِنَّ لَهُ إِمْرَةً كَلَعْقَةِ الْكَلْبِ أَنْفَهُ. وَهُوَ أَبُو الْأَكْبُشِ الْأَرْبَعَةِ وَسَتَلْقَى الْأُمَّةُ مِنْهُ وَمِنْ وُلْدِهِ يَوْمًا أَحْمَرَ.

حضرت علیہ السلام کے کلام کا کچھ حصہ۔

جبکہ بمقام بصرہ مروان بن حکم کے بارے میں (ارشاد) فرمایا۔ لوگوں نے بیان کیا ہے کہ جنگ جمل میں مروان بن حکم گرفتار ہو کر قید کیا گیا تو اس نے حسن اور حسین علیہما السلام سے خواہش کی کہ وہ امیر المومنین سے اس کی سفارش کریں۔ چنانچہ ان دونوں حضرات نے امیر المومنین سے اس سلسلہ میں بات چیت کی اور حضرت نے اسے رہا کر دیا۔ پھر دونوں شہزادوں نے کہا یا امیر المومنین یہ آپ کی بیعت کرنا چاہتا ہے تو حضرت نے اسکے متعلق فرمایا۔

کیا اس نے عثمان کے قتل ہو جانے کے بعد میری بیعت نہیں کی تھی؟ اب مجھے اسکی بیعت کی ضرورت نہیں یہ یہودی قسم کا ہاتھ ہے۔ اگر ہاتھ سے بیعت کرے گا تو ذلیل طریقے سے توڑ بھی دے گا۔ بمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ بھی اتنی دیر کہ کتا اپنی ناک چاٹنے سے فارغ ہو۔ حکومت کرے گا اور اس کے چار بیٹے بھی حکمراں ہوں گے۔ اور امت اس کے اور اس کے بیٹوں کے ہاتھوں سے سختیوں کے دن دیکھے گی۔

لہ مروان ابن حکم حضرت عثمان کا بھتیجا اور داماد تھا اور اکہرا جسم اور لمبا قد ہونے کی وجہ سے خیط باطل (رباطل کا ڈورا) کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ چنانچہ عبدالملک بن مروان نے جب عمرو ابن اشدق کو قتل کر دیا تو اُسکے بھائی یحیی ابن سعید نے کہا "غدرتم بعمرو یا بنی خیط باطل ؛ ومثلکم یبنی البیوت علے الغدر" اے خیط باطل کی اولاد تم نے عمرو سے غداری کی اور تمہارے ایسے لوگ غداری ہی کی بنیادوں پر اپنے اقتدار کی عمارتیں کھڑی کیا کرتے ہیں لہ اس کا باپ حکم گو فتح مکہ کے موقع پر اسلام لے آیا تھا مگر اسکے طور طریقے ایسے تھے کہ جو پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے انتہائی اذیت کا باعث ہوتے تھے۔ چنانچہ پیغمبر نے اسپر اور اسکی اولاد پر لعنت کی اور فرمایا کہ ویل لامتی من صلب هذا اسد الغابه۔ یعنی اسکی اولاد کے ہاتھوں میری امت تباہی کے دن دیکھے گی۔

آخر پیغمبرؐ نے اس کی بڑھتی ہوئی سازشوں کے پیش نظر اُسے مدینے سے وادی وج (طائف میں ایک جگہ ہے) کی طرف
نکلوا دیا، اور مروان بھی اس کے ساتھ چلتا بنا۔ اور پھر پیغمبرؐ نے زندگی بھر ان دونوں کو مدینہ نہ آنے دیا۔ حضرت
اور حضرت عمر نے بھی ایسا ہی کیا۔ لیکن حضرت عثمان نے اپنے عہد میں ان دونوں کو واپس بلوا لیا، اور مروان کو
عروج پر پہونچایا کہ گویا خلافت کی باگ ڈور اسی کے ہاتھوں میں ہے۔ اور پھر اسکے حالات اس طرح سازگار ہوئے
معاویہ ابن یزید کے مرنے کے بعد خلیفۃ المسلمین بن گیا لیکن ابھی نو مہینے اٹھارہ دن ہی حکومت کرتے ہوئے گزرے
تھے کہ ۳ ر رمضان ۶۵ھ میں ۶۳ برس کی عمر میں قضا نے اس طرح آ گھیرا کہ اس کی بیوی اسکے منہ پر تکیہ رکھ کر
اور اُسوقت تک الگ نہ ہوئی جب تک اس نے دم نہ توڑ دیا۔ اسکے چار بیٹوں کی طرف امیر المومنینؑ نے اشارہ کیا
وہ عبد الملک ابن مروان کے چار بیٹے ولید، سلیمان، یزید اور ہشام ہیں کہ جو عبد الملک کے بعد دیگرے
تخت خلافت پر بیٹھے اور اپنی خونچکاں داستانوں سے صفحات تاریخ رنگین کر گئے۔ اور بعض شارحین نے خود
صلبی بیٹے مراد لیئے ہیں جن کے نام یہ ہیں عبد الملک، عبد العزیز، بشر اور محمد۔ ان میں سے عبد الملک تو خلیفہ
اور عبد العزیز مصر کا، بشر عراق کا اور محمد جزیرہ کا والی قرار پایا۔

خطبہ (۷۲)

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا عَزَمُوا عَلٰى بَيْعَةِ عُثْمَانَ۔
لَقَدْ عَلِمْتُمْ اَنِّىْ اَحَقُّ النَّاسِ بِهَا مِنْ غَيْرِىْ۔ وَوَاللّٰهِ لَاُسْلِمَنَّ مَا سَلِمَتْ اُمُوْرُ الْمُسْلِمِيْنَ وَلَمْ يَكُنْ فِيْهَا جَوْرٌ اِلَّا عَلَىَّ خَاصَّةً اِلْتِمَاسًا لِاَجْرِ ذٰلِكَ وَفَضْلِهٖ، وَزُهْدًا فِيْمَا تَنَافَسْتُمُوْهُ مِنْ زُخْرُفِهٖ وَزِبْرِجِهٖ۔

حضرت علیہ السلام کے کلام کا کچھ حصہ۔ جب لوگوں نے عثمان کی بیعت کا ارادہ کیا تو آپ نے
تم جانتے ہو کہ مجھے اوروں سے زیادہ خلافت کا حق
ہے۔ خدا کی قسم! جبتک مسلمانوں کے امور کا نظم
برقرار رہے گا اور صرف میری ہی ذات ظلم و جور کا
بنتی رہے گی، میں خاموشی اختیار کرتا رہوں گا
(اس صبر پر) اللہ سے اجر و ثواب طلب
اور اس زیب و زینت اور آرائش کو
جس پر تم مٹے ہوئے ہو۔

خطبہ (۷۳)

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
لَمَّا بَلَغَهُ اتِّهَامُ بَنِي أُمَيَّةَ لَهُ بِالْمُشَارَكَةِ فِي دَمِ عُثْمَانَ۔
أَوَلَمْ يَنْهَ أُمَيَّةَ عِلْمُهَا بِي عَنْ قَرْفِي أَوَمَا وَزَعَ الْجُهَّالَ سَابِقَتِي عَنْ تُهَمَتِي وَلَمَا وَعَظَهُمُ اللَّهُ بِهِ أَبْلَغُ مِنْ لِسَانِي أَنَا حَجِيجُ الْمَارِقِينَ وَخَصِيمُ الْمُرْتَابِينَ وَعَلَى كِتَابِ اللَّهِ تُعْرَضُ الْأَمْثَالُ وَبِمَا فِي الصُّدُورِ تُجَازَى الْعِبَادُ۔

حضرت علیہ السلام کے کلام کا کچھ حصہ۔
جب آپ کو معلوم ہوا کہ بنی اُمیہ قتل عثمان میں شرکت کا الزام آپ پر رکھتے ہیں، تو ارشاد فرمایا۔
میرے متعلق سب کچھ جاننے بوجھنے نے بھی بنی اُمیہ کو مجھ پر افترا پردازیوں سے باز نہیں رکھا۔ اور نہ میری سبقت ایمانی اور دیرینہ اسلامی خدمات نے ان جاہلوں کو اتہام لگانے سے روکا اور جو اللہ نے (کذب و افترا کے متعلق) انھیں پند و نصیحت کی ہے، وہ میرے بیان سے کہیں بلیغ ہے۔ میں (ان) بے دینوں پر حجت لانے والا اور (دین میں) شک و شبہہ کرنے والوں کا فریق مخالف ہوں۔ اور قرآن پر پیش ہونا چاہیئے تمام مشتبہ باتوں کو۔ اور بندوں کو جیسی اُن کی نیت ہوگی ویسا ہی پھل ملے گا۔

خطبہ (۷۴)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
رَحِمَ اللَّهُ امْرَأً سَمِعَ حُكْمًا فَوَعَى۔ وَدُعِيَ إِلَى رَشَادٍ فَدَنَا وَأَخَذَ بِحُجْزَةِ هَادٍ فَنَجَا۔ رَاقَبَ رَبَّهُ۔ وَخَافَ ذَنْبَهُ قَدَّمَ خَالِصًا وَعَمِلَ صَالِحًا وَاكْتَسَبَ مَذْخُورًا وَاجْتَنَبَ مَحْذُورًا۔ رَمَى غَرَضًا وَأَحْرَزَ عِوَضًا كَابَرَ هَوَاهُ۔ وَكَذَّبَ مُنَاهُ جَعَلَ الصَّبْرَ مَطِيَّةَ نَجَاتِهِ وَالتَّقْوَى عُدَّةَ وَفَاتِهِ۔ رَكِبَ الطَّرِيقَةَ الْغَرَّاءَ،

حضرت علیہ السلام کے خطبہ کا کچھ حصہ۔
خدا اُس شخص پر رحم کرے جس نے حکمت کا کوئی کلمہ سنا تو اُسے گرہ میں باندھ لیا۔ ہدایت کی طرف اُسے بُلایا گیا تو دوڑ کر قریب ہوا۔ صحیح راہبر کا دامن تھام کر نجات پائی۔ اللہ کو ہر وقت نظروں میں رکھا، اور گناہوں سے خوف کھایا، عمل بے ریا پیش کیا، نیک کام کیے۔ ثواب کا ذخیرہ جمع کیا۔ بُری باتوں سے اجتناب برتا۔ صحیح مقصد کو پا لیا۔ اپنا اجر سمیٹ لیا۔ خواہشوں کا مقابلہ کیا۔ امیدوں کو جھٹلایا۔ صبر کو نجات کی سواری بنا لیا۔ موت کیلئے

وَ لَزِمَ الْمَحَجَّةَ الْبَيْضَاءَ اِغْتَنَمَ الْمَهَلَ وَ بَادَرَ الْاَجَلَ وَ تَزَوَّدَ مِنَ الْعَمَلِ

تقوے کا ساز و سامان کیا روشن راہ پر سوار ہوا۔ شاہراہ پر قدم جمائے۔ زندگی کی مہلت کو غنیمت جانا موت کی طرف قدم بڑھائے۔ اور عمل کا زاد ساتھ لیا۔

خطبہ (۷۵)

وَ مِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنَّ بَنِيْ اُمَيَّةَ لَيُفَوِّقُوْنَنِيْ تُرَاثَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ سَلَّمَ تَفْوِيْقًا وَ اللّٰهِ لَئِنْ بَقِيْتُ لَهُمْ لَاَنْفُضَنَّهُمْ نَفْضَ اللَّحَّامِ الْوِذَامَ التَّرِبَةَ (وَ يُرْوٰى التُّرَابَ الْوَذِمَةَ وَ هُوَ عَلَى الْقَلْبِ)

قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَيُفَوِّقُوْنَنِيْ اَيْ يُعْطُوْنَنِيْ مِنَ الْمَالِ قَلِيْلًا قَلِيْلًا كَفُوَاقِ النَّاقَةِ وَ هُوَ الْحَلْبَةُ الْوَاحِدَةُ مِنْ لَبَنِهَا وَ الْوِذَامُ جَمْعُ وَذَمَةٍ وَ هِيَ الْحُزَّةُ مِنَ الْكَرِشِ اَوِ الْكَبِدِ تَقَعُ فِي التُّرَابِ فَتُنْفَضُ۔

حضرت علیہ السلام کے ایک کلام کا کچھ حصہ

بنی امیہ مجھے محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ورثہ تھوڑا تھوڑا کر کے دیتے ہیں۔ خدا کی قسم! اگر میں زندہ رہا تو انھیں اس طرح جھاڑ پھینکوں گا، جس طرح قصاب خاک آلودہ گوشت کے ٹکڑے سے مٹی جھاڑ دیتا ہے۔

علامہ رضی فرماتے ہیں کہ ایک روایت میں الوذام التربۃ (خاک آلودہ گوشت کے ٹکڑے) کے بجائے التراب الوذمۃ (مٹی جو گوشت کے ٹکڑے میں بھر گئی ہو) آیا ہے یعنی صفت کی جگہ موصوف اور موصوف کی جگہ صفت رکھ دی گئی ہے۔ لیفوقوننی سے حضرت کی مراد یہ ہے کہ وہ مجھے تھوڑا تھوڑا کر کے دیتے ہیں جس طرح اونٹنی کو ذرا سا دودھ دوہ لیا جائے (اور پھر تھنوں کو اس کے بچے کے منہ سے لگا دیا جائے تاکہ وہ دوہے جانے کیلئے تیار ہو جائے) اور وذام، وذمہ کی جمع ہے جس کے معنی اوجھری یا جگر کے ٹکڑے کے ہیں جو خاک پر گر پڑے اور پھر مٹی اس سے جھاڑ دی جائے۔

خطبہ (۷۶)

وَ مِنْ كَلِمَاتٍ كَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَدْعُوْ بِهَا۔

امیر المومنین علیہ السلام کے دعائیہ کلمات

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ مَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ فَاِنْ عُدْتُ فَعُدْ عَلَيَّ بِالْمَغْفِرَةِ۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ مَا وَاَيْتُ مِنْ نَفْسِيْ وَلَمْ تَجِدْ لَهٗ وَفَاءً عِنْدِيْ۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ مَا تَقَرَّبْتُ بِهٖ اِلَيْكَ بِلِسَانِيْ ثُمَّ خَالَفَهٗ قَلْبِيْ۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ رَمَزَاتِ الْاَلْحَاظِ وَسَقَطَاتِ الْاَلْفَاظِ وَشَهَوَاتِ الْجَنَانِ وَهَفَوَاتِ اللِّسَانِ۔

اے اللہ! تو اُن چیزوں کو بخش دے جنھیں تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ اگر میں گناہ کی طرف پلٹوں تو تو اپنی مغفرت کے ساتھ پلٹ۔ بار الٰہا! جس عمل خیر کے بجالانے کا میں نے اپنے آپ سے وعدہ کیا تھا مگر تو نے اُسے پورا ہوتے ہوئے نہ پایا، اُسے بھی بخش دے۔ میرے اللہ! زبان سے نکلے ہوئے وہ کلمے، جن سے تیرا تقرب چاہا تھا مگر دل اُن سے ہمنوا نہ ہو سکا، اُن سے بھی درگزر کر۔ پروردگار تو آنکھوں کے (طنزیہ) اشاروں اور ناشائستہ کلموں اور دل کی (بُری) خواہشوں، اور زبان کی ہرزہ سرائیوں کو معاف کر دے۔

خطبہ (۷۷)

وَمِنْ كَلَامٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

قَالَهٗ لِبَعْضِ اَصْحَابِهٖ لَمَّا عَزَمَ عَلَى الْمَسِيْرِ اِلَى الْخَوَارِجِ فَقَالَ لَهٗ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنْ سِرْتَ فِيْ هٰذَا الْوَقْتِ خَشِيْتُ اَنْ لَا تَظْفَرَ بِمُرَادِكَ مِنْ طَرِيْقِ عِلْمِ النُّجُوْمِ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:—

اَتَزْعُمُ اَنَّكَ تَهْدِيْ اِلَى السَّاعَةِ الَّتِيْ مَنْ سَارَ فِيْهَا صُرِفَ عَنْهُ السُّوْءُ وَتُخَوِّفُ مِنَ السَّاعَةِ الَّتِيْ مَنْ سَارَ فِيْهَا حَاقَ بِهِ الضُّرُّ؟ فَمَنْ صَدَّقَ بِهٰذَا فَقَدْ كَذَّبَ الْقُرْاٰنَ وَاسْتَغْنٰى عَنِ الْاِعَانَةِ بِاللّٰهِ فِيْ نَيْلِ الْمَحْبُوْبِ وَدَفْعِ

حضرت علیہ السلام کے کلام کا کچھ حصہ۔

جب آپ نے جنگ خوارج کیلئے نکلنے کا ارادہ کیا تو ایک شخص نے کہا یا امیر المومنینؑ اگر آپ اس وقت نکلے تو علم نجوم کی رو سے مجھے اندیشہ ہے کہ آپ اپنے مقصد میں کامیاب و کامران نہ ہو سکیں گے جس پر آپ نے فرمایا کہ:—

کیا تمھارا یہ خیال ہو کہ تم اس گھڑی کا پتہ دیتے ہو کہ اگر کوئی اسمیں نکلے تو اُسکے لئے کوئی بُرائی نہ ہوگی۔ اور اس لمحے سے خبردار کرتے ہو کہ اگر کوئی اسمیں نکلے تو اُسے نقصان درپیش ہوگا۔ تو جس نے اُسے صحیح سمجھا اُس نے قرآن کو جھٹلایا اور مقصد کے پانے اور مصیبت کے دور کرنے میں اللہ کی مدد سے بے نیاز ہو گیا۔ تم اپنی (ان

الْمَكْرُوْهِ. وَتَبْتَغِیْ فِیْ قَوْلِكَ لِلْعَامِلِ بِاَمْرِكَ اَنْ یُّوْلِیَكَ الْحَمْدَ دُوْنَ رَبِّهٖ لِاَنَّكَ بِزَعْمِكَ اَنْتَ هَدَیْتَهٗ اِلَی السَّاعَةِ الَّتِیْ نَالَ فِیْهَا النَّفْعَ وَاَمِنَ الضُّرَّ. ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَیْهِ السَّلَامُ عَلَی النَّاسِ فَقَالَ:

اَیُّهَا النَّاسُ اِیَّاكُمْ وَتَعَلُّمَ النُّجُوْمِ اِلَّا مَا یُهْتَدٰی بِهٖ فِیْ بَرٍّ اَوْ بَحْرٍ فَاِنَّهَا تَدْعُوْ اِلَی الْكَهَانَةِ وَالْمُنَجِّمُ كَالْكَاهِنِ وَالْكَاهِنُ كَالسَّاحِرِ وَالسَّاحِرُ كَالْكَافِرِ وَالْكَافِرُ فِی النَّارِ سِیْرُوْا عَلَی اسْمِ اللّٰهِ.

باتوں سے یہ چاہتے ہو کہ جو تمہارے کہے پر عمل کرے وہ اللہ کو چھوڑ کر تمہارے گن گائے اسلئے کہ تم نے اپنے خیال میں اُس ساعت کا پتہ دیا کہ جو اسکے لئے فائدہ کا سبب اور نقصان سے بچاؤ کا ذریعہ ہوئی ... آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

اے لوگو! نجوم کے سیکھنے سے پرہیز کرو مگر اتنا کہ جس سے خشکی اور تری میں راستے معلوم کر سکو اسلئے کہ نجوم کا سیکھنا کہانت اور غیب گوئی کی طرف لے جاتا ہے اور منجم حکم میں مثل کاہن کے ہے اور کاہن مثل ساحر کے ہے اور ساحر مثل کافر کے ہے اور کافر کا ٹھکانا جہنم ہے۔ بس اللہ کا نام لے کر چل کھڑے ہو۔

سلہ جب امیر المومنینؑ نے خوارج کی شورشوں کو دبانے کے لئے نہروان کا ارادہ کیا تو عفیف ابن قیس نے ... عرض کیا کہ یہ ساعت اچھی نہیں ہے اگر آپ اسوقت روانہ ہوئے تو فتح و ظفر مندی کے بجائے شکست و ہزیمت اُٹھانا پڑے گی مگر حضرتؑ نے اسکی بات کو درخور اعتنا نہ سمجھا اور اسی وقت لشکر کو کوچ کا حکم دے دیا۔ اور نتیجہ میں خوارج کو ایسی شکست فاش ہوئی کہ اُنکے چار ہزار جنگجوؤں میں سے صرف نو آدمی بھاگ کر اپنی جان بچا سکے اور باقی کا صفایا ہو گیا۔ امیر المومنینؑ نے نجوم کے غلط و نادرست ہونے پر تین طرح سے استدلال فرمایا ہے پہلے یہ کہ اگر منجم کی باتوں کو درست مان لیا جائے تو قرآن کو جھٹلانا پڑے گا۔ کیونکہ منجم ستاروں کو دیکھ کر غیب میں چھپی ہوئی چیزوں کے جاننے کا ادعا کرتا ہے اور قرآن یہ کہتا ہے کہ قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب، الا اللہ یعنی آسمان و زمین کے بسنے والوں میں سے کوئی بھی غیب نہیں جانتا سوائے اللہ کے۔ دوسرے یہ کہ وہ اپنے زعم ناقص میں یہ سمجھ لیتا ہے کہ مستقبل کے حالات سے مطلع ہو کر اپنے نفع و نقصان کو جان سکتا ہے تو وہ اللہ کی طرف رجوع ہونے اور اس سے ... میں اپنے کو بے نیاز سمجھے گا۔ اور یہ اللہ سے بے اعتنائی اور اسکے مقابلہ میں خود اعتمادی ایک طرح کا زندقہ و الحاد ہے جو اللہ سے اُسکے توقعات کو ختم کر دیتا ہے۔ تیسرے یہ کہ اگر وہ کسی مقصد میں کامیاب ہو گا تو اس کامیابی کو ...

علم کا نتیجہ قرار دے گا۔ جس سے وہ اللہ کے بجائے خود اپنے نفس کو سراہے گا۔ اور اس سلسلہ میں جن کی راہنمائی کرے گا ان سے بھی یہی چاہے گا کہ وہ اللہ کے شکر گزار ہونے کے بجائے اسکے شکر گزار ہوں۔ یہ تمام چیزیں فن نجوم میں اس حد تک مداخلت سے نہیں روکتیں، جس حد تک نجوم کی تاثیر کو منجانب اللہ دواؤں کے طبعی اثر کے قبیل سے مانا جائے۔ جس میں قدرت الٰہی پھر بھی موانع پیدا کر کے سد راہ ہو سکتی ہے۔ ہمارے اکثر علمار اسلام جو علم نجوم میں مہارت حاصل کئے ہوئے تھے، وہ اسی بنار پر صحیح ہی کہ وہ اسکے نتائج کو قطعی نہ سمجھتے تھے۔

خطبہ (۷۸)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

بَعْدَ حَرْبِ الْجَمَلِ فِي ذَمِّ النِّسَاءِ!

مَعَاشِرَ النَّاسِ إِنَّ النِّسَاءَ نَوَاقِصُ الْإِيمَانِ نَوَاقِصُ الْحُظُوظِ نَوَاقِصُ الْعُقُولِ فَأَمَّا نُقْصَانُ إِيمَانِهِنَّ فَقُعُودُهُنَّ عَنِ الصَّلَوٰةِ وَالصِّيَامِ فِي أَيَّامِ حَيْضِهِنَّ وَأَمَّا نُقْصَانُ عُقُولِهِنَّ فَشَهَادَةُ امْرَأَتَيْنِ كَشَهَادَةِ الرَّجُلِ الْوَاحِدِ وَأَمَّا نُقْصَانُ حُظُوظِهِنَّ فَمَوَارِيثُهُنَّ عَلَى الْأَنْصَافِ مِنْ مَوَارِيثِ الرِّجَالِ فَاتَّقُوا شِرَارَ النِّسَاءِ. وَكُونُوا مِنْ خِيَارِهِنَّ عَلَى حَذَرٍ وَلَا تُطِيعُوهُنَّ فِي الْمَعْرُوفِ حَتَّى لَا يَطْمَعْنَ فِي الْمُنْكَرِ۔

حضرت علیہ السلام کے خطبہ سے کچھ حصہ۔

جنگ جمل سے فارغ ہونے کے بعد عورتوں کی مذمت میں فرمایا۔

اے لوگو! عورتیں ایمان میں ناقص، حصوں میں ناقص اور عقل میں ناقص ہوتی ہیں۔ نقص ایمان کا ثبوت یہ ہے کہ ایام کے دور میں نماز اور روزہ انھیں چھوڑنا پڑتا ہے اور ناقص العقل ہونے کا ثبوت یہ ہی کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہوتی ہے اور حصہ و نصیب میں کمی یوں ہی کہ میراث میں ان کا حصہ مردوں سے آدھا ہوتا ہے۔ بُری عورتوں سے ڈرو، اور اچھی عورتوں سے بھی چوکنا رہا کرو۔ تم ان کی اچھی باتیں بھی نہ مانو تاکہ آگے بڑھ کر وہ بُری باتوں کے منوانے پر نہ اُتر آئیں۔

۱؎ یہ خطبہ جنگ جمل کی تباہ کاریوں کے بعد ارشاد فرمایا اور چونکہ اس جنگ کی ہلاکت آفرینیاں ایک عورت کے حکم پر آنکھ بند کر کے چل پڑنے کا نتیجہ تھیں اسلئے اسمیں ان کے فطری نقائص اور ان کے وجوہ و اسباب کا ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ ان کی پہلی کمزوری یہ ہی کہ انھیں ہر مہینہ میں چند دنوں کیلئے نماز و روزہ سے دست بردار

ہونا پڑتا ہے، اور یہ اعمال سے علیحدگی ان کے ایمان کے نقص کی دلیل ہے۔ اگرچہ ایمان کے حقیقی معنی تصدیق قلبی
واعتقاد باطنی کے ہیں مگر بطور مجاز عمل و کردار پر بھی اسکا اطلاق ہوتا ہے۔ چونکہ اعمال ایمان کا آئینہ ہوتے
ہیں، لہذا اعمال کو بھی ایمان کا جزو قرار دیا جاتا ہے۔ چنانچہ امام علی ابن موسے الرضا سے مروی ہے کہ ان الایمان
هو التصديق بالقلب والاقرار باللسان والعمل بالارکان یعنی ایمان دل سے تصدیق، زبان سے اقرار
اور اعضا سے عمل کرنے کا نام ہے۔ دوسری کمزوری یہ ہے کہ ان کی فطری استعداد عقلی تصرفات کو پورے طور سے
قبول کرنے سے قاصر ہوتی ہے۔ لہذا ان کے میدان عمل کی وسعت کے لحاظ سے فطرت نے ان کو قوائے عقلیہ دیے
ہیں جو حمل، ولادت، رضاعت، تربیت اولاد اور امور خانہ داری میں ان کی رہنمائی کر سکیں۔ اور اسی ذہنی
وعقلی کمزوری کی بنا پر ان کی گواہی کو مرد کی گواہی کا درجہ نہیں دیا گیا۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے:
واستشهدوا شهيدين من رجالكم فان لم يكونا رجلين فرجل وامرأتان ممن ترضون من
الشهداء ان تضل احدهما فتذكر احدهما الاخرى۔ یعنی اپنے مردوں میں سے جنھیں تم گواہی کے لیے
پسند کرو دو مردوں کی گواہی لیا کرو اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں۔ اگر ایک بھول
جائے گی تو انہیں سے ایک دوسری کو یاد دلائے گی۔ تیسری کمزوری یہ ہے کہ ان کی میراث کا حصہ مرد کے حصہ
میراث سے نصف ہوتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:۔ یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین
یعنی خدا تمھاری اولاد کے بارے میں تمھیں وصیت کرتا ہے کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہوگا۔ اس سے عورت
کی کمزوری کا پتہ یوں چلتا ہے کہ میراث میں اسکا حصہ نصف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اسکی کفالت کا بار مرد پر ہوتا ہے
تو جب مرد کی حیثیت ایک کفیل و نگراں کی قرار پائی، تو نگرانی و سرپرستی کی محتاج صنف اپنی کمزوری کی خود آئینہ دار
ہوگی۔ ان کی فطری کمزوریوں کی طرف اشارہ کرنے کے بعد ان کی اندھا دھند پیروی اور غلط اطاعت کے مفاسد
ذکر کرتے ہیں کہ بری بات تو خیر بری ہوتی ہی ہے۔ اگر وہ کسی اچھی بات کیلئے بھی کہیں تو اسے اس طرح انجام
دینا چاہیے کہ انھیں یہ خیال ہونے لگے کہ یہ ان کی خاطر اور رضا جوئی کیلئے بجا لائی گئی ہے بلکہ اس طرح کہ وہ
سمجھ لیں کہ اس اچھے کام کو اسکے اچھے ہونے کی وجہ سے کیا گیا ہے اسمیں انکی خواہش و رضامندی کو کوئی دخل نہیں
اور اگر ان کو یہ وہم بھی ہو گیا کہ اسمیں انکی خوشنودی کو ملحوظ رکھا گیا ہے تو وہ ہاتھ پکڑتے ہوئے پہونچہ پکڑنے پر
آئیں گی اور یہ چاہنے لگیں گی کہ ان کی ہر بری سے بری بات کے آگے سر جھکایا جائے جس کا لازمی نتیجہ تباہی و بربادی
ہوگا۔ امیر المومنین علیہ السلام کے اس ارشاد کے متعلق علامہ محمد عبدہ تحریر کرتے ہیں کہ: ولقد قال الامام قولا

صدقتہ التجارب فی الاحقاب المتطاولۃ" امیرالمومنین علیہ السلام نے ایک ایسی بات کہہ دی ہے، کہ طویل صدیوں کے تجربے اس کی تصدیق کرتے ہیں۔

خطبہ (۷۹)

وَمِنْ کَلَامٍ لَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ

حضرت علیہ السلام کے کلام کا کچھ حصہ۔

اَیُّھَا النَّاسُ الزَّھَادَۃُ قِصَرُ الْاَمَلِ. وَالشُّکْرُ عِنْدَ النِّعَمِ. وَالْوَرَعُ عِنْدَ الْمَحَارِمِ. فَاِنْ عَزَبَ ذٰلِکَ عَنْکُمْ فَلَا یَغْلِبِ الْحَرَامُ صَبْرَکُمْ وَلَا تَنْسَوْا عِنْدَ النِّعَمِ شُکْرَکُمْ فَقَدْ اَعْذَرَ اللّٰہُ اِلَیْکُمْ بِحُجَجٍ مُّسْفِرَۃٍ ظَاھِرَۃٍ وَکُتُبٍ بَارِزَۃِ الْعُذْرِ وَاضِحَۃٍ۔

اے لوگو! اُمیدوں کو کم کرنا، نعمتوں پر شکر ادا کرنا، اور حرام چیزوں سے دامن بچانا ہی زہد و ورع ہے۔ اگر (دامن اُمید کو سمیٹنا) تمہارے لئے مشکل ہو جائے، تو اتنا تو ہو کہ حرام تمہارے صبر و شکیب پر غالب نہ آ جائے، اور نعمتوں کے وقت شکر کو بھول نہ جاؤ۔ خداوند عالم نے روشن اور کھلی ہوئی دلیلوں سے اور حجت تمام کرنے والی واضح کتابوں کے ذریعے تمہارے لئے حیل و حجت کا موقع نہیں رہنے دیا۔

خطبہ (۸۰)

وَمِنْ کَلَامٍ لَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ

حضرت علیہ السلام کے کلام کا کچھ حصہ۔

فِیْ صِفَۃِ الدُّنْیَا.

جسے دنیا کی صفت میں (ارشاد) فرمایا۔

مَا اَصِفُ مِنْ دَارٍ اَوَّلُھَا عَنَاءٌ وَاٰخِرُھَا فَنَاءٌ. فِیْ حَلَالِھَا حِسَابٌ وَفِیْ حَرَامِھَا عِقَابٌ. مَنِ اسْتَغْنٰی فِیْھَا فُتِنَ. وَمَنِ افْتَقَرَ فِیْھَا حَزِنَ. وَمَنْ سَاعَاھَا فَاتَتْہُ وَمَنْ قَعَدَ عَنْھَا وَاتَتْہُ وَمَنْ اَبْصَرَ بِھَا بَصَّرَتْہُ. وَمَنْ اَبْصَرَ اِلَیْھَا اَعْمَتْہُ.

میں اس دار دنیا کی حالت کیا بیان کروں کہ جس کی ابتدا رنج اور انتہا فنا ہو جسکے حلال میں حساب اور حرام میں سزا و عقاب ہو۔ یہاں اگر کوئی غنی ہو تو اسے فتنوں سے واسطہ اور فقیر ہو تو حزن و ملال سے سابقہ رہے جو دنیا کیلئے سعی و کوشش میں لگا رہتا ہے اسکی دنیوی آرزوئیں بڑھتی ہی جاتی ہیں اور جو کوششوں سے ہاتھ اُٹھا لیتا ہے

(اقول: واذا تأمل المتأمل قوله عليه السلام «من ابصر بها بصّرته» وجد تحته من المعنى العجيب والغرض البعيد ما لا تبلغ غايته ولا يدرك غوره. ولا سيما اذا قرن اليه قوله: «ومن ابصر اليها اعمته» فانه يجد الفرق بين ابصر بها وابصر اليها واضحا نيّرا وعجيبا باهرا)۔

دنیا خود ہی اُس سے سازگار ہو جاتی ہے۔ جو شخص دنیا کو عبرتوں کا آئینہ سمجھ کر دیکھتا ہے تو وہ اُسکی آنکھوں کو روشن و بینا کر دیتی ہے اور جو صرف دنیا ہی پر نظر رکھتا ہے تو وہ اُسے کور و نابینا بنا دیتی ہے۔ (علامہ رضی کہتے ہیں کہ اگر غور و فکر کرنے والا حضرت کے اس ارشاد "من ابصر بہا بصرتہ" "جو اس دنیا کو عبرت حاصل کرنے کیلئے دیکھے تو وہ اُسے بصیر و بینا بنا دیتی ہے" کو دقت و غور کی نگاہ سے دیکھے تو وہ اُسمیں عجیب و غریب معنی اور گہرے مطالب پائے گا۔ کہ نہ اُسکی انتہا تک پہونچ اور نہ اُسکے گہراؤ تک رسائی ہو سکتی ہے خصوصاً اُسکے ساتھ یہ جملہ "ومن ابصر الیہا اعمتہ" "اور جو صرف دنیا کو دیکھتا ہے تو وہ اُس سے آنکھوں کی روشنی چھین لیتی ہے" بھی ملا یا جائے تو ابصر بہا اور ابصر الیہا میں فرق واضح محسوس کرے گا اور حیرت سے اُسکی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔

لہ "دنیا کی ابتدا مشقت اور انتہا ہلاکت ہے" یہ جملہ اسی حقیقت کا ترجمان ہے جسے قرآن نے لقد خلقنا الانسان فی کبد (ہم نے انسان کو تعب و مشقت میں رہنے والا پیدا کیا ہے) کی لفظوں میں پیش کیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ انسان کے دور حیات کی کروٹیں شکم مادر کی تنگنائیوں سے لے کر فضائے عالم کی وسعتوں تک کہیں بھی سکون و قرار سے ہمکنار نہیں ہوتیں جب زندگی آشنا ہوتا ہے تو وہ اپنے کو ایک ایسے تیرہ و تار زندان میں جکڑا ہوا پاتا ہے کہ جہاں نہ ہاتھ پیروں کو جنبش دے سکتا ہے اور نہ پہلو بدل سکتا ہے۔ اور جب ان جکڑ بندیوں سے چھٹکارا پا کر دنیا میں آتا ہے تو مختلف صعوبتوں کے دور سے اسے گزرنا پڑتا ہے۔ ابتدا میں نہ زبان سے بول سکتا ہے کہ اپنے دکھ درد کو بیان کر سکے اور نہ اعضا و جوارح میں سکت ہوتی ہے کہ اپنی ضرورتوں کو پورا کر سکے صرف اُسکی دبی ہوئی سسکیاں اور اشکوں کی روانیاں ہی اسکی ضروریات کا احساس اور اسکے رنج و قلق کی ترجمانی کرتی ہیں۔ اس دور سے گزرنے کے بعد جب تعلیم و تربیت کی منزل میں قدم رکھتا ہے تو بات بات پر ڈانٹ ڈپٹ کی آوازیں اُسکا خیر مقدم کرتی ہیں ہر وقت خوف زدہ اور سہما ہوا دکھائی دیتا ہے۔ جب اس دور محکومیت سے نجات پاتا ہے تو اہل و عیال کی بندشوں اور معاش کی فکروں میں گھر جاتا ہے جہاں کبھی ہم پیشہ لوگوں سے چپقلش، کبھی دشمنوں سے ٹکراؤ، کبھی حوادث زمانہ کا مقابلہ، کبھی بیماریوں کا حملہ اور کبھی اولاد کا صدمہ سہتا رہتا ہے یہاں تک کہ بڑھاپا لاچاریوں اور بے بسیوں کے پیغام لے کر آ پہونچتا ہے۔ اور آخر دل میں حسرت و اندوہ لئے

اس جہان فانی کو خیر باد کہہ دیتا ہے ــــ پھر اس دنیا کے متعلق فرماتے کہ اسکی حلال چیزوں میں حساب کی موشگافیاں اور حرام چیزوں میں عقاب کی سختیاں ہیں جس سے خوشگوار لذتیں بھی اسکے کام و دہن میں تلخی پیدا کر دیتی ہیں اگر اس دنیا میں مال و دولت کی فراوانی ہو تو انسان ایک ایسے چکر میں پڑ جاتا ہے کہ جس سے راحت و سکون کو کھو بیٹھتا ہے اور اگر تنگدستی و ناداری ہو تو دولت کے غم میں گھلا جاتا ہے۔ اور جو اس دنیا کیلئے تگ و دو میں لگا رہتا ہے اسکی آرزوؤں کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ ایک امید بر آتی ہے تو دوسری آرزو کو پورا کرنے کی ہوس دامنگیر ہو جاتی ہے۔ اس دنیا کی مثال سایہ کی طرح ہے کہ اگر اسکے پیچھے دوڑو تو وہ آگے بھاگتا ہے، اور اگر اس سے دامن چھڑا کر پیچھے بھاگو تو وہ پیچھے دوڑنے لگتا ہے۔ یونہی جو اس دنیا کے پیچھے نہیں دوڑتا، تو وہ خود اسکے پیچھے دوڑتی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جو حرص و ہوس کے پھندوں کو توڑ کر بے جا دنیا طلبی سے دست کش ہو جاتا ہے، دنیا اسے بھی حاصل ہوتی ہے اور وہ اس سے محروم نہیں کر دیا جاتا۔ لہذا جو شخص دنیا کی سطح سے بلند ہو کر دنیا کو دیکھے اور اسکے احوال و واردات سے عبرت حاصل کرے اور اسکی نیرنگیوں اور بوقلمونیوں سے صانع عالم کی قدرت، تدبیر و حکمت اور رحمت و رافت اور اس کی ربوبیت کا پتہ لگائے تو اس کی آنکھیں روشن و بینا ہو جائیں گی۔ اور جو شخص صرف دنیا کی رنگینیوں میں کھویا رہتا ہے اور اسکی آرائشوں پر مرمٹتا ہے تو وہ دیدہ و دل کی روشنی کھو کر اسکی اندھیاریوں ہی میں بھٹکتا رہتا ہے۔ اسی لئے قدرت نے ایسی نظروں سے دنیا کو دیکھنے سے منع فرمایا ہے:۔ لا تمدن عینیک الی ما متعنا به ازواجا منهم زهرة الحيوة الدنيا لنفتنهم فيه "کچھ لوگوں کو ہم نے زندگانی دنیا کی شادابی سے بہرہ مند کیا ہے تاکہ ان کو اس سے آزمائیں۔ تم اس متاع دنیا کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھو۔"

خطبہ (۸۱)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَتُسَمَّى بِالْغَرَّاءِ وَهِيَ مِنَ الْخُطَبِ الْعَجِيبَةِ۔

حضرت علیہ السلام کے خطبہ سے کچھ حصہ۔ اس خطبہ کا نام خطبہ غراء ہے جو امیر المومنین علیہ السلام کے عجیب و غریب خطبوں میں شمار ہوتا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي عَلَا بِحَوْلِهِ۔ وَدَنَا بِطَوْلِهِ۔ مَانِحِ كُلِّ غَنِيمَةٍ وَفَضْلٍ۔ وَكَاشِفِ كُلِّ عَظِيمَةٍ وَأَزْلٍ۔ أَحْمَدُهُ عَلَى عَوَاطِفِ

تمام حمد اس اللہ کیلئے ہے جو اپنی طاقت کے اعتبار سے بلند، اپنی بخشش کے لحاظ سے قریب ہے۔ ہر نفع و زیادتی کا عطا کرنیوالا اور ہر مصیبت و ابتلا کا دور کرنیوالا ہے میں اس کے

كَرَمِهِ - وَسَوَابِغِ نِعَمِهِ - وَأُومِنُ بِهِ
أَوَّلًا بَادِيًا - وَأَسْتَهْدِيهِ قَرِيبًا هَادِيًا
وَأَسْتَعِينُهُ قَاهِرًا قَادِرًا - وَأَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ
كَافِيًا نَاصِرًا - وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ
أَرْسَلَهُ لِإِنْفَاذِ أَمْرِهِ وَإِنْهَاءِ عُذْرِهِ
وَتَقْدِيمِ نُذُرِهِ -
أُوصِيكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ بِتَقْوَى اللّٰهِ الَّذِي
ضَرَبَ لَكُمُ الْأَمْثَالَ وَوَقَّتَ لَكُمُ الْآجَالَ
وَأَلْبَسَكُمُ الرِّيَاشَ وَأَرْفَغَ لَكُمُ الْمَعَاشَ
وَأَحَاطَكُمْ بِالْإِحْصَاءِ - وَأَرْصَدَ لَكُمُ
الْجَزَاءَ - وَآثَرَكُمْ بِالنِّعَمِ السَّوَابِغِ وَ
الرِّفَدِ الرَّوَافِغِ وَأَنْذَرَكُمْ بِالْحُجَجِ
الْبَوَالِغِ - وَأَحْصَاكُمْ عَدَدًا - وَوَظَّفَ
لَكُمْ مُدَدًا فِي قَرَارِ خِبْرَةٍ وَدَارِ عِبْرَةٍ
أَنْتُمْ مُخْتَبَرُونَ فِيهَا وَمُحَاسَبُونَ عَلَيْهَا
فَإِنَّ الدُّنْيَا رَنِقٌ مَشْرَبُهَا رَدِغٌ مَشْرَعُهَا
يُونِقُ مَنْظَرُهَا وَيُوبِقُ مَخْبَرُهَا - غُرُورٌ
حَائِلٌ وَضَوْءٌ آفِلٌ وَظِلٌّ زَائِلٌ - وَ
سِنَادٌ مَائِلٌ - حَتَّى إِذَا أَنِسَ نَافِرُهَا -
وَاطْمَأَنَّ نَاكِرُهَا قَمَصَتْ بِأَرْجُلِهَا - وَ
قَنَصَتْ بِأَحْبُلِهَا - وَأَقْصَدَتْ بِأَسْهُمِهَا
وَأَعْلَقَتِ الْمَرْءَ أَوْهَاقَ الْمَنِيَّةِ - قَائِدَةً

نوازشوں اور نعمتوں کی فراوانیوں کی بناپر اسکی حمد
کرتا ہوں میں اُسپر ایمان رکھتا ہوں چونکہ وہ اول و
اور اُس سے ہدایت چاہتا ہوں چونکہ وہ قریب اور
ہے اور اُس سے مدد چاہتا ہوں چونکہ وہ قادر و توانا
اور اُسپر بھروسا کرتا ہوں چونکہ وہ ہر طرح کی کفایت
اعانت کرنیوالا ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد
علیہ وآلہ وسلم اُسکے عبد و رسول ہیں جنھیں احکام کے
اور حجت کے اتمام اور عبرتناک واقعات پیش کرکے
سے متنبہ کردینے کے لئے بھیجا۔
خدا کے بندو! میں تمھیں اُس اللہ سے ڈرنے کی
کرتا ہوں جس نے تمھارے (سمجھانے کیلئے) مثالیں پیش
اور تمھاری زندگی کے اوقات مقرر کئے۔ تمھیں (رنگارنگ
لباسوں سے ڈھانپا اور تمھارے رزق کا سامان فراوان
اُس نے تمھارا پورا جائزہ لے رکھا ہے اور تمھارے لئے
مقرر کی ہے اور تمھیں اپنی وسیع نعمتوں اور فراخ عطیوں
سے نوازا اور موثر دلیلوں سے متنبہ کردیا ہے۔ وہ
ایک کرکے تمھیں گن چکا ہے اور اس مقام آزمائش
عبرت میں اُس نے تمھاری عمریں مقرر کردی ہیں۔
تمھاری آزمائش ہے۔ اور اسکی درآمد برآمد پر تمھارا
ہوگا۔ اس دنیا کا گھاٹ گندلا اور سیراب ہونے کی
کیچڑ سے بھری ہوئی ہے۔ اسکا ظاہر خوشنما اور با
تباہ کن ہے۔ یہ ایک مٹ جانے والا دھوکا، غرو
ہوجانے والی روشنی، ڈھل جانے والا سایہ

لَهُ إِلَى ضَنْكِ الْمَضْجَعِ۔ وَوَحْشَةِ الْمَرْجِعِ
وَمُعَايَنَةِ الْمَحَلِّ وَثَوَابِ الْعَمَلِ۔ وَكَذٰلِكَ
الْخَلَفُ يَعْقُبُ السَّلَفَ۔ لَا تُقْلِعُ الْمَنِيَّةُ
اخْتِرَامًا وَلَا يَرْعَوِي الْبَاقُونَ اجْتِرَامًا
يَحْتَذُونَ مِثَالًا وَيَمْضُونَ أَرْسَالًا إِلَى
غَايَةِ الْإِنْتِهَاءِ وَصَيُّورِ الْفَنَاءِ حَتّٰى إِذَا
تَصَرَّمَتِ الْأُمُورُ وَتَقَضَّتِ الدُّهُورُ
وَأَزِفَ النُّشُورُ أَخْرَجَهُمْ مِنْ ضَرَائِحِ
الْقُبُورِ وَأَوْكَارِ الطُّيُورِ۔ وَأَوْجِرَةِ السِّبَاعِ
وَمَطَارِحِ الْمَهَالِكِ سِرَاعًا إِلَى أَمْرِهِ۔
مُهْطِعِينَ إِلَى مَعَادِهِ۔ رَعِيلًا صُمُوتًا
قِيَامًا صُفُوفًا يَنْفُذُهُمُ الْبَصَرُ وَيُسْمِعُهُمُ
الدَّاعِي۔ عَلَيْهِمْ لَبُوسُ الْإِسْتِكَانَةِ۔ وَ
ضَرَعُ الْإِسْتِسْلَامِ وَالذِّلَّةِ۔ قَدْ ضَلَّتِ
الْحِيَلُ۔ وَانْقَطَعَ الْأَمَلُ۔ وَهَوَتِ الْأَفْئِدَةُ
كَاظِمَةً۔ وَخَشَعَتِ الْأَصْوَاتُ مُهَيْنِمَةً
وَأَلْجَمَ الْعَرَقُ۔ وَعَظُمَ الشَّفَقُ وَأُرْعِدَتِ
الْأَسْمَاعُ لِزَبْرَةِ الدَّاعِي إِلَى فَصْلِ الْخِطَابِ
وَمُقَايَضَةِ الْجَزَاءِ وَنَكَالِ الْعِقَابِ۔ وَ
نَوَالِ الثَّوَابِ۔ عِبَادٌ مَخْلُوقُونَ اقْتِدَارًا۔
وَمَرْبُوبُونَ اقْتِسَارًا وَمَقْبُوضُونَ
احْتِضَارًا۔ وَمُضَمَّنُونَ أَجْدَاثًا۔ وَكَائِنُونَ
رُفَاتًا۔ وَمَبْعُوثُونَ أَفْرَادًا۔ وَمَدِينُونَ

جھکا ہوا ستون ہے۔ جب اس سے نفرت کرنے والا اس سے
دل لگا لیتا ہے اور اجنبی اس سے مطمئن ہو جاتا ہے، تو یہ اپنے
پیروں کو اُٹھا کر زمین پر دے مارتی ہے اور اپنے جال میں پھانس
لیتی ہے اور اپنے تیروں کا نشانہ بنا لیتی ہے اور اسکے گلے میں
موت کا پھندا ڈال کر تنگ و تار قبر اور وحشتناک منزل تک
لے جاتی ہے کہ جہاں سے وہ اپنا ٹھکانا (جنت یا دوزخ)
دیکھ لے اور اپنے کئے کا نتیجہ پا لے۔ بعد میں آنے والوں کی
حالت بھی اگلوں کی سی ہے نہ موت کاٹ چھانٹ سے منھ
موڑتی ہے اور نہ باقی رہنے والے گناہ سے باز آتے ہیں۔ باہم
ایک دوسرے کے طور طریقوں کی پیروی کرتے ہیں اور یکے
بعد دیگرے منزل منتہا و مقام فنا تک بڑھ رہے ہیں یہاں
تک کہ جب تمام معاملات ختم ہو جائیں گے اور دنیا کی عمر
تمام ہو جائے گی، اور قیامت کا ہنگام آ جائے گا تو اللہ
سب کو قبر کے گوشوں، پرندوں کے گھونسلوں، درندوں کے
بھٹوں اور ہلاکت گاہوں سے نکالے گا۔ گروہ در گروہ،
صامت و ساکت، ایستادہ و صف بستہ امر الٰہی کی طرف
بڑھتے ہوئے اور اپنی جائے بازگشت کی جانب دوڑتے
ہوئے، نگاہ قدرت ان پر حاوی اور پکارنے والے کی
آواز ان سب کے کان میں آتی ہوئی ہوگی۔ وہ ضعف و
بے چارگی کا لباس پہنے ہوئے ہونگے، اور عجز و بے کسی
کی وجہ سے ذلت اُن پر چھائی ہوئی ہوگی۔ حیلے اور تدبیریں
غائب، اور اُمیدیں منقطع ہو چکی ہونگی۔ دل مایوسانہ
خاموشیوں کے ساتھ بیٹھے ہوں گے۔ آوازیں دب کر

جزاءً۔ وممیّزون حساباً۔ قد اُمہلوا
فی طلبِ المخرج وھُدوا سبیلَ المنہج
وعُمّروا مہلَ المستعتب۔ وکُشفت
عنھم سُدفُ الرّیب وخُلّوا لمضمارِ
الجیادِ۔ ورویّۃِ الارتیادِ۔ واَناۃِ
المقتبسِ المرتادِ فی مدّۃِ الاجلِ و
مضطربِ المھلِ۔ فیا لھا اَمثالاً
صائبۃً۔ ومواعظَ شافیۃً لو صادفت
قلوباً زاکیۃً واسماعاً واعیۃً۔ وآراءً
عازمۃً والباباً حازمۃً۔ فاتّقوا اللہ
تقیّۃَ من سمع فخشع واقترف فاعترف
ووجل فعمل وحاذر فبادر۔ وایقن
فاحسن۔ وعُبّر فاعتبر۔ وحُذّر فازدجر
واجاب فاناب۔ ورجع فتاب۔ واقتدیٰ
فاحتذیٰ۔ واُریَ فرایٰ فاسرع طالباً
ونجا ھارباً فافاد ذخیرۃً واطاب
سریرۃً۔ وعمّر معاداً۔ واستظھر
زاداً۔ لیوم رحیلہ۔ ووجہ سبیلہ۔
وحال حاجتہ۔ وموطنِ فاقتہ۔ وقدّم
اَمامہ لدارِ مقامہ۔ فاتّقوا اللہ عبادَ
اللہ جھۃَ ما خلقکم لہٗ۔ واحذروا منہ
کُنہَ ما حذّرکم من نفسہ واستحقّوا
منہ ما اعدّ لکم بالتنجّز لصدقِ میعادہ

خاموش ہو جائیں گی۔ پسینہ مُنہ میں پھندا ڈال دے گا۔ اور
بڑھ جائے گی۔ اور جب انھیں آخری فیصلہ سنانے
معاوضہ دینے، اور عذاب عقوبت اور اجر و ثواب کیلئے
جائے گا تو پکارنے والے کی گرج دار آواز سے کان
یہ بندے اُسکے اقتدار کا ثبوت دینے کیلئے وجود میں
غلبہ و تسلط کے ساتھ اُنکی تربیت ہوتی ہے۔ نزع کے
روحیں قبض کر لی جاتی ہیں اور قبروں میں رکھ دیے جاتے
یہ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور (پھر) قبروں سے اکیلے
جائیں گے اور عملوں کے مطابق جزا پائیں گے۔ اور سب
الگ حساب دینا ہوگا۔ انھیں دنیا میں رہتے ہوئے گلو
موقع دیا گیا تھا اور سیدھا راستہ بھی دکھایا جا چکا تھا
اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے مہلت بھی دی گئی
شک و شبہات کی تاریکیاں ان سے دور کر دی گئی تھیں اور
مدت حیات و آماجگاہ عمل میں انھیں کھلا چھوڑ دیا گیا
تاکہ آخرت میں دوڑ لگانے کی تیاری، اور سوچ بچار
کی تلاش کر لیں، اور اتنی مہلت پائیں جتنی فوائد کے حاصل
اور اپنی آئندہ منزل کا سامان کرنے کیلئے ضروری
ہی صحیح مثالیں اور شفا بخش نصیحتیں ہیں۔ بشرطیکہ انھیں
دل اور سننے والے کان اور مضبوط رائیں اور ہوشیار عقلیں
ہوں۔ اللہ سے ڈرو، اس شخص کے مانند جس نے نصیحت
کو سنا تو جھک گیا، گناہ کیا تو اُسکا اعتراف کیا، ڈرا تو
خوف کیا تو نیکیوں کی طرف بڑھا۔ قیامت کا یقین کیا
اچھے اعمال بجا لایا۔ عبرتیں دلائی گئیں، تو اس نے

وَالحَذَرِ مِنْ هَوْلِ مَعَادِهِ۔

وَ "مِنْهَا"، جَعَلَ لَكُمْ اَسْمَاعًا لِتَعِيَ مَاعَنَاهَا۔ وَاَبْصَارًا لِتَجْلُوَ عَنْ عَشَاهَا وَاَشْلَاءً جَامِعَةً لِاَعْضَائِهَا۔ مُلَائِمَةً لِاَحْنَائِهَا فِي تَرْكِيبِ صُوَرِهَا وَمُدَدِ عُمُرِهَا بِاَبْدَانٍ قَائِمَةٍ بِاَرْفَاقِهَا وَ قُلُوبٍ رَائِدَةٍ لِاَرْزَاقِهَا فِي مُجَلِّلَاتِ نِعَمِهِ۔ وَمُوجِبَاتِ مِنَنِهِ۔ وَحَوَاجِزِ عَافِيَتِهِ۔ وَقَدَّرَ لَكُمْ اَعْمَارًا سَتَرَهَا عَنْكُمْ۔ وَخَلَّفَ لَكُمْ عِبَرًا مِنْ آثَارِ الْمَاضِينَ قَبْلَكُمْ مِنْ مُسْتَمْتَعِ خَلَاقِهِمْ وَمُسْتَفْسَحِ خَنَاقِهِمْ۔ اَرْهَقَتْهُمُ الْمَنَايَا دُونَ الْآمَالِ۔ وَشَذَّبَهُمْ عَنْهَا تَخَرُّمُ الْآجَالِ۔ لَمْ يَمْهَدُوا فِي سَلَامَةِ الْاَبْدَانِ وَلَمْ يَعْتَبِرُوا فِي اُنُفِ الْاَوَانِ۔ فَهَلْ يَنْتَظِرُ اَهْلُ بَضَاضَةِ الشَّبَابِ اِلَّا حَوَانِيَ الْهَرَمِ۔ وَاَهْلُ غَضَارَةِ الصِّحَّةِ اِلَّا نَوَازِلَ السَّقَمِ۔ وَاَهْلُ مُدَّةِ الْبَقَاءِ اِلَّا آوِنَةَ الْفَنَاءِ مَعَ قُرْبِ الزِّيَالِ وَ اُزُوفِ الْاِنْتِقَالِ وَعَلَزِ الْقَلَقِ۔ وَاَلَمِ الْمَضَضِ وَغُصَصِ الْجَرَضِ۔ وَ تَلَفُّتِ الْاِسْتِغَاثَةِ بِنُصْرَةِ الْحَفَدَةِ وَالْاَقْرِبَاءِ وَالْاَعِزَّةِ وَالْقُرَنَاءِ۔ فَهَلْ دَفَعَتِ الْاَقَارِبُ

حاصل کی۔ اور خوف دلایا گیا تو برائیوں سے رُک گیا۔ اور (اللہ کی پکار پر) لبیک کہی، تو پھر اُسکی طرف رُخ موڑ لیا۔ اور اُسکی طرف توبہ و انابت کے ساتھ متوجہ ہوا۔ (اگلوں کی) پوری پوری پیروی کی اور حق کے دکھائے جانے پر اُسے دیکھ لیا۔ ایسا شخص طلب حق کیلئے سرگرم عمل رہا، اور (دنیا کے بندھنوں سے) چھوٹ کر بھاگ کھڑا ہوا۔ اُس نے اپنے لئے ذخیرہ فراہم کیا، اور باطن کو پاک و صاف رکھا اور آخرت کا گھر آباد کر لیا۔ سفر آخرت اور اُسکی راہ نوردی کیلئے اور احتیاج کے مواقع، اور فقر و فاقہ کے مقامات کے پیش نظر اس نے زاد اپنے ہمراہ بار کر لیا ہے۔ اللہ کے بندو! اپنے پیدا ہونے کی غرض و غایت کے پیش نظر اُس سے ڈرتے رہو، اور جس حد تک اُس نے تمھیں ڈرایا ہے اُس حد تک اُس سے خوف کھاتے رہو۔ اور اس سے اُسکے سچے وعدے کا ایفا چاہتے ہوئے اور ہولِ قیامت سے ڈرتے ہوئے اُن چیزوں کا استحقاق پیدا کرو، جو اُس نے تمھارے لئے مہیا کر رکھی ہیں۔

اسی خطبہ میں کے یہ بھی الفاظ ہیں:۔ اُس نے تمھارے لئے کان بنائے تاکہ ضروری اور اہم چیزوں کو سُنکر محفوظ رکھیں۔ اور اُس نے تمھیں آنکھیں دی ہیں تاکہ وہ کوری و بے بصری سے نکل کر روشن و ضیا بار ہوں۔ اور جسم کے مختلف حصے جن میں سے ہر ایک میں بہت سے اعضا ہیں جنکے پیچ و خم اُن کی مناسبت سے ہیں اپنی صورتوں کی ترکیب اور عمر کی مدتوں کے تناسب کے ساتھ ساتھ۔ ایسے بدنوں کے ساتھ جو اپنی ضروریات کو پورا کر رہے ہیں اور ایسے دلوں کے ساتھ ہیں،

أَوْ نَفَعَتِ النَّوَاحِبُ وَقَدْ غُودِرَ فِي مَحَلَّةِ
الْأَمْوَاتِ رَهِيناً۔ وَفِي ضِيقِ الْمَضْجَعِ
وَحِيداً۔ قَدْ هَتَكَتِ الْهَوَآمُّ جِلْدَتَهُ وَ
أَبْلَتِ النَّوَاهِكُ جِدَّتَهُ۔ وَعَفَتِ الْعَوَاصِفُ
آثَارَهُ۔ وَمَحَا الْحَدَثَانُ مَعَالِمَهُ وَصَارَتِ
الْأَجْسَادُ شَحِبَةً بَعْدَ بَضَّتِهَا، وَالْعِظَامُ
نَخِرَةً بَعْدَ قُوَّتِهَا وَالْأَرْوَاحُ مُرْتَهَنَةً
بِثِقَلِ أَعْبَآئِهَا مُوقِنَةً بِغَيْبِ أَنْبَآئِهَا
لَا تُسْتَزَادُ مِنْ صَالِحِ عَمَلِهَا، وَلَا
تُسْتَعْتَبُ مِنْ سَيِّئِ زَلَلِهَا أَوَلَسْتُمْ أَبْنَاءَ
الْقَوْمِ وَالْآبَاءَ، وَإِخْوَانَهُمْ وَالْأَقْرِبَاءَ۔
تَحْتَذُونَ أَمْثِلَتَهُمْ، وَتَرْكَبُونَ قِدَّتَهُمْ
وَتَطَاءُونَ جَادَّتَهُمْ۔ فَالْقُلُوبُ قَاسِيَةٌ
عَنْ حَظِّهَا۔ لَاهِيَةٌ عَنْ رُشْدِهَا سَالِكَةٌ
فِي غَيْرِ مِضْمَارِهَا۔ كَأَنَّ الْمَعْنِيَّ سِوَاهَا وَ
كَأَنَّ الرُّشْدَ فِي إِحْرَازِ دُنْيَاهَا۔ وَاعْلَمُوا
أَنَّ مَجَازَكُمْ عَلَى الصِّرَاطِ وَمَزَالِقِ دَحْضِهِ
وَأَهَاوِيلِ زَلَلِهِ۔ وَتَارَاتِ أَهْوَالِهِ۔ فَاتَّقُوا
اللّٰهَ عِبَادَ اللّٰهِ تَقِيَّةَ ذِي لُبٍّ شَغَلَ التَّفَكُّرُ
قَلْبَهُ۔ وَأَنْصَبَ الْخَوْفُ بَدَنَهُ، وَأَسْهَرَ
التَّهَجُّدُ غِرَارَ نَوْمِهِ وَأَظْمَأَ الرَّجَاءُ
هَوَاجِرَ يَوْمِهِ وَظَلَفَ الزُّهْدُ شَهَوَاتِهِ،
وَأَوْجَفَ الذِّكْرُ بِلِسَانِهِ وَقَدَّمَ الْخَوْفَ

جو اپنی غذائے روحانی کی تلاش میں لگے رہتے ہیں علاوہ ا
بڑی نعمتوں اور احسانمند بنانے والی بخششوں اور سلامتی
حصاروں کے اور اس نے تمہاری عمریں مقرر کر دی ہیں جو
تم سے مخفی رکھا ہے اور گزشتہ لوگوں کے حالات و اتفاقات
تمہارے لئے عبرت آموزی کے مواقع رکھ چھوڑے ہیں
لوگ جو اپنے حظ و نصیب سے لذت اندوز تھے اور کھلے بندوں
آزاد پھرتے تھے کس طرح امیدوں کے بر آنے سے پہلے
نے انھیں جا لیا اور عمر کے ہاتھ نے انھیں ان امیدوں سے
دور کر دیا۔ اسوقت انھوں نے کچھ سامان نہ کیا کہ جب بدن
تندرست تھے، اور اسوقت عبرت و نصیحت حاصل نہ کی کہ
جب جوانی کا دور تھا۔ کیا یہ بھرپور جوانی والے بڑھاپے
کے منتظر ہیں اور اصحت کی تر و تازگی والے ٹوٹ پڑنے وا
بیماریوں کے انتظار میں ہیں۔ اور یہ زندگی والے فنا کی گھڑ
دیکھ رہے ہیں؟ جب چل چلاؤ کا ہنگام نزدیک اور کوچ قر
ہوگا اور (بستر مرگ پر) قلق و اضطراب کی بے قراریاں اور
سوز و تپش کی بے چینیاں اور لعاب دہن کے پھندے ہوں گے
اور عزیز و اقارب اور اولاد و احباب سے مدد کیلئے فریاد کر
ہوئے ادھر ادھر کروٹیں بدلنے کا وقت آ گیا ہوگا تو کیا
قریبیوں نے موت کو روک لیا، یا رونے والیوں کے رونے نے
کچھ فائدہ پہونچایا۔ اسے تو قبرستان میں قبر کے ایک تنگ گو
کے اندر جکڑ باندھ کر اکیلا چھوڑ دیا گیا ہے۔ سانپ اور
بچھوؤں نے اسکی جلد کو چھلنی کر دیا ہے اور (وہاں کی) پامالیوں
نے اسکی تر و تازگی کو فنا کر دیا ہے۔ آندھیوں نے اس کے آثار

لامانه، وتنكّب المخالج عن وضح السبيل، وسلك أقصد المسالك إلى النهج المطلوب، ولم تفتله فاتلات الغرور، ولم تعم عليه مشتبهات الأمور. ظافراً بفرحة البشرى وراحة النعمى في أنعم نومه وآمن يومه. قد عبر معبر العاجلة حميداً. وقدّم زاد الآجلة سعيداً وبادر من وجل. وأكمش في مهل و رغب في طلب وذهب عن هرب و راقب في يومه غده. ونظر قدماً أمامه، فكفى بالجنّة ثواباً ونوالاً. وكفى بالنار عقاباً ووبالاً. وكفى بالله منتقماً ونصيراً وكفى بالكتاب حجيجاً وخصيماً. أوصيكم بتقوى الله الذي أعذر بما أنذر. واحتجّ بما نهج. وحذّركم عدوّاً نفذ في الصدور خفيّاً ونفث في الآذان نجيّاً، فأضلّ وأردى، ووعد فمنّى، وزيّن سيّئات الجرائم. وهوّن موبقات العظائم. حتّى إذا استدرج قرينته واستغلق رهينته أنكر ما زيّن واستعظم ما هوّن وحذّر ما أمّن۔

مٹا ڈالے اور حادثات نے اسکے نشانات تک محو کر دیے۔ تر و تازہ جسم لاغر و پژمردہ ہو گئے۔ ہڈیاں گل سڑ گئیں اور روحیں (گناہ کے) بارِ گراں کے نیچے دبی پڑی ہیں اور غیب کی خبروں پر یقین کر چکی ہیں۔ لیکن انکے لئے اب اچھے عملوں میں اضافہ کی کوئی صورت اور نہ بد اعمالیوں سے توبہ کی کچھ گنجائش ہے۔ کیا تم انھیں مر چکنے والوں کے بیٹے، باپ، بھائی اور قریبی نہیں ہو۔ آخر تمھیں بھی تو ہو بہو انہی کے سے حالات کا سامنا کرنا اور انہی کی راہ پر چلنا ہے، اور انہی کی شاہراہ پر گزرنا ہے۔ مگر دل اب بھی حظ و سعادت سے بے رغبت، اور ہدایت سے بے پروا ہیں۔ اور غلط میدان میں جا رہے ہیں۔ گویا انکے علاوہ کوئی اور مراد و مخاطب ہے۔ اور گویا انکے لئے دنیا سمیٹ لینا ہی صحیح راستہ ہے۔ یاد رکھو کہ تمھیں گزرنا ہے صراط پر اور وہاں کی ایسی جگہوں پر جہاں قدم لڑکھڑانے لگتے ہیں، اور پیر پھسل جاتے ہیں، اور قدم قدم پر خوف و دہشت کے خطرات ہیں۔ اللہ سے اس طرح ڈرو، جس طرح وہ مرد زیرک و دانا ڈرتا ہے کہ جس کے دل کو (عقبے کی) سوچ بچار نے اور چیزوں سے غافل کر دیا ہو اور خوف نے اسکے بدن کو تعب و کلفت میں ڈال دیا ہو اور نمازِ شب نے اسکی تھوڑی بہت نیند کو بھی بیداری سے بدل دیا ہو اور امید ثواب میں اسکے دن کی تپتی ہوئی دوپہریں پیاس میں گزرتی ہوں، اور زہد و ورع نے اسکی خواہشوں کو روک دیا ہو، اور ذکر الٰہی سے اسکی زبان ہر وقت حرکت میں ہو خطروں کے آنے سے پہلے اس نے خوف کھایا ہو اور

وَمِنْهَا فِي صِفَةِ خَلْقِ الْاِنْسَانِ

أَمْ هٰذَا الَّذِي أَنْشَأَهُ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْحَامِ وَشُغُفِ الْأَسْتَارِ نُطْفَةً دِهَاقًا وَعَلَقَةً مِحَاقًا۔ وَجَنِينًا وَرَاضِعًا، وَوَلِيدًا وَيَافِعًا۔ ثُمَّ مَنَحَهُ قَلْبًا حَافِظًا وَلِسَانًا لَافِظًا وَبَصَرًا لَاحِظًا۔ لِيَفْهَمَ مُعْتَبِرًا۔ وَيُقَصِّرَ مُزْدَجِرًا۔ حَتّٰى إِذَا قَامَ اعْتِدَالُهُ وَاسْتَوٰى مِثَالُهُ نَفَرَ مُسْتَكْبِرًا وَخَبَطَ سَادِرًا۔ مَاتِحًا فِي غَرْبِ هَوَاهُ، كَادِحًا سَعْيًا لِدُنْيَاهُ فِي لَذَّاتِ طَرَبِهِ، وَبَدَوَاتِ أَرَبِهِ لَا يَحْتَسِبُ رَزِيَّةً وَلَا يَخْشَعُ تَقِيَّةً۔ فَمَاتَ فِي فِتْنَتِهِ غَرِيرًا، وَعَاشَ فِي هَفْوَتِهِ يَسِيرًا لَمْ يُفِدْ عِوَضًا۔ وَلَمْ يَقْضِ مُفْتَرَضًا۔ دَهِمَتْهُ فَجَعَاتُ الْمَنِيَّةِ فِي غُبَّرِ جِمَاحِهِ وَسَنَنِ مِرَاحِهِ۔ فَظَلَّ سَادِرًا وَبَاتَ سَاهِرًا۔ فِي غَمَرَاتِ الْآلَامِ۔ وَطَوَارِقِ الْأَوْجَاعِ وَالْأَسْقَامِ۔ بَيْنَ أَخٍ شَقِيقٍ وَوَالِدٍ شَفِيقٍ۔ وَدَاعِيَةٍ بِالْوَيْلِ جَزَعًا۔ وَلَادِمَةٍ لِلصَّدْرِ قَلَقًا۔ وَالْمَرْءُ فِي سَكْرَةٍ مُلْهِيَةٍ۔ وَغَمْرَةٍ كَارِثَةٍ وَأَنَّةٍ مُوجِعَةٍ وَجَذْبَةٍ مُكْرِبَةٍ۔ وَسَوْقَةٍ مُتْعِبَةٍ۔ ثُمَّ أُدْرِجَ فِي أَكْفَانِهِ مُبْلِسًا، وَجُذِبَ

کٹی پھٹی راہوں سے بچتا ہوا سیدھی راہ پر ہولیا ہو
راہ مقصود پر آنے کیلئے سیدھا راستہ اختیار کیا ہو، نہ فر
فریبیوں نے اُسے پیچ و تاب پیدا کیا ہو اور نہ مشتبہ باتو
نے اسکی آنکھوں پر پردہ ڈالا ہے۔ بشارت کی خوشیوں ا
نعمت کی آسائشوں کو پاکر میٹھی نیند سوتا ہے اور امن
سے دن گزارتا ہے۔ وہ دنیا کی عبورگاہ سے قابل تعریف
کے ساتھ گزر گیا، اور آخرت کی منزل پر سعادتوں کے
پہونچا وہاں کے خطروں کے پیش نظر اُس نے نیکیوں
طرف قدم بڑھایا اور اچھائیوں کیلئے اس وقفہ حیات
تیز گام چلا۔ طلب آخرت میں دلجمعی و رغبت سے بڑھتا گیا
بُرائیوں سے بھاگتا رہا اور آج کے دن کل کا خیال رکھا
پہلے سے اپنے آنے کی ضرورتوں پر نظر رکھی۔ بخشش و عطا
جنت اور عقاب و عذاب کیلئے دوزخ سے بڑھ کر کیا ہو گا
انتقام لینے اور مدد کرنے کیلئے اللہ سے بڑھ کر کون ہو سک
اور سند و حجت بنکر اپنے خلاف سامنے آنے کیلئے قرآن
بڑھ کر کیا ہے؟ میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہو
جس نے ڈرانے والی چیزوں کے ذریعے عذر تراشی کی گ
گنجائش باقی نہیں رکھی، اور سیدھی راہ دکھا کر حجت تما
کردی ہے اور تمہیں اس دشمن سے ہوشیار کر دیا ہے جو
سے سینوں میں نفوذ کرجاتا ہے، اور کانا پھوسی کرتے ہو
کانوں میں پھونک دیتا ہے، چنانچہ وہ گمراہ کرکے تباہ و
کر دیتا ہے اور وعدے کرکے طفل تسلیوں سے ڈھارس
رکھتا ہے (پہلے تو) بڑے سے بڑے جرموں کو سنوار کر

مُنْقَادًا سَلِسًا۔ ثُمَّ اُلْقِيَ عَلَى الْاَعْوَادِ رَجِيعَ وَصَبٍ وَنِضْوَ سَقَمٍ تَحْمِلُهُ حَفَدَةُ الْوِلْدَانِ وَحَشَدَةُ الْاِخْوَانِ، اِلٰى دَارِ غُرْبَتِهٖ وَمُنْقَطَعِ زَوْرَتِهٖ حَتّٰى اِذَا انْصَرَفَ الْمُشَيِّعُ۔ وَرَجَعَ الْمُتَفَجِّعُ اُقْعِدَ فِيْ حُفْرَتِهٖ نَجِيًّا لِبَهْتَةِ السُّؤَالِ وَعَثْرَةِ الْاِمْتِحَانِ۔ وَاَعْظَمُ مَا هُنَالِكَ بَلِيَّةً نُزُوْلُ الْحَمِيْمِ وَتَصْلِيَةُ الْجَحِيْمِ وَفَوْرَاتُ السَّعِيْرِ وَسَوْرَاتُ الزَّفِيْرِ۔ لَا فَتْرَةٌ مُرِيْحَةٌ۔ وَلَا دَعَةٌ مُزِيْحَةٌ۔ وَلَا قُوَّةٌ حَاجِزَةٌ۔ وَلَا مَوْتَةٌ نَاجِزَةٌ وَلَا سِنَةٌ مُسَلِّيَةٌ۔ بَيْنَ اَطْوَارِ الْمَوْتَاتِ وَعَذَابِ السَّاعَاتِ اِنَّا بِاللّٰهِ عَائِذُوْنَ۔

عِبَادَ اللّٰهِ اَيْنَ الَّذِيْنَ عُمِّرُوْا فَنَعِمُوْا وَعُلِّمُوْا فَفَهِمُوْا وَاُنْظِرُوْا فَلَهَوْا وَسُلِّمُوْا فَنَسُوْا۔ اُمْهِلُوْا طَوِيْلًا وَمُنِحُوْا جَمِيْلًا وَحُذِّرُوْا اَلِيْمًا وَوُعِدُوْا جَسِيْمًا۔ اِحْذَرُوا الذُّنُوْبَ الْمُوَرِّطَةَ وَالْعُيُوْبَ الْمُسْخِطَةَ اُولِي الْاَبْصَارِ وَالْاَسْمَاعِ وَالْعَافِيَةِ وَالْمَتَاعِ۔ هَلْ مِنْ مَنَاصٍ اَوْ خَلَاصٍ؟ اَوْ مَعَاذٍ اَوْ مَلَاذٍ؟ اَوْ فِرَارٍ اَوْ مَحَارٍ اَمْ لَا فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ اَمْ اَيْنَ تُصْرَفُوْنَ؟ اَمْ بِمَا ذَا تَغْتَرُّوْنَ وَاِنَّمَا حَظُّ اَحَدِكُمْ

لاتا ہے اور بڑے بڑے مہلک گناہوں کو ہلکا اور سبک کر کے دکھاتا ہے۔ اور جب بھکائے ہوئے نفس کو گمراہی کے دھرّے پر لگا دیتا ہے اور اُسے اپنے پھندوں میں اچھی طرح جکڑ لیتا ہے تو جسے سجایا تھا اُسکو بُرا کہنے لگتا ہے، اور جسے ہلکا اور سبک دکھایا تھا اُسکی گرانباری و اہمیت بتاتا ہے، اور جس سے مطمئن اور بے خوف کیا تھا اُس سے ڈرانے لگتا ہے۔

اسی خطبے کا ایک جزء یہ ہے کہ جسمیں انسان کی پیدائش کا بیان ہے۔ یا پھر اُسے دیکھو، جسے (اللہ نے) ماں کے پیٹ کی اندھیاریوں اور پردے کی اندرونی تہوں میں بنایا جو ایک (جراثیم حیات) سے چھلکتا ہوا نطفہ اور بے شکل و صورت کا منجمد خون تھا پھر انسانی خط و خال کے سانچے میں ڈھل کر، جنین بنا اور (پھر) طفل شیر خوار اور (پھر مدت رضاعت سے نکل کر) طفل (نوخیز) اور (پھر) پورا پورا جوان ہوا۔ اللہ نے اُسے نگہداشت کرنے والا دل اور بولنے والی زبان اور دیکھنے والی آنکھیں دیں تاکہ عبرت حاصل کرتے ہوئے کچھ سمجھے بوجھے اور نصیحت کا اثر لیتے ہوئے برائیوں سے باز رہے مگر ہوا یہ کہ جب اس (کے اعضا) میں توازن و اعتدال پیدا ہو گیا اور اسکا قد و قامت اپنی بلندی پر پہونچ گیا تو غرور و سرمستی میں آکر (ہدایت سے) بھڑک اُٹھا اور اندھا دھند بھٹکنے لگا۔ اسطرح کہ رندی و ہوسناکی کے ڈول بھر بھر کے کھینچ رہا تھا اور نشاط و طرب کی کیفیتوں اور ہوس بازی کی تمناؤں کو پورا کرنے میں جان کھپائے ہوئے تھا۔ نہ کسی مصیبت کو خطرے میں لاتا تھا، نہ کسی ڈر اندیشے کا اثر لیتا تھا۔ آخر انہی شوریدگیوں میں غافل و مدہوش حالت میں مر گیا۔

مِنَ الْاَرْضِ ذَاتِ الطُّوْلِ وَالْعَرْضِ۔
قِيْدُ قَدِّهٖ مُتَعَفِّرًا عَلٰى خَدِّهِ الْآنَ،
عِبَادَ اللّٰهِ وَالْخِنَاقُ مُهْمَلٌ وَالرُّوْحُ
مُرْسَلٌ فِيْ فَيْنَةِ الْاِرْشَادِ وَرَاحَةِ
الْاَجْسَادِ وَبَاحَةِ الْاِحْتِشَادِ۔ وَمَهَلِ
الْبَقِيَّةِ۔ وَاُنُفِ الْمَشِيَّةِ وَاِنْظَارِ التَّوْبَةِ
وَانْفِسَاحِ الْحَوْبَةِ قَبْلَ الضَّنْكِ وَ
الْمَضِيْقِ۔ وَالرَّوْعِ وَالزُّهُوْقِ وَقَبْلَ
قُدُوْمِ الْغَائِبِ الْمُنْتَظَرِ وَاَخْذَةِ الْعَزِيْزِ
الْمُقْتَدِرِ۔

وَفِي الْخَبَرِ اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا
خَطَبَ بِهٰذِهِ الْخُطْبَةِ اقْشَعَرَّتْ لَهَا
الْجُلُوْدُ۔ وَبَكَتِ الْعُيُوْنُ وَرَجَفَتِ الْقُلُوْبُ
وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّسَمِّيْ هٰذِهِ الْخُطْبَةَ
الْغَرَّآءَ۔

اور جو تھوڑی بہت زندگی تھی اُسے بیہودگیوں میں گزار گیا
کمایا نہ کوئی فریضہ پورا کیا۔ ابھی وہ باقیماندہ سرکشیوں
کی راہ ہی میں تھا کہ موت لانے والی بیماریاں اس پر ٹوٹ پڑیں
بھونچکا سا ہو کر رہ گیا اور اس نے رات اندوہ و مصیبت کی
اور درد و آلام کی سختیوں میں جاگتے ہوئے اس طرح گزار دی
حقیقی بھائی، مہربان باپ، بے چینی سے فریاد کرنے والی
اور بے قراری سے سینہ کوٹنے والی بہن کے سامنے سکرات
مدہوشیوں اور سخت بدحواسیوں اور دردناک چیخوں اور سانس
اکھڑنے کی بے چینیوں اور نزع کی درماندہ کر دینے والی
میں پڑا ہوا تھا۔ پھر اُسے کفن میں لپیٹ دیا گیا، اور وہ
چپکے سے بلا مزاحمت دوسروں کی نقل و حرکت کا پابند
پھر اُسے تختے پر ڈالا گیا۔ اس عالم میں کہ وہ محنت و مشقت
سے خستہ حال اور بیماریوں کے سبب سے نڈھال ہو چکا
اُسے سہارا دینے والے نوجوانوں اور تعاون کرنے والے
بھائیوں نے کاندھا دے کر پردیس کے گھر تک پہونچا دیا

جہاں میل ملاقات کے سارے سلسلے ٹوٹ جاتے ہیں۔ اور جب مشایعت کرنے والے اور مصیبت زدہ (عزیز و اقارب) پلٹ
تو اُسے قبر کے گڑھے میں اُٹھا کر بٹھا دیا گیا۔ فرشتوں سے سوال و جواب کے واسطے سوال کی دہشتوں اور امتحان کی ٹھوکر
کھانے کیلئے۔ اور پھر وہاں کی سب سے بڑی آفت، کھولتے ہوئے پانی کی مہمانی اور جہنم میں داخل ہونا ہے۔ اور دوزخ کی لپیٹ
اور بھڑکتے ہوئے شعلوں کی تیزیاں ہیں۔ نہ اس میں راحت کیلئے کوئی وقفہ ہے اور نہ سکون و آرام کیلئے کچھ دیر کیلئے بچاؤ
نہ روکنے والی کوئی قوت ہے، اور نہ اب سکون دینے والی موت، نہ تکلیف کو بھلا دینے کیلئے غنودگی۔ بلکہ وہ ہر وقت قسم قسم کی
اور گھڑی گھڑی کے (نت نئے) عذابوں میں ہوگا۔ ہم اللہ ہی سے پناہ کے خواستگار ہیں۔

اللہ کے بندو! وہ لوگ کہاں ہیں جنہیں عمریں دی گئیں تو وہ نعمتوں سے بہرہ یاب ہوتے رہے، اور انہیں بتایا گیا تو
سب کچھ سمجھ گئے، اور وقت دیا گیا تو انہوں نے وقت غفلت میں گزار دیا، اور صحیح و سالم رکھے گئے تو اس نعمت کو بھول

انھیں لمبی مہلت دی گئی تھی، اچھی اچھی چیزیں بھی انھیں بخشی گئی تھیں، دردناک عذاب سے انھیں ڈرایا بھی گیا تھا۔ اور بڑی چیزوں کے اُن سے وعدے بھی کیے گئے تھے۔ (تو اب تم بھی) درطۂ ہلاکت میں ڈالنے والے گناہوں اور اللہ کو ناراض کرنے والی خطاؤں سے بچتے رہو۔ اے چشم و گوش رکھنے والو! اے صحت و ثروت والو! کیا بچاؤ کی کوئی جگہ یا چھٹکارے کی کوئی گنجائش ہے؟ یا کوئی پناہ گاہ یا ٹھکانا ہے؟ بھاگ نکلنے کا موقع یا پھر دنیا میں پلٹ کر آنے کی کوئی صورت ہے؟ اگر نہیں ہے تو پھر کہاں بھٹک رہے ہو، اور کدھر کا رُخ کیے ہوئے ہو، یا کن چیزوں کے فریب میں آ گئے ہو؟ حالانکہ اس لمبی چوڑی زمین میں سے تم میں سے ہر ایک کا حصہ اپنے قد بھر کا ٹکڑا ہی تو ہے کہ جس میں وہ مٹی سے اٹا ہوا رخسار کے بل پڑا ہوگا۔ یہ ابھی غنیمت ہے، خدا کے بندو، جبکہ گردن میں پھندا نہیں پڑا ہوا ہے، اور روح بھی آزاد ہے۔ ہدایت حاصل کرنے کی فرصت اور جسموں کی راحت اور مجلسوں کے اجتماع اور زندگی کی بقا یا مہلت اور از سرِ نو اختیار سے کام لینے کے مواقع اور توبہ کی گنجائش اور اطمینان کی حالت میں قبل اسکے کہ تنگی و ضیق میں پڑ جائے اور خوف و اضمحلال اس پر چھا جائے اور قبل اسکے کہ موت آ جائے اور قادر و غالب کی گرفت اسے جکڑ لے۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ وارد ہوا ہے کہ جب حضرت نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا تو بدن لرزنے لگے رونگٹے کھڑے ہو گئے، آنکھوں سے آنسو بہ نکلے اور دل کانپ اُٹھے۔ بعض لوگ اس خطبہ کو خطبۂ غراء کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

---

۵ خداوند عالم نے ہر جاندار کو قدرتی لباس سے آراستہ کیا ہے جو سردی اور گرمی میں اسکے لیے بچاؤ کا ذریعہ ہوتا ہے چنانچہ کسی کو پروں میں ڈھانپ رکھا ہے اور کسی کو اونی لبادے اُڑھا دیے ہیں۔ مگر انسانی شعور کی بلندی اور اسکی شرم و حیا کا جوہر دوسری مخلوقات سے امتیاز چاہتا ہے۔ لہذا اسکے امتیاز کو برقرار رکھنے کیلئے اسے تن پوشی کے طریقے بتائے گئے۔ اسی فطری تقاضے کا نتیجہ تھا کہ جب حضرت آدمؑ کے بدن سے لباس اُتروا لیا گیا تو انھوں نے جنت کے پتوں سے اپنی ستر پوشی کر لی جیسا کہ قدرت کا ارشاد ہے:۔ فلما ذاقا الشجرة بدت لهما سواٰتهما وطفقا يخصفن عليهما من ورق الشجرة۔ "جب ان دونوں نے اس درخت (کے پھل) کو چکھا تو اُن کے لباس اُتر گئے اور بہشت کے پتوں کو جوڑ کر اپنے اوپر ڈھانپنے لگے"۔ یہ اس عتاب کا نتیجہ تھا جو ترکِ اولیٰ کی وجہ سے ہوا تھا۔ تو جب لباس کا اُتروانا عتاب کا اظہار ہے تو اسکا پہنانا لطف و احسان ہوگا اور چونکہ یہ انسان کیلئے مخصوص ہے اسلیے خصوصیت سے اسکا تذکرہ کیا گیا ہے۔۱۲

۶ مقصد یہ ہے کہ خداوند عالم تمام مرنے والوں کو محشور کریگا۔ خواہ وہ درندوں کا لقمہ، اور گوشت خور پرندوں کی غذا بن کر اُن کے جزوِ بدن ہو چکے ہوں۔ اس سے اُن حکما کی رد مقصود ہے کہ جو المعدوم لا یعاد (اعادۂ معدوم محال ہے) کی بنا پر معادِ جسمانی کے قائل نہیں ہیں۔ ان کی اس دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز فنا ہو کر معدوم ہو جائے وہ بعینہ دوبارہ پلٹ نہیں سکتی۔ لہذا کائنات کے مٹ جانے کے بعد کسی چیز کا دوبارہ پلٹ کر آنا ناممکن ہے۔ لیکن یہ عقیدہ درست نہیں کیونکہ اجزا کا منتشر و پاشان ہو جانا اُن کا نابود ہو جانا نہیں ہے کہ ان کے دوبارہ ترکیب پا کر

یک جا ہونے کو اعادۂ معدوم سے تعبیر کیا جائے۔ بلکہ متفرق و پراگندہ اجزا کسی نہ کسی شکل و صورت میں موجود رہتے ہیں اور
اس سلسلہ میں یہ اعتراض کچھ وزن رکھتا ہے کہ جب ہر شخص کو بعینہ اپنے اجزا کے ساتھ محشور ہونا ہے۔ تو درصورتیکہ ایک انسان
دوسرے انسان کو نگل چکا ہوگا، اور ایک کے اجزائے بدن دوسرے کے اجزائے بدن بن چکے ہوں گے، تو ان دونوں کو انہی کے
اجزائے بدن کے ساتھ کیونکر پلٹانا ممکن ہوگا۔ جبکہ اس سے کھا جانے والے انسان کے اجزا میں کمی کا رونما ہونا ضروری ہے۔
اس کا جواب متکلمین نے یہ دیا ہے کہ ہر بدن میں کچھ اجزائے اصلی ہوتے ہیں اور کچھ اجزائے غیر اصلی۔ اصلی اجزا ابتدائے عمر سے
آخر عمر تک قائم و برقرار رہتے ہیں، اور ان میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوتا اور حشر و نشر کا تعلق انہی اصلی اجزا سے ہے کہ جن کے
پلٹا لینے سے کھا جانے والے انسان کے اجزا میں کمی پیدا نہ ہوگی ۱۲۔

خطبہ (۸۲)

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
فِي ذِكْرِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ۔
عَجَبًا لِابْنِ النَّابِغَةِ يَزْعُمُ لِأَهْلِ
الشَّامِ أَنَّ فِيَّ دُعَابَةً وَأَنِّي امْرُؤٌ
تِلْعَابَةٌ أُعَافِسُ وَأُمَارِسُ لَقَدْ قَالَ
بَاطِلًا وَنَطَقَ آثِمًا۔ أَمَا وَشَرُّ الْقَوْلِ
الْكَذِبُ إِنَّهُ لَيَقُولُ فَيَكْذِبُ۔ وَيَعِدُ
فَيُخْلِفُ۔ وَيَسْأَلُ فَيُلْحِفُ وَيُسْأَلُ فَيَبْخَلُ
وَيَخُونُ الْعَهْدَ وَيَقْطَعُ الْإِلَّ۔ فَإِذَا كَانَ
عِنْدَ الْحَرْبِ فَأَيُّ زَاجِرٍ وَآمِرٍ هُوَ۔ مَا لَمْ
تَأْخُذِ السُّيُوفُ مَآخِذَهَا فَإِذَا كَانَ ذَلِكَ
كَانَ أَكْبَرُ مَكِيدَتِهِ أَنْ يَمْنَحَ الْقَوْمَ
سَبَّتَهُ أَمَا وَاللَّهِ إِنِّي لَيَمْنَعُنِي مِنَ اللَّعِبِ
ذِكْرُ الْمَوْتِ۔ وَإِنَّهُ لَيَمْنَعُهُ مِنْ قَوْلِ

حضرت علیہ السلام کے ایک کلام کا کچھ حصہ،
جسے عمرو ابن عاص کے بارے میں ارشاد فرمایا:۔
نابغہ کے بیٹے پر حیرت ہے کہ وہ میرے بارے میں اہل شام
سے یہ کہتا پھرتا ہے کہ مجھ میں مسخرہ پن پایا جاتا ہے اور میں کھیل
تفریح میں پڑا رہتا ہوں، اس نے غلط کہا اور کہہ کر گنہگار
ہوا۔ یاد رکھو کہ بدترین قول وہ ہے جو جھوٹ ہو اور وہ خود
بات کرتا ہے تو جھوٹی۔ اور وعدہ کرتا ہے تو اس کے خلاف کرتا
ہے، مانگتا ہے تو لپٹ جاتا ہے۔ اور خود اس سے مانگا جائے
تو اس میں بخل کر جاتا ہے۔ وہ پیمان شکنی اور قطع رحمی کرتا ہے
اور جنگ کے موقع پر بڑی شان سے بڑھ بڑھ کر ڈانٹتا اور
حکم چلاتا ہے مگر اسی وقت تک کہ تلواریں اپنی جگہ پر زور
نہ پکڑ لیں۔ اور جب ایسا وقت آتا ہے تو اس کی بڑی چال
ہوتی ہے کہ اپنے حریف کے سامنے عریاں ہو جائے۔ خدا کی
قسم! مجھے تو موت کی یاد نے کھیل کود سے باز رکھا ہے اور

الحَقِّ نِسْيَانُ الْآخِرَةِ وَاِنَّهُ لَمْ يُبَايِعْ مُعَاوِيَةَ حَتّٰى شَرَطَ لَهُ اَنْ يُؤْتِيَهُ اَتِيَّةً وَيَرْضَخَ لَهُ عَلٰى تَرْكِ الدِّيْنِ رَضِيْخَةً۔

اُسے عاقبت فراموشی نے سچ بولنے سے روک دیا ہے۔ اُس نے معاویہ کی بیعت یونہی نہیں کی بلکہ پہلے اُس سے یہ شرط منوالی کہ اُسے اسکے بدلہ میں صلہ دینا ہوگا، اور دین کے چھوڑنے پر ایک ہدیہ پیش کرنا ہوگا۔

سلہ "فاتح مصر" عمرو ابن عاص نے اپنی عریانی کو سپر بنا کر جو جوانمردی دکھائی تھی اُس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ جب میدان صفین میں امیرالمومنین علیہ السلام سے اور اس سے مڈبھیڑ ہوئی تو اُس نے تلوار کی زد سے بچنے کیلئے اپنے کو برہنہ کر دیا۔ امیرالمومنینؑ نے اسکی اس ذلیل حرکت کو دیکھا تو منہ پھیر لیا اور اسکی جان بخش دی۔ عرب کے شاعر فرزدق نے اسکے متعلق کہا ہے ؎ لا خیر فی دفع الاذی بمذلۃ ؛ کما ردھا یوما بسواتہ عمرو ۔ کسی ذلیل حرکت کے ذریعہ گزند کو دور کرنے میں کوئی خوبی نہیں۔ جس طرح عمرو نے ایک دن برہنہ ہو کر اپنے سے گزند کو دُور کیا۔" عمرو کو اس قسم کی دنی حرکتوں میں بھی اجتہاد فکر نصیب نہ تھا۔ بلکہ ان میں بھی دوسرے ہی کا مقلد تھا۔ کیونکہ سب سے پہلے جس شخص نے یہ حرکت کی تھی وہ طلحہ ابن ابی طلحہ تھا جس نے اُحد کے میدان میں امیرالمومنینؑ کے سامنے برہنہ ہو کر اپنی جان بچائی تھی اور اُسی نے دوسروں کو بھی یہ راستہ دکھا دیا تھا۔ چنانچہ عمرو کے علاوہ بسر ابن ابی ارطاۃ نے بھی حضرت کی تلوار کی زد پر آکر یہی حرکت کی۔ اور جب یہ کارنمایاں دکھانے کے بعد معاویہ کے پاس گیا، تو اُس نے عمرو ابن عاص کے کارنامے کو بطور سند پیش کر کے اسکی خجالت کو مٹانے کیلئے کہا:۔ لا علیک یا بسر ارفع طرفک فلا تستحی فلک بعمرو اسوۃ ۔ "اے بسر! کوئی مضائقہ نہیں۔ اب یہ لجانے شرمانے کی بات کیا رہی جبکہ تمہارے سامنے عمرو کا نمونہ موجود ہے۔"

خطبہ (۸۳)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

حضرت علیہ السلام کے ایک خطبہ سے کچھ حصہ۔

وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، اَلْاَوَّلُ لَا شَيْءَ قَبْلَهٗ۔ وَالْاٰخِرُ لَا غَايَةَ لَهٗ۔ لَا تَقَعُ الْاَوْهَامُ لَهٗ عَلٰى صِفَةٍ وَلَا تَعْقِدُ الْقُلُوْبُ مِنْهُ عَلٰى كَيْفِيَّةٍ وَلَا تَنَالُهُ التَّجْزِئَةُ وَالتَّبْعِيْضُ۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اُس اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں جو یکتا و لاشریک ہے۔ وہ اول ہے اسطرح کہ اسکے پہلے کوئی چیز نہیں۔ وہ آخر ہے یوں کہ اسکی کوئی انتہا نہیں۔ اسکی کسی صفت سے وہم و گمان باخبر نہیں ہو سکتے۔ نہ اسکی کسی کیفیت پر دلوں کا عقیدہ جم سکتا ہے، نہ اسکے اجزا ہیں

وَلَا تُحِيطُ بِهِ الْأَبْصَارُ وَالْقُلُوبُ۔

وَمِنْهَا: فَاتَّعِظُوا عِبَادَ اللّٰهِ بِالْعِبَرِ النَّوَافِعِ وَاعْتَبِرُوا بِالْآيِ السَّوَاطِعِ وَازْدَجِرُوا بِالنُّذُرِ الْبَوَالِغِ وَانْتَفِعُوا بِالذِّكْرِ وَالْمَوَاعِظِ۔ فَكَأَنْ قَدْ عَلِقَتْكُمْ مَخَالِبُ الْمَنِيَّةِ۔ وَانْقَطَعَتْ مِنْكُمْ عَلَائِقُ الْأُمْنِيَّةِ وَدَهَمَتْكُمْ مُفْظِعَاتُ الْأُمُورِ وَالسِّيَاقَةُ إِلَى الْوِرْدِ الْمَوْرُودِ وَكُلُّ نَفْسٍ مَعَهَا سَائِقٌ وَشَهِيدٌ۔ سَائِقٌ يَسُوقُهَا إِلَى مَحْشَرِهَا وَشَاهِدٌ يَشْهَدُ عَلَيْهَا بِعَمَلِهَا۔

وَمِنْهَا فِي صِفَةِ الْجَنَّةِ۔

دَرَجَاتٌ مُتَفَاضِلَاتٌ۔ وَمَنَازِلُ مُتَفَاوِتَاتٌ۔ لَا يَنْقَطِعُ نَعِيمُهَا وَلَا يَظْعَنُ مُقِيمُهَا۔ وَلَا يَهْرَمُ خَالِدُهَا۔ وَلَا يَيْأَسُ سَاكِنُهَا۔

کہ اسکا تجزیہ کیا جاسکے اور نہ قلب و چشم اسکا احاطہ کر سکتے ہیں

اس خطبہ کا ایک حصہ یہ ہے:۔ خدا کے بندو! مفید عبرتوں سے پند و نصیحت اور کھلی ہوئی دلیلوں سے عبرت حاصل کرو، اور موثر خوف دہانیوں سے اثر لو۔ اور مواعظ و اذکار سے فائدہ اٹھاؤ، کیونکہ یہ سمجھنا چاہیے کہ موت کے پنجے تم میں گڑ چکے ہیں، اور تمھاری امید و آرزو کے تمام بندھن ایک دم ٹوٹ چکے ہیں۔ سختیاں تم پر ٹوٹ پڑی ہیں اور اس موت کے چشمہ پر کہ جہاں اترا جاتا ہے، تمھیں کھینچ کر لے جایا جا رہا ہے اور ہر نفس کے ساتھ ایک ہنکانے والا ہوتا ہے، اور ایک شہادت دینے والا۔ ہنکانے والا اسے میدان حشر تک ہنکا کر لے جائے گا، اور گواہ اسکے عملوں کی شہادت دے گا

اسی خطبے کا یہ جزء جنت کے متعلق ہے:۔

اس میں ایک دوسرے سے بڑھے چڑھے ہوئے درجے ہیں، اور مختلف معیار کی منزلیں ہیں۔ نہ اسکی نعمتوں کا سلسلہ ٹوٹے گا، نہ اسمیں ٹھہرنے والوں کو وہاں سے کوچ کرنا ہے نہ اسمیں ہمیشہ کے رہنے والوں کو بوڑھا ہونا ہے اور نہ اسمیں بسنے والوں کو فقر و ناداری سے سابقہ پڑنا ہے۔

خطبہ (۸۴)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

قَدْ عَلِمَ السَّرَائِرَ۔ وَخَبَرَ الضَّمَائِرَ۔ لَهُ الْإِحَاطَةُ بِكُلِّ شَيْءٍ۔ وَالْغَلَبَةُ لِكُلِّ شَيْءٍ وَالْقُوَّةُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ۔ فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُ مِنْكُمْ فِي أَيَّامِ مَهَلِهِ قَبْلَ إِرْهَاقِ

حضرت علیہ السلام کے ایک خطبہ کا کچھ حصہ۔

وہ دل کی نیتوں اور اندر کے بھیدوں کو جانتا پہچانتا ہے وہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے اور ہر شے پر چھایا ہوا ہے اور ہر چیز پر اسکا زور چلتا ہے۔ تم میں سے جسے کچھ کرنا ہو اسے موت کے حائل ہونے سے پہلے مہلت کے دنوں میں اور

أَجَلِهِ وَفِي فَرَاغِهِ قَبْلَ أَوَانِ شُغُلِهِ۔ وَفِي
مُتَنَفَّسِهِ قَبْلَ أَنْ يُؤْخَذَ بِكَظَمِهِ وَلْيُمَهِّدْ
لِنَفْسِهِ وَقَدَمِهِ۔ وَلْيَتَزَوَّدْ مِنْ دَارِ
ظَعْنِهِ لِدَارِ إِقَامَتِهِ۔ فَاللهَ اللهَ أَيُّهَا
النَّاسُ فِيمَا اسْتَحْفَظَكُمْ مِنْ كِتَابِهِ
وَاسْتَوْدَعَكُمْ مِنْ حُقُوقِهِ۔ فَإِنَّ اللهَ
سُبْحَانَهُ لَمْ يَخْلُقْكُمْ عَبَثاً وَلَمْ يَتْرُكْكُمْ
سُدًى وَلَمْ يَدَعْكُمْ فِي جَهَالَةٍ وَلَا عَمًى
قَدْ سَمَّى آثَارَكُمْ وَعَلِمَ أَعْمَالَكُمْ وَكَتَبَ
آجَالَكُمْ۔ وَأَنْزَلَ عَلَيْكُمُ الْكِتَابَ تِبْيَاناً
لِكُلِّ شَيْءٍ وَعَمَّرَ فِيكُمْ نَبِيَّهُ أَزْمَاناً حَتَّى
أَكْمَلَ لَهُ وَلَكُمْ فِيمَا أَنْزَلَ مِنْ كِتَابِهِ
دِينَهُ الَّذِي رَضِيَ لِنَفْسِهِ وَأَنْهَى إِلَيْكُمْ
عَلَى لِسَانِهِ مَحَابَّهُ مِنَ الْأَعْمَالِ وَمَكَارِهَهُ
وَنَوَاهِيَهُ وَأَوَامِرَهُ۔ فَأَلْقَى إِلَيْكُمُ
الْمَعْذِرَةَ وَاتَّخَذَ عَلَيْكُمُ الْحُجَّةَ۔ وَقَدَّمَ
إِلَيْكُمْ بِالْوَعِيدِ۔ وَأَنْذَرَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ
عَذَابٍ شَدِيدٍ۔ فَاسْتَدْرِكُوا بَقِيَّةَ
أَيَّامِكُمْ۔ وَاصْبِرُوا لَهَا أَنْفُسَكُمْ فَإِنَّهَا
قَلِيلٌ فِي كَثِيرِ الْأَيَّامِ الَّتِي تَكُونُ مِنْكُمْ
فِيهَا الْغَفْلَةُ وَالتَّشَاغُلُ عَنِ الْمَوْعِظَةِ
وَلَا تُرَخِّصُوا لِأَنْفُسِكُمْ فَتَذْهَبَ بِكُمُ
الرُّخَصُ فِيهَا مَذَاهِبَ الظَّلَمَةِ وَلَا

مصروفیت سے قبل فرصت کے لمحوں میں اور گلا گھٹنے سے
پہلے سانس چلنے کے زمانہ میں کر لینا چاہیئے۔ وہ اپنے لیئے
اور اپنی منزل پر پہونچنے کے لیئے سامان کا تہیا کرے، اور
اس گزرگاہ سے منزل اقامت کیلئے زاد فراہم کرتا جائے۔
اے لوگو! اللہ نے اپنی کتاب میں جن چیزوں کی حفاظت
تم سے چاہی ہے اور جو حقوق تمھارے ذمے کئے ہیں اُنکے
بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو اسلیئے کہ اللہ سبحانہ نے تمھیں
بیکار پیدا نہیں کیا اور نہ اُس نے تمھیں بے قید و بند جہالت
و گمراہی میں کھلا چھوڑ دیا ہے۔ اُس نے تمھارے کرنے اور
نہ کرنے کے اچھے بُرے کام تجویز کر دیے اور (پیغمبر کے
ذریعے) سکھا دیے ہیں۔ اُس نے تمھاری عمریں لکھ دی
ہیں، اور تمھاری طرف ایسی کتاب بھیجی ہے جسمیں ہر چیز کا
کھلا کھلا بیان ہے۔ اور اپنے نبی کو زندگی دے کر مدتوں تم میں
رکھا، یہاں تک کہ اُس نے اپنی اُتاری ہوئی کتاب میں اپنے
نبی کیلئے اور تمھارے لیئے اس دین کو جو اُسے پسند ہے کامل کر دیا
اور اُن کی زبان سے اپنے پسندیدہ اور ناپسندیدہ افعال (کی
تفصیل) اور اپنے اوامر و نواہی تم تک پہونچا دیے۔ اُس نے
اپنے دلائل تمھارے سامنے رکھ دیے، اور تم پر اپنی حجت قائم
کر دی۔ اور پہلے سے ڈرا دھمکا دیا اور (آنیوالے) سخت
عذاب سے خبردار کر دیا۔ تو اب تم اپنی زندگی کے بقیہ دنوں میں
(پہلی کوتاہیوں کی) تلافی کر دو اور اپنے نفسوں کو اُن دنوں
(کی کلفتوں) کا متحمل بناؤ، اسلیئے کہ یہ دن تو اُن دنوں کے
مقابلے میں بہت کم ہیں۔ جو تمھاری غفلتوں میں بیت گئے، اور

تُدَاهِنُوا فَيَهْجُمَ بِكُمُ الْإِدْهَانُ عَلَى
الْمَعْصِيَةِ۔
عِبَادَ اللّٰهِ إِنَّ أَنْصَحَ النَّاسِ لِنَفْسِهِ
أَطْوَعُهُمْ لِرَبِّهِ وَإِنَّ أَغَشَّهُمْ لِنَفْسِهِ
أَعْصَاهُمْ لِرَبِّهِ وَالْمَغْبُونُ مَنْ غَبَنَ
نَفْسَهُ وَالْمَغْبُوطُ مَنْ سَلِمَ لَهُ دِينُهُ۔ وَ
السَّعِيدُ مَنْ وُعِظَ بِغَيْرِهِ وَالشَّقِيُّ مَنِ
انْخَدَعَ لِهَوَاهُ وَغُرُورِهِ۔ وَاعْلَمُوا أَنَّ
يَسِيرَ الرِّيَاءِ شِرْكٌ وَمُجَالَسَةَ أَهْلِ
الْهَوَى مَنْسَاةٌ لِلْإِيمَانِ۔ وَمَحْضَرَةٌ
لِلشَّيْطَانِ۔ جَانِبُوا الْكَذِبَ فَإِنَّهُ مُجَانِبٌ
لِلْإِيمَانِ۔ الصَّادِقُ عَلَى شَرَفِ مَنْجَاةٍ
وَكَرَامَةٍ وَالْكَاذِبُ عَلَى شَفَا مَهْوَاةٍ وَ
مَهَانَةٍ۔ وَلَا تَحَاسَدُوا فَإِنَّ الْحَسَدَ
يَأْكُلُ الْإِيمَانَ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ۔
وَلَا تَبَاغَضُوا فَإِنَّهَا الْحَالِقَةُ۔ وَاعْلَمُوا
أَنَّ الْأَمَلَ يُسْهِي الْعَقْلَ وَيُنْسِي الذِّكْرَ
فَأَكْذِبُوا الْأَمَلَ فَإِنَّهُ غُرُورٌ وَصَاحِبُهُ
مَغْرُورٌ۔

وعظ و پند سے بے رُخی میں کٹ گئے۔ اپنے نفسوں ک
جائز چیزوں میں بھی ڈھیل نہ دو۔ ورنہ یہ ڈھیل
ظالموں کی راہ پر ڈال دے گی، اور (مکروہات پر)
انکاری سے کام نہ لو۔ ورنہ یہ نرم روی اور بے پروا
تمھیں معصیت کی طرف ڈھکیل کر لے جائے گی۔
اللہ کے بندو! لوگوں میں وہی سب سے زیادہ اپنے
خیر خواہ ہے، جو اپنے اللہ کا سب سے زیادہ مطیع و فرما
ہے۔ اور وہی سب سے زیادہ اپنے نفس کو فریب دین
ہے جو اپنے اللہ کا سب سے زیادہ گنہ گار ہے۔ اصلی
خوردہ وہ ہے، جس نے اپنے نفس کو فریب دے کر نقص
پہونچایا۔ اور قابل رشک و غبطہ وہ ہے جس کا دین محفو
اور نیک بخت وہ ہے جس نے دوسروں سے پند و نصیح
حاصل کر لیا۔ اور بد بخت وہ ہے جو ہوا و ہوس کے
پڑ گیا۔ اور یاد رکھو! کہ تھوڑا سا ریا بھی شرک ہے۔ اور
پرستوں کی مصاحبت ایمان فراموشی کی منزل اور ش
کی آمد کا مقام ہے۔ جھوٹ سے بچو اسلئے کہ وہ ایما
الگ چیز ہے۔ راست گفتار نجات اور بزرگی کی بلند
پر ہے، اور دروغ گو پستی و ذلت کے کنارے پر
حسد نہ کرو۔ اسلئے کہ حسد ایمان کو اس طرح کھا جا
جس طرح آگ لکڑی کو۔ اور کینہ و بغض نہ رکھو۔ اسلئے کہ یہ (نیکیوں کو) چھیل ڈالتا ہے۔ اور سمجھ لو کہ آرزوئیں عقل
سہو کا، اور یاد الٰہی پر نسیان کا پردہ ڈال دیتی ہیں۔ امیدوں کو جھٹلاؤ اسلئے کہ یہ دھوکا ہیں۔ اور امیدوں
والا فریب خوردہ ہے۔

خطبہ (۸۵)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

عِبَادَ اللهِ إِنَّ مِنْ أَحَبِّ عِبَادِ اللهِ إِلَيْهِ عَبْداً أَعَانَهُ اللهُ عَلَى نَفْسِهِ فَاسْتَشْعَرَ الْحُزْنَ وَتَجَلْبَبَ الْخَوْفَ فَزَهَرَ مِصْبَاحُ الْهُدَى فِي قَلْبِهِ وَأَعَدَّ الْقِرَى لِيَوْمِهِ النَّازِلِ بِهِ فَقَرَّبَ عَلَى نَفْسِهِ الْبَعِيدَ وَهَوَّنَ الشَّدِيدَ. نَظَرَ فَأَبْصَرَ. وَذَكَرَ فَاسْتَكْثَرَ وَارْتَوَى مِنْ عَذْبٍ فُرَاتٍ سُهِّلَتْ لَهُ مَوَارِدُهُ فَشَرِبَ نَهَلاً وَسَلَكَ سَبِيلاً جَدَداً قَدْ خَلَعَ سَرَابِيلَ الشَّهَوَاتِ وَتَخَلَّى مِنَ الْهُمُومِ إِلَّا هَمّاً وَاحِداً انْفَرَدَ بِهِ فَخَرَجَ مِنْ صِفَةِ الْعَمَى وَمُشَارَكَةِ أَهْلِ الْهَوَى، وَصَارَ مِنْ مَفَاتِيحِ أَبْوَابِ الْهُدَى وَمَغَالِيقِ أَبْوَابِ الرَّدَى. قَدْ أَبْصَرَ طَرِيقَهُ. وَسَلَكَ سَبِيلَهُ وَعَرَفَ مَنَارَهُ وَقَطَعَ غِمَارَهُ اسْتَمْسَكَ مِنَ الْعُرَى بِأَوْثَقِهَا. وَمِنَ الْحِبَالِ بِأَمْتَنِهَا. فَهُوَ مِنَ الْيَقِينِ عَلَى مِثْلِ ضَوْءِ الشَّمْسِ. قَدْ نَصَبَ نَفْسَهُ لِلهِ سُبْحَانَهُ فِي أَرْفَعِ الْأُمُورِ مِنْ إِصْدَارِ كُلِّ وَارِدٍ عَلَيْهِ. وَتَصْيِيرِ كُلِّ فَرْعٍ إِلَى أَصْلِهِ مِصْبَاحُ ظُلُمَاتٍ. كَشَّافُ عَشَوَاتٍ. مِفْتَاحُ

حضرت علیہ السلام کے ایک خطبہ کا کچھ حصہ۔

اللہ کے بندو! اللہ کو اپنے بندوں میں سب سے زیادہ وہ بندہ محبوب ہے جسے اُس نے نفس کی خلاف ورزی کی قوت دی ہو جس کا اندرونی لباس حزن اور بیرونی جامہ خوف ہے (یعنی اندوہ و ملال اُسے چمٹا رہتا ہو اور خوف اُس پر چھایا رہتا ہے) اسکے دل میں ہدایت کا چراغ روشن ہو۔ اور آنے والے دن کی مہمانی کا اُس نے تہیا کر رکھا ہو (موت کو) جو دُور ہے اُسے وہ قریب سمجھتا ہو اور سختیوں کو اپنے لئے آسان سمجھ لیا ہے۔ دیکھتا ہو، تو بصیرت و معرفت حاصل کرتا ہو (اللہ کو) یاد کرتا ہو تو عمل کرنے پر تُل جاتا ہے۔ (وہ اُس سرچشمۂ ہدایت کا) شیریں و خوشگوار پانی پی کر سیراب ہوا ہو جسکے گھاٹ تک (اللہ کی رہنمائی سے) وہ بہ آسانی پہونچ گیا ہو۔ اُس نے پہلی ہی دفعہ چھک کر پی لیا ہو اور ہموار راستے پر چل پڑا ہو۔ شہوتوں کا لباس اُتار پھینکا ہو (دنیا کے) سارے اندیشوں سے بے فکر ہو کر صرف ایک ہی دُھن میں لگا ہوا ہو۔ وہ گمراہی کی حالت، اور ہوس پرستوں (کی) ہوس رانیوں میں حصہ لینے سے دور رہتا ہو۔ وہ ہدایت کے ابواب کھولنے اور ہلاکت و گمراہی کے دروازے بند کرنے کا ذریعہ بن گیا ہو۔ اس نے اپنا راستہ دیکھ لیا ہو اور اُس پر گامزن ہو (ہدایت کے) مینار کو پہچان لیا ہو اور دھاروں کو طے کرکے اُس تک پہونچ گیا ہے۔ محکم وسیلوں اور مضبوط سہاروں کو تھام لیا ہے وہ

مُبهَمَاتٍ۔ دَفَّاعُ مُعضِلَاتٍ دَلِيلُ
فَلَوَاتٍ۔ يَقُولُ فَيُفهِمُ وَيَسكُتُ فَيَسلَمُ
قَد أَخلَصَ لِلّٰهِ فَاستَخلَصَهُ۔ فَهُوَ مِن
مَعَادِنِ دِينِهِ۔ وَأَوتَادِ أَرضِهِ۔ قَد أَلزَمَ
نَفسَهُ العَدلَ فَكَانَ أَوَّلُ عَدلِهِ نَفيَ
الهَوىٰ عَن نَفسِهِ۔ يَصِفُ الحَقَّ وَيَعمَلُ
بِهِ۔ لَا يَدَعُ لِلخَيرِ غَايَةً إِلَّا أَمَّهَا وَلَا
مَظِنَّةً إِلَّا قَصَدَهَا۔ قَد أَمكَنَ الكِتَابَ
مِن زِمَامِهِ فَهُوَ قَائِدُهُ وَإِمَامُهُ۔ يَحُلُّ
حَيثُ حَلَّ ثَقَلُهُ وَيَنزِلُ حَيثُ كَانَ
مَنزِلُهُ۔ وَآخَرُ قَد تَسَمَّىٰ عَالِماً وَلَيسَ بِهِ
فَاقتَبَسَ جَهَائِلَ مِن جُهَّالٍ، وَأَضَالِيلَ
مِن ضُلَّالٍ۔ وَنَصَبَ لِلنَّاسِ شَرَكاً مِن
حَبَائِلِ غُرُورٍ وَقَولِ زُورٍ۔ قَد حَمَلَ
الكِتَابَ عَلَىٰ آرَائِهِ۔ وَعَطَفَ الحَقَّ عَلَىٰ
أَهوَائِهِ يُؤمِنُ النَّاسَ مِنَ العَظَائِمِ،
وَيُهَوِّنُ كَبِيرَ الجَرَائِمِ۔ يَقُولُ أَقِفُ
عِندَ الشُّبُهَاتِ وَفِيهَا وَقَعَ يَقُولُ
أَعتَزِلُ البِدَعَ وَبَينَهَا اضطَجَعَ۔ فَالصُّورَةُ
صُورَةُ إِنسَانٍ۔ وَالقَلبُ قَلبُ حَيَوَانٍ
لَا يَعرِفُ بَابَ الهُدىٰ فَيَتَّبِعَهُ۔ وَلَا بَابَ
العَمىٰ فَيَصُدَّ عَنهُ۔ فَذٰلِكَ مَيِّتُ الأَحيَاءِ
فَأَينَ تَذهَبُونَ۔ وَأَنَّىٰ تُؤفَكُونَ۔ وَالأَعلَامُ

یقین کی وجہ سے ایسے اُجالے میں ہو جو سورج کی چمک
دمک کے مانند ہو۔ وہ صرف اللہ کی خاطر سب اور
مقصد کو پورا کرنے کیلئے اُٹھ کھڑا ہوا ہو کہ ہر مشکل
اُسکے سامنے آئے مناسب طور سے حل کرے۔ ہر
کو اُسکے اصل ماخذ کی طرف راجع کرے۔ وہ تاریکیوں
روشنی پھیلانے والا، مشتبہ باتوں کو حل کرنیوالا، اُلجھے
ہوئے مسئلوں کو سلجھانے والا، گتھیوں کا دور کرنے
اور لق و دق صحراؤں میں راہ دکھانے والا ہو۔ وہ
تو پوری طرح سمجھا دیتا ہو اور کبھی چپ ہو جاتا ہو
جب چپ رہنا ہی سلامتی کا ذریعہ ہے۔ اُس نے ہر
اللہ کیلئے کیا تو اللہ نے بھی اُسے اپنا لیا ہو۔ وہ
کا معدن اور اُسکی زمین میں گڑی ہوئی میخ کی طرح
اُس نے اپنے لئے عدل کو لازم کر لیا ہو چنانچہ اُسکے
پہلا قدم خواہشوں کو اپنے نفس سے دور رکھنا ہو۔
بیان کرتا ہو تو اُسپر عمل بھی کرتا ہو۔ کوئی نیکی کی
نہیں، جس کا اُس نے ارادہ نہ کیا ہو اور کوئی جگہ
نہیں ہو کہ جہاں نیکی کا امکان ہو اور اُس نے قصد
اُس نے اپنی باگ ڈور قرآن کے ہاتھوں میں
وہی اُسکا رہبر اور وہی اُسکا پیشوا ہو۔ جہاں اُسکا
اُترتا ہو وہیں اُسکا سامان اُترتا ہو اور جہاں اُسکی
ہوتی ہو وہیں یہ بھی اپنا پڑاؤ ڈال دیتا ہو۔
ایک دوسرا شخص ہوتا ہو جس نے (زبردستی) اپنا نام
رکھ لیا ہو حالانکہ وہ عالم نہیں۔ اُس نے جاہلوں

قائمة، والآيات واضحة، والمنار منصوبة فأين يتاه بكم. بل كيف تعمهون وبينكم عترة نبيكم وهم أزمة الحق وأعلام الدين وألسنة الصدق فأنزلوهم بأحسن منازل القرآن وردوهم ورود الهيم العطاش.

أيها الناس خذوها من خاتم النبيين صلى الله عليه وآله وسلم إنه يموت من مات منا وليس بميت ويبلى من بلي منا وليس ببال فلا تقولوا بما لا تعرفون. فإن أكثر الحق فيما تنكرون واعذروا من لا حجة لكم عليه، وأنا هو. ألم أعمل فيكم بالثقل الأكبر وأترك فيكم الثقل الأصغر وركزت فيكم راية الإيمان ووقفتكم على حدود الحلال والحرام وألبستكم العافية من عدلي وفرشتكم المعروف من قولي وفعلي وأريتكم كرائم الأخلاق من نفسي فلا تستعملوا الرأي فيما لا يدرك قعره البصر ولا تتغلغل إليه الفكر.

ومنها حتى يظن الظان أن الدنيا

گمراہوں سے جہالتوں اور گمراہیوں کو بٹور لیا ہے اور لوگوں کیلئے مکر و فریب کے پھندے اور غلط سلط باتوں کے جال بچھا رکھے ہیں۔ قرآن کو اپنی رائے پر اور حق کو اپنی خواہشوں پر ڈھالتا ہے۔ بڑے سے بڑے جرموں کا خوف لوگوں کے دلوں سے نکال دیتا ہے اور کبیرہ گناہوں کی اہمیت کو کم کرتا ہے۔ کہتا تو یہ ہے کہ میں شبہات میں توقف کرتا ہوں حالانکہ انھیں میں پڑا ہوا ہے۔ اسکا قول یہ ہے کہ میں بدعتوں سے الگ تھلگ رہتا ہوں حالانکہ انھیں میں اسکا اٹھنا بیٹھنا ہے۔ صورت تو اسکی انسانوں کی سی ہے اور دل حیوانوں کا سا، نہ اسے ہدایت کا دروازہ معلوم ہے کہ وہاں تک آسکے، اور نہ گمراہی کا دروازہ پہچانتا ہے کہ اس سے اپنا رخ موڑ سکے یہ تو زندوں میں (چلتی پھرتی ہوئی) لاش ہے۔ اب تم کہاں جا رہے ہو اور تمھیں کدھر موڑا جا رہا ہے؟ حالانکہ ہدایت کے جھنڈے بلند، نشانات ظاہر و روشن اور حق کے مینار نصب ہیں اور تمھیں کہاں بھٹکایا جا رہا ہے اور کیوں ادھر ادھر بھٹک رہے ہو؟ جبکہ تمھارے نبی کی عترت تمھارے اندر موجود ہے، جو حق کی باگیں، دین کے پرچم اور سچائی کی زبانیں ہیں۔ جو قرآن کی بہتر سے بہتر منزل سمجھ سکو، وہیں انھیں بھی جگہ دو اور پیاسے اونٹوں کی طرح ان کے سرچشمۂ ہدایت پر اترو۔

اے لوگو! خاتم النبیینؐ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کو سنو کہ (انھوں نے فرمایا) ہم میں سے جو

مَعْقُولَةٌ عَلٰی بَنِیْ اُمَیَّةَ تَمْنَحُهُمْ دَرَّهَا وَتُوْرِدُهُمْ صَفْوَهَا۔ وَلَا یُرْفَعُ عَنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ سَوْطُهَا وَلَا سَیْفُهَا۔ وَكَذَبَ الظَّآنُّ لِذٰلِكَ بَلْ هِیَ مَجَّةٌ مِنْ لَذِیْذِ الْعَیْشِ یَتَطَعَّمُوْنَهَا بُرْهَةً ثُمَّ یَلْفِظُوْنَهَا جُمْلَةً۔

مرجاتا ہے، وہ مُردہ نہیں ہے۔ اور ہم میں سے (جو بظاہر) بوسیدہ ہو جاتا ہے وہ حقیقت میں کبھی بوسیدہ نہیں ہوتا، (جو) باتیں تم نہیں جانتے اُن کے متعلق زبان سے کچھ نہ نکالو، اسلئے کہ حق کا بیشتر حصہ اُنہی چیزوں میں ہوتا ہے کہ جن سے تم بیگانہ و ناآشنا ہو (جس شخص کی تم پر حجت تمام ہو) اور تمھاری کوئی حجت اُسپر تمام نہ ہو، اُسے معذور سمجھو اور وہ میں ہوں۔ کیا میں نے تمھارے سامنے ثقل اکبر (قرآن) پر عمل نہیں کیا، اور ثقل اصغر (اہلبیتؑ) کو تم میں نہیں رکھا۔ میں نے تمھارے درمیان ایمان کا جھنڈا گاڑا۔ حلال و حرام کی حدیں بتائیں، اور اپنے عدل سے تمھیں عافیت کے جامے پہنائے اور اپنے قول و عمل سے حُسنِ سلوک کا فرش تمھارے لئے بچھا دیا، اور تم سے ہمیشہ پاکیزہ اخلاق کے ساتھ پیش آیا۔ جس چیز کی گہرائیوں تک نگاہ نہ پہونچ سکے اور فکر کی جولانیاں عاجز رہیں اُسمیں اپنی رائے کو کارفرما نہ کرو۔

(اسی خطبہ کا ایک جزو بنی اُمیّہ کے متعلق ہے) یہانتک کہ گمان کرنیوالے یہ گمان کرنے لگیں گے کہ بس دنیا بنی اُمیہ ہی کے دامن سے بندھی رہے گی اور انھیں ہی اپنے سارے فائدے بخشتی رہے گی اور انھیں ہی اپنے صاف چشمہ پر سیراب ہونے کیلئے اُتارتی رہے گی، اور اس امت کی (گردن پر) ان کی تلوار اور (پشت پر) اُن کا تازیانہ ہمیشہ رہے گا۔ جو یہ خیال کرے گا، غلط خیال کرے گا۔ بلکہ یہ تو زندگی کے مزوں میں سے چند شہد کے قطرے ہیں۔ جنھیں کچھ دیر تک وہ چوسیں گے، اور پھر سارے کا سارا تھوک دیں گے۔

لہ پیغمبر اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد کہ اہل بیت علیہم السّلام میں سے کسی فرد کی زندگی ختم نہیں ہوتی اور ظاہری موت سے ان کے مرگ و حیات میں شعور زندگی کے لحاظ سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ اگرچہ اس زندگی کے احوال و واردات کے سمجھنے سے انسانی شعور عاجز ہے۔ مگر ماورائے محسوسات کتنی ہی حقیقتیں ایسی ہیں جن تک انسان کا شعور اور ادراک نہیں پہونچ سکتا۔ کون بتا سکتا ہے کہ قبر کے تنگ گوشے میں کہ جہاں سانس بھی نہیں لی جا سکتی، کیونکر منکر و نکیر کے سوال کا جواب دیا جا سکے گا۔ یونہی شہدائے راہ خدا کہ جو نہ حس و حرکت رکھتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ سُن سکتے ہیں اُن کی زندگی کا مفہوم کیا ہے۔ گو ہمیں وہ بظاہر مُردہ نظر آتے ہیں مگر قرآن اُن کی زندگی کی شہادت دیتا ہے "ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون" "جو لوگ راہ خدا میں قتل کئے گئے اُنھیں مردہ نہ کہنا بلکہ وہ جیتے جاگتے ہیں مگر تم اُن کی زندگی کا شعور نہیں رکھتے۔" دوسرے مقام پر اُن کی زندگی سے متعلق ارشاد ہوتا ہے

لا تحسبنّ الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاءٌ عند ربّھم یرزقون " جو اللہ کی راہ میں مارے گئے انھیں مُردہ گمان نہ کرنا بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کے ہاں سے روزی پاتے ہیں" جب عام شہدائے راہِ خدا کے بارے میں قلب و زبان پر پہرا بٹھا دیا گیا ہے کہ نہ انھیں مُردہ کہا جائے اور نہ انھیں مُردہ سمجھا جائے تو وہ معصوم ہستیاں کہ جن کی گردنیں تلوار کیلئے اور کام و دہن زہر کے لئے وقف ہو کر رہ گئے تھے، کیونکر زندہ جاوید نہ ہوں گی ۔ پھر ان کے جسموں کے متعلق فرمایا ہے کہ امتدادِ زمانہ سے ان میں کہنگی و بوسیدگی کے آثار پیدا نہیں ہوتے بلکہ وہ اُسی حالت میں رہتے ہیں جس حالت میں شہید ہوتے ہیں، اور اسمیں کوئی استبعاد نہیں ہے کیونکہ مادی ذرائع سے ہزار ہا برس کی محفوظ کی ہوئی میّتیں اسوقت تک موجود ہیں، تو جب مادی اسباب سے یہ ممکن ہے تو کیا قادرِ مطلق کے احاطۂ قدرت سے یہ باہر ہے کہ جن کی موت میں زندگی کے احساسات ودیعت کر دیئے ہوں اُن کے جسموں کو تغیر و تبدل سے محفوظ رکھے ؟..... چنانچہ شہدائے بدر کے متعلق پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا زملوھم بکلومھم و دمائھم فانھم یحشرون یوم القیامۃ واوداجھم تشخب دماء" انھیں انہی زخموں اور خون کی روانیوں کے ساتھ لپیٹے دو۔ کیونکہ جب یہ قیامت میں محشور ہوں گے، تو ان کے رگہائے گلو سے خون اُبلتا ہو گا"۔ ۱۲ ؎ ثقل اکبر سے مراد قرآن اور ثقل اصغر سے اہل بیت علیہم السلام مُراد ہیں جیسا کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ارشاد انی تارک فیکم الثقلین میں لفظ ثقلین سے قرآن و اہل بیت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اس لفظ سے تعبیر کرنے کے چند وجوہ ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ چونکہ تعلیمات قرآن و سیرتِ اہل بیت پر عمل پیرا ہونا عموماً طبائع پر ثقیل و گراں گزرتا ہے اسلئے انھیں ثقلین سے تعبیر فرمایا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ثقل کے معنی سامانِ مسافر کے ہوتے ہیں۔ جس کے محلِ احتیاج ہونے کی وجہ سے اسکی ہر وقت حفاظت کی جاتی ہے۔ اور چونکہ قدرت نے انھیں قیامت تک باقی و برقرار رکھ کر ان کی حفاظت کا سر و سامان کیا ہے اسلئے انھیں ثقلین کہا گیا ہے یا یہ کہ پیغمبر نے راہ پیمائے جادۂ آخرت ہونے کے وقت انھیں اپنا متاعِ بے بہا قرار دے کر اُمت سے اُن کی حفاظت چاہی ہے تیسری وجہ یہ ہے کہ اُن کی نفاست و گرانقدری کے پیشِ نظر انھیں ثقلین سے یاد کیا گیا ہے۔ کیونکہ ثقل کے معنی نفیس و پاکیزہ شے کے ہوتے ہیں۔ چنانچہ ابن حجر مکیؒ نے تحریر کیا ہے :۔ سمی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم القرآن وعترتہ الثقلین لان الثقل کل نفیس خطیر مصون وھٰذان کذالک اذ کل منھما معدن للعلوم اللدنیۃ والاسرار والحکم العلیۃ والاحکام الشرعیۃ ولذا حث صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم علی الاقتداء والتمسک بھم و التعلم منھم و احق من یتمسک بہ منھم امامھم و عالمھم علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجھہ لما قدمناہ من مزید علمہ و دقائق مستنبطہ " پیغمبر نے قرآن اور اپنی عترت کا نام ثقلین رکھا ہے کیونکہ ثقل ہر نفیس، عمدہ اور

محفوظ چیز کو کہتے ہیں۔ اور یہ دونوں ایسے ہی تھے۔ ان میں سے ہر ایک علم لدنی کا گنجینہ، اور بلند پایہ اسرار و حکم اور احکام شرعیہ کا مخزن ہو۔ اسی لیئے پیغمبرؐ نے ان کی اقتدا اور ان کے دامن سے وابستگی اور ان سے تحصیل علوم کے لیئے امت کو آمادہ کیا، اور انہیں سے تمسک کیے جانے کے زیادہ حقدار امام و عالم آل محمد علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ہیں۔ آپ کی اس علمی فراوانی اور استنباط میں وقت پسندی کی بنا پر کہ جس کا ہم پہلے تذکرہ کر چکے ہیں" (صواعق محرقہ)

پیغمبر اکرم نے چونکہ مقام تعبیر میں کتاب کی نسبت اللہ کی جانب دی ہے اور عترت کی نسبت اپنی طرف، اسلیئے حفظ مراتب کا لحاظ کرتے ہوئے اُسے اکبر اور اسے اصغر سے تعبیر فرمایا ہو۔ ورنہ مقام تمسک میں اہمیت کے لحاظ سے دونوں یکساں اور تعمیر اخلاق میں افادیت کے لحاظ سے ناطق کا درجہ صامت پر مقدم ہونے میں گنجائش انکار نہیں ہے ۱۲

خطبہ (۸۶)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ اللهَ لَمْ يَقْصِمْ جَبَّارِي دَهْرٍ قَطُّ إِلَّا بَعْدَ تَمْهِيلٍ وَرَخَاءٍ۔ وَلَمْ يَجْبُرْ عَظْمَ أَحَدٍ مِنَ الْأُمَمِ إِلَّا بَعْدَ أَزْلٍ وَبَلَاءٍ وَفِي دُونِ مَا اسْتَقْبَلْتُمْ مِنْ عَتْبٍ وَمَا اسْتَدْبَرْتُمْ مِنْ خَطْبٍ مُعْتَبَرٌ۔ وَمَا كُلُّ ذِي قَلْبٍ بِلَبِيبٍ۔ وَلَا كُلُّ ذِي سَمْعٍ بِسَمِيعٍ۔ وَلَا كُلُّ نَاظِرٍ بِبَصِيرٍ۔ فَيَا عَجَبِي وَمَا لِيَ لَا أَعْجَبُ مِنْ خَطَاءِ هٰذِهِ الْفِرَقِ عَلَى اخْتِلَافِ حُجَجِهَا فِي دِينِهَا لَا يَقْتَصُّونَ أَثَرَ نَبِيٍّ۔ وَلَا يَقْتَدُونَ بِعَمَلِ وَصِيٍّ۔ وَلَا يُؤْمِنُونَ بِغَيْبٍ۔ وَلَا يَعِفُّونَ عَنْ عَيْبٍ۔ يَعْمَلُونَ فِي الشُّبُهَاتِ وَيَسِيرُونَ فِي الشَّهَوَاتِ۔

حضرت علیہ السلام کے ایک خطبہ کا کچھ حصہ۔

اللہ نے زمانے کے کسی سرکش کی گردن نہیں توڑی جب تک کہ اُسے مہلت و فراغت نہیں عطا کر دی۔ اور کسی امت کی ہڈی کو نہیں جوڑا جب تک کہ اُسے شدت سختی اور ابتلا و آزمائش میں ڈال نہیں لیا۔ جو مصیبتیں تمہیں پیش آنے والی اور جن سختیوں سے تم گزر چکے ہو اُن سے کم بھی عبرت اندوزی کیلیئے کافی ہیں۔ ہر صاحب دل عاقل نہیں ہوتا اور نہ ہر کان رکھنے والا گوش شنوا اور نہ ہر آنکھ والا چشم بینا رکھتا ہو۔ مجھے حیرت ہے اور کیوں نہ حیرت ہو ان فرقوں کی خطاؤں پر، جنہوں نے اپنے دین کے بارے میں مختلف حجتوں میں اختلاف پیدا کر رکھے ہیں۔ جو نہ نبی کے نقش قدم پر چلتے ہیں، نہ وصی کے عمل کی پیروی کرتے ہیں۔ نہ غیب پر ایمان لاتے ہیں، نہ عیب سے دامن بچاتے ہیں۔ مشکوک و مشتبہ چیزوں پر ان کا عمل ہو، اور اپنی خواہشوں

الْمَعْرُوفُ عِنْدَهُمْ مَا عَرَفُوا۔ وَالْمُنْكَرُ عِنْدَهُمْ مَا أَنْكَرُوا۔ مَفْزَعُهُمْ فِي الْمُعْضِلَاتِ إِلَى أَنْفُسِهِمْ۔ وَتَعْوِيلُهُمْ فِي الْمُبْهَمَاتِ عَلَى آرَائِهِمْ كَأَنَّ كُلَّ امْرِئٍ مِنْهُمْ إِمَامُ نَفْسِهِ قَدْ أَخَذَ مِنْهَا فِيمَا يَرَى بِعُرًى ثِقَاتٍ وَأَسْبَابٍ مُحْكَمَاتٍ۔

راہ پر چلتے پھرتے ہیں۔ جس چیز کو وہ اچھا سمجھیں اُن کے نزدیک بس وہ اچھی ہے اور جس بات کو وہ بُرا جانیں اُن کے نزدیک بس وہ بُری ہے۔ مشکل گتھیوں کو سلجھانے کے لیے اپنے نفسوں پر اعتماد کر لیا ہے اور مشتبہ چیزوں میں اپنی رائے پر بھروسا کر لیتے ہیں۔ گویا اُنہیں سے ہر شخص خود ہی اپنا امام ہے اور اُس نے جو اپنے مقام پر اپنی رائے سے طے کر لیا ہے اُس کے متعلق یہ سمجھتا ہے کہ اسے قابلِ اطمینان وسیلوں اور مضبوط ذریعوں سے حاصل کیا ہے۔

خطبہ (۸۷)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

أَرْسَلَهُ عَلَى حِينِ فَتْرَةٍ مِنَ الرُّسُلِ۔ وَطُولِ هَجْعَةٍ مِنَ الْأُمَمِ وَاعْتِزَامٍ مِنَ الْفِتَنِ وَانْتِشَارٍ مِنَ الْأُمُورِ۔ وَتَلَظٍّ مِنَ الْحُرُوبِ وَالدُّنْيَا كَاسِفَةُ النُّورِ ظَاهِرَةُ الْغُرُورِ عَلَى حِينِ اصْفِرَارٍ مِنْ وَرَقِهَا وَإِيَاسٍ مِنْ ثَمَرِهَا۔ وَاغْوِرَارٍ مِنْ مَائِهَا۔ قَدْ دَرَسَتْ مَنَارُ الْهُدَى۔ وَظَهَرَتْ أَعْلَامُ الرَّدَى۔ فَهِيَ مُتَجَهِّمَةٌ لِأَهْلِهَا عَابِسَةٌ فِي وَجْهِ طَالِبِهَا ثَمَرُهَا الْفِتْنَةُ۔ وَطَعَامُهَا الْجِيفَةُ۔ وَشِعَارُهَا الْخَوْفُ وَدِثَارُهَا السَّيْفُ۔ فَاعْتَبِرُوا عِبَادَ اللهِ۔ وَاذْكُرُوا تِيكَ الَّتِي آبَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ بِهَا مُرْتَهَنُونَ وَعَلَيْهَا مُحَاسَبُونَ۔ وَلَعَمْرِي

حضرت علیہ السلام کے ایک خطبہ کا کچھ حصہ۔

اللہ نے اپنے پیغمبر کو اُس وقت بھیجا جبکہ رسولوں کی آمد کا سلسلہ رُکا ہوا تھا اور ساری امتیں مدت سے پڑی سو رہی تھیں۔ فتنے سر اُٹھا رہے تھے۔ سب چیزوں کا شیرازہ بکھرا ہوا تھا۔ جنگ کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ دنیا بے رونق و بے نور تھی۔ اور اسکی فریب کاریاں کھلی ہوئی تھیں اُس وقت اُسکے پتوں میں زردی دوڑی ہوئی تھی اور پھلوں سے نا اُمیدی تھی۔ پانی زمین میں تہ نشین ہو چکا تھا۔ ہدایت کے مینار مٹ گئے تھے۔ ہلاکت و گمراہی کے پرچم کھلے ہوئے تھے۔ اور دنیا دنیا والوں کے سامنے کرخت تیوروں سے اور تیوری چڑھائے ہوئے نظر آ رہی تھی۔ اسکا پھل فتنہ تھا اور اسکی غذا مردار تھی۔ اندر کا لباس خوف اور باہر کا پہناوا تلوار تھا۔ خدا کے بندو! عبرت حاصل کرو۔ اور ان (بداعمالیوں) کو یاد

مَا تَقَادَمَتْ بِكُمْ وَلَا بِهِمُ الْعُهُودُ. وَلَا خَلَتْ فِيمَا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمُ الْأَحْقَابُ وَالْقُرُونُ وَمَا أَنْتُمُ الْيَوْمَ مِنْ يَوْمِ كُنْتُمْ فِي أَصْلَابِهِمْ بِبَعِيدٍ. وَاللهِ مَا أَسْمَعَهُمُ الرَّسُولُ شَيْئاً إِلَّا وَهَا أَنَا ذَا الْيَوْمَ مُسْمِعُكُمُوهُ. وَمَا أَسْمَاعُكُمُ الْيَوْمَ بِدُونِ أَسْمَاعِهِمْ بِالْأَمْسِ. وَلَا شُقَّتْ لَهُمُ الْأَبْصَارُ وَلَا جُعِلَتْ لَهُمُ الْأَفْئِدَةُ فِي ذٰلِكَ الْأَوَانِ إِلَّا وَقَدْ أُعْطِيتُمْ مِثْلَهَا فِي هٰذَا الزَّمَانِ. وَوَاللهِ مَا بَصُرْتُمْ بَعْدَهُمْ شَيْئاً جَهِلُوهُ. وَلَا أُصْفِيتُمْ بِهِ وَحُرِمُوهُ. وَلَقَدْ نَزَلَتْ بِكُمُ الْبَلِيَّةُ جَائِلاً خِطَامُهَا رِخْواً بِطَانُهَا. فَلَا يَغُرَّنَّكُمْ مَا أَصْبَحَ فِيهِ أَهْلُ الْغُرُورِ. فَإِنَّمَا هُوَ ظِلٌّ مَمْدُودٌ إِلَىٰ أَجَلٍ مَعْدُودٍ.

کرو، جن (کے نتائج) میں تمہارے باپ، بھائی ... ہوئے ہیں اور جن پر اُن سے حساب ہونے والا ہے ... اپنی زندگی کی قسم! تمہارا زمانہ ان کے زمانے ... پیچھے نہیں ہے اور نہ تمہارے اور ان کے درمیان ... اور زمانوں کا فاصلہ ہے ابھی تم اُس دن سے زیادہ دور نہیں ہوئے کہ جب اُنکی صلبوں میں تھے۔ خدا کی قسم ... باتیں رسولؐ نے اُنکے کانوں تک پہونچائیں ہیں ... میں تمھیں آج سنا رہا ہوں۔ اور جتنا اُنھیں سنایا گیا اُس سے کچھ کم تمھیں نہیں سنایا جا رہا ہے۔ اور جس طرح ... وقت اُن کی آنکھیں کھولی گئی تھیں اور دل بنائے ... تھے ویسی ہی آنکھیں اور ویسے ہی دل اس وقت تمھیں ... گئے ہیں۔ خدا کی قسم! اُن کے بعد تمھیں کوئی ایسی بات ... بتائی گئی ہے جس سے وہ ناآشنا رہے ہوں اور کوئی ... چیز نہیں دی گئی ہے جس سے وہ محروم تھے۔ ہاں ... مصیبت تمھیں پیش آگئی ہے (جو اُس اونٹنی کے مانند ہے) جس کی نکیل جھول رہی اور تنگ ڈھیلا پڑ گیا (جو کہیں نہ کہیں ٹھوکر کھائے گی)، دیکھو! ان لوگوں کے ٹھاٹھ باٹ! تمھیں ورغلا نہ دیں۔ اسلئے کہ یہ ایک پھیلا ہوا سایہ ہے جس کا وقت محدود ہے۔

خطبہ (۸۸)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَعْرُوفِ مِنْ غَيْرِ رُؤْيَةٍ. وَالْخَالِقِ مِنْ غَيْرِ رَوِيَّةٍ. الَّذِي لَمْ يَزَلْ قَائِماً دَائِماً إِذْ لَا سَمَاءٌ ذَاتُ أَبْرَاجٍ

حضرت علیہ السلام کے ایک خطبہ کا کچھ حصہ

تمام حمد اُس اللہ کیلئے ہے جو نظر آئے بغیر جانا پہچانا ... ہے اور سوچ بچار میں پڑے بغیر پیدا کرنے والا ... اُسوقت بھی دائم و برقرار تھا جبکہ نہ برجوں والے ...

وَلَا حُجُبٌ ذَاتُ اَرْتَاجٍ ۔ وَلَا لَيْلٌ دَاجٍ ۔
وَلَا بَحْرٌ سَاجٍ ۔ وَلَا جَبَلٌ ذُوْ فِجَاجٍ ۔
وَلَا فَجٌّ ذُوْ اعْوِجَاجٍ ۔ وَلَا اَرْضٌ ذَاتُ
مِهَادٍ ۔ وَلَا خَلْقٌ ذُوْ اعْتِمَادٍ ۔ ذٰلِكَ مُبْتَدِعُ
الْخَلْقِ وَوَارِثُهٗ وَاِلٰهُ الْخَلْقِ وَرَازِقُهٗ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ
دَائِبَانِ فِيْ مَرْضَاتِهٖ يُبْلِيَانِ كُلَّ جَدِيْدٍ
وَيُقَرِّبَانِ كُلَّ بَعِيْدٍ ۔ قَسَمَ اَرْزَاقَهُمْ ۔
وَاَحْصٰى اٰثَارَهُمْ وَاَعْمَالَهُمْ وَعَدَدَ
اَنْفَاسِهِمْ وَخَائِنَةَ اَعْيُنِهِمْ ۔ وَمَا تُخْفِيْ
صُدُوْرُهُمْ مِنَ الضَّمِيْرِ وَمُسْتَقَرَّهُمْ
وَمُسْتَوْدَعَهُمْ مِنَ الْاَرْحَامِ وَالظُّهُوْرِ
اِلٰى اَنْ تَتَنَاهٰى بِهِمُ الْغَايَاتُ ۔ هُوَ الَّذِيْ
اشْتَدَّتْ نِقْمَتُهٗ عَلٰى اَعْدَائِهٖ فِيْ سَعَةِ
رَحْمَتِهٖ وَاتَّسَعَتْ رَحْمَتُهٗ لِاَوْلِيَائِهٖ فِيْ
شِدَّةِ نِقْمَتِهٖ قَاهِرُ مَنْ عَازَّهٗ وَمُدَمِّرُ
مَنْ شَاقَّهٗ وَمُذِلُّ مَنْ نَاوَاهُ وَغَالِبُ مَنْ
عَادَاهُ ۔ وَمَنْ تَوَكَّلَ عَلَيْهِ كَفَاهُ ۔ وَمَنْ
سَاَلَهٗ اَعْطَاهُ وَمَنْ اَقْرَضَهٗ قَضَاهُ ۔ وَ
مَنْ شَكَرَهٗ جَزَاهُ ۔

عِبَادَ اللّٰهِ زِنُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنْ قَبْلِ
اَنْ تُوْزَنُوْا ۔ وَحَاسِبُوْهَا مِنْ قَبْلِ اَنْ
تُحَاسَبُوْا وَتَنَفَّسُوْا قَبْلَ ضِيْقِ الْخِنَاقِ ۔ وَ
انْقَادُوْا قَبْلَ عُنْفِ السِّيَاقِ وَاعْلَمُوْا اَنَّهٗ

نہ بلند دروازوں والے حجاب تھے نہ اندھیری راتیں،
نہ ٹھہرا ہوا سمندر، نہ لمبے چوڑے راستوں والے پہاڑ، نہ آڑی
ترچھی پہاڑی راہیں اور نہ یہ بچھے ہوئے فرشوں والی زمین،
نہ کس بل رکھنے والی مخلوق تھی۔ وہی مخلوقات کا پیدا
کرنے والا اور اسکا وارث ہے اور کائنات کا معبود اور اُن کا
رازق ہے۔ سورج اور چاند اُس کی منشا کے مطابق (ایک
ڈھرے پہ) بڑھے جانے کی سرتوڑ کوششوں میں لگے
ہوئے ہیں۔ جو ہر نئی چیز کو فرسودہ اور دُور کی چیزوں کو
قریب کردیتے ہیں۔ اُس نے سب کو روزی بانٹ رکھی ہے
وہ سب کے عمل و کردار اور سانسوں کے شمار تک کو جانتا
ہے وہ چوری چھپی نظروں اور سینے کی مخفی نیتوں اور صلب
میں اُن کے ٹھکانوں اور شکم میں اُن کے سونپے جانے کی
جگہوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے یہانتک کہ ان کی عمریں
اپنی حدِ انتہا کو پہونچ جائیں۔ وہ ایسی ذات ہے کہ رحمت
کی وسعتوں کے باوجود اس کا عذاب دشمنوں پر سخت ہے۔
اور عذاب کی سختیوں کے باوجود دوستوں کیلئے اُسکی
رحمت وسیع ہے۔ جو اُسے دبانا چاہے اُس پر قابو پالینے والا
اور جو اُس سے ٹکر لینا چاہے اُسے تباہ و برباد کرنے والا
اور جو اُسکی مخالفت کرے اُسے رسوا و ذلیل کرنے والا
اور جو اُس سے دشمنی برتے اُس پر غلبہ پانے والا ہے۔ جو
اُس پر بھروسہ کرتا ہے وہ اُسکے لیئے کافی ہوجاتا ہے۔ اور
جو کوئی اُس سے مانگتا ہے اُسے دے دیتا ہے۔ اور جو اُسے
قرضہ دیتا ہے (یعنی اُسکی راہ میں خرچ کرتا ہے) وہ اُسے

مَنْ لَمْ يُعَنْ عَلٰى نَفْسِهٖ حَتّٰى يَكُوْنَ لَهٗ مِنْهَا وَاعِظٌ وَّزَاجِرٌ لَمْ يَكُنْ لَهٗ مِنْ غَيْرِهَا زَاجِرٌ وَّلَا وَاعِظٌ۔

ادا کرتا ہے۔ جو شکر کرتا ہے، اُسے بدلہ دیتا ہے۔
اللہ کے بندو! اپنے نفسوں کو تولے جانے سے
پہلے تول لو۔ اور محاسبہ کیے جانے سے قبل خود اپنا
کر لو۔ گلے کا پھندا تنگ ہونے سے پہلے سانس لے لو۔ اور سختی کے ساتھ ہنکائے جانے سے پہلے مطیع و فرماں
بن جاؤ۔ اور یاد رکھو کہ جسے اپنے نفس کیلئے یہ توفیق نہ ہو کہ وہ خود اپنے کو وعظ و پند کرے اور برائیوں پر متنبہ کرے
تو پھر کسی اور کی بھی پند و توبیخ اس پر اثر نہیں کر سکتی۔

خطبہ (۸۹)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

تُعْرَفُ بِخُطْبَةِ الْاَشْبَاحِ وَهِيَ مِنْ جَلَائِلِ خُطَبِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَكَانَ سَأَلَهٗ سَائِلٌ اَنْ يَصِفَ اللّٰهَ حَتّٰى كَاَنَّهٗ يَرَاهُ عِيَانًا فَغَضِبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِذٰلِكَ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَا يَفِرُهُ الْمَنْعُ وَالْجُمُوْدُ وَلَا يُكْدِيْهِ الْاِعْطَاءُ وَالْجُوْدُ۔ اِذْ كُلُّ مُعْطٍ مُنْتَقِصٌ سِوَاهُ۔ وَكُلُّ مَانِعٍ مَذْمُوْمٌ مَا خَلَاهُ۔ وَهُوَ الْمَنَّانُ بِفَوَائِدِ النِّعَمِ۔ وَعَوَائِدِ الْمَزِيْدِ وَالْقِسَمِ۔ عِيَالُهُ الْخَلَائِقُ ضَمِنَ اَرْزَاقَهُمْ وَقَدَّرَ اَقْوَاتَهُمْ۔ وَنَهَجَ سَبِيْلَ الرَّاغِبِيْنَ اِلَيْهِ وَالطَّالِبِيْنَ مَا لَدَيْهِ۔ وَلَيْسَ بِمَا سُئِلَ بِاَجْوَدَ مِنْهُ بِمَا لَمْ يُسْأَلْ۔ اَلْاَوَّلُ الَّذِيْ لَمْ يَكُنْ لَهٗ قَبْلٌ فَيَكُوْنَ شَيْءٌ قَبْلَهٗ۔

حضرت علیہ السلام کا ایک خطبہ۔

یہ خطبہ اشباح کے نام سے مشہور ہے اور امیر المومنین علیہ
کے بلند پایہ خطبوں میں شمار ہوتا ہے۔ اسے ایک سائل کے
جواب میں ارشاد فرمایا تھا جس نے آپ سے یہ سوال کیا
آپ خلاقِ عالم کے صفات کو اس طرح بیان فرمائیں
ایسا معلوم ہو جیسے ہم اُسے اپنی آنکھوں سے دیکھ
ہیں۔ اسپر حضرت غضبناک ہو گئے اور فرمایا:۔

تمام حمد اُس اللہ کیلئے ہے کہ جو فیض و عطا کے روکنے
مالدار نہیں ہو جاتا اور جود و عطا سے کبھی عاجز و قاصر
ہوتا۔ اسلئے کہ اسکے سوا ہر دینے والے کے یہاں (دادو
سے کمی واقع ہوتی ہے اور ہاتھ روک لینے پر انھیں برا
جا سکتا ہے وہ فائدہ بخش نعمتوں اور عطیوں کی فراوانی
اور روزیوں (کی تقسیم) سے ممنون احسان بنانے والا
ساری مخلوق اُسکا کنبہ ہے۔ اُس نے سب کے رزق کا ذمہ
اور سب کی روزیاں مقرر کر رکھی ہیں۔ اُس نے اپنی

والآخرُ الّذی لیسَ لَہٗ بعدٌ فیکونُ شیءٌ بعدَہٗ والرّادعُ اَناسیَّ
الابصارِ عن اَن تنالَہٗ اَو تدرِکَہٗ۔ ما اختلفَ علیہِ دھرٌ فیختلفُ
منہُ الحالُ۔ ولا کانَ فی مکانٍ فیجوزُ علیہِ
الانتقالُ ولو وھبَ ما تنفّستْ عنہُ
معادنُ الجبالِ وضحکتْ عنہُ اَصدافُ
البحارِ من فلزِ اللُّجینِ والعِقیانِ وَ
نُثارۃِ الدُّرِّ وحصیدِ المرجانِ ما اثّرَ
ذٰلکَ فی جودِہٖ۔ ولا انفدَ سعۃَ ما عندَہٗ
ولکانَ عندَہٗ من ذخائرِ الانعامِ ما لا
تُنفدُہٗ مطالبُ الانامِ لانّہُ الجوادُ
الّذی لا یغیضُہٗ سؤالُ السّائلینَ ولا
یُبخِلُہٗ اِلحاحُ الملحّینَ۔ فانظُر ایُّھا السّائلُ
فما دلّکَ القرآنُ علیہِ من صفتِہٖ
فائتمّ بہٖ۔ واستضِئْ بنورِ ھدایتِہٖ وما
کلّفکَ الشّیطانُ علمَہٗ ممّا لیسَ فی الکتابِ
علیکَ فرضُہٗ ولا فی سُنّۃِ النّبیِّ صلّی
اللّٰہُ علیہِ وآلہٖ وسلّمَ وائمّۃِ
الھدٰی اثرُہٗ فکِل علمَہٗ اِلی اللّٰہِ سُبحانَہٗ
فانّ ذٰلکَ مُنتھٰی حقِّ اللّٰہِ علیکَ واعلمْ
انّ الرّاسخینَ فی العلمِ ھمُ الّذینَ اغناھُم
عن اقتحامِ السُّددِ المضروبۃِ دونَ
الغیوبِ الاقرارُ بجملۃِ ما جھلوا تفسیرَہٗ
منَ الغیبِ المحجوبِ، فمدحَ اللّٰہُ اعترافَھُم

اور اپنی نعمت کے طلبگاروں کیلیے راہ کھول دی ہے۔ وہ دست
طلب کے نہ بڑھنے پر بھی اتنا ہی کریم ہے جتنا طلب و سوال کا ہاتھ
بڑھنے پر۔ وہ ایسا اوّل ہے جسکے لیے کوئی قبل ہے ہی نہیں کہ
کوئی شے اس سے پہلے ہو سکے۔ اور ایسا آخر ہے جسکے لیے
کوئی بعد ہے ہی نہیں تاکہ کوئی چیز اُسکے بعد فرض کی جا سکے
وہ آنکھ کی پتلیوں کو (دُور ہی سے) روک دینے والا ہے کہ
وہ اُسے پا سکیں یا اُسکی حقیقت معلوم کر سکیں۔ اسپر زمانہ
کے مختلف دور نہیں گزرتے کہ اُسکے حالات میں تغیر و تبدل
پیدا ہو۔ وہ کسی جگہ میں نہیں ہے کہ اُسکے لیے نقل و حرکت
صحیح ہو سکے۔ اگر وہ چاندی اور سونے جیسی نفیس دھاتیں کہ
جنھیں پہاڑوں کے معدن (لمبی لمبی) سانسیں بھر کر اُچھال
دیتے ہیں اور بکھرے ہوئے موتی اور مرجان کی کٹی ہوئی
شاخیں کہ جنھیں دریاؤں کی سیپیاں کھلکھلا کر ہنستے ہوئے
اُگل دیتی ہیں بخشدے تو اس سے اُسکے جود و عطا پر کوئی اثر
نہیں پڑتا اور نہ اُسکی دولت کا ذخیرہ اس سے ختم ہو سکتا
ہے اور اُسکے پاس پھر بھی انعام اکرام کے اتنے ذخیرے موجود رہینگے
جنھیں لوگوں کی مانگ ختم نہیں کر سکتی اسلیے کہ وہ ایسا
فیاض ہے جسے سوالوں کا پورا کرنا مفلس نہیں بنا سکتا اور
گڑگڑا کر سوال کرنے والوں کا حد سے بڑھا ہوا اصرار
بخل پر آمادہ نہیں کر سکتا۔ اے (اللہ کی صفتوں کو) دریافت
کرنے والے دیکھو! کہ جن صفتوں کا تمہیں قرآن نے پتہ دیا
ہے (اُن میں) تم اُسی کی پیروی کرو اور اُسی کے نور ہدایت سے
کسب ضیا کرتے رہو اور جو چیزیں کہ قرآن میں واجب نہیں

بِالْعَجْزِ عَنْ تَنَاوُلِ مَا لَمْ يُحِيطُوا بِهِ عِلْماً۔
وَسَمّٰى تَرْكَهُمُ التَّعَمُّقَ فِيمَا لَمْ يُكَلِّفْهُمُ
الْبَحْثَ عَنْ كُنْهِهِ رُسُوخاً۔ فَاقْتَصِرْ عَلٰى
ذٰلِكَ وَلَا تُقَدِّرْ عَظَمَةَ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ
عَلٰى قَدْرِ عَقْلِكَ فَتَكُونَ مِنَ الْهَالِكِينَ۔

هُوَ الْقَادِرُ الَّذِي إِذَا ارْتَمَتِ الْأَوْهَامُ
لِتُدْرِكَ مُنْقَطَعَ قُدْرَتِهِ وَحَاوَلَ الْفِكْرُ
الْمُبَرَّأُ مِنْ خَطَرَاتِ الْوَسَاوِسِ أَنْ يَقَعَ
عَلَيْهِ فِي عَمِيقَاتِ غُيُوبِ مَلَكُوتِهِ وَ
تَوَلَّهَتِ الْقُلُوبُ إِلَيْهِ لِتَجْرِيَ فِي كَيْفِيَّةِ
صِفَاتِهِ وَغَمَضَتْ مَدَاخِلُ الْعُقُولِ فِي
حَيْثُ لَا تَبْلُغُهُ الصِّفَاتُ لِتَنَالَ عِلْمَ
ذَاتِهِ رَدَعَهَا وَهِيَ تَجُوبُ مَهَاوِيَ سُدَفِ
الْغُيُوبِ مُتَخَلِّصَةً إِلَيْهِ سُبْحَانَهُ فَرَجَعَتْ
إِذْ جُبِهَتْ مُعْتَرِفَةً بِأَنَّهُ لَا يُنَالُ بِجَوْرِ
الْاعْتِسَافِ كُنْهُ مَعْرِفَتِهِ وَلَا تَخْطُرُ
بِبَالِ أُولِي الرَّوِيَّاتِ خَاطِرَةٌ مِنْ تَقْدِيرِ
جَلَالِ عِزَّتِهِ الَّذِي ابْتَدَعَ الْخَلْقَ عَلٰى
غَيْرِ مِثَالٍ امْتَثَلَهُ، وَلَا مِقْدَارٍ احْتَذٰى
عَلَيْهِ مِنْ خَالِقٍ مَعْهُودٍ كَانَ قَبْلَهُ۔ وَ
أَرَانَا مِنْ مَلَكُوتِ قُدْرَتِهِ، وَعَجَائِبِ مَا
نَطَقَتْ بِهِ آثَارُ حِكْمَتِهِ، وَاعْتِرَافِ
الْحَاجَةِ مِنَ الْخَلْقِ إِلٰى أَنْ يُقِيمَهَا بِمِسَاكِ

اور نہ سنت پیغمبرؐ و ائمہ ہدیٰ میں ان کا نام و نشان ہے اور
صرف شیطان نے اسکے جاننے کی تمہیں زحمت دی ہے۔
اس کا علم اللہ ہی کے پاس رہنے دو اور یہی تم پر اللہ کے
حق کی آخری حد ہے۔ اور (اس بات کو) یاد رکھو کہ علم
میں راسخ و پختہ لوگ وہی ہیں کہ جو غیب کے پردوں میں چھپی
ہوئی ساری چیزوں کا اجمالی طور پر اقرار کرتے (اور
ان پر اعتقاد رکھتے) ہیں۔ اگرچہ ان کی تفسیر و تفصیل نہیں
جانتے۔ اور یہی اقرار انھیں غیب پر پڑے ہوئے پردوں
میں دراانہ گھسنے سے بے نیاز بنائے ہوئے ہے اور اللہ
اس بات پر ان کی مدح کی ہے کہ جو چیزیں ان کے احاطۂ علم
سے باہر ہوتی ہیں اس کی رسائی سے اپنے عجز کا اعتراف
کر لیتے ہیں اور اللہ نے جس چیز کی حقیقت سے بحث کرنے
کی تکلیف نہیں دی اس میں تعمق و کاوش کے ترک ہی کا نام
رسوخ رکھا ہے۔ لہٰذا بس اسی پر اکتفا کرو اور اپنی عقل کے
پیمانے کے مطابق اللہ کی عظمت کو محدود نہ بناؤ ورنہ تمہارا
شمار ہلاک ہونے والوں میں قرار پائے گا۔

وہ ایسا قادر ہے کہ جب اس کی قدرت کی انتہا معلوم
کرنے کیلئے وہم اپنے تیر چلا رہا ہو اور فکر ہر طرح کے وسوسوں
کے اُدھیڑ بُن سے آزاد ہو کر اسکے قلمرو ملکوت کے گہرے
بھیدوں پر آگاہ ہونے کے درپے ہو اور دل اسکی صفتوں کی
کیفیت سمجھنے کیلئے والہانہ طور پر دوڑ پڑے ہوں اور
ذات الٰہی کو جاننے کیلئے عقلوں کی جستجو و تلاش کی راہیں
حد بیان سے زیادہ دور تک چلی گئی ہوں، تو اللہ اُسو

تؤدّيه ما دلّنا باضطرار قيام الحجّة له
على معرفته وظهرت في البدائع التي
احدثها آثار صنعته واعلام حكمته
فصار كلّ ما خلق حجّة له ودليلاً عليه
وان كان خلقاً صامتاً فحجّته بالتدبير
ناطقة ودلالته على المبدع قائمة۔
فاشهد انّ من شبّهك بتباين اعضاء خلقك
وتلاحم حقاق مفاصلهم المحتجبة
لتدبير حكمتك لم يعقد غيب ضميره
على معرفتك۔ ولم يباشر قلبه اليقين
بانّه لا ندّ لك وكانّه لم يسمع تبرّؤ
التّابعين من المتبوعين اذ يقولون "تالله
ان كنّا لفي ضلال مّبين اذ نسوّيكم بربّ
العالمين"، كذب العادلون بك اذ
شبّهوك باصنامهم ونحلوك حلية
المخلوقين باوهامهم۔ وجزّؤوك
تجزئة المجسّمات بخواطرهم وقدّروك
على الخلقة المختلفة القوى بقرائح عقولهم
واشهد من ساواك بشيء مّن خلقك
فقد عدل بك۔ والعادل بك كافر بما
تنزّلت به محكمات آياتك۔ ونطقت
عنه شواهد حجج بيّناتك۔ وانّك
انت الله الّذي لم تتناه في العقول

جب وہ غیب کی تیرگیوں کے گڑھوں کو عبور کر رہی ہوتی
ہیں۔ ان سب کو (ناکامیوں کے ساتھ) پلٹا دیتا ہے۔ چنانچہ
جب اس طرح منہ کی کھا کر پلٹتی ہیں تو انھیں یہ اعتراف
کرنا پڑتا ہے کہ ایسی بے راہ رویوں سے اسکی معرفت کا
کھوج نہیں لگایا جا سکتا اور نہ فکر پیماؤں کے دلوں میں
اس کی عزت کے تمکنت و جلال کا ذرا سا شائبہ آ سکتا ہے۔
وہ وہی ہے کہ جس نے مخلوقات کو ایجاد کیا بغیر اسکے کہ کوئی
مثال اپنے سامنے رکھتا اور بغیر اسکے کہ اپنے سے پہلے
کسی اور خالق و معبود کی بنائی ہوئی چیزوں کا چربہ اتارتا
اس نے اپنی قدرت کی بادشاہت اور ان عجیب چیزوں
کے واسطہ سے کہ جنمیں اسکی حکمت و دانائی کے آثار (منہ سے)
بول رہے ہیں اور مخلوق کے اس اعتراف سے کہ وہ اپنے رکنے
تھمنے میں اسکے سہارے کی محتاج ہے ہمیں وہ چیزیں دکھائی
ہیں کہ جنھوں نے قہراً دلیل قائم ہو جانے کے دباؤ سے
اسکی معرفت کی طرف ہماری راہنمائی کی ہے اور اسکی پیدا
کردہ عجیب و غریب چیزوں میں اسکی صنعت کے نقش و نگار
اور حکمت کے آثار نمایاں اور واضح ہیں۔ چنانچہ ہر مخلوق
اسکی ایک حجت اور ایک برہان بن گئی ہے۔ چاہے وہ خاموش
مخلوق ہو۔ مگر اللہ کی تدبیر و کارسازی کی ایک بولتی ہوئی
دلیل ہے اور ہستی صانع کی طرف اسکی رہنمائی ثابت و
برقرار ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ جس نے تجھے تیری ہی
مخلوق سے اُن کے اعضا کے الگ الگ ہونے اور تیری
حکمت کی کارسازیوں سے گوشت و پوست میں ڈھکے

فَتَكُونَ فِي مَهَبِّ فِكْرِهَا مُكَيَّفًا وَلَا فِي رَوِيَّاتِ خَوَاطِرِهَا فَتَكُونَ مَحْدُودًا مُصَرَّفًا۔

وَمِنْهَا قَدَّرَ مَا خَلَقَ فَأَحْكَمَ تَقْدِيرَهُ وَدَبَّرَهُ فَأَلْطَفَ تَدْبِيرَهُ وَوَجَّهَهُ لِوِجْهَتِهِ۔ فَلَمْ يَتَعَدَّ حُدُودَ مَنْزِلَتِهِ۔ وَلَمْ يَقْصُرْ دُونَ الْاِنْتِهَاءِ إِلَى غَايَتِهِ وَلَمْ يَسْتَصْعِبْ إِذْ أُمِرَ بِالْمُضِيِّ عَلَى إِرَادَتِهِ۔ وَكَيْفَ وَإِنَّمَا صَدَرَتِ الْأُمُورُ عَنْ مَشِيَّتِهِ۔ الْمُنْشِئُ أَصْنَافَ الْأَشْيَاءِ بِلَا رَوِيَّةِ فِكْرٍ آلَ إِلَيْهَا وَلَا قَرِيحَةِ غَرِيزَةٍ أَضْمَرَ عَلَيْهَا وَلَا تَجْرِبَةٍ أَفَادَهَا مِنْ حَوَادِثِ الدُّهُورِ وَلَا شَرِيكٍ أَعَانَهُ عَلَى ابْتِدَاعِ عَجَائِبِ الْأُمُورِ فَتَمَّ خَلْقُهُ بِأَمْرِهِ وَأَذْعَنَ لِطَاعَتِهِ وَأَجَابَ إِلَى دَعْوَتِهِ۔ وَلَمْ يَعْتَرِضْ دُونَهُ رَيْثُ الْمُبْطِئِ وَلَا أَنَاةُ الْمُتَلَكِّئِ فَأَقَامَ مِنَ الْأَشْيَاءِ أَوَدَهَا وَنَهَجَ حُدُودَهَا وَلَاءَمَ بِقُدْرَتِهِ بَيْنَ مُتَضَادِّهَا۔ وَوَصَلَ أَسْبَابَ قَرَائِنِهَا وَفَرَّقَهَا أَجْنَاسًا مُخْتَلِفَاتٍ فِي الْحُدُودِ وَالْأَقْدَارِ وَالْغَرَائِزِ وَالْهَيْئَاتِ۔ بَدَايَا خَلَائِقَ أَحْكَمَ صُنْعَهَا وَفَطَرَهَا عَلَى مَا أَرَادَ وَابْتَدَعَهَا۔

ہوئے ان کے جوڑوں کے سروں کے ملنے میں تشبیہ دی اس نے اپنے چھپے ہوئے ضمیر کو تیری معرفت سے وابستہ نہیں کیا، اور اُسکے دل کو یہ یقین چھو بھی نہیں گیا کہ تیرا کوئی نظیر نہیں۔ گویا اُس نے پیرکاروں کا یہ قول نہیں سُنا جو اپنے مقتداؤں سے بیزاری چاہتے ہوئے یہ کہیں گے کہ "خدا کی قسم! ہم تو قطعاً ایک کھلی ہوئی گمراہی میں تھے کہ جب ہم سارے جہان کے پالنے والے کے برابر تمھیں ٹھہرا کرتے تھے"، وہ لوگ جھوٹے ہیں جو تجھے دوسروں کے برابر سمجھ کر اپنے بتوں سے تشبیہ دیتے ہیں اور اپنے وہم میں تجھ پر مخلوقات کی صفتیں جڑ دیتے ہیں، اور اپنے خیال میں اس طرح تیرے حصے بخرے کرتے ہیں جسطرح مجسم چیزوں کے جوڑ بند الگ الگ کیے جاتے ہیں اور اپنی عقلوں کی سوجھ بوجھ کے مطابق تجھے مختلف قوتوں والی مخلوقات پر قیاس کرتے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ جس نے تجھے تیری مخلوق میں سے کسی کے برابر جانا اُس نے تیرا ہمسر بنا ڈالا اور تیرا ہمسر بنانے والا تیری کتاب کی محکم آیتوں کے مضامین اور ان حقائق کا جنھیں تیری طرف کے روشن دلائل واضح کر رہے ہیں، منکر ہے۔ تو وہ اللہ ہے کہ عقلوں کی حد میں گھر نہیں سکتا کہ ان کی سوچ بچار کی زد پر آکر کیفیات کو قبول کرے اور نہ ان کے غور و فکر کی جولانیوں میں تیری سمائی ہے کہ تو محدود ہو کر ان کے فکری تصرفات کا پابند بن جائے۔

اسی خطبہ کا ایک حصہ یہ ہے:—

وَمِنْهَا فِي صِفَةِ السَّمَاءِ :-
وَنَظَمَ بِلَا تَعْلِيقٍ رَهَوَاتِ فُرَجِهَا۔
وَلَاحَمَ صُدُوعَ انْفِرَاجِهَا وَوَشَّجَ بَيْنَهَا
وَبَيْنَ أَزْوَاجِهَا۔ وَذَلَّلَ لِلْهَابِطِينَ بِأَمْرِهِ
وَالصَّاعِدِينَ بِأَعْمَالِ خَلْقِهِ حُزُونَةَ
مِعْرَاجِهَا وَنَادَاهَا بَعْدَ إِذْ هِيَ دُخَانٌ۔
فَالْتَحَمَتْ عُرَى أَشْرَاجِهَا۔ وَفَتَقَ بَعْدَ
الْاِرْتِتَاقِ صَوَامِتَ أَبْوَابِهَا۔ وَأَقَامَ
رَصَدًا مِنَ الشُّهُبِ الثَّوَاقِبِ عَلَى
نِقَابِهَا وَأَمْسَكَهَا مِنْ أَنْ تَمُورَ فِي
خَرْقِ الْهَوَاءِ بِأَيْدِهِ۔ وَأَمَرَهَا أَنْ
تَقِفَ مُسْتَسْلِمَةً لِأَمْرِهِ وَجَعَلَ شَمْسَهَا
آيَةً مُبْصِرَةً لِنَهَارِهَا وَقَمَرَهَا آيَةً
مَمْحُوَّةً مِنْ لَيْلِهَا فَأَجْرَاهُمَا فِي مَنَاقِلِ
مَجْرَاهُمَا۔ وَقَدَّرَ سَيْرَهُمَا فِي مَدَارِجِ
دَرَجِهِمَا۔ لِيُمَيِّزَ بَيْنَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ بِهِمَا
وَلِيُعْلَمَ عَدَدُ السِّنِينَ وَالْحِسَابُ بِمَقَادِيرِهِمَا
ثُمَّ عَلَّقَ فِي جَوِّهَا فَلَكَهَا۔ وَنَاطَ بِهَا زِينَتَهَا
مِنْ خَفِيَّاتِ دَرَارِيِّهَا وَمَصَابِيحِ كَوَاكِبِهَا
وَرَمَى مُسْتَرِقِي السَّمْعِ بِثَوَاقِبِ شُهُبِهَا
وَأَجْرَاهَا عَلَى إِذْلَالِ تَسْخِيرِهَا مِنْ ثَبَاتِ
ثَابِتِهَا وَمَسِيرِ سَائِرِهَا وَهُبُوطِهَا وَ
صُعُودِهَا وَنُحُوسِهَا وَسُعُودِهَا۔

اس نے جو چیزیں پیدا کیں ان کا ایک اندازہ رکھا
مضبوط و مستحکم، اور ان کا انتظام کیا عمدہ و پاکیزہ، اور
انھیں ان کی سمت پر اس طرح لگایا کہ نہ وہ اپنی آخری
منزل کی حدوں سے آگے بڑھیں اور نہ منزل منتہا تک
پہونچنے میں کوتاہی کی جب انھیں اللہ کے ارادے پر
چل پڑنے کا حکم دیا گیا، تو انھوں نے سرتابی نہیں کی۔
اور وہ ایسا کر ہی کیونکر سکتی تھیں جبکہ تمام امور اسی کی
مشیت و ارادہ سے صادر ہوئے ہیں وہ گوناگوں چیزوں
کا موجد ہے بغیر کسی سوچ بچار کی طرف رجوع کئے اور بغیر
طبیعت کی کسی جولانی کے کہ جسے دل میں چھپائے ہو اور بغیر
کسی تجربہ کے کہ جو زمانہ کے حوادث سے حاصل کیا ہو اور
بغیر کسی شریک کے کہ جو ان عجیب و غریب چیزوں کی ایجاد
میں اس کا معین و مددگار رہا ہو، چنانچہ مخلوق (بن بنا کر)
مکمل ہو گئی اور اس نے اللہ کی اطاعت کے سامنے سر
جھکا دیا اور (فوراً) اس کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے بڑھی
نہ کسی دیر کرنیوالے کی سی سست رفتاری دامنگیر ہوئی
اور نہ کسی حیل و حجت کرنیوالے کی سی سستی اور ڈھیل
حائل ہوئی۔ اس نے ان چیزوں کے ٹیڑھاپن کو سیدھا
اور ان کی حدیں معین کر دیں۔ اور اپنی قدرت سے ان متضاد
چیزوں میں ہم رنگی و ہم آہنگی پیدا کی اور نفسوں کے رشتے
(بدنوں سے) جوڑ دیے اور انھیں مختلف جنسوں پر بانٹ
دیا جو اپنی حدوں، اندازوں، طبیعتوں اور صورتوں میں جدا
جدا ہیں۔ یہ نو ایجاد مخلوق ہے کہ جس کی ساخت اس نے

وَمِنْهَا فِي صِفَةِ الْمَلَائِكَةِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ
ثُمَّ خَلَقَ سُبْحَانَهُ لِإِسْكَانِ سَمٰوَاتِهِ۔
وَعِمَارَةِ الصَّفِيحِ الْأَعْلَىٰ مِنْ مَلَكُوتِهِ خَلْقًا
بَدِيعًا مِنْ مَلَائِكَتِهِ وَمَلَأَ بِهِمْ فُرُوجَ
فِجَاجِهَا۔ وَحَشَا بِهِمْ فُتُوقَ أَجْوَائِهَا۔
وَبَيْنَ فَجَوَاتِ تِلْكَ الْفُرُوجِ زَجَلُ
الْمُسَبِّحِينَ مِنْهُمْ فِي حَظَائِرِ الْقُدُسِ
وَسُتُرَاتِ الْحُجُبِ وَسُرَادِقَاتِ الْمَجْدِ۔
وَوَرَاءَ ذٰلِكَ الرَّجِيجِ الَّذِي تَسْتَكُّ مِنْهُ
الْأَسْمَاعُ سُبُحَاتُ نُورٍ تَرْدَعُ الْأَبْصَارَ
عَنْ بُلُوغِهَا۔ فَتَقِفُ خَاسِئَةً عَلَىٰ
حُدُودِهَا۔ أَنْشَأَهُمْ عَلَىٰ صُوَرٍ مُخْتَلِفَاتٍ
وَأَقْدَارٍ مُتَفَاوِتَاتٍ۔ أُولِي أَجْنِحَةٍ تُسَبِّحُ
جَلَالَ عِزَّتِهِ لَا يَنْتَحِلُونَ مَا ظَهَرَ فِي
الْخَلْقِ مِنْ صُنْعِهِ۔ وَلَا يَدَّعُونَ أَنَّهُمْ
يَخْلُقُونَ شَيْئًا مِمَّا انْفَرَدَ بِهِ۔ بَلْ عِبَادٌ
مُكْرَمُونَ "لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُمْ
بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ"۔ جَعَلَهُمْ فِيمَا هُنَالِكَ
أَهْلَ الْأَمَانَةِ عَلَىٰ وَحْيِهِ وَحَمَّلَهُمْ
إِلَى الْمُرْسَلِينَ وَدَائِعَ أَمْرِهِ وَنَهْيِهِ۔
وَعَصَمَهُمْ مِنْ رَيْبِ الشُّبُهَاتِ فَمَا مِنْهُمْ
زَائِغٌ عَنْ سَبِيلِ مَرْضَاتِهِ۔ وَأَمَدَّهُمْ
بِفَوَائِدِ الْمَعُونَةِ۔ وَأَشْعَرَ قُلُوبَهُمْ

مضبوط کی ہے اور اپنے ارادے کے مطابق اسے بنایا
اور ایجاد کیا۔
اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے آسمان کے وصف میں:۔
اُس نے بغیر (کسی چیز سے) وابستہ کیے اسکے شگافوں
کے نشیب و فراز کو مرتب کر دیا اور اسکے درازوں کی
کشادگیوں کو ملا دیا اور انھیں آپس میں ایک دوسرے کے
ساتھ جکڑ دیا اور اسکے احکام کو لے کر اترنے والوں اور
خلق کے اعمال کو لے کر چڑھنے والوں کیلئے اس کی
بلندیوں کی دشوار گزاری کو آسان کر دیا۔ ابھی وہ آسمان
دھوئیں ہی کی شکل میں تھے، کہ اللہ نے انھیں پکارا تو
(فوراً) ان کے تسموں کے رشتے آپس میں متصل ہو گئے اور
ان کے بند دروازوں کو بستہ ہونے کے بعد کھول دیا اور
ان کے سوراخوں پر ٹوٹتے ہوئے تاروں کے نگہبان
کھڑے کر دیے اور انھیں اپنے زور سے روک دیا کہ کہیں
ہوا کے پھیلاؤ میں ادھر اُدھر نہ ہو جائیں۔ اور انھیں مامور
کیا کہ وہ اُسکے حکم کے سامنے سر جھکائے ہوئے اپنے مرکز
پر ٹھہرے رہیں۔ اُس نے فلک کے سورج کو دن کی روشن
نشانی اور چاند کو رات کی دھندلی نشانی قرار دیا ہے
اور انھیں ان کی منزلوں پر چلایا ہے اور انکی گزرگاہ
میں انکی رفتار مقرر کر دی ہے تاکہ انکے ذریعے سے شب
روز کی تمیز ہو سکے اور انہی کے اعتبار سے برسوں کی گنتی
اور (دوسرے) حساب جانے جا سکیں۔ پھر یہ کہ اس
آسمانی فضا میں اس فلک کو آویزاں کیا اور اسمیں اسکی

تواضع إخبات السكينة وفتح لهم
أبواباً ذُللاً إلى تماجيده. ونصب لهم
مناراً واضحة على أعلام توحيده.
لم تثقلهم موصرات الآثام. ولم
ترتحلهم عقب الليالي والأيام. ولم
ترم الشكوك بنوازعها عزيمة إيمانهم
ولم تعترك الظنون على معاقد يقينهم
ولا قدحت قادحة الإحن فيما بينهم
ولا سلبتهم الحيرة ما لاق من معرفته
بضمائرهم وسكن من عظمته و
هيبة جلالته في أثناء صدورهم
ولم تطمع فيهم الوساوس فتقترع
برينها على فكرهم، منهم من هو في
خلق الغمام الدُّلَّح وفي عظم الجبال
الشمّخ وفي قترة الظلام الأيهم ومنهم
من خرقت أقدامهم تخوم الأرض
السفلى فهي كرايات بيض قد نفذت في
مخارق الهواء. وتحتها ريح هفافة
تحبسها على حيث انتهت من الحدود
المتناهية. قد استفرغتهم أشغال
عبادته ووصلت حقائق الإيمان
بينهم وبين معرفته. وقطعهم الإيقان
به إلى الوله إليه ولم تجاوز رغباتهم

آرائش کیلئے مُنّے مُنّے موتیوں ایسے تارے اور چراغوں کی
طرح چمکتے ہوئے ستارے آویزاں کئے اور چوری چھپے کان
لگانے والوں پر ٹوٹتے ہوئے تاروں کے تیر چلائے
اور ستاروں کو اپنے جبر و قہر سے ان کے ڈھرے پر لگایا
کہ کوئی ثابت رہے اور کوئی سیار، کبھی اتار ہو اور کبھی
اُبھار۔ اور کسی میں نحوست ہو اور کسی میں سعادت۔

اسی خطبہ کا ایک جز یہ ہے فرشتوں کے وصف میں:۔

پھر اللہ سبحانہ، نے اپنے آسمانوں میں ٹھہرانے اور
اپنی مملکت کے بلند طبقات کو آباد کرنے کیلئے فرشتوں
کی عجیب و غریب مخلوق پیدا کی۔ ان سے آسمان کے
وسیع راستوں کا گوشہ گوشہ بھر دیا۔ اور اسکی فضا کی
وسعتوں کا کونا کونا چھلکا دیا۔ اور ان وسیع اطراف کی
پہنائیوں میں تسبیح کرنیوالے فرشتوں کی آوازیں قدس و
پاکیزگی کی چار دیواریوں اور عظمت کے گہرے حجابوں
اور بزرگی و جلال کے سراپردوں میں گونجتی ہیں اور
اس گونج کے پیچھے جس سے کان بہرے ہو جاتے ہیں تجلیات
نور کی اتنی فراوانیاں ہیں کہ جو نگاہوں کو اپنے تک پہونچنے
سے روک دیتی ہیں۔ چنانچہ وہ ناکام و نامراد ہو کر اپنی جگہ
پر ٹھہری رہتی ہیں۔ اللہ نے ان (فرشتوں) کو جدا جدا
صورتوں اور الگ الگ پیمانوں پر پیدا کیا ہے۔ وہ بال و
پر رکھتے ہیں اور اُسکے جلال عزت کی تسبیح کرتے رہتے
ہیں۔ اور مخلوق میں جو اُسکی صنعتیں جاگر ہوئی ہیں انھیں اپنی
طرف نسبت نہیں دیتے اور نہ یہ ادعا کرتے ہیں کہ وہ کسی ایسی

مَا عِنْدَہٗ اِلٰی مَا عِنْدَ غَیْرِہٖ۔ قَدْ ذَاقُوْا
حَلَاوَۃَ مَعْرِفَتِہٖ وَشَرِبُوْا بِالْکَاْسِ
الرَّوِیَّۃِ مِنْ مَحَبَّتِہٖ وَتَمَکَّنَتْ مِنْ سُوَیْدَاۗءِ
قُلُوْبِھِمْ وَشِیْجَۃُ خِیْفَتِہٖ فَحَنَوْا بِطُوْلِ
الطَّاعَۃِ اعْتِدَالَ ظُھُوْرِھِمْ۔ وَلَمْ یُنْفِدْ
طُوْلُ الرَّغْبَۃِ اِلَیْہِ مَادَّۃَ تَضَرُّعِھِمْ وَلَا
اَطْلَقَ عَنْھُمْ عَظِیْمُ الزُّلْفَۃِ رِبَقَ خُشُوْعِھِمْ
وَلَمْ یَتَوَلَّھُمُ الْاِعْجَابُ فَیَسْتَکْثِرُوْا مَا
سَلَفَ مِنْھُمْ۔ وَلَا تَرَکَتْ لَھُمُ اسْتِکَانَۃُ
الْاِجْلَالِ نَصِیْبًا فِیْ تَعْظِیْمِ حَسَنَاتِھِمْ۔ وَلَمْ
تَجْرِ الْفَتَرَاتُ فِیْھِمْ عَلٰی طُوْلِ دُؤُبِھِمْ
وَلَمْ تَغِضْ رَغَبَاتُھُمْ فَیُخَالِفُوْا عَنْ رَجَاۗءِ
رَبِّھِمْ وَلَمْ تَجِفَّ لِطُوْلِ الْمُنَاجَاۃِ اَسَلَاتُ
اَلْسِنَتِھِمْ وَلَا مَلَکَتْھُمُ الْاَشْغَالُ فَتَنْقَطِعَ
بِھَمْسِ الْجُؤَارِ اِلَیْہِ اَصْوَاتُھُمْ وَلَمْ تَخْتَلِفْ
فِیْ مَقَاوِمِ الطَّاعَۃِ مَنَاکِبُھُمْ۔ وَلَمْ یَثْنُوْا
اِلٰی رَاحَۃِ التَّقْصِیْرِ فِیْ اَمْرِہٖ رِقَابَھُمْ۔ وَلَا
تَعْدُوْا عَلٰی عَزِیْمَۃِ جِدِّھِمْ بَلَادَۃُ الْغَفَلَاتِ
وَلَا تَنْتَضِلُ فِیْ ھِمَمِھِمْ خَدَاۗئِعُ الشَّھَوَاتِ
قَدِ اتَّخَذُوْا ذَا الْعَرْشِ ذَخِیْرَۃً لِیَوْمِ
فَاقَتِھِمْ۔ وَیَمَّمُوْہُ عِنْدَ انْقِطَاعِ الْخَلْقِ
اِلَی الْمَخْلُوْقِیْنَ بِرَغْبَتِھِمْ لَا یَقْطَعُوْنَ
اَمَدَ غَایَۃِ عِبَادَتِہٖ۔ وَلَا یَرْجِعُ بِھِمُ

شے کو پیدا کر سکتے ہیں کہ جس کے پیدا کرنے میں وہ منفرد و
یکتا ہے۔ بلکہ وہ تو اُسکے معزز بندے ہیں جو کسی بات کے
کہنے میں اُس سے سبقت نہیں کرتے اور وہ اُسی کے کہنے
پر چلتے ہیں۔ اللہ نے انھیں وہاں اپنی وحی کا امانتدار
اور اپنے اوامر و نواہی کی ودیعتوں کا حامل بنا کر رسولوں
کی طرف بھیجا ہے اور شک و شبہات کے خدشوں سے انھیں
محفوظ رکھا ہے تو انہیں سے کوئی بھی اسکی رضا جوئی کی
راہ سے کترانے والا نہیں۔ اور اُس نے اپنی توفیق و
اعانت سے انکی دستگیری کی اور خضوع و خشوع کی عجز و
شکستگی سے اُن کے دلوں کو ڈھانپ دیا ہے اور تسبیح و تقدیس
کی سہولتوں کے دروازے اُنکے لیے کھول دیے ہیں۔ اور اپنی
توحید کے نشانوں پر اُنکے لیے روشن مینار نصب کیے ہیں۔
نہ گناہوں کی گرانباریوں نے انھیں دبا رکھا ہے، نہ شب و
روز کی گردشوں نے اُن پر (سواری کیلئے) پالان ڈالے
ہیں اور نہ شکوک و شبہات نے اُن کے ایمان کے استحکام پر
تیر چلائے ہیں اور نہ انکے یقین کی پختگیوں پر (اوہام و)
ظنون نے دھاوا بولا ہے اور نہ انکے درمیان کبھی کینہ و حسد
کی چنگاریاں بھڑکی ہیں۔ اور نہ حیرانی و سراسیمگی انکے دلوں
میں سرایت کی ہوئی معرفت اور انکے سینوں کی تہوں میں
جمی ہوئی عظمت خداوندی و ہیبت جلال الٰہی کو چھین سکی
ہے۔ نہ کبھی وسوسوں نے ان پر دندان آز تیز کیا ہے کہ انکے
فکروں کو زنگ و تکدر سے آلودہ کر دیں۔ انہیں کچھ وہ ہیں
جو اللہ کے پیدا کردہ بوجھل بادلوں اور اونچے پہاڑوں کی

الاستهتار بلزوم طاعته الّا الى موادة
من قلوبهم غير منقطعة من رجائه و
مخافته۔ لم تنقطع اسباب الشفقة
منهم۔ فينوا في جدهم ولم تأسرهم
الاطماع فيؤثروا وشيك السعي على
اجتهادهم . . . .
. . . ولم يستعظموا ما مضى من
اعمالهم۔ ولو استعظموا ذلك لنسخ
الرجاء منهم شفقات وجلهم۔ ولم
يختلفوا في ربهم باستحواذ الشيطان
عليهم۔ ولم يفرقهم سوء التقاطع۔
ولا تولاهم غل التحاسد۔ ولا تشعبتهم
مصارف الريب ولا اقتسمتهم اخياف
الهمم۔ فهم اسراء ايمان۔ لم يفكهم
من ربقته زيغ ولا عدول ولا ونى
ولا فتور۔ وليس في اطباق السماء موضع
اهاب الا وعليه ملك ساجد او ساع
حافد۔ يزدادون على طول الطاعة
بربهم علما۔ وتزداد عزة ربهم في
قلوبهم عظما۔

ومنها في صفة الارض ودحوها
على الماء۔

كبس الارض على مور امواج

بلندیوں اور گھٹا ٹوپ اندھیروں کی سیاہیوں کی
صورتوں میں ہیں۔ اور انہیں کچھ وہ ہیں جن کے قدم
تحت الثریٰ کی حدوں کو چیر کر نکل گئے ہیں۔ تو وہ
سفید جھنڈوں کے مانند ہیں جو فضا کی وسعت کو
چیرتے ہوئے آگے بڑھ گئے ہیں۔ اور ان پھریروں
کے آخری سرے تک ایک ہلکی ہوا چل رہی ہے جو
انھیں روکے ہوئے ہے۔ ان فرشتوں کو عبادت کی
مشغولیتوں نے ہر چیز سے بے فکر بنا دیا اور ایمان
کے ٹھوس عقیدے انکے لئے اللہ کی معرفت کا وسیلہ
بن گئے ہیں۔ اور یقین کامل نے اوروں سے ہٹا کر
اسی سے انکی لو لگا دی ہے۔ اللہ کی طرف کی نعمتوں کے
سوا کسی غیر کے عطا و انعام کی انھیں خواہش ہی نہیں
ہوتی۔ انھوں نے معرفت کے شیریں مزے چکھے ہیں۔
اور اسکی محبت کے سیراب کرنیوالے جام سے سرشار ہیں
اور ان کے دلوں کی تہ میں اسکا خوف جڑ پکڑ چکا ہے
تو انھوں نے لمبی چوڑی عبادتوں سے اپنی سیدھی
کمریں ٹیڑھی کر لی ہیں اور ہمہ وقت اسی کی عبادت
میں لگے رہنے کے باوجود انکے تضرع و عاجزی کے
ذخیرے ختم نہیں ہوتے اور قرب الٰہی کی بلندیوں کے
باوجود خوف و خشوع کے پھندے اُن (کے گلے) سے
نہیں اُترتے۔ نہ انہیں کبھی خود پسندی پیدا ہوتی ہے کہ
وہ اپنے گزشتہ اعمال کو زیادہ خیال کرنے لگیں اور
نہ جلال پروردگار کے سامنے انکے عجز و انکسار نے

مُسْتَفْحِلَةٍ ـ وَلُجَجِ بِحَارٍ زَاخِرَةٍ تَلْتَطِمُ
أَوَاذِيُّ أَمْوَاجِهَا وَتَصْطَفِقُ مُتَقَاذِفَاتُ
أَثْبَاجِهَا وَتَرْغُو زَبَدًا كَالْفُحُولِ عِنْدَ
هِيَاجِهَا ـ فَخَضَعَ جِمَاحُ الْمَاءِ الْمُتَلَاطِمِ
لِثِقَلِ حَمْلِهَا ـ وَسَكَنَ هَيْجُ ارْتِمَائِهِ إِذْ
وَطِئَتْهُ بِكَلْكَلِهَا ـ وَذَلَّ مُسْتَخْذِيًا إِذْ
تَمَعَّكَتْ عَلَيْهِ بِكَوَاهِلِهَا فَأَصْبَحَ بَعْدَ
اصْطِخَابِ أَمْوَاجِهِ سَاجِيًا مَقْهُورًا ـ
وَفِي حَكَمَةِ الذُّلِّ مُنْقَادًا أَسِيرًا ـ وَ
سَكَنَتِ الْأَرْضُ مَدْحُوَّةً فِي لُجَّةِ تَيَّارِهِ ـ
وَرَدَّتْ مِنْ نَخْوَةِ بَأْوِهِ وَاعْتِلَائِهِ
وَشُمُوخِ أَنْفِهِ وَسُمُوِّ غُلَوَائِهِ ـ وَ
كَعَمَتْهُ عَلَى كِظَّةِ جَرْيَتِهِ فَهَمَدَ بَعْدَ
نَزَقَاتِهِ ـ وَلَبَدَ بَعْدَ زَيَفَانِ وَثَبَاتِهِ
فَلَمَّا سَكَنَ هِيَاجُ الْمَاءِ مِنْ تَحْتِ أَكْنَافِهَا
وَحَمَلَ شَوَاهِقَ الْجِبَالِ الشُّمَّخِ الْبُذَّخِ
عَلَى أَكْتَافِهَا فَجَّرَ يَنَابِيعَ الْعُيُونِ مِنْ
عَرَانِينِ أُنُوفِهَا ـ وَفَرَّقَهَا فِي سُهُوبِ
بِيدِهَا وَأَخَادِيدِهَا وَعَدَّلَ حَرَكَاتِهَا
بِالرَّاسِيَاتِ مِنْ جَلَامِيدِهَا وَذَوَاتِ
الشَّنَاخِيبِ الشُّمِّ مِنْ صَيَاخِيدِهَا ـ
فَسَكَنَتْ مِنَ الْمَيَدَانِ لِرُسُوبِ الْجِبَالِ
فِي قِطَعِ أَدِيمِهَا ، وَتَغَلْغُلِهَا مُتَسَرِّبَةً

یہ موقع آنے دیا ہے کہ وہ اپنی نیکیوں کو بڑا سمجھ سکیں ان
مسلسل تعب اٹھانے کے باوجود بھی سستی نہیں آنے پائی
اور نہ انکی طلب و رغبت میں کبھی کمی پیدا ہوئی ہے کہ وہ
اپنے پالنے والے کے توقعات سے روگرداں ہو جائیں اور
نہ مسلسل مناجاتوں سے اُنکی زبان کی نوکیں خشک ہوئی
ہیں اور نہ کبھی ایسا ہوا ہے کہ وہ دوسرے اشغال کی
وجہ سے تضرع و زاری کی آوازوں کو دھیما کر لیں۔ اور
وہ آرام و راحت کی خاطر اسکے احکام کی تعمیل میں کوتاہی
کر کے اپنی گردنوں کو ادھر سے اُدھر کرتے ہیں نہ اُن کی
کوششوں کے عزم پر غفلت کی نادانیاں حملہ آور ہوتی
ہیں۔ اور نہ اُنکی (بلند) ہمتوں میں فریب دینے والے وسوسوں
کا گزر ہوتا ہے۔ اُنھوں نے احتیاج کے دن کے لئے صاحب
عرش کو اپنا ذخیرہ بنا رکھا ہے۔ اور جب دوسرے لوگ
مخلوقات کی طرف اپنی خواہشوں کو لے کر بڑھتے ہیں
تو یہ بس اسی سے لو لگاتے ہیں۔ وہ اُسکی عبادت کی انتہا
کو نہیں پہونچ سکتے۔ انھیں عبادت کا والہانہ شوق
(کسی اور طرف جانے کی بجائے) انکی قلبی امید و بیم کے
انہی سرچشموں کی طرف لے جاتا ہے جن کے سوتے کبھی
موقوف نہیں ہوتے۔ خوف کھانے کے وجوہ ختم نہیں
ہوئے کہ وہ اپنی کوششوں میں سستی کریں اور نہ
دنیا کے طمعوں نے انھیں جکڑ رکھا ہے کہ وہ دنیا کیلئے
وقتی کوششوں کو اپنی اس جد و جہد پر ترجیح دیں۔ اور
اُنھوں نے اپنے سابقہ اعمال کو کبھی بڑا سمجھا ہے۔ اور اگر

فِي جَوْبَاتِ خِيَاشِيمِهَا وَرُكُوبِهَا أَعْنَاقَ سُهُولِ الْأَرَضِينَ وَجَرَاثِيمِهَا وَفَسَحَ بَيْنَ الْجَوِّ وَبَيْنَهَا. وَأَعَدَّ الْهَوَاءَ مُتَنَسَّمًا لِسَاكِنِهَا. وَأَخْرَجَ إِلَيْهَا أَهْلَهَا عَلَى تَمَامِ مَرَافِقِهَا ثُمَّ لَمْ يَدَعْ جُرُزَ الْأَرْضِ الَّتِي تَقْصُرُ مِيَاهُ الْعُيُونِ عَنْ رَوَابِيهَا وَلَا تَجِدُ جَدَاوِلُ الْأَنْهَارِ ذَرِيعَةً إِلَى بُلُوغِهَا حَتَّى أَنْشَأَ لَهَا نَاشِئَةَ سَحَابٍ تُحْيِي مَوَاتَهَا وَتَسْتَخْرِجُ نَبَاتَهَا. أَلَّفَ غَمَامَهَا بَعْدَ افْتِرَاقِ لُمَعِهِ وَتَبَايُنِ قَزَعِهِ، حَتَّى إِذَا تَمَخَّضَتْ لُجَّةُ الْمُزْنِ فِيهِ. وَالْتَمَعَ بَرْقُهُ فِي كُفَفِهِ وَلَمْ يَنَمْ وَمِيضُهُ فِي كَنَهْوَرِ رَبَابِهِ وَمُتَرَاكِمِ سَحَابِهِ أَرْسَلَهُ سَحًّا مُتَدَارِكًا قَدْ أَسَفَّ هَيْدَبُهُ، تَمْرِيهِ الْجَنُوبُ دِرَرَ أَهَاضِيبِهِ وَدُفَعَ شَآبِيبِهِ. فَلَمَّا أَلْقَتِ السَّحَابُ بَرْكَ بِوَانَيْهَا، وَبَعَاعَ مَا اسْتَقَلَّتْ بِهِ مِنَ الْعِبْءِ الْمَحْمُولِ عَلَيْهَا أَخْرَجَ بِهِ مِنْ هَوَامِدِ الْأَرْضِ النَّبَاتَ وَمِنْ زُعْرِ الْجِبَالِ الْأَعْشَابَ، فَهِيَ تَبْهَجُ بِزِينَةِ رِيَاضِهَا، وَتَزْدَهِي بِمَا أُلْبِسَتْهُ مِنْ رَيْطِ أَزَاهِيرِهَا وَحِلْيَةِ مَا سُمِطَتْ بِهِ مِنْ نَاضِرِ أَنْوَارِهَا وَجَعَلَ ذَلِكَ بَلَاغًا

برا سمجھتے تو پھر اُمیدیں خوفِ خدا کے اندیشوں کو اُن (کے صفحۂ دل) سے مٹا دیتیں۔ اور نہ شیطان کے ورغلانے سے اُنہیں باہم اپنے پروردگار کے متعلق کبھی کوئی اختلاف پیدا ہوا، اور نہ ایک دوسرے سے کٹنے (اور بگاڑ پیدا کرنے) کی وجہ سے پراگندہ و متفرق ہوئے۔ اور نہ آپس میں حسد رکھنے کے سبب سے اُن کے دلوں میں کینہ و بغض پیدا ہوا اور نہ شکوک و شبہات میں پڑنے کی وجہ سے تتر بتر ہوئے اور نہ پست ہمتیوں نے ان پر کبھی قبضہ کیا۔ وہ ایمان کے پابند ہیں۔ انھیں اسکے بندھنوں سے کجی، روگردانی، سستی یا کاہلی نے کبھی نہیں چھڑایا۔ سطح آسمان پر کھال کے برابر بھی ایسی جگہ نہیں کہ جہاں کوئی سجدہ کرنیوالا فرشتہ یا تیزی سے تگ و دو کرنیوالا ملک نہ ہو۔ پروردگار کی اطاعت کے بڑھنے سے ان کے علم میں زیادتی ہی ہوتی رہتی ہے اور ان کے دلوں میں اُسکی عزت کی عظمت و جلالت بڑھتی ہی جاتی ہے۔

اسی خطبہ کا ایک حصہ یہ ہے (جسمیں زمین اور اسکے پانی پر بچھائے جانے کی کیفیت بیان فرمائی ہے۔)

(اللہ نے) زمین کو تہ و بالا ہونے والی مہیب لہروں اور بھرپور سمندروں کی اتھاہ گہرائیوں کے اوپر پاٹا جہاں موجیں موجوں سے ٹکرا کر تھپیڑے کھاتی تھیں اور لہریں لہروں کو ڈھکیل کر گونج اٹھتی تھیں۔ اور اس طرح پھین دے رہی تھیں، جس طرح مستی و ہیجان کے

لِلْاَنَامِ وَرِزْقًا لِلْاَنْعَامِ۔ وَخَرَقَ الْفِجَاجَ
فِیْ اٰفَاقِهَا وَاَقَامَ الْمَنَارَ لِلسَّالِكِيْنَ عَلٰى
جَوَادِّ طُرُقِهَا۔ فَلَمَّا مَهَّدَ اَرْضَهٗ وَاَنْفَذَ
اَمْرَهٗ اخْتَارَ اٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ خِيَرَةً
مِنْ خَلْقِهٖ۔ وَجَعَلَهٗ اَوَّلَ جِبِلَّتِهٖ وَاَسْكَنَهٗ
جَنَّتَهٗ وَاَرْغَدَ فِيْهَا اُكُلَهٗ، وَاَوْعَزَ اِلَيْهِ
فِيْمَا نَهَاهُ عَنْهُ وَاَعْلَمَهٗ اَنَّ فِی الْاِقْدَامِ
عَلَيْهِ التَّعَرُّضَ لِمَعْصِيَتِهٖ۔ وَالْمُخَاطَرَةَ
بِمَنْزِلَتِهٖ۔ فَاَقْدَمَ عَلٰى مَانَهَاهُ مُوَافَاةً
لِسَابِقِ عِلْمِهٖ، فَاَهْبَطَهٗ بَعْدَ التَّوْبَةِ
لِيَعْمُرَ اَرْضَهٗ بِنَسْلِهٖ وَلِيُقِيْمَ الْحُجَّةَ بِهٖ
عَلٰى عِبَادِهٖ۔ وَلَمْ يُخْلِهِمْ بَعْدَ اَنْ
قَبَضَهٗ مِمَّا يُؤَكِّدُ عَلَيْهِمْ حُجَّةَ رُبُوْبِيَّتِهٖ
وَيَصِلُ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَعْرِفَتِهٖ، بَلْ
تَعَاهَدَهُمْ بِالْحُجَجِ عَلٰى اَلْسُنِ الْخِيَرَةِ
مِنْ اَنْبِيَائِهٖ، وَمُتَحَمِّلِیْ وَدَائِعِ رِسَالَاتِهٖ
قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰى تَمَّتْ بِنَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ حُجَّتُهٗ،
وَبَلَغَ الْمَقْطَعَ عُذْرُهٗ وَنُذُرُهٗ۔ وَقَدَّرَ
الْاَرْزَاقَ فَكَثَّرَهَا وَقَلَّلَهَا۔ وَقَسَّمَهَا عَلٰى
الضِّيْقِ وَالسَّعَةِ فَعَدَلَ فِيْهَا لِيَبْتَلِیَ مَنْ
اَرَادَ بِمَيْسُوْرِهَا وَمَعْسُوْرِهَا۔ وَلِيَخْتَبِرَ
بِذٰلِكَ الشُّكْرَ وَالصَّبْرَ مِنْ غَنِيِّهَا وَ

عالم میں نزاونٹ۔ چنانچہ اس متلاطم پانی کی طغیانیاں
زمین کے بھاری بوجھ کے دباؤ سے فرو ہو گئیں۔ اور جب
اس نے اپنا سینہ اس پر ٹیک کر اسے روندا تو سارا
جوش و خروش ٹھنڈا پڑ گیا۔ اور جب اپنے شانے ٹکا کر
اس پر لوٹی، تو وہ ذلتوں اور خواریوں کے ساتھ رام ہو گیا
کہاں تو اسکی موجیں دندنا رہی تھیں کہ اب عاجز و بے بس
ہو کر تھم گیا، اور ذلت کی لگاموں میں اسیر ہو کر مطیع ہو گیا
اور زمین اس طوفان خیز پانی کے گہراؤ میں اپنا دامن
پھیلا کر ٹھہر گئی اور اسکے اٹھلانے اور سر اٹھانے کے
غرور اور تکبر سے ناک اوپر چڑھانے اور بہاؤ میں تفوق
و سربلندی دکھانے کا خاتمہ کر دیا اور اسکی روانی کی
بے اعتدالیوں پر ایسے بند باندھے کہ وہ اچھلنے کودنے
کے بعد بالکل بے دم ہو کر ٹھہر گیا۔ اور جست و خیز کی
سرمستیاں دکھا کر تھم گیا۔ جب اسکے کناروں کے
نیچے پانی کی طغیانی کا زور و شور سکون پذیر ہوا اور
اسکے کاندھوں پر اونچے اونچے اور چوڑے چکلے پہاڑوں
کا بوجھ لد گیا، تو (اللہ نے) اسکی ناک کے بانسوں سے
پانی کے چشمے جاری کر دیئے جنہیں دور دراز جنگلوں اور
کھدے ہوئے گڑھوں میں پھیلا دیا۔ اور پتھروں کی
مضبوط چٹانوں اور بلند چوٹیوں والے پتھریلے پہاڑوں
سے اسکی حرکت میں اعتدال پیدا کیا۔ چنانچہ اس کی
سطح کے مختلف حصوں میں پہاڑوں کے ڈوب جانے
اور اسکی گہرائیوں کی تہ میں گھس جانے اور اسکے ہموار

نُفَیرِها. ثُمَّ قَرَنَ بِسَعَتِها عَقابِیلَ فاقَتِها
وَبِسَلامَتِها طَوارِقَ آفاتِها، وَبِفُرَجِ
أَفْراحِها غُصَصَ أَتْراحِها. وَخَلَقَ الآجالَ
فَأَطالَها وَقَصَّرَها. وَقَدَّمَها وَأَخَّرَها.
وَوَصَلَ بِالْمَوْتِ أَسْبابَها. وَجَعَلَهُ خالِجاً
لِأَشْطانِها وَقاطِعاً لِمَرائِرِ أَقْرانِها. عالِمُ
السِّرِّ مِنْ ضَمائِرِ الْمُضْمِرِینَ. وَنَجْوَی
الْمُتَخافِتِینَ. وَخَواطِرِ رَجْمِ الظُّنُونِ، وَ
عُقَدِ عَزِیماتِ الْیَقِینِ. وَمَسارِقِ إِیماضِ
الْجُفُونِ. وَما ضَمِنَتْهُ أَکْنانُ الْقُلُوبِ
وَغَیاباتُ الْغُیُوبِ، وَما أَصْغَتْ لِاسْتِراقِهِ
مَصائِخُ الْأَسْماعِ، وَمَصائِفِ الذَّرِّ وَ
مَشاتِی الْهَوامِّ وَرَجْعِ الْحَنِینِ مِنَ
الْمُولَهاتِ وَهَمْسِ الْأَقْدامِ وَمُنْفَسَحِ
الثَّمَرَةِ مِنْ وَلائِجِ غُلُفِ الْأَکْمامِ، وَ
مُنْقَمَعِ الْوُحُوشِ مِنْ غِیرانِ الْجِبالِ وَ
أَوْدِیَتِها وَمُخْتَبَإِ الْبَعُوضِ بَیْنَ سُوقِ
الْأَشْجارِ وَأَلْحِیَتِها وَمَغْرِزِ الْأَوْراقِ مِنَ
الْأَفْنانِ، وَمَحَطِّ الْأَمْشاجِ مِنْ مَسارِبِ
الْأَصْلابِ، وَناشِئَةِ الْغُیُومِ وَمُتَلاحِمِها
وَدُرُورِ قَطْرِ السَّحابِ فِی مُتَراکِمِها. وَما
تَسْفِی الْأَعاصِیرُ بِذُیُولِها وَتَعْفُو
الْأَمْطارُ بِسُیُولِها. وَعَوْمِ نَباتِ

حصّوں کی بلندیوں اور پست سطحوں پر سوار ہوجانے کی
وجہ سے اسکی تھرتھراہٹ جاتی رہی اور اللہ نے
زمین سے لے کر فضائے بسیط تک پھیلاؤ اور وسعت
رکھی اور اسمیں رہنے والوں کے سانس لینے کو ہوا مہیا کی۔
اور اسمیں بسنے والوں کو ان کی تمام ضروریات کے ساتھ
ٹھہرایا۔ پھر اس نے چٹیل زمینوں کو کہ جن کی بلندیوں تک
نہ چشموں کا پانی پہونچ سکتا ہے اور نہ نہروں کے نالے
وہاں تک پہونچنے کا کوئی ذریعہ رکھتے ہیں۔ یونہی نہیں
رہنے دیا، بلکہ انکے لئے ہوا پر اٹھنے والی گھٹائیں پیدا
کیں جو مردہ زمین میں زندگی کی لہریں دوڑا دیتی ہیں
اور اس سے گھاس پات اگاتی ہیں۔ اس نے ابر کی
بکھری ہوئی چمکیلی ٹکڑیوں اور پراگندہ بدلیوں کو ایک جا
کرکے ابر محیط بنایا۔ اور جب اسکے اندر پانی کے ذخیرے
حرکت میں آگئے اور اسکے کناروں پر بجلیاں تڑپنے لگیں
اور برق کی چمک سفید ابروں کی تہوں اور گھنے بادلوں
کے اندر مسلسل جاری رہی تو اللہ نے انھیں موسلا دھار
برسنے کیلئے بھیج دیا۔ اس طرح کہ اسکے پانی سے بھرے
ہوئے بوجھل ٹکڑے زمین پر منڈلا رہے تھے اور جنوبی
ہوائیں انھیں مسل مسل کر برسنے والی مینھ کی بوندیں اور
ایکدم ٹوٹ پڑنے والی بارش کے جھلے برسا رہی تھیں
جب بادلوں نے اپنا سینہ ہاتھ پیروں سمیت زمین پر
ٹیک دیا اور پانی کا سارا لدا لدایا بوجھ اس پر پھینک
دیا، تو اللہ نے افتادہ زمینوں سے سرسبز کھیتیاں

الأرضِ في كُثبانِ الرِّمالِ، ومُستقرِّ ذواتِ الأجنحةِ بذرى شناخيبِ الجبالِ، وتغريدِ ذواتِ المنطقِ في دياجيرِ الأوكارِ، وما أوعبتهُ الأصدافُ وحضنت عليهِ أمواجُ البحارِ. وما غشيتهُ سُدفةُ ليلٍ أو ذرَّ عليهِ شارقُ نهارٍ. وما اعتقبت عليهِ أطباقُ الدّياجيرِ وسُبحاتُ النُّورِ. وأثرِ كلِّ خطوةٍ. وحسِّ كلِّ حركةٍ ورجعِ كلِّ كلمةٍ وتحريكِ كلِّ شفةٍ، ومُستقرِّ كلِّ نسمةٍ، ومثقالِ كلِّ ذرّةٍ، وهماهمِ كلِّ نفسٍ هامّةٍ. وما عليها من ثمرِ شجرةٍ، أو ساقطِ ورقةٍ أو قرارةِ نطفةٍ أو نقاعةِ دمٍ ومُضغةٍ. أو ناشئةِ خلقٍ وسُلالةٍ. لم تلحقهُ في ذلكَ كُلفةٌ ولا اعترضتهُ في حفظِ ما ابتدعَ من خلقهِ عارضةٌ. ولا اعتورتهُ في تنفيذِ الأمورِ وتدابيرِ المخلوقينَ ملالةٌ ولا فترةٌ. بل نفذَهُم علمهُ، وأحصاهُم عددهُ، ووسعهُم عدلهُ، وغمرهُم فضلهُ، مع تقصيرهِم عن كُنهِ ما هوَ أهلهُ.

اللّٰهُمَّ أنتَ أهلُ الوصفِ الجميلِ

اُگائیں اور خشک پہاڑوں پر ہرا بھرا سبزہ پھیلا دیا۔ زمین بھی اپنے مرغزاروں کے بناؤ سنگار سے خوش ہو کر جھومنے لگی اور ان شگوفوں کی اوڑھنیوں سے جو اسے اوڑھا دی گئی تھیں اور ان شگفتہ و شاداب کلیوں کے زیوروں سے جو اسے پہنا دیے گئے تھے، اترانے لگی۔ اللہ نے ان چیزوں کو لوگوں کی زندگی کا وسیلہ اور چوپاؤں کا رزق قرار دیا ہے۔ اور اسی نے زمین کی سمتوں میں کشادہ راستے نکالے ہیں۔ اور اس کی شاہراہوں پر چلنے والوں کیلیے روشنی کے مینار نصب کیے ہیں۔ جب اللہ نے فرش زمین بچھا لیا اور اپنا کام پورا کر لیا تو آدم علیہ السلام کو دوسری مخلوق کے مقابلہ میں برگزیدہ ہونے کی وجہ سے منتخب کر لیا اور انھیں نوع انسانی کی فرد اوّل قرار دیا۔ اور انھیں اپنی جنت میں ٹھہرایا، جہاں دل کھول کر ان کے کھانے پینے کا انتظام کیا۔ اور جس سے منع کرنا تھا، اس سے پہلے ہی خبردار کر دیا تھا۔ اور یہ بتا دیا تھا کہ اسکی طرف قدم بڑھانے میں عدول حکمی کی آلائش ہے اور اپنے مرتبہ کو خطرہ میں ڈالنا ہے۔ لیکن جس چیز سے انھیں روکا تھا انھوں نے اسی کا رخ کیا جیسا کہ پہلے ہی سے ان کے علم میں تھا۔ چنانچہ توبہ کے بعد انھیں جنت سے نیچے اتار دیا۔ تاکہ اپنی زمین کو ان کی اولاد سے آباد کرے۔ اور ان کے ذریعے بندوں پر حجت پیش کرے۔ اللہ نے آدم کو اٹھا لینے کے بعد بھی اپنی مخلوق کو ایسی چیزوں سے خالی نہیں رکھا جو اسکی ربوبیت کی

وَالتَّعْدَادِ الْكَثِيرِ۔ إِنْ تُؤَمَّلْ فَخَيْرُ مَأْمُولٍ، وَإِنْ تُرْجَ فَأَكْرَمُ مَرْجُوٍّ۔ اللّٰهُمَّ وَقَدْ بَسَطْتَ لِي فِيمَا لَا أَمْدَحُ بِهِ غَيْرَكَ، وَلَا أُثْنِي بِهِ عَلَى أَحَدٍ سِوَاكَ، وَلَا أُوَجِّهُهُ إِلَى مَعَادِنِ الْخَيْبَةِ وَمَوَاضِعِ الرِّيبَةِ۔ وَعَدَلْتَ بِلِسَانِي عَنْ مَدَائِحِ الْآدَمِيِّينَ۔ وَالثَّنَاءِ عَلَى الْمَرْبُوبِينَ الْمَخْلُوقِينَ۔ اللّٰهُمَّ وَلِكُلِّ مُثْنٍ عَلَى مَنْ أَثْنَى عَلَيْهِ مَثُوبَةٌ مِنْ جَزَاءٍ أَوْ عَارِفَةٌ مِنْ عَطَاءٍ، وَقَدْ رَجَوْتُكَ دَلِيلًا عَلَى ذَخَائِرِ الرَّحْمَةِ وَكُنُوزِ الْمَغْفِرَةِ۔ اللّٰهُمَّ وَهٰذَا مَقَامُ مَنْ أَفْرَدَكَ بِالتَّوْحِيدِ الَّذِي هُوَ لَكَ وَلَمْ يَرَ مُسْتَحِقًّا لِهٰذِهِ الْمَحَامِدِ وَالْمَمَادِحِ غَيْرَكَ۔ وَبِي فَاقَةٌ إِلَيْكَ لَا يَجْبُرُ مَسْكَنَتَهَا إِلَّا فَضْلُكَ وَلَا يَنْعَشُ مِنْ خَلَّتِهَا إِلَّا مَنُّكَ وَجُودُكَ، فَهَبْ لَنَا فِي هٰذَا الْمَقَامِ رِضَاكَ وَأَغْنِنَا عَنْ مَدِّ الْأَيْدِي إِلَى سِوَاكَ إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔

دلیلوں کو مضبوط کرتی رہیں اور بندوں کیلئے اسکی معرفت کا ذریعہ بنی رہیں اور یکے بعد دیگرے ہر دور میں وہ اپنے برگزیدہ نبیوں اور رسالت کے امانتداروں کی زبانوں سے حجت کے پہونچانے کی تجدید کرتا رہا۔ یہاں تک کہ ہمارے نبی محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ وہ حجت (پوری طرح) تمام ہوگئی۔ اور حجت پورا کرنا اور ڈرا دیا جانا اپنے نقطۂ اختتام کو پہونچ گیا۔ اُس نے روزیاں مقرر کر رکھی ہیں، (کسی کیلئے) انھیں زیادہ کیا ہے اور (کسی کیلئے) کم اور اسکی تقسیم میں کہیں تنگی رکھی ہے اور کہیں فراخی۔ اور یہ بالکل عدل کے مطابق تھا اس طرح کہ اُس نے جس جس صورت سے چاہا امتحان لیا ہے رزق کی آسانی یا دشواری کے ساتھ اور مالدار اور فقیر کے شکر اور صبر کو جانچا ہے۔ پھر اُس نے رزق کی فراخیوں کے ساتھ فقر و فاقہ کے خطرے اور اسکی سلامتیوں میں نت نئی آفتوں کے دغدغے اور فراخی و وسعت کی شادمانیوں کے ساتھ غم و غصہ کے گلوگیر پھندے بھی لگا رکھے ہیں۔ اُس نے زندگی کی (مختلف) مدتیں مقرر کی ہیں کسی کو زیادہ اور کسی کو کم۔ کسی کو آگے اور کسی کو پیچھے کر دیا ہے۔ اور ان مدتوں کی رسیوں کی موت سے گرہ لگا دی ہے اور وہ موت ان کو کھینچے لئے جاتی ہے اور انکے مضبوط رشتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کئے دیتی ہے ———— وہ بھید چھپانے والوں کی نیتوں، کھسر پھسر کرنے والوں کی سرگوشیوں، ظنون اور بے بنیاد خیالوں، دل میں چھپے ہوئے یقینی ارادوں، پلکوں (کے نیچے) کنکھیوں کے اشاروں، دل کی تہوں اور غیب کی گہرائیوں میں چھپی ہوئی چیزوں کو جانتا ہے۔ اور (ان آوازوں کا سننے والا ہے) جن کو کان لگا کر سننے کیلئے کانوں کے سوراخوں کو جھکنا پڑتا ہے۔ اور چیونٹیوں کے موسم گرما کے مسکنوں اور حشرات الارض کے موسم سرما بسر کرنے کے مقامو

سے آگاہ ہے اور پسپر مُردہ عورتوں کے (درد بھرے) نالوں کی گونج اور قدموں کی چاپ کا سُننے والا ہے اور سبز پتیوں
کے غلافوں کے اندرونی خولوں میں پھلوں کے نشو و نما پانے کی جگہوں اور پہاڑوں کی کھوؤں اور انکے نشیبوں وحشی جانوروں
کی پناہ گاہوں اور درختوں کے تنوں اور اُن کے چھلکوں میں مچھروں کے سر چھپانے کے سوراخوں اور شاخوں میں پتیوں کے
پھوٹنے کی جگہوں اور صلب کی گزرگاہوں میں نطفوں کے ٹھکانوں اور زمین سے اُٹھنے والے ابر کے ٹکڑوں اور آپس میں
جُڑے ہوئے بادلوں اور تہ بتہ جمے ہوئے ابروں سے ٹپکنے والے بارش کے قطروں سے باخبر ہے۔ اور ریگ (بیابان) کے
ذرّے جنھیں بادبگولوں نے اپنے دامنوں سے اُڑایا ہے اور وہ نشانات جنھیں بارشوں کے سیلابوں نے مٹا ڈالا ہے
اُس کے علم میں ہیں۔ اور ریت کے ٹیلوں پر زمین کے کیڑوں کے چلنے پھرنے اور سربلند پہاڑ کی چوٹیوں پر بال و پر رکھنے
والے طائروں کے نشیمنوں اور گھونسلوں کی اندھیاریوں میں چہچہانے والے پرندوں کے نغموں کو جانتا ہے۔ اور جن
چیزوں کو سیپیوں نے سمیٹ رکھا ہے اور جن چیزوں کو دریا کی موجیں اپنے پہلو کے نیچے دبائے ہوئے ہیں اور جن کو رات
(کی تاریک چادروں) نے ڈھانپ رکھا ہے اور جن پر دن کے سورج نے اپنی کرنوں سے نور بکھیرا ہے۔ اور جن پر کبھی ظلمت
کی تہیں جم جاتی ہیں۔ اور کبھی نور کے دھارے بہ نکلتے ہیں پہچانتا ہے۔ وہ ہر قدم کا نشان، ہر چیز کی حس و حرکت، ہر لفظ
کی گونج، ہر ہونٹ کی جنبش، ہر جاندار کا ٹھکانا، ہر ذرّے کا وزن اور ہر جی دار کی سسکیوں کی آواز اور جو کچھ بھی
اس زمین پر ہے، سب اسکے علم میں ہے۔ وہ درختوں کا پھل ہو یا ٹوٹ کر گرنے والا پتہ یا نطفے یا منجمد خون کا ٹھکانا اور
لوتھڑا یا (اسکے بعد) بننے والی مخلوق اور پیدا ہونے والا بچہ (ان چیزوں کے جاننے میں) اُسے کلفت و تعب اُٹھانا
نہیں پڑی۔ اور نہ اُسے اپنی مخلوق کی حفاظت میں کوئی رکاوٹ درپیش ہوئی اور نہ اُسے اپنے احکام کے چلانے اور
مخلوقات کا انتظام کرنے سے سُستی اور تھکن لاحق ہوئی بلکہ اُسکا علم تو ان چیزوں کے اندر تک اُترا ہوا ہے اور ایک
ایک چیز اسکے شمار میں ہے اسکا عدل ہمہ گیر اور اسکا فضل سب کے شامل حال ہے۔ اور اسکے ساتھ وہ اس کے شایان
شان حق کی ادائیگی سے قاصر ہیں۔

اے خدا! تو ہی توصیف و ثنا اور انتہائی درجہ تک سراہے جانے کا مستحق ہے۔ اگر تجھ سے آس لگائی جائے، تو تو
دلوں کی بہترین ڈھارس ہے۔ اور اگر تجھ سے اُمیدیں باندھی جائیں، تو تو بہترین سرچشمۂ اُمید ہے۔ تو نے مجھے ایسی قوت
بیان بخشی ہے کہ جس سے تیرے علاوہ کسی کی مدح اور ستائش نہیں کرتا ہوں۔ اور میں اپنی مدح کا رُخ کبھی ان لوگوں
کی طرف نہیں موڑنا چاہتا، جو نا اُمیدیوں کا مرکز اور بدگمانیوں کے مقامات ہیں۔ میں نے اپنی زبان کو انسانوں کی مدح
اور پروردہ مخلوق کی تعریف و ثنا سے ہٹا لیا ہے۔ بارالٰہا! ہر ثنا گستر کیلئے اپنے ممدوح پر انعام و اکرام اور عطاء و بخشش

پانے کا حق ہوتا ہے۔ اور میں تجھ سے اُمید لگائے بیٹھا ہوں یہ کہ تو رحمت کے ذخیروں اور مغفرت کے خزانوں کا پتہ دینے والا ہے۔ خدایا! یہ تیرے سامنے وہ شخص کھڑا ہے جس نے تیری توحید و یکتائی میں تجھے منفرد مانا ہے۔ اور ان ستائشوں و تعریفوں کا تیرے علاوہ کسی کو اہل نہیں سمجھا۔ میری احتیاج تجھ سے وابستہ ہے۔ تیری ہی بخششوں و کرم فرمائیوں سے اس کی بے نوائی کا علاج ہو سکتا ہے، اور اسکے فقر و فاقہ کو تیرا ہی جود و احسان سہارا دے سکتا ہے۔ ہمیں تو اسی جگہ پر اپنی خوشنودیاں بخشدے اور دوسروں کی طرف دستِ طلب بڑھانے سے بے نیاز کر دے۔ تو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

لـ اس خطبہ کا نام "خطبۂ اشباح" ہے۔ اشباح شبح کی جمع ہے جس کے معنی ڈھانچے کے ہوتے ہیں۔ چونکہ اسمیں ملائکہ اور مختلف قسم کے پیکروں کا تذکرہ ہے، اسلئے اس نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ مسعدہ ابن صدقہ عبدی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب حضرتؑ سائل کے سوال پر برہم ہوئے، تو مسجد کوفہ میں ایک جم غفیر کے سامنے یہ خطبہ دیا۔ سائل پر برہم ہونے کی وجہ یہ تھی کہ اسکا سوال تکلیف شرعی سے غیر متعلق اور حدِ امکان سے باہر تھا۔ لـ۲ خداوند عالم رزق کا ضامن اور روزی کا کفیل ہے۔ جیسا کہ اسکا ارشاد ہے:۔ وما من دابۃ الا علی اللہ رزقھا "زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جسکے رزق کا ذمہ اللہ نے نہ لیا ہو"۔ لیکن اسکے ضامن رزق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اُس نے سب کے لئے زندگی و معیشت کے سر و سامان مہیا کر دیے ہیں اور جنگلوں، پہاڑوں، دریاؤں، معدنوں اور زمین کی وسعتوں میں سب کا حصہ یکساں رکھا ہے اور ہر ایک کو ان سے فائدہ اُٹھانے کا حق دیا ہے۔ اسکے انعامات کسی ایک سے مخصوص نہیں ہیں۔ اور نہ اسکے رزق کا دروازہ کسی کے لئے بند ہے۔ چنانچہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے:۔ کلاً نمد ھؤلاء وھؤلاء من عطاء ربک وما کان عطاء ربک محظورا "ہم اِن کی اور اُن کی تمہارے پروردگار کی بخششوں سے مدد کرتے ہیں۔ اور تمہارے پروردگار کی بخشش کسی کے لئے بند نہیں"۔ اب اگر کوئی تن آسانی و سہولت پسندی کی وجہ سے ان چیزوں کو حاصل نہ کرے اور ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جائے، تو ایسا نہیں کہ گھر بیٹھے روزی پہونچ جایا کرے۔ اُس نے تو زمین پر گوناگوں نعمتوں کے خوان چُن دیے ہیں۔ لیکن انھیں حاصل کرنے کیلئے ہاتھ بڑھانے کی ضرورت ہے۔ سمندر کی تہ میں موتی بکھیر دیے ہیں لیکن انھیں نکالنے کیلئے غوطہ زنی کی حاجت ہے۔ پہاڑوں کے دامن میں لعل و جواہر بھر دیے ہیں لیکن کوہ کنی کے بغیر ان تک رسائی نہیں ہو سکتی زمین میں نمو کے خزانے موجود ہیں مگر تخم پاشی کے بغیر ان سے فائدہ نہیں اُٹھایا جا سکتا۔ دنیا میں چو طرفہ رزق کے انبار بکھرے ہوئے ہیں سفر کی مشقتوں کے بغیر انھیں سمیٹا نہیں جا سکتا۔ چنانچہ پروردگار عالم کا ارشاد ہے:۔ فامشوا فی مناکبھا وکلوا من رزقہ "زمین کے اطراف و جوانب میں چلو پھرو اور اُسکا رزق کھاؤ"۔ اسکے رازق ہونے کے یہ معنی نہیں کہ نہ کد و کاوش کرنا پڑے نہ تلاش معاش میں گھر سے نکلنا پڑے اور خود بخود روزی پہونچ جایا کرے بلکہ رازق

ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اُس نے زمین میں نشوونما کی صلاحیت پیدا کی۔ روئیدگی کیلئے بادل برسائے۔ پھل، سبزیاں اور غلے پیدا کئے۔ یہ تو سب اللہ کی طرف سے ہے لیکن ان کا حاصل کرنا سعی و عمل سے وابستہ ہے۔ جو جد و جہد کرے گا، وہ اپنی کوشش و ریاضت کے ثمرات سے بہرہ اندوز ہوگا۔ اور جو اپنی کوشش سے ہاتھ اُٹھائے گا وہ اپنی سستی و کوتاہی کے نتائج سے دوچار ہوگا۔ چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے:۔ لیس للانسان الا ما سعٰی "انسان کو وہی حاصل ہوتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے" نظام قدرت اسی پر قائم ہے کہ بوؤ اور کاٹو۔ اور بوئے بغیر روئیدگی کی اُمید رکھنا، اور کئے بغیر نتائج کی آس لگانا غلط ہے۔ اعضاء و جوارح ہیں ہی اسلئے کہ انھیں بر سر عمل رکھا جائے۔ چنانچہ حضرت باری تعالےٰ کا جناب مریم علیہا السلام سے خطاب ہے: وھزی الیک بجذع النخلۃ تساقط علیک رطبا جنیا فکلی واشربی و قری عینا "تم خرمے کے درخت کا تنا اپنی طرف ہلاؤ۔ تم پر پکے ہوئے خرمے گر پڑیں گے انھیں کھاؤ اور (چشمے کا پانی) پیو، اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرو" قدرت نے حضرت مریم علیہا السلام کیلئے کھانے پینے کا سامان مہیا کر دیا لیکن ایسا نہیں کیا کہ خرموں کو درخت سے اُتار کر انکی جھولی میں ڈال دیا ہو۔ کیونکہ جہاں تک رزق کے پیدا کرنے کا تعلق ہے وہ اُسی کا کام ہے۔ اسلئے درخت کو سرسبز و شاداب کیا، اسمیں پھل لگائے اور پھلوں کو پختہ کر دیا۔ لیکن جب انھیں اُتارنے کی نوبت آتی ہے تو قدرت دخل نہیں دیتی۔ صرف حضرت مریم کو ان کا کام یاد دلایا جاتا ہے کہ وہ اپنے ہاتھ کو ہلائیں، اور اپنے رزق کو حاصل کریں۔

اگر اسکی رازقیت کے یہی معنی ہیں کہ "جو دیتا ہے وہی دیتا ہے اور جو ملتا ہے اُسی کی طرف سے ملتا ہے" تو پھر انسان جو کچھ بھی کھائے کمائے گا، اور جس طرح بھی حاصل کرے گا، وہ اُسکے لئے حلال ہی ہوگا۔ خواہ چوری سے حاصل ہو یا رشوت سے، ظلم سے حاصل ہو یا غصب سے۔ کیونکہ یہ اللہ کا فعل اور اُسکا دیا ہوا رزق ہوگا۔ جسمیں انسان کے اختیار کا کچھ دخل نہ ہوگا۔ اور جہاں کوئی چیز اختیار کے حدود سے باہر ہو، اُسکے لئے حلال و حرام کا سوال پیدا نہیں ہوتا اور نہ اُس سے کسی قسم کی باز پرس ہوتی ہے اور جب ایسا نہیں بلکہ اس سے حلال و حرام کا تعلق ہوتا ہے، تو پھر اسے انسانی اعمال سے متعلق ہونا چاہیئے۔ تاکہ اس سے پوچھا جا سکے کہ اس نے حلال طریقہ سے حاصل کیا ہے یا حرام طریقے سے۔ البتہ جہاں اُس نے اکتساب رزق کی قوتیں ہی نہیں دیں، وہاں رزق رسانی کا ذمہ بھی خود لیا ہے۔ چنانچہ شکم مادر میں جنین کیلئے غذا کے پہونچانے کا سر و سامان کیا، جو اُسکی ضرورت اور احتیاج کے مطابق اُسے ملتا رہتا ہے لیکن جب یہی بچہ کارگاہ ہستی میں قدم رکھتا ہے اور ہاتھ پیر ہلانے کی سکت اسمیں آ جاتی ہے تو پھر مُنھ ہلائے بغیر اپنے سرچشمۂ رزق سے غذا حاصل نہیں کر سکتا۔ ۱۲ ۳۵ کائنات ہستی کے نظم و نسق میں جس طرح نتائج کے ترتب کو انسانی کارگزاریوں سے وابستہ کیا ہے جس سے قوت عمل باطل نہیں ہوتی، اسی طرح ان مساعی کی کامیابی و ناکامی کو اپنی مشیت کا پابند بھی بنایا ہے تاکہ انسان اپنی طاقت عمل پر بھروسہ کر کے خالق کو نہ بھول

جائے۔ یہی جبر و تفویض کے درمیان امر بین الامرین کا نقطہ ہے چنانچہ جس طرح تمام کائنات میں قدرت کا ہمہ گیر اور محکم
قانون کام کر رہا ہے، اسیطرح رزق کی پیداوار اور اسکی تقسیم بھی تدبیر و تقدیر دونوں کی کارفرمائی کے ساتھ اسکے ٹھہرائے
ہوئے اندازے کے مطابق ہوتی ہے جو انسانی نتائج عمل کے تناسب اور پھر اسکی حکمت و مصلحت کی کارفرمائی کی وجہ سے
کہیں کم ہے اور کہیں زیادہ۔ اب چونکہ سامانِ معیشت کا وہی خالق و موجد ہے اور اکتسابِ رزق کی قوتیں اسی کی بخشی ہوئی
ہیں اسلئے رزق کی کمی بیشی کی نسبت اسی کی طرف دی گئی ہے کہ اس نے سعی و عمل کے اختلاف اور مصالح عباد کے پیش نظر
رزق کے الگ الگ معیار اور مختلف پیمانے مقرر کئے ہیں۔ کہیں افلاس ہے اور کہیں خوشحالی، کہیں تکلیف ہے اور کہیں راحت
کوئی مسرت و اطمینان کے گہوارے میں جھول رہا ہے، اور کوئی فقر و ناداری کی سختیاں جھیل رہا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے:۔
یبسط الرزق لمن یشاء و یقدر انہ بکل شئ علیم "اللہ جس کے لئے چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لئے
چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ بیشک وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے" امیر المومنین علیہ السلام نے خطبہ ۲۳ میں اسی مطلب کی طرف
اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:۔ اما بعد فان الامر ینزل من السماء الی الارض الی کل نفس بما قسم لہا من
زیادۃ او نقصان "ہر شخص کے مقسوم میں جو کم یا زیادہ ہوتا ہے اسے لے کر فرمانِ قضا آسمان سے زمین پر اس طرح اترتے
ہیں جس طرح بارش کے قطرے"۔ چنانچہ جس طرح بارش کے فیضان کا ایک نظم و انضباط ہے کہ سطح سمندر سے بخارات اٹھیں
اور پانی کے ذخیرے اٹھائے ہوئے فضا میں گھنگور گھٹا کی صورت میں پھیل جائیں اور قطرہ قطرہ کر کے اس طرح ٹپکیں کہ
قطروں کے تار بندھ جائیں اور میدانی زمینوں اور بلند ٹیلوں کی رگوں اور نسوں کو سیراب کرتے ہوئے آگے بڑھ جائیں اور
جہاں نشیب ہو، پانی کے خزانے جمع کرتے رہیں تاکہ پیاسے آکر پئیں، جانور سیراب ہوں، اور سوکھی زمینوں کی اس سے آبیاری
ہو، یونہی اللہ سبحانہ نے زندگی و معیشت کے تمام سر و سامان مہیا کر رکھے ہیں، لیکن اسکی بخشش کا ایک مقررہ اندازہ ہے جس میں
ذرہ برابر فرق نہیں پڑتا۔ چنانچہ ارشاد قدرت ہے:۔ وان من شئ الا عندنا خزائنہ وما ننزلہ الا بقدر معلوم
"کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کے (بھرپور) خزانے ہمارے پاس موجود نہ ہوں لیکن ہم ہر چیز کو مقررہ پیمانے پر بھیجتے ہیں"۔ اگر انسان
کی بڑھتی ہوئی طمع و حرص کے پیمانے چھلکنے لگیں، تو جس طرح بارش کی فراوانی، روئیدگی اور شادابی کے بجائے فصلیں تباہ
کر دیتی ہے، یونہی سامانِ معیشت و ضروریاتِ زندگی کی کثرت انسان کو اللہ سے بے نیاز اور بغاوت و سرکشی پر آمادہ کر دے
چنانچہ اللہ سبحانہ فرماتا ہے:۔ ولو بسط اللہ الرزق لعبادہ لبغوا فی الارض ولکن ینزل بقدر ما یشاء انہ بعبادہ
خبیر بصیر "اگر خدا اپنے بندوں کی روزی میں فراخی کر دے، تو وہ زمین میں سرکشی کرنے لگیں۔ وہ تو ایک اندازہ پر جسکے لئے
مناسب چاہتا ہے، بھیجتا ہے اور وہ اپنے بندوں (کی مصلحتوں) سے واقف اور ان پر نظر رکھتا ہے"۔ اور اگر رزق میں کمی کر دے تو

جس طرح بارش کا رک جانا زمین کو بنجر اور چوپاؤں کو ہلاک کر دیتا ہے، یونہی ذرائع رزق کی بندش سے انسانی معاشرہ تباہ و برباد ہو کر رہ جائے، اور زندگی و معیشت کا کوئی سر و سامان باقی نہ رہے۔ چنانچہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے:۔ امن ھذا الذی یرزقکم ان امسک رزقہ "اگر خدا اپنی روزی کو روک لے، تو کون ایسا ہے جو تمہیں روزی دے"۔ لہٰذا اس حکیم و دانا نے ایک متناسب و معتدل طریقہ پر نظام رزق جاری کیا ہے۔ اور رزق و روزی کی اہمیت ظاہر کرنے اور ایک کو دوسرے سے مرتبط رکھنے کیلئے رزق کی تقسیم میں تفرقے پیدا کر دیئے ہیں۔ یہ تفرقہ اور غیر مساویانہ تقسیم کبھی خود انسانی مساعی کے اختلاف کا نتیجہ ہوتی ہے اور کبھی نظام عالم کے مجموعی مفاد اور اسکی حکمت و مصلحت کی کارفرمائی کی بنا پر ہوتی ہے۔ اسلئے کہ اگر فقر و احتیاج میں نادار کے صبر و استقلال کا امتحان لیا ہے تو ثروت و دولت میں دولتمند کے شکر اور ادائیگی حقوق کی کڑی آزمائش ہے کہ وہ فقرا و مساکین کے حقوق ادا کرتا ہے یا نہیں، ناداروں اور فاقہ کشوں کی خبر لیتا ہے یا نہیں۔ اور پھر جہاں دولت ہوگی، طرح طرح کے خطرات بھی پیدا ہوں گے۔ کبھی مال و جائداد کیلئے خطرہ ہوگا، کبھی فقر و افلاس کا کھٹکا ہوگا ـــــــ چنانچہ بہت سے لوگ ایسے ہوں گے کہ جو دولت کے نہ ہونے کی وجہ سے اپنے کو زیادہ مطمئن اور خوش پاتے ہوں گے۔ ان کے نزدیک یہ بے سر و سامانی اور بے مائگی اس دولت سے کہیں زیادہ بہتر ہوگی۔ جو ان کے آرام و اطمینان کو چھین لے اور کبھی یہی دولت جسے انسان جان سے زیادہ عزیز سمجھتا ہے اسکے جان جانے کا سبب بن جاتی ہے۔ پھر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جب تک دولت نہ تھی، اخلاق محفوظ تھے، سیرت بے داغ تھی۔ اور ادھر مال و دولت کی فراوانی ہوئی کہ اخلاق تباہ ہو گئے، کردار بگڑ گیا۔ اب شراب کا دور بھی ہے، مہوشوں کا جمگھٹا بھی ہے، نغمہ و سرود کی بزم بھی ہے۔ اس صورت میں دولت کا نہ ہونا ہی ایک نعمت تھا۔ لیکن انسان اللہ کی مصلحت سے بے خبر ہونے کی وجہ سے چیخ اٹھتا ہے اور وقتی تکلیف سے متاثر ہو کر شکوہ و شکایت پر اتر آتا ہے اور یہ نہیں دیکھتا کہ کتنی برائیوں سے اسکا دامن بچا رہا ہے کہ جو دولت کے ہونے کی وجہ سے پیدا ہو سکتی تھیں۔ لہٰذا دولت اگر راحت کی کفیل ہے تو فقر اخلاق کا نگہبان ہے۔" اس خطبہ میں امیر المومنینؑ نے جس اعجازی بلاغت کے ساتھ خداوند عالم کے عالم جزئیات ہونے پر روشنی ڈالی ہے اور جن پر شکوہ لفظوں کے ساتھ اسکے علم کی ہمہ گیر تصویر کھینچی ہے وہ منکر کے ذہن کو بھی متاثر کئے بغیر نہیں رہ سکتی چنانچہ ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے:۔ لو سمع ھذا الکلام ارسطو طالیس القائل بانہ تعالیٰ لا یعلم الجزئیات لخشع قلبہ وقف شعرہ واضطرب فکرہ الا تری ما علیہ من الرواء والمھابۃ والعظمۃ والفخامۃ والمتانۃ والجزالۃ مع ما قد اشرب من الحلاوۃ والطلاوۃ واللطف والسلاسۃ لا اری کلاما یشبہ ھذا الا ان یکون کلام الخالق سبحانہ فان ھذا الکلام نبعۃ من تلک الشجرۃ وجدول من ذلک البحر و جذوۃ من تلک النار "اگر ارسطا طالیس کہ جو خداوند عالم کے عالم جزئیات ہونے کا منکر ہے اس کلام کو

سُنے، تو اُسکا بھی دل جھُک جائے۔ رونگٹے کھڑے ہو جائیں، اور خیالات میں انقلاب پیدا ہو جائے۔ کیا اس کلام کی آب و تاب، دبدبہ و طنطنہ، شکوہ و جلال اور متانت و پختگی تم نہیں دیکھتے اور ان اوصاف کے علاوہ اسمیں شیریں بیانی، رنگینی معانی اور سلاست کے جو جوہر نمایاں ہیں۔ مجھے تو کوئی کلام اس سے ملتا جلتا ہوا نظر نہیں آتا۔ ہاں اگر کوئی کلام اس سے میل کھاتا ہے تو وہ خالق کلام کا کلام ہے اور اسمیں تعجب ہی کیا ہے جبکہ یہ اسی شجر کی بلند شاخ، اسی دریا کی جدول اور اسی تجلی کا پرتو ہے"۔ ——— جن لوگوں نے صرف اُسے عالم کلیات مانا ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ چونکہ جزئیات میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے لہذا اسے عالم جزئیات ماننے کی صورت میں اسکے علم کو بھی متغیر ماننا پڑے گا۔ اور علم چونکہ عین ذات ہے، لہذا ذات بھی تغیرات کی آماجگاہ بن جائے گی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ حادث قرار پا کر اپنی قدامت کو کھو بیٹھے گا۔ مگر یہ ایک ظاہر فریب مغالطہ ہے۔ اسلئے کہ تغیر معلوم سے تغیر علم اسوقت لازم آتا ہے کہ جب یہ مانا جائے کہ اسے ان تغیرات کا علم نہیں۔ اور اگر تمام تغیر و تبدل کی صورتیں اسکے سامنے آئینہ ہیں، تو کوئی وجہ نہیں کہ تغیر معلومات سے اسکے علم کو بھی تغیر پذیر سمجھ لیا جائے جبکہ یہ تغیر صرف معلوم تک محدود ہے اور علم پر اثر انداز نہیں ہوتا۔

خطبہ (۹۰)

<table>
<tr>
<td>

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَمَّا أُرِيدَ عَلَى الْبَيْعَةِ بَعْدَ قَتْلِ عُثْمَانَ.

دَعُونِي وَالْتَمِسُوا غَيْرِي، فَإِنَّا مُسْتَقْبِلُونَ أَمْراً لَهُ وُجُوهٌ وَأَلْوَانٌ. لَا تَقُومُ لَهُ الْقُلُوبُ وَلَا تَثْبُتُ عَلَيْهِ الْعُقُولُ. وَإِنَّ الْآفَاقَ قَدْ أَغَامَتْ وَالْمَحَجَّةَ قَدْ تَنَكَّرَتْ. وَاعْلَمُوا أَنِّي إِنْ أَجَبْتُكُمْ رَكِبْتُ بِكُمْ مَا أَعْلَمُ وَلَمْ أُصْغِ إِلَى قَوْلِ الْقَائِلِ وَعَتْبِ الْعَاتِبِ. وَإِنْ تَرَكْتُمُونِي فَأَنَا كَأَحَدِكُمْ وَلَعَلِّي أَسْمَعُكُمْ وَ

</td>
<td>

حضرت علیہ السلام کے ایک خطبہ کا کچھ حصہ۔ جب قتل عثمان کے بعد آپ کے ہاتھ پر بیعت کا ارادہ کیا گیا تو آپ نے فرمایا:۔

مجھے چھوڑ دو اور (اس خلافت کیلئے) میرے علاوہ کوئی اور ڈھونڈھ لو۔ ہمارے سامنے ایک ایسا معاملہ ہے جس کے کئی رُخ اور کئی رنگ ہیں۔ جسے نہ دل برداشت کر سکتے ہیں اور نہ عقلیں اسے مان سکتی ہیں (دیکھو) اُفق عالم پر گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں، راستہ پہچاننے میں نہیں آتا۔ تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ اگر میں تمھاری اس خواہش کو مان لوں، تو تمھیں اُس راستے پر لے چلوں گا جو میرے علم میں ہے۔ اور اسکے متعلق کسی کہنے والے کی بات

</td>
</tr>
</table>

اَطْوَعُکُمْ لِمَنْ وَلَّیْتُمُوْہُ اَمْرَکُمْ۔ وَاَنَا لَکُمْ وَزِیْرًا خَیْرٌ لَّکُمْ مِنِّیْ اَمِیْرًا۔ اور کسی ملامت کرنے والے کی سرزنش پر کان نہیں دھروں گا۔ اور اگر تم میرا پیچھا چھوڑ دو، تو پھر جیسے تم ہو ویسا میں ہوں۔ اور ہو سکتا ہے کہ جسے تم اپنا امیر بناؤ اسکی میں تم سے زیادہ سنوں اور مانوں۔ اور میرا تمھارے دنیوی مفاد کے لئے امیر ہونے سے وزیر ہونا بہتر ہے۔

سلہ جب حضرت عثمان کے قتل ہو جانے سے مسندِ حکومت خالی ہوئی، تو مسلمانوں کی نظریں امیر المومنین کی طرف اُٹھنے لگیں جن کی سلامت روی، اُصول پرستی اور سیاسی بصیرت کا اس طویل مدت میں انھیں بڑی حد تک تجربہ ہو چکا تھا چنانچہ متفقہ طور پر آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کیلئے اسطرح ٹوٹ پڑے جس طرح بھولے بھٹکے مسافر دور سے منزل کی جھلک دیکھ کر اسکی سمت لپک پڑتے ہیں جیسا کہ مورخ طبری نے لکھا ہے:۔ فغشی الناس علیا فقالوا نبایعک فقد تری ما نزل بالاسلام وما ابتلینا بہ من ذوی القربیٰ (طبری جلد ۵ صفحہ ۱۵۶) "لوگ امیر المومنین پر ہجوم کر کے ٹوٹ پڑے اور کہنے لگے کہ ہم آپ کی بیعت کرنا چاہتے ہیں اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ اسلام پر کیا کیا مصیبتیں ٹوٹ رہی ہیں، اور پیغمبر کے قریبیوں کے بارے میں ہماری کیسی آزمائش ہو رہی ہے"۔ ——— مگر امیر المومنین ع نے ان کی خواہش قبول کرنے سے انکار کر دیا جس پر ان لوگوں نے شور مچایا اور چیخ چیخ کر کہنے لگے کہ اے ابو الحسن ع آپ اسلام کی تباہی پر نظر نہیں کرتے، فتنہ و شر کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو نہیں دیکھتے کیا آپ خدا کا خوف بھی نہیں کرتے؟ پھر بھی حضرت نے آمادگی کا اظہار نہ فرمایا کیونکہ آپ دیکھ رہے تھے کہ پیغمبر کے بعد جو ماحول بن گیا تھا۔ اسکے اثرات دل و دماغ پر چھائے ہیں، طبیعتوں میں خود غرضی و جاہ پسندی جڑ پکڑ چکی ہے، ذہنوں پر مادیت کے غلاف چڑھ چکے ہیں اور حکومت کو مقصد برآری کا ذریعہ قرار دینے کی عادت پڑ چکی ہے، اب خلافت الٰہیہ کو بھی مادیت کا رنگ دے کر اُس سے کھیلنا چاہیں گے۔ ان حالات میں ذہنیتوں کو بدلنے اور طبیعتوں کے رُخ موڑنے میں لوہے لگ جائیں گے۔ ان تاثرات کے علاوہ یہ مصلحت بھی کار فرما تھی کہ ان لوگوں کو سوچ سمجھ لینے کا موقع دے دیا جائے تا کہ کل اپنے مادی توقعات کو ناکام ہوتے دیکھ کر یہ نہ کہنے لگیں کہ بیعت وقتی ضرورت اور ہنگامی جذبہ کے زیر اثر ہو گئی تھی۔ اسمیں سوچ بچار سے کام نہیں لیا گیا تھا جیسا کہ خلافت اولیٰ کے متعلق حضرت عمر کا یہی نظریہ تھا جو ان کے اس قول سے ظاہر ہے:۔ ان بیعۃ ابی بکر کانت فلتۃ، وقی اللہ شرھا فمن عاد الی مثلھا فاقتلوہ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۶) "ابوبکر کی خلافت بے سوچے سمجھے ہو گئی مگر اللہ نے اسکے شر سے بچا لیا۔ اب اگر کوئی ایسا کرے تو اُسے قتل کر دینا"۔ ——— غرض جب اصرار حد سے بڑھا، تو اس موقع پر یہ خطبہ ارشاد فرمایا جسمیں اس امر کو واضح کیا ہے۔ کہ اگر تم مجھے دنیاوی مقاصد کیلئے چاہتے ہو تو میں تمھارا آلۂ کار بننے کیلئے تیار نہیں

مجھے چھوڑ دو اور اس مقصد کیلئے کسی اور کو منتخب کر لو جو تمھارے توقعات پورے کر سکے۔ تم میری سابقہ سیرت کو دیکھ چکے ہو کہ میں قرآن و سنت کے علاوہ کسی کی سیرت پر عمل پیرا ہونے کیلئے تیار نہیں۔ اور نہ حکومت کیلئے اپنے اصول سے ہاتھ اٹھا دونگا۔ اگر تم کسی اور کو منتخب کروگے تو میں ملکی قوانین و آئین حکومت کا اتنا ہی خیال کروں گا جتنا ایک پُر امن شہری کو کرنا چاہیئے۔ میں نے کسی مرحلہ پر شورش برپا کر کے مسلمانوں کی ہیئت اجتماعیہ کو پراگندہ و منتشر کرنے کی کوشش نہیں کی۔ چنانچہ اب بھی ایسا ہی ہوگا۔ بلکہ جس طرح مصالح عامہ کا لحاظ کرتے ہوئے ہمیشہ صحیح مشورے دیتا رہا ہوں، اب بھی دریغ نہ کروں گا۔ اور اگر تم مجھے اسی سطح پر رہنے دو تو یہ چیز تمھارے دنیوی مفاد کیلئے بہتر ہوگی کیونکہ اس صورت میں میرے ہاتھوں میں اقتدار نہیں ہوگا کہ تمھارے دنیوی انتظامات کیلئے سدِّ راہ بن سکوں۔ اور تمھاری من مانی خواہشوں میں روڑے اٹکاؤں۔ اور اگر یہ ٹھان چکے ہو کہ میرے ہاتھوں پر بیعت کئے بغیر نہ رہوگے تو پھر یاد رکھو کہ چاہے تمھاری پیشانیوں پر بل آئے اور چاہے تمھاری زبانیں میرے خلاف کھلیں میں تمھیں حق کی راہ پر لے چلنے پر مجبور کر دوں گا اور حق کے معاملہ میں کسی کی رُو رعایت نہیں کروں گا۔ اس پر بھی اگر بیعت کرنا چاہتے ہو تو اپنا شوق پورا کر لو ـــــــــ امیر المومنینؑ نے ان لوگوں کے بارے میں جو نظریہ قائم کیا تھا بعد کے واقعات اسکی پوری پوری تصدیق کرتے ہیں چنانچہ جن لوگوں نے ذاتی اغراض و مقاصد کے پیش نظر بیعت کی تھی جب انھیں کامیابی حاصل نہ ہوئی تو بیعت توڑ کر الگ ہوگئے اور بے بنیاد الزامات تراش کر حکومت کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے۔

خطبہ (۹۱)

وَمِنۡ خُطۡبَةٍ لَّهٗ عَلَیۡهِ السَّلَامُ

اَمَّا بَعۡدُ اَیُّهَا النَّاسُ۔ فَاَنَا فَقَأۡتُ عَیۡنَ الۡفِتۡنَةِ، وَلَمۡ یَکُنۡ لِیَجۡتَرِئَ عَلَیۡهَا اَحَدٌ غَیۡرِیۡ بَعۡدَ اَنۡ مَاجَ غَیۡهَبُهَا وَاشۡتَدَّ کَلَبُهَا فَاسۡأَلُوۡنِیۡ قَبۡلَ اَنۡ تَفۡقِدُوۡنِیۡ فَوَالَّذِیۡ نَفۡسِیۡ بِیَدِهٖ لَا تَسۡأَلُوۡنِیۡ عَنۡ شَیۡءٍ فِیۡمَا بَیۡنَکُمۡ وَبَیۡنَ السَّاعَةِ، وَلَا عَنۡ فِئَةٍ تَهۡدِیۡ مِائَةً وَتُضِلُّ مِائَةً اِلَّا اَنۡبَأۡتُکُمۡ

حضرت علیہ السلام کے ایک خطبہ سے کچھ حصہ۔

اے لوگو! میں نے فتنہ و شر کی آنکھیں پھوڑ ڈالی ہیں۔ اور جب اسکی تاریکیاں (موجوں کی طرح) تہ و بالا ہو رہی تھیں اور (دیوانے کتوں کی طرح) اسکی دیوانگی زوروں پر تھی، تو میرے علاوہ کسی ایک میں جرأت نہ تھی کہ وہ اس کی طرف بڑھتا۔ اب (موقع ہے) جو چاہو مجھ سے پوچھ لو پیشتر اسکے کہ مجھے نہ پاؤ۔ اُس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم اسوقت سے لے کر قیامت

بِنَاعِقِهَا وَقَائِدِهَا وَسَائِقِهَا، وَمُنَاخِ
رِكَابِهَا وَمَحَطِّ رِحَالِهَا۔ وَمَنْ يُقْتَلُ مِنْ
أَهْلِهَا قَتْلاً وَيَمُوتُ مِنْهُمْ مَوْتاً۔ وَلَوْ قَدْ
فَقَدْتُمُونِي وَنَزَلَتْ بِكُمْ كَرَائِهُ الْأُمُورِ
وَحَوَازِبُ الْخُطُوبِ لَأَطْرَقَ كَثِيرٌ مِنَ
السَّائِلِينَ وَفَشِلَ كَثِيرٌ مِنَ الْمَسْؤُولِينَ۔ وَ
ذٰلِكَ إِذَا قَلَّصَتْ حَرْبُكُمْ وَشَمَّرَتْ عَنْ
سَاقٍ، وَضَاقَتِ الدُّنْيَا عَلَيْكُمْ ضِيقاً
تَسْتَطِيلُونَ مَعَهُ أَيَّامَ الْبَلَاءِ عَلَيْكُمْ حَتّٰى
يَفْتَحَ اللّٰهُ لِبَقِيَّةِ الْأَبْرَارِ مِنْكُمْ۔ إِنَّ الْفِتَنَ
إِذَا أَقْبَلَتْ شَبَّهَتْ وَإِذَا أَدْبَرَتْ نَبَّهَتْ۔
يُنْكَرْنَ مُقْبِلَاتٍ وَيُعْرَفْنَ مُدْبِرَاتٍ۔
يَحُمْنَ حَوْمَ الرِّيَاحِ يُصِبْنَ بَلَداً وَ
يُخْطِئْنَ بَلَداً۔ أَلَا وَإِنَّ أَخْوَفَ الْفِتَنِ عِنْدِي
عَلَيْكُمْ فِتْنَةُ بَنِي أُمَيَّةَ، فَإِنَّهَا فِتْنَةٌ
عَمْيَاءُ مُظْلِمَةٌ عَمَّتْ خُطَّتُهَا وَخَصَّتْ
بَلِيَّتُهَا، وَأَصَابَ الْبَلَاءُ مَنْ أَبْصَرَ فِيهَا
وَأَخْطَأَ الْبَلَاءُ مَنْ عَمِيَ عَنْهَا۔ وَايْمُ اللّٰهِ
لَتَجِدُنَّ بَنِي أُمَيَّةَ لَكُمْ أَرْبَابَ سُوءٍ
بَعْدِي كَالنَّابِ الضَّرُوسِ تَعْذِمُ بِفِيهَا
وَتَخْبِطُ بِيَدِهَا، وَتَزْبِنُ بِرِجْلِهَا، وَتَمْنَعُ
دَرَّهَا لَا يَزَالُونَ بِكُمْ حَتّٰى لَا يَتْرُكُوا
مِنْكُمْ إِلَّا نَافِعاً لَهُمْ أَوْ غَيْرَ ضَائِرٍ بِهِمْ۔

تک کے درمیانی عرصے کی جو بات مجھ سے پوچھو گے میں
بتاؤں گا۔ اور کسی ایسے گروہ کے متعلق دریافت کرو گے
کہ جس نے سو کو ہدایت کی ہو اور سو کو گمراہ کیا ہو تو میں
اُسکے للکارنے والے اور اُسے آگے سے کھینچنے والے اور
پیچھے سے ڈھکیلنے والے اور اُسکی سواریوں کی منزل اور
اُسکے (ساز و سامان سے لدے ہوئے) پالانوں کے
اُترنے کی جگہ تک بتا دوں گا۔ اور یہ کہ کون انمیں سے
قتل کیا جائے گا، اور کون (اپنی موت) مرے گا۔ اور
جب میں نہ رہوں گا اور ناخوشگوار چیزیں اور سخت
مشکلیں پیش آئیں گی، تو (دیکھ لینا) کہ بہت سے پوچھنے
والے پریشانی سے سر نیچے ڈال دیں گے، اور بتانے
والے عاجز و درماندہ ہو جائیں گے۔ یہ اُسوقت ہوگا کہ
جب تم پر لڑائیاں زور سے ٹوٹ پڑیں گی اور اُنکی
سختیاں نمایاں ہو جائیں گی اور دنیا اس طرح تم پر تنگ
ہو جائے گی کہ مصیبتوں کے دنوں کو تم یہ سمجھنے لگو گے کہ
وہ بڑھتے ہی جا رہے ہیں۔ یہانتک کہ خداوند عالم تمہارے
باقی ماندہ لوگوں کو فتح و کامرانی دے گا۔ فتنوں کی یہ صورت
ہوتی ہے کہ جب وہ آتے ہیں تو اسطرح اندھیرے میں ڈال
دیتے ہیں کہ (حق و باطل کا) امتیاز نہیں ہوتا اور پلٹتے ہیں
تو ہوشیار کر کے جاتے ہیں۔ جب آتے ہیں تو شناخت نہیں
ہوتی۔ پیچھے ہٹتے ہیں تو پہچانے جاتے ہیں۔ وہ ہواؤں
کی طرح چکر لگاتے ہیں۔ کسی شہر کو اپنی زد پر رکھ لیتے ہیں
اور کوئی ان سے رہ جاتا ہے۔ میرے نزدیک سب فتنوں سے

وَلَا يَزَالُ بَلَاؤُهُمْ حَتَّى لَا يَكُونَ انْتِصَارُ أَحَدِكُمْ مِنْهُمْ إِلَّا كَانْتِصَارِ الْعَبْدِ مِنْ رَبِّهِ. وَالصَّاحِبِ مِنْ مُسْتَصْحِبِهِ. تَرِدُ عَلَيْكُمْ فِتْنَتُهُمْ شَوْهَاءَ مَخْشِيَّةً وَقِطَعاً جَاهِلِيَّةً. لَيْسَ فِيهَا مَنَارُ هُدًى، وَلَا عَلَمٌ يُرَى نَحْنُ أَهْلَ الْبَيْتِ مِنْهَا بِمَنْجَاةٍ وَلَسْنَا فِيهَا بِدُعَاةٍ. ثُمَّ يُفَرِّجُهَا اللهُ عَنْكُمْ كَتَفْرِيجِ الْأَدِيمِ بِمَنْ يَسُومُهُمْ خَسْفاً وَيَسُوقُهُمْ عُنْفاً، وَيَسْقِيهِمْ بِكَأْسٍ مُصَبَّرَةٍ لَا يُعْطِيهِمْ إِلَّا السَّيْفَ. وَلَا يُحْلِسُهُمْ إِلَّا الْخَوْفَ. فَعِنْدَ ذَلِكَ تَوَدُّ قُرَيْشٌ بِالدُّنْيَا وَمَا فِيهَا لَوْ يَرَوْنَنِي مَقَاماً وَاحِداً، وَلَوْ قَدْرَ جَزْرِ جَزُورٍ لِأَقْبَلَ مِنْهُمْ مَا أَطْلُبُ الْيَوْمَ بَعْضَهُ فَلَا يُعْطُونَنِيهِ.

زیادہ خوفناک تمہارے لئے بنی اُمیّہ کا فتنہ ہے۔ جسے نہ خود کچھ نظر آتا ہے اور نہ اسمیں کوئی چیز سجھائی دیتی ہے۔ اسکے اثرات تو سب کو شامل ہیں، لیکن خصوصیت سے اسکی آفتیں خاص ہی افراد کیلئے ہیں۔ جو اسمیں حق کو پیش نظر رکھے گا اُس پر مصیبتیں آئیں گی اور جو آنکھیں بند رکھے گا وہ ان سے بچا رہے گا۔ خدا کی قسم! میرے بعد تم بنی اُمیّہ کو اپنے لئے بدترین حکمراں پاؤ گے۔ وہ تو اُس بوڑھی ورسرکش اونٹنی کے مانند ہیں، جو مُنہ سے کاٹتی ہو، اور ادھر اُدھر ہاتھ پیر مارتی ہو۔ اور دوھنے والے پر ٹانگیں چلاتی ہو اور دودھ دینے سے انکار کر دیتی ہو۔ وہ برابر تمہارا قلع قمع کرتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ صرف اُسے چھوڑیں گے جو ان کے مفید مطلب ہو یا (کم از کم) انکے لئے نقصان رساں نہ ہو اور انکی مصیبت اسی طرح گھیرے رہے گی کہ ان سے دادخواہی ایسی ہی مشکل ہو جائے گی جیسے غلام کیلئے اپنے آقا سے اور مُرید کی اپنے پیر سے۔ تم پر ان کا فتنہ ایسی بھیانک صورت میں آئے گا کہ جس سے ڈر لگنے لگے گا، اور زمانہ جاہلیت کی مختلف حالتوں کو لئے ہو گا۔ نہ اسمیں ہدایت کا مینار نصب ہو گا، اور نہ راستہ دکھانے والا کوئی نشان نظر آئے گا۔ ہم اہل بیت رسولؐ ان فتنہ انگیزیوں (کے گناہ) سے بچے ہوں گے، اور ان کی طرف لوگوں کو بلانے میں ہمارا کوئی حصہ نہ ہو گا۔ پھر ایک دن وہ آئے گا کہ اللہ اس شخص کے ذریعے سے جو انھیں ذلت کا مزہ چکھائے اور سختی سے ہنکائے اور (موت کے) تلخ جام پلائے، اور انکے سامنے تلوار رکھے اور خوف انھیں چمٹا دے، ان فتنوں سے اسطرح علیحدہ کر دے گا جس طرح ذبیحے سے کھال الگ کی جاتی ہے اُسوقت قریش دُنیا و مافیہا کے بدلے میں یہ چاہیں گے، کہ وہ مجھے صرف اتنی دیر کہ جتنی اونٹ کے ذبح ہونے میں لگتی ہے۔ کہیں ایک دفعہ دیکھ لیں تاکہ میں اس چیز کو قبول کر لوں کہ جس کا آج کچھ حصہ بھی طلب کرنے کے باوجود وہ دینے کیلئے تیار نہیں ہوتے۔

لہ امیر المومنینؑ نے یہ خطبہ جنگ نہروان کے بعد ارشاد فرمایا۔ اسمیں فتنہ سے مُراد وہ جنگیں ہیں جو بصرہ، صفین اور

نہروان میں لڑی گئیں۔ چونکہ ان کی نوعیت پیغمبرؐ کی جنگوں سے جداگانہ تھی (کیونکہ وہاں مدمقابل کفار ہوتے تھے اور یہاں مقابلہ اُن لوگوں سے تھا جو چہروں پر اسلام کی نقاب ڈالے ہوئے تھے) اسلئے لوگ اہل قبلہ سے جنگ کرنے کیلئے متردد تھے۔ اور یہ کہتے تھے کہ جو لوگ اذانیں دیتے ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں اُن سے قتال کیسا۔ چنانچہ خزیمہ ابن ثابت انصاری جیسے بزرگ اُسوقت تک صفین میں شریک جنگ نہیں ہوئے، جبتک عمار یاسر کی شہادت نے شامیوں کا گروہ باغی ہونا ثابت نہ کر دیا۔ یونہی بصرہ میں ام المومنین کے ہمراہ عشرہ مبشرہ میں شمار ہونیوالے طلحہ و زبیر ایسے صحابہ کی موجودگی اور نہروان میں خوارج کی پیشانیوں کے گھٹے اور اُن کی نمازیں اور عبادتیں ذہنوں میں خلفشار پیدا کئے ہوئے تھیں۔ اندریں حالات ان کے سامنے شمشیر بکف کھڑے ہونے کی جراءت وہی کر سکتا تھا جو ان کے مکنون قلب سے واقف اور ان کے ایمان کی حقیقت سے آشنا ہو۔ اور یہ امیرالمومنین ہی کی بصیرت خاص و ایمانی جراءت کا کام تھا کہ اُنکے مقابلہ میں اٹھ کھڑے ہوئے اور پیغمبرؐ کے اس ارشاد کی تصدیق فرما دی ستقاتل بعدی الناکثین والقاسطین والمارقین "اے علیؑ تم میرے بعد بیعت توڑنے والوں (اصحاب جمل) ظلم ڈھانے والوں (اہل شام) اور دین سے بے راہ ہو جانے والوں (خوارج) سے جنگ کرو گے"۱۲

سلے پیغمبر اکرمؐ کے بعد کوئی متنفس امیرالمومنینؑ کے علاوہ یہ دعویٰ نہ کر سکا کہ جو پوچھنا چاہو ہم سے پوچھ لو چنانچہ ابن حجر نے صواعق محرقہ میں لکھا ہو کہ لم یکن احد من الصحابۃ یقول سلونی الا علی ابن ابی طالب "صحابہ میں سے کوئی ایک بھی یہ دعوے نہ کر سکا کہ جو پوچھنا چاہو ہم سے پوچھ لو سوائے علی ابن ابی طالب کے"۔ البتہ صحابہ کے علاوہ تاریخ میں چند نام ایسے نظر آتے ہیں جنھوں نے ایسا دعوے کرنے کی جراءت کی جیسے ابراہیم ابن ہشام، مقاتل ابن سلیمان، قتادہ، سبط ابن جوزی اور محمد ابن ادریس شافعی وغیرہ۔ مگر ان میں سے ہر شخص سوال کے موقع پر رسوا، اور اپنے اس دعوے کو واپس لینے پر مجبور رہا۔ یہ دعوے وہی کر سکتا ہو جو حقائق عالم سے واقف اور مستقبل کے واقعات سے آگاہ ہو۔ چنانچہ امیرالمومنین ہی وہ در کشائے علوم نبوت تھے جو کسی موقع پر کسی سوال کے جواب سے عاجز ہوتے ہوئے نظر نہیں آتے۔ یہاں تک کہ حضرت عمر کو بھی یہ کہنا پڑتا تھا کہ اعوذ باللّٰہ من معضلۃ لیس لہا ابوالحسن "میں اُس مشکل سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جس کے حل کرنے کیلئے امیرالمومنین نہ ہوں"۔ یونہی مستقبل کے متعلق جو پیشین گوئیاں آپ نے کیں، وہ حرف بحرف پوری ہو کر آپ کی وسعت علمی کی آئینہ دار ہیں۔ وہ بنی اُمیہ کی تباہ کاریوں کے متعلق ہوں یا خوارج کی شورش انگیزیوں کے متعلق۔ وہ تاتاریوں کی تاخت و تاراج کے بارے میں ہوں یا زنگیوں کی حملہ آوریوں کے متعلق۔ وہ بصرہ کی غرقابی کے بارے میں ہوں یا کوفہ کی تباہی کے متعلق۔ غرض جب یہ واقعات تاریخی حیثیت سے مسلمہ حیثیت رکھتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ آپ کے اس دعوے پر تعجب کیا جائے ۱۲

خطبہ (۹۲)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

تَبَارَكَ اللّٰهُ الَّذِي لَا يَبْلُغُهُ بُعْدُ الْهِمَمِ. وَلَا يَنَالُهُ حَدْسُ الْفِطَنِ الْاَوَّلُ الَّذِي لَا غَايَةَ لَهُ فَيَنْتَهِي. وَلَا اٰخِرَ لَهُ فَيَنْقَضِي.

مِنْهَا فِي وَصْفِ الْاَنْبِيَاءِ.

فَاسْتَوْدَعَهُمْ فِي اَفْضَلِ مُسْتَوْدَعٍ، وَاَقَرَّهُمْ فِي خَيْرِ مُسْتَقَرٍّ تَنَاسَخَتْهُمْ كَرَائِمُ الْاَصْلَابِ اِلٰى مُطَهَّرَاتِ الْاَرْحَامِ. كُلَّمَا مَضٰى مِنْهُمْ سَلَفٌ قَامَ مِنْهُمْ بِدِيْنِ اللّٰهِ خَلَفٌ. حَتّٰى اَفْضَتْ كَرَامَةُ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ اِلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، فَاَخْرَجَهُ مِنْ اَفْضَلِ الْمَعَادِنِ مَنْبِتًا وَاَعَزِّ الْاَرُوْمَاتِ مَغْرِسًا مِنَ الشَّجَرَةِ الَّتِي صَدَعَ مِنْهَا اَنْبِيَاءَهُ وَانْتَخَبَ مِنْهَا اُمَنَاءَهُ. عِتْرَتُهُ خَيْرُ الْعِتَرِ، وَاُسْرَتُهُ خَيْرُ الْاُسَرِ، وَشَجَرَتُهُ خَيْرُ الشَّجَرِ. نَبَتَتْ فِي حَرَمٍ، وَبَسَقَتْ فِي كَرَمٍ، لَهَا فُرُوْعٌ طِوَالٌ وَثَمَرَةٌ لَا تُنَالُ. فَهُوَ اِمَامُ مَنِ اتَّقٰى وَبَصِيْرَةُ مَنِ اهْتَدٰى سِرَاجٌ لَمَعَ ضَوْءُهُ وَشِهَابٌ سَطَعَ نُوْرُهُ وَزَنْدٌ بَرَقَ لَمْعُهُ. سِيْرَتُهُ الْقَصْدُ

حضرت علیہ السلام کے ایک خطبہ کا کچھ حصہ۔

بابرکت ہو وہ خدا کہ جس کی ذات تک بلند پرواز ہمتوں کی رسائی نہیں اور نہ عقل و فہم کی قوتیں اُسے پا سکتی ہیں۔ وہ ایسا اول ہے کہ جس کے لیے نہ کوئی نقطہ ابتدا ہے کہ وہ محدود ہو جائے اور نہ کوئی اُس کا آخر ہے کہ وہاں پہونچ کر ختم ہو جائے۔

اسی خطبہ کے ذیل میں فرمایا:۔

اس نے ان (انبیاء) کو بہترین سونپے جانے کی جگہوں میں رکھا، اور بہترین ٹھکانوں میں ٹھہرایا۔ وہ بلند مرتبہ صلبوں سے پاکیزہ شکموں کی طرف منتقل ہوتے رہے۔ جب اُن میں سے کوئی گزر جانے والا گزر گیا، دوسرا دین خدا کو لے کر کھڑا ہو گیا۔ یہاں تک کہ یہ الٰہی شرف محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہونچا جنھیں ایسے معدنوں سے کہ جو پھلنے پھولنے کے اعتبار سے بہترین، اور ایسی اصلوں سے کہ جو نشو و نما کے لحاظ سے بہت باوقار تھیں، پیدا کیا۔ اسی شجرہ سے، کہ جس سے انبیاء پیدا کیے اور جس میں سے اپنے امین منتخب فرمائے ان کی عترت بہترین عترت، اور قبیلہ بہترین قبیلہ، اور شجرہ بہترین شجرہ ہے۔ جو سرزمین حرم پر اُگا، اور بزرگی کے سایہ میں بڑھا۔ جس کی شاخیں دراز اور پھل دسترس سے باہر ہیں، وہ پرہیزگاروں کے امام، ہدایت حاصل کرنے والوں کے لیے (سرچشمۂ) بصیرت ہیں، وہ ایسا

وَسُنَّتُهُ الرُّشْدُ۔ وَكَلَامُهُ الْفَصْلُ۔
وَحُكْمُهُ الْعَدْلُ۔ اَرْسَلَهُ عَلٰى حِيْنِ
فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ وَهَفْوَةٍ عَنِ الْعَمَلِ،
وَغَبَاوَةٍ مِّنَ الْاُمَمِ۔ اِعْمَلُوْا رَحِمَكُمُ
اللّٰهُ عَلٰى اَعْلَامٍ بَيِّنَةٍ۔ فَالطَّرِيْقُ نَهْجٌ
يَدْعُوْ اِلٰى دَارِ السَّلَامِ۔ وَاَنْتُمْ فِيْ
دَارِ مُسْتَعْتَبٍ عَلٰى مَهَلٍ وَفَرَاغٍ۔ وَالصُّحُفُ
مَنْشُوْرَةٌ۔ وَالْاَقْلَامُ جَارِيَةٌ۔ وَالْاَبْدَانُ
صَحِيْحَةٌ۔ وَالْاَلْسُنُ مُطْلَقَةٌ۔ وَالتَّوْبَةُ
مَسْمُوْعَةٌ۔ وَالْاَعْمَالُ مَقْبُوْلَةٌ۔

چراغ ہیں، جس کی روشنی لَو دیتی ہے۔ اور ایسا روشن ستارہ
جس کا نور ضیا پاش۔ اور ایسا چقماق جس کی ضو شعلہ
فشاں ہے۔ ان کی سیرت (افراط و تفریط سے بچ کر) سیدھی
راہ پر چلنا اور سنت ہدایت کرنا ہے۔ ان کا کلام
حق و باطل کا فیصلہ کرنے والا، اور حکم عین عدل ہے۔
اللہ نے انھیں اسوقت بھیجا کہ جب رسولوں کی آمد کا
سلسلہ رکا ہوا تھا، بدعملی پھیلی ہوئی، اور امتوں پر
غفلت چھائی ہوئی تھی۔ اللہ تم پر رحم کرے روشن
نشانوں پر جم کر عمل کرو۔ راستہ بالکل سیدھا ہے۔ وہ
تمھیں سلامتیوں کے گھر (جنت) کی طرف بلا رہا ہے۔
ابھی تم ایسے گھر میں ہو کہ جہاں تمھیں اتنی مہلت و فراغت ہے کہ اسکی خوشنودیاں حاصل کر سکو۔ ابھی موقع ہے (چونکہ)
اعمال نامے کھلے ہوئے ہیں۔ قلم چل رہے ہیں۔ بدن تندرست و توانا ہیں۔ زبان آزاد ہے۔ توبہ سنی جا سکتی ہے اور
عمل قبول کئے جا سکتے ہیں۔



خطبہ (۹۳)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ
بَعَثَهٗ وَالنَّاسُ ضُلَّالٌ فِيْ حَيْرَةٍ
وَّحَاطِبُوْنَ فِيْ فِتْنَةٍ قَدِ اسْتَهْوَتْهُمُ
الْاَهْوَآءُ، وَاسْتَزَلَّتْهُمُ الْكِبْرِيَآءُ،
وَاسْتَخَفَّتْهُمُ الْجَاهِلِيَّةُ الْجَهْلَآءُ۔
حَيَارٰى فِيْ زِلْزَالٍ مِّنَ الْاَمْرِ، وَبَلَآءٍ
مِّنَ الْجَهْلِ۔ فَبَالَغَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ
وَسَلَّمَ فِي النَّصِيْحَةِ، وَمَضٰى عَلَى الطَّرِيْقَةِ

حضرت علیہ السلام کے ایک خطبہ کا کچھ حصہ
پیغمبر کو اسوقت میں بھیجا کہ جب لوگ حیرت و
پریشانی کے عالم میں گم کردہ راہ تھے اور فتنوں میں
ہاتھ پیر مار رہے تھے نفسانی خواہشوں نے انھیں بھٹکا
دیا تھا۔ اور غرور نے بہکا دیا تھا۔ اور بھرپور جاہلیت نے
ان کی عقلیں کھو دی تھیں اور حالات کے ڈانواں ڈول
ہونے اور جہالت کی بلاؤں کی وجہ سے حیران
و پریشان تھے۔ چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے

وَدَعَا اِلَى الْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ۔

انھیں سمجھانے بجھانے کا پورا حق ادا کیا۔ خود سیدھے راستے پر جمے رہے اور حکمت و دانائی اور اچھی نصیحتوں کی طرف انھیں بلاتے رہے۔

خطبہ (۹۴)

وَمِنْ خُطْبَةٍ اُخْرٰى

حضرت علیہ السّلام کے ایک خطبہ کا دوسرا حصّہ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْاَوَّلِ فَلَا شَيْءَ قَبْلَهٗ وَالْاٰخِرِ فَلَا شَيْءَ بَعْدَهٗ۔ وَالظَّاهِرِ فَلَا شَيْءَ فَوْقَهٗ۔ وَالْبَاطِنِ فَلَا شَيْءَ دُوْنَهٗ۔

تمام حمد اس اللہ کیلئے ہی جو اول ہی اور کوئی شے اس سے پہلے نہیں۔ اور آخر ہی اور کوئی چیز اسکے بعد نہیں۔ وہ ظاہر ہی اور کوئی شے اس سے بالاتر نہیں اور باطن ہی اور کوئی چیز اس سے قریب تر نہیں۔

مِنْهَا فِيْ ذِكْرِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔

اسی خطبہ کے ذیل میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر فرمایا:۔

مُسْتَقَرُّهٗ خَيْرُ مُسْتَقَرٍّ، وَمَنْبِتُهٗ اَشْرَفُ مَنْبِتٍ۔ فِيْ مَعَادِنِ الْكَرَامَةِ، وَمَمَاهِدِ السَّلَامَةِ۔ قَدْ صُرِفَتْ نَحْوَهٗ اَفْئِدَةُ الْاَبْرَارِ، وَثُنِيَتْ اِلَيْهِ اَزِمَّةُ الْاَبْصَارِ۔ دَفَنَ اللّٰهُ بِهِ الضَّغَائِنَ وَ اَطْفَاَ بِهِ النَّوَائِرَ۔ اَلَّفَ بِهٖ اِخْوَانًا، وَ فَرَّقَ بِهٖ اَقْرَانًا۔ اَعَزَّ بِهِ الذِّلَّةَ، وَ اَذَلَّ بِهِ الْعِزَّةَ۔ كَلَامُهٗ بَيَانٌ وَصَمْتُهٗ لِسَانٌ۔

بزرگی اور شرافت کے معدنوں اور پاکیزگی کی جگہوں میں ان کا مقام بہترین مقام اور مرزبوم بہترین مرزبوم ہے۔ اُن کی طرف نیک لوگوں کے دل جھکا دیے گئے ہیں اور نگاہوں کے رُخ موڑ دیے گئے ہیں۔ خدا نے ان کی وجہ سے فتنے دبا دیے۔ اور (عداوتوں کے) شعلے بجھا دیے۔ بھائیوں میں اُلفت پیدا کی، اور جو (کفر میں) اکٹھے تھے، اُنھیں علیحدہ علیحدہ کر دیا (اسلام کی) پستی و ذلت کو عزت بخشی، اور (کفر کی) عزت و بلندی کو ذلیل کر دیا۔ ان کا کلام (شریعت کا) بیان اور سکوت (احکام کی) زبان تھی۔

خطبہ (۹۵)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

حضرت علیہ السّلام کے ایک خطبہ کا کچھ حصہ۔

وَلَئِنْ اَمْهَلَ اللّٰهُ الظَّالِمَ فَلَنْ يَفُوْتَ
اَخْذُهٗ۔ وَهُوَ لَهٗ بِالْمِرْصَادِ عَلٰى مَجَازِ
طَرِيْقِهٖ۔ وَبِمَوْضِعِ الشَّجٰى مِنْ مَسَاغِ
رِيْقِهٖ۔ اَمَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَيَظْهَرَنَّ
هٰؤُلَاۗءِ الْقَوْمُ عَلَيْكُمْ، لَيْسَ لِاَنَّهُمْ
اَوْلٰى بِالْحَقِّ مِنْكُمْ۔ وَلٰكِنْ لِاِسْرَاعِهِمْ
اِلٰى بَاطِلِ صَاحِبِهِمْ وَاِبْطَاۗئِكُمْ عَنْ
حَقِّیْ۔ وَلَقَدْ اَصْبَحَتِ الْاُمَمُ تَخَافُ
ظُلْمَ رُعَاتِهَا۔ وَاَصْبَحْتُ اَخَافُ ظُلْمَ
رَعِيَّتِیْ۔ اِسْتَنْفَرْتُكُمْ لِلْجِهَادِ فَلَمْ تَنْفِرُوْا
وَاَسْمَعْتُكُمْ فَلَمْ تَسْمَعُوْا، وَدَعَوْتُكُمْ
سِرًّا وَّجَهْرًا فَلَمْ تَسْتَجِيْبُوْا، وَنَصَحْتُ
لَكُمْ فَلَمْ تَقْبَلُوْا۔ اَشُهُوْدٌ كَغُيَّابٍ وَعَبِيْدٌ
كَاَرْبَابٍ؟ اَتْلُوْ عَلَيْكُمُ الْحِكَمَ فَتَنْفِرُوْنَ
مِنْهَا وَاَعِظُكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ الْبَالِغَةِ فَتَتَفَرَّقُوْنَ
عَنْهَا۔ وَاَحُثُّكُمْ عَلٰى جِهَادِ اَهْلِ الْبَغْیِ فَمَا
اٰتِیْ عَلٰى اٰخِرِ قَوْلِیْ حَتّٰۤى اَرَاكُمْ مُتَفَرِّقِيْنَ
اَيَادِیْ سَبَا تَرْجِعُوْنَ اِلٰى مَجَالِسِكُمْ وَ
تَتَخَادَعُوْنَ عَنْ مَوَاعِظِكُمْ۔ اُقَوِّمُكُمْ
غُدْوَةً وَتَرْجِعُوْنَ اِلَیَّ عَشِيَّةً كَظَهْرِ
الْحَنِيَّةِ، عَجَزَ الْمُقَوِّمُ وَاَعْضَلَ الْمُقَوَّمُ۔
اَيُّهَا الشَّاهِدَةُ اَبْدَانُهُمْ الْغَائِبَةُ
عُقُوْلُهُمْ الْمُخْتَلِفَةُ اَهْوَاۗؤُهُمْ الْمُبْتَلٰى بِهِمْ

اگر اللہ نے ظالم کو مہلت دے رکھی ہے، تو اس کی
گرفت سے تو وہ ہرگز نہیں نکل سکتا۔ اور وہ اس کی
گزرگاہ اور گلے میں ہڈی پھنسنے کی جگہ پر موقع کا منتظر
ہے۔ اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے
یہ قوم (اہل شام) تم پر غالب آ کر رہے گی۔ اسلئے نہیں
کہ ان کا حق تم سے فائق ہے۔ بلکہ اسلئے کہ وہ اپنے
ساتھی (معاویہ) کی طرف باطل پر ہونے کے باوجود
تیزی سے لپکتے ہیں۔ اور تم میرے حق پر ہونے کے
باوجود سستی کرتے ہو۔ رعیتیں اپنے حکمرانوں کے ظلم
جور سے ڈرا کرتی تھیں۔ اور میں اپنی رعیت کے ظلم
سے ڈرتا ہوں۔ میں نے تمھیں جہاد کیلئے اُبھارا، لیکن
تم (اپنے گھروں سے) نہ نکلے۔ میں نے تمھیں (کار آمد
باتوں کو) سنانا چاہا مگر تم نے ایک نہ سنی اور میں نے
پوشیدہ بھی اور علانیہ بھی تمھیں جہاد کیلئے پکارا اور للکارا
لیکن تم نے ایک نہ مانی۔ اور سمجھایا بجھایا، مگر تم نے میری
نصیحتیں قبول نہ کیں۔ کیا تم موجود ہوتے ہوئے بھی
غائب رہتے ہو، حلقہ بگوش ہوتے ہوئے گویا خود مالک ہو
میں تمھارے سامنے حکمت و دانائی کی باتیں بیان
کرتا ہوں، اور تم ان سے بھڑکتے ہو۔ تمھیں بلند پایہ
نصیحتیں کرتا ہوں، تم پراگندہ خاطر ہو جاتے ہو۔ میں
ان باغیوں سے جہاد کرنے کیلئے تمھیں آمادہ کرتا ہوں
تو ابھی میری بات ختم بھی نہیں ہوتی کہ میں دیکھتا ہوں
کہ تم اولاد سبا کی طرح تتر بتر ہو گئے۔ اپنی نشست گاہوں

أُمَرَاؤُهُمْ. صَاحِبُكُمْ يُطِيعُ اللّٰهَ وَأَنْتُمْ
تَعْصُونَهُ. وَصَاحِبُ أَهْلِ الشَّامِ يَعْصِي اللّٰهَ
وَهُمْ يُطِيعُونَهُ. لَوَدِدْتُ وَاللّٰهِ أَنَّ مُعَاوِيَةَ
صَارَفَنِي بِكُمْ صَرْفَ الدِّينَارِ بِالدِّرْهَمِ
فَأَخَذَ مِنِّي عَشَرَةً مِنْكُمْ. وَأَعْطَانِي
رَجُلًا مِنْهُمْ. يَا أَهْلَ الْكُوفَةِ مُنِيتُ بِكُمْ
بِثَلَاثٍ وَاثْنَتَيْنِ: صُمٌّ ذَوُو أَسْمَاعٍ وَبُكْمٌ
ذَوُو كَلَامٍ، وَعُمْيٌ ذَوُو أَبْصَارٍ. لَا أَحْرَارُ
صِدْقٍ عِنْدَ اللِّقَاءِ وَلَا إِخْوَانُ ثِقَةٍ عِنْدَ
الْبَلَاءِ. تَرِبَتْ أَيْدِيكُمْ. يَا أَشْبَاهَ الْإِبِلِ
غَابَ عَنْهَا رُعَاتُهَا كُلَّمَا جُمِعَتْ مِنْ
جَانِبٍ تَفَرَّقَتْ مِنْ جَانِبٍ آخَرَ. وَاللّٰهِ
لَكَأَنِّي بِكُمْ فِيمَا إِخَالُ أَنْ لَوْ حَمِسَ الْوَغَى
وَحَمِيَ الضِّرَابُ وَقَدِ انْفَرَجْتُمْ عَنِ ابْنِ
أَبِي طَالِبٍ انْفِرَاجَ الْمَرْأَةِ عَنْ قُبُلِهَا.
وَإِنِّي لَعَلَى بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّي، وَمِنْهَاجٍ
مِنْ نَبِيِّي. وَإِنِّي لَعَلَى الطَّرِيقِ الْوَاضِحِ
أَلْقُطُهُ لَقْطًا. أُنْظُرُوا أَهْلَ بَيْتِ نَبِيِّكُمْ
فَالْزَمُوا سَمْتَهُمْ وَاتَّبِعُوا أَثَرَهُمْ فَلَنْ
يُخْرِجُوكُمْ مِنْ هُدًى، وَلَنْ يُعِيدُوكُمْ
فِي رَدًى. فَإِنْ لَبَدُوا فَالْبُدُوا وَإِنْ
نَهَضُوا فَانْهَضُوا. وَلَا تَسْبِقُوهُمْ
فَتَضِلُّوا وَلَا تَتَأَخَّرُوا عَنْهُمْ فَتَهْلِكُوا

کی طرف واپس چلے جاتے ہو۔ اور ان نصیحتوں سے
غافل ہو کر ایک دوسرے کے چکمے میں آجاتے ہو۔ صبح کو
میں تمھیں سیدھا کرتا ہوں اور شام کو جب آتے ہو تو
(ویسے کے ویسے) کمان کی پشت کی طرح ٹیڑھے۔ سیدھا
کرنے والا عاجز آ گیا، اور جسے سیدھا کیا جا رہا ہے،
وہ لاعلاج ثابت ہوا۔

اے وہ لوگو! جن کے جسم تو حاضر اور عقلیں غائب
اور خواہشیں جدا جدا ہیں۔ ان پر حکومت کرنیوالے ان کے
ہاتھوں آزمائش میں پڑے ہوئے ہیں۔ تمھارا حاکم اللہ
کی اطاعت کرتا ہے، اور تم اسکی نافرمانی کرتے ہو۔ اور
اہل شام کا حاکم اللہ کی نافرمانی کرتا ہے مگر وہ اس کی
اطاعت کرتے ہیں۔ خدا کی قسم! میں یہ چاہتا ہوں کہ
معاویہ تم میں سے دس مجھ سے لے لے اور بدلے میں اپنا
ایک آدمی مجھے دیدے۔ جس طرح دینار کا تبادلہ درہموں
سے ہوتا ہے۔ اے اہل کوفہ! میں تمھاری تین اور انکے علاوہ
دو باتوں میں مبتلا ہوں۔ پہلے تو یہ کہ تم کان رکھتے ہوئے
بہرے ہو، اور بولنے چالنے کے باوجود گونگے ہو، اور
آنکھیں ہوتے ہوئے اندھے ہو۔ اور پھر یہ کہ نہ تم جنگ کے
موقع پر سچے جوانمرد ہو، اور نہ قابل اعتماد بھائی ہو۔
اے ان اونٹوں کی چال ڈھال والو کہ جن کے چرواہے
گم ہو چکے ہوں اور انھیں ایک طرف سے گھیر کر لایا جاتا ہو
تو دوسری طرف سے بکھر جاتے ہیں۔ خدا کی قسم! جیسا کہ
میرا تمھارے متعلق خیال ہے گویا یہ منظر میرے سامنے ہے

لَقَدْ رَاَیْتُ اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَمَا اَرٰی اَحَدًا مِّنْکُمْ یُشْبِھُھُمْ، لَقَدْ کَانُوْا یُصْبِحُوْنَ شُعْثًا غُبْرًا وَقَدْ بَاتُوْا سُجَّدًا وَّقِیَامًا یُرَاوِحُوْنَ بَیْنَ جِبَاھِھِمْ وَخُدُوْدِھِمْ وَیَقِفُوْنَ عَلٰی مِثْلِ الْجَمْرِ مِنْ ذِکْرِ مَعَادِھِمْ۔ کَاَنَّ بَیْنَ اَعْیُنِھِمْ رُکَبَ الْمِعْزٰی مِنْ طُوْلِ سُجُوْدِھِمْ۔ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ ھَمَلَتْ اَعْیُنُھُمْ حَتّٰی تَبُلَّ جُیُوْبَھُمْ۔ وَمَادُوْا کَمَا یَمِیْدُ الشَّجَرُ یَوْمَ الرِّیْحِ الْعَاصِفِ خَوْفًا مِّنَ الْعِقَابِ وَرَجَاءً لِّلثَّوَابِ۔

کہ اگر جنگ شدت اختیار کرے اور میدان کارزار گرم ہوجائے، تو تم ابن ابی طالب سے ایسے شرمناک طریقے پر علیحدہ ہو جیسے عورت بالکل برہنہ ہوجائے۔ میں اپنے پروردگار کی طرف سے روشن دلیل اور اپنے نبی کے طریقے اور شاہراہ حق پر ہوں (جسے میں باطل کے راستوں میں سے) ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر پاتا رہتا ہوں۔ اپنے نبی کے اہل بیت کو دیکھو، ان کی سیرت پر چلو، اور ان کے نقش قدم کی پیروی کرو۔ وہ تمہیں ہدایت سے باہر نہیں ہونے دیں گے اور نہ گمراہی و ہلاکت کی طرف پلٹائیں گے۔ اگر وہ کہیں ٹھہریں تو تم بھی ٹھہر جاؤ اور اگر وہ اٹھیں، تو تم بھی اٹھ کھڑے ہو۔ ان سے آگے نہ بڑھ جاؤ، ورنہ گمراہ ہوجاؤ گے۔ اور نہ (انھیں چھوڑ کر) پیچھے رہ جاؤ ورنہ تباہ ہوجاؤ گے۔ میں نے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاص خاص اصحاب دیکھے ہیں۔ مجھے تو تم میں سے ایک بھی ایسا نظر نہیں آتا، جو ان کے مثل ہو۔ وہ اس عالم میں صبح کرتے تھے کہ ان کے بال بکھرے ہوئے اور چہرے خاک سے اٹے ہوتے تھے۔ جبکہ رات کو وہ سجود و قیام میں کاٹ چکے ہوتے تھے اس عالم میں کہ کبھی پیشانیاں سجدے میں رکھتے تھے اور کبھی رخسار اور حشر کی یاد سے اس طرح بے چین رہتے تھے کہ جیسے انگاروں پر ٹھہرے ہوئے ہوں اور لمبے سجدوں کی وجہ سے ان کی آنکھوں کے درمیان (پیشانیوں پر) بکری کے گھٹنوں ایسے گٹے پڑے ہوئے تھے۔ جب بھی ان کے سامنے اللہ کا ذکر آجاتا تھا، تو ان کی آنکھیں برس پڑتی تھیں یہاں تک کہ ان کے گریبانوں کو بھگو دیتی تھیں۔ وہ اس طرح کانپتے رہتے تھے، جس طرح تیز جھکڑ والے دن درخت تھرتھراتے ہیں۔ سزا کے خوف اور ثواب کی امید میں۔

۱؎ پیغمبر کے بعد جو فضا پیدا کر دی گئی تھی، اس میں اہلبیت کیلئے گوشہ گزینی کے سوا کوئی چارہ نہ تھا، جس کی وجہ سے دنیا ان کے اصلی خدوخال سے بیگانہ اور ان کے علوم و کمالات سے ناآشنا ہو کر رہ گئی، اور انھیں نظروں سے گرانا اور اقتدار سے الگ رکھنا ہی اسلام کی سب سے بڑی خدمت تصور کر لیا گیا۔ اگر حضرت عثمان کی کھلم کھلا بے عنوانیاں مسلمانوں کو کروٹ لینے اور آنکھ کھولنے کا موقع نہ دیتیں، تو ان کے بعد بھی امیر المومنین کی بیعت کا کوئی سوال پیدا نہ ہوتا تھا،

بلکہ اقتدار جس رخ پر بڑھ رہا تھا اسی رُخ پر بڑھتا رہا۔ لیکن جن لوگوں کا اس سلسلہ میں نام لیا جا سکتا تھا وہ اپنے دامن بند قبا کو دیکھ کر آگے بڑھنے کی جرأت نہ کرتے تھے۔ اور معاویہ مرکز سے دور اپنی راجدھانی میں بیٹھا ہوا تھا۔ ان حالات میں امیر المومنینؑ کے سوا کوئی ایسا نہ تھا جس کی طرف نظریں اُٹھتیں۔ چنانچہ نگاہیں آپ کے گرد طواف کرنے لگیں۔ اور وہی عوام جو سیلاب کے بہاؤ اور ہوا کے رُخ دیکھ کر دوسروں کی بیعت کرتے رہے تھے آپ کے ہاتھوں پر بیعت کیلئے ٹوٹ پڑے۔ لیکن یہ بیعت اس حیثیت سے نہ تھی کہ وہ آپ کی خلافت کو منجانب اللہ اور آپ کو امام مفترض الطاعۃ سمجھ رہے ہوں بلکہ انہی کے قرار دادہ اصول کے ماتحت تھی جسے جمہوری و شورائی قسم کے ناموں سے یاد کیا جاتا تھا۔ البتہ ایک گروہ ایسا تھا جو آپ کی خلافت کو نصّی سمجھتے ہوئے دینی فریضہ کی حیثیت سے بیعت کر رہا تھا ورنہ اکثریت تو آپ کو دوسرے خلفا کی طرح ایک فرمانروا اور بلحاظ فضیلت چوتھے درجہ پر یا خلفائے ثلاثہ کے بعد عام صحابہ کی سطح پر سمجھتی تھی۔ اور چونکہ رعیت، فوج اور عہدہ دار سابقہ حکمرانوں کے عقائد و اعمال سے متاثر اور اُن کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے، اسلئے جب کوئی بات اپنی منشا کے خلاف پاتے تو بگڑتے، اُلجھتے، جنگ سے جی چراتے اور سرکشی و نافرمانی پر اُتر آتے تھے۔ اور پھر جس طرح پیغمبرؐ کے ساتھ شریک جہاد ہونے والے کچھ دنیا کے طلبگار تھے اور کچھ آخرت کے، اسی طرح یہاں بھی دُنیا پرستوں کی کمی نہ تھی۔ جو بظاہر امیر المومنینؑ سے ملے ہوئے تھے، اور در پردہ معاویہ سے ساز باز رکھتے تھے جس نے ان میں سے کسی سے منصب کا وعدہ کر رکھا تھا، اور کسی کو دولت کا لالچ دے رکھا تھا ـــــ ان لوگوں کو شیعیانِ امیر المومنینؑ قرار دے کر شیعیت کو موردِ الزام ٹھہرانا حقائق سے چشم پوشی کرنا ہے جبکہ ان لوگوں کا مسلک وہی ہو سکتا ہے جو امیر المومنینؑ کو چوتھے درجہ پر سمجھنے والوں کا ہونا چاہیئے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید ان لوگوں کے مسلک و مذہب پر واشگاف لفظوں میں روشنی ڈالتے ہیں:۔

ومن تامّل احواله علیه السلام فی خلافته علم انه کان المحجور علیه لا یتمکن من بلوغ ما فی نفسه وذلك لان العارفین بحقیقة حاله کانوا قلیلین وکان السواد الاعظم لا یعتقدون فیه الامر الذی یجب اعتقاده فیه ویرون تفضیل من تقدمه من الخلفاء علیه ویظنون ان الافضلیة انما هی بالخلافة ویقلد اخلافهم اسلافهم ویقولون لولا ان الاوائل علموا فضل المتقدمین علیه لما قدموهم ولا یرونه الا بعین التبعیة لمن سبقه وانه کان رعیة لهم واکثرهم انما یحارب معه بالحمیة وبنخوة العربیة لا بالدین والعقیدة (شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۱۸۴)

"جو شخص امیر المومنینؑ کے زمانۂ خلافت کے واقعات کو گہری نظر سے دیکھے گا وہ اس امر کو جان لے گا کہ امیر المومنینؑ مجبور اور بے بس بنا دیئے گئے تھے۔ کیونکہ آپ کی حقیقی منزلت کے پہچاننے والے بہت کم تھے، اور سواد اعظم آپ کے بارے میں وہ اعتقاد نہ رکھتا تھا جو اعتقاد آپ کے متعلق رکھنا واجب و ضروری تھا۔ وہ پہلے

خلفا کو آپ پر فضیلت دیتے تھے اور یہ خیال کرتے تھے کہ فضیلت کا معیار خلافت ہے، اور اس مسئلہ میں بعد والے اگلوں کی تقلید و پیروی کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ اگر پہلے لوگوں کو یہ علم نہ ہوتا کہ پہلے خلفا آپ پر فضیلت رکھتے تھے، تو وہ آپ پر انھیں مقدم نہ کرتے۔ اور یہ لوگ تو آپ کو ایک تابع اور اُن کی رعیت کی حیثیت سے جانتے پہچانتے تھے۔ اور جو لوگ آپ کے ساتھ شریک ہو کر جنگ کرتے تھے، اُن میں اکثر حمیت اور عربی عصبیت کے پیش نظر شریک جنگ ہوتے تھے، نہ دین اور عقیدہ کی بنا پر''۔ ۱۲ ؎۲ سبا ابن یشجب ابن یعرب ابن قحطان کی اولاد قبیلہ سبا کے نام سے موسوم ہے۔ جب ان لوگوں نے انبیا کو جھٹلانا شروع کیا تو قدرت نے انھیں جھنجھوڑنے کیلئے ان پر پانی کا سیلاب مسلط کر دیا جس سے ان کے باغات تہ آب ہو گئے، اور وہ خود گھر بار چھوڑ کر مختلف شہروں میں بکھر گئے۔ اس واقعہ سے یہ مثل چل نکلی اور جہاں کہیں لوگ اس طرح جدا ہو جائیں کہ پھر مجتمع ہونے کی توقع نہ رہے، تو یہ مثل استعمال کی جاتی ہے ۱۲۔

خطبہ (۹۶)

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَاللّٰهِ لَا يَزَالُونَ حَتّٰى لَا يَدَعُوا لِلّٰهِ مُحَرَّمًا إِلَّا اسْتَحَلُّوهُ وَلَا عَقْدًا إِلَّا حَلُّوهُ. وَحَتّٰى لَا يَبْقٰى بَيْتُ مَدَرٍ وَلَا وَبَرٍ إِلَّا دَخَلَهُ ظُلْمُهُمْ وَنَزَلَ بِهِ عَيْثُهُمْ وَنَبَا بِهِ سُوْءُ رَعْيِهِمْ وَحَتّٰى يَقُومَ الْبَاكِيَانِ يَبْكِيَانِ: بَاكٍ يَبْكِي لِدِينِهِ وَبَاكٍ يَبْكِي لِدُنْيَاهُ. وَحَتّٰى تَكُونَ نُصْرَةُ أَحَدِكُمْ مِنْ أَحَدِهِمْ كَنُصْرَةِ الْعَبْدِ مِنْ سَيِّدِهِ. إِذَا شَهِدَ أَطَاعَهُ، وَإِذَا غَابَ اغْتَابَهُ. وَحَتّٰى يَكُونَ أَعْظَمُكُمْ فِيهَا عَنَاءً أَحْسَنَكُمْ بِاللّٰهِ ظَنًّا. فَإِنْ أَتَاكُمُ اللّٰهُ بِعَافِيَةٍ فَاقْبَلُوا

حضرت علیہ السلام کے ایک کلام کا کچھ حصہ۔

خدا کی قسم! وہ ہمیشہ یونہی (ظلم ڈھاتے) رہیں گے اور کوئی اللہ کی حرام کی ہوئی چیز ایسی نہ ہوگی جسے وہ حلال نہ سمجھ لیں گے۔ اور ایک بھی عہد و پیمان ایسا نہ ہوگا جسے وہ توڑ نہ ڈالیں گے۔ یہاں تک کہ کوئی اینٹ پتھر کا گھر اور اُون کا خیمہ اُن کے ظلم کی زد سے محفوظ نہ رہے گا، اور اُن کی بُری طرز نگہداشت سے لوگوں کا اپنے گھروں میں رہنا مشکل ہو جائے گا اور یہاں تک کہ دو قسم کے رونے والے کھڑے ہو جائیں گے، ایک دین کیلئے رونے والا اور ایک دنیا کیلئے، اور یہاں تک کہ تم میں سے کسی ایک کا اُن میں سے کسی ایک سے داد خواہی کرنا ایسا ہی ہوگا جیسے غلام کا اپنے آقا سے کہ وہ سامنے اطاعت کرتا ہے اور پیٹھ پیچھے

وَاِنِ ابْتُلِيتُمْ فَاصْبِرُوْا ـ فَاِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ـ

بُرائی کرتا (اور دل کی بھڑاس نکالتا) ہے اور یہاں تک نوبت پہونچ جاوے گی کہ تم میں سے جو اللہ کا زیادہ اعتقاد رکھے گا اتنا ہی وہ زحمت و مشقت میں بڑھا چڑھا ہوگا۔ اس صورت میں اگر اللہ تمھیں امن و عافیت میں رکھے تو (اس کا شکر کرتے ہوئے) اسے قبول کرو۔ اور اگر ابتلاؤ آزمائش میں ڈالے جاؤ تو صبر کرو اس لئے کہ اچھا انجام پرہیزگاروں کے لئے ہے۔

خطبہ (۹۷)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

حضرت علیہ السلام کے ایک خطبہ کا کچھ حصہ۔

نَحْمَدُهُ عَلَىٰ مَا كَانَ وَ نَسْتَعِيْنُهُ مِنْ اَمْرِنَا عَلَىٰ مَا يَكُوْنُ ـ وَ نَسْأَلُهُ الْمُعَافَاةَ فِي الْاَدْيَانِ كَمَا نَسْأَلُهُ الْمُعَافَاةَ فِي الْاَبْدَانِ ـ

جو ہو چکا اس پر ہم اللہ کی حمد کرتے ہیں، اور جو ہوگا اُسکے مقابلہ میں اُس سے مدد چاہتے ہیں جسطرح اُس سے جسموں کی صحت کا سوال کرتے ہیں اور اسی طرح دین و ایمان کی سلامتی کے طلبگار ہیں۔

عِبَادَ اللّٰهِ اُوْصِيْكُمْ بِالرَّفْضِ لِهٰذِهِ الدُّنْيَا التَّارِكَةِ لَكُمْ وَاِنْ لَمْ تُحِبُّوْا تَرْكَهَا ـ وَالْمُبْلِيَةِ لِاَجْسَامِكُمْ وَاِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ تَجْدِيْدَهَا ـ فَاِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَ مَثَلُهَا كَسَفْرٍ سَلَكُوْا سَبِيْلًا فَكَاَنَّهُمْ قَدْ قَطَعُوْهُ وَاَمُّوْا عَلَمًا فَكَاَنَّهُمْ قَدْ بَلَغُوْهُ ـ وَكَمْ عَسَى الْمُجْرِيْ اِلَى الْغَايَةِ اَنْ يَجْرِيَ اِلَيْهَا حَتّٰى يَبْلُغَهَا ـ وَمَا عَسَىٰ اَنْ يَكُوْنَ بَقَاءُ مَنْ لَهُ يَوْمٌ لَا يَعْدُوْهُ وَ طَالِبٌ حَثِيْثٌ يَحْدُوْهُ فِي الدُّنْيَا حَتّٰى يُفَارِقَهَا فَلَا تَنَافَسُوْا فِيْ عِزِّ الدُّنْيَا وَ فَخْرِهَا ـ

اے اللہ کے بندو! میں تمھیں اس دنیا کے چھوڑنے کی وصیت کرتا ہوں جو تمھیں چھوڑ دینے والی ہے، حالانکہ تم اُسے چھوڑنا پسند نہیں کرتے، اور وہ تمھارے جسموں کو کہنہ و بوسیدہ بنانے والی ہے حالانکہ تم اُسے تروتازہ رکھنے ہی کی کوشش کرتے ہو۔ تمھاری اور اس دنیا کی مثال ایسی ہی ہے جیسے چند مسافر کسی راہ پر چلیں اور چلتے ہی منزل طے کرلیں اور کسی بلند نشان کا قصد کریں اور فوراً وہاں تک پہونچ جائیں کتنا ہی تھوڑا وقفہ ہے اس (گھوڑا دوڑانے والے) کا کہ جو اسے دوڑا کر انتہا کی منزل تک پہونچ جائے اور اُس شخص کی بقا ہی کیا ہے کہ جسکے لئے ایک ایسا دن ہو کہ جس سے وہ آگے نہیں بڑھ سکتا۔ اور دنیا میں ایک تیزگام طلب کرنیوالا

وَلَا تَعْجَبُوا بِزِينَتِهَا وَنَعِيمِهَا، وَلَا تَجْزَعُوا مِنْ ضَرَّائِهَا وَبُؤْسِهَا. فَإِنَّ عِزَّهَا وَفَخْرَهَا إِلَى انْقِطَاعٍ، وَإِنَّ زِينَتَهَا وَنَعِيمَهَا إِلَى زَوَالٍ، وَضَرَّاءَهَا وَبُؤْسَهَا إِلَى نَفَادٍ. وَكُلُّ مُدَّةٍ فِيهَا إِلَى انْتِهَاءٍ. وَكُلُّ حَيٍّ فِيهَا إِلَى فَنَاءٍ. أَوَلَيْسَ لَكُمْ فِي آثَارِ الْأَوَّلِينَ مُزْدَجَرٌ، وَفِي آبَائِكُمُ الْمَاضِينَ تَبْصِرَةٌ وَمُعْتَبَرٌ، إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ. أَوَلَمْ تَرَوْا إِلَى الْمَاضِينَ مِنْكُمْ لَا يَرْجِعُونَ، وَإِلَى الْخَلَفِ الْبَاقِينَ لَا يَبْقَوْنَ. أَوَلَسْتُمْ تَرَوْنَ أَهْلَ الدُّنْيَا يُصْبِحُونَ وَيُمْسُونَ عَلَى أَحْوَالٍ شَتَّى، فَمَيِّتٌ يُبْكَى، وَآخَرُ يُعَزَّى، وَصَرِيعٌ مُبْتَلًى، وَعَائِدٌ يَعُودُ، وَآخَرُ بِنَفْسِهِ يَجُودُ، وَطَالِبٌ لِلدُّنْيَا وَالْمَوْتُ يَطْلُبُهُ، وَغَافِلٌ وَلَيْسَ بِمَغْفُولٍ عَنْهُ، وَعَلَى أَثَرِ الْمَاضِي مَا يَمْضِي الْبَاقِي.

أَلَا فَاذْكُرُوا هَادِمَ اللَّذَّاتِ، وَمُنَغِّصَ الشَّهَوَاتِ، وَقَاطِعَ الْأُمْنِيَّاتِ، عِنْدَ الْمُسَاوَرَةِ لِلْأَعْمَالِ الْقَبِيحَةِ. وَاسْتَعِينُوا اللهَ عَلَى أَدَاءِ وَاجِبِ حَقِّهِ، وَمَا لَا يُحْصَى مِنْ أَعْدَادِ نِعَمِهِ وَإِحْسَانِهِ.

اسے ہنکار ہا ہو یہاں تک کہ وہ اس دنیا کو چھوڑ جائے۔ دنیا کی عزت اور اسمیں فخر وسربلندی کی خواہش نہ کرو اور نہ اس کی آرائشوں اور نعمتوں پر خوش ہو اور نہ اسکی سختیوں اور تنگیوں پر بے صبری سے چیخنے چلانے لگو۔ اسلئے کہ اسکی عزت و فخر دونوں مٹ جانے والے ہیں اور اس کی آرائشیں اور نعمتیں زائل ہو جانیوالی ہیں اور اسکی سختیاں اور تنگیاں آخر ختم ہو جائیں گی۔ اسکی ہر مدت کا نتیجہ اختتام اور ہر زندہ کا انجام فنا ہونا ہے۔ کیا پہلے لوگوں کے واقعات میں تمہارے لئے کافی تنبیہ کا سامان نہیں، اور تمہارے گزرے ہوئے آباؤ اجداد (کے حالات) میں تمہارے لئے عبرت اور بصیرت نہیں؟ اگر تم سوچو سمجھو۔ کیا تم گزرے ہوئے لوگوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ پلٹ کر نہیں آتے اور ان کے بعد باقی رہنے والے بھی زندہ نہیں رہتے۔ تم دنیا والوں پر نظر نہیں کرتے کہ جو مختلف حالتوں میں صبح وشام کرتے ہیں۔ کہیں کوئی میت ہے جس پر رویا جارہا ہے اور کہیں کسی کو تعزیت دی جارہی ہے۔ کوئی عاجز و زمین گیر مبتلائے مرض ہے اور کوئی عیادت کرنیوالا عیادت کر رہا ہے۔ کہیں کوئی دم توڑ رہا ہے۔ کوئی دنیا تلاش کرتا پھرتا ہے اور موت اسے تلاش کر رہی ہے اور کوئی غفلت میں پڑا ہے لیکن (موت) اس سے غافل نہیں ہے۔ گزر جانیوالوں کے نقش قدم پر ہی باقی رہ جانے والے چل رہے ہیں۔

میں تمہیں متنبہ کرتا ہوں کہ بداعمالیوں کے ارتکاب کے وقت ذرا موت کو بھی یاد کر لیا کرو جو تمام لذتوں کو مٹا دینے والی، اور تمام نفسانی مزوں کو کرکرا کر دینے والی ہے۔

اللہ کے واجب الادا حقوق ادا کرنے اور اُس کی ان گنت نعمتوں اور لاتعداد احسانوں کا شکر بجالانے کے لیے اُس سے مدد مانگتے رہو۔

خطبہ (٩٨)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ أُخْرَى

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ النَّاشِرِ فِي الْخَلْقِ فَضْلَهُ۔ وَالْبَاسِطِ فِيهِمْ بِالْجُودِ يَدَهُ۔ نَحْمَدُهُ فِي جَمِيعِ اُمُورِهِ۔ وَنَسْتَعِينُهُ عَلٰى رِعَايَةِ حُقُوقِهِ۔ وَنَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ غَيْرُهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔ اَرْسَلَهُ بِاَمْرِهِ صَادِعًا وَبِذِكْرِهِ نَاطِقًا۔ فَاَدّٰى اَمِينًا وَمَضٰى رَشِيدًا۔ وَخَلَّفَ فِينَا رَايَةَ الْحَقِّ مَنْ تَقَدَّمَهَا مَرَقَ، وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا زَهَقَ۔ وَمَنْ لَزِمَهَا لَحِقَ، دَلِيلُهَا مَكِيثُ الْكَلَامِ۔ بَطِيءُ الْقِيَامِ، سَرِيعٌ اِذَا قَامَ۔ فَاِذَا اَنْتُمْ اَلَنْتُمْ لَهُ رِقَابَكُمْ وَاَشَرْتُمْ اِلَيْهِ بِاَصَابِعِكُمْ، جَاءَهُ الْمَوْتُ فَذَهَبَ بِهِ، فَلَبِثْتُمْ بَعْدَهُ مَا شَاءَ اللّٰهُ، حَتّٰى يُطْلِعَ اللّٰهُ لَكُمْ مَنْ يَجْمَعُكُمْ وَيَضُمُّ نَشْرَكُمْ فَلَا تَطْمَعُوا فِي غَيْرِ مُقْبِلٍ، وَلَا تَيْئَسُوا مِنْ مُدْبِرٍ۔ فَاِنَّ الْمُدْبِرَ

حضرت علیہ السلام کے ایک خطبہ کا دوسرا حصہ۔

اس اللہ کیلئے حمد و ثنا ہے جو مخلوقات میں اپنا (دامن) فضل پھیلائے ہوئے اور اپنا دستِ کرم بڑھائے ہوئے ہے۔ ہم تمام اُمور میں اُسکی حمد کرتے ہیں اور اُس کے حقوق کا پاس و لحاظ رکھنے میں اُس سے مدد مانگتے ہیں۔ اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ اُسکے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ اور محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اُسکے عبد اور رسول ہیں جنھیں اللہ نے اپنا امر واضح کرکے سُنانے اور اپنا ذکر زبان پر لانے کیلئے بھیجا۔ آپ نے امانت داری کے ساتھ اسے پہونچایا اور راہ راست پر برقرار رہتے ہوئے دُنیا سے رخصت ہوئے اور ہم میں حق کا وہ پرچم چھوڑ گئے کہ جو اس سے آگے بڑھے گا وہ (دین سے) نکل جائے گا اور جو پیچھے رہ جائے گا وہ مٹ جائے گا۔ اور جو اس سے چمٹا رہے گا، وہ حق کے ساتھ رہے گا۔ اس پرچم کی طرف راہنمائی کرنے والا وہ ہے جو بات کہنے میں جلد بازی نہیں کرتا اور (پوری طرح غور کرنے کیلئے) اپنے اقدام میں تاخیر کرتا ہے اور جب کسی امر کو لے کر کھڑا ہو جائے تو پھر تیز گام ہے۔ جب تم اسکے سامنے گردنیں خم کردو گے اور اسکی عظمت و جلال کے پیش نظر اسکی طرف انگلیوں سے

عَسَى اَنْ تَزِلَّ اِحْدٰىْ قَائِمَتَيْهِ، وَ تَثْبُتَ الْاُخْرٰى وَ تَرْجِعَا حَتّٰى تَثْبُتَا جَمِيْعًا۔ اَلَا اِنَّ مَثَلَ اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ كَمَثَلِ نُجُوْمِ السَّمَآءِ اِذَا خَوٰى نَجْمٌ طَلَعَ نَجْمٌ، فَكَاَنَّكُمْ قَدْ تَكَامَلَتْ مِنَ اللّٰهِ فِيْكُمُ الصَّنَائِعُ، وَ اَرَاكُمْ مَا كُنْتُمْ تَأْمُلُوْنَ۔

اشارے کرنے لگو گے تو اسے موت آجائے گی اور اسے لے جائے گی۔ اور پھر جب تک اللہ چاہے، تم (انتظار میں) ٹھہرے رہو گے۔ یہاں تک کہ اللہ اس شخص کو ظاہر کرے جو تمھیں ایک جگہ پر جمع کرے اور تمھاری شیرازہ بندی کرے۔ جو کچھ ہونیوالا نہیں ہے اسکا لالچ نہ کرو، اور بسا ممکن کہ برگشتہ صورت حال کا ایک قدم اکھڑ گیا ہو اور دوسرا قدم جما ہوا ہو۔ اور پھر کوئی ایسی صورت ہو کہ دونوں قدم جم ہی جائیں۔ تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ آل محمدؐ آسمان کے ستاروں کے مانند ہیں۔ جب ایک ڈوبتا ہے تو دوسرا ابھر آتا ہے گویا تم پر اللہ کی نعمتیں مکمل ہو گئی ہیں اور جسکی تم آس لگائے بیٹھے تھے، وہ اللہ نے تمھیں دکھا دیا ہے۔

ل؎ مطلب یہ ہے کہ اگر سر دست تمھارے توقعات پورے نہیں ہو رہے ہیں تو مایوس نہ ہو جاؤ کیونکہ ممکن ہے کہ صورت حال میں تبدیلی ہو اور اصلاح میں جو رکاوٹیں ہیں وہ دور ہو جائیں اور معاملات تمھارے حسب دلخواہ طے پا جائیں ۱۲۔

خطبہ (۹۹)

وَ مِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ اُخْرٰى

اَلْاَوَّلُ قَبْلَ كُلِّ اَوَّلٍ، وَ الْاٰخِرُ بَعْدَ كُلِّ اٰخِرٍ، بِاَوَّلِيَّتِهٖ وَجَبَ اَنْ لَّا اَوَّلَ لَهٗ، وَ بِاٰخِرِيَّتِهٖ وَجَبَ اَنْ لَّا اٰخِرَ لَهٗ، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ شَهَادَةً يُّوَافِقُ فِيْهَا السِّرُّ الْاِعْلَانَ وَ الْقَلْبُ اللِّسَانَ۔

اَيُّهَا النَّاسُ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْ وَ لَا يَسْتَهْوِيَنَّكُمْ عِصْيَانِيْ، وَ لَا تَتَرَامَوْا بِالْاَبْصَارِ عِنْدَ مَا تَسْمَعُوْنَهٗ

حضرت علیہ السلام کے ایک خطبہ کا دوسرا حصہ۔

وہ ہر اوّل سے پہلے اوّل ہے اور ہر آخر کے بعد آخر ہے۔ اس کی اوّلیت کے سبب سے واجب ہے کہ اس سے پہلے کوئی نہ ہو۔ اور اس کے آخر ہونے کی وجہ سے ضروری ہے کہ اس کے بعد کوئی نہ ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ایسی گواہی جس میں ظاہر و باطن یکساں، اور دل و زبان ہمنوا ہیں۔

اے لوگو! تم میری مخالفت کے جرم میں مبتلا نہ ہو اور میری نافرمانی کرکے حیران و پریشان نہ ہو۔ میری باتیں سنتے وقت تو ایک دوسرے کی طرف آنکھوں کے اشارے

مِنِّي. فَوَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ إِنَّ الَّذِي أُنَبِّئُكُمْ بِهِ عَنِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ. مَا كَذَبَ الْمُبَلِّغُ وَلَا جَهِلَ السَّامِعُ. وَلَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى ضِلِّيلٍ قَدْ نَعَقَ بِالشَّامِ، وَفَحَصَ بِرَايَاتِهِ فِي ضَوَاحِي كُوفَانَ. فَإِذَا فَغَرَتْ فَاغِرَتُهُ، وَاشْتَدَّتْ شَكِيمَتُهُ، وَثَقُلَتْ فِي الْأَرْضِ وَطْأَتُهُ، عَضَّتِ الْفِتْنَةُ أَبْنَاءَهَا بِأَنْيَابِهَا، وَمَاجَتِ الْحَرْبُ بِأَمْوَاجِهَا. وَبَدَا مِنَ الْأَيَّامِ كُلُوحُهَا، وَمِنَ اللَّيَالِي كُدُوحُهَا. فَإِذَا أَيْنَعَ زَرْعُهُ، وَقَامَ عَلَى يَنْعِهِ. وَهَدَرَتْ شَقَاشِقُهُ، وَبَرَقَتْ بَوَارِقُهُ، عُقِدَتْ رَايَاتُ الْفِتَنِ الْمُعْضِلَةِ وَأَقْبَلْنَ كَاللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، وَالْبَحْرِ الْمُلْتَطِمِ. هٰذَا وَكَمْ يَخْرِقُ الْكُوفَةَ مِنْ قَاصِفٍ، وَيَمُرُّ عَلَيْهَا مِنْ عَاصِفٍ، وَعَنْ قَلِيلٍ تَلْتَفُّ الْقُرُونُ بِالْقُرُونِ، وَيُحْصَدُ الْقَائِمُ وَيُحْطَمُ الْمَحْصُودُ.

نہ کرو۔ اُس ذات کی قسم! جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور ذی روح کو پیدا کیا ہے۔ میں جو خبر تمھیں دیتا ہوں، وہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے پہونچی ہوئی ہے۔ نہ خبر دینے والے (رسولؐ) نے جھوٹ کہا، نہ سُننے والا جاہل تھا (تو سُنو!) میں[۱] ایک سخت گمراہیوں میں پڑے ہوئے شخص کو گویا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ وہ شام میں کھڑا ہوا للکار رہا ہے اور اُس نے اپنے جھنڈے کوفہ کے آس پاس کھُلے میدانوں میں گاڑ دیے ہیں۔ چنانچہ جب اس کا مُنھ (پھاڑ کھانے کو) کھُل گیا اور اسکی لگام کا دہانہ مضبوط ہوگیا اور زمین میں اسکی پامالیاں سخت سے سخت ہوگئیں تو فتنوں نے اپنے دانتوں سے دُنیا والوں کو کاٹنا شروع کردیا اور جنگ کا دریا تھپیڑے مارنے لگا اور دونوں کی سختی سامنے آگئی اور راتوں کی تکلیف شدت اختیار کرگئی۔ بس ادھر اسکی کھیتی پختہ ہوئی اور فصل تیار ہوئی اور اس کی سرمستیاں جوش دکھانے لگیں اور تلواریں چمکنے لگیں ادھر سخت فتنہ و شر کے جھنڈے گڑ گئے اور اندھیری رات اور متلاطم دریا کی طرح آگے بڑھ آئے اس کے علاوہ اور کتنے ہی تیز جھکڑ کوفہ کو آکھیڑ ڈالیں گے اور کتنی ہی سخت آندھیاں اس پر آئیں گی۔ اور عنقریب جماعتیں جماعتوں سے گتھ جائیں گی اور کھڑی کھیتیوں کو کاٹ دیا جائے گا۔ اور کٹے ہوئے حاصلوں کو توڑ پھوڑ دیا جائے گا۔

---

[۱] اس سے بعض نے معاویہ اور بعض نے عبد الملک ابن مروان مُراد لیا ہے ۱۲

خطبہ (۱۰۰)

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ يَجْرِي مَجْرَى الْخُطْبَةِ

حضرت علیہ السلام کا ایک کلام جو قائم مقام خطبہ کے ہے۔

وَ ذٰلِكَ يَوْمٌ يَجْمَعُ اللّٰهُ فِيهِ الْاَوَّلِيْنَ وَ الْاٰخِرِيْنَ لِنِقَاشِ الْحِسَابِ وَ جَزَآءِ الْاَعْمَالِ، خُضُوْعًا قِيَامًا قَدْ اَلْجَمَهُمُ الْعَرَقُ، وَ رَجَفَتْ بِهِمُ الْاَرْضُ۔ فَاَحْسَنُهُمْ حَالًا مَنْ وَجَدَ لِقَدَمَيْهِ مَوْضِعًا وَ لِنَفْسِهٖ مُتَّسَعًا۔

وہ ایسا دن ہوگا کہ اللہ حساب کی چھان بین اور عملوں کی جزا کیلئے سب اگلے پچھلوں کو جمع کرے گا۔ وہ خضوع کی حالت میں اس کے سامنے کھڑے ہوں گے پسینہ مُنھ تک پہونچ کر ان کے مُنھ میں لگام ڈال دے گا۔ زمین اُن لوگوں سمیت لرزتی اور تھرتھراتی ہوگی۔ اُس وقت سب سے بڑا خوشحال وہ ہوگا جسے اپنے دونوں قدم ٹکانے کی جگہ اور سانس لینے کو کھلی فضا مل جائے۔

(مِنْهُ) فِتَنٌ كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ۔ لَا تَقُوْمُ لَهَا قَآئِمَةٌ، وَ لَا تُرَدُّ لَهَا رَايَةٌ، تَاْتِيْكُمْ مَزْمُوْمَةً مَرْحُوْلَةً يَحْفِزُهَا قَآئِدُهَا وَ يَجْهَدُهَا رَاكِبُهَا۔ اَهْلُهَا قَوْمٌ شَدِيْدٌ كَلَبُهُمْ قَلِيْلٌ سَلَبُهُمْ يُجَاهِدُهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَوْمٌ اَذِلَّةٌ عِنْدَ الْمُتَكَبِّرِيْنَ، فِي الْاَرْضِ مَجْهُوْلُوْنَ، وَ فِي السَّمَآءِ مَعْرُوْفُوْنَ فَوَيْلٌ لَكِ يَا بَصْرَةُ عِنْدَ ذٰلِكِ مِنْ جَيْشٍ مِنْ نِقَمِ اللّٰهِ لَا رَهَجَ لَهٗ وَ لَا حِسَّ وَ سَيُبْتَلٰى اَهْلُكِ بِالْمَوْتِ الْاَحْمَرِ وَ الْجُوْعِ الْاَغْبَرِ۔

اسی خطبے کا ایک جزیہ ہے:۔ وہ ایسے فتنے ہوں گے جیسے اندھیری رات کے ٹکڑے۔ اُن کے مقابلے کیلئے (گھوڑوں کے) پیر جم نہ سکیں گے اور نہ اُن کے جھنڈے پلٹائے جا سکیں گے۔ وہ تمھارے پاس اس طرح آئیں گے کہ اُن کی رگامیں چڑھی ہوں گی اور اُن پر پالان کسے ہوں گے ان کا پیشرو انھیں تیزی سے ہنکائے گا اور سوار ہونے والا انھیں ہلکان کر دے گا۔ وہ لوگ اس قوم سے ہیں جن کے حملے سخت ہوتے ہیں اور لوٹ کھسوٹ کم ان سے وہ قوم فی سبیل اللہ جہاد کرے گی جو متکبروں کے نزدیک پست اور ذلیل، زمین میں گمنام، اور آسمان میں جانی پہچانی ہوئی ہوگی۔ اے بصرہ! تیری حالت پر افسوس ہے کہ جب تجھ پر اللہ کے عذاب کے لشکر ٹوٹ پڑیں گے جس میں نہ غبار اُڑے گا اور نہ شور و غوغا ہوگا۔ اور تیرے بسنے والے قتل اور سخت بھوک میں مبتلا ہوں گے۔

خطبہ (۱۰۱)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اُنْظُرُوا اِلَى الدُّنْيَا نَظَرَ الزَّاهِدِيْنَ فِيْهَا، الصَّادِفِيْنَ عَنْهَا. فَاِنَّهَا وَاللّٰهِ عَمَّا قَلِيْلٍ تُزِيْلُ الثَّاوِيَ السَّاكِنَ، وَتَفْجَعُ الْمُتْرَفَ الْاٰمِنَ لَا يَرْجِعُ مَا تَوَلّٰى مِنْهَا فَاَدْبَرَ. وَلَا يُدْرٰى مَا هُوَ اٰتٍ مِنْهَا فَيُنْتَظَرُ سُرُوْرُهَا مَشُوْبٌ بِالْحُزْنِ. وَجَلَدُ الرِّجَالِ فِيْهَا اِلَى الضَّعْفِ وَالْوَهْنِ. فَلَا يَغُرَّنَّكُمْ كَثْرَةُ مَا يُعْجِبُكُمْ فِيْهَا لِقِلَّةِ مَا يَصْحَبُكُمْ مِنْهَا.

رَحِمَ اللّٰهُ امْرَأً تَفَكَّرَ فَاعْتَبَرَ وَاعْتَبَرَ فَاَبْصَرَ. فَكَاَنَّ مَا هُوَ كَائِنٌ مِنَ الدُّنْيَا عَنْ قَلِيْلٍ لَمْ يَكُنْ، وَكَاَنَّ مَا هُوَ كَائِنٌ مِنَ الْاٰخِرَةِ عَمَّا قَلِيْلٍ لَمْ يَزُلْ. وَكُلُّ مَعْدُوْدٍ مُنْقَضٍ، وَكُلُّ مُتَوَقَّعٍ اٰتٍ، وَكُلُّ اٰتٍ قَرِيْبٌ دَانٍ.

(مِنْهَا) اَلْعَالِمُ مَنْ عَرَفَ قَدْرَهُ وَكَفٰى بِالْمَرْءِ جَهْلًا اَنْ لَا يَعْرِفَ قَدْرَهُ وَاِنَّ مِنْ اَبْغَضِ الرِّجَالِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى لَعَبْدًا وَكَلَهُ اللّٰهُ اِلٰى

حضرت علیہ السلام کے ایک خطبہ کا کچھ حصہ۔

دُنیا کو زہد اختیار کرنے والوں اور اس سے پہلو بچانے والوں کی نظر سے دیکھو۔ خدا کی قسم! وہ جلد ہی اپنے رہنے سہنے والوں کو اپنے سے الگ کر دے گی اور امن و خوشحالی میں بسر کرنے والوں کو رنج و اندوہ میں ڈال دے گی۔ اور جو چیز اس میں کی مُنھ موڑ کر پیٹھ پھرا لے وہ واپس نہیں آیا کرتی۔ اور آنے والی چیز کا کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ اس کی راہ دیکھی جائے۔ اس کی مسرتیں رنج میں سمو دی گئی ہیں۔ اور جوانمردوں کی ہمت و طاقت اس میں کمزوری و ناتوانی کی طرف بڑھ رہی ہے۔ (دیکھو) دنیا کی خوش کر دینے والی چیزوں کی زیادتی تمھیں مغرور نہ بنا دے۔ اس لیے کہ جو چیزیں تمھارا ساتھ دیں گی وہ بہت کم ہیں۔

خدا اُس شخص پر رحم کرے جو سوچ بچار سے عبرت اور عبرت سے بصیرت حاصل کرے۔ دنیا کی ساری موجود چیزیں معدوم ہو جائیں گی۔ گویا کہ وہ موجود تھیں ہی نہیں۔ اور آخرت میں پیش آنے والی چیزیں جلد ہی موجود ہو جائیں گی گویا کہ وہ ابھی سے موجود ہیں۔ ہر شمار میں آنے والی چیز ختم ہو جایا کرتی ہے اور جس کی آمد کا

نَفْسِهِ جَائِرًا عَنْ قَصْدِ السَّبِيلِ، سَائِرًا بِغَيْرِ دَلِيلٍ. إِنْ دُعِيَ إِلَى حَرْثِ الدُّنْيَا عَمِلَ، وَإِنْ دُعِيَ إِلَى حَرْثِ الْآخِرَةِ كَسِلَ، كَأَنَّ مَا عَمِلَ لَهُ وَاجِبٌ عَلَيْهِ، وَكَأَنَّ مَا وَنَى فِيهِ سَاقِطٌ عَنْهُ.

(وَمِنْهَا) وَذَلِكَ زَمَانٌ لَا يَنْجُو فِيهِ إِلَّا كُلُّ مُؤْمِنٍ نُوَمَةٍ إِنْ شَهِدَ لَمْ يُعْرَفْ وَإِنْ غَابَ لَمْ يُفْتَقَدْ. أُولَئِكَ مَصَابِيحُ الْهُدَى، وَأَعْلَامُ السُّرَى. لَيْسُوا بِالْمَسَايِيحِ وَلَا الْمَذَايِيعِ الْبُذُرِ، أُولَئِكَ يَفْتَحُ لَهُمْ أَبْوَابَ رَحْمَتِهِ. وَيَكْشِفُ عَنْهُمْ ضَرَّاءَ نِقْمَتِهِ.

أَيُّهَا النَّاسُ سَيَأْتِي عَلَيْكُمْ زَمَانٌ يُكْفَأُ فِيهِ الْإِسْلَامُ كَمَا يُكْفَأُ الْإِنَاءُ بِمَا فِيهِ. أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَعَاذَكُمْ مِنْ أَنْ يَجُورَ عَلَيْكُمْ، وَلَمْ يُعِذْكُمْ مِنْ أَنْ يَبْتَلِيَكُمْ، وَقَدْ قَالَ جَلَّ مِنْ قَائِلٍ: "إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ وَإِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِينَ"

أَمَّا قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ (كُلُّ

انتظار ہو، اُسے آیا ہی جانو، اور ہر آنے والے کو نزدیک اور پہونچا ہوا سمجھو۔

اس خطبہ کا ایک جزو یہ ہے:۔ عالم وہ ہے جو اپنا مرتبہ شناس ہو۔ اور انسان کی جہالت اس سے بڑھ کر کیا ہوگی کہ وہ اپنی قدر و منزلت نہ پہچانے۔ لوگوں میں سب سے زیادہ ناپسند اللہ کو وہ بندہ ہے جسے اللہ نے اُس کے نفس کے حوالے کر دیا ہے۔ اس طرح کہ وہ سیدھے راستے سے ہٹا ہوا اور بغیر رہنما کے چلنے والا ہے۔ اگر اُسے دنیا کی کھیتی (بونے) کے لیے بلایا جاتا ہے، تو سرگرمی دکھاتا ہے، اور آخرت کی کھیتی (بونے کیلئے) کہا جاتا ہے، تو کاہلی کرنے لگتا ہے۔ گویا جس چیز کے لئے اُس نے سرگرمی دکھائی ہے وہ تو ضروری تھی، اور جس میں سستی و کوتاہی کی ہے، وہ اس سے ساقط ہے۔

اسی خطبہ کا ایک جزو یہ ہے:۔ وہ زمانہ ایسا ہوگا، کہ جس میں وہ خوابیدہ مومن ہی بچ کر نکل سکے گا کہ جو سامنے آنے پر جانا پہچانا نہ جائے، اور نگاہ سے اوجھل ہونے پر اُسے ڈھونڈھا نہ جائے۔ یہی لوگ تو ہدایت کے جگمگاتے چراغ اور شب پیمائیوں میں روشن نشان ہیں۔ نہ وہ اِدھر اُدھر کا کچھ لگاتے پھرتے ہیں، نہ لوگوں کی بُرائیاں اُچھالتے ہیں اور نہ ان کے راز فاش کرتے ہیں۔ اللہ انھیں لوگوں

مُؤْمِنٍ نُوَمَةٍ) فَإِنَّمَا أَرَادَ بِهِ الْخَامِلَ الذِّكْرِ الْقَلِيلَ الشَّرِّ- وَ الْمَسَايِيحُ جَمْعُ مِسْيَاحٍ وَهُوَ الَّذِي يَسِيحُ بَيْنَ النَّاسِ بِالْفَسَادِ وَ النَّمَائِمِ- وَالْمَذَايِيعُ جَمْعُ مِذْيَاعٍ وَهُوَ الَّذِي إِذَا سَمِعَ لِغَيْرِهِ بِفَاحِشَةٍ أَذَاعَهَا وَ نَوَّهَ بِهَا- وَ الْبُذُرُ جَمْعُ بَذُورٍ: وَهُوَ الَّذِي يَكْثُرُ سَفَهُهُ وَ يَلْغُو مَنْطِقُهُ-

کے لیے رحمت کے دروازے کھولے گا، اور اُن سے اپنے عذاب کی سختیاں دُور رکھے گا۔

اے لوگو! وہ زمانہ تمھارے سامنے آنے والا ہے کہ جس میں اسلام کو اس طرح اوندھا کر دیا جائے گا جس طرح برتن کو (اُن چیزوں سمیت جو اُس میں ہوں) اُلٹ دیا جائے۔ اے لوگو! اللہ نے تمھیں اس امر سے محفوظ رکھا ہے کہ وہ تم پر ظلم کرے۔ مگر اس سے پناہ نہیں کہ وہ تمھیں آزمائش میں ڈالے۔ اُس بزرگ و برتر کہنے والے کا ارشاد ہے "اس میں (ہماری) بہت سی نشانیاں ہیں اور ہم تو بس ان کا امتحان لیا کرتے ہیں"۔

سید رضی فرماتے ہیں:۔ حضرتؑ کے ارشاد "ہر خوابیدہ مومن" میں خوابیدہ سے مُراد وہ شخص ہی کہ جو گمنام اور بے شر ہو۔ اور مسابیح سیاح کی جمع ہو اور مسیاح اُس شخص کو کہتے ہیں کہ جو لوگوں میں فتنہ و شر پھیلاتا رہے اور لگائی بُجھائی کرتا رہے۔ اور مذاییع مذیاع کی جمع ہے۔ اور مذیاع اُسے کہتے ہیں کہ جو کسی کی بُرائی سُنے تو اُسے اُچھالے اور علانیہ بیان کرے۔ اور بذر بذور کی جمع ہے اور بذور اُسے کہتے ہیں کہ جو احمق اور اول فول بکنے والا ہو۔

خطبہ (۱۰۲)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
وَقَدْ تَقَدَّمَ مُخْتَارُهَا بِخِلَافِ هٰذِهِ الرِّوَايَةِ-

حضرت علیہ السّلام کے ایک خطبہ کا کچھ حصہ۔ ایک دوسری روایت کی بنا پر یہ خطبہ پہلے درج ہو چکا ہے۔

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ أَحَدٌ مِنَ الْعَرَبِ يَقْرَءُ

جب اللہ نے محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو بھیجا، تو عربوں میں نہ کوئی (آسمانی) کتاب کا پڑھنے والا تھا، اور نہ کوئی نبوت و وحی کا

كِتَاباً، وَلَا يَدَّعِي نُبُوَّةً وَلَا وَحْياً. فَقَاتَلَ بِمَنْ أَطَاعَهُ مَنْ عَصَاهُ. يَسُوقُهُمْ إِلَى مَنْجَاتِهِمْ، وَيُبَادِرُ بِهِمُ السَّاعَةَ أَنْ تَنْزِلَ بِهِمْ. يَحْسِرُ الْحَسِيرُ وَيَقِفُ الْكَسِيرُ، فَيُقِيمُ عَلَيْهِ حَتَّى يُلْحِقَهُ غَايَتَهُ، إِلَّا هَالِكاً لَا خَيْرَ فِيهِ. حَتَّى أَرَاهُمْ مَنْجَاتَهُمْ، وَبَوَّأَهُمْ مَحَلَّتَهُمْ، فَاسْتَدَارَتْ رَحَاهُمْ، وَاسْتَقَامَتْ قَنَاتُهُمْ. وَايْمُ اللهِ لَقَدْ كُنْتُ مِنْ سَاقَتِهَا حَتَّى تَوَلَّتْ بِحَذَافِيرِهَا، وَاسْتَوْسَقَتْ فِي قِيَادِهَا، مَا ضَعُفْتُ وَلَا جَبُنْتُ، وَلَا خُنْتُ وَلَا وَهَنْتُ. وَايْمُ اللهِ لَأَبْقُرَنَّ الْبَاطِلَ حَتَّى أُخْرِجَ الْحَقَّ مِنْ خَاصِرَتِهِ.

دعویدار - آپ نے اطاعت کرنے والوں کو لے کر اپنے مخالفوں سے جنگ کی۔ درانحالیکہ آپ اُن لوگوں کو نجات کی طرف لیئے جا رہے تھے اور قبل اس کے کہ موت ان لوگوں پر آ پڑے، ان کی ہدایت کے لئے بڑھ رہے تھے، جب کوئی تھکا ماندہ رُک جاتا تھا اور خستہ و درماندہ ٹھہر جاتا تھا تو آپ اُس کے (سر پر) کھڑے ہو جاتے تھے اور اسے اس کی منزل مقصود تک پہونچا دیتے تھے یہ اور بات ہے کہ کوئی ایسا تباہ حال ہو جس میں ذرہ بھر بھلائی ہی نہ ہو۔ یہاں تک کہ آپ نے انھیں نجات کی منزل دکھا دی، اور انھیں اُن کے مرتبہ پر پہونچا دیا۔ چنانچہ ان کی چکی گھومنے لگی، انکے نیزے کا خم جاتا رہا۔ خدا کی قسم! میں بھی انھیں ہنکانے والوں میں تھا۔ یہاں تک کہ وہ پوری طرح پسپا ہو گئے اور اپنے بندھنوں میں جکڑ دیے گئے۔ اس دوران میں نہ میں عاجز ہوا نہ بزدلی دکھائی، نہ کسی قسم کی خیانت کی، اور نہ مجھ میں کمزوری آئی۔ خدا کی قسم! میں (اب بھی) باطل کو چیر کر حق کو اُس کے پہلو سے نکال لوں گا۔

خطبہ (۱۰۳)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

حَتَّى بَعَثَ اللهُ مُحَمَّداً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ شَهِيداً وَ

حضرت علیہ السلام کے ایک خطبہ کا کچھ حصہ

آخر اللہ نے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا درآنحالیکہ وہ گواہی دینے والے،

بشيرًا ونذيرًا: خير البريّة طفلًا،
وانجبها كهلًا، واطهر المطهّرين
شيمةً، واجود المستمطرين
ديمةً. فما احلولت لكم الدنيا،
في لذّتها ولا تمكّنتم من
رضاع اخلافها، الّا من بعد
ما صادفتموها جائلًا خطامها،
قلقًا وضينها. قد صار حرامها،
عند اقوامٍ بمنزلة السِّدر المخضود
وحلالها بعيدًا غير موجود. و
صادفتموها والله ظلًّا ممدودًا إلى
اجلٍ معدودٍ. فالارض لكم شاغرة،
وايديكم فيها مبسوطة، وايدي
القادة عنكم مكفوفة، وسيوفكم
عليهم مسلّطة، وسيوفهم عنكم
مقبوضة. الا انّ لكلّ دمٍ ثائرًا
ولكلّ حقٍّ طالبًا. وانّ الثائر في
دمائنا كالحاكم في حقّ نفسه. وهو
الله الّذي لا يعجزه من طلب و
لا يفوته من هرب. فاقسم بالله
يا بني اميّة عمّا قليل لتعرفنّها في
ايدي غيركم وفي دار عدوّكم. الا
وانّ ابصر الابصار ما نفذ في الخير

خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے تھے جو
بچپنے میں بھی بہترین خلائق اور سن رسیدہ ہونے
پر بھی اشرف کائنات تھے اور پاک لوگوں میں
خوخصلت کے اعتبار سے پاکیزہ تر اور جود و سخا
میں ابر صفت برسانے جانے والوں میں سب سے
زائد لگاتار برسنے والے تھے۔ دنیا اپنی لذتوں
میں اس وقت تمھارے لیے شیریں و خوشگوار ہوئی
اور اس وقت تم اس کے تھنوں سے دودھ پینے
پر قادر ہوئے کہ جب کہ اس کے پہلے اس کی مہاریں
جھول رہی تھیں اور اس کا تنگ (ڈھیلا ہو کر) ہل
رہا تھا (یعنی اس کا کوئی سوار اور دیکھ بھال کرنے
والا نہ تھا جو اس کی باگیں اٹھاتا اور اس کا تنگ
کستا) کچھ قوموں کے لیے تو حرام اس بیری کے مانند
(خوشگوار اور مزے دار) ہو گیا تھا، جس کی شاخیں
پھلوں کی وجہ سے جھکی ہوئی ہوں۔ اور حلال
ان کے لیے (کوسوں) دور اور نایاب تھا۔ خدا کی
قسم! یہ دنیا لمبی چھاؤں کی صورت میں ایک مقررہ
وقت تک تمھارے پاس ہے مگر اس وقت تو زمین بغیر
روک ٹوک کے تمھارے قبضے میں ہے تمھارے ہاتھ
اس میں کھلے ہوئے ہیں اور پیشواؤں کے ہاتھ بندھے
ہوئے ہیں۔ تمھاری تلواریں ان پر مسلّط ہیں اور
ان کی تلواریں روکی جا چکی ہیں۔ تمھیں معلوم ہونا چاہیے
کہ ہر خون کا کوئی قصاص لینے والا اور ہر حق کا کوئی

طرفه. الا ان اسمع الاسماع ما وعی
التذکیر و قبله.

ایها الناس استصبحوا من شعلة
مصباح واعظ متعظ. و امتاحوا
من صفو عین قد روقت من
الکدر.

عباد الله لا ترکنوا الی جهالتکم
ولا تنقادوا الی اهوائکم، فان
النازل بهذا المنزل نازل
بشفا جرف هار، ینقل الردی علی
ظهره من موضع الی موضع لرأی
یحدثه بعد رأی، یرید ان
یلصق ما لا یلتصق و یقرب ما لا
یتقارب. فالله الله ان تشکوا
الی من لا یشکی شجوکم، ولا
ینقض برأیه ما قد ابرم لکم.
انه لیس علی الامام الا ما
حمل من امر ربه الابلاغ
فی الموعظة، والاجتهاد فی
النصیحة، والاحیاء للسنة، و
اقامة الحدود علی مستحقیها،
واصدار السهمان علی اهلها.
فبادروا العلم من قبل تصویح

طلب کرنے والا بھی ہوتا ہے اور ہمارے خون کا
قصاص لینے والا اُس حاکم کے مانند ہے جو اپنے
ہی حق کے بارے میں فیصلہ کرے اور وہ اللہ ہے
کہ جسے وہ تلاش کرے وہ اُسے بے بس نہیں بنا سکتا
اور جو بھاگنے کی کوشش کرے وہ اُس کے ہاتھوں
سے بچ کر نہیں نکل سکتا۔ اے بنی اُمیہ! میں اللہ کی
قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جلد ہی تم اپنی (دنیا اور اس کی)
ثروتوں کو دوسروں کے ہاتھوں اور دشمنوں کے
گھروں میں دیکھو گے۔ سب آنکھوں سے زیادہ
دیکھنے والی وہ آنکھ ہے، جس کی نظر نیکیوں میں
اُتر جائے۔ اور سب کانوں سے بڑھ کر سننے والا
وہ کان ہے کہ جو نصیحت کی باتیں سنے اور انہیں
قبول کرے۔

اے لوگو! واعظِ باعمل کے چراغِ ہدایت
کی لو سے اپنے چراغ روشن کر لو اور اس صاف
و شفاف چشمہ سے پانی بھر لو، جو (شبہات کی)
آمیزشوں اور کدورتوں سے نتھر چکا ہے۔

اے اللہ کے بندو! اپنی جہالتوں کی طرف
نہ مڑو اور نہ اپنی خواہشوں کے تابع ہو جاؤ۔
اس لیے کہ خواہشوں کی منزل میں اُترنے والا
ایسا ہے جیسے کوئی سیلاب زدہ دیوار کے کنارے
پر کھڑا ہو کہ جو گرا چاہتی ہو۔ وہ ہلاکتوں کا پلندہ
اپنی پیٹھ پر اٹھائے کبھی اس کندھے پر رکھتا ہے

نَبَّئَہٗ، وَمِنْ قَبْلِ اَنْ تُشْغَلُوْا بِاَنْفُسِکُمْ عَنْ مُسْتَثَارِ الْعِلْمِ مِنْ عِنْدِ اَھْلِہٖ۔ وَانْھَوْ عَنْ غَیْرِکُمْ عَنِ الْمُنْکَرِ وَتَنَاھَوْا عَنْہُ، فَاِنَّمَا اُمِرْتُمْ بِالنَّھْیِ بَعْدَ التَّنَاھِیْ۔

کبھی اُس کندھے پر۔ اپنی اُن رایوں کی صورت میں جنھیں وہ بدلتا رہتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ اس پر (کوئی دلیل) چسپاں کرے مگر جوچسپکنے والی نہیں ہوتی اور اسے (ذہنوں سے) قریب کرنا چاہتا ہے، جو قریب ہونے کے قابل نہیں۔

اللہ سے ڈرو کہ تم اپنی شکایتیں اُس شخص کے سامنے لے کر بیٹھ جاؤ کہ جو (تمھاری خواہشوں کے مطابق) تمھارے شکوؤں کے قلق کو دُور نہیں کرے گا۔ اور نہ شریعت کے محکم و مضبوط احکام کو توڑے گا۔ امام کا فرض تو بس یہ ہے کہ جو کام اُسے اپنے پروردگار کی طرف سے سپرد ہوا ہے (اُسے انجام دے) اور وہ یہ ہے کہ پند و نصیحت کی باتیں اُن تک پہونچا دے، سمجھانے بجھانے میں پوری پوری کوشش کرے، سُنّت کو زندہ رکھے، اور جن پر حد لگتا ہے اُن پر حد جاری کرے اور (غصب کئے ہوئے) حصوں کو اُن کے اصلی وارثوں تک پہونچا دے۔ تمھیں چاہیے کہ علم کی طرف بڑھو۔ قبل اس کے کہ اس کا (ہرا بھرا) سبزہ خشک ہو جائے اور قبل اس کے کہ اہلِ علم سے علم سیکھنے میں اپنے ہی نفس کی مصروفیتیں حائل ہو جائیں۔ دوسروں کو بُرائیوں سے رُوکو اور خود بھی رُکے رہو اس لئے کہ تمھیں بُرائیوں سے رُکنے کا پہلے حکم ہے، اور دوسروں کو روکنے کا بعد میں ہے۔

خطبہ (۱۰۴)

وَمِنْ خُطْبَۃٍ لَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ شَرَعَ الْاِسْلَامَ فَسَھَّلَ شَرَائِعَہٗ لِمَنْ وَرَدَہٗ، وَاَعَزَّ اَرْکَانَہٗ عَلٰی مَنْ غَالَبَہٗ فَجَعَلَہٗ اَمْنًا لِّمَنْ عَلِقَہٗ، وَسِلْمًا لِّمَنْ دَخَلَہٗ، وَبُرْھَانًا لِّمَنْ تَکَلَّمَ بِہٖ، وَشَاھِدًا لِّمَنْ خَاصَمَ بِہٖ، وَنُوْرًا لِّمَنِ اسْتَضَاءَ بِہٖ، وَفَھْمًا لِّمَنْ عَقَلَ

حضرت علیہ السّلام کے ایک خطبہ کا کچھ حصّہ۔
تمام حمد اُس اللہ کے لئے ہے کہ جس نے شریعت اسلام کو جاری کیا اور اُس (کے سرچشمۂ) ہدایت پر اُترنے والوں کے لئے اس کے قوانین کو آسان کیا اور اُس کے ارکان کو حریف کے مقابلے میں غلبہ و سرفرازی دی۔ چنانچہ جو اُس سے وابستہ ہو اُس کے لئے امن، جو اس میں داخل ہو اُس کے لئے صلح و آشتی، جو اس کی بات کرے

وَلُبًّا لِمَنْ تَدَبَّرَ، وَآيَةً لِمَنْ تَوَسَّمَ، وَتَبْصِرَةً لِمَنْ عَزَمَ، وَعِبْرَةً لِمَنِ اتَّعَظَ: وَنَجَاةً لِمَنْ صَدَّقَ، وَثِقَةً لِمَنْ تَوَكَّلَ، وَرَاحَةً لِمَنْ فَوَّضَ، وَجُنَّةً لِمَنْ صَبَرَ. فَهُوَ أَبْلَجُ الْمَنَاهِجِ وَأَوْضَحُ الْوَلَائِجِ، مُشْرِفُ الْمَنَارِ، مُشْرِقُ الْجَوَادِّ، مُضِيءُ الْمَصَابِيحِ كَرِيمُ الْمِضْمَارِ، رَفِيعُ الْغَايَةِ، جَامِعُ الْحَلْبَةِ، مُتَنَافِسُ السُّبْقَةِ شَرِيفُ الْفُرْسَانِ. اَلتَّصْدِيقُ مِنْهَاجُهُ، وَالصَّالِحَاتُ مَنَارُهُ، وَالْمَوْتُ غَايَتُهُ، وَالدُّنْيَا مِضْمَارُهُ، وَالْقِيَامَةُ حَلْبَتُهُ، وَالْجَنَّةُ سُبْقَتُهُ.

اُس کے لیے دلیل، جو اس کی مدد لے کر مقابلہ کرے اُس کے لیے اسے گواہ قرار دیا ہے، اور اس سے کسبِ ضیا کرنے والے کے لیے نور، سمجھنے بوجھنے اور سوچ بچار کرنے والے کے لیے فہم و دانش، غور کرنے والے کے لیے (روشن) نشانی، ارادہ کرنے والے کے لیے بصیرت، نصیحت قبول کرنے والے کے لیے عبرت، تصدیق کرنے والے کے لیے نجات، بھروسا کرنے والے کے لیے اطمینان، ہر چیز اُسے سونپ دینے والے کے لیے راحت، صبر کرنے والے کے لیے سپر بنایا ہے۔ وہ تمام سیدھی راہوں میں زیادہ روشن اور تمام عقیدوں میں زیادہ واضح ہے۔ اس کے مینار بلند، راہیں درخشاں، اور چراغ روشن ہیں۔ اس کا میدانِ (عمل) باوقار اور مقصد و غایت بلند ہے۔ اس کے میدان میں تیز رفتار گھوڑوں کا اجتماع ہے۔ اس کی طرف بڑھنا مطلوب و پسندیدہ ہے۔ اس کے شاہسوار عزت والے اور اس کا راستہ (اللہ تعالیٰ و رسولؐ کی) تصدیق ہے، اور اچھے اعمال (راستے کے) نشانات ہیں۔ دُنیا گھوڑ دوڑ کا میدان اور موت پہونچنے کی حد اور قیامت گھوڑوں کے جمع ہونے کی جگہ، اور جنت بڑھنے کا انعام ہے۔

مِنْهَا فِي ذِكْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ.

حَتّٰى أَوْرَى قَبَسًا لِقَابِسٍ، وَأَنَارَ عَلَمًا لِحَابِسٍ، فَهُوَ أَمِينُكَ الْمَأْمُونُ وَشَهِيدُكَ يَوْمَ الدِّينِ وَبَعِيثُكَ نِعْمَةً. وَرَسُولُكَ بِالْحَقِّ رَحْمَةً. اَللّٰهُمَّ اقْسِمْ لَهُ مَقْسَمًا مِنْ عَدْلِكَ، وَاجْزِهِ مُضَاعَفَاتِ الْخَيْرِ مِنْ

اسی خطبہ کا یہ جز نبی صلے اللہ علیہ و آلہ

فَضْلِكَ. اَللّٰهُمَّ اَعْلِ عَلٰى بِنَاءِ
الْبَانِيْنَ بِنَاءَهُ. وَاَكْرِمْ لَدَيْكَ
نُزُلَهُ، وَشَرِّفْ لَدَيْكَ مَنْزِلَتَهُ.
وَآتِهِ الْوَسِيْلَةَ وَاَعْطِهِ السَّنَاءَ
وَالْفَضِيْلَةَ، وَاحْشُرْنَا فِيْ زُمْرَتِهِ
غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَادِمِيْنَ، وَلَا نَاكِبِيْنَ
وَلَا نَاكِثِيْنَ، وَلَا ضَالِّيْنَ، وَلَا
مُضِلِّيْنَ، وَلَا مَفْتُوْنِيْنَ (وَقَدْ
مَضٰى هٰذَا الْكَلَامُ فِيْمَا تَقَدَّمَ اِلَّا
اَنَّنَا كَرَّرْنَاهُ هٰهُنَا لِمَا فِي الرِّوَايَتَيْنِ
مِنَ الْاِخْتِلَافِ)

مِنْهَا فِيْ خِطَابِ اَصْحَابِهِ.

وَقَدْ بَلَغْتُمْ مِنْ كَرَامَةِ اللّٰهِ
لَكُمْ مَنْزِلَةً تُكْرَمُ بِهَا اِمَاؤُكُمْ،
وَتُوْصَلُ بِهَا جِيْرَانُكُمْ، وَيُعَظِّمُكُمْ
مَنْ لَا فَضْلَ لَكُمْ عَلَيْهِ وَلَا يَدَ لَكُمْ
عِنْدَهُ وَيَهَابُكُمْ مَنْ لَا يَخَافُ لَكُمْ
سَطْوَةً وَلَا لَكُمْ عَلَيْهِ اِمْرَةٌ. وَقَدْ
تَرَوْنَ عُهُوْدَ اللّٰهِ مَنْقُوْضَةً فَلَا
تَغْضَبُوْنَ، وَاَنْتُمْ لِنَقْضِ ذِمَمِ
آبَائِكُمْ تَاْنَفُوْنَ. وَكَانَتْ اُمُوْرُ اللّٰهِ
عَلَيْكُمْ تَرِدُ وَعَنْكُمْ تَصْدُرُ وَاِلَيْكُمْ
تَرْجِعُ، فَمَكَّنْتُمُ الظَّلَمَةَ مِنْ مَنْزِلَتِكُمْ

وسلم کے متعلق ہے۔
یہاں تک کہ آپ نے روشنی ڈھونڈھنے والے
کے لئے شعلے بھڑکائے اور (راستہ کھو کر) سواری
کے رُکنے والے کے لئے نشانات روشن کئے۔
(اے اللہ!) وہ تیرے بھروسے کا امین، اور
قیامت کے دن تیرا (ٹھہرایا ہوا) گواہ ہے وہ
تیرا نبی مرسل و رسول برحق ہے۔ جو (دنیا کے لئے)
نعمت و رحمت ہے۔ (خدایا) تو انھیں اپنے عدل و
انصاف سے ان کا حصہ عطا کر اور اپنے فضل سے
انھیں دُہرے حسنات اجر میں دے (اے اللہ!) ان کی
عمارت کو تمام معماروں کی عمارتوں پر فوقیت عطا کر
اور اپنے پاس اُن کی عزت و آبرو سے مہمانی کر اور
اُن کے مرتبہ کو بلندی و شرف بخش اور انھیں بلند
درجہ دے اور رفعت و فضیلت عطا کر۔ اور ہمیں ان کی
جماعت میں اس طرح محشور کر کہ نہ ہم ذلیل و رسوا ہوں
نہ نادم و پریشان، نہ حق سے روگردان، نہ عہد شکن،
نہ گمراہ نہ گمراہ کن اور نہ فریب خوردہ۔

سید رضی کہتے ہیں:۔

یہ کلام اگرچہ پہلے گزر چکا ہے مگر ہم نے پھر اعادہ
کیا ہے چونکہ دونوں روایتوں کی لفظوں میں کچھ اختلاف ہے

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے۔ جس میں اپنے
اصحاب سے خطاب فرمایا ہے:۔

تم اپنے اللہ کے لطف و کرم کی بدولت ایسے

وَ اَلْقَيْتُمْ اِلَيْهِمْ اَزِمَّتَكُمْ وَ اَسْلَمْتُمْ اُمُوْرَ اللّٰهِ فِيْ اَيْدِيْهِمْ يَعْمَلُوْنَ فِي الشُّبُهَاتِ، وَ يَسِيْرُوْنَ فِي الشَّهَوَاتِ وَ اَيْمُ اللّٰهِ لَوْ فَرَّقُوْكُمْ تَحْتَ كُلِّ كَوْكَبٍ لَجَمَعَكُمُ اللّٰهُ لِشَرِّ يَوْمٍ لَهُمْ۔

مرتبہ پر پہونچ گئے کہ تمھاری کنیزیں بھی محترم سمجھی جانے لگیں۔ اور تمھارے ہمسایوں سے بھی اچھا برتاؤ کیا جانے لگا۔ اور وہ لوگ بھی تمھاری تعظیم کرنے لگے جن پر تمھیں نہ کوئی فضیلت تھی، نہ تمھارا کوئی ان پر احسان تھا۔ اور وہ لوگ بھی تم سے دہشت کھانے لگے، جنھیں تمھارے حملہ کا کوئی اندیشہ نہ تھا، اور نہ تمھارا ان پر تسلط تھا۔ مگر اس وقت تم دیکھ رہے ہو کہ اللہ کے عہد توڑے جا رہے ہیں۔ اور تم غیظ میں نہیں آتے۔ حالانکہ اپنے آباؤ اجداد کے قائم کردہ رسم و آئین کے توڑے جانے سے تمھاری رگِ حمیت جنبش میں آجاتی ہے۔ حالانکہ اب تک اللہ کے معاملات تمھارے ہی سامنے پیش ہوتے رہے، اور تمھارے ہی (ذریعہ سے) ان کا حل ہوتا رہا ہے، اور تمھاری ہی طرف پھر پھر کر آتے ہیں۔ لیکن تم نے اپنی جگہ ظالموں کے حوالے کر دی ہے، اور اپنی باگ ڈور انھیں تھما دی ہے، اور اللہ کے معاملات اُنھیں سونپ دیے ہیں کہ وہ شبھوں پر عمل پیرا اور نفسانی خواہشوں پر گامزن ہیں۔ خدا کی قسم! اگر وہ تمھیں ہر ستارے کے نیچے بکھیر دیں، تو بھی اللہ تمھیں اُس دن (ضرور) جمع کرے گا، جو اُن کے لیے بُرا دن ہوگا۔

خطبہ (۱۰۵)

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ بَعْضِ اَيَّامِ صِفِّيْنَ۔

وَ قَدْ رَاَيْتُ جَوْلَتَكُمْ وَ انْحِيَازَكُمْ عَنْ صُفُوْفِكُمْ، تَحُوْزُكُمُ الْجُفَاةُ الطَّغَامُ، وَ اَعْرَابُ اَهْلِ الشَّامِ، وَ اَنْتُمْ لَهَامِيْمُ الْعَرَبِ وَ يَآفِيْخُ الشَّرَفِ وَ الْاَنْفُ الْمُقَدَّمُ وَ السَّنَامُ الْاَعْظَمُ۔ وَ لَقَدْ شَفٰى وَحَاوِحَ صَدْرِيْ

حضرت علیہ السلام کے ایک کلام کا کچھ حصہ۔ جسے صفین کے بعض دنوں میں ارشاد فرمایا۔

میں نے تمھیں بھاگتے اور صفوں سے منتشر ہوتے ہوئے دیکھا (جبکہ) تمھیں چند کھرے قسم کے اوباشوں اور شام کے بدوؤں نے اپنے گھیرے میں لے لیا تھا حالانکہ تم عرب کے جوانمرد شرفا کے راس و رئیس (قوم میں) اونچی ناک والے اور چوٹی کی بلندی والے ہو۔ میرے سینے سے نکلنے والی

اِنْ رَاَيْتُمُوْهُمْ بِاٰخِرَةٍ تَحُوْزُوْنَهُمْ كَمَا حَازُوْكُمْ، وَ تُزِيْلُوْنَهُمْ عَنْ مَوَاقِفِهِمْ كَمَا اَزَالُوْكُمْ حَسًّا بِالنِّضَالِ، وَ شَجْرًا بِالرِّمَاحِ. تُرْكَبُ اُوْلَاهُمْ اُخْرَاهُمْ، كَالْاِبِلِ الْهِيْمِ الْمَطْرُوْدَةِ تُرْمٰى عَنْ حِيَاضِهَا، وَ تُذَادُ عَنْ مَوَارِدِهَا.

کراہنے کی آوازیں اُسی وقت دب سکتی ہیں کہ جب میں دیکھ لوں کہ آخر کار جس طرح اُنھوں نے تمھیں گھیر رکھا ہے، تم نے بھی اُنھیں اپنے نرغہ میں لے لیا ہو۔ اور جس طرح انھوں نے تمھارے قدم اُکھیڑ دیے ہیں، اسی طرح تم نے بھی ان کے قدم ان کی جگہوں سے اُکھیڑ ڈالے ہوں۔ تیروں کی بوچھار سے انھیں قتل کرتے ہوئے اور نیزوں کے ایسے ہاتھ چلاتے ہوئے کہ جس سے ان کی پہلی صفیں دوسری صفوں پر چڑھی جاتی ہوں۔ جیسے ہنکارے ہوئے پیاسے اونٹ کہ جنھیں ان کے تالابوں سے دور پھینک دیا گیا ہو، اور ان کے گھاٹوں سے علیحدہ کر دیا گیا ہو۔

خطبہ (۱۰۶)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَهِيَ مِنْ خُطَبِ الْمَلَاحِمِ.

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمُتَجَلِّيْ لِخَلْقِهٖ بِخَلْقِهٖ، وَالظَّاهِرِ لِقُلُوْبِهِمْ بِحُجَّتِهٖ. خَلَقَ الْخَلْقَ مِنْ غَيْرِ رَوِيَّةٍ، اِذْ كَانَتِ الرَّوِيَّاتُ لَا تَلِيْقُ اِلَّا بِذَوِي الضَّمَآئِرِ، وَلَيْسَ بِذِيْ ضَمِيْرٍ فِيْ نَفْسِهٖ. خَرَقَ عِلْمُهٗ بَاطِنَ غَيْبِ السُّتُرَاتِ، وَ اَحَاطَ بِغُمُوْضِ عَقَآئِدِ السَّرِيْرَاتِ.

مِنْهَا فِيْ ذِكْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ.

اِخْتَارَهٗ مِنْ شَجَرَةِ الْاَنْبِيَآءِ

حضرت علیہ السّلام کے ایک خطبہ کا کچھ حصہ۔

یہ اُن خطبوں میں سے ہے جنھیں زمانہ کے حوادث و فتن کا تذکرہ ہے

تمام حمد اُس اللہ کے لیے ہے جو اپنے مخلوقات کی وجہ سے مخلوقات کے سامنے عیاں ہے اور اپنی حجت و بُرہان کے ذریعے سے دلوں میں نمایاں ہے۔ اُس نے بغیر سوچ بچار میں پڑے مخلوق کو پیدا کیا اس لیے کہ غور و فکر اس کے مناسب ہوا کرتی ہے جو دل و دماغ (جیسے اعضا) رکھتا ہو۔ اور وہ دل و دماغ کی احتیاج سے بری ہے۔ اس کا علم غیب کے پردوں میں سرایت کیے ہوئے ہے، اور عقیدوں کی گہرائیوں کی تہ تک اُترا ہوا ہے۔

اس خطبہ کا یہ جز نبی صلے اللہ علیہ و آلہ

وَمِشْكَاةِ الضِّيَاءِ، وَذُؤَابَةِ الْعَلْيَاءِ
وَسُرَّةِ الْبَطْحَاءِ. وَمَصَابِيحِ الظُّلْمَةِ
وَيَنَابِيعِ الْحِكْمَةِ.

(وَمِنْهَا) طَبِيبٌ دَوَّارٌ بِطِبِّهِ قَدْ
أَحْكَمَ مَرَاهِمَهُ، وَأَحْمَى مَوَاسِمَهُ
يَضَعُ ذَلِكَ حَيْثُ الْحَاجَةُ إِلَيْهِ مِنْ
قُلُوبٍ عُمْيٍ، وَآذَانٍ صُمٍّ، وَأَلْسِنَةٍ
بُكْمٍ. مُتَتَبِّعٌ بِدَوَائِهِ مَوَاضِعَ الْغَفْلَةِ
وَمَوَاطِنَ الْحَيْرَةِ. لَمْ يَسْتَضِيئُوا
بِأَضْوَاءِ الْحِكْمَةِ، وَلَمْ يَقْدَحُوا بِزِنَادِ
الْعُلُومِ الثَّاقِبَةِ. فَهُمْ فِي ذَلِكَ
كَالْأَنْعَامِ السَّائِمَةِ، وَالصُّخُورِ
الْقَاسِيَةِ. قَدِ انْجَابَتِ السَّرَائِرُ
لِأَهْلِ الْبَصَائِرِ. وَوَضَحَتْ مَحَجَّةُ
الْحَقِّ لِخَابِطِهَا، وَأَسْفَرَتِ السَّاعَةُ
عَنْ وَجْهِهَا، وَظَهَرَتِ الْعَلَامَةُ
لِمُتَوَسِّمِهَا. مَالِي أَرَاكُمْ أَشْبَاحًا
بِلَا أَرْوَاحٍ، وَأَرْوَاحًا بِلَا أَشْبَاحٍ،
وَنُسَّاكًا بِلَا صَلَاحٍ، وَتُجَّارًا بِلَا
أَرْبَاحٍ. وَأَيْقَاظًا نُوَّمًا، وَشُهُودًا
غُيَّبًا، وَنَاظِرَةً عَمْيَاءَ وَسَامِعَةً
صَمَّاءَ وَنَاطِقَةً بَكْمَاءَ رَايَةُ
ضَلَالَةٍ قَدْ قَامَتْ عَلَى قُطْبِهَا، وَ

وسلم کے متعلق ہے۔

انھیں انبیا کے شجرہ، روشنی کے مرکز (آل ابراہیم)
بلندی کی جبیں (قریش) بطحا کی ناف (مکہ)، اور
اندھیرے کے چراغوں اور حکمت کے سرچشموں سے
منتخب کیا۔

اس خطبہ کا یہ حصہ بھی رسولؐ ہی سے متعلق ہے۔

وہ ایک طبیب تھے جو اپنی حکمت و طب کو
لیے ہوئے چکر لگا رہا ہو۔ اس نے اپنے مرہم
ٹھیک ٹھاک کر لیے ہوں اور داغنے کے آلات
تپا لیے ہوں۔ وہ اندھے دلوں، بہرے کانوں،
گونگی زبانوں (کے علاج معالجہ) میں جہاں ضرورت
ہوتی ہو، ان چیزوں کو استعمال میں لاتا ہو، اور
دوا لیے غفلت زدہ اور حیرانی و پریشانی کے مارے
ہوؤں کی کھوج میں لگا رہتا ہو مگر لوگوں نے نہ تو
حکمت کی تنویروں سے ضیاء و نور کو حاصل کیا،
اور نہ علوم درخشاں کے چقماق کو رگڑ کر نورانی
شعلے پیدا کیے۔ وہ اس معاملہ میں چرنے والے
حیوانوں اور سخت پتھروں کے مانند ہیں۔ اہل
بصیرت کے لیے چھپی ہوئی چیزیں ظاہر ہو گئی
ہیں اور بھٹکنے والوں کے لیے حق کی راہ ظاہر
ہو گئی اور آنے والی ساعت نے اپنے چہرے سے
نقاب الٹ دی، اور غور سے دیکھنے والوں کے
لیے علامتیں ظاہر ہو چکی ہیں۔ لیکن میں دیکھتا

تفرقت بشعبها، تَكِيلُكُم بِصَاعِهَا،
وتخبطكم بِبَاعِهَا قَائِدُهَا خَارِجٌ مِنَ
الملة، قَائِمٌ عَلَى الضِّلَّةِ. فَلَا يَبْقَى
يومئذٍ مِنْكُمْ إِلَّا ثُفَالَةٌ كَثُفَالَةِ
القدر، أَوْ نُفَاضَةٌ كَنُفَاضَةِ الْعِكْمِ.
تعرككم عَرْكَ الْأَدِيمِ، وَتَدُوسُكُمْ
دوس الْحَصِيدِ، وَتَسْتَخْلِصُ الْمُؤْمِنَ
من بينكم اسْتِخْلَاصَ الطَّيْرِ الْحَبَّةَ
البطينة مِنْ بَيْنِ هَزِيلِ الْحَبِّ. أَيْنَ
تذهب بِكُمُ الْمَذَاهِبُ، وَتَتِيهُ بِكُمُ
الغياهب، وَتَخْدَعُكُمُ الْكَوَاذِبُ.
ومن أَيْنَ تُؤْتَوْنَ وَأَنَّى تُؤْفَكُونَ
فلكل أَجَلٍ كِتَابٌ، وَلِكُلِّ غَيْبَةٍ
إياب. فَاسْتَمِعُوا مِنْ رَبَّانِيِّكُمْ، وَ
احضروا قلوبكم، وَاسْتَيْقِظُوا إِنْ
هتف بكم. وَلْيَصْدُقْ رَائِدٌ أَهْلَهُ،
وليجمع شَمْلَهُ، وَلْيُحْضِرْ ذِهْنَهُ.
فلقد فلق لَكُمُ الْأَمْرَ فَلْقَ الْخَرَزَةِ،
وقرفه قَرْفَ الصَّمْغَةِ. فَعِنْدَ ذَلِكَ
أخذ الباطل مَآخِذَهُ، وَرَكِبَ
الجهل مَرَاكِبَهُ، وَعَظُمَتِ الطَّاغِيَةُ،
وقلت الدَّاعِيَةُ، وَصَالَ الدَّهْرُ
صيال السَّبُعِ الْعَقُورِ، وَهَدَرَ فَنِيقُ

ہوں کہ پیکر بے روح اور روح بے قالب بنے ہوئے
ہو۔ عابد بنے پھرتے ہو بغیر صلاح و تقوے کے،
اور تاجر بنے ہوئے ہو بغیر فائدوں کے۔ بیدار
ہو، مگر سوئے ہوئے ہو۔ حاضر ہو مگر ایسے جیسے غائب
ہوں۔ دیکھنے والے ہو مگر اندھے۔ سننے والے ہو
مگر بہرے۔ بولنے والے ہو مگر گونگے۔ گمراہی کا
جھنڈا تو اپنے مرکز پر جم چکا ہے، اور اس کی
شاخیں (ہر سو) پھیل گئی ہیں۔ تمھیں (تباہ کرنے
کے لئے) اپنے پیمانوں میں تول رہا ہے۔ اور اپنے
ہاتھوں سے تمھیں اِدھر اُدھر بھٹکا رہا ہے۔ اس کا
پیشرو ملتِ (اسلام) سے خارج ہے۔ اور گمراہی
پر ڈٹا کھڑا ہے۔ اس دن تم میں سے کوئی نہیں
بچے گا۔ مگر کچھ گرے پڑے لوگ جیسے دیگ کی
کھرچن، یا تھیلے کے جھاڑنے سے گرے ہوئے
ریزے۔ وہ گمراہی تمھیں اس طرح مسل ڈالے گی
جس طرح چمڑے کو مسلا جاتا ہے اور اس طرح
روندے گی جیسے کٹی ہوئی زراعت کو روندا جاتا ہے
اور (مصیبت و ابتلا کے لئے) تم میں سے مومن
(کامل) کو اس طرح چن لے گی جس طرح پرند باریک
دانوں میں سے موٹے دانہ کو چن لیتا ہے۔ یہ (غلط)
روشیں تمھیں کہاں لئے جا رہی ہیں اور یہ اندھیاریاں
تمھیں کن پریشانیوں میں ڈال رہی ہیں اور یہ جھوٹی
اُمیدیں تمھیں کاہے کا فریب دے رہی ہیں۔ کہاں سے

الباطل بعد کمونہ۔ وتواخی الناس
علی الفجور۔ وتہاجروا علی الدین
وتحابوا علی الکذب۔ وتباغضوا
علی الصدق۔ فاذا کان ذلک کان
الولد غیظا، والمطر قیظا، وتفیض
اللئام فیضا، وتغیض الکرام غیضا۔
وکان اھل ذلک الزمان ذئابا،
وسلاطینہ سباعا واوساطہ اکالا
وفقراؤہ امواتا۔ وغار الصدق
وفاض الکذب واستعملت المودۃ
باللسان۔ وتشاجر الناس بالقلوب،
وصار الفسوق نسبا، والعفاف عجبا۔
ولبس الاسلام لبس الفرو مقلوبا۔

لائے جاتے ہو اور کدھر پلٹائے جاتے ہو؟ ہر میعاد
کا ایک نوشتہ ہوتا ہے اور ہر غائب کو پلٹ کر آنا
ہے۔ اپنے علم ربانی سے سنو۔ اپنے دلوں کو حاضر
کرو۔ اگر تمھیں پکارے، تو جاگ اٹھو۔ قوم کے
نمائندہ کو تو اپنی قوم سے سچ ہی بولنا چاہیے اور
اپنی پریشاں خاطری میں یکسوئی پیدا کرنا اور اپنے
ذہن کو حاضر رکھنا چاہیے۔ چنانچہ اس نے حقیقت
کو اس طرح واشگاف کر دیا ہے جس طرح (دھاگے
میں پروئے جانے والے) مہرہ کو چیر دیا جاتا ہے، اور
اس طرح اسے (تہ سے) چھیل ڈالا ہے جیسے (درخت کا)
گوند۔ باوجود اس کے باطل پھر اپنے مرکز پر آ گیا اور
جہالت اپنی سواریوں پر چڑھ بیٹھی۔ اس کی طغیانیاں
بڑھ گئی ہیں۔ اور (حق کی) آواز دب گئی ہے اور
زمانہ نے پھاڑ کھانے والے درندے کی طرح حملہ کر دیا ہے اور باطل کا اونٹ چپ رہنے کے بعد پھر بلبلانے لگا ہے۔
لوگوں نے فسق و فجور پر آپس میں بھائی چارہ کر لیا ہے اور دین کے سلسلہ میں ان میں پھوٹ پڑی ہوئی ہے۔ جھوٹ
پر تو ایک دوسرے سے یارانہ گانٹھ رکھا ہے، اور سچ کے معاملہ میں باہم کد رکھتے ہیں۔ (ایسے موقع پر) بیٹا
(آنکھوں کی ٹھنڈک ہونے کے بجائے) غیظ و غضب کا سبب ہوگا، اور بارشیں گرمی و تپش کا۔ کمینے پھیل
جائیں گے، اور شریف گھٹتے جائیں گے۔ اس زمانہ کے لوگ بھیڑیے ہوں گے، اور حکمراں درندے۔ درمیانی
طبقہ کے لوگ کھا پی کر مست رہنے والے اور فقیر و نادار بالکل مردہ۔ سچائی دب جائے گی اور جھوٹ ابھر
آئے گا۔ محبت (کی لفظیں) صرف زبانوں پر رہ جائیں گی اور لوگ دلوں میں ایک دوسرے سے کشیدہ رہیں گے۔
نسب کا معیار زنا ہوگا۔ عفت و پاک دامانی نرالی چیز سمجھی جائے گی، اور اسلام کا لبادہ پوستین کی طرح
الٹا اوڑھا جائے گا۔

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

١٠٧

كُلُّ شَيْءٍ خَاشِعٌ لَهُ، وَكُلُّ شَيْءٍ قَائِمٌ بِهِ۔ غِنَى كُلِّ فَقِيرٍ، وَعِزُّ كُلِّ ذَلِيلٍ، وَقُوَّةُ كُلِّ ضَعِيفٍ، وَمَفْزَعُ كُلِّ مَلْهُوفٍ۔ مَنْ تَكَلَّمَ سَمِعَ نُطْقَهُ، وَمَنْ سَكَتَ عَلِمَ سِرَّهُ، وَمَنْ عَاشَ فَعَلَيْهِ رِزْقُهُ، وَمَنْ مَاتَ فَإِلَيْهِ مُنْقَلَبُهُ۔ لَمْ تَرَكَ الْعُيُونُ فَتُخْبِرَ عَنْكَ، بَلْ كُنْتَ قَبْلَ الْوَاصِفِينَ مِنْ خَلْقِكَ۔ لَمْ تَخْلُقِ الْخَلْقَ لِوَحْشَةٍ، وَلَا اسْتَعْمَلْتَهُمْ لِمَنْفَعَةٍ۔ وَلَا يَسْبِقُكَ مَنْ طَلَبْتَ، وَلَا يُفْلِتُكَ مَنْ أَخَذْتَ۔ وَلَا يَنْقُصُ سُلْطَانَكَ مَنْ عَصَاكَ، وَلَا يَزِيدُ فِي مُلْكِكَ مَنْ أَطَاعَكَ، وَلَا يَرُدُّ أَمْرَكَ مَنْ سَخِطَ قَضَاءَكَ، وَلَا يَسْتَغْنِي عَنْكَ مَنْ تَوَلَّى عَنْ أَمْرِكَ۔ كُلُّ سِرٍّ عِنْدَكَ عَلَانِيَةٌ، وَكُلُّ غَيْبٍ عِنْدَكَ شَهَادَةٌ۔ أَنْتَ الْأَبَدُ فَلَا أَمَدَ لَكَ، وَأَنْتَ الْمُنْتَهَى فَلَا مَحِيصَ عَنْكَ، وَأَنْتَ الْمَوْعِدُ فَلَا مَنْجَى مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ۔ بِيَدِكَ نَاصِيَةُ كُلِّ دَابَّةٍ، وَإِلَيْكَ

خطبہ (۱۰۷)

ہر چیز اُس کے سامنے عاجز و سرنگوں اور ہر شے اس کے سہارے وابستہ ہے۔ وہ ہر فقیر کا سرمایہ، ہر ذلیل کی آبرو، ہر کمزور کی توانائی اور ہر مظلوم کی پناہ گاہ ہے۔ جو کہے، اس کی بات بھی وہ سُنتا ہے۔ اور جو چُپ رہے، اُس کے بھید سے بھی وہ آگاہ ہے۔ جو زندہ ہے اُس کے رزق کا ذمّہ اُس پر ہے، اور جو مر جائے اُس کا پلٹنا اُسی کی طرف ہے۔ (اے اللہ!) آنکھوں نے تجھے دیکھا نہیں کہ تیری خبر دے سکیں۔ بلکہ تُو تو اس وصف کرنے والی مخلوق سے پہلے موجود تھا۔ تو نے (تنہائی کی) وحشتوں سے اُکتا کر مخلوق کو پیدا نہیں کیا اور نہ اپنے کسی فائدے کے پیش نظر ان سے اعمال کرائے جسے تو گرفت میں لانا چاہے وہ تجھ سے آگے بڑھ کر جا نہیں سکتا۔ اور جسے تو نے گرفت میں لے لیا، پھر وہ نکل نہیں سکتا۔ جو تیری مخالفت کرتا ہے، ایسا نہیں کہ وہ تیری فرماں روائی کو نقصان پہنچائے اور جو تیری اطاعت کرتا ہے، وہ مُلک (کی وسعتوں) کو بڑھا نہیں دیتا۔ اور جو تیری قضا و قدر پر بگڑ اُٹھے، وہ تیرے امر کو رد نہیں کر سکتا۔ اور جو تیرے حکم سے منھ موڑ لے، وہ تجھ سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ ہر چھپی ہوئی چیز تیرے لیے ظاہر اور ہر غیب تیرے سامنے بے نقاب ہے۔ تو ابدی ہے جس کی کوئی حد نہیں۔ اور تو ہی سب کی انتہائی منزل

مَصِيرُ كُلِّ نَسَمَةٍ. سُبْحَانَكَ مَا أَعْظَمَ مَا نَرَى مِنْ خَلْقِكَ وَمَا أَصْغَرَ عِظَمَهُ فِي جَنْبِ قُدْرَتِكَ وَمَا أَهْوَلَ مَا نَرَى مِنْ مَلَكُوتِكَ وَمَا أَحْقَرَ ذٰلِكَ فِيمَا غَابَ عَنَّا مِنْ سُلْطَانِكَ، وَمَا أَسْبَغَ نِعَمَكَ فِي الدُّنْيَا. وَمَا أَصْغَرَهَا فِي نِعَمِ الْآخِرَةِ.

(مِنْهَا) مِنْ مَلَائِكَةٍ أَسْكَنْتَهُمْ سَمٰوَاتِكَ وَرَفَعْتَهُمْ عَنْ أَرْضِكَ هُمْ أَعْلَمُ خَلْقِكَ بِكَ، وَأَخْوَفُهُمْ لَكَ، وَأَقْرَبُهُمْ مِنْكَ. لَمْ يَسْكُنُوا الْأَصْلَابَ، وَلَمْ يُضَمَّنُوا الْأَرْحَامَ، وَلَمْ يُخْلَقُوا مِنْ مَاءٍ مَهِينٍ، وَلَمْ يَتَشَعَّبْهُمْ رَيْبُ الْمَنُونِ، وَإِنَّهُمْ عَلَى مَكَانِهِمْ مِنْكَ، وَمَنْزِلَتِهِمْ عِنْدَكَ، وَاسْتِجْمَاعِ أَهْوَائِهِمْ فِيكَ، وَكَثْرَةِ طَاعَتِهِمْ لَكَ، وَقِلَّةِ غَفْلَتِهِمْ عَنْ أَمْرِكَ لَوْ عَايَنُوا كُنْهَ مَا خَفِيَ عَلَيْهِمْ مِنْكَ لَحَقَّرُوا أَعْمَالَهُمْ، وَلَزَرَوْا عَلَى أَنْفُسِهِمْ. وَلَعَرَفُوا أَنَّهُمْ لَمْ يَعْبُدُوكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ، وَلَمْ يُطِيعُوكَ

منتہا ہے۔ کہ جس سے کوئی گریز کی راہ نہیں اور تو ہی وعدہ گاہ ہے کہ تجھ سے چھٹکارا پانے کی کوئی جگہ نہیں مگر تیری ہی ذات ہر راہ چلنے والا تیرے قبضہ میں ہے اور ہر ذی روح کی بازگشت تیری طرف ہے۔ سبحان اللہ! یہ تیری کائنات جو ہم دیکھ رہے ہیں کتنی عظیم الشان ہے۔ اور تیری قدرت کے سامنے ان کی عظمت کتنی کم ہے۔ اور یہ تیری پادشاہت جو ہماری نظروں کے سامنے ہے کتنی پُرشکوہ ہے۔ لیکن تیری اس سلطنت کے مقابلہ میں جو ہماری نگاہوں سے اوجھل ہے، کتنی حقیر ہے۔ اور دنیا میں تیری نعمتیں کتنی کامل و ہمہ گیر ہیں مگر آخرت کی نعمتوں کے سامنے وہ کتنی مختصر ہیں۔

اسی خطبہ کا ایک جز یہ ہے:۔ تو نے فرشتوں کو آسمانوں میں بسایا اور انھیں زمین کی سطح سے بلند رکھا۔ وہ سب مخلوق سے زیادہ تیری معرفت رکھتے ہیں، اور سب سے زیادہ تجھ سے ڈرتے ہیں، اور سب سے زیادہ تیرے مقرب ہیں۔ نہ وہ صلبوں میں ٹھہرے، نہ شکموں میں رکھے گئے، نہ ذلیل پانی (نطفہ) سے ان کی پیدائش ہوئی، اور نہ زمانہ کے حوادث نے انھیں منتشر کیا۔ وہ تیرے قرب میں اپنے مقام و منزلت کی بلندی اور تیرے بارے میں خیالات کی یکسوئی، اور تیری عبادت کی فراوانی اور تیرے احکام میں عدم غفلت کے باوجود اگر تیرے رازہائے قدرت کی اس تہہ تک پہنچ جائیں کہ جو ان سے پوشیدہ ہے، تو وہ اپنے اعمال کو بہت ہی حقیر سمجھیں گے اور اپنے نفسوں پر حرف گیری کریں گے۔ اور یہ جان لیں گے کہ انھوں نے تیری عبادت کا حق ادا نہیں کیا۔ اور نہ کما حقہٗ تیری اطاعت کی ہے۔ میں خالق و معبود جانتے ہوئے تیری تسبیح کرتا ہوں تیرے اس بہترین سلوک کی بنا پر، جو تیرا اپنی مخلوقات

حقّ طاعتك - سبحانك خالقًا
ومعبودًا بحسن بلائك عند
خلقك - خلقت دارًا وجعلت
فيها مأدبةً :. مشربًا ومطعمًا
وأزواجًا وخدمًا وقصورًا
وأنهارًا وزروعًا وثمارًا - ثمّ
أرسلت داعيًا يدعو إليها -
فلا الداعي أجابوا، ولا فيما
رغّبت إليه رغبوا، ولا إلى
ما شوّقت إليه اشتاقوا - أقبلوا
على جيفةٍ قد افتضحوا بأكلها،
واصطلحوا على حبّها و من
عشق شيئًا أعشى بصره - و
أمرض قلبه - فهو ينظر بعينٍ
غير صحيحةٍ، ويسمع بأذنٍ
غير سميعةٍ - قد خرقت
الشهوات عقله، وأماتت الدنيا
قلبه، وولهت عليها نفسه، فهو
عبدٌ لها، ولمن في يده شيءٌ
منها، حيثما زالت زال إليها
وحيثما أقبلت أقبل عليها - لا
يزدجر من الله بزاجرٍ - و
لا يتّعظ منه بواعظٍ - وهو يرى

کے ساتھ ہے۔ تو نے ایک ایسا گھر (جنّت) بنایا ہے کہ جس میں
مہمانی کے لیے کھانے پینے کی چیزیں، حوریں، غلمان، محل،
نہریں، کھیت اور پھل مہیا کیے ہیں۔ پھر تو نے ان نعمتوں
کی طرف دعوت دینے والا بھیجا، مگر نہ اُنھوں نے بُلانے
والے کی آواز پر لبیک کہی، اور نہ اُن چیزوں کی طرف
راغب ہوئے، جن کی تو نے رغبت دلائی تھی۔ اور نہ
اُن چیزوں کے مشتاق ہوئے، جن کا تو نے اشتیاق دلایا
تھا۔ وہ تو اسی مُردار دُنیا پر ٹوٹ پڑے کہ جسے نوچ
کھانے میں اپنی عزّت آبرو گنوا رہے تھے۔ اور اس
کی چاہت پر ایکا کر لیا تھا۔ جو شخص کسی شے سے
بے تحاشا محبّت کرتا ہے، تو وہ اس کی آنکھوں
کو اندھا، دل کو مریض کر دیتی ہے۔ وہ دیکھتا ہے تو
بیمار آنکھوں سے، سُنتا ہے تو نہ سننے والے کانوں سے۔
شہوتوں نے اس کی عقل کا دامن چاک کر دیا ہے،
اور دُنیا نے اُس کے دل کو مُردہ بنا دیا ہے، اور
اس کا نفس اس پر مرمٹا ہے۔ یہ دنیا کا اور ان لوگوں
کا جن کے پاس کچھ بھی وہ دُنیا ہے، بندہ و غلام
بن گیا ہے۔ جدھر وہ مُڑتی ہے، اُدھر یہ مُڑتا ہے، جدھر
اُس کا رُخ ہوتا ہے اُدھر ہی اس کا رُخ ہوتا ہے۔
نہ اللہ کی طرف سے کسی روکنے والے کے کہنے سننے سے وہ
رُکتا ہے، اور نہ ہی اس کے کسی وعظ و پند کرنے والے
کی نصیحت مانتا ہے حالانکہ وہ اُن لوگوں کو دیکھتا ہے کہ
جنھیں عین غفلت کی حالت میں وہاں پر جکڑ لیا گیا، کہ

الْمَأْخُوذِينَ عَلَى الْغِرَّةِ. حَيْثُ
لَا إِقَالَةَ لَهُمْ وَلَا رَجْعَةَ.
كَيْفَ نَزَلَ بِهِمْ مَا كَانُوا يَجْهَلُونَ،
وَجَاءَهُمْ مِنْ فِرَاقِ الدُّنْيَا
مَا كَانُوا يَأْمَنُونَ، وَقَدِمُوا مِنَ
الْآخِرَةِ عَلَى مَا كَانُوا يُوعَدُونَ.
فَغَيْرُ مَوْصُوفٍ مَا نَزَلَ بِهِمْ،
اجْتَمَعَتْ عَلَيْهِمْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ
وَحَسْرَةُ الْفَوْتِ. فَفَتَرَتْ لَهَا
أَطْرَافُهُمْ، وَتَغَيَّرَتْ لَهَا
أَلْوَانُهُمْ. ثُمَّ ازْدَادَ الْمَوْتُ
فِيهِمْ وُلُوجًا. فَحِيلَ بَيْنَ أَحَدِهِمْ
وَبَيْنَ مَنْطِقِهِ، وَإِنَّهُ لَبَيْنَ
أَهْلِهِ يَنْظُرُ بِبَصَرِهِ وَيَسْمَعُ
بِأُذُنِهِ، عَلَى صِحَّةٍ مِنْ عَقْلِهِ،
وَبَقَاءٍ مِنْ لُبِّهِ. يُفَكِّرُ فِيمَ أَفْنَى
عُمُرَهُ، وَفِيمَ أَذْهَبَ دَهْرَهُ.
وَيَتَذَكَّرُ أَمْوَالًا جَمَعَهَا
أَغْمَضَ فِي مَطَالِبِهَا، وَأَخَذَهَا
مِنْ مُصَرَّحَاتِهَا وَمُشْتَبِهَاتِهَا.
قَدْ لَزِمَتْهُ تَبِعَاتُ جَمْعِهَا، وَ
أَشْرَفَ عَلَى فِرَاقِهَا، تَبْقَى
لِمَنْ وَرَاءَهُ يَنْعَمُونَ فِيهَا وَ

جہاں نہ تدارک کی گنجائش اور نہ دنیا کی طرف پلٹنے
کا موقعہ ہوتا ہے۔ اور کس طرح وہ چیزیں اُن پر ٹوٹ
پڑیں کہ جن سے وہ بے خبر تھے، اور کس طرح اس دُنیا
سے جدائی (کی گھڑی سامنے) آ گئی کہ جس سے پوری
طرح مطمئن تھے، اور کیونکر آخرت کی ان چیزوں تک
پہنچ گئے کہ جن کی اُنھیں خبر دی گئی تھی۔ اب جو مصیبتیں ان
پر ٹوٹ پڑی ہیں، اُنھیں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ موت
کی سختیاں اور دُنیا چھوڑنے کی حسرتیں مل کر اُنھیں
گھیر لیتی ہیں۔ چنانچہ اُن کے ہاتھ پیر ڈھیلے پڑ جاتے ہیں
اور رنگتیں بدل جاتی ہیں۔ پھر ان (کے اعضاء) میں موت
کی دخل اندازیاں بڑھ جاتی ہیں۔ کوئی ایسا ہوتا ہے
کہ پہلے ہی اُس کی زبان بند ہو جاتی ہے درصورتیکہ
اُس کی عقل درست اور ہوش و حواس باقی ہوتے
ہیں وہ اپنے گھر والوں کے سامنے پڑا ہوا اپنی آنکھوں
سے دیکھتا ہے اور اپنے کانوں سے سُنتا ہے اور اُن
چیزوں کو سوچتا ہے کہ جن میں اُس نے اپنی عمر گنوا دی
ہے اور اپنا زمانہ گزار دیا ہے اور اپنے جمع کیے ہوئے
مال و متاع کو یاد کرتا ہے کہ جس کے طلب کرنے میں (جائز
و ناجائز) سے آنکھیں بند کر لی تھیں، اور جسے صاف اور
مشکوک ہر طرح کی جگہوں سے حاصل کیا تھا۔ اس کا وبال
اپنے سر لے کر اسے چھوڑ دینے کی تیاری کرنے لگا۔ وہ
مال (اب) اس کے پچھلوں کے لیے رہ جائے گا کہ وہ اس
سے عیش و آرام کریں، اور گلچھرے اڑائیں۔ اس طرح

يَتَمَتَّعُونَ بِهَا. فَيَكُونُ الْمَهْنَأُ لِغَيْرِهِ، وَالْعِبْءُ عَلَىٰ ظَهْرِهِ. وَالْمَرْءُ قَدْ غَلِقَتْ رُهُونُهُ بِهَا. فَهُوَ يَعَضُّ يَدَهُ نَدَامَةً عَلَىٰ مَا أَصْحَرَ لَهُ عِنْدَ الْمَوْتِ مِنْ أَمْرِهِ، وَيَزْهَدُ فِيمَا كَانَ يَرْغَبُ فِيهِ أَيَّامَ عُمُرِهِ. وَيَتَمَنَّىٰ أَنَّ الَّذِي كَانَ يَغْبِطُهُ بِهَا وَيَحْسُدُهُ عَلَيْهَا قَدْ حَازَهَا دُونَهُ. فَلَمْ يَزَلِ الْمَوْتُ يُبَالِغُ فِي جَسَدِهِ حَتَّىٰ خَالَطَ لِسَانُهُ سَمْعَهُ. فَصَارَ بَيْنَ أَهْلِهِ لَا يَنْطِقُ بِلِسَانِهِ، وَلَا يَسْمَعُ بِسَمْعِهِ، يُرَدِّدُ طَرْفَهُ بِالنَّظَرِ فِي وُجُوهِهِمْ يَرَىٰ حَرَكَاتِ أَلْسِنَتِهِمْ وَلَا يَسْمَعُ رَجْعَ كَلَامِهِمْ. ثُمَّ ازْدَادَ الْمَوْتُ الْتِيَاطاً بِهِ. فَقُبِضَ بَصَرُهُ، كَمَا قُبِضَ سَمْعُهُ. وَخَرَجَتِ الرُّوحُ مِنْ جَسَدِهِ، فَصَارَ جِيفَةً بَيْنَ أَهْلِهِ، قَدْ أَوْحَشُوا مِنْ جَانِبِهِ، وَتَبَاعَدُوا مِنْ قُرْبِهِ. لَا يُسْعِدُ بَاكِياً، وَلَا يُجِيبُ دَاعِياً. ثُمَّ حَمَلُوهُ إِلَىٰ مَخَطٍّ فِي الْأَرْضِ، فَأَسْلَمُوهُ

وہ دوسروں کو تو بغیر ہاتھ پیر ہلائے یوں ہی مل گیا، لیکن اس کا بوجھ اس کی پیٹھ پر رہا۔ اور یہ اُس مال کی وجہ سے ایسا گروی ہوا ہے کہ بس اپنے کو چھڑا نہیں سکتا۔ مرنے کے وقت یہ حقیقت جو کھل کر اس کے سامنے آگئی تو ندامت سے وہ اپنے ہاتھ کاٹنے لگتا ہے اور عمر بھر جن چیزوں کا طلب گار رہا تھا، اب اُن سے کنارہ ڈھونڈتا ہے۔ اور یہ تمنا کرتا ہے کہ جو اس مال کی وجہ سے اس پر رشک و حسد کیا کرتے تھے (کاش کہ) وہی اس مال کو سمیٹتے۔ نہ کہ وہ اب موت کے تصرفات اس کے جسم میں اور بڑھے یہاں تک کہ زبان کے ساتھ ساتھ کانوں پر بھی موت چھا گئی۔

گھر والوں کے سامنے اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ نہ زبان سے بول سکتا ہے نہ کانوں سے سُن سکتا ہے۔ آنکھیں گھما گھما کر ان کے چہروں کو تکتا ہے۔ ان کی زبانوں کی جنبشوں کو دیکھتا ہے لیکن بات چیت کی آوازیں نہیں سُن پاتا۔ پھر اس سے موت اور چمٹ گئی کہ اس کی آنکھوں کو بھی بند کر دیا۔ جس طرح اس کے کانوں کو بند کیا تھا۔ اور روح اس کے جسم سے مفارقت کر گئی۔ اب وہ گھر والوں کے سامنے ایک مُردار کی صورت میں پڑا ہوا ہے کہ اس کی طرف سے انھیں وحشت ہوتی ہے اور اس کے پاس پھٹکنے سے دُور بھاگتے

فِيهِ إِلَى عَمَلِهِ، وَانْقَطَعُوا عَنْ
زَوْرَتِهِ. حَتَّى إِذَا بَلَغَ الْكِتَابُ
أَجَلَهُ، وَالْأَمْرُ مَقَادِيرَهُ، وَ
أُلْحِقَ آخِرُ الْخَلْقِ بِأَوَّلِهِ، وَ
جَاءَ مِنْ أَمْرِ اللهِ مَا يُرِيدُهُ مِنْ
تَجْدِيدِ خَلْقِهِ، أَمَادَ السَّمَاءَ
وَفَطَرَهَا وَأَرَجَّ الْأَرْضَ
وَأَرْجَفَهَا، وَقَلَعَ جِبَالَهَا وَ
نَسَفَهَا. وَدَكَّ بَعْضُهَا بَعْضاً
مِنْ هَيْبَةِ جَلَالَتِهِ وَمَخُوفِ
سَطْوَتِهِ. وَأَخْرَجَ مَنْ فِيهَا.
فَجَدَّدَهُمْ بَعْدَ إِخْلَاقِهِمْ وَ
جَمَعَهُمْ بَعْدَ تَفَرُّقِهِمْ. ثُمَّ
مَيَّزَهُمْ بِمَا يُرِيدُ مِنْ مُسَاءَلَتِهِمْ
عَنْ خَفَايَا الْأَعْمَالِ وَخَبَايَا
الْأَفْعَالِ. وَجَعَلَهُمْ فَرِيقَيْنِ
أَنْعَمَ عَلَى هَؤُلَاءِ وَانْتَقَمَ
مِنْ هَؤُلَاءِ. فَأَمَّا أَهْلُ طَاعَتِهِ
فَأَثَابَهُمْ بِجِوَارِهِ، وَخَلَّدَهُمْ
فِي دَارِهِ. حَيْثُ لَا يَظْعَنُ
النُّزَّالُ، وَلَا يَتَغَيَّرُ لَهُمُ الْحَالُ،
وَلَا تَنُوبُهُمُ الْأَفْزَاعُ، وَلَا
تَنَالُهُمُ الْأَسْقَامُ، وَلَا تَعْرِضُ

ہیں وہ نہ رونے والے کی کچھ مدد کر سکتا ہے، نہ پکارنے
والے کو جواب دے سکتا ہے۔ پھر اُسے اُٹھا کر زمین میں
جہاں اُس کی قبر بنا ہے، لے جاتے ہیں اور اُسے اُس کے
حوالے کر دیتے ہیں کہ اب وہ جانے اور اس کا کام اور
اس کی ملاقات سے ہمیشہ کے لیے منھ موڑ لیتے ہیں۔ یہاں
تک کہ نوشتۂ (تقدیر) اپنی میعاد کو اور حکمِ الٰہی اپنی مقررہ
حد کو پہنچ جائے گا اور پچھلوں کو اگلوں کے ساتھ ملا دیا
جائے گا، اور فرمانِ قضا پھر سرے سے پیدا کرنے کا
ارادہ لے کر آئے گا، تو وہ آسمانوں کو جنبش میں لے آئے گا
اور انھیں پھاڑ دے گا، اور زمین کو ہلا ڈالے گا،
اور اس کی بنیادیں کھوکھلی کر دے گا، اور پہاڑوں کو
جڑ بنیاد سے اُکھاڑ دے گا۔ اور وہ اس کے جلال کی
ہیبت اور قہر و غلبہ کی دہشت سے آپس میں ٹکرانے
لگیں گے۔ وہ زمین کے اندر سے سب کو نکالے گا، اور
انھیں سڑ گل جانے کے بعد پھر از سرِ نو تر و تازہ کرے
گا۔ اور متفرق و پراگندہ ہونے کے بعد پھر یکجا کر دے گا۔ پھر
ان کے چھپے ہوئے اعمال اور پوشیدہ کارگزاریوں کے
متعلق پوچھ گچھ کرنے کے لیے انھیں جدا جدا کرے گا
اور اُنھیں دو حصوں میں بانٹ دے گا۔ ایک کو وہ انعام
و اکرام دے گا، اور ایک سے انتقام لے گا۔ جو فرماں بردار
تھے، انھیں جزا دے گا کہ وہ اس کے جوارِ رحمت میں رہیں
اور اپنے گھر میں انھیں ہمیشہ کے لیے ٹھہرا دے گا۔ کہ جہاں
اُترنے والے پھر کوچ نہیں کیا کرتے اور نہ ان کے حالات ادل

لَهُمُ الْاَخْطَارُ، وَلَا تُشْخِصُهُمُ
الْاَسْفَارُ۔ وَاَمَّا اَهْلُ الْمَعْصِيَةِ
فَاَنْزَلَهُمْ شَرَّ دَارٍ، وَغَلَّ
الْاَيْدِيَ اِلَى الْاَعْنَاقِ، وَقَرَنَ
النَّوَاصِيَ بِالْاَقْدَامِ، وَاَلْبَسَهُمْ
سَرَابِيلَ الْقَطِرَانِ، وَمُقَطَّعَاتِ
النِّيْرَانِ۔ فِيْ عَذَابٍ قَدِ اشْتَدَّ
حَرُّهُ، وَبَابٍ قَدْ اُطْبِقَ عَلٰى
اَهْلِهِ فِيْ نَارٍ لَهَا كَلَبٌ وَلَجَبٌ،
وَلَهَبٌ سَاطِعٌ وَقَصِيْفٌ هَائِلٌ،
لَا يَظْعَنُ مُقِيْمُهَا، وَلَا يُفَادٰى
اَسِيْرُهَا وَلَا تُفْصَمُ كُبُوْلُهَا۔
لَا مُدَّةَ لِلدَّارِ فَتَفْنٰى، وَلَا
اَجَلَ لِلْقَوْمِ فَيُقْضٰى۔ وَمِنْهَا
فِيْ ذِكْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ)
قَدْ حَقَّرَ الدُّنْيَا وَصَغَّرَهَا
وَاَهْوَنَهَا وَهَوَّنَهَا۔ وَعَلِمَ
اَنَّ اللّٰهَ زَوَاهَا عَنْهُ اخْتِيَارًا،
وَبَسَطَهَا لِغَيْرِهٖ احْتِقَارًا۔
فَاَعْرَضَ عَنْهَا بِقَلْبِهٖ، وَاَمَاتَ
ذِكْرَهَا عَنْ نَفْسِهٖ، وَاَحَبَّ
اَنْ تَغِيْبَ زِيْنَتُهَا عَنْ عَيْنِهٖ

بدلتے رہتے ہیں۔ اور نہ انھیں گھڑی گھڑی خوف ستاتا ہے،
نہ بیماریاں اُن پر آتی ہیں، نہ انھیں خطرات درپیش ہوتے
ہیں اور نہ انھیں سفر ایک جگہ سے دوسری جگہ لیے پھرتے ہیں،
اور جو نافرمان ہوں گے انھیں ایک بُرے گھر میں پھینکے گا،
اور ان کے ہاتھ گردن سے (کس کر) باندھ دے گا۔ اور ان
کی پیشانیوں پر لٹکنے والے بالوں کو قدموں سے جکڑ دے گا
اور انھیں تارکول کی قمیضیں اور آگ سے قطع کیے ہوئے
کپڑے پہنائے گا۔ (یعنی اُن پر تیل چھڑک کر آگ میں جھونک
دیگا کہ جس کی تپش بڑی سخت ہوگی۔ اور ایسی جگہ میں ہوں گے کہ جہاں
ان پر دروازے بند کر دیے جائیں گے، اور ایسی آگ میں ہوں گے کہ
جس میں تیز شرارے، بھڑکنے کی آوازیں، اُٹھتی ہوئی لپٹیں
اور ہولناک چیخیں ہوں گی۔ اس میں ٹھہرنے والا نکل نہ سکے گا
اور نہ ہی اس کے قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑایا جا سکتا ہے اور نہ
ہی ان کی بیڑیاں ٹوٹ سکتی ہیں۔ اس گھر کی کوئی مدت مقرر
نہیں کہ اس کے بعد مٹ مٹا جائے۔ نہ رہنے والوں کے لیے کوئی
مقررہ میعاد ہے کہ وہ پوری ہو جائے (تو پھر چھوڑ دیے جائیں)۔

اسی خطبہ کا یہ جز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ہے

انھوں نے (اس کو) ذلیل و خوار سمجھا اور پست و حقیر جانا
اور جانتے تھے کہ اللہ نے ان کی شان کو بالاتر سمجھتے ہوئے
دنیا کا رُخ اُن سے موڑا ہے، اور گھٹیا سمجھتے ہوئے دوسروں
کے لیے اس کا دامن پھیلا دیا ہے۔ لہذا آپ نے دنیا سے
دل ہٹا لیا اور اس کی یاد اپنے نفس سے مٹا ڈالی۔ اور یہ چاہتے
رہے کہ اس کی سج دھج ان کی نظروں سے اوجھل رہے کہ نہ انھیں

لِكَيْلَا يَتَّخِذَ مِنْهَا رِيَاشًا، أَوْ يَرْجُوَ فِيهَا مُقَامًا. بَلَّغَ عَنْ رَبِّهِ مُعْذِرًا، وَنَصَحَ لِأُمَّتِهِ مُنْذِرًا، وَدَعَا إِلَى الْجَنَّةِ مُبَشِّرًا.

نَحْنُ شَجَرَةُ النُّبُوَّةِ، وَمَحَطُّ الرِّسَالَةِ، وَمُخْتَلَفُ الْمَلَائِكَةِ، وَمَعَادِنُ الْعِلْمِ وَيَنَابِيعُ الْحِكَمِ. نَاصِرُنَا وَمُحِبُّنَا يَنْتَظِرُ الرَّحْمَةَ، وَعَدُوُّنَا وَمُبْغِضُنَا يَنْتَظِرُ السَّطْوَةَ.

سے عمدہ عمدہ لباس حاصل کریں، اور نہ اس میں قیام کی آس لگائیں۔ انھوں نے عذر تمام کرتے ہوئے اپنے پروردگار کا پیغام پہنچا دیا اور ڈراتے ہوئے اُمت کو پند و نصیحت کی، اور خوش خبری سُناتے ہوئے جنّت کی طرف دعوت دی۔

ہم نبوّت کا شجرہ، رسالت کی منزل، ملائکہ کی فرودگاہ، علم کا معدن اور حکمت کا سرچشمہ ہیں۔ ہماری نصرت کرنے والا اور ہم سے محبّت کرنے والا رحمت کے لیے چشم براہ ہے۔ اور ہم سے دُشمنی و عناد رکھنے والے کو قہر الٰہی کا منتظر رہنا چاہیئے۔

۱۰۸- وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ.

إِنَّ أَفْضَلَ مَا تَوَسَّلَ بِهِ الْمُتَوَسِّلُونَ إِلَى اللهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى الْإِيمَانُ بِهِ وَبِرَسُولِهِ وَالْجِهَادُ فِي سَبِيلِهِ، فَإِنَّهُ ذِرْوَةُ الْإِسْلَامِ، وَكَلِمَةُ الْإِخْلَاصِ فَإِنَّهَا الْفِطْرَةُ. وَإِقَامُ الصَّلَاةِ فَإِنَّهَا الْمِلَّةُ. وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ فَإِنَّهَا فَرِيضَةٌ وَاجِبَةٌ. وَصَوْمُ شَهْرِ رَمَضَانَ فَإِنَّهُ جُنَّةٌ مِنَ الْعِقَابِ. وَحَجُّ الْبَيْتِ وَاعْتِمَارُهُ

خطبہ (۱۰۸)

اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈنے والوں کے لیے بہترین وسیلہ اللہ اور اُس کے رسولؐ پر ایمان لانا ہے اور اس کی راہ میں جہاد کرنا کہ وہ اسلام کی سربلند چوٹی ہے اور کلمۂ توحید کہ وہ فطرت (کی آواز) ہے۔ اور نماز کی پابندی کہ وہ عینِ دین ہے۔ اور زکوٰۃ ادا کرنا کہ وہ فرض و واجب ہے اور ماہِ رمضان کے روزے رکھنا، کہ وہ عذاب کی سپر ہیں۔ اور خانۂ کعبہ کا حج و عمرہ بجا لانا کہ وہ فقر کو دُور کرتے اور گناہوں کو دھو دیتے ہیں۔ اور عزیزوں سے حُسنِ سلوک

فَاِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَ
يَرْحَضَانِ الذَّنْبَ۔ وَصِلَةُ
الرَّحِمِ، فَاِنَّهَا مَثْرَاةٌ فِي الْمَالِ
وَمَنْسَأَةٌ فِي الْاَجَلِ۔ وَصَدَقَةُ
السِّرِّ فَاِنَّهَا تُكَفِّرُ الْخَطِيْئَةَ۔
وَصَدَقَةُ الْعَلَانِيَةِ فَاِنَّهَا
تَدْفَعُ مِيْتَةَ السُّوْءِ۔ وَصَنَائِعُ
الْمَعْرُوْفِ فَاِنَّهَا تَقِيْ مَصَارِعَ
الْهَوَانِ۔

اَفِيْضُوْا فِيْ ذِكْرِ اللّٰهِ فَاِنَّهُ
اَحْسَنُ الذِّكْرِ۔ وَارْغَبُوْا فِيْمَا
وَعَدَ الْمُتَّقِيْنَ فَاِنَّ وَعْدَهُ
اَصْدَقُ الْوَعْدِ۔ وَاقْتَدُوْا بِهَدْيِ
نَبِيِّكُمْ فَاِنَّهُ اَفْضَلُ الْهَدْيِ۔
وَاسْتَنُّوْا بِسُنَّتِهٖ فَاِنَّهَا اَهْدَى
السُّنَنِ۔ وَتَعَلَّمُوا الْقُرْاٰنَ
فَاِنَّهُ اَحْسَنُ الْحَدِيْثِ، وَتَفَقَّهُوْا
فِيْهِ فَاِنَّهُ رَبِيْعُ الْقُلُوْبِ، وَ
اسْتَشْفُوْا بِنُوْرِهٖ فَاِنَّهُ شِفَاءُ
الصُّدُوْرِ۔ وَاَحْسِنُوْا تِلَاوَتَهُ
فَاِنَّهُ اَنْفَعُ الْقَصَصِ، فَاِنَّ
الْعَالِمَ الْعَامِلَ بِغَيْرِ عِلْمِهٖ
كَالْجَاهِلِ الْحَائِرِ الَّذِيْ لَا

کرنا کہ وہ مال کی فراوانی، اور عمر کی درازی
کا سبب ہے۔ اور مخفی طور پر خیرات کرنا کہ وہ
گناہوں کا کفّارہ ہے۔ اور کھلم کھلا خیرات
کرنا کہ وہ بُری موت سے بچاتا ہے۔ اور لوگوں
پر احسانات کرنا کہ وہ ذلّت و رسوائی کے مواقع
سے بچاتا ہے۔ اللہ کے ذکر میں بڑھے چلو اس
لیے کہ وہ بہترین ذکر ہے۔ اور اس چیز کے خواہشمند
بنو، کہ جس کا اللہ تعالٰی نے پرہیزگاروں سے وعدہ
کیا ہے اس لیے، کہ اس کا وعدہ سب وعدوں
سے زیادہ سچا ہے۔ نبیؐ کی سیرت کی پیروی کرو
کہ وہ بہترین سیرت ہے۔ اور اُن کی سنّت پر
چلو، کہ وہ سب طریقوں سے بڑھ کر ہدایت کرنے
والی ہے۔ اور قرآن کا علم حاصل کرو، کہ
وہ بہترین کلام ہے اور اس میں غور و فکر
کرو کہ یہ دلوں کی بہار ہے۔ اور اُس کے نور
سے شفا حاصل کرو کہ سینوں (کے اندر چھپی
ہوئی بیماریوں) کے لیے شفا ہے۔ اور اُس کی
خوبی کے ساتھ تلاوت کرو کہ اس کے واقعات
سب واقعات سے زیادہ فائدہ رساں ہیں وہ
عالم جو اپنے علم کے مطابق عمل نہیں کرتا، اس
سرگرداں جاہل کے مانند ہے جو جہالت کی سرمستیوں
سے ہوش میں نہیں آتا بلکہ اس پر (اللہ کی) حجّت
زیادہ ہے اور حسرت و افسوس اس کے لیے لازم و ضروری

يَسْتَفِيقُ مِنْ جَهْلِهِ، بَلِ الْحُجَّةُ عَلَيْهِ أَعْظَمُ، وَالْحَسْرَةُ لَهُ أَلْزَمُ، وَهُوَ عِنْدَ اللهِ أَلْوَمُ۔

ہے، اور اللہ کے نزدیک وہ زیادہ قابلِ ملامت ہے۔

۱۰۹۔ وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي أُحَذِّرُكُمُ الدُّنْيَا فَإِنَّهَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ حُفَّتْ بِالشَّهَوَاتِ وَتَحَبَّبَتْ بِالْعَاجِلَةِ، وَرَاقَتْ بِالْقَلِيلِ، وَتَحَلَّتْ بِالْآمَالِ، وَتَزَيَّنَتْ بِالْغُرُورِ، لَا تَدُومُ حَبْرَتُهَا، وَلَا تُؤْمَنُ فَجْعَتُهَا۔ غَرَّارَةٌ ضَرَّارَةٌ حَائِلَةٌ زَائِلَةٌ۔ نَافِدَةٌ بَائِدَةٌ، أَكَّالَةٌ غَوَّالَةٌ۔ لَا تَعْدُو إِذَا تَنَاهَتْ إِلَى أُمْنِيَّةِ أَهْلِ الرَّغْبَةِ فِيهَا وَالرِّضَاءِ بِهَا أَنْ تَكُونَ كَمَا قَالَ اللهُ تَعَالَى سُبْحَانَهُ: ﴿كَمَاءٍ أَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ فَأَصْبَحَ هَشِيمًا تَذْرُوهُ الرِّيَاحُ وَكَانَ اللهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ مُقْتَدِرًا﴾۔ لَمْ يَكُنْ امْرُؤٌ مِنْهَا فِي حَبْرَةٍ إِلَّا أَعْقَبَتْهُ بَعْدَهَا عَبْرَةً،

خطبہ (۱۰۹)

مَیں تمھیں دُنیا سے ڈراتا ہوں اس لیے کہ شیریں وخوشگوار، تروتازہ وشاداب ہے، نفسانی خواہشیں اس کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے ہیں، وہ اپنی جلد میسّر آجانے والی نعمتوں کی وجہ سے لوگوں کو محبوب ہوتی ہے۔ اور اپنی تھوڑی سی (آرائشوں) سے مشتاق بنا لیتی ہے۔ وہ (جھوٹی) اُمیدوں سے سجی ہوئی، اور دھوکے اور فریب سے بنی سنوری ہوئی ہے۔ نہ اُس کی مسرّتیں دیرپا ہیں اور نہ اس کی ناگہانی مصیبتوں سے مطمئن رہا جاسکتا ہے۔ وہ دھوکے باز، نقصان رساں، ادلنے بدلنے والی فنا ہونے والی، اور مٹ جانے والی ہے، کھا جانے اور ہلاک کردینے والی ہے۔ جب یہ اپنی طرف مائل ہونے والوں اور خوش ہونے والوں کی انتہائی آرزوؤں تک پہنچ جاتی ہے تو بس وہی ہوتا ہے جو اللہ سبحانہ نے بیان کیا ہے۔ (اس دنیاوی زندگی کی مثال ایسی ہے) جیسے وہ پانی جسے ہم نے آسمان سے اُتارا، تو زمین کا سبزہ اُس سے گھُل مِل گیا اور (اچھی طرح پھولا پھلا) پھر سوکھ کر تنکا تنکا ہوگیا، جسے ہوائیں (ادھر سے اُدھر) اُڑائے

وَلَمْ يَلْقَ فِي سَرَّائِهَا بَطْنًا
اِلَّا مَنَحَتْهُ مِنْ ضَرَّائِهَا ظَهْرًا
وَلَمْ تَطُلَّهُ فِيهَا دِيمَةُ رَخَاءٍ
اِلَّا هَتَنَتْ عَلَيْهِ مُزْنَةُ بَلَاءٍ
وَحَرِيٌّ اِذَا اَصْبَحَتْ لَهُ
مُنْتَصِرَةً اَنْ تُمْسِيَ لَهُ
مُتَنَكِّرَةً وَاِنْ جَانِبٌ مِنْهَا
اعْذَوْذَبَ وَاحْلَوْلَى اَمَرَّ مِنْهَا
جَانِبٌ فَاَوْبَى۔ لَا يَنَالُ امْرُؤٌ
مِنْ غَضَارَتِهَا رَغَبًا اِلَّا
اَرْهَقَتْهُ مِنْ نَوَائِبِهَا تَعَبًا۔
وَلَا يُمْسِي مِنْهَا فِي جَنَاحِ
اَمْنٍ اِلَّا اَصْبَحَ عَلَى قَوَادِمِ
خَوْفٍ۔ غَرَّارَةٌ غُرُورٌ مَا
فِيهَا، فَانِيَةٌ فَانٍ مَنْ عَلَيْهَا۔
لَا خَيْرَ فِي شَيْءٍ مِنْ اَزْوَادِهَا
اِلَّا التَّقْوَى۔ مَنْ اَقَلَّ مِنْهَا
اسْتَكْثَرَ مِمَّا يُؤْمِنُهُ۔ وَمَنِ
اسْتَكْثَرَ مِنْهَا اسْتَكْثَرَ مِمَّا
يُوبِقُهُ، وَزَالَ عَمَّا قَلِيلٍ
عَنْهُ۔ كَمْ مِنْ وَاثِقٍ بِهَا فَجَعَتْهُ،
وَذِي طُمَأْنِينَةٍ قَدْ صَرَعَتْهُ۔
وَذِي اُبَّهَةٍ قَدْ جَعَلَتْهُ حَقِيرًا

پھرتی ہیں۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔" جو شخص اس دُنیا
کا عیش و آرام پاتا ہے، تو اس کے بعد اس کے آنسو بھی
بہتے ہیں۔ اور جو شخص دُنیا کی مسرّتوں کا رُخ دیکھتا ہے،
وہ مصیبتوں میں ڈھکیل کر اس کو اپنی بے رُخی بھی دکھاتی
ہے۔ اور جس شخص پر راحت و آرام کی بارش کے ہلکے ہلکے
چھینٹے پڑتے ہیں، اس پر مصیبت و بلا کی دھواں دھار
بارشیں بھی ہوتی ہیں۔ یہ دُنیا ہی کے مناسب حال ہے
کہ صبح کو کسی کی دوست بن کر اس کا (دشمن سے) بدلہ
چکائے اور شام کو یوں ہو جائے کہ گویا کوئی جان پہچان
ہی نہ تھی۔ اگر اس کا ایک جنبہ شیریں و خوشگوار ہے، تو
دوسرا حصّہ تلخ اور بلا انگیز۔ جو شخص بھی دنیا کی ترو تازگی سے
اپنی کوئی تمنّا پوری کرتا ہے، تو وہ اُس پر مصیبتوں کی مشقتیں
بھی لاد دیتی ہے۔ جسے امن و سلامتی کے پروبال پر شام
ہوتی ہے، تو اُسے صبح خوف کے پروں پر ہوتی ہے، وہ
دھوکے باز ہے اور اس کی ہر چیز دھوکا۔ وہ خود بھی فنا ہو جانے
والی ہے، اور اس میں رہنے والا بھی فانی ہے۔ اس کے کسی
زاد میں سوا زادِ تقویٰ کے بھلائی نہیں ہے۔ جو شخص کم
حصّہ لیتا ہے، وہ اپنے لیے راحت کے سامان بڑھا لیتا ہے۔
اور جو دُنیا کو زیادہ سمیٹتا ہے، وہ اپنے لیے تباہ کن چیزوں کا
اضافہ کر لیتا ہے۔ (حالانکہ) اسے اپنے مال و متاع سے بھی
جلد ہی الگ ہونا ہے۔ کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جنھوں نے
دُنیا پر بھروسہ کیا، اور اس نے انھیں مصیبتوں میں ڈال
دیا۔ اور کتنے ہی اس پر اطمینان کیے بیٹھے تھے جنھیں اس نے

وَذِي نَخْوَةٍ قَدْ رَدَّتْهُ ذَلِيلاً.
سُلْطَانُهَا دُوَلٌ، وَعَيْشُهَا رَنِقٌ،
وَعَذْبُهَا أُجَاجٌ وَحُلْوُهَا صَبِرٌ،
وَغِذَاؤُهَا سِمَامٌ، وَأَسْبَابُهَا
رِمَامٌ. حَيُّهَا بِعَرَضِ مَوْتٍ
وَصَحِيحُهَا بِعَرَضِ سُقْمٍ. مُلْكُهَا
مَسْلُوبٌ، وَعَزِيزُهَا مَغْلُوبٌ
وَمَوْفُورُهَا مَنْكُوبٌ. وَجَارُهَا
مَحْرُوبٌ. أَلَسْتُمْ فِي مَسَاكِنِ
مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، أَطْوَلَ أَعْمَاراً،
وَأَبْقَى آثَاراً وَأَبْعَدَ آمَالاً،
وَأَعَدَّ عَدِيداً، وَأَكْثَفَ
جُنُوداً. تَعَبَّدُوا لِلدُّنْيَا أَيَّ
تَعَبُّدٍ، وَآثَرُوهَا أَيَّ إِيثَارٍ.
ثُمَّ ظَعَنُوا عَنْهَا بِغَيْرِ زَادٍ مُبَلِّغٍ
وَلَا ظَهْرٍ قَاطِعٍ فَهَلْ بَلَغَكُمْ
أَنَّ الدُّنْيَا سَخَتْ لَهُمْ نَفْساً
بِفِدْيَةٍ، أَوْ أَعَانَتْهُمْ بِمَعُونَةٍ،
أَوْ أَحْسَنَتْ لَهُمْ صُحْبَةً. بَلْ
أَرْهَقَتْهُمْ بِالْفَوَادِحِ، وَأَوْهَنَتْهُمْ
بِالْقَوَارِعِ، وَضَعْضَعَتْهُمْ بِالنَّوَائِبِ،
وَعَفَّرَتْهُمْ لِلْمَنَاخِرِ، وَوَطِئَتْهُمْ
بِالْمَنَاسِمِ، وَأَعَانَتْ عَلَيْهِمْ

پچھاڑ دیا۔ اور کتنے ہی رعب و طنطنہ والے تھے جنھیں حقیر و
پست بنا دیا۔ اور کتنے ہی نخوت و غرور والے تھے جنھیں
ذلیل کر کے چھوڑا۔ اس کی بادشاہی دست بدست منتقل
ہونے والی چیز، اس کا سرچشمہ گندلا، اس کا خوش گوار پانی
کھاری، اس کی حلاوتیں ایلوا کے مانند تلخ ہیں۔ اس
کے کھانے زہر ہلاہل اور اس کے اسباب و ذرائع کے سلسلے
بودے ہیں۔ زندہ رہنے والا معرض ہلاکت میں ہے اور
تندرست کو بیماریوں کا سامنا ہے۔ اس کی سلطنت
چھن جانے والی، اس کا زبردست زیردست بننے والا،
مال دار بدبختیوں کا ستایا ہوا، اور ہمسایہ لٹا لٹایا ہوا
ہے۔ کیا تم انہی سابقہ لوگوں کے گھروں میں نہیں بستے جو
لمبی عمروں والے، پائدار نشانیوں والے، بڑی بڑی امیدیں
باندھنے والے، زیادہ گنتی و شمار والے اور بڑے لاؤ لشکر
والے تھے؟ وہ دنیا کی کس کس طرح پرستش کرتے رہے
اور اسے آخرت پر کیسا کیسا ترجیح دیتے رہے۔ پھر بغیر کسی
ایسے زاد و راحلہ کے جو انھیں راستہ طے کر کے منزل تک
پہنچاتا، چل دیئے۔ کیا تمھیں کبھی یہ خبر پہنچی ہے کہ دنیا
نے ان کے بدلہ میں کسی فدیہ کی پیش کش کی ہو یا انھیں کوئی
مدد پہنچائی ہو یا اچھی طرح ان کے ساتھ رہی سہی ہو؟ بلکہ
اس نے تو ان پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑے، آفتوں سے
انھیں عاجز و درماندہ کر دیا، اور لوٹ لوٹ کر آنے والی
زحمتوں سے انھیں جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ اور ناک کے بل انھیں
خاک پر پچھاڑ دیا۔ اور اپنے کھروں سے کچل ڈالا۔ اور ان

رَيْبُ الْمَنُوْنِ۔ فَقَدْ رَأَيْتُمْ تَنَكُّرَهَا لِمَنْ دَانَ لَهَا، وَآثَرَهَا وَأَخْلَدَ إِلَيْهَا، حَتّٰى ظَعَنُوْا عَنْهَا لِفِرَاقِ الْأَبَدِ۔ وَهَلْ زَوَّدَتْهُمْ إِلَّا السَّغَبَ، أَوْ أَحَلَّتْهُمْ إِلَّا الضَّنْكَ، أَوْ نَوَّرَتْ لَهُمْ إِلَّا الظُّلْمَةَ، أَوْ أَعْقَبَتْهُمْ إِلَّا النَّدَامَةَ؟ أَفَهٰذِهٖ تُؤْثِرُوْنَ، أَمْ إِلَيْهَا تَطْمَئِنُّوْنَ؟ أَمْ عَلَيْهَا تَحْرِصُوْنَ؟ فَبِئْسَتِ الدَّارُ لِمَنْ لَمْ يَتَّهِمْهَا وَلَمْ يَكُنْ فِيْهَا عَلٰى وَجَلٍ مِنْهَا فَاعْلَمُوْا۔ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ بِأَنَّكُمْ تَارِكُوْهَا وَظَاعِنُوْنَ عَنْهَا۔ وَاتَّعِظُوْا فِيْهَا بِالَّذِيْنَ قَالُوْا "مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً۔" حُمِلُوْا إِلٰى قُبُوْرِهِمْ فَلَا يُدْعَوْنَ رُكْبَانًا، وَأُنْزِلُوْا الْأَجْدَاثَ فَلَا يُدْعَوْنَ ضِيْفَانًا۔ وَجُعِلَ لَهُمْ مِنَ الصَّفِيْحِ أَجْنَانٌ، وَمِنَ التُّرَابِ أَكْفَانٌ، وَمِنَ الرُّفَاتِ جِيْرَانٌ، فَهُمْ جِيْرَةٌ لَا يُجِيْبُوْنَ دَاعِيًا، وَلَا يَمْنَعُوْنَ ضَيْمًا، وَلَا يُبَالُوْنَ مَنْدَبَةً۔ إِنْ

کے خلاف زمانہ کے حوادث کا ہاتھ بٹایا۔ تم نے تو دیکھا ہے کہ جو ذرا دُنیا کی طرف جُھکا اور اسے اختیار کیا اور اس سے لپٹا، تو اس نے (اپنے تیور بدل کر اُن سے کیسی) اجنبیت اختیار کرلی۔ یہاں تک کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس سے جُدا ہو کر چل دیئے، اور اس نے انھیں بھوک کے سوا کچھ زادِ راہ نہ دیا، اور ایک تنگ جگہ کے سوا کوئی ٹھہرنے کا سامان نہ کیا، اور سوا گھُپ اندھیرے کے کوئی روشنی نہ دی اور ندامت کے سوا کوئی نتیجہ نہ دیا۔ تو کیا تم اسی دُنیا کو ترجیح دیتے ہو، یا اسی پر مطمئن ہو گئے ہو، یا اسی پر مرے جارہے ہو؟ جو دُنیا پر بے اعتماد نہ رہے اور اس میں بے خوف و خطر ہو کر رہے، اس کے لیے یہ بہت بُرا گھر ہے۔ جان لو اور حقیقت میں تم جانتے ہی ہو، کہ (ایک نہ ایک دن) تمھیں دُنیا کو چھوڑنا ہے، اور یہاں سے کوچ کرنا ہے۔ ان لوگوں سے عبرت حاصل کرو جو کہا کرتے تھے کہ "ہم سے زیادہ قوت و طاقت میں کون ہے"۔ انھیں لاد کر قبروں تک پہنچایا گیا، مگر اس طرح نہیں کہ انھیں سوار سمجھا جائے۔ اُنھیں قبروں میں اُتار دیا گیا، مگر وہ مہمان نہیں کہلاتے۔ پتھروں سے اُن کی قبریں چُن دی گئیں اور خاک کے کفن ان پر ڈال دیئے گئے اور گلی سڑی ہڈیوں کو اُن کا ہمسایہ بنا دیا گیا ہے۔ وہ ایسے ہمسائے ہیں کہ جو پکارنے والے کو جواب نہیں دیتے۔ اور نہ زیادتیوں کو روک سکتے ہیں اور نہ رونے دھونے والوں کی پروا کرتے ہیں۔ اگر (بادل جھوم کر) اُن پر برسیں،

جِيْدُوْا لَمْ يَفْرَحُوْا، وَاِنْ قُحِطُوْا لَمْ يَقْنَطُوْا. جَمِيْعٌ وَهُمْ اٰحَادٌ، وَجِيْرَةٌ وَهُمْ اَبْعَادٌ. مُتَدَانُوْنَ لَا يَتَزَاوَرُوْنَ، وَقَرِيْبُوْنَ لَا يَتَقَارَبُوْنَ. حُلَمَاءُ قَدْ ذَهَبَتْ اَضْغَانُهُمْ، وَجُهَلَاءُ قَدْ مَاتَتْ اَحْقَادُهُمْ. لَا يُخْشٰى فَجْعُهُمْ، وَلَا يُرْجٰى دَفْعُهُمْ، اسْتَبْدَلُوْا بِظَهْرِ الْاَرْضِ بَطْنًا، وَبِالسَّعَةِ ضِيْقًا، وَبِالْاَهْلِ غُرْبَةً، وَبِالنُّوْرِ ظُلْمَةً. وَجَاءُوْهَا كَمَا فَارَقُوْهَا، حُفَاةً عُرَاةً. قَدْ ظَعَنُوْا عَنْهَا بِاَعْمَالِهِمْ اِلَى الْحَيَاةِ الدَّائِمَةِ وَالدَّارِ الْبَاقِيَةِ، كَمَا قَالَ سُبْحَانَهُ، "كَمَا بَدَاْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهُ، وَعْدًا عَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا فَاعِلِيْنَ"۔

تو خوش نہیں ہوتے۔ اور قحط آئے، تو اُن پر مایوسی نہیں چھا جاتی۔ وہ ایک جگہ ہیں، مگر الگ الگ۔ وہ آپس میں ہمسائے ہیں مگر دُور دُور۔ پاس پاس ہیں مگر میل مُلاقات نہیں۔ قریب قریب ہیں مگر ایک دوسرے کے پاس نہیں پھٹکتے، وہ بردبار بنے ہوئے بےخبر پڑے ہیں۔ اُن کے بغض و عناد ختم ہوگئے۔ اور کینے مٹ گئے۔ نہ ان سے کسی ضرر کا اندیشہ ہے، نہ کسی تکلیف کے دُور کرنے کی توقع ہے۔ انھوں نے زمین کے اُوپر کا حصّہ اندر کے حصّہ سے اور کشادگی اور وسعت تنگی سے، اور گھر بار پردیس سے اور روشنی اندھیرے سے بدل لی ہے۔ اور جس طرح ننگے پیر اور ننگے بدن پیدا ہوئے تھے، ویسے ہی زمین میں (پیوندِ خاک) ہوگئے۔ اور اس دنیا سے صرف عمل لے کر ہمیشہ کی زندگی اور سدا رہنے والے گھر کی طرف کُوچ کر گئے۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ نے فرمایا ہے:۔ "جس طرح ہم نے مخلوقات کو پہلی دفعہ پیدا کیا تھا اسی طرح دوبارہ پیدا کریں گے۔ اس وعدہ کا پُورا کرنا ہمارے ذمّہ ہے اور ہم اسے ضرور پُورا کر کے رہیں گے۔"

---

١١٠ - وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ.
ذَكَرَ فِيْهَا مَلَكَ الْمَوْتِ وَتَوَفِّيَهُ الْاَنْفُسَ.

هَلْ تُحِسُّ بِهٖ اِذَا دَخَلَ مَنْزِلًا؟ اَمْ هَلْ تَرَاهُ اِذَا

خطبہ (۱۱۰)

اس میں ملک الموت اور اس کے رُوح قبض کرنے کا ذکر فرمایا ہے:۔

جب (ملک الموت) کسی گھر میں داخل ہوتا ہے تو کبھی تم اُس کی آہٹ محسوس کرتے ہو؟ یا جب کسی کی

تَوَفّٰى أَحَداً؟ بَلْ كَيْفَ يَتَوَفَّى الْجَنِينَ فِي بَطْنِ أُمِّهِ. أَيَلِجُ عَلَيْهِ مِنْ بَعْضِ جَوَارِحِهَا، أَمِ الرُّوحُ أَجَابَتْهُ بِإِذْنِ رَبِّهَا؟ أَمْ هُوَ سَاكِنٌ مَعَهُ فِي أَحْشَائِهَا؟ كَيْفَ يَصِفُ إِلٰهَهُ مَنْ يَعْجِزُ عَنْ صِفَةِ مَخْلُوقٍ مِثْلِهِ.

روح قبض کرتا ہے، تو کیا تم اسے دیکھتے ہو؟ (حیرت ہے کہ) وہ کس طرح ماں کے پیٹ میں بچے کی روح کو قبض کر لیتا ہے۔ کیا وہ ماں کے جسم کے کسی حصہ سے وہاں تک پہنچتا ہے یا اللہ کے حکم سے روح اس کی آواز پر لبیک کہتی ہوئی بڑھتی ہے یا وہ بچہ کے ساتھ شکمِ مادر میں ٹھہرا ہوا ہے؟ جو اس جیسی مخلوق کے بارے میں بھی کچھ نہ بیان کر سکے، وہ اپنے اللہ کے متعلق کیا بتا سکتا ہے۔

١١١- وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ.

وَأُحَذِّرُكُمُ الدُّنْيَا فَإِنَّهَا مَنْزِلُ قُلْعَةٍ، وَلَيْسَتْ بِدَارِ نُجْعَةٍ. وَقَدْ تَزَيَّنَتْ بِغُرُورِهَا، وَغَرَّتْ بِزِينَتِهَا. دَارٌ هَانَتْ عَلَى رَبِّهَا، فَخَلَطَ حَلَالَهَا بِحَرَامِهَا وَخَيْرَهَا بِشَرِّهَا، وَحَيَاتَهَا بِمَوْتِهَا، وَحُلْوَهَا بِمُرِّهَا. لَمْ يُصْفِهَا اللهُ تَعَالَى لِأَوْلِيَائِهِ، وَلَمْ يَضِنَّ بِهَا عَلَى أَعْدَائِهِ. خَيْرُهَا زَهِيدٌ، وَشَرُّهَا عَتِيدٌ. وَجَمْعُهَا يَنْفَدُ، وَمُلْكُهَا يُسْلَبُ، وَعَامِرُهَا يَخْرَبُ. فَمَا خَيْرُ دَارٍ

خطبہ (۱۱۱)

میں تمہیں دنیا سے خبردار کیے دیتا ہوں کہ یہ ایسے شخص کی منزل ہے جس کے لیے قرار نہیں اور ایسا گھر ہے جس میں آب و دانہ نہیں ڈھونڈا جا سکتا۔ یہ اپنے باطل سے آراستہ ہے اور اپنی آرائشوں سے دھوکا دیتی ہے۔ یہ ایک ایسا گھر ہے جو اپنے رب کی نظروں میں ذلیل و خوار ہے۔ چنانچہ اس نے حلال کے ساتھ حرام اور بھلائیوں کے ساتھ برائیاں اور زندگی کے ساتھ موت اور شیرینیوں کے ساتھ تلخیاں خلط ملط کر دی ہیں اور اپنے دوستوں کے لیے اسے بے غل و غش نہیں رکھا اور نہ دشمنوں کو دینے میں بخل کیا ہے۔ اس کی بھلائیاں بہت ہی کم ہیں اور برائیاں (جہاں چاہو) موجود۔ اس کی جمع پونجی ختم ہو جانے والی اور اس کا ملک چھن جانے والا اور اس کی آبادیاں ویران ہو جانے والی ہیں۔ بھلا اس گھر میں خیر و خوبی ہی کیا ہو سکتی ہے جو مسمار عمارت کی طرح گر جائے، اور اس عمر میں جو زادِ راہ

تُنْقِصُ نَقْصَ الْبِنَاءِ، وَعُمُرٍ
يَفْنَى فِيهَا فَنَاءَ الزَّادِ، وَمُدَّةٍ
تَنْقَطِعُ انْقِطَاعَ السَّيْرِ. اجْعَلُوا
مَا افْتَرَضَ اللهُ عَلَيْكُمْ مِنْ
طَلِبَتِكُمْ، وَاسْأَلُوهُ مِنْ أَدَاءِ
حَقِّهِ مَا سَأَلَكُمْ. وَأَسْمِعُوا دَعْوَةَ
الْمَوْتِ آذَانَكُمْ قَبْلَ أَنْ
يُدْعَى بِكُمْ. إِنَّ الزَّاهِدِينَ
فِي الدُّنْيَا تَبْكِي قُلُوبُهُمْ وَإِنْ
ضَحِكُوا، وَيَشْتَدُّ حُزْنُهُمْ وَ
إِنْ فَرِحُوا، وَيَكْثُرُ مَقْتُهُمْ
أَنْفُسَهُمْ وَإِنِ اغْتَبَطُوا بِمَا
رُزِقُوا. قَدْ غَابَ عَنْ
قُلُوبِكُمْ ذِكْرُ الْآجَالِ، وَ
حَضَرَتْكُمْ كَوَاذِبُ الْآمَالِ.
فَصَارَتِ الدُّنْيَا أَمْلَكَ بِكُمْ
مِنَ الْآخِرَةِ، وَالْعَاجِلَةُ أَذْهَبَ
بِكُمْ مِنَ الْآجِلَةِ، وَإِنَّمَا أَنْتُمْ
إِخْوَانٌ عَلَى دِينِ اللهِ، مَا فَرَّقَ
بَيْنَكُمْ إِلَّا خُبْثُ السَّرَائِرِ، وَسُوءُ
الضَّمَائِرِ. فَلَا تَوَازَرُونَ وَ
لَا تَنَاصَحُونَ، وَلَا تَبَاذَلُونَ
وَلَا تَوَادُّونَ. مَا بَالُكُمْ تَفْرَحُونَ

کی طرح ختم ہو جائے اور اُس مدّت میں جو چلنے پھرنے
کی طرح تمام ہو جائے جن چیزوں کی تمھیں طلب و تلاش
رہتی ہے، ان میں اللہ تعالیٰ کے فرائض کو بھی داخل کر لو۔
اور جو اللہ نے تم سے چاہا ہے، اُسے پورا کرنے کی توفیق
بھی اس سے مانگو۔ موت کا پیغام آنے سے پہلے موت
کی پکار اپنے کانوں کو سُنا دو۔ اس دُنیا میں زاہدوں کے
دل روتے ہیں اگرچہ وہ ہنس رہے ہوں۔ اور ان کا غم
و اندوہ حد سے بڑھا ہوتا ہے اگرچہ ان (کے چہروں)
سے مسرّت ٹپک رہی ہو۔ اور انھیں اپنے نفسوں سے
انتہائی بیر ہوتا ہے اگرچہ اس رزق کی وجہ سے جو انھیں
میسّر ہے، ان پر رشک کیا جاتا ہو۔ تمھارے دلوں سے
موت کی یاد جاتی رہی ہے اور جھوٹی امیدیں (تمھارے
اندر) موجود ہیں۔ آخرت سے زیادہ دنیا تم پر چھائی
ہوئی ہے اور وہ عقبیٰ سے زیادہ تمھیں اپنی طرف کھینچتی
ہے۔ تم دین خدا کے سلسلہ میں ایک دوسرے کے
بھائی بھائی ہو لیکن بدنیتی اور بدباطنی نے تم میں تفرقہ
ڈال دیا ہے۔ نہ تم ایک دوسرے کا بوجھ بٹاتے ہو نہ
باہم پند و نصیحت کرتے ہو نہ ایک دوسرے پر کچھ خرچ
کرتے ہو، نہ تمھیں ایک دوسرے کی چاہت ہے۔
تھوڑی سی دُنیا پا کر خوش ہونے لگتے ہو اور آخرت کے بہت
حصّہ سے بھی محرومی تمھیں غمزدہ نہیں کرتی۔ ذرا سی دُنیا
کا تمھارے ہاتھوں سے نکلنا تمھیں بے چین کر دیتا
ہے یہاں تک کہ بے چینی تمھارے چہروں سے ظاہر

بِالْيَسِيرِ مِنَ الدُّنْيَا تُمْلِكُونَهُ
وَلَا يَحْزُنُكُمُ الْكَثِيرُ مِنَ الْآخِرَةِ
تُحْرَمُونَهُ. وَيُقْلِقُكُمُ الْيَسِيرُ
مِنَ الدُّنْيَا يَفُوتُكُمْ حَتّٰى
يَتَبَيَّنَ ذٰلِكَ فِي وُجُوهِكُمْ
وَقِلَّةِ صَبْرِكُمْ عَمَّا زُوِيَ مِنْهَا
عَنْكُمْ كَأَنَّهَا دَارُ مُقَامِكُمْ۔
وَكَأَنَّ مَتَاعَهَا بَاقٍ عَلَيْكُمْ۔
وَمَا يَمْنَعُ أَحَدَكُمْ أَنْ يَسْتَقْبِلَ
أَخَاهُ بِمَا يَخَافُ مِنْ عَيْبِهِ
إِلَّا مَخَافَةُ أَنْ يَسْتَقْبِلَهُ بِمِثْلِهِ
قَدْ تَصَافَيْتُمْ عَلٰى رَفْضِ الْآجِلِ
وَحُبِّ الْعَاجِلِ، وَصَارَ دِينُ
أَحَدِكُمْ لُعْقَةً عَلٰى لِسَانِهِ۔
صَنِيعَ مَنْ قَدْ فَرَغَ مِنْ عَمَلِهِ
وَأَحْرَزَ رِضَا سَيِّدِهِ۔

ہونے لگتی ہے۔ اور کھوئی ہوئی چیز پر تمھاری بے صبریوں
سے آشکارا ہو جاتی ہے۔ گویا یہ دنیا تمھارا (مستقل)
مقام ہے، اور دنیا کا سازوبرگ ہمیشہ رہنے والا ہے۔
تم میں سے کسی کو بھی اپنے کسی بھائی کا ایسا عیب
اُچھالنے سے کہ جس کے ظاہر ہونے سے ڈرتا ہے صرف
یہ امر مانع ہوتا ہے کہ وہ بھی اس کا ویسا ہی عیب کھول
کر اس کے سامنے رکھ دے گا۔ تم نے آخرت کو ٹھکرانے
اور دُنیا کو چاہنے پر سمجھوتہ کر رکھا ہے۔ تم لوگوں کا
دین تو یہ رہ گیا ہے کہ جیسے ایک دفعہ زبان
سے چاٹ لیا جائے (یعنے صرف زبانی اقرار)
اور تم تو اس شخص کی طرح (مطمئن) ہو چکے ہو
کہ جو اپنے کام دھندوں سے فارغ ہو گیا ہو
اور اپنے مالک کی رضامندی حاصل کر لی ہو۔

١١٢۔ وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْوَاصِلِ الْحَمْدَ
بِالنِّعَمِ وَالنِّعَمَ بِالشُّكْرِ نَحْمَدُهُ
عَلٰى آلَائِهِ كَمَا نَحْمَدُهُ عَلٰى
بَلَائِهِ۔ وَنَسْتَعِينُهُ عَلٰى هٰذِهِ
النُّفُوسِ الْبِطَاءِ عَمَّا

خطبہ (١١٢)

تمام حمد اس اللہ کے لیے ہے جو حمد کا پیوند
نعمتوں سے اور نعمتوں کا سلسلہ شکر سے جوڑنے والا
ہے۔ ہم اس کی نعمتوں پر اُسی طرح حمد کرتے ہیں جس طرح
اس کی آزمائشوں پر ثنا و شکر بجا لاتے ہیں۔ اور ان نفسوں
کے خلاف اس سے مدد مانگتے ہیں کہ جو احکام کے بجالانے

أُمِرْتُ بِهِ، وَالسِّرَاعِ إِلَى مَا نُهِيتُ عَنْهُ. وَنَسْتَغْفِرُهُ مِمَّا أَحَاطَ بِهِ عِلْمُهُ وَأَحْصَاهُ كِتَابُهُ: عِلْمٌ غَيْرُ قَاصِرٍ وَكِتَابٌ غَيْرُ مُغَادِرٍ. وَنُؤْمِنُ بِهِ إِيمَانَ مَنْ عَايَنَ الْغُيُوبَ وَوَقَفَ عَلَى الْمَوْعُودِ، إِيمَاناً نَفَى إِخْلَاصُهُ الشِّرْكَ وَيَقِينُهُ الشَّكَّ وَنَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَنَّ مُحَمَّداً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ شَهَادَتَيْنِ تُصْعِدَانِ الْقَوْلَ وَتَرْفَعَانِ الْعَمَلَ. لَا يَخِفُّ مِيزَانٌ تُوضَعَانِ فِيهِ، وَلَا يَثْقُلُ مِيزَانٌ تُرْفَعَانِ عَنْهُ.

أُوصِيكُمْ عِبَادَ اللهِ بِتَقْوَى اللهِ الَّتِي هِيَ الزَّادُ وَبِهَا الْمَعَادُ: زَادٌ مُبَلِّغٌ وَمَعَادٌ مُنْجِحٌ. دَعَا إِلَيْهَا أَسْمَعُ دَاعٍ، وَوَعَاهَا خَيْرُ وَاعٍ. فَأَسْمَعَ دَاعِيهَا وَفَازَ وَاعِيهَا.

عِبَادَ اللهِ إِنَّ تَقْوَى اللهِ حَمَتْ أَوْلِيَاءَ اللهِ مَحَارِمَهُ، وَأَلْزَمَتْ

میں سُست قدم اور ممنوع چیزوں کی طرف بڑھنے میں تیز گام ہیں اور ان (گناہوں) سے مغفرت چاہتے ہیں کہ جن پر اس کا علم محیط اور نامۂ اعمال حاوی ہے۔ نہ علم کوئی کمی کرنے والا ہے اور نہ نامۂ اعمال کسی کو چھوڑنے والا ہے۔ ہم اس شخص کے مانند ہیں جو اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ جس نے غیب کی چیزوں کو (اپنی آنکھوں سے) دیکھ لیا ہو اور وعدہ کی ہوئی چیزوں سے آگاہ ہو چکا ہو۔ ایسا ایمان کہ جس کے خلوص نے شرک کو اور یقین نے شک کو دُور پھینک دیا ہو۔ اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں جو وحدہٗ لاشریک ہے اور یہ کہ محمّد صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم اس کے عبدؐ اور رسولؐ ہیں۔ یہ دونوں شہادتیں (اچھی) باتوں کو اُونچا اور (نیک) اعمال کو بلند کرتی ہیں۔ جس ترازو میں انھیں رکھ دیا جائے گا اس کا پلّہ ہلکا نہیں ہوگا اور جس میزان سے انھیں الگ کر لیا جائے گا، اس کا پلّہ بھاری نہیں ہو سکتا۔

اے اللہ کے بندو! میں تمھیں اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں۔ اس لیے، کہ یہی تقویٰ زادِ راہ ہے اور اسی کو لے کر پلٹنا ہے۔ یہ زاد (منزل تک) پہنچانے والا اور یہ پلٹنا کامیاب پلٹنا ہے۔ اس کی طرف سب سے بہتر سنانے والے نے دعوت دی، اور بہترین سننے والے نے اسے سن کر محفوظ کر لیا۔ چنانچہ دعوت دینے والے نے سُنا دیا، اور سُننے والا بہرہ اندوز ہو گیا۔ اللہ کے بندو! تقویٰ ہی نے اللہ کے دوستوں کو منہیات سے بچایا ہے اور ان کے

قلوبهم مخافته، حتی اسهرت
لیالیهم، واظمأت هواجرهم
فاخذوا الراحة بالنصب والری
بالظماء. واستقربوا الاجل
فبادروا العمل، وکذبوا الامل
فلاحظوا الاجل، ثم ان الدنیا
دار فناء وعناء وغیر وعبر
فمن الفناء ان الدهر موتر
قوسه، لا تخطئ سهامه، ولا
توسی جراحه. یرمی الحی بالموت
والصحیح بالسقم، والناجی
بالعطب. آکل لا یشبع وشارب
لا ینقع. ومن العناء ان المرء
یجمع ما لا یأکل ویبنی ما لا
یسکن. ثم یخرج الی الله لا مالا
حمل، ولا بناء نقل. ومن غیرها
انك تری المرحوم مغبوطا
والمغبوط مرحوما لیس ذلك
الا نعیما زل، وبؤسا نزل. ومن
عبرها ان المرء یشرف علی
امله فیقتطعه حضور اجله.
فلا امل یدرك ولا مؤمل
یترك، فسبحان الله ما اغر سرورها

دلوں میں خوف پیدا کیا ہے۔ یہاں تک کہ ان کی راتیں
جاگتے اور تپتی ہوئی دوپہریں پیاس میں گزر جاتی ہیں اور
اس تعب و کلفت کے عوض راحت دائمی، اور اس پیاس
کے بدلہ میں تسنیم و کوثر سے سیرابی حاصل کرتے ہیں۔
انھوں نے موت کو قریب سمجھ کر اعمال میں جلدی کی اور امیدوں
کو جھٹلا کر اجل کو نگاہ میں رکھا پھر یہ دُنیا تو فنا اور مشقت
تغیر اور عبرت کی جگہ ہے۔ چنانچہ فنا کرنے کی صورت یہ
ہے کہ زمانہ اپنی کمان کا چلّہ چڑھائے ہوئے ہے جس کے
تیر خطا نہیں کرتے اور نہ اس کے زخموں کا کوئی مداوا ہو سکتا
ہے۔ زندہ پر موت کے، تندرست پر بیماری کے، اور محفوظ پر
ہلاکت کے تیر چلاتا رہتا ہے۔ وہ ایسا کھاؤ ہے کہ سیر
نہیں ہوتا اور ایسا پینے والا ہے کہ اُس کی پیاس بجھتی ہی نہیں
اور رنج و تعب کی صورت یہ ہے کہ انسان مال جمع کرتا
ہے لیکن اس میں سے کھانا اُسے نصیب نہیں ہوتا۔ گھر بناتا
ہے مگر اس میں رہنے نہیں پاتا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف اس
طرح چل دیتا ہے کہ نہ مال ساتھ اُٹھا کر لے جا سکتا ہے اور
نہ گھر ہی ادھر منتقل کر سکتا ہے۔ اور اس کے تغیر کی یہ حالت
ہے کہ تم ایک ایسے شخص کو دیکھتے ہو جس کی حالت قابلِ رحم ہوتی
ہے اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے، اس قابل ہو جاتا ہے کہ اس پر
رشک کھایا جائے۔ اور قابل رشک آدمی کو دیکھتے ہو کہ
چند ہی دنوں میں، اُس کی حالت پر ترس آنے لگتا ہے۔
اس کی یہی وجہ تو ہے کہ اس سے نعمت جاتی رہی، اور اس پر
فقر و افلاس ٹوٹ پڑا۔ اور اس سے عبرت حاصل کرنے کی

وَ اَظْمَأَ رِيِّهَا وَ اَضْحَى فَيْئِهَا۔ لَا جَاءٍ يُرَدُّ، وَلَا مَاضٍ يَرْتَدُّ۔ فَسُبْحَانَ اللهِ مَا اَقْرَبَ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ لِلَحَاقِهِ بِهِ، وَ اَبْعَدَ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ لِانْقِطَاعِهِ عَنْهُ۔

اِنَّهُ لَيْسَ شَيْءٌ بِشَرٍّ مِنَ الشَّرِّ اِلَّا عِقَابُهُ، وَلَيْسَ شَيْءٌ بِخَيْرٍ مِنَ الْخَيْرِ اِلَّا ثَوَابُهُ۔ وَكُلُّ شَيْءٍ مِنَ الدُّنْيَا سَمَاعُهُ اَعْظَمُ مِنْ عِيَانِهِ۔ وَكُلُّ شَيْءٍ مِنَ الْاٰخِرَةِ عِيَانُهُ اَعْظَمُ مِنْ سَمَاعِهِ۔ فَلْيَكْفِكُمْ مِنَ الْعِيَانِ السَّمَاعُ، وَمِنَ الْغَيْبِ الْخَبَرُ۔ وَاعْلَمُوا اَنَّ مَا نَقَصَ مِنَ الدُّنْيَا وَ زَادَ فِي الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ مِمَّا نَقَصَ مِنَ الْاٰخِرَةِ وَ زَادَ فِي الدُّنْيَا۔ فَكَمْ مِنْ مَنْقُوصٍ رَابِحٍ وَ مَزِيدٍ خَاسِرٍ۔ اِنَّ الَّذِي اُمِرْتُمْ بِهِ اَوْسَعُ مِنَ الَّذِي نُهِيتُمْ عَنْهُ۔ وَمَا اُحِلَّ لَكُمْ اَكْثَرُ مِمَّا حُرِّمَ عَلَيْكُمْ۔ فَذَرُوا مَا قَلَّ لِمَا كَثُرَ، وَ مَا ضَاقَ لِمَا اتَّسَعَ۔ قَدْ تَكَفَّلَ لَكُمْ بِالرِّزْقِ وَ اُمِرْتُمْ بِالْعَمَلِ، فَلَا يَكُونَنَّ الْمَضْمُونُ لَكُمْ طَلَبُهُ اَوْلَى

صورت یہ ہے کہ انسان اپنی اُمیدوں کی انتہا تک پہنچنے والا ہی ہوتا ہے کہ موت پہنچ کر امیدوں کے سارے بندھن توڑ دیتی ہے۔ اس طرح نہ اُمیدیں بر آتی ہیں اور نہ اُمیدیں باندھنے والا ہی باقی چھوڑا جاتا ہے۔ اللہ اکبر! اس دُنیا کی مسرت کی فریب کاریاں اور اس کی سیرابی کی تشنہ کامیاں کتنی زیادہ ہیں اور اس کے سایہ میں دھوپ کی شرکت کتنی زیادہ ہے۔ نہ آنے والی موت کو پلٹایا جا سکتا ہے اور نہ جانے والا پلٹ کر آ سکتا ہے۔ سبحان اللہ! زندہ مُردوں سے انہی میں مل جانے کی وجہ سے کتنا قریب ہے اور مُردہ زندوں سے تمام تعلقات کے ٹوٹ جانے کی وجہ سے کس قدر دُور ہے

بیشک کوئی بدی سے بدتر شے نہیں سوا اس کے عذاب کے اور کوئی اچھائی سے اچھی چیز نہیں سوا اس کے ثواب کے دنیا کی ہر چیز کا سُننا اس کے دیکھنے سے عظیم تر ہے۔ مگر آخرت کی ہر شے کا دیکھنا سُننے سے کہیں بڑھا چڑھا ہوا ہے۔ تم اسی سُننے سے اس کی اصلی حالت کا، جو مشاہدہ میں آئے گی اندازہ اور خبر ہی سُن کر اس غیب کی تصدیق کر لو۔ تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ دُنیا کی کمی اور آخرت کا اضافہ عقبیٰ کی کمی اور دُنیا کے اضافے سے کہیں بہتر ہے۔ بہت سے گھاٹا اُٹھانے والے فائدہ میں رہتے ہیں اور بہت سے سمیٹ لینے والے نقصان میں رہتے ہیں جن چیزوں کا خدا نے تم کو حکم دیا ہے (اور تمھارے لیے جائز رکھی ہیں) ان کا دامن اُن چیزوں سے کہیں وسیع ہے جن سے روکا ہے اور حرام کی ہوئی چیزوں سے حلال چیزیں کہیں

بِکُم مِنَ الْمَفْرُوْضِ عَلَیْکُمْ عَمَلُهُ، مَعَ اَنَّهُ وَ اللّٰهِ لَقَدِ اعْتَرَضَ الشَّکُّ وَ دَخِلَ الْیَقِیْنُ حَتّٰی کَاَنَّ الَّذِیْ ضُمِنَ لَکُمْ قَدْ فُرِضَ عَلَیْکُمْ وَ کَاَنَّ الَّذِیْ قَدْ فُرِضَ عَلَیْکُمْ قَدْ وُضِعَ عَنْکُمْ فَبَادِرُوا الْعَمَلَ، وَ خَافُوْا بَغْتَةَ الْاَجَلِ، فَاِنَّهُ لَا یُرْجٰی مِنْ رَجْعَةِ الْعُمُرِ مَا یُرْجٰی مِنْ رَجْعَةِ الرِّزْقِ۔ مَا فَاتَ الْیَوْمَ مِنَ الرِّزْقِ رُجِیَ غَدًا زِیَادَتُهُ۔ وَ مَا فَاتَ اَمْسِ مِنَ الْعُمُرِ لَمْ یُرْجَ الْیَوْمَ رَجْعَتُهُ۔ الرَّجَاءُ مَعَ الْجَائِیْ، وَ الْیَأْسُ مَعَ الْمَاضِیْ۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ۔

زیادہ ہیں۔ لہذا زیادہ چیزوں کی وجہ سے کم چیزوں کو چھوڑ دو اور تنگنائے حرام سے نکل کر حلال کی وسعتوں میں آجاؤ۔ اس نے تمھارے رزق کا ذمّہ لے لیا ہے اور تمھیں اعمال بجالانے کا حکم دیا گیا ہے۔ لہذا جس چیز کا ذمّہ لیا جا چکا ہے اُس کی تلاش و طلب اعمال و فرائض کے بجالانے سے تمھاری نظروں میں مقدم نہ ہونا چاہیے۔ مگر خدا کی قسم! تمھارا طرزِ عمل ایسا ہے کہ دیکھنے والے کو شبہ ہونے لگے۔ اور ایسا معلوم ہو کہ رزق کا حاصل کرنا تو تم پر فرض ہے اور جو واقعی تمھارا فریضہ ہے یعنی واجبات کا بجالانا، وہ تم سے ساقط ہے۔ عمل کی طرف بڑھو اور موت کے اچانک آجانے سے ڈرو۔ اس لیے کہ عمر کے پلٹ کر آنے کی آس نہیں لگائی جا سکتی۔ جبکہ رزق کے پلٹنے کی اُمید ہو سکتی ہے۔ جو رزق ہاتھ نہیں لگا کل اس کی زیادتی کی توقع ہو سکتی ہے۔ اور اُمید نہیں کہ عمر کا گزرا ہوا کل آج پلٹ آئیگا۔ اُمید تو آنے والے کی ہو سکتی ہے۔ اور جو گزر جائے اس سے تو مایوسی ہی ہے اللہ سے ڈرو جتنا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور جب موت آئے تو تمکو بہر صورت

سلمان ہونا چاہیئے

۱۱۳۔ وَ مِنْ خُطْبَةٍ لَهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ۔ فِی الْاِسْتِسْقَاءِ

خطبہ (۱۱۳)

"طلب باراں کے لیے آپؑ کے دعائیہ کلمات"۔

اَللّٰهُمَّ قَدِ انْصَاحَتْ جِبَالُنَا، وَ اغْبَرَّتْ اَرْضُنَا، وَ هَامَتْ دَوَابُّنَا، وَ تَحَیَّرَتْ فِیْ مَرَابِضِهَا، وَ عَجَّتْ عَجِیْجَ الثَّکَالٰی عَلٰۤی اَوْلَادِهَا، وَ مَلَّتِ التَّرَدُّدَ فِیْ مَرَاتِعِهَا، وَ الْحَنِیْنَ اِلٰی مَوَارِدِهَا۔ اَللّٰهُمَّ

بار الٰہا! (خشک سالی سے) ہمارے پہاڑوں کا سبزہ بالکل سوکھ گیا ہے اور زمین پر خاک اڑ رہی ہے۔ ہمارے چوپائے پیاسے ہیں اور اپنے چوپالوں میں بوکھلائے ہوئے پھرتے ہیں اور اس طرح چلا رہے ہیں جس طرح رونے والیاں اپنے بچوں پر بین کرتی ہیں اور اپنی چراگاہوں کے پھیرے کرنے اور تالابوں کی طرف بصد شوق بڑھنے سے عاجز آگئے ہیں۔ پروردگارا! ان

فَارْحَمْ أَنِينَ الْآنَّةِ، وَحَنِينَ
الْحَانَّةِ. اَللّٰهُمَّ فَارْحَمْ حَيْرَتَهَا
فِي مَذَاهِبِهَا، وَأَنِينَهَا فِي مَوَالِجِهَا.
اَللّٰهُمَّ خَرَجْنَا إِلَيْكَ حِينَ اعْتَكَرَتْ
عَلَيْنَا حَدَابِيرُ السِّنِينَ، وَ
أَخْلَفَتْنَا مَخَايِلُ الْجُودِ فَكُنْتَ
الرَّجَاءَ لِلْمُبْتَئِسِ، وَالْبَلَاغَ
لِلْمُلْتَمِسِ. نَدْعُوكَ حِينَ
قَنَطَ الْأَنَامُ وَمُنِعَ الْغَمَامُ. وَ
هَلَكَ السَّوَامُ، أَنْ لَا تُؤَاخِذَنَا
بِأَعْمَالِنَا، وَلَا تَأْخُذَنَا بِذُنُوبِنَا
وَانْشُرْ عَلَيْنَا رَحْمَتَكَ بِالسَّحَابِ
الْمُنْبَعِقِ، وَالرَّبِيعِ الْمُغْدِقِ
وَالنَّبَاتِ الْمُونِقِ. سَحًّا وَابِلًا
تُحْيِي بِهِ مَا قَدْ مَاتَ، وَتَرُدُّ
بِهِ مَا قَدْ فَاتَ. اَللّٰهُمَّ سُقْيًا
مِنْكَ مُحْيِيَةً مُرْوِيَةً، تَامَّةً
عَامَّةً، طَيِّبَةً مُبَارَكَةً، هَنِيئَةً
مَرِيعَةً. زَاكِيًا نَبْتُهَا، ثَامِرًا
فَرْعُهَا، نَاضِرًا وَرَقُهَا، تُنْعِشُ
بِهَا الضَّعِيفَ مِنْ عِبَادِكَ، وَتُحْيِي
بِهَا الْمَيِّتَ مِنْ بِلَادِكَ. اَللّٰهُمَّ
سُقْيًا مِنْكَ تُعْشِبُ بِهَا نِجَادُنَا،

چیخنے والی بکریوں اور ان شوق بھرے لہجے میں پکارنے والے
اونٹوں پر رحم کر۔ خدایا! تو راستوں میں ان کی پریشانی اور
گھروں میں ان کی چیخ پکار پر ترس کھا۔ بارِ خدایا! جبکہ قحط سالی
کے لاغر اور نڈھال اونٹ ہماری طرف پلٹ پڑے ہیں، اور
بظاہر برسنے والی گھٹائیں آ آ کے بن برسے گزر گئیں تو ہم تیری
طرف نکل پڑے ہیں۔ تو ہی دکھ درد کے ماروں کی آس ہے اور تو
ہی التجا کرنے والوں کا سہارا ہے۔ جبکہ لوگ بے آس ہوگئے اور
بادلوں کا اٹھنا بند ہوگیا۔ اور مویشی بے جان ہوگئے تو ہم تجھ سے
دعا کرتے ہیں کہ ہمارے اعمال کی وجہ سے ہماری گرفت نہ کر
اور ہمارے گناہوں کے سبب سے ہمیں (اپنے عذاب میں) نہ
دھر لے۔ اے اللہ! تو دھوآں دار بارشوں والے ابر اور
چھاجوں پانی برسانے والی برکھا رت اور نظروں میں کھپ
جانے والے ہریاول سے اپنے دامانِ رحمت کو ہم پر پھیلا دے،
وہ موسلا دھار اور لگاتار اس طرح برسیں کہ اُن سے مری
ہوئی چیزوں کو تو زندہ کر دے اور گزری ہوئی بہاروں کو
پلٹا دے۔ خدایا! ایسی سیرابی ہو کہ جو (مردہ زمینوں کو) زندہ
کرنے والی، سیراب بنانے والی، اور بھرپور برسنے والی، اور
سب جگہ پھیل جانے والی، اور پاکیزہ و بابرکت اور خوشگوار
و شاداب ہو۔ جس سے نباتات پھلنے پھولنے لگیں، شاخیں
بارآور اور پتے ہرے بھرے ہو جائیں۔ اور جس سے تو اپنے
عاجز و زمین گیر بندوں کو سہارا دے کر اوپر اٹھائے اور اپنے
مردہ شہروں کو زندگی بخش دے۔ اے اللہ! ایسی سیرابی
کہ جس سے ہمارے ٹیلے سبزہ پوش ہو جائیں اور ندی نالے بہہ

وَتُحْيِيْ بِهَا وِهَادُنَا، وَيُخْصِبُ بِهَا جَنَابُنَا، وَتُقْبِلُ بِهَا ثِمَارُنَا وَ تَعِيْشُ بِهَا مَوَاشِيْنَا وَتَنْدَى بِهَا أَقَاصِيْنَا، وَتَسْتَعِيْنُ بِهَا ضَوَاحِيْنَا مِنْ بَرَكَاتِكَ الْوَاسِعَةِ وَعَطَايَاكَ الْجَزِيْلَةِ عَلٰى بَرِيَّتِكَ الْمُرْمِلَةِ، وَوَحْشِكَ الْمُهْمَلَةِ۔ وَأَنْزِلْ عَلَيْنَا سَمَاءً مُخْضِلَةً مِدْرَارًا هَاطِلَةً۔ يُدَافِعُ الْوَدْقُ مِنْهَا الْوَدْقَ، وَيَحْفِزُ الْقَطْرُ مِنْهَا الْقَطْرَ غَيْرَ خُلَّبٍ بَرْقُهَا، وَلَا جَهَامٍ عَارِضُهَا، وَلَا قَزَعٍ رَبَابُهَا، وَلَا شَفَّانٍ ذِهَابُهَا، حَتّٰى يُخْصِبَ لِإِمْرَاعِهَا الْمُجْدِبُوْنَ وَيَحْيٰى بِبَرَكَتِهَا الْمُسْنِتُوْنَ، فَإِنَّكَ تُنْزِلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا، وَتَنْشُرُ رَحْمَتَكَ وَأَنْتَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ۔

سکیں۔ اور آس پاس کے اطراف سرسبز و شاداب ہو جائیں اور پھل نکل آئیں اور چوپائے جی اٹھیں اور دور کی زمینیں بھی تر بتر ہو جائیں۔ اور کھلے میدان بھی اس سے مدد پا سکیں اپنی پھیلنے والی برکتوں اور بڑی بڑی بخششوں سے جو تیری تباہ حال مخلوق اور بغیر چرواہے کے کھلے پھرنے والے حیوانوں پر ہیں۔ ہم پر ایسی بارش ہو، جو پانی سے شرابور کر دینے والی اور موسلا دھار اور لگاتار برسنے والی ہو۔ اس طرح کہ بارشیں بارشوں سے ٹکرائیں اور بوندوں کو تیزی سے ڈھکیلیں (کہ تار بندھ جائے) اس کی بجلی دھوکا دینے والی نہ ہو اور نہ اُفق پر چھا جانے والی گھٹا پانی سے خالی ہو اور نہ سفید ابر کے ٹکڑے بکھرے بکھرے ہوں اور نہ صرف ہوا کے ٹھنڈے جھونکوں والی بوندا باندی ہو کر رہ جائے۔ (یوں برسا کہ) قحط کے مارے ہوئے اس کی سرسبزیوں سے خوشحال ہو جائیں۔ اور خشک سالی کی سختیاں جھیلنے والے اس کی برکتوں سے جی اٹھیں۔ اور تو ہی وہ ہے جو لوگوں کے نا اُمید ہو جانے کے بعد مینہ برساتا ہے اور اپنی رحمت کے دامن پھیلا دیتا ہے۔ اور تو ہی والی و وارث اور (اچھی) صفتوں والا ہے۔

تَفْسِيْرُ مَا فِيْ هٰذِهِ الْخُطْبَةِ مِنَ الْغَرِيْبِ۔

سیّد رضی فرماتے ہیں

قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اِنْصَاحَتْ جِبَالُنَا: أَيْ تَشَقَّقَتْ مِنَ الْمُحُوْلِ، يُقَالُ: اِنْصَاحَ الثَّوْبُ إِذَا انْشَقَّ۔

کہ امیر المؤمنین ؑ کے اس ارشاد "انصاحت جبالنا" کے معنی یہ ہیں کہ پہاڑوں میں قحط سالی سے شگاف پڑ گئے ہیں۔ الضاح الثوب اس وقت کہا جاتا ہے کہ جب کپڑا پھٹ جائے اور انصاح النبت، صاح النبت اور صوح النبت اس وقت

وَ يُقَالُ اَيضًا: اَصَاحَ النَّبتُ وَ صَاحَ وَصَوَّحَ اِذَ جَفَّ وَيَبِسَ۔ وَقَولُهُ:۔ (وَهَامَتْ دَوَابُّنَا) اَی عَطِشَتْ، وَالْهُيَامُ اَلْعَطَشُ۔ وَقَولُهُ:۔ (حَدَابِيرُ السِّنِينَ) جَمعُ حِدْبَارٍ۔ وَهِيَ النَّاقَةُ الَّتِي اَنضَاهَا السَّيرُ، فَشَبَّهَ بِهَا السَّنَةَ الَّتِي فَشَا فِيهَا الجَدْبُ۔ قَالَ ذُوالرُّمَّةِ:

حَدَابِيرُ مَا تَنفَكُّ اِلَّا مُنَاخَةً
عَلَى الخَسفِ اَو نَرمِي بِهَا بَلَدًا قَفرًا

وَقَولُهُ:۔ (وَلَا قَزَعٍ رَبَابُهَا) اَلقَزَعُ اَلقِطَعُ الصِّغَارُ المُتَفَرِّقَةُ مِنَ السَّحَابِ۔ وَقَولُهُ:۔ (وَلَا شَفَّانٍ ذِهَابُهَا) فَاِنَّ تَقدِيرَهُ وَلَاذَاتِ شَفَّانٍ ذِهَابُهَا۔ وَالشَّفَّانُ الرِّيحُ البَارِدَةُ، وَالذِّهَابُ الاَمطَارُ اللَّيِّنَةُ۔ فَحَذَفَ ذَاتَ لِعِلمِ السَّامِعِ بِهِ۔

بولا جاتا ہے کہ جب سبزہ خشک ہو جائے اور بالکل سوکھ جائے۔ اور ھامت دوابنا کے معنی یہ ہیں کہ ہمارے چوپائے پیاسے ہو گئے ہیں۔ ھیام کے معنی پیاس کے ہوتے ہیں۔ اور حدابیر السنین میں حدابیر حدبار کی جمع ہے جس کے معنی اُس اُونٹنی کے ہیں، جسے سفروں نے لاغر اور نڈھال کر دیا ہو۔ چنانچہ حضرت ؑ نے قحط زدہ سال کو اسی سفروں کی ماری ہوئی اونٹنی سے تشبیہ دی ہے۔

(عرب کے شاعر) "ذوالرمہ" نے کہا ہے:۔

یہ لاغر اور کمزور اُونٹنیاں ہیں کہ جو یا تو بس ہر سختی وصعوبت کو جھیل کر اپنی جگہ پر بیٹھی رہتی ہیں۔ اور یا یہ کہ ہم انھیں کسی بے آب وگیاہ جنگل کے سفر میں لے جاتے ہیں تو وہاں جاتی ہیں۔ اور قزع ربابہا میں قزع چھوٹی چھوٹی بکھری ہوئی بدلیوں کو کہتے ہیں۔ اور شفان ذھابہا میں شفان کے معنی ٹھنڈی ہواؤں کے ہیں۔ اور ذھاب ہلکی ہلکی بوندا باندی کو کہتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں والی پھوار۔ اور ذات کی لفظ جس کے معنی "والی" ہوتے ہیں۔ اس جگہ حذف فرما دی ہے۔ اس لیے کہ سُننے والا اسے خود ہی سمجھ سکتا ہے۔

۱۱۴۔ وَمِن خُطبَةٍ لَهُ عَلَيهِ السَّلَامُ۔

خطبہ (۱۱۴)

اَرسَلَهُ دَاعِيًا اِلَى الحَقِّ وَشَاهِدًا عَلَى الخَلقِ۔ فَبَلَّغَ رِسَالَاتِ رَبِّهِ غَيرَ وَانٍ وَلَا مُقَصِّرٍ

اللہ نے آپ کو حق کی طرف بلانے والا اور مخلوق کی گواہی دینے والا بنا کر بھیجا۔ چنانچہ آپ نے اپنے پروردگار کے پیغاموں کو پہنچایا۔ نہ اُس میں کچھ سستی کی نہ کوتاہی۔

وَجَاهَدَ فِي اللهِ أَعْدَاءَهُ غَيْرَ وَاهِنٍ وَلَا مُعَذِّرٍ، إِمَامُ مَنِ اتَّقَى، وَبَصَرُ مَنِ اهْتَدَى.

مِنْهَا: وَلَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ مِمَّا طُوِيَ عَنْكُمْ غَيْبُهُ، إِذاً لَخَرَجْتُمْ إِلَى الصُّعُدَاتِ تَبْكُونَ عَلَى أَعْمَالِكُمْ، وَتَلْتَدِمُونَ عَلَى أَنْفُسِكُمْ، وَلَتَرَكْتُمْ أَمْوَالَكُمْ لَا حَارِسَ لَهَا وَلَا خَالِفَ عَلَيْهَا، وَلَهَمَّتْ كُلَّ امْرِئٍ مِنْكُمْ نَفْسُهُ، لَا يَلْتَفِتُ إِلَى غَيْرِهَا. وَلَكِنَّكُمْ نَسِيتُمْ مَا ذُكِّرْتُمْ، وَأَمِنْتُمْ مَا حُذِّرْتُمْ، فَتَاهَ عَنْكُمْ رَأْيُكُمْ، وَتَشَتَّتَ عَلَيْكُمْ أَمْرُكُمْ. وَلَوَدِدْتُ أَنَّ اللهَ فَرَّقَ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ، وَأَلْحَقَنِي بِمَنْ هُوَ أَحَقُّ بِي مِنْكُمْ. قَوْمٌ وَاللهِ مَيَامِينُ الرَّأْيِ، مَرَاجِيحُ الْحِلْمِ، مَقَاوِيلُ بِالْحَقِّ، مَتَارِيكُ لِلْبَغْيِ. مَضَوْا قُدُماً عَلَى الطَّرِيقَةِ، وَأَوْجَفُوا عَلَى الْمَحَجَّةِ. فَظَفِرُوا بِالْعُقْبَى الدَّائِمَةِ، وَالْكَرَامَةِ الْبَارِدَةِ.

اور اللہ کی راہ میں اس کے دشمنوں سے جہاد کیا جس میں نہ کمزوری دکھائی نہ حیلے بہانے کیے۔ وہ پرہیزگاروں کے امام اور ہدایت پانے والوں (کی آنکھوں) کے لیے بصارت

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے: جو چیزیں تم سے پردۂ غیب میں لپیٹ دی گئی ہیں اگر تم بھی انھیں جان لیتے، جس طرح میں جانتا ہوں، تو بلاشبہ تم اپنی بداعمالیوں پر روتے ہوئے اور اپنے نفسوں کا ماتم کرتے ہوئے اور اپنے مال ومتاع کو بغیر کسی نگہبان اور بغیر کسی نگہداشت کرنیوالے کے یونہی چھوڑ چھاڑ کر کھلے میدانوں میں نکل پڑتے۔ اور ہر شخص کو اپنے ہی نفس کی پڑی ہوتی۔ کسی اور کی طرف متوجہ ہی نہ ہوتا۔ لیکن جو تمھیں یاد دلایا گیا تھا اسے تم بھول گئے اور جن چیزوں سے تمھیں ڈرایا گیا تھا، اس سے تم نڈر ہو گئے۔ اس طرح تمھارے خیالات بھٹک گئے، اور تمھارے سارے امور درہم وبرہم ہو گئے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ میرے اور تمھارے درمیان جدائی ڈال دے، اور مجھے اُن لوگوں سے ملا دے، جو تم سے زیادہ میرے حق دار ہیں۔ خدا کی قسم! وہ ایسے لوگ ہیں، جن کے خیالات مبارک اور عقلیں ٹھوس تھیں۔ وہ کھل کر حق بات کہنے والے اور سرکشی و بغاوت کو چھوڑنے والے تھے وہ قدم آگے بڑھا کر اللہ کی راہ پر ہو لیے، اور سیدھی راہ پر بے کھٹکے دوڑے چلے گئے۔ چنانچہ انھوں نے ہمیشہ رہنے والی آخرت اور عمدہ و پاکیزہ نعمتوں کو پا لیا۔ تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ تم پر بنی ثقیف کا ایک لڑکا تسلط پائے گا۔ وہ دراز قد ہوگا، اور بل

اَمَا وَاللهِ لَيُسَلَّطَنَّ عَلَيْكُمْ غُلَامُ ثَقِيفٍ الذَّيَّالُ الْمَيَّالُ يَأْكُلُ خَضِرَتَكُمْ وَيُذِيبُ شَحْمَتَكُمْ اِيْهٍ اَبَا وَذَحَةَ۔

(اَقُوْلُ:۔ اَلْوَذَحَةُ اَلْخُنْفَسَاءُ وَهٰذَا الْقَوْلُ يُوْمِئُ بِهٖ اِلَى الْحَجَّاجِ، وَلَهٗ مَعَ الْوَذَحَةِ حَدِيْثٌ لَيْسَ هٰذَا مَوْضِعَ ذِكْرِهٖ)

کھا کر چلے گا۔ وہ تمھارے لیے تمام سبزہ زاروں کو چر جائے گا، اور تمھاری چربی (تک) پگھلا دے گا۔ ہاں لے ابو وذحہ کچھ اور!

سید رضی فرماتے ہیں کہ وذحہ کے معنی خنفساء کے ہیں۔ آپ نے اپنے اس ارشاد سے حجاج (ابن یوسف ثقفی) کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس کا خنفساء سے متعلق ایک واقعہ ہے جس کے بیان کرنے کا یہ محل نہیں۔

لے اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ حجاج ایک دن نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوا، تو خنفساء اس کی طرف بڑھا۔ حجاج نے ہاتھ بڑھا کر اُسے روکنا چاہا مگر اس نے اسے کاٹ لیا۔ جس سے اس کے ہاتھ پر ورم آگیا۔ اور آخر اس کے اثر سے اس کی موت واقع ہوئی۔

• ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ وذحہ اس گوبر کو کہتے ہیں جو کسی حیوان کی دُم پر لگا رہ گیا ہو۔ اور اس کنیت سے مقصود اس کی تذلیل ہے۔

۱۱۵۔ وَمِنْ كَلَامٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

خطبہ (۱۱۵)

فَلَا اَمْوَالَ بَذَلْتُمُوْهَا لِلَّذِيْ رَزَقَهَا، وَلَا اَنْفُسَ خَاطَرْتُمْ بِهَا لِلَّذِيْ خَلَقَهَا۔ تَكْرُمُوْنَ بِاللهِ عَلٰى عِبَادِهٖ، وَلَا تُكْرِمُوْنَ اللهَ فِيْ عِبَادِهٖ۔ فَاعْتَبِرُوْا بِنُزُوْلِكُمْ مَنَازِلَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، وَانْقِطَاعِكُمْ عَنْ اَوْصَلِ اِخْوَانِكُمْ۔

جس نے تم کو مال و متاع بخشا ہے اس کی راہ میں تم اُسے صرف نہیں کرتے اور نہ اپنی جانوں کو اس کے لیے خطرہ میں ڈالتے ہو جس نے ان کو پیدا کیا ہے۔ تم نے اللہ کی وجہ سے بندوں میں عزت و آبرو پائی لیکن اس کے بندوں کے ساتھ حسن سلوک کر کے اس کا احترام و اکرام نہیں کرتے۔ جن مکانات میں اگلے لوگ آباد تھے، ان میں اب تم مقیم ہوتے ہو۔ اور قریب سے قریب بھائی گزر جاتے، اور تم رہ جاتے ہو۔ اس سے عبرت حاصل کرو۔

١١٦- وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ-

اَنْتُمُ الْاَنْصَارُ عَلَى الْحَقِّ، وَالْاِخْوَانُ فِي الدِّيْنِ، وَالْجُنَنُ يَوْمَ الْبَاْسِ، وَالْبِطَانَةُ دُوْنَ النَّاسِ- بِكُمْ اَضْرِبُ الْمُدْبِرَ، وَاَرْجُوْ طَاعَةَ الْمُقْبِلِ. فَاَعِيْنُوْنِيْ بِمُنَاصَحَةٍ خَلِيَّةٍ مِنَ الْغِشِّ سَلِيْمَةٍ مِنَ الرَّيْبِ- فَوَاللهِ اِنِّيْ لَاَوْلَى النَّاسِ بِالنَّاسِ.

خطبہ (۱۱۶)

تم حق کے قائم کرنے میں (میرے) ناصر و مددگار ہو، اور دین میں (ایک دوسرے کے) بھائی بھائی ہو۔ اور سختیوں میں (میری) سپر ہو، اور تمام لوگوں کو چھوڑ کر تم ہی میرے رازدار ہو۔ تمھاری مدد سے رُوگردانی کرنے والے پر میں تلوار چلاتا ہوں اور پیشقدمی کرنے والے کی اطاعت کی توقع رکھتا ہوں۔ ایسی خیر خواہی کے ساتھ میری مدد کرو کہ جس میں دھوکا فریب روا نہ ہو، اور شک و بدگمانی کا شائبہ تک نہ ہو اسلیے کہ میں ہی لوگوں (کی امامت) کے لیے سب سے زیادہ اولیٰ و مقدم ہوں۔

١١٧- وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ- وَقَدْ جَمَعَ النَّاسَ وَحَضَّهُمْ عَلَى الْجِهَادِ فَسَكَتُوْا مَلِيًّا-

فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ......

اَمُخْرَسُوْنَ اَنْتُمْ؟ فَقَالَ قَوْمٌ مِنْهُمْ: يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنْ سِرْتَ سِرْنَا مَعَكَ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَا بَالُكُمْ لَا سُدِّدْتُمْ لِرُشْدٍ، وَلَا هُدِيْتُمْ لِقَصْدٍ. اَفِيْ مِثْلِ هٰذَا يَنْبَغِيْ لِيْ اَنْ اَخْرُجَ؟ اِنَّمَا يَخْرُجُ فِيْ مِثْلِ هٰذَا رَجُلٌ مِمَّنْ اَرْضَاهُ مِنْ شُجْعَانِكُمْ وَذَوِيْ بَاْسِكُمْ، وَلَا يَنْبَغِيْ لِيْ

خطبہ (۱۱۷)

امیر المومنین علیہ السلام نے لوگوں کو جمع کیا اور انھیں جہاد پر آمادہ کرنا چاہا تو وہ لوگ دیر تک چپ رہے، تو آپؑ نے فرمایا، تمھیں کیا ہو گیا ہے۔ کیا تم گونگے ہو گئے ہو؟ تو ایک گروہ نے کہا کہ اے امیر المومنینؑ اگر آپ چلیں، تو ہم بھی آپؑ کے ہمراہ چلیں گے۔ جس پر حضرت نے فرمایا:۔

تمھیں کیا ہو گیا ہے۔ تمھیں ہدایت کی توفیق نہ ہو اور نہ سیدھی راہ دیکھنا نصیب ہو۔ کیا ایسے حالات میں میں ہی نکلوں۔ اس وقت تو تمھارے جوانمردوں اور طاقتوروں میں سے جس شخص کو میں پسند کروں گا اُسے جانا چاہیے میرے لیے مناسب نہیں کہ میں لشکر، شہر، بیت المال، زمین کے خراج کی فراہمی، مسلمانوں کے مقدمات کا تصفیہ اور مطالبہ کرنے والوں

أَنْ أَدَعَ الْجُنْدَ وَالْمِصْرَ وَبَيْتَ
الْمَالِ وَجِبَايَةَ الْأَرْضِ وَالْقَضَاءَ
بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ وَالنَّظَرَ فِي حُقُوقِ
الْمُطَالِبِينَ، ثُمَّ أَخْرُجَ فِي كَتِيبَةٍ
أَتْبَعُ أُخْرَى أَتَقَلْقَلُ تَقَلْقُلَ
الْقِدْحِ فِي الْجَفِيرِ الْفَارِغِ، وَإِنَّمَا
أَنَا قُطْبُ الرَّحَى تَدُورُ عَلَيَّ وَ
أَنَا بِمَكَانِي، فَإِذَا فَارَقْتُهُ
اسْتَحَارَ مَدَارُهَا وَاضْطَرَبَ
ثِفَالُهَا هٰذَا لَعَمْرُ اللّٰهِ الرَّأْيُ
السُّوءُ. وَاللّٰهِ لَوْلَا رَجَائِي
الشَّهَادَةَ عِنْدَ لِقَائِي الْعَدُوَّ
وَلَوْ قَدْ حُمَّ لِي لِقَاؤُهُ. لَقَرَّبْتُ
رِكَابِي، ثُمَّ شَخَصْتُ عَنْكُمْ
فَلَا أَطْلُبُكُمْ مَا اخْتَلَفَ جَنُوبٌ
وَشَمَالٌ. إِنَّهُ لَا غَنَاءَ فِي كَثْرَةِ
عَدَدِكُمْ مَعَ قِلَّةِ اجْتِمَاعِ
قُلُوبِكُمْ. لَقَدْ حَمَلْتُكُمْ عَلَى
الطَّرِيقِ الْوَاضِحِ الَّتِي لَا يَهْلِكُ
عَلَيْهَا إِلَّا هَالِكٌ، مَنِ اسْتَقَامَ فَإِلَى
الْجَنَّةِ وَمَنْ زَلَّ فَإِلَى النَّارِ.

کے حقوق کی دیکھ بھال چھوڑ دوں، اور لشکر لیے ہوئے دوسرے
لشکر کے پیچھے نکل کھڑا ہوں۔ اور جس طرح خالی ترکش میں بے
پیکان کا تیر ہلتا جلتا ہے۔ جنبش کھاتا رہوں، میں چکی
کے اندر کا وہ قطب ہوں کہ جس پر وہ گھومتی ہے جب تک
میں اپنی جگہ پر ٹھہرا رہوں۔ اور اگر میں نے اپنا مقام چھوڑ دیا
تو اس کے گھومنے کا دائرہ متزلزل ہو جائے گا۔ اور اس کا
نیچے والا پتھر بھی بے ٹھکانے ہو جائے گا۔ خدا کی قسم! یہ بہت
بُرا مشورہ ہے۔ قسم بخدا! اگر دشمن کا مقابلہ کرنے سے
مجھے شہادت کی امید نہ ہو جبکہ وہ مقابلہ میرے لیے مقدر ہو چکا
ہو، تو میں اپنی سواریوں کو (سوار ہونے کے لیے) قریب
کر لیتا، اور تمھیں چھوڑ چھاڑ کر نکل جاتا۔ اور جب تک جنوبی
وشمالی ہوائیں چلتی رہتیں، تمھیں کبھی طلب نہ
کرتا۔ تمھارے شمار میں زیادہ ہونے سے کیا
فائدہ! جبکہ تم یک دل نہیں ہو پاتے۔ میں نے
تمھیں صحیح راستے پر لگایا ہے، کہ جس پر ایسا
ہی شخص تباہ و برباد ہوگا، جو خود اپنے لیے
ہلاکت کا سامان کیے بیٹھا ہو۔ اور جو اس راہ پر
جما رہے گا وہ جنت کی طرف، اور جو پھسل
جائے گا وہ دوزخ کی جانب بڑھے گا۔

---

۱ جنگ صفین کے بعد جب معاویہ کی فوجوں نے آپ کے مختلف علاقوں پر حملے شروع کر دیئے تو ان کی روک

مقام کے لیے آپ نے عراقیوں سے کہا لیکن انھوں نے ٹالنے کے لیے یہ عذر تراشا کہ اگر آپ فوج کے ہمراہ چلیں، تو ہم بھی چلنے کو تیار ہیں۔ جس پر حضرت نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور اپنی مجبوریوں کو واضح کیا کہ اگر میں چلوں، تو مملکت کا نظم و ضبط برقرار نہیں رہ سکتا۔ اور اس عالم میں کہ دشمن کے حملے چاروں طرف سے شروع ہو چکے ہیں۔ مرکز کو خالی رکھنا مصلحت کے خلاف ہے۔ مگر ان لوگوں سے کیا توقع کی جا سکتی تھی جنھوں نے صفین کی فتح کو شکست سے بدل کر ان حملوں کا دروازہ کھول دیا ہو۔

۱۱۸۔ وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

تَاللّٰهِ لَقَدْ عُلِّمْتُ تَبْلِيغَ الرِّسَالَاتِ، وَإِتْمَامَ الْعِدَاتِ، وَتَمَامَ الْكَلِمَاتِ۔ وَعِنْدَنَا أَهْلَ الْبَيْتِ أَبْوَابُ الْحُكْمِ وَضِيَاءُ الْأَمْرِ۔ أَلَا وَإِنَّ شَرَائِعَ الدِّينِ وَاحِدَةٌ، وَسُبُلَهُ قَاصِدَةٌ۔ مَنْ أَخَذَ بِهَا لَحِقَ وَغَنِمَ، وَمَنْ وَقَفَ عَنْهَا ضَلَّ وَنَدِمَ۔ اعْمَلُوا لِيَوْمٍ تُذْخَرُ لَهُ الذَّخَائِرُ، وَتُبْلَى فِيهِ السَّرَائِرُ۔ وَمَنْ لَا يَنْفَعُهُ حَاضِرُ لُبِّهِ فَعَازِبُهُ عَنْهُ أَعْجَزُ، وَغَائِبُهُ أَعْوَزُ۔ وَاتَّقُوا نَارًا حَرُّهَا شَدِيدٌ، وَقَعْرُهَا بَعِيدٌ، وَحِلْيَتُهَا حَدِيدٌ۔ وَشَرَابُهَا صَدِيدٌ۔ أَلَا وَإِنَّ اللِّسَانَ الصَّالِحَ يَجْعَلُهُ اللّٰهُ تَعَالَى لِلْمَرْءِ فِي النَّاسِ خَيْرٌ لَهُ مِنَ الْمَالِ يُورِثُهُ مَنْ لَا يَحْمَدُهُ۔

خطبہ (۱۱۸)

خدا کی قسم! مجھے پیغاموں کے پہنچانے، وعدوں کے پورا کرنے اور آیتوں کی صحیح تاویل بیان کرنے کا خوب علم ہے اور ہم اہل بیت (نبوت) کے پاس علم و معرفت کے دروازے اور شریعت کی روشن راہیں ہیں۔ آگاہ رہو کہ دین کے تمام قوانین کی روح ایک اور اس کی راہیں سیدھی ہیں۔ جو ان پر ہو لیا، وہ منزل تک پہنچ گیا اور بہرہ یاب ہوا۔ اور جو ٹھہرا رہا۔ وہ گمراہ رہا اور (آخر کار) نادم و پشیمان ہوا۔ اس دن کے لیے عمل کرو کہ جس کے لیے ذخیرے فراہم کیے جاتے ہیں اور جس میں نیتوں کو جانچا جائے گا۔ جسے اپنی ہی عقل فائدہ نہ پہنچائے کہ جو اس کے پاس موجود ہے، تو (دوسروں) کی عقلیں کہ جو اس سے دور اور اوجھل ہیں فائدہ رسانی سے بہت عاجز و قاصر ہوں گی۔ (دوزخ) کی آگ سے ڈرو کہ جس کی تپش تیز اور گہرائی بہت زیادہ ہے اور جہاں پہننے کو لوہے کے زیور اور پینے کو پیپ بھرا لہو ہے۔ ہاں جس شخص کا ذکر خیر لوگوں میں خدا برقرار رکھے وہ اُس کے لیے اس مال سے کہیں بہتر ہے جس کا ایسوں کو وارث بنایا جاتا ہے جو اس کو سراہتے تک نہیں۔

ے اگر انسان جیتے جاگتے اپنے اختیار سے کسی کو کچھ دے جائے تو لینے والا اس کا احسانمند ہوتا ہے لیکن جو مال مجبوری سے چھن جائے، تو چھین لینے والا اپنے کو اس کا زیرِ بارِ احسان نہیں سمجھتا اور نہ اسے سراہتا ہے۔ یہی حالت مرنے والے کی ہوتی ہے کہ اُس کے ورثا یہی سمجھتے ہیں کہ وہ جو کچھ چھوڑ گیا ہے وہ ہمارا حق تھا کہ جو ہمیں ملنا چاہیئے تھا۔ اس میں اس کا احسان ہی کیا کہ اسے سراہا جائے۔ لیکن اسی مال سے اگر وہ کوئی اچھا کام کر جاتا تو دنیا میں اس کا نام بھی رہتا، اور دُنیا والے اُس کی تحسین و آفرین بھی کرتے ؎

خنک کسے کہ پس از وے حدیثِ خیر کنند ۔۔۔ کہ جز حدیث نمے ماند از بنی آدم!

۱۱۹۔ وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

وَقَدْ قَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ:۔ نَهَيْتَنَا عَنِ الْحُكُومَةِ ثُمَّ أَمَرْتَنَا بِهَا فَمَا نَدْرِي أَيُّ الْأَمْرَيْنِ أَرْشَدُ؟ فَصَفَقَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِحْدَى يَدَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى ثُمَّ قَالَ:۔

هٰذَا جَزَاءُ مَنْ تَرَكَ الْعُقْدَةَ۔ أَمَا وَاللّٰهِ لَوْ أَنِّي حِينَ أَمَرْتُكُمْ بِمَا أَمَرْتُكُمْ بِهِ حَمَلْتُكُمْ عَلَى الْمَكْرُوهِ الَّذِي يَجْعَلُ اللّٰهُ فِيهِ خَيْرًا، فَإِنِ اسْتَقَمْتُمْ هَدَيْتُكُمْ، وَإِنِ اعْوَجَجْتُمْ قَوَّمْتُكُمْ، وَإِنْ أَبَيْتُمْ تَدَارَكْتُكُمْ لَكَانَتِ الْوُثْقَى، وَلٰكِنْ بِمَنْ وَإِلَى مَنْ؟ أُرِيدُ أَنْ أُدَاوِيَ بِكُمْ وَأَنْتُمْ دَائِي، كَنَاقِشِ الشَّوْكَةِ بِالشَّوْكَةِ وَهُوَ

خطبہ (۱۱۹)

حضرتؑ کے اصحاب میں سے ایک شخص اُٹھ کر آپؑ کے سامنے آیا اور کہا کہ یا امیر المومنینؑ پہلے تو آپ نے ہمیں تحکیم سے روکا اور پھر اس کا حکم بھی دیدیا۔ نہیں معلوم کہ ان دونوں باتوں میں سے کون سی بات زیادہ صحیح ہے۔ (یہ سُن کر) حضرتؑ نے اپنے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور فرمایا، جس نے عہد وفا کو توڑ دیا ہو اس کی یہی یاداشت ہوا کرتی ہے۔ خدا کی قسم! جب میں نے تمھیں تحکیم کے مان لینے کا حکم دیا تھا۔ اگر اسی امرِ ناگوار (جنگ) پر تمھیں ٹھہرائے رکھتا کہ جس میں اللہ تمھارے لیے بہتری ہی کرتا۔ چنانچہ تم اس پر جمے رہتے، تو میں تمھیں سیدھی راہ پر لے چلتا۔ اگر ٹیڑھے ہوتے تو تمھیں سیدھا کر دیتا۔ اور اگر انکار کرتے تو تمھارا تدارک کرتا، تو بلاشبہہ یہ ایک مضبوط طریق کار ہوتا۔ لیکن کس کی مدد سے، اور کس کے بھروسے پر؟ میں تم سے اپنا چارہ چاہتا تھا اور تم ہی میرا مرض نکلے۔ جیسے کانٹے کو کانٹے سے نکالنے والا کہ

يَعلَمُ اَنَّ ضِلَعَهَا مَعَهَا۔ اَللّٰهُمَّ قَدْ مَلَّتْ اَطِبَّآءُ هٰذَا الدَّآءِ الدَّوِیِّ، وَكَلَّتِ النَّزَعَةُ بِاَشْطَانِ الرَّكِیِّ۔ اَیْنَ الْقَوْمُ الَّذِیْنَ دُعُوْا اِلَی الْاِسْلَامِ فَقَبِلُوْهُ، وَقَرَءُوا الْقُرْاٰنَ فَاَحْكَمُوْهُ۔ وَهِیْجُوْا اِلَی الْقِتَالِ فَوَلِهُوْا وَلَهَ اللِّقَاحِ اِلٰی اَوْلَادِهَا، وَسَلَبُوا السُّیُوْفَ اَغْمَادَهَا۔ وَاَخَذُوْا بِاَطْرَافِ الْاَرْضِ زَحْفًا زَحْفًا وَصَفًّا صَفًّا۔ بَعْضٌ هَلَكَ وَبَعْضٌ نَجَا۔ لَا یُبَشَّرُوْنَ بِالْاَحْیَآءِ، وَلَا یُعَزَّوْنَ عَنِ الْمَوْتٰی۔ مُرْهُ الْعُیُوْنِ مِنَ الْبُكَآءِ خُمْصُ الْبُطُوْنِ مِنَ الصِّیَامِ۔ ذُبُلُ الشِّفَاهِ مِنَ الدُّعَآءِ۔ صُفْرُ الْاَلْوَانِ مِنَ السَّهَرِ۔ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ غَبَرَةُ الْخَاشِعِیْنَ۔ اُولٰٓئِكَ اِخْوَانِی الذَّاهِبُوْنَ۔ فَحَقَّ لَنَا اَنْ نَظْمَاَ اِلَیْهِمْ وَنَعَضَّ الْاَیْدِیَ عَلٰی فِرَاقِهِمْ۔ اِنَّ الشَّیْطَانَ یُسَنِّیْ لَكُمْ طُرُقَهُ، وَیُرِیْدُ اَنْ یَّحُلَّ دِیْنَكُمْ عُقْدَةً عُقْدَةً، وَیُعْطِیَكُمْ بِالْجَمَاعَةِ الْفُرْقَةَ وَبِالْفُرْقَةِ الْفِتْنَةَ فَاصْدِفُوْا

وہ جانتا ہے کہ یہ بھی اسی کی طرف جھکے گا، خدایا اس موذی مرض سے چارہ گر عاجز آگئے ہیں اور اس کنوئیں کی رسّیاں کھینچنے والے تھک کر بیٹھ گئے ہیں۔ وہ لوگ کہاں ہیں کہ جنھیں اسلام کی طرف دعوت دی گئی، تو انھوں نے اسے قبول کر لیا اور قرآن کو پڑھا۔ تو اس پر عمل بھی کیا۔ جہاد کے لیے انھیں اُبھارا گیا، تو اس طرح شوق سے بڑھے جیسے دودھ دینے والی اُونٹنیاں اپنے بچّوں کی طرف۔ انھوں نے تلواروں کو نیاموں سے نکال لیا، اور دستہ بدستہ اور صف بصف بڑھتے ہوئے زمین کے اطراف پر قابو پا لیا۔ (ان میں سے) کچھ مر گئے، کچھ بچ گئے۔ نہ زندہ رہنے والوں کے مژدہ سے وہ خوش ہوتے ہیں اور نہ مرنے والوں کی تعزیت سے متاثّر ہوتے ہیں۔ رونے سے اُن کی آنکھیں سفید، رُوزوں سے اُن کے پیٹ لاغر، دعاؤں سے ان کے ہونٹ خشک اور جاگنے سے اُن کے رنگ زرد ہو گئے تھے اور فروتنی و عاجزی کرنیوالوں کی طرح اُن کے چہرے خاک آلودہ رہتے تھے۔ یہ میرے وہ بھائی تھے، جو (دُنیا سے) گزر گئے۔ اب ہم حق بجانب ہیں اگر ان کی دید کے پیاسے ہوں، اور ان کے فراق میں اپنی بوٹیاں کاٹیں۔ بیشک تمھارے لیے شیطان نے اپنی راہیں آسان کر دی ہیں وہ چاہتا ہے کہ تمھارے دین کی ایک ایک گرہ کھول دے اور تم میں یکجائی کے بجائے پھوٹ ڈلوائے۔ تم اس کے وسوسوں اور جھاڑ پھونک سے منہ

عَنْ نَزَغَاتِہٖ وَ نَفَثَاتِہٖ۔ وَاقْبَلُوا النَّصِیْحَۃَ مِمَّنْ اَھْدَاھَا اِلَیْکُمْ وَاعْقِلُوْھَا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ۔

موڑے رہو۔ اور نصیحت کی پیش کش کرنے والے کا ہدیہ قبول کرو، اور اپنے نفسوں میں اس کی گرہ باندھ لو۔

---

۱۵ امیر المؤمنینؑ کے پرچم کے نیچے جنگ کرنے والے گو آپؑ ہی کی جماعت میں شمار ہوتے تھے مگر جن کی آنکھوں میں آنسو، چہروں پر زردی، زبانوں پر قرآنی نغمے، دلوں میں ایمانی ولولے، پیروں میں ثبات و قرار روح میں عزم و ہمت اور نفس میں صبر و استقامت کا جوہر ہوتا تھا، انہی کو صحیح معنوں میں شیعیان علی کہا جا سکتا ہے۔ اور یہی وہ لوگ تھے، جن کی جدائی میں امیر المؤمنین کے دل کی بیتا بیان آہ بن کر زبان سے نکل رہی ہیں، اور آتش فراق کے لوکے قلب و جگر کو پھونکے دے رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ تھے جو دیوانہ وار موت کی طرف لپکتے تھے، اور بچ رہنے پر انھیں مسرت و شادمانی نہ ہوتی تھی۔ بلکہ ان کے دل کی آواز یہ ہوتی تھی، کہ

شرمندہ ماندہ ایم کہ چرا زندہ ماندہ ایم

جس انسان میں ان صفات کی تھوڑی بہت جھلک ہو گی، وہی متشیع آل محمد (علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام)، اور شیعۂ علی علیہ السلام کہلا سکتا ہے۔ ورنہ یہ ایک ایسا لفظ ہو گا جو اپنے معنی کو کھو چکا ہو اور بے محل استعمال ہونے کی وجہ سے اپنی عظمت کو گنوا چکا ہو۔ چنانچہ روایت میں ہے کہ امیر المؤمنینؑ نے ایک جماعت کو اپنے دروازہ پر دیکھا، تو قنبر سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ قنبر نے کہا یا امیر المؤمنینؑ یہ آپ کے شیعہ ہیں۔ یہ سنکر حضرتؑ کی پیشانی پر بل آیا، اور فرمایا مالی ولا اری فیھم سیماء الشیعۃ "کیا وجہ ہے کہ یہ شیعہ کہلاتے ہیں، اور ان میں شیعوں کی کوئی بھی علامت نظر نہیں آتی"۔ اس پر قنبر نے دریافت کیا کہ شیعوں کی علامت کیا ہوتی ہے؟ تو حضرتؑ نے جواب میں فرمایا۔

خمص البطون من الطوی یبس الشفاہ من الظماء عمش العیون من البکاء

بھوک سے ان کے پیٹ لاغر، پیاس سے ان کے ہونٹ خشک اور رونے سے اُن کی آنکھیں بے رونق ہو گئی ہوتی ہیں۔

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خطبہ نمبر ۱۲۰

قَالَهُ لِلْخَوَارِجِ وَقَدْ خَرَجَ إِلَى مُعَسْكَرِهِمْ وَهُمْ مُقِيمُونَ عَلَى إِنْكَارِ الْحُكُومَةِ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

أَكُلُّكُمْ شَهِدَ مَعَنَا صِفِّينَ؟ فَقَالُوا: مِنَّا مَنْ شَهِدَ وَمِنَّا مَنْ لَمْ يَشْهَدْ: قَالَ فَامْتَازُوا فِرْقَتَيْنِ فَلْيَكُنْ مَنْ شَهِدَ صِفِّينَ فِرْقَةً وَمَنْ لَمْ يَشْهَدْهَا فِرْقَةً حَتَّى أُكَلِّمَ كُلًّا مِنْكُمْ بِكَلَامِهِ وَنَادَى النَّاسَ فَقَالَ: أَمْسِكُوا عَنِ الْكَلَامِ، وَأَنْصِتُوا لِقَوْلِي، وَأَقْبِلُوا بِأَفْئِدَتِكُمْ إِلَيَّ، فَمَنْ نَشَدْنَاهُ شَهَادَةً فَلْيَقُلْ بِعِلْمِهِ فِيهَا: ثُمَّ كَلَّمَهُمْ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِكَلَامٍ طَوِيلٍ (مِنْهُ)

جب خوارج تحکیم کے نہ ماننے پر اڑ گئے، تو حضرت ان کے پڑاؤ کی طرف تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا:

کیا تم سب کے سب ہمارے ساتھ صفین میں موجود تھے؟ انھوں نے کہا کہ ہم میں سے کچھ تھے اور کچھ نہیں تھے تو حضرت نے فرمایا۔ کہ پھر تم دو گروہوں میں الگ الگ ہو جاؤ ایک وہ جو صفین میں موجود تھا اور ایک وہ جو وہاں موجود نہ تھا، تاکہ میں ہر ایک سے جو گفتگو اس سے مناسب ہو وہ کروں اور لوگوں سے پکار کر کہا:۔ کہ بس اب (آپس میں) بات چیت نہ کرو۔ اور خاموشی سے میری بات سنو اور دل سے توجہ کرو اور جس سے ہم گواہی طلب کریں وہ اپنے علم کے مطابق (جوں کی توں) گواہی دے پھر حضرت نے ان لوگوں سے ایک طویل گفتگو فرمائی۔

أَلَمْ تَقُولُوا عِنْدَ رَفْعِهِمُ الْمَصَاحِفَ حِيلَةً وَغِيلَةً وَمَكْرًا وَخَدِيعَةً:۔ إِخْوَانُنَا وَأَهْلُ دَعْوَتِنَا، اسْتَقَالُونَا وَاسْتَرَاحُوا إِلَى

من جملہ اس کے یہ فرمایا کہ جب ان لوگوں نے حیلہ و مکر اور جعل و فریب سے قرآن (نیزوں پر) اٹھائے تھے تو کیا تم نے نہیں کہا تھا کہ۔

وہ ہمارے بھائی بند اور ہمارے ساتھ اسلام کی دعوت قبول کرنے والے ہیں، اب چاہتے ہیں کہ ہم جنگ

كتاب الله سبحانه، فالرّأي
القبول منهم والتّنفيس عنهم
فقلت لكم: هذا أمر ظاهره
إيمان، وباطنه عدوان، و
أوّله رحمة، وآخره ندامة.
فأقيموا على شأنكم، والزموا
طريقتكم، وعضّوا على الجهاد
بنواجذكم، ولا تلتفتوا إلى
ناعق نعق: إن أجيب أضلّ
وإن ترك ذلّ. وقد كانت
هذه الفعلة، وقد رأيتكم
أعطيتموها. والله لئن أبيتها
ما وجبت عليّ فريضتها، و
لا حمّلني الله ذنبها. ووالله
إن جئتها إنّي للمحقّ الّذي
يتّبع، وإنّ الكتاب لمعي.
ما فارقته مذ صحبته. فلقد
كنّا مع رسول الله صلى الله عليه و
آله، وإنّ القتل ليدور
على الآباء والأبناء والإخوان
والقرابات، فما نزداد
على كلّ مصيبة وشدّة إلّا
إيماناً، ومضيّاً على الحقّ،

سے ہاتھ اٹھالیں اور وہ اللہ سبحانہ کی کتاب پر سمجھوتہ کے
لیے ٹھہر گئے ہیں۔ صحیح رائے یہ ہے کہ ان کی بات
مان لی جائے اور ان کی گلو خلاصی کی جائے تو میں نے
تم سے کہا تھا کہ اس چیز کے باہر ایمان اور اندر کینہ و عناد
ہے اس کی ابتدا شفقت و مہربانی اور نتیجہ ندامت و پشیمانی
ہے لہٰذا تم اپنے رویہ پر ٹھہرے رہو اور اپنی راہ پر مضبوطی
سے جمے رہو۔ اور جہاد کے لیے اپنے دانتوں کو بھینچ لو
اور اس چلانے والے کی طرف دھیان نہ دو کہ اگر اس
کی آواز پر لبیک کہی گئی تو یہ گمراہ کرے گا اور اگر اسے
یونہی رہنے دیا جائے تو ذلیل ہو کر رہ جائے گا (لیکن)
جب تحکیم کی صورت انجام پا گئی تو میں تمہیں دیکھ رہا
تھا کہ تم ہی اس پر رضامندی دینے والے تھے۔ خدا کی قسم
اگر میں نے اس سے انکار کر دیا ہوتا تو مجھ پر اس کا کوئی فریضہ
واجب نہ ہوتا اور نہ اللہ مجھ پر اس (کے ترک) کا گناہ عائد
کرتا اور قسم بخدا اگر میں اس کی طرف بڑھتا تو اس صورت
میں بھی میں ہی وہ حق پرست ہوں جس کی پیروی کی جانا
چاہیے اور کتاب خدا میرے ساتھ ہے اور جب
سے میرا اس کا ساتھ ہوا ہے میں اس سے الگ نہیں
ہوا۔ ہم (جنگوں میں) رسول اللہ صلے اللہ علیہ و
آلہ کے ساتھ تھے۔ اور قتل ہونے والے وہی تھے جو
ایک دوسرے کے باپ، بیٹے، بھائی اور رشتہ دار
ہوتے تھے لیکن ہر مصیبت اور سختی میں ہمارا ایمان بڑھتا
تھا اور حق کی پیروی اور دین کی اطاعت میں زیادتی ہوتی

وَتَسْلِيمًا لِلْأَمْرِ وَصَبْرًا عَلٰى مَضَضِ الْجِرَاحِ، وَلٰكِنَّا إِنَّمَا أَصْبَحْنَا نُقَاتِلُ إِخْوَانَنَا فِي الْإِسْلَامِ عَلٰى مَا دَخَلَ فِيهِ مِنَ الزَّيْغِ وَالْاِعْوِجَاجِ وَالشُّبْهَةِ وَالتَّأْوِيلِ، فَإِذَا طَمِعْنَا فِي خَصْلَةٍ يَلُمُّ اللّٰهُ بِهَا شَعَثَنَا وَنَتَدَانٰى بِهَا إِلَى الْبَقِيَّةِ فِيمَا بَيْنَنَا رَغِبْنَا فِيهَا وَأَمْسَكْنَا عَمَّا سِوَاهَا۔

اور زخموں کی ٹیسوں پر صبر میں اضافہ ہوتا تھا۔ مگر اب ہم کو ان لوگوں سے کہ جو اسلام کی رُو سے ہمارے بھائی کہلاتے ہیں جنگ کرنا پڑ گئی ہے، چونکہ (ان کی وجہ سے) اس میں گمراہی کجی، شبہات اور غلط سلط تاویلات داخل ہو گئے ہیں تو جب ہمیں کوئی ایسا ذریعہ نظر آئے کہ جس سے (ممکن ہے) اللہ ہماری پریشانیوں کو دُور کرے اور اس کی وجہ سے ہمارے درمیان جو باقی ماندہ (لگاؤ) رہ گیا ہے اس کی طرف بڑھتے ہوئے ایک دوسرے سے قریب ہوں تو ہم اسی کے خواہشمند رہیں گے اور کسی دوسری صورت سے جو اس کے خلاف ہو ہاتھ روک لیں گے۔

لے ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ یہ خطبہ تین ایسے ٹکڑوں پر مشتمل ہے جو ایک دوسرے سے غیر مرتبط ہیں۔ چونکہ علامہ سید رضی حضرت کے خطبوں کا کچھ حصہ منتخب کرتے تھے اور کچھ درج نہ کرتے تھے جس سے سلسلۂ کلام ٹوٹ جاتا تھا اور ربط برقرار نہ رہتا تھا۔ چنانچہ ایک ٹکڑا ان ترک ذلّ پر اور دوسرا وصبرا علی مضض الجراح پر ختم ہوتا ہے اور تیسرا آخر کلام تک ہے۔

لے اس سے معاویہ یا عمرو بن عاص مراد ہے۔

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خطبہ نمبر ۱۲۱

قَالَهُ لِأَصْحَابِهِ فِي سَاحَةِ الْحَرْبِ: وَأَيُّ امْرِئٍ مِنْكُمْ أَحَسَّ مِنْ نَفْسِهِ رَبَاطَةَ جَأْشٍ عِنْدَ اللِّقَاءِ، وَرَأَى مِنْ أَحَدٍ مِنْ إِخْوَانِهِ فَشَلًا فَلْيَذُبَّ عَنْ أَخِيهِ بِفَضْلِ نَجْدَتِهِ

جنگ کے میدان میں اپنے اصحاب سے فرمایا:۔

تم میں سے جو شخص بھی جنگ کے موقع پر اپنے دل میں حوصلہ و دلیری محسوس کرے اور اپنے کسی بھائی سے کمزوری کے آثار دیکھے تو اسے چاہیے کہ اپنی شجاعت کی برتری کے ذریعے جس کے لحاظ سے وہ اس پر فوقیت رکھتا ہے اس

الَّتِی فَضَلَ بِهَا عَلَیْهِ کَمَا یَذُبُّ عَنْ نَفْسِهٖ، فَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهٗ مِثْلَهٗ۔ اِنَّ الْمَوْتَ طَالِبٌ حَثِیْثٌ لَا یَفُوْتُهُ الْمُقِیْمُ وَلَا یُعْجِزُهُ الْهَارِبُ اِنَّ اَکْرَمَ الْمَوْتِ الْقَتْلُ وَالَّذِیْ نَفْسُ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ بِیَدِهٖ لَاَلْفُ ضَرْبَةٍ بِالسَّیْفِ اَهْوَنُ عَلَیَّ مِنْ مِّیْتَةٍ عَلَی الْفِرَاشِ۔

وَمِنْ کَلَامٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَکَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلَیْکُمْ تَکِشُّوْنَ کَشِیْشَ الضِّبَابِ، لَا تَاْخُذُوْنَ حَقًّا وَّلَا تَمْنَعُوْنَ ضَیْمًا۔ قَدْ خُلِّیْتُمْ وَالطَّرِیْقَ فَالنَّجَاةُ لِلْمُقْتَحِمِ وَالْهَلَکَةُ لِلْمُتَلَوِّمِ۔

سے دشمنوں کو اسی طرح دور کرے جیسے انھیں اپنے سے دور ہٹاتا ہے۔ اس لیے کہ اگر اللہ چاہے تو اسے بھی ویسا ہی کر دے۔ بیشک موت تیزی سے ڈھونڈھنے والی ہے نہ ٹھہرنے والا اس سے بچ کر نکل سکتا ہے اور نہ بھاگنے والا اسے عاجز کر سکتا ہے۔ بلاشبہ قتل ہونا عزت کی موت ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں ابن ابی طالب کی جان ہے۔ کہ بستر پر اپنی موت مرنے سے تلوار کے ہزاروں وار کھانا مجھے آسان ہے۔

اسی خطبہ کا ایک حصہ یہ ہے) گویا میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم (شکست و ہزیمت کے وقت) اس طرح کی آوازیں نکال رہے ہو جس طرح سوسماروں کے اژدہام کے وقت ان کے جسموں کے رگڑ کھانے کی آواز ہوتی ہے۔ نہ تم اپنا حق لیتے ہو اور نہ توہین آمیز زیادتیوں کی روک تھام کر سکتے ہو۔ تمھیں راستے پر کھلا چھوڑ دیا گیا ہے۔ نجات اس کے لیے ہے کہ جو اپنے کو جنگ میں جھونک دے اور جو سوچتا ہی رہ جائے اس کے لیے ہلاکت و تباہی ہے۔

وَمِنْ کَلَامٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ

خطبہ نمبر ۱۲۲

فِیْ حَثِّ اَصْحَابِهٖ عَلَی الْقِتَالِ فَقَدِّمُوا الدَّارِعَ، وَاَخِّرُوا الْحَاسِرَ وَعَضُّوْا عَلَی الْاَضْرَاسِ، فَاِنَّهٗ اَنْبٰی لِلسُّیُوْفِ عَنِ الْهَامِ، وَالْتَوُوْا فِیْ اَطْرَافِ الرِّمَاحِ فَاِنَّهٗ اَمْوَرُ لِلْاَسِنَّةِ، وَغُضُّوا الْاَبْصَارَ فَاِنَّهٗ اَرْبَطُ لِلْجَاْشِ وَاَسْکَنُ لِلْقُلُوْبِ

اپنے اصحاب کو جنگ پر آمادہ کرنے کے لیے فرمایا۔ زرہ پوش کو آگے رکھو اور بے زرہ کو پیچھے کر دو اور دانتوں کو بھینچ لو کہ اس سے تلواریں سروں سے اچٹ جاتی ہیں۔ اور نیزوں کی انیوں کو پہلو بدل کر خالی دیا کرو کہ اس سے اُن کے رُخ پلٹ جاتے ہیں آنکھیں جھکائے رکھو اس سے حوصلہ مضبوط رہتا ہے اور دل ٹھہرے رہتے ہیں اور آوازوں کو بلند نہ کرو کہ اس سے بزدلی دور رہتی ہے

وَأَمِيتُوا الْأَصْوَاتَ فَإِنَّهُ أَطْرَدُ
لِلْفَشَلِ۔ وَرَايَتَكُمْ فَلَا تُمِيلُوهَا
وَلَا تُخِلُّوهَا، وَلَا تَجْعَلُوهَا إِلَّا
بِأَيْدِي شُجْعَانِكُمْ وَالْمَانِعِينَ
الذِّمَارَ مِنْكُمْ، فَإِنَّ الصَّابِرِينَ
عَلَى نُزُولِ الْحَقَائِقِ هُمُ الَّذِينَ
يَحُفُّونَ بِرَايَاتِهِمْ وَيَكْتَنِفُونَهَا
حِفَافَيْهَا وَوَرَاءَهَا وَأَمَامَهَا
وَلَا يَتَأَخَّرُونَ عَنْهَا فَيُسْلِمُوهَا،
وَلَا يَتَقَدَّمُونَ عَلَيْهَا فَيُفْرِدُوهَا
أَجْزَأَ امْرُؤٌ قِرْنَهُ، وَآسَى أَخَاهُ
بِنَفْسِهِ وَلَمْ يَكِلْ قِرْنَهُ إِلَى أَخِيهِ
فَيَجْتَمِعَ عَلَيْهِ قِرْنُهُ وَقِرْنُ
أَخِيهِ:۔ وَايْمُ اللهِ لَئِنْ فَرَرْتُمْ مِنْ
سَيْفِ الْعَاجِلَةِ لَا تَسْلَمُوا مِنْ
سَيْفِ الْآخِرَةِ:۔ وَأَنْتُمْ لَهَامِيمُ
الْعَرَبِ وَالسَّنَامُ الْأَعْظَمُ إِنَّ
فِي الْفِرَارِ مَوْجِدَةَ اللهِ، وَالذُّلَّ
اللَّازِمَ وَالْعَارَ الْبَاقِيَ: وَإِنَّ الْفَارَّ
لَغَيْرُ مَزِيدٍ فِي عُمُرِهِ وَلَا مَحْجُوزٍ
بَيْنَهُ وَبَيْنَ يَوْمِهِ الرَّائِحُ إِلَى
اللهِ كَالظَّمْآنِ يَرِدُ الْمَاءَ الْجَنَّةُ
تَحْتَ أَطْرَافِ الْعَوَالِي۔ الْيَوْمَ تُبْلَى

اور اپنا جھنڈا سرنگوں نہ ہونے دو اور نہ اسے اکیلا
چھوڑو۔ اسے اپنے جوانمردوں اور عزت کے پاسبانوں
کے ہاتھوں ہی میں رکھو، چونکہ مصیبتوں کے ٹوٹ پڑنے پر
وہی لوگ صبر کرتے ہیں جو اپنے جھنڈوں کے گرد گھیرا
ڈال کر دائیں بائیں اور آگے پیچھے سے اس کا احاطہ کر لیتے
ہیں وہ پیچھے نہیں ہٹتے کہ اسے دشمنوں کے ہاتھوں میں
سونپ دیں اور نہ آگے بڑھ جاتے ہیں کہ اسے اکیلا چھوڑ دیں
ہر شخص اپنے مدِ مقابل سے خود نپٹے اور دل و جان سے
اپنے بھائی کی بھی مدد کرے اور اپنے حریف کو کسی اور
بھائی کے حوالے نہ کرے کہ یہ اور اس کا حریف ایکا کر کے
اس پر ٹوٹ پڑیں۔ خدا کی قسم تم اگر دنیا کی تلوار
سے بھاگے تو آخرت کی تلوار سے نہیں بچ سکتے
تم تو عرب کے جواں مرد اور سربلند لوگ ہو (یاد رکھو کہ)
بھاگنے میں اللہ کا غضب اور نہ مٹنے والی رسوائی اور
ہمیشہ کے لیے ننگ و عار ہے بھاگنے والا اپنی عمر بڑھا نہیں
لیتا اور نہ اس میں اور اس کی موت کے دن میں کوئی چیز
حائل ہو جاتی ہے اللہ کی طرف جانے والا ایسا ہے جیسے کوئی پیاسا
پانی تک پہنچ جائے۔ جنت نیزوں کی انیوں کے نیچے ہے آج
حالات پرکھ لیے جائیں گے۔ خدا کی قسم میں ان دشمنوں سے دو
بدو ہو کر لڑنے کا اس سے زیادہ مشتاق ہوں جتنا یہ اپنے گھروں
کو پلٹنے کے مشتاق ہوں گے۔ خداوندا! اگر یہ حق کو ٹھکرا دیں
تو ان کے جتھے کو توڑ دے اور انہیں ایک آواز پر جمع نہ ہونے
دے اور ان کے گناہوں کی پاداش میں انہیں تباہ و برباد

الْأَخْبَارُ:۔ وَاللّٰهِ لَأَنَا أَشْوَقُ إِلَىٰ لِقَائِهِمْ مِنْهُمْ إِلَىٰ دِيَارِهِمْ: اَللّٰهُمَّ فَإِنْ رَدُّوا الْحَقَّ فَافْضُضْ جَمَاعَتَهُمْ وَشَتِّتْ كَلِمَتَهُمْ، وَأَبْسِلْهُمْ بِخَطَايَاهُمْ، إِنَّهُمْ لَنْ يَزُولُوا عَنْ مَوَاقِفِهِمْ دُونَ طَعْنٍ دِرَاكٍ، يَخْرُجُ مِنْهُ النَّسِيمُ، وَضَرْبٍ يَفْلِقُ الْهَامَ وَيُطِيحُ الْعِظَامَ، وَيُنْدِرُ السَّوَاعِدَ وَالْأَقْدَامَ: وَحَتَّىٰ يُرْمَوْا بِالْمَنَاسِرِ تَتْبَعُهَا الْمَنَاسِرُ: وَيُرْجَمُوا بِالْكَتَائِبِ تَقْفُوهَا الْحَلَائِبُ: وَحَتَّىٰ يُجَرَّ بِبِلَادِهِمُ الْخَمِيسُ، يَتْلُوهُ الْخَمِيسُ، وَحَتَّىٰ تَدْعَقَ الْخُيُولُ فِي نَوَاحِرِ أَرْضِهِمْ، وَبِأَعْنَانِ مَسَارِبِهِمْ وَمَسَارِحِهِمْ (اقول) الدَّعْقُ:۔ الدَّقُّ، أَيْ تَدُقُّ الْخُيُولُ بِحَوَافِرِهَا أَرْضَهُمْ وَنَوَاحِرُ أَرْضِهِمْ مُتَقَابِلَاتُهَا. يُقَالُ: مَنَازِلُ بَنِي فُلَانٍ تَتَنَاحَرُ، أَيْ تَتَقَابَلُ۔

کر یہ اپنے موقف (شر و فساد) سے اس وقت تک ہٹنے والے نہیں جب تک تابڑ توڑ نیزوں کے ایسے وار نہ ہوں کہ جس سے زخموں کے منھ اس طرح کھل جائیں کہ ہوا کے جھونکے گزر سکیں۔ اور تلواروں کی ایسی چوٹیں نہ پڑیں کہ جو سروں کو شگافتہ کر دیں اور ہڈیوں کے پرخچے اڑا دیں اور بازوؤں اور قدموں کو توڑ کر پھینک دیں اور پے در پے لشکروں کا نشانہ نہ بنائے جائیں اور ایسی فوجیں ان پر ٹوٹ نہ پڑیں کہ جن کے پیچھے (کمک کے لیے) اور شہسواروں کے دستے ہوں اور جب تک کہ ان کے شہروں پر یکے بعد دیگرے فوجوں کی چڑھائی نہ ہو یہاں تک کہ گھوڑے ان کی زمینوں کو آخر تک روند ڈالیں اور ان کے سبزہ زاروں اور چراگاہوں کو پامال کر دیں۔

سید رضی کہتے ہیں کہ دعق کے معنی روندنے کے ہیں اور اس جملہ کے معنی یہ ہیں کہ گھوڑے اپنے سموں سے ان کی زمینوں کو روندیں اور نواحر ارضہم سے مراد وہ زمینیں ہیں جو ایک دوسرے کے بالمقابل ہوں عرب اگر یوں کہیں کہ منازل بنی فلاں تتناحر تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ فلاں قبیلے کے گھر ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہیں

ص۳۷

لہ حضرت نے یہ خطبہ جنگ صفین کے موقع پر ارشاد فرمایا۔ یہ جنگ امیرالمومنین اور امیر شام معاویہ کے درمیان میں خون عثمان کے قصاص کے نام سے لڑی گئی مگر اصل حقیقت اس کے علاوہ کچھ نہ تھی کہ امیر شام جو حضرت عمر کے عہد سے شام

خود مختار حکمراں چلا آرہا تھا۔ حضرت کے ہاتھوں پر بیعت کر کے شام کی ولایت سے دست بردار ہونا نہ چاہتا تھا او
قتل عثمان سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے اقتدار کو برقرار رکھنا چاہتا تھا۔ جیسا کہ بعد کے واقعات اس کے
شاہد ہیں کہ اس نے حکومت حاصل کر لینے کے بعد خونِ عثمان کے سلسلہ میں کوئی عملی قدم نہ اُٹھایا اور بھولے سے بھی
کبھی قاتلینِ عثمان کا نام نہ لیا۔ امیرالمومنین کو اگرچہ پہلے سے اس کا اندازہ تھا کہ اس سے ایک نہ ایک دن جنگ ضرور ہوگی
تاہم اس پر اتمام حجت کر دینا ضروری تھا اس لیے جب ۱۲ رجب روز دوشنبہ ۳۶ھ میں جنگ جمل سے فارغ ہو کر وارد
کوفہ ہوئے تو جریر ابن عبداللہ بجلی کو خط دے کر معاویہ کے پاس دمشق روانہ کیا جس میں تحریر فرمایا کہ مہاجرین و انصار میرے
ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں۔ لہٰذا تم بھی میری اطاعت قبول کرتے ہوئے پہلے بیعت کرو اور پھر قتل عثمان کا مقدمہ میرے سامنے
پیش کرو۔ تاکہ میں کتاب و سنت کے مطابق اس کا فیصلہ کر دوں مگر معاویہ نے جریر کو حیلے بہانوں سے روک لیا اور عمرو بن عاص
سے مشورہ کرنے کے بعد خون عثمان کے بہانہ سے بغاوت شروع کر دی اور شام کے سربرآوردہ لوگوں کے ذریعہ تنگ نظر و
نافہم عوام کو یقین دلایا کہ حضرت عثمان کے قتل کی ذمہ داری حضرت علی پر عائد ہوتی ہے اور وہی اپنے طرزِ عمل سے محاصرہ
کرنے والوں کی ہمت افزائی کرنے والے اور انھیں اپنے دامن میں پناہ دینے والے ہیں اور ادھر حضرت عثمان کا خون آلود
پیراہن اور ان کی زوجہ نائلہ بنت فرافصہ کی کٹی ہوئی انگلیاں دمشق کی جامع مسجد میں منبر پر لٹکا دیں۔ جس کے گرد ستر ہزار شامی
دھاڑیں مار مار کر روتے اور قصاص عثمان کے عہد و پیمان باندھتے تھے۔ جب معاویہ نے شامیوں کے جذبات اس حد تک
بھڑکا لیے کہ وہ جان دینے اور کٹ مرنے کے لیے آمادہ ہو گئے تو خون عثمان کے قصاص پر ان سے بیعت لی اور حرب و
پیکار کے سروسامان کرنے میں مصروف ہو گیا اور جریر کو یہ سارا نقشہ دکھا کر ناکام رخصت کر دیا۔

جب امیرالمومنین کو جریر ابن عبداللہ کی زبانی ان واقعات کا علم ہوا تو آپ اس کے خلاف قدم اُٹھانے پر مجبور ہو گئے
اور مالک بن حبیب یربوعی کو وادی نخیلہ میں فوجوں کی فراہمی کا حکم دیا۔ چنانچہ کوفہ اور اطراف و جوانب کے لوگ وہاں پر
جوق درجوق آنے شروع ہوئے اور بڑھتے بڑھتے ان کی تعداد اسی ہزار سے متجاوز ہو گئی حضرت نے پہلے آٹھ ہزار کا ایک
ہراول دستہ زیاد بن نضر حارثی کی زیر قیادت اور چار ہزار کا ایک دستہ شریح بن ہانی کی زیر سرکردگی شام کی جانب روانہ
کیا اور اس مقدمۃ الجیش کی روانگی کے بعد ۵ شوال روز چہارشنبہ خود بھی بقایا لشکر کو لے کر شام کی جانب چل دیے جب حدود
کوفہ سے نکلے تو نماز ظہر ادا فرمائی اور دیر ابو موسیٰ، نہر نرس، قبہ رقین، بابل، دیر کعب، کربلا، ساباط، بہرسیر،
انبار اور جزیرہ میں منزل کرتے ہوئے مقام رقہ پر پہنچے۔ یہاں کے لوگ حضرت عثمان کے ہوا خواہ تھے اور یہیں پر سماک
ابن مخرمہ اسدی بنی اسد کے آٹھ سو آدمیوں کے ساتھ مقیم تھا۔ یہ لوگ امیرالمومنین سے منحرف ہو کر معاویہ کے پاس جانے کے

لیے کوفہ سے نکل کھڑے ہوئے تھے جب انھوں نے حضرت کی فوج کو دیکھا تو دریائے فرات پر سے کشتیوں کا پُل اتار دیا تاکہ آپ کی فوج ادھر سے دریا کو عبور کر کے دوسری طرف نہ جاسکے، مگر مالک اشتر کے ڈرانے دھمکانے سے وہ لوگ خوف زدہ ہوگئے اور آپس میں مشورہ کرنے کے بعد کشتیوں کو پھر سے جوڑ دیا جس سے حضرت اپنے لشکر سمیت گزر گئے جب دریا کے اس پار اُترے تو دیکھا کہ زیاد اور شریح بھی اپنے اپنے دستوں کے ساتھ وہاں پر موجود ہیں چونکہ ان دونوں نے دریائے فرات کے کنارے خشکی کا راستہ اختیار کیا تھا اور یہاں پہنچ کر جب انھیں معلوم ہوا کہ امیر شام اپنی فوجوں کے ہمراہ فرات کی طرف بڑھ رہا ہے تو اس خیال سے کہ وہ شامی فوج کا مقابلہ نہ کر سکیں گے امیر المومنین کے انتظار میں ٹھہر گئے تھے جب ان لوگوں نے اپنے رک جانے کی وجہ بیان کی تو حضرتؑ نے ان کے عذر کو صحیح قرار دیا اور یہاں سے پھر انھیں آگے کی جانب روانہ کر دیا۔ جب یہ فصیل روم کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ ابوالاعور سلمی سپاہ شام کے ساتھ چھاؤنی ڈالے ہوئے ہے ان دونوں نے امیر المومنین کو اس کی اطلاع دی جس پر حضرت نے مالک بن حارث اشتر کو سپہ سالار بنا کر ان کے عقب میں روانہ کر دیا اور اُنھیں تاکید فرمادی کہ جنگ میں پہل نہ کریں اور جہاں تک بن پڑے اُنھیں سمجھانے بجھانے اور حقیقتِ حال پر مطلع کرنے کی کوشش کریں چنانچہ مالک اشتر نے وہاں پہنچ کر ان کے تھوڑے فاصلہ پر پڑاؤ ڈال دیا، جنگ تو ہر وقت شروع کی جاسکتی تھی مگر انھوں نے ان سے کوئی تعرض نہ کیا اور نہ کوئی ایسا اقدام کیا کہ جس سے جنگ چھڑنے کی کوئی صورت پیدا ہوتی مگر ابوالاعور نے اچانک رات کے وقت ان پر ہلہ بول دیا جس پر انھوں نے بھی تلواریں نیاموں سے نکال لیں اور ان کی رُوک تھام کے لیے آمادہ ہوگئے کچھ دیر تک آپس میں جھڑپیں ہوتی رہیں۔ آخر وہ رات کے اندھیرے سے فائدہ اٹھا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ جنگ کی ابتدا تو ہو چکی تھی صبح ہوتے ہی عراقیوں کے ایک سپہ سالار ہاشم ابن عتبہ میدان میں آکھڑے ہوئے، ادھر سے بھی فوج کا ایک دستہ مقابلہ کیلئے اُتر آیا اور دونوں طرف سے جنگ کے شعلے بھڑکنے لگے۔ آخر مالک اشتر نے ابوالاعور کو اپنے مقابلہ کیلئے للکارا۔ مگر وہ ان کے مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ کر سکا۔ اور شام کے وقت اپنے لشکر کو لے کر آگے کی طرف بڑھ گیا۔ دوسرے دن امیر المومنین بھی اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچ گئے اور ہراول دستوں اور فوجوں کے ہمراہ صفین کے رُخ پر چل دیئے کہ جہاں معاویہ نے پہلے ہی پہنچ کر مناسب جگہوں پر مورچے قائم کر لیے تھے اور فرات کے گھاٹ پر پہرا بٹھا کر اس پر قبضہ کر لیا تھا۔ حضرت نے وہاں پہنچ کر اسے فرات پر سے پہرا اٹھا لینے کے لیے کہلوایا مگر اس نے انکار کیا جس پر عراقیوں نے تلواریں کھینچ لیں اور دلیرانہ حملہ کر کے فرات پر قبضہ کر لیا۔ جب یہ مرحلہ طے ہوگیا تو حضرت نے بشیر ابن عمرو انصاری سعید بن قیس ہمدانی اور شبث بن ربعی تمیمی کو معاویہ کے پاس بھیجا تاکہ اسے جنگ کے نشیب و فراز سمجھائیں اور مصالحت و بیعت کے لیے آمادہ کریں۔ مگر اس نے یہ جواب دیا کہ ہم کسی طرح عثمان کے خون کو رائگاں نہیں جانے دیں گے اور اب ہمارا فیصلہ تلوار ہی کرے گی۔ چنانچہ

ذی الحجہ ۳۶ھ میں دونوں فریق میں جنگ کی ٹھن گئی اور دونوں طرف سے مردان کارزار اپنے حریف کے مقابلہ کے لیے میدان میں اُتر آئے حضرت کی طرف سے میدان مقابلہ میں آنے والے حجر بن عدی کندی، شبث بن ربعی، خالد بن معمر زیاد بن نضر زیاد بن خصفہ تمیمی سعید بن قیس، قیس بن سعد اور مالک بن حارث اشتر تھے اور شامیوں کی طرف سے عبدالرحمٰن بن خالد مخزومی، ابوالاعور سُلمی، حبیب بن مسلمہ فہری عبداللہ ابن ذی الکلاع حمیری، عبیداللہ بن عمر بن الخطاب، شرحبیل ابن سمط کندی اور حمزہ بن مالک ہمدانی تھے۔ جب ذی الحجہ کا مہینہ ختم ہو گیا تو محرم میں جنگ کا سلسلہ رُک دینا پڑا اور یکم صفر روز چہارشنبہ سے پھر جنگ شروع ہو گئی اور دونوں فریق تلواروں، نیزوں، تیروں اور دوسرے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر ایک دوسرے کے سامنے صف آرا ہو گئے۔ حضرت کی طرف سے اہل کوفہ کے سواروں پر مالک اشتر اور پیادوں پر عمار بن یاسر اور اہل بصرہ کے سواروں پر سہل بن حنیف اور پیادوں پر قیس بن سعد سپہ سالار متعین ہوئے اور علم لشکر ہاشم بن عتبہ کے سپرد کیا گیا اور سپاہ شام کے میمنہ پر ابن ذی الکلاع اور میسرہ پر حبیب بن مسلمہ اور سواروں پر عمرو بن عاص اور پیادوں پر ضحاک بن قیس امیر سپاہ مقرر ہوئے۔

پہلے دن مالک اشتر اپنے دستہ کے ساتھ میدان وغا میں آئے اور ادھر سے ان کے مقابلہ میں حبیب بن مسلمہ اپنی فوج کو لے کر نکلا اور دونوں طرف سے خونریز جنگ شروع ہو گئی اور دن بھر تلواریں تلواروں سے اور نیزے نیزوں سے ٹکراتے رہے۔

دوسرے دن ہاشم بن عتبہ سپاہ علوی کے ساتھ نکلے اور ادھر سے ابوالاعور سوار و پیادے لے کر مقابلہ میں آیا اور جب دونوں لشکر ایک دوسرے سے قریب ہوئے تو سوار سواروں پر اور پیادے پیادوں پر ٹوٹ پڑے اور بڑے صبر و استقلال سے ایک دوسرے پر وار کرتے اور سہتے رہے۔

تیسرے دن عمّار بن یاسر اور زیاد بن نضر سوار و پیادے لے کر نکلے اور اُدھر سے عمرو بن عاص سپاہ کثیر لے کر بڑھا زیاد نے فوج مخالف کے سواروں پر اور عمّار یاسر نے پیادوں پر ایسے جوش و خروش سے حملے کیے کہ سپاہ دشمن کے قدم اکھڑ گئے اور وہ تاب مقاومت نہ لا کر اپنی قیام گاہوں کی طرف پلٹ گئے۔

چوتھے دن محمد بن حنفیہ اپنے دستۂ فوج کے ساتھ میدان میں آئے اور ادھر سے عبیداللہ بن عمر شامیوں کے لشکر کے ساتھ بڑھا اور دونوں فوجوں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی۔

پانچویں دن عبداللہ بن عباس آگے بڑھے اور ادھر سے ولید بن عتبہ سامنے آیا۔ عبداللہ بن عباس نے بڑی پامردی و جرأت سے حملے کیے اور اس طرح جوہر شجاعت دکھائے کہ دشمن میدان چھوڑ کر پیچھے ہٹ گیا۔

چھٹے دن قیس بن سعد انصاری فوج کو لے کر بڑھے اوران کے مقابلہ میں ذوالکلاع اپنا دستہ لے کر بڑھا اور ایسا سخت رن پڑا کہ قدم قدم پر لاشے تڑپتے اور خون کے سیلاب بہتے ہوئے نظر آنے لگے۔ آخر رات کے اندھیرے نے دونوں لشکروں کو جدا کر دیا۔

ساتویں دن مالک اشتر نکلے اوران کے مقابلہ میں حبیب ابن مسلمہ اپنی سپاہ کے ساتھ بڑھا او ظہر تک معرکہ کارزار گرم رہا آٹھویں دن خود امیرالمومنین لشکر کے جلو میں نکلے اور اس طرح حملہ کیا کہ میدان میں زلزلہ آگیا اور صفوں کو چیرتے اور تیر و سنان کے حملے روکتے ہوئے دونوں صفوں کے درمیان آ کھڑے ہوئے اور معاویہ کو للکارا جس پر عمرو ابن عاص کو لیے ہوئے کچھ قریب آیا تو آپ نے فرمایا: ابرز الیّ فاینا قتل صاحبہ فالامر لہ۔ "تم خود میرے مقابلے کے لیے نکلو، اور پھر جو اپنے حریف کو مار لے وہ خلافت کو سنبھال لے"۔ جس پر عمرو بن عاص نے معاویہ سے کہا کہ علیؑ بات تو انصاف کی کہتے ہیں، ذرا جرأت کرو اور مقابلہ کر دیکھو۔ معاویہ نے کہا کہ میں تمہارے تلنے کی وجہ سے اپنی جان گنوانے کے لیے تیار نہیں اور یہ کہہ کر واپس ہوگیا۔ حضرت نے اسے جاتے دیکھا تو مسکرا کر خود بھی لوٹ آئے۔

امیرالمومنین نے صفین کے میدان میں جس بے جگری سے حملے کیے اسے اعجازی قوت ہی کا کرشمہ کہا جا سکتا ہے چنانچہ جب آپ میدان میں للکارتے ہوئے نکلتے دشمن کی صفیں ابتری اور سراسیمگی کے عالم میں منتشر ہو جاتیں اور جی توڑ کر لڑنے والے بھی آپ کے مقابلہ میں آنے سے ہچکچانے لگتے اسی لیے حضرت بعض دفعہ لباس تبدیل فرما کر میدان میں آئے تاکہ دشمن پہچان نہ سکے اور کوئی دو بدو ہو کر لڑنے کے لیے تیار ہو جائے چنانچہ ایک دفعہ عباس ابن ربیعہ کے مقابلہ میں اُدھر سے غزاز ابن ادھم نکلا اور دونوں داؤ پیچ دکھاتے رہے مگر کوئی اپنے حریف کو شکست نہ دے سکا اتنے میں عباس کو اس کی زرہ کا ایک حلقہ ڈھیلا دکھائی دیا۔ چنانچہ انھوں نے نہایت چابکدستی سے اس حلقہ کو تلوار کی نوک میں پرو لیا اور جھٹکا دے کر زرہ کے حلقے چیر ڈالے اور پھر تاک کر ایسا وار کیا کہ تلوار اس کے سینہ کے اندر اتر گئی۔ لوگوں نے یہ دیکھ کر نعرۂ تکبیر بلند کیا معاویہ اس آواز پر چونکا اور جب اسے یہ معلوم ہوا کہ غزاز مارا گیا تو پیچ و تاب کھانے لگا اور پکار کر کہا کہ کوئی ہے جو عباس کو قتل کر کے غزاز کا بدلہ لے جس پر قبیلہ بنی لخم کے دو شمشیر زن اٹھ کھڑے ہوئے اور عباس کو اپنے مقابلہ میں للکارا۔ عباس نے کہا کہ میں اپنے امیر سے اجازت لے کر آتا ہوں اور یہ کہہ کر حضرت کے پاس اجازت طلب کرنے کے لیے آئے حضرت نے انھیں روک کر ان کا لباس خود پہن لیا اور انہی کے گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں آ گئے لخمی آپ کو عباس سمجھ کر کہنے لگے کہ کیا اپنے امیر سے اجازت لے آئے ہو۔ حضرت نے جواب میں اس آیت کی تلاوت فرمائی اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرٌ۔ ترجمہ:۔ جن (مسلمانوں) کے

خلاف (کافر) لڑا کرتے ہیں اب انھیں بھی جنگ کی اجازت ہے۔ کیونکہ ان پر ظلم ہو رہا ہے اور اللہ ان کی مدد پر یقیناً
قادر ہے۔

اب ان میں سے ایک فیل مست کی طرح چنگھاڑتا ہوا نکلا اور آپ پر حملہ کیا مگر آپ نے اس کا وار خالی جانے دیا اور
پھر اس طرح صفائی سے اس کی کمر پر تلوار چلائی کہ اس کے دو ٹکڑے ہو گئے لوگوں نے یہ سمجھا کہ وار خالی گیا ہے مگر جب اس کا
گھوڑا اچھلا تو اس کے دونوں ٹکڑے الگ الگ زمین پر جا پڑے اس کے بعد دوسرا نکلا اور وہ بھی چشم زدن میں ڈھیر ہو گیا
پھر حضرت نے دوسروں کو مقابلہ کے لیے للکارا، مگر دشمن تلوار کے وار سے سمجھ گیا کہ عباس کے بھیس میں خود امیر المومنین ہیں۔ اس
لیے کسی نے سامنے آنے کی جرأت نہ کی۔

نویں دن میمنہ عبداللہ ابن بدیل کے اور میسرہ عبداللہ ابن عباس کے زیر کمان تھا اور قلب لشکر میں خود امیر المومنین
رونق افزا تھے اور ادھر سے حبیب ابن مسلمہ سپاہ شام کی قیادت کر رہا تھا جب دونوں صفیں ایک دوسرے کے قریب
ہوئیں تو بہادروں نے تلواریں سونت لیں اور ایک دوسرے پر بپھرے ہوئے شیر کی طرح جھپٹ پڑے اور ہر طرف رن پڑنے
لگا۔ حضرت کے میمنہ لشکر کا علم بنی ہمدان کے ہاتھوں میں گردش کر رہا تھا۔ چنانچہ جب بھی ان میں سے کوئی شہید
ہو کر گرتا تھا تو دوسرا بڑھ کر علم اٹھا لیتا پہلے کریب ابن شریح نے علم سپاہ بلند کیا ان کے شہید ہونے پر شرجیل ابن شریح
نے پھر مرثد ابن شریح نے پھر ہبیرہ ابن شریح نے پھر مریم ابن شریح نے ان سب بھائیوں کے مارے جانے کے بعد عمیر ابن
بشیر نے بڑھ کر علم لے لیا ان کے شہید ہونے کے بعد حارث ابن بشیر نے اور پھر وہب بن کریب نے اٹھا لیا۔ آج دشمن کا
زیادہ زور میمنہ ہی پر تھا اور اس کے حملے اتنے شدید تھے کہ میمنہ لشکر کے قدم اکھڑ گئے اور وہ میدان چھوڑ کر پیچھے ہٹنے لگا
اور رئیس میمنہ عبداللہ ابن بدیل کے ہمراہ صرف دو تین سو آدمی رہ گئے۔ امیر المومنین نے جب یہ صورت حال دیکھی تو
مالک اشتر سے فرمایا۔ ذرا انھیں پکارو اور کہو کہ کہاں بھاگے جا رہے ہو۔ اگر زندگی کے دن ختم ہو چکے ہیں تو بھاگ کر موت
سے بچ نہیں سکتے ادھر میمنہ لشکر کی ہزیمت سے قلب لشکر کا متاثر ہونا بھی چونکہ ضروری تھا اس لیے حضرت میسرہ کی طرف مڑ گئے
اور صفوں کو چیر کر آگے بڑھ رہے تھے کہ بنی امیہ کے ایک غلام احمر نامی نے حضرت سے کہا کہ خدا مجھے مارے اگر میں آج آپ کو
قتل نہ کروں۔ یہ سن کر حضرت کا غلام کیسان اس کی طرف جھپٹا مگر اس کے ہاتھ سے شہید ہو گیا، حضرت نے یہ دیکھا تو
بڑھ کر اس کو دامن زرہ سے پکڑ لیا اور اونچا لے جا کر اس طرح زمین پر پٹکا کہ اس کے جوڑ بند الگ ہو گئے، اور امام حسن اور محمد
ابن حنفیہ نے بڑھ کر اسے دار البوار میں پہنچا دیا۔ ادھر مالک اشتر کے للکارنے اور شرم و غیرت دلانے سے بھاگنے والے پلٹ
پڑے۔ اور پھر جم کر اس طرح حملہ کیا کہ دشمن کو ڈھکیلتے ہوئے وہیں پہنچ گئے جہاں عبداللہ ابن بدیل نرغہ میں گھرے ہوئے

تھے۔ جب انھوں نے اپنے آدمیوں کو دیکھا تو ان کی ہمّت بندھ گئی اور تلوار سونت کر معاویہ کے خیمہ کی طرف لپکے مالک اشتر نے انھیں رُوکنا چاہا مگر وہ نہ رُکے اور سات شامیوں کو موت کے گھاٹ اتار کر معاویہ کی قیامگاہ کے قریب پہنچ گئے۔ معاویہ نے جب انھیں بڑھتے دیکھا تو ان پر پتھراؤ کا حکم دیا جس سے آپ نڈھال ہو کر گر پڑے اور شامیوں نے ہجوم کر کے آپ کو شہید کر دیا۔ مالک اشتر نے یہ دیکھا تو قبیلہ ہمدان اور بنی مذحج کے جنگجوؤں کے ہمراہ معاویہ پر حملہ کرنے کے لیے بڑھے اور اس کے گرد حلقہ کرنے والے حفاظتی دستوں کو منتشر کرنا شروع کیا جب ان کے پانچ حلقوں میں سے صرف ایک حلقہ منتشر ہونے سے رہ گیا تو معاویہ نے گھوڑے کی رکاب میں پیر رکھ دیا اور بھاگنے پر تیار ہو گیا مگر ایک شخص کے ڈھارس بندھانے سے پھر رُک گیا۔

ادھر میدان کارزار میں عمّار ابن یاسر اور ہاشم ابن عتبہ کی تلواروں سے اس سرے سے لے کر اس سرے تک تلاطم برپا تھا حضرت عمّار جدھر سے ہو کر گزرتے تھے صحابہ ہجوم کر کے آپ کے ساتھ ہو لیتے تھے اور پھر مل کر اس طرح حملہ کرتے تھے کہ دشمن کی صفوں میں تہلکہ مچ جاتا تھا معاویہ نے جب ان کو بڑھتے دیکھا تو اپنی تازہ دم فوجیں ان کی طرف جھونک دیں مگر آپ تلواروں اور سنانوں کے ہجوم میں اپنی شجاعت کے جوہر دکھاتے رہے۔ آخر ابو غادیہ مرادی نے آپ پر نیزہ لگایا جس سے آپ سنبھل نہ سکے اور ابن جوین نے آگے بڑھ کر آپ کو شہید کر دیا۔ عمّار یاسر کی شہادت سے معاویہ کی فوج میں ہلچل مچ گئی کیونکہ ان کے متعلق پیغمبرؐ کا ارشاد :- تقتل عمار الفئۃ الباغیہ :- عمّار ایک باغی گروہ کے ہاتھ سے قتل ہوں گے، وہ سُن چکے تھے، چنانچہ ان کی شہادت سے پہلے ذوالکلاع نے عمرو ابن عاص سے کہا بھی تھا کہ میں عمّار کو علی کے ساتھ دیکھ رہا ہوں کیا وہ باغی گروہ ہم ہی تو نہیں۔ جس پر عمرو نے یہ کہا کہ آخر میں عمّار ہمارے ساتھ مل جائیں گے مگر جب وہ امیرالمومنین کی طرف سے جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گئے تو اگرچہ باغی گروہ بے نقاب ہو چکا تھا اور کسی تاویل کی گنجائش نہ رہی تھی مگر معاویہ نے شامیوں سے یہ کہنا شروع کیا کہ عمّار کے قاتل ہم نہیں بلکہ علی ہیں چونکہ وہی انھیں میدان جنگ میں لانے والے ہیں۔ امیرالمومنین نے یہ پُر فریب جملہ سُنا تو فرمایا کہ پھر حمزہ کے قاتل رسول اللہ تھے جو انھیں میدان اُحد میں لائے تھے۔ اس معرکہ میں ہاشم ابن عتبہ بھی کام آ گئے جو حارث ابن منذر کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور ان کے بعد علمِ لشکر ان کے فرزند عبداللہ نے سنبھال لیا۔

جب ایسے ایسے جاں نثار ختم ہو چکے تو حضرت نے قبیلہ ہمدان اور ربیعہ کے جوانمردوں سے کہا کہ تم میرے لیے بمنزلہ زرہ اور نیزہ کے ہو اُٹھو اور ان باغیوں کو کیفر کردار تک پہنچاؤ۔ چنانچہ قبیلہ ربیعہ و ہمدان کے بارہ ہزار نبرد آزما شمشیر بکف اُٹھ کھڑے ہوئے علم لشکر حصین ابن منذر نے اُٹھا لیا اور دشمن کی صفوں میں گھس کر اس طرح تلواریں چلائیں کہ سر کٹ

کٹ کر گرنے لگے۔ لاشوں کے انبار لگ گئے اور ہر طرف خون کے سیلاب بہہ نکلے مگر ان شمشیر زنوں کے حملے کسی طرح رکنے میں نہ آتے تھے یہاں تک کہ دن اپنی ہولناکیوں کے ساتھ سمٹنے لگا اور شام کے بھیانک اندھیرے پھیلنے لگے اور وہ دہشت انگیز و بلاخیز رات شروع ہوئی جسے تاریخ میں "لیلۃ الہریر" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جس میں ہتھیاروں کی کھڑکھڑاہٹ گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز اور شامیوں کی چیخ پکار کی وجہ سے کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی امیرالمومنین کے باطل شکن نعروں سے ایک طرف دلوں میں ہمت و شجاعت کی لہریں دوڑ رہی تھیں اور دوسری طرف سینوں میں کلیجے دہل رہے تھے جنگ اپنے پورے زوروں پر تھی۔ تیراندازوں کے ترکش خالی ہو چکے تھے نیزوں کی چوبیں ٹوٹ چکی تھیں صرف تلواروں سے دست بدست جنگ ہوتی رہی اور کشتوں کے پشتے لگتے رہے یہاں تک کہ صبح ہوتے تک مقتولین کی تعداد تیس ہزار سے متجاوز ہو گئی۔

دسویں دن امیرالمومنین کے لشکریوں کے وہی دم خم تھے میمنہ پر مالک اشتر اور میسرہ پر ابن عباس متعین تھے اور تازہ دم سپاہیوں کی طرح حملوں پر حملے کیے جا رہے تھے شامیوں پر شکست کے آثار ظاہر ہو چکے تھے اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلنے ہی کو تیار تھے کہ پانچسو قرآن نیزوں پر بلند کر کے جنگ کا نقشہ بدل دیا گیا۔ چلتی ہوئی تلواریں رک گئیں۔ فریب کا حربہ چل نکلا اور باطل کے اقتدار کے لیے راستہ ہموار ہو گیا۔ اس جنگ میں ۴۵ ہزار شامی مارے گئے اور ۲۵ ہزار عراقی شہید ہوئے۔

کتاب صفین (نصر ابن مزاحم المنقری المتوفی ۲۱۲ھ) (تاریخ طبری)

ومن کلام له علیه السلام فی التحکیم

اِنَّا لَمْ نُحَکِّمِ الرِّجَالَ وَاِنَّمَا حَکَّمْنَا الْقُرْاٰنَ وَهٰذَا الْقُرْاٰنُ اِنَّمَا هُوَ خَطٌّ مَسْتُوْرٌ بَيْنَ الدَّفَّتَيْنِ. لَا يَنْطِقُ بِلِسَانٍ. وَلَا بُدَّ لَهٗ مِنْ تَرْجُمَانٍ. وَاِنَّمَا يَنْطِقُ عَنْهُ الرِّجَالُ. وَلَمَّا دَعَانَا الْقَوْمُ اِلٰى اَنْ نُحَكِّمَ بَيْنَنَا الْقُرْاٰنَ لَمْ نَكُنِ الْفَرِيْقَ الْمُتَوَلِّيَ عَنْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ

خطبہ نمبر ۱۲۳

تحکیم کے بارے میں فرمایا۔

ہم نے آدمیوں کو نہیں بلکہ قرآن کو حکم قرار دیا تھا چونکہ یہ قرآن دو دفتیوں کے درمیان ایک لکھی ہوئی کتاب ہے کہ جو زبان سے بولا نہیں کرتی اس لیے ضرورت تھی کہ اس کے لیے کوئی ترجمان ہو اور وہ آدمی ہی ہوتے ہیں جو اس کی ترجمانی کیا کرتے ہیں جب ان لوگوں نے ہمیں یہ پیغام دیا کہ ہم اپنے درمیان قرآن کو حکم ٹھہرائیں تو ہم ایسے لوگ نہ تھے کہ اللہ کی کتاب

فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ" فَرَدُّهُ
إِلَى اللّٰهِ أَنْ نَحْكُمَ بِكِتَابِهِ وَرَدُّهُ
إِلَى الرَّسُولِ أَنْ نَأْخُذَ بِسُنَّتِهِ فَإِذَا
حُكِمَ بِالصِّدْقِ فِي كِتَابِ اللّٰهِ فَنَحْنُ
أَحَقُّ النَّاسِ بِهِ وَإِنْ حُكِمَ بِسُنَّةِ
رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
فَنَحْنُ أَوْلَاهُمْ بِهِ وَأَمَّا قَوْلُكُمْ
لِمَ جَعَلْتَ بَيْنَكَ وَبَيْنَهُمْ أَجَلًا
فِي التَّحْكِيمِ فَإِنَّمَا فَعَلْتُ ذٰلِكَ
لِيَتَبَيَّنَ الْجَاهِلُ وَيَتَثَبَّتَ الْعَالِمُ
وَلَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يُصْلِحَ فِي هٰذِهِ
الْهُدْنَةِ أَمْرَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ
وَلَا تُؤْخَذَ بِأَكْظَامِهَا فَتَعْجَلَ
عَنْ تَبَيُّنِ الْحَقِّ وَتَنْقَادَ لِأَوَّلِ
الْغَيِّ - إِنَّ أَفْضَلَ النَّاسِ عِنْدَ
اللّٰهِ مَنْ كَانَ الْعَمَلُ بِالْحَقِّ أَحَبَّ
إِلَيْهِ - وَإِنْ نَقَصَهُ وَكَرَثَهُ مِنَ
الْبَاطِلِ وَإِنْ جَرَّ إِلَيْهِ فَائِدَةً
وَزَادَهُ - فَأَيْنَ يُتَاهُ بِكُمْ!
وَمِنْ أَيْنَ أُتِيتُمْ! اسْتَعِدُّوا
لِلْمَسِيرِ إِلَى قَوْمٍ حَيَارَى عَنِ
الْحَقِّ لَا يُبْصِرُونَهُ وَمُوزَعِينَ
بِالْجَوْرِ لَا يَعْدِلُونَ بِهِ - جُفَاةٍ

منہ پھیر لیتے جبکہ حق سبحانہ کا ارشاد ہے کہ اگر تم کسی بات میں
جھگڑا کرو تو (اس کا فیصلہ نپٹانے کے لیے) اللہ اور رسول کی طرف
رجوع کرو۔" اللہ کی طرف رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس کی
کتاب کے مطابق حکم کریں اور رسول کی طرف رجوع کرنے
کے معنی یہ ہیں کہ ہم ان کی سنّت پر چلیں، چنانچہ اگر کتاب خدا
سے سچائی کے ساتھ حکم لگایا جائے تو اس کی رو سے سب
لوگوں سے زیادہ ہم (خلافت کے) حق دار ہوں گے اور اگر
سنّت رسول کے مطابق حکم لگایا جائے تو بھی ہم ان سے
زیادہ اس کے اہل ثابت ہوں گے۔ اب رہا تمہارا یہ قول
کہ "آپ نے تحکیم کے لیے اپنے اور ان کے درمیان مہلت
کیوں رکھی؟" تو یہ میں نے اس لیے رکھی کہ (اس عرصہ میں)
نہ جاننے والا تحقیق کرلے اور اپنے جاننے والا مسلک پر جم
جائے اور شاید کہ اللہ تعالیٰ اس صلح کی وجہ سے امت
کے حالات درست کر دے اور وہ (بے خبری میں) گلا
گھونٹ کر تیار نہ کی جائے کہ حق کے واضح ہونے سے پہلے
جلدی میں کوئی قدم نہ اٹھا بیٹھے اور پہلی ہی گمراہی کے پیچھے
لگ جائے بلاشبہ اللہ کے نزدیک سب سے بہتر وہ شخص ہے کہ
جو حق پر عمل پیرا رہے چاہے وہ اس کے لیے باعث نقصان
و مضرت ہو اور باطل کی طرف رخ نہ کرے چاہے وہ اس کے
کچھ فائدہ کا باعث ہو رہا ہو۔ تمھیں تو بھٹکایا جا رہا ہے آخر تم
کہاں سے (شیطان کی راہ پر) لائے گئے ہو تم اس قوم کی طرف
بڑھنے کے لیے مستعد و آمادہ ہو جاؤ کہ جو حق سے منہ موڑ کر بھٹک
رہی ہے کہ اسے دیکھتی ہی نہیں اور وہ بے راہ رویوں میں ہے

عن الكتاب نُكُب عن الطريق
ما انتم بوثيقة يُعلق بها ولا زوافر
عز يُعتصم اليها لبئس حُشّاش
نار الحرب انتم اُفٍّ لكم
لقد لقيت منكم برحاً، يوماً
اُناديكم و يوماً اُناجيكم فلا
احرار صدقٍ عند النداء و لا
اخوان ثقةٍ عند النجاء۔

گئے ہیں کہ ان سے ہٹ کر سیدھی راہ پر آنا نہیں چاہتے یہ لوگ کتاب
خدا سے الگ ہونے والے اور صحیح راستے سے ہٹ جانے والے ہیں لیکن
تم تو کوئی مضبوط وسیلہ ہی نہیں ہو کہ تم پر بھروسہ کیا جائے اور نہ
عزت کے سہارے ہو کہ تم سے وابستہ ہوا جائے تم دشمن کے لیے
جنگ کی آگ بھڑکانے کے اہل نہیں ہو تم پر افسوس ہے کہ مجھے
تم سے کتنی تکلیفیں اٹھانا پڑی ہیں۔ میں کسی دن تمھیں (دین کی
امداد کیلئے) پکارتا ہوں اور کسی دن تم سے (جنگ کی) رازدارانہ باتیں
کرتا ہوں مگر تم نہ پکارنے کے وقت سچے جوانمرد اور نہ راز کی باتوں
کے لیے قابل اعتماد بھائی ثابت ہوتے ہو۔

ومن كلام له عليه السلام
لما عوتب على التسوية في العطاء

أتأمروني ان اطلب النصر بالجور
فيمن وليت عليه، والله لا اطور
به ما سمر سمير۔ وما امّ نجم
في السماء نجماً ولو كان المال
لي لسويت بينهم فكيف وانما
المال مال الله الا وان اعطاء المال في
غير حقه تبذير و اسراف وهو يرفع صاحبه
في الدنيا ويضعه في الآخرة ويكرمه
في الناس ويهينه عند الله ولم يضع
امرؤ ماله في غير حقه ولا عند

خطبہ نمبر ۱۲۴

جب مال کی تقسیم میں آپ کے برابری و مساوات کا
اصول برتنے پر کچھ لوگ بگڑ اٹھے تو آپ نے ارشاد فرمایا۔
کیا تم مجھ پر یہ امر عائد کرنا چاہتے ہو کہ میں جن لوگوں کا
حاکم ہوں ان پر ظلم و زیادتی کر کے (کچھ لوگوں کی) امداد حاصل
کروں تو خدا کی قسم جب تک دنیا کا قصہ چلتا رہے گا اور کچھ ستارے
دوسرے ستاروں کی طرف جھکتے رہیں گے میں اس چیز کے قریب
بھی نہیں بھٹکوں گا۔ اگر یہ خود میرا مال ہوتا جب بھی میں اسے
سب میں برابر تقسیم کرتا۔ چہ جائیکہ یہ مال اللہ کا مال ہے۔ دیکھو
بغیر کسی حق کے داد و دہش کرنا بے اعتدالی اور فضول خرچی ہے
اور یہ اپنے مرتکب کو دنیا میں بلند کر دیتی ہے لیکن آخرت
میں پست کرتی ہے اور لوگوں کے اندر عزت میں اضافہ کرتی
مگر اللہ کے نزدیک ذلیل کرتی ہے جو شخص بھی مال کو بغیر استحقاق کے

غَیْرِ اَهْلِهٖ اِلَّا حَرَمَهُ اللّٰهُ شُکْرَهُمْ وَ کَانَ لِغَیْرِهٖ وُدُّهُمْ، فَاِنْ زَلَّتْ بِهِ النَّعْلُ یَوْمًا فَاحْتَاجَ اِلٰی مَعُوْنَتِهِمْ فَشَرُّ خَدِیْنٍ، وَ اَلْاَمُ خَلِیْلٍ۔

یا نا اہل افراد کو دے گا اللہ اسے ان کے شکریہ سے محروم رکھے گا اور ان کی دوستی و محبت بھی دوسروں ہی کے حصہ میں جائے گی اور اگر کسی دن اس کے پیر پھسل جائیں (یعنی فقر و تنگدستی آ گھیرے) اور ان کی امداد کا محتاج ہو جائے تو وہ اس کے لیے بہت ہی برے ساتھی اور کمینے دوست ثابت ہوں گے۔

وَمِنْ کَلَامٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ لِلْخَوَارِجِ اَیْضًا

خطبہ نمبر ۱۲۵

خوارج کے متعلق فرمایا۔

فَاِنْ اَبَیْتُمْ اِلَّا اَنْ تَزْعُمُوْا اَنِّیْ اَخْطَاْتُ وَ ضَلَلْتُ فَلِمَ تُضَلِّلُوْنَ عَامَّةَ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اٰلِهٖ بِضَلَالِیْ وَ تَاْخُذُوْنَهُمْ بِخَطَائِیْ وَ تُکَفِّرُوْنَهُمْ بِذُنُوْبِیْ. سُیُوْفُکُمْ عَلٰی عَوَاتِقِکُمْ تَضَعُوْنَهَا مَوَاضِعَ الْبُرْءِ وَ السُّقْمِ وَ تَخْلِطُوْنَ مَنْ اَذْنَبَ بِمَنْ لَّمْ یُذْنِبْ۔ وَ قَدْ عَلِمْتُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اٰلِهٖ رَجَمَ الزَّانِیَ الْمُحْصَنَ ثُمَّ صَلّٰی عَلَیْهِ ثُمَّ وَرَّثَهٗ اَهْلَهٗ، وَ قَتَلَ الْقَاتِلَ وَ وَرَّثَ مِیْرَاثَهٗ اَهْلَهٗ، وَ قَطَعَ السَّارِقَ وَ جَلَدَ الزَّانِیَ غَیْرَ الْمُحْصَنِ ثُمَّ قَسَمَ عَلَیْهِمَا مِنَ الْفَیْءِ وَ نَکَحَا الْمُسْلِمَاتِ فَاَخَذَهُمْ

اگر تم اس خیال سے باز آنے والے نہیں ہو کہ میں نے غلطی کی اور گمراہ ہو گیا ہوں تو میری گمراہی کی وجہ سے امت محمد صلے اللہ علیہ و آلہ کے عام افراد کو کیوں گمراہ سمجھتے ہو اور میری غلطی کی پاداش انھیں کیوں دیتے ہو اور میرے گناہوں کے سبب انھیں کیوں کافر کہتے ہو۔ تلواریں کندھوں پر اٹھائے ہر موقع و بے موقع جگہ پر وار کیے جا رہے ہو اور بے خطاؤں کو خطاکاروں کے ساتھ ملائے دیتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جب زانی کو سنگسار کیا تو نماز جنازہ بھی اس کی پڑھی اور اس کے وارثوں کو اس کا ورثہ بھی دلوایا اور قاتل سے قصاص لیا تو اس کی میراث اس کے گھر والوں کو دلائی، چور کے ہاتھ کاٹے اور زنائے غیر محصنہ کے مرتکب کو تازیانے لگوائے تو اس کے ساتھ انھیں مال غنیمت میں سے حصہ بھی دیا اور انھوں نے (مسلمان ہونے کی حیثیت سے) مسلمان عورتوں سے نکاح بھی کیے۔ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان کے گناہوں کی سزا ان کو دی اور جو ان کے بارے میں اللہ کا حق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ
بذنوبہم و اقام حق اللہ فیہم
و لم یمنعہم سہمہم من الاسلام
و لم یخرج اسماءہم من بین
اہلہ ثم انتم شرار الناس، و
من رمی بہ الشیطان مرامیہ و
ضرب بہ تیہہ و سیہلک فیّ
صنفان: محب مفرط یذہب
بہ الحب الی غیر الحق۔ و مبغض
مفرط یذہب بہ البغض الی
غیر الحق، و خیر الناس فیّ حالاً
النمط الاوسط، فالزموہ و الزموا
السواد الاعظم فان ید اللہ علی
الجماعۃ: و ایاکم و الفرقۃ
فان الشاذ من الناس للشیطان
کما ان الشاذ من الغنم للذئب
الا من دعا الی ہذا الشعار فاقتلوہ
و لو کان تحت عمامتی ہذہ و
انما حکم الحکمان لیحییا ما احیا
القرآن و یمیتا ما امات القرآن
و احیاؤہ الاجتماع علیہ، و اماتتہ
الافتراق عنہ، فان جرنا القرآن
الیہم اتبعناہم، و ان جرہم الینا

(حد شرعی) تھا اسے جاری کیا، مگر انھیں اسلام کے حق سے محروم نہیں کیا اور نہ اہل اسلام سے ان کے نام خارج کیے۔ اس کے بعد ان شر انگیزیوں کے معنی یہ ہیں کہ تم ہو ہی شر پسند اور وہ کہ جنھیں شیطان نے اپنی مقصد برآری کی راہ پر لگا رکھا ہے اور گمراہی کے سنسان بیابان میں لا پھینکا ہے (یاد رکھو کہ) میرے بارے میں دو قسم کے لوگ تباہ و برباد ہوں گے۔ ایک حد سے زیادہ چاہنے والے جنھیں محبت (کی افراط) غلط راستے پر لگا دے گی۔ اور ایک میرے مرتبہ میں کمی کر کے دشمنی رکھنے والے کہ جنھیں یہ عناد حق سے بے راہ کر دے گا۔ میرے متعلق درمیانی راہ اختیار کرنے والے ہی سب سے بہتر حالت میں ہوں گے تم اسی راہ پر جمے رہو اور اسی بڑے گروہ کے ساتھ لگ جاؤ چونکہ اللہ کا ہاتھ اتفاق و اتحاد رکھنے والوں پر ہے اور تفرقہ و انتشار سے باز آجاؤ اس لیے کہ جماعت سے الگ ہو جانے والا شیطان کے حصہ میں چلا جاتا ہے جس طرح گلہ سے کٹ جانے والی بھیڑ بھیڑیے کو مل جاتی ہے خبردار! جو بھی ایسے نعرے لگا کر اپنی طرف بلائے، اسے قتل کر دو، اگرچہ وہ اسی عمامہ کے نیچے کیوں نہ ہو (یعنی میں خود کیوں نہ ہوں) اور وہ دونوں حکم (ابو موسیٰ و عمرو ابن عاص) تو صرف اس لیے ثالث مقرر کیے گئے تھے کہ وہ انہی چیزوں کو زندہ کریں جنھیں قرآن نے زندہ کیا ہے۔ اور انہی چیزوں کو نیست و نابود کریں جنھیں قرآن نے نیست و نابود کیا ہے کسی چیز کے زندہ کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اس پر یکجہتی کے ساتھ متحد ہو جائے اور اس کے نیست و نابود کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے علیحدگی اختیار کر لی جائے۔ اب

اتَّبَعُونَا - فَلَمْ آتِ لَا أَبَا لَكُمْ بُجْرًا، وَلَا خَتَلْتُكُمْ عَنْ أَمْرِكُمْ وَلَا لَبَّسْتُهُ عَلَيْكُمْ، إِنَّمَا اجْتَمَعَ رَأْيُ مَلَئِكُمْ عَلَى اخْتِيَارِ رَجُلَيْنِ، أَخَذْنَا عَلَيْهِمَا أَنْ لَا يَتَعَدَّيَا الْقُرْآنَ فَتَاهَا عَنْهُ وَتَرَكَا الْحَقَّ وَهُمَا يُبْصِرَانِهِ وَكَانَ الْجَوْرُ هَوَاهُمَا فَمَضَيَا عَلَيْهِ وَقَدْ سَبَقَ اسْتِثْنَاؤُنَا عَلَيْهِمَا فِي الْحُكُومَةِ بِالْعَدْلِ وَالصَّمْدِ لِلْحَقِّ سُوءَ رَأْيِهِمَا وَجَوْرَ حُكْمِهِمَا۔

اگر قرآن ہمیں ان لوگوں (کی اطاعت) کی طرف لے جاتا تو ہم ان کے پیرو بن جاتے اور اگر انھیں ہماری طرف لائے تو پھر انھیں ہمارا اتباع کرنا چاہیے۔ تمھارا بُرا ہو میں نے کوئی مصیبت تو کھڑی نہیں کی اور نہ کسی بات میں تمھیں دھوکا دیا ہے اور نہ اس میں فریب کاری کی ہے۔ تمھاری جماعت ہی کی یہ رائے قرار پائی تھی کہ دو آدمی چن لیے جائیں جن سے ہم نے یہ اقرار لے لیا تھا کہ وہ قرآن سے تجاوز نہ کریں گے لیکن وہ اچھی طرح دیکھنے بھالنے کے باوجود قرآن سے بہک گئے اور حق کو چھوڑ بیٹھے اور ان کے جذبات بے راہ روی کے مقتضی ہو چنانچہ وہ اس روش پر چل پڑے (حالانکہ) ہم نے پہلے ہی ان سے شرط کر لی تھی کہ وہ عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے اور حق کا مقصد پیش نظر رکھنے میں بدنیتی و بے راہ روی کو دخل نہ دیں گے (اگر ایسا ہوا تو وہ فیصلہ ہمارے لیے قابل تسلیم نہ ہوگا)

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خطبہ نمبر ۱۲۶

فِيمَا يُخْبِرُ بِهِ مِنَ الْمَلَاحِمِ بِالْبَصْرَةِ

اس میں بصرہ کے اندر برپا ہونے والے ہنگاموں کا تذکرہ ہے۔

يَا أَحْنَفُ كَأَنِّي بِهِ وَقَدْ سَارَ بِالْجَيْشِ الَّذِي لَا يَكُونُ لَهُ غُبَارٌ وَلَا لَجَبٌ وَلَا قَعْقَعَةُ لُجُمٍ، وَلَا حَمْحَمَةُ خَيْلٍ يُثِيرُونَ الْأَرْضَ بِأَقْدَامِهِمْ كَأَنَّهَا أَقْدَامُ النَّعَامِ (يُومِي بِذَلِكَ إِلَى صَاحِبِ الزَّنْجِ ثُمَّ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ): وَيْلٌ لِسِكَكِكُمُ الْعَامِرَةِ - وَالدُّورِ الْمُزَخْرَفَةِ الَّتِي لَهَا أَجْنِحَةٌ كَأَجْنِحَةِ النُّسُورِ،

اے احنف! میں اس شخص کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ وہ ایک ایسے لشکر کو لیکر بڑھ رہا ہے کہ جس میں نہ گرد و غبار ہے نہ شور و غوغا لگاموں کی کھڑکھڑاہٹ اور نہ گھوڑوں کے ہنہنانے کی آواز وہ لوگ زمین کو اپنے پیروں سے جو شتر مرغ کے پیروں کے مانند ہیں روندرہے ہوں گے۔

(سید رضی کہتے ہیں کہ حضرت نے اس سے حبشیوں کے سردار کی طرف اشارہ کیا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: ان لوگوں کے ہاتھوں

وَخَرَاطِيمِ الْفِيَلَةِ، مِنْ
أُولٰئِكَ الَّذِينَ لَا يُنْدَبُ قَتِيلُهُمْ،
وَلَا يُفْقَدُ غَائِبُهُمْ. ۲ أَنَا كَابُّ الدُّنْيَا
لِوَجْهِهَا وَقَادِرُهَا بِقَدْرِهَا وَنَاظِرُهَا
بِعَيْنِهَا (منه ۲ وَيُومِي بِهِ إِلَى وَصْفِ
الْأَتْرَاكِ) كَأَنِّي أَرَاهُمْ قَوْماً كَأَنَّ
وُجُوهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطَرَّقَةُ يَلْبَسُونَ
السَّرَقَ وَالدِّيبَاجَ وَيَعْتَقِبُونَ
الْخَيْلَ الْعِتَاقَ وَيَكُونُ هُنَاكَ
اسْتِحْرَارُ قَتْلٍ حَتَّى يَمْشِيَ الْمَجْرُوحُ
عَلَى الْمَقْتُولِ، وَيَكُونَ الْمُفْلِتُ أَقَلَّ
مِنَ الْمَأْسُورِ (فَقَالَ لَهُ بَعْضُ أَصْحَابِهِ:
لَقَدْ أُعْطِيتَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ
عِلْمَ الْغَيْبِ، فَضَحِكَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
وَقَالَ لِلرَّجُلِ وَكَانَ كَلْبِيّاً): يَا أَخَا
كَلْبٍ لَيْسَ هُوَ بِعِلْمِ غَيْبٍ وَإِنَّمَا هُوَ
تَعَلُّمٌ مِنْ ذِي عِلْمٍ. وَإِنَّمَا عِلْمُ الْغَيْبِ
عِلْمُ السَّاعَةِ وَمَا عَدَّدَهُ اللهُ سُبْحَانَهُ
بِقَوْلِهِ إِنَّ اللهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ
الْآيَةَ، فَيَعْلَمُ سُبْحَانَهُ مَا فِي الْأَرْحَامِ
مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى، وَقَبِيحٍ أَوْ جَمِيلٍ، وَ
سَخِيٍّ أَوْ بَخِيلٍ، وَشَقِيٍّ أَوْ سَعِيدٍ، وَمَنْ
يَكُونُ فِي النَّارِ حَطَباً أَوْ فِي الْجِنَانِ

ہے کہ جن کے قتل ہو جانے والوں پر بین نہیں کیا جاتا اور گم ہونے والوں کو ڈھونڈھا نہیں جاتا تمہاری ان آباد گلیوں اور سجے سجائے مکانوں کے لیے تباہی ہے کہ جن کے چھجے گدوں کے پروں اور ہاتھیوں کی سونڈوں کے مانند ہیں۔ میں دنیا کو اوندھے منھ گرانے والا اور اس کی بساط کا صحیح اندازہ رکھنے والا اور اس کے لائق حال نگاہوں سے دیکھنے والا ہوں۔

اسی خطبہ کے ذیل میں ترکوں کی حالت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ میں[۲] ایسے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں کہ جن کے چہرے ان ڈھالوں کی طرح ہیں کہ جن پر چمڑے کی تہیں منڈھی ہوئی ہوں وہ ابریشم و دیبا کے کپڑے پہنتے ہیں اور اصیل گھوڑوں کو عزیز رکھتے ہیں اور وہاں کشت و خون کی گرم بازاری ہوگی، یہاں تک کہ زخمی کشتوں کے اوپر سے ہو کر گذریں گے اور بچ کر بھاگ نکلنے والے

اسیر ہونے والوں سے کم ہوں گے

(اس موقع پر) آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے جو قبیلۂ بنی کلب سے تھا، عرض کیا کہ یا امیرالمومنین آپ کو تو علم غیب حاصل ہے جس پر آپ ہنسے اور فرمایا اے برادر کلبی! یہ علم غیب نہیں بلکہ ایک صاحب علم (رسولؐ) سے معلوم کی ہوئی باتیں ہیں علم غیب تو قیامت کی گھڑی اور ان چیزوں کے جاننے کا نام ہے کہ جنھیں اللہ سبحانہ نے اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ والی آیت میں شمار کیا ہے چنانچہ اللہ ہی جانتا ہے کہ شکموں میں کیا ہے۔ نر ہے یا مادہ، بدصورت ہے یا خوب صورت، سخی ہے یا بخیل، بدبخت ہے یا خوش نصیب

لِلنَّبِيِّيْنَ مُرَافِقًا - فَهٰذَا عِلْمُ الْغَيْبِ الَّذِيْ لَا يَعْلَمُهُ اَحَدٌ اِلَّا اللّٰهُ، وَمَا سِوٰى ذٰلِكَ فَعِلْمٌ عَلَّمَهُ اللّٰهُ نَبِيَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ فَعَلَّمَنِيْهِ، وَدَعَا لِيْ بِاَنْ يَّعِيَهُ صَدْرِيْ، وَتَضْطَمَّ عَلَيْهِ جَوَانِحِيْ ؎

اور کون جہنم کا ایندھن ہوگا اور کون جنت میں نبیوں کا رفیق ہوگا۔ یہ وہ علم غیب ہے جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ رہا دوسری چیزوں کا علم تو وہ اللہ نے اپنے نبیؐ کو دیا۔ اور نبیؐ نے مجھے بتایا، اور میرے لیے دُعا فرمائی کہ میرا سینہ انھیں محفوظ رکھے اور میری پسلیاں انھیں سمیٹے رہیں۔

---

[۱] علی ابن محمد رے کے مضافات میں ورزنین نامی ایک گاؤں میں پیدا ہوا خوارج کے فرقہ ازارقہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اور خود کو محمد ابن احمد مختفی ابن عیسیٰ ابن زید ابن علی کا فرزند کہہ کر سیادت کا مدعی بنتا تھا مگر اہل انساب وسیر نے اس کے دعوی سیادت کو تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے اور اس کے باپ کا نام محمد ابن احمد کے بجائے محمد ابن ابراہیم تحریر کیا ہے جو قبیلہ عبد القیس سے تھا اور ایک سندھی کنیز کے بطن سے متولد ہوا تھا۔

علی ابن محمد نے ۲۵۵ھ میں مہتدی باللہ کے دور میں خروج کیا اور اطراف بصرہ میں بسنے والے غلاموں کو مال و دولت اور آزادی کا لالچ دے کر اپنے ساتھ ملا لیا اور ۱۷ شوال ۲۵۷ھ میں مار دھاڑ کرتا ہوا بصرہ کے اندر داخل ہوا اور صرف دو دن میں تیس ہزار افراد کو کہ جن میں بچے بوڑھے عورتیں سب ہی تھیں موت کے گھاٹ اتار دیا اور ظلم و سفاکی اور وحشت و خونخواری کی انتہا کر دی، مکانوں کو مسمار کر دیا۔ اور مسجدوں میں آگ لگا دی اور لگاتار چودہ برس تک قتل و غارتگری کے بعد موفق کے دور میں صفر ۲۷۰ھ میں قتل ہوا اور لوگوں کو اس کی تباہ کاریوں سے نجات ملی۔

امیر المومنین کی یہ پیشین گوئی ان پیشین گوئیوں میں سے ہے جو آپ کے علم امامت پر روشنی ڈالتی ہیں۔ چنانچہ اس کے لشکر کی جو کیفیت بیان فرمائی ہے کہ نہ اس میں گھوڑوں کے ہنہنانے کی آواز اور نہ ہتھیاروں کے کھڑکھڑانے کی صدا ہوگی ایک تاریخی حیثیت رکھتی ہے جیسا کہ مورخ طبری نے لکھا ہے کہ جب یہ خروج کے ارادہ سے مقام کرخ کے قریب پہنچا تو وہاں کے لوگوں نے اس کا خیر مقدم کیا اور ایک شخص نے ایک گھوڑا بطور تحفہ اسے پیش کیا مگر تلاش کے باوجود اس کے لیے لگام نہ مل سکی آخر ایک رسی کی لگام دے کر اس پر سوار ہوا اور یونہی اس کے لشکر میں اس وقت صرف تین تلواریں تھیں ایک خود اس کے پاس اور ایک علی ابن مہلبی اور ایک محمد ابن مسلم کے پاس اور بعد میں لوٹ مار سے کچھ اور اسلحہ ان کے ہاتھ لگ گئے تھے۔

[۲] امیر المومنین کی یہ پیشین گوئی تاتاریوں کے حملہ کے متعلق ہے جو ترکستان کے شمال مشرق کی جانب صحرائے منگولیا کے

رہنے والے تھے۔ ان نیم وحشی قبیلوں کی زندگی لوٹ مار اور قتل و غارت میں گزرتی تھی اور آپس میں لڑتے بھڑتے اور گرد و نواح
پر حملے کرتے رہتے تھے۔ ہر قبیلہ کا سردار الگ الگ ہوتا تھا جو ان کی حفاظت کا ذمہ دار سمجھا جاتا تھا چنگیز خاں جو انہیں تاتاری قبائل کے
حکمران خاندان کا ایک فرد اور بڑا باہمت و جرأت مند تھا ان تمام منتشر و پراگندہ قبیلوں کو منظم کرنے کے لیے اٹھا اور ان کے مزاحم
ہونے کے باوجود اپنی قوت و حسنِ تدبیر سے ان پر قابو پانے میں کامیاب ہو گیا اور ایک کثیر تعداد اپنے پرچم کے نیچے جمع کر کے
۶۰۶ھ میں سیلاب کی طرح اُمنڈا اور شہروں کو غرق اور آبادیوں کو ویران کرتا ہوا شمالی چین تک کا علاقہ فتح کر لیا۔

جب اس کا اقتدار قائم ہو گیا تو اس نے اپنے ہمسایہ ملک ترکستان کے فرمانروا علاؤالدین خوارزم شاہ کی طرف دستِ مصالحت
بڑھایا اور ایک وفد بھیج کر اس سے عہد لیا کہ تاتاری تاجر اس کے علاقہ میں خرید و فروخت کے لیے آتے جاتے رہیں گے ان کے جان و
مال کو کسی قسم کا گزند نہ پہنچایا جائے۔ چنانچہ کچھ عرصہ تک وہ بے کھٹکے آتے جاتے رہے مگر ایک موقع پر اس نے تاتاری تاجروں پر
جاسوسی کا الزام لگا کر ان کا مال لوٹ لیا والیٔ اترار کے ذریعہ قتل کروا دیا، چنگیز خاں کو جب معاہدہ کی خلاف ورزی اور
تاتاری تاجروں کے مارے جانے کا علم ہوا تو اس کی آنکھوں سے شرارے برسنے لگے غصّہ میں پیچ و تاب کھانے لگا اور علاؤالدین
کو پیغام بھیجا کہ وہ تاتاری تاجروں کا مال واپس کرے اور والیٔ اترار کو اس کے حوالے کرے، مگر علاؤالدین اپنی قوت و طاقت کے
نشہ میں مدہوش تھا اس نے کوئی پروا نہ کی اور ناعاقبت اندیشی سے کام لیتے ہوئے چنگیز خاں کے ایلچی کو بھی مروا دیا۔ اب چنگیز خاں
میں تاب ضبط نہ رہی اس کی آنکھوں میں خون اُتر آیا شمشیر بکف اُٹھ کھڑا ہوا اور تاتاری جنگجو بادرفتار گھوڑے دوڑاتے
ہوئے بخارا پر چڑھ دوڑے۔ علاؤالدین بھی چار لاکھ نبرد آزماؤں کے ساتھ مقابلہ کو نکلا مگر تاتاریوں کے تابڑ توڑ حملوں کو نہ
روک سکا۔ اور چند ہی حملوں میں سپرانداختہ ہو کر جیحوں کے راستہ سے نیشاپور کی طرف بھاگ کھڑا ہوا، تاتاریوں نے بخارا کی
اینٹ سے اینٹ بجا دی مسجدوں اور مدرسوں کو مسمار اور گھروں کو پھونک کر راکھ کا ڈھیر کر دیا اور بلا امتیاز زن و مرد سب کو
موت کے گھاٹ اُتار دیا اور اگلے سال سمرقند پر یورش کی اور اُسے بھی تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔

علاؤالدین کے نکل بھاگنے کے بعد اس کے بیٹے جلال الدین خوارزم شاہ نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی تھی تاتاریوں نے
اس کا بھی پیچھا کیا مگر وہ دس برس تک اِدھر سے اُدھر بھاگتا پھرا اور ان کے ہاتھ نہ لگا اور آخر دریا کو عبور کر کے اپنی حدودِ
سلطنت سے باہر نکل گیا اس اثناء میں تاتاریوں نے آباد زمینوں کو ویران اور نسلِ انسانی کو تباہ کرنے میں کوئی دقیقہ اُٹھا
نہ رکھا نہ کوئی شہر ان کی غارت گری سے بچ سکا اور نہ کوئی آبادی ان کی پامالیوں سے محفوظ رہ سکی جدھر کا رُخ کیا مملکتوں کو
تہ و بالا کر دیا حکومتوں کا تختہ اُلٹ دیا اور تھوڑے عرصہ میں ایشیا کے بالائی حصّہ پر اپنا اقتدار قائم کر لیا۔

جب ۶۲۴ھ میں چنگیز خاں کا انتقال ہوا تو اس کی جگہ اس کا بیٹا اوکتائی خاں تخت نشین ہوا جس نے ۶۲۸ھ میں

جلال الدّین کو ڈھونڈھ نکالا اور اسے قتل کر دیا اس کے بعد چنگیز خاں کے دوسرے لڑکے تولی خاں کا بیٹا منکو خاں تخت حکومت پر بیٹھا منکو خاں کے بعد قوبیلائی خاں مملکت کے ایک حصّہ کا وارث ہوا اور وسط ایشیا اس کے بھائی ہلاکو خاں کے حصّہ میں آیا جب سلطنت چنگیز خاں کے پوتوں میں بٹ گئی تو ہلاکو خاں اسلامی ممالک کو تسخیر کرنے کی فکر میں تھا ہی کہ خراسان کے حنفیوں نے شافعیوں کی ضد میں آکر اسے خراسان پر حملہ کرنے کی دعوت دی چنانچہ اس نے خراسان پر چڑھائی کر دی اور حنفیوں نے اپنے کو تاتاری تلواروں سے محفوظ سمجھتے ہوئے شہر کے دروازے کھول دیئے مگر تاتاریوں نے حنفیوں اور شافعیوں میں کوئی امتیاز نہ کیا اور جو سامنے آیا اسے تہ تیغ کر دیا اور وہاں کی بیشتر آبادی کو قتل کرنے کے بعد اسے اپنے مقبوضات میں داخل کر لیا اور انہی شافعیوں اور حنفیوں کے جھگڑوں نے اس کے لیے عراق تک کے فتوحات کا دروازہ کھول دیا چنانچہ خراسان کو فتح کرنے کے بعد ان کی ہمت بڑھ گئی اور ۶۵۶ھ میں دو لاکھ تاتاریوں کے ساتھ بغداد کی جانب لشکر کشی کی مستعصم باللہ کی فوج اور اہل بغداد نے مل کر مقابلہ کیا مگر اس سیلاب بلا کو روکنا ان کے بس میں نہ تھی چنانچہ تاتاری مار دھاڑ کرتے ہوئے عاشورہ کے دن بغداد کے اندر داخل ہو گئے اور چالیس دن تک اپنی خون آشام تلواروں کی پیاس بجھاتے رہے۔ گلی کوچوں میں خون کی ندیاں بہا دیں راستے لاشوں سے پاٹ دیئے لاکھوں آدمیوں کو تہ تیغ کر دیا اور مستعصم باللہ کو پیروں کے نیچے روند کر مار ڈالا۔ اور صرف وہی لوگ بچ سکے جو کنوؤں اور تہ خانوں میں چھپ کر ان کی آنکھوں سے اوجھل رہ سکے یہ تھی بغداد کی وہ تباہی کہ جس سے عباسی سلطنت بنیاد سے ہل گئی اور اس کا پرچم پھر لہرا نہ سکا۔

بعض مورخین نے اس تباہی و بربادی کی ذمہ داری ابن علقمی پر عائد کی ہے کہ اس نے شیعوں کے قتل عام اور محلہ کرخ کی تباہی سے متاثر ہو کر نصیر الدّین طوسی وزیر ہلاکو خاں کی وساطت سے اسے بغداد پر حملہ آور ہونے کی دعوت دی اگر ایسا ہوا بھی تو اس تاریخی حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ اس سے پہلے اسلامی ممالک پر حملہ کرنے کی تحریک خلیفہ عباسی الناصر لدین اللہ کر چکا تھا چنانچہ جب خوارزمیوں نے مرکز خلافت کے اقتدار کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تو اس نے چنگیز خاں کو خوارزم پر حملہ کرنے کے لیے کہلوایا تھا جس سے تاتاریوں کو یہ اندازہ ہو گیا کہ مسلمانوں میں یکجہتی و اتحاد نہیں ہے اور پھر حنفیوں نے شافعیوں کی سرکوبی کے لیے ہلاکو خاں کو بلوا بھیجا تھا کہ جس کے نتیجہ میں خراسان پر ان کا اقتدار قائم ہو گیا اور بغداد کی طرف پیشقدمی کرنے کے لیے انھیں راستہ مل گیا ان حالات میں بغداد کی تباہی کا ذمہ دار صرف ابن علقمی کو ٹھہرانا اور الناصر لدین اللہ کی تحریک اور حنفی و شافعی نزاع کو نظر انداز کر دینا حقیقت پر پردہ ڈالنا ہے جبکہ بغداد کی تباہی کا پیش خیمہ یہی خراسان کی فتح تھی کہ جس کا سبب وہاں کے حنفی باشندے تھے چنانچہ اسی فتح کی وجہ سے اس کا اتنا حوصلہ ہوا کہ وہ مسلمانوں کے مرکز پر حملہ آور ہو ورنہ محض ایک شخص کے پیغام کا نتیجہ یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ بغداد ایسے قدیم مرکز پر یلغار کرتا ہوا پہنچ جاتا کہ جس کی سطوت و ہیبت کی دھاک ایک دنیا کے دلوں پر بیٹھی ہوئی تھی۔

ؑ ذاتی طور پر عالم الغیب ہونا اور چیز ہے اور اللہ کی طرف سے کسی امر پر مطلع ہو کر خبر دینا دوسری چیز ہے انبیاء و اولیاء کو جو مستقبل کا علم ہوتا ہے اسی کے سکھانے اور بتانے سے ہوتا ہے اگر کوئی ذاتی طور پر مستقبل میں وقوع پذیر ہونے والی چیزوں سے آگاہ ہے تو وہ صرف اللہ سبحانہ ہے البتہ جس کو وہ چاہتا ہے امور غیب پر مطلع کر دیتا ہے۔ چنانچہ اس کا ارشاد ہے۔

عالم الغیب فلا یظھر علے غیبہ احد الا من ارتضی من رسول

وہی غیب کا جاننے والا ہے اور اپنی غیب کی بات کسی پر ظاہر نہیں کرتا مگر جس پیغمبر کو وہ پسند فرمائے۔

یونہی امیر المومنین کو بھی مستقبل کا علم تعلیم رسول و القائے ربانی سے حاصل ہوتا تھا جس کے لیے آپ کا یہ کلام شاہد ہے البتہ کبھی بعض چیزوں پر مطلع کرنے کی مصلحت یا ضرورت نہیں ہوتی تو انھیں پردہ خفا میں رہنے دیا جاتا ہے جن پر کوئی آگاہ نہیں ہو سکتا جیسا کہ قدرت کا ارشاد ہے :-

اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ۔

بے شک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے اور وہی مینھ برساتا ہے اور شکموں میں جو کچھ ہے وہ جانتا ہے اور کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور نہ کوئی شخص یہ جانتا ہے کہ وہ کس سرزمین پر مرے گا بے شک اللہ ان چیزوں سے آگاہ اور باخبر ہے۔

وَمِنْ خُطْبَۃٍ لَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ

خطبہ ۱۲۷

فِیْ ذِکْرِ الْمَکَایِیْلِ وَالْمَوَازِیْنِ

جس میں آپ نے پیمانوں اور ترازوؤں کا ذکر فرمایا ہے۔

عِبَادَ اللّٰہِ ، اِنَّکُمْ ، وَمَا تَأْمُلُوْنَ مِنْ هٰذِهِ الدُّنْیَا اَثْوِیَاءُ مُؤَجَّلُوْنَ وَمَدِیْنُوْنَ مُقْتَضَوْنَ ، اَجَلٌ مَّنْقُوْصٌ وَعَمَلٌ مَّحْفُوْظٌ ۔ فَرُبَّ دَائِبٍ مُضَیَّعٌ وَرُبَّ کَادِحٍ خَاسِرٌ : وَقَدْ اَصْبَحْتُمْ فِیْ زَمَنٍ لَّا یَزْدَادُ الْخَیْرُ

اللہ کے بندو! تم اور تمھاری اس دنیا سے بندھی ہوئی امیدیں مقررہ مدت کی مہمان ہیں اور ایسے قرضدار جن سے ادائگی کا تقاضا کیا جا رہا ہے، عمر ہے جو گھٹتی اور اعمال ہیں جو محفوظ ہو رہے ہیں۔ بہت دوڑ دھوپ کرنے والے اپنی محنت اکارت کرنے والے ہیں اور بہت سے سعی و کوشش میں لگے رہنے والے گھاٹے میں جا رہے ہیں تم ایسے زمانہ میں ہو کہ

فِيهِ إِلَّا إِدْبَاراً وَالشَّرُّ فِيهِ إِلَّا إِقْبَالاً
وَالشَّيْطَانُ فِي هَلَاكِ النَّاسِ
إِلَّا طَمَعاً - فَهَذَا أَوَانٌ قَوِيَتْ
عُدَّتُهُ وَعَمَّتْ مَكِيدَتُهُ وَأَمْكَنَتْ
فَرِيسَتُهُ، اضْرِبْ بِطَرْفِكَ حَيْثُ
شِئْتَ مِنَ النَّاسِ فَهَلْ تُبْصِرُ إِلَّا
فَقِيراً يُكَابِدُ فَقْراً أَوْ غَنِيّاً بَدَّلَ
نِعْمَةَ اللهِ كُفْراً أَوْ بَخِيلاً اتَّخَذَ
الْبُخْلَ بِحَقِّ اللهِ وَفْراً، أَوْ مُتَمَرِّداً
كَأَنَّ بِأُذُنِهِ عَنْ سَمْعِ الْمَوَاعِظِ
وَقْراً - أَيْنَ خِيَارُكُمْ وَصُلَحَاؤُكُمْ
وَأَيْنَ أَحْرَارُكُمْ وَسُمَحَاؤُكُمْ
وَأَيْنَ الْمُتَوَرِّعُونَ فِي مَكَاسِبِهِمْ وَالْمُتَنَزِّهُونَ
فِي مَذَاهِبِهِمْ أَلَيْسَ قَدْ ظَعَنُوا جَمِيعاً عَنْ
هَذِهِ الدُّنْيَا الدَّنِيَّةِ وَالْعَاجِلَةِ
الْمُنَغِّصَةِ وَهَلْ خُلِّفْتُمْ إِلَّا فِي
حُثَالَةٍ لَا تَلْتَقِي بِذَمِّهِمُ الشَّفَتَانِ
اسْتِصْغَاراً لِقَدْرِهِمْ وَذَهَاباً
عَنْ ذِكْرِهِمْ - فَإِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا
إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ظَهَرَ الْفَسَادُ
فَلَا مُنْكِرٌ مُغَيِّرٌ وَلَا زَاجِرٌ
مُزْدَجِرٌ أَفَبِهَذَا تُرِيدُونَ أَنْ
تُجَاوِرُوا اللهَ فِي دَارِ قُدْسِهِ وَتَكُونُوا

جس میں بھلائی کے قدم پیچھے ہٹ رہے ہیں اور برائی آگے
بڑھ رہی ہے اور لوگوں میں تباہ کرنے میں شیطان کی
حرص تیز ہوتی جا رہی ہے چنانچہ یہی وہ وقت ہے کہ
اس (کے ہتھکنڈوں) کا سروسامان مضبوط ہو چکا ہے اور
اس کی سازشیں پھیل رہی ہیں اور اس کے شکار آسانی
سے پھنس رہے ہیں جدھر چاہو لوگوں پر نگاہ دوڑاؤ تم
یہی دیکھو گے کہ ایک طرف کوئی فقیر، فقر و فاقہ جھیل رہا
ہے اور دوسری طرف دولت مند نعمتوں کو کفران نعمت
سے بدل رہا ہے اور کوئی بخیل اللہ کے حق کو دبا کر مال
بڑھا رہا ہے اور کوئی سرکش پند و نصیحت سے
کان بند کیے پڑا ہے۔ کہاں ہیں تمہارے نیک
اور صالح افراد اور کہاں ہیں تمہارے عالی حوصلہ
اور کریم النفس لوگ کہاں ہیں کاروبار میں (دغا
و فریب سے) بچنے والے اور اپنے طور طریقوں میں
پاک و پاکیزہ رہنے والے؟ کیا وہ سب کے سب
اس ذلیل اور زندگی کا مزا کرکرا کرنے والی تیز رو
دنیا سے گزر نہیں گئے، اور کیا تم ان کے بعد ایسے
رذیل اور ادنیٰ لوگوں میں نہیں رہ گئے کہ جن کے
مرتبہ کو پست و حقیر سمجھتے ہوئے اور ان کے ذکر سے
پہلو بچاتے ہوئے ہونٹ ان کی مذمت میں بھی کھلنا
نہیں کرتے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ فساد ابھر
آیا ہے برائی کا دور دورہ ایسا ہے کہ انقلاب کے
کوئی آثار نہیں اور نہ کوئی روک تھام کرنے والا ہے

أَعَزَّ أَوْلِيَاءِهِ عِنْدَهُ؟ هَيْهَاتَ لَا يُخْدَعُ اللّٰهُ عَنْ جَنَّتِهِ، وَلَا تُنَالُ مَرْضَاتُهُ إِلَّا بِطَاعَتِهِ. لَعَنَ اللّٰهُ الْآمِرِينَ بِالْمَعْرُوفِ التَّارِكِينَ لَهُ، وَالنَّاهِينَ عَنِ الْمُنْكَرِ الْعَامِلِينَ بِهِ.

جو خود بھی باز رہے کیا انہی کرتوتوں سے جنت میں اللہ کے پڑوس میں بسنے اور اس کا گہرا دوست بننے کا ارادہ ہے، ارے توبہ اللہ کو دھوکا دے کر اس سے جنت نہیں لی جاسکتی اور بغیر اس کی اطاعت کے اس کی رضامندیاں حاصل نہیں ہوسکتیں۔ خدا ان لوگوں پر لعنت کرے کہ جو اوروں کو بھلائی کا حکم دیں اور خود اسے چھوڑ بیٹھیں اور دوسروں کو بری باتوں سے روکیں اور خود ان پر عمل کرتے رہیں۔

وَمِنْ كَلَامٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خطبہ نمبر ۱۲۸

لِأَبِي ذَرٍّ رَحِمَهُ اللّٰهُ لَمَّا أُخْرِجَ إِلَى الرَّبَذَةِ:

يَا أَبَا ذَرٍّ، إِنَّكَ غَضِبْتَ لِلّٰهِ فَارْجُ مَنْ غَضِبْتَ لَهُ. إِنَّ الْقَوْمَ خَافُوكَ عَلَى دُنْيَاهُمْ وَخِفْتَهُمْ عَلَى دِينِكَ، فَاتْرُكْ فِي أَيْدِيهِمْ مَا خَافُوكَ عَلَيْهِ، وَاهْرُبْ مِنْهُمْ بِمَا خِفْتَهُمْ عَلَيْهِ، فَمَا أَحْوَجَهُمْ إِلَى مَا مَنَعْتَهُمْ، وَمَا أَغْنَاكَ عَمَّا مَنَعُوكَ، وَسَتَعْلَمُ مَنِ الرَّابِحُ غَداً، وَالْأَكْثَرُ حُسَّداً. وَلَوْ أَنَّ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرَضِينَ كَانَتَا عَلَى عَبْدٍ رَتْقاً، ثُمَّ اتَّقَى اللّٰهَ لَجَعَلَ اللّٰهُ لَهُ مِنْهُمَا

جب حضرت ابوذر کو ربذہ کی طرف جلاوطن کیا گیا تو اُن سے خطاب کر کے فرمایا:

اے ابوذر! تم اللہ کے لیے غضب ناک ہوئے ہو تو پھر جس کی خاطر یہ تمام غم و غصہ ہے اسی سے اُمید بھی رکھو۔ ان لوگوں کو تم سے اپنی دنیا کے متعلق خطرہ ہے اور تمھیں ان سے اپنے دین کے متعلق اندیشہ ہے لہذا جس چیز کے لیے انھیں تم سے کھٹکا ہے وہ انہی کے ہاتھ میں چھوڑ دو اور جس شے کے لیے تمھیں ان سے اندیشہ ہے اسے لے کر ان سے بھاگ نکلو۔ جس چیز سے تم انھیں محروم کر کے جا رہے ہو۔ (کاش کہ وہ سمجھتے کہ) وہ اس کے کتنے حاجت مند ہیں اور جس چیز کو انھوں نے تم سے روک لیا ہے اس سے تم بہت ہی بے نیاز ہو اور جلد ہی تم جان لو گے کہ کل فائدہ میں رہنے والا کون ہے اور کس پر حسد کرنے والے زیادہ ہیں، اگر یہ آسمان و زمین کسی بندے پر بند پڑے ہوں اور وہ اللہ سے ڈرے تو وہ اس کے لیے زمین و

مَخْرَجًا، وَلَا يُؤْنِسَنَّكَ اِلَّا الْحَقُّ وَلَا يُوْحِشَنَّكَ اِلَّا الْبَاطِلُ فَلَوْ قَبِلْتَ دُنْيَاهُمْ لَاَحَبُّوْكَ۔ وَلَوْ قَرَضْتَ مِنْهَا لَاَمِنُوْكَ۔

و آسمان کی راہیں کھول دے گا تمھیں صرف حق سے دلچسپی ہونا چاہیے اور صرف باطل ہی سے گھبرانا چاہیے اگر تم ان کی دنیا قبول کر لیتے تو وہ تمھیں چاہنے لگتے اور تم اس میں کوئی حصہ اپنے لیے مقرر کرا لیتے تو وہ تم سے مطمئن ہو جاتے۔

لہ ابوذر غفاری کا نام جندب ابن جنادہ تھا۔ ربذہ کے رہنے والے تھے جو مدینہ کی مشرقی جانب ایک چھوٹا سا گاؤں تھا جب بعثت رسول کا تذکرہ سنا تو وہ مکہ آئے اور پوچھ گچھ کرنے کے بعد پیغمبر کی خدمت میں باریاب ہو کر اسلام قبول کیا جس پر کفار قریش نے انھیں طرح طرح کی تکلیفیں دیں اذیتوں پر اذیتیں پہنچائیں مگر آپکے ثبات قدم میں لغزش نہ آئی۔ اسلام لانے والوں میں آپ تیسرے یا چوتھے یا پانچویں ہیں اور اس سبقت اسلامی کے ساتھ آپ کے زہد و اتقاء کا یہ عالم تھا کہ پیغمبر اکرم نے فرمایا کہ ابوذر فی امتی شبیہ عیسی ابن مریم فی زہدہ وورعہ۔ میری امت میں ابوذر زہد و ورع میں عیسی بن مریم کی مثال ہیں۔ آپ حضرت عمر کے دور حکومت میں شام چلے گئے اور حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں بھی وہیں مقیم تھے۔ زندگی کے شب و روز ہدایت و تبلیغ کے فرائض سرانجام دینے، اہلبیت رسول کی عظمت سے روشناس کرنے اور جادۂ حق کی طرف رہنمائی فرمانے میں گزرتے تھے ....

....

.... چنانچہ شام اور جبل عامل میں شیعیت کے جو اثرات پائے جاتے ہیں وہ آپ ہی کی تبلیغ و مساعی کا نتیجہ اور آپ ہی کے بوئے ہوئے بیج کے برگ و بار ہیں۔ امیر معاویہ کو ان کی یہ روش پسند نہ تھی۔ چنانچہ وہ ان کے کھلم کھلا لے دے کرتے اور حضرت عثمان کی زراندوزی اور بے راہ روی کے تذکرے کرنے سے انتہائی بیزار تھے۔ مگر کچھ بنائے نہ بنتی تھی آخر اس نے حضرت عثمان کو لکھا کہ اگر یہ کچھ عرصہ اور یہاں مقیم رہے تو ان اطراف کے لوگوں کو تم سے برگشتہ کر دیں گے لہٰذا اس کا انسداد ہونا چاہیے جس پر انھوں نے لکھا کہ ابوذر کو شتر بے پالان پر سوار کر کے مدینہ روانہ کر دیا جائے۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل کی گئی اور انھیں مدینہ روانہ کر دیا گیا، جب آپ مدینہ پہنچے تو یہاں بھی حق و صداقت کی تبلیغ شروع کر دی۔ مسلمانوں کو پیغمبر کا عہد یاد دلاتے کسروی و قیصری شان کے مظاہروں سے روکتے جس پر حضرت عثمان جز بز ہوتے۔ ان کی زبان بندی کی تدبیریں کرتے چنانچہ ایک دن انھیں بلا کر کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تم کہتے پھرتے ہو کہ پیغمبر نے فرمایا تھا کہ:- اذا کادت بنو امیة ثلثین رجلا اتخذوا بلاد جب بنی امیہ کی تعداد تیس ۳۰ تک پہنچ جائے گی تو وہ اللہ کے شہروں کو

الله دولا و عباد الله خولا و دین الله دخلاً — اپنی جاگیر اور اسکے بندوں کو اپنا غلام اور اس کے دین کو فریبکاری کا ذریعہ قرار دے لیں گے۔

آپ نے کہا کہ بیشک میں نے پیغمبر اسلام کو یہ فرماتے سنا تھا۔ عثمان نے کہا کہ تم جھوٹ کہتے ہو اور پاس بیٹھنے والوں سے کہا کہ کیا تم میں سے کسی نے اس حدیث کو سنا ہے سب نے نفی میں جواب دیا۔ جس پر ابوذر نے فرمایا کہ امیرالمومنین علی ابن ابی طالب سے دریافت کیا جائے چنانچہ آپ کو بلا کر دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ہاں یہ درست ہے اور ابوذر سچ کہتے ہیں، عثمان نے کہا کہ آپ کس بنا پر اس حدیث کی صحت کی گواہی دیتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں نے پیغمبر سے سنا ہے۔

ما اظلت الخضراء ولا اقلت الغبراء علی ذی لھجۃ اصدق من ابی ذر۔ — کسی بولنے والے پر آسمان نے سایہ نہیں ڈالا اور زمین نے اسے نہیں اٹھایا جو ابوذر سے زیادہ راست گو ہو۔

اب حضرت عثمان کیا کہہ سکتے تھے اگر جھٹلاتے تو پیغمبرؐ کی تکذیب لازم آتی تھی، پیچ و تاب کھا کر رہ گئے اور کوئی تردید نہ کر سکے ادھر ابوذرؓ نے سرمایہ پرستی کے خلاف کھلم کھلا کہنا شروع کر دیا اور حضرت عثمان کو دیکھتے تو اس آیت کو تلاوت فرماتے:۔

والذین یکنزون الذھب والفضۃ و لا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم یوم یحمی علیھا فی نار جھنم فتکوی بھا جباھھم وجنوبھم وظھورھم ھذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون۔ — وہ لوگ جو سونا اور چاندی جمع کرتے رہتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو جس دن کہ اُن کا جمع کیا ہوا۔ سونا چاندی دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا اور اس سے ان کی پیشانیاں۔ پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ وہی ہے جسے تم نے اپنے لیے ذخیرہ بنا کر رکھا تھا تو اب اس ذخیرہ اندوزی کا مزا چکھو۔

حضرت عثمان نے مال و دولت کا لالچ دیا مگر اس طائر آزاد کو سنہری جال میں نہ جکڑ سکے تشدد و سختی سے بھی کام لیا مگر ان کی زبان حق ترجمان کو بند نہ کر سکے آخر انھیں مدینہ چھوڑ دینے اور ربذہ کی جانب چلے جانے کا حکم دیا اور طرید رسول کے فرزند مروان کو اس پر مامور کیا کہ وہ انھیں مدینہ سے باہر نکال دے اور اس کے ساتھ یہ قہرمانی فرمان بھی صادر فرمایا کہ کوئی ان سے کلام نہ کرے اور نہ انھیں الوداع کہے، مگر امیرالمومنینؑ، امام حسنؑ، امام حسینؑ، عقیل، عبداللہ ابن جعفر اور عمار یاسر نے اس فرمان کی کوئی پرواہ نہ کی اور انھیں رخصت کرنے کے لیے ساتھ ہو لیے اور اسی رخصت کے موقعہ پر حضرت نے

ان سے یہ کلمات فرمائے۔

ربذہ میں حضرت ابوذر کی زندگی بڑی ابتلاؤں میں کٹی یہیں پر آپ کے فرزند اور اہلیہ نے انتقال کیا اور جو بھیڑ بکریاں گزارے کے لیے پال رکھی تھیں وہ بھی ہلاک ہوگئیں۔ اولاد میں صرف ایک دختر رہ گئی جو فاقوں اور دکھوں میں برابر کی شریک تھی، جب سروسامان زندگی ناپید ہوگئے اور فاقوں پر فاقے ہونے لگے تو حضرت ابوذر سے عرض کیا کہ بابا یہ زندگی کے دن کس طرح کٹیں گے کہیں آنا جانا چاہیے اور رزق کی تلاش کرنا چاہیے جس پر حضرت ابوذر اسے ہمراہ لے کر صحرا کی طرف نکل کھڑے ہوئے، مگر گھاس پات بھی میسر نہ آسکا آخر تھک کر ایک جگہ بیٹھ گئے اور ریت جمع کر کے اس کا ڈھیر بنایا اور اس پر سر رکھ کر لیٹ گئے، اسی عالم میں سانس اکھڑ گئی پتلیاں اوپر چڑھ گئیں نزع کی حالت طاری ہوگئی جب دختر ابوذر نے یہ حالت دیکھی تو سراسیمہ و مضطرب ہو کر کہنے لگی کہ بابا اگر آپ نے اس لق و دق صحرا میں انتقال فرمایا تو میں اکیلی کیسے دفن و کفن کا سامان کروں گی۔ آپ نے فرمایا کہ بیٹی گھبراؤ نہیں، پیغمبر اکرم مجھ سے فرما گئے تھے کہ اے ابوذر تم عالم غربت میں مرو گے اور کچھ عراقی تمہاری تجہیز و تکفین کریں گے۔ تم میرے مرنے کے بعد ایک چادر میرے اوپر ڈال دینا اور سر راہ جا بیٹھنا اور جب ادھر سے کوئی قافلہ گزرے تو اس سے کہنا کہ پیغمبر کے صحابی ابوذر نے انتقال کیا ہے چنانچہ ان کی رحلت کے بعد وہ سر راہ جا کر بیٹھ گئی کچھ دیر کے بعد ادھر سے ایک قافلہ گزرا جس میں ہلال ابن مالک مزنی، احنف ابن قیس تمیمی صعصعہ ابن صوحان عبدی اسود ابن قیس تمیمی اور مالک ابن حارث اشتر تھے۔ جب انھوں نے حضرت ابوذر کے انتقال کی خبر سنی تو اس بیکسی کی موت پر تڑپ اٹھے سواریاں روک لیں اور ان کی تجہیز و تکفین کے لیے سفر ملتوی کر دیا۔ مالک اشتر نے ایک حلہ کفن کے لیے دیا۔ جس کی قیمت چار ہزار درہم تھی اور تجہیز و تکفین کے فرائض سرانجام دے کر رخصت ہوئے۔ یہ واقعہ ۸ ذی الحجہ ۳۲ھ کا ہے۔

ومن کلام لہ علیہ السلام

خطبہ نمبر ۱۲۹

أَيَّتُهَا النُّفُوسُ الْمُخْتَلِفَةُ وَ الْقُلُوبُ الْمُتَشَتِّتَةُ الشَّاهِدَةُ أَبْدَانُهُمْ وَ الْغَائِبَةُ عَنْهُمْ عُقُولُهُمْ أَظْأَرُكُمْ عَلَى الْحَقِّ وَ أَنْتُمْ تَنْفِرُونَ عَنْهُ نُفُورَ الْمِعْزَى

اے الگ الگ طبیعتوں اور پراگندہ دل و دماغ والو! کہ جن کے جسم موجود اور عقلیں گم ہیں میں تمہیں نرمی و شفقت سے حق کی طرف لانا چاہتا ہوں اور تم اس سے اس طرح بھڑک اٹھتے ہو جس طرح شیر کے ڈکارنے سے بھیڑ بکریاں کتنا دشوار ہے کہ میں تمہارے سہارے پر چھپے ہوئے

مِنْ وَعْوَعَةِ الْاَسَدِ، هَیْهَاتَ
اَنْ اُطْلِعَ بِکُمْ سَرَارَ الْعَدْلِ
اَوْ اُقِیْمَ اِعْوِجَاجَ الْحَقِّ اَللّٰهُمَّ
اِنَّکَ تَعْلَمُ اَنَّهٗ لَمْ یَکُنِ الَّذِیْ
کَانَ مِنَّا مُنَافَسَةً فِیْ سُلْطَانٍ
وَلَا الْتِمَاسَ شَیْءٍ مِنْ فُضُوْلِ
الْحُطَامِ، وَلٰکِنْ لِنَرُدَّ الْمَعَالِمَ
مِنْ دِیْنِکَ وَنُظْهِرَ الْاِصْلَاحَ
فِیْ بِلَادِکَ. فَیَاْمَنَ الْمَظْلُوْمُوْنَ
مِنْ عِبَادِکَ، وَتُقَامَ الْمُعَطَّلَةُ مِنْ
حُدُوْدِکَ. اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَوَّلُ مَنْ
اَنَابَ وَسَمِعَ وَاَجَابَ، لَمْ یَسْبِقْنِیْ
اِلَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ
اٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِالصَّلٰوةِ. وَقَدْ عَلِمْتُمْ
اَنَّهٗ لَا یَنْبَغِیْ اَنْ یَّکُوْنَ الْوَالِیْ
عَلَی الْفُرُوْجِ وَالدِّمَاءِ وَالْمَغَانِمِ
وَالْاَحْکَامِ وَاِمَامَةِ الْمُسْلِمِیْنَ
الْبَخِیْلُ فَتَکُوْنَ فِیْ اَمْوَالِهِمْ
نَهْمَتُهٗ، وَلَا الْجَاهِلُ فَیُضِلَّهُمْ
بِجَهْلِهٖ، وَلَا الْجَافِیْ فَیَقْطَعَهُمْ بِجَفَائِهٖ،
وَلَا الْخَائِفُ لِلدُّوَلِ فَیَتَّخِذَ قَوْمًا
دُوْنَ قَوْمٍ، وَلَا الْمُرْتَشِیْ فِی
الْحُکْمِ فَیَذْهَبَ بِالْحُقُوْقِ وَیَقِفَ

عدل کو ظاہر کروں یا حق میں پیدا کی ہوئی کجیوں کو سیدھا
کروں! بار الہا تو خوب جانتا ہے کہ یہ جو کچھ بھی ہم سے
(جنگ و پیکار کی صورت میں) ظاہر ہوا اس لیے نہیں تھا
کہ ہمیں تسلط و اقتدار کی خواہش تھی یا مالِ دنیا کی طلب
تھی بلکہ یہ اس لیے تھا کہ ہم دین کے نشانات کو (پھر ان
کی جگہوں پر) پلٹائیں اور تیرے شہروں میں امن و
بہبودی کی صورت پیدا کریں تاکہ تیرے ستم رسیدہ
بندوں کو کوئی کھٹکا نہ رہے اور تیرے وہ احکام
(پھر سے) جاری ہو جائیں جنھیں بیکار بنا دیا گیا ہے۔
اے اللہ! میں پہلا شخص ہوں جس نے تیری طرف
رجوع کی اور تیرے حکم کو سن کر لبیک کہی اور رسول
اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے علاوہ کسی نے بھی
نماز پڑھنے میں مجھ پر سبقت نہیں کی۔

(اے لوگو!) تمھیں یہ معلوم ہے کہ ناموس، خون،
مالِ غنیمت (نفاذ) احکام اور مسلمانوں کی پیشوائی کے
لیے کسی طرح مناسب نہیں کہ کوئی بخیل حاکم ہو کیونکہ
اس کی دانت مسلمانوں کے مال پر لگا رہے گا اور نہ کوئی
جاہل کہ وہ انھیں اپنی جہالت کی وجہ سے گمراہ کریگا
اور نہ کوئی کج خلق کہ وہ اپنی تند مزاجی سے چرکے
لگاتا رہے گا اور نہ کوئی مال و دولت میں بے راہ روی
کرنے والا کہ وہ کچھ لوگوں کو دے گا اور کچھ کو
محروم کر دے گا اور نہ فیصلہ کرنے میں رشوت لینے والا
کہ وہ دوسروں کے) حقوق کو رائگاں کر دے گا

بِهَا دُوْنَ الْمَقَاطِعِ، وَلَا الْمُعَطِّلِ لِلسُّنَّةِ فَيُهْلِكُ الْاُمَّةَ۔

اور انھیں انجام تک نہ پہنچائے گا اور نہ کوئی سنت کو بیکار کر دینے والا کہ وہ اُمّت کو تباہ و برباد کر دے گا۔

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خطبہ نمبر ۱۳۰

نَحْمَدُهٗ عَلٰى مَا اَخَذَ وَاَعْطٰى، وَعَلٰى مَا اَبْلٰى وَابْتَلٰى، اَلْبَاطِنُ لِكُلِّ خَفِيَّةٍ وَالْحَاضِرُ لِكُلِّ سَرِيْرَةٍ، الْعَالِمُ بِمَا تُكِنُّ الصُّدُوْرُ وَمَا تَخُوْنُ الْعُيُوْنُ، وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ غَيْرُهٗ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ نَجِيْبُهٗ وَبَعِيْثُهٗ شَهَادَةً يُوَافِقُ فِيْهَا السِّرُّ الْاِعْلَانَ وَالْقَلْبُ اللِّسَانَ۔

وہ جو کچھ لے اور جو کچھ دے اور جو نعمتیں بخشے اور جن آزمائشوں میں ڈالے (سب پر) ہم اس کی حمد و ثنا کرتے ہیں وہ ہر چھپی ہوئی چیز کی گہرائیوں سے آگاہ اور ہر پوشیدہ شے پر حاضر و ناظر ہے وہ سینوں میں چھپی ہوئی چیزوں اور آنکھوں کے چوری چھپے اشاروں کا جاننے والا ہے ہم گواہی دیتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ و آلہ اس کے برگزیدہ (بندے) اور فرستادہ (رسول) ہیں ایسی گواہی کہ جس میں ظاہر و باطن یکساں اور دل و زبان ہمنوا ہیں۔

(مِنْهَا) فَاِنَّهٗ وَاللّٰهِ الْجِدُّ لَا اللَّعِبُ وَالْحَقُّ لَا الْكَذِبُ، وَمَا هُوَ اِلَّا الْمَوْتُ قَدْ اَسْمَعَ دَاعِيْهِ وَاَعْجَلَ حَادِيْهِ، فَلَا يَغُرَّنَّكَ سَوَادُ النَّاسِ مِنْ نَّفْسِكَ فَقَدْ رَاَيْتَ مَنْ كَانَ قَبْلَكَ مِمَّنْ جَمَعَ الْمَالَ، وَحَذِرَ الْاِقْلَالَ، وَاَمِنَ الْعَوَاقِبَ طُوْلَ اَمَلٍ وَاسْتِبْعَادَ اَجَلٍ. كَيْفَ نَزَلَ بِهِ الْمَوْتُ فَاَزْعَجَهٗ

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے خدا کی قسم وہ چیز جو سراسر حقیقت ہے ہنسی کھیل نہیں اور سرتا پا حق ہے جھوٹ نہیں وہ صرف موت ہے اس کے پکارنے والے نے اپنی آواز پہنچا دی ہے اور اس کے ہنکانے والے نے جلدی مچا رکھی ہے یہ (زندہ) لوگوں کی کثرت تمھارے نفس کو دھوکا نہ دے (کہ اپنی موت کو بھول جاؤ) تم ان لوگوں کو جو تم سے پہلے تھے جنھوں نے مال و دولت کو سمیٹا تھا جو افلاس سے ڈرتے تھے اور امیدوں کی درازی اور موت کی دوری کا فریب کھا کر نتائج سے بے خوف بن چکے تھے دیکھ چکے ہو کہ کس طرح موت

عَنْ وَطَنِهِ، وَاَخَذَهُ مِنْ مَأْمَنِهِ، مَحْمُولاً عَلٰى اَعْوَادِ الْمَنَايَا، يَتَعَاطٰى بِهِ الرِّجَالُ الرِّجَالَ، حَمْلاً عَلَى الْمَنَاكِبِ وَاِمْسَاكاً بِالْاَنَامِلِ. اَمَا رَاَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَأْمُلُوْنَ بَعِيْداً، وَيَبْنُوْنَ مَشِيْداً، وَيَجْمَعُوْنَ كَثِيْراً، كَيْفَ اَصْبَحَتْ بُيُوْتُهُمْ قُبُوْراً، وَمَا جَمَعُوْا بُوْراً، وَصَارَتْ اَمْوَالُهُمْ لِلْوَارِثِيْنَ، وَاَزْوَاجُهُمْ لِقَوْمٍ آخَرِيْنَ، لَا فِيْ حَسَنَةٍ يَزِيْدُوْنَ، وَلَا مِنْ سَيِّئَةٍ يَسْتَعْتِبُوْنَ. فَمَنْ اَشْعَرَ التَّقْوٰى قَلْبَهُ، بَرَّزَ مَهَلُهُ، وَفَازَ عَمَلُهُ. فَاهْتَبِلُوْا هَبَلَهَا، وَاعْمَلُوْا لِلْجَنَّةِ عَمَلَهَا. فَاِنَّ الدُّنْيَا لَمْ تُخْلَقْ لَكُمْ دَارَ مُقَامٍ، بَلْ خُلِقَتْ لَكُمْ مَجَازاً لِتَزَوَّدُوْا مِنْهَا الْاَعْمَالَ اِلٰى دَارِ الْقَرَارِ، فَكُوْنُوْا مِنْهَا عَلٰى اَوْفَازٍ. وَقَرِّبُوا الظُّهُوْرَ لِلزِّيَالِ.

ان پر ٹوٹ پڑی کہ انھیں وطن سے نکال باہر کیا اور ان کی جائے امن سے انھیں اپنی گرفت میں لے لیا اس عالم میں کہ وہ تابوت پر لدے ہوئے تھے اور لوگ یکے بعد دیگرے کندھا دے رہے تھے اور اپنی انگلیوں کے سہارے اسے روکے ہوئے تھے۔ کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا کہ جو دور کی امیدیں لگائے بیٹھے تھے جنھوں نے مضبوط محل بنائے تھے اور ڈھیروں مال جمع کیا تھا کس طرح ان کے گھر قبروں میں بدل گئے اور جمع پونجی تباہ ہو گئی اور ان کا مال وارثوں کا ہو گیا اور ان کی بیویاں دوسروں کے پاس پہنچ گئیں (اب) نہ وہ نیکیوں میں کچھ اضافہ کر سکتے ہیں اور نہ اس کا کوئی موقعہ ہے کہ وہ کسی گناہ کے بعد (توبہ کر کے) اللہ کی رضامندیاں حاصل کر لیں جس شخص نے اپنے دل کو تقویٰ شعار بنا لیا وہ بھلائیوں میں سبقت لے گیا اور اس کا کیا کرایا سوارت ہوا تقویٰ حاصل کرنے کا موقعہ غنیمت سمجھو اور جنت کے لیے جو عمل ہونا چاہیے اسے انجام دو کیونکہ دنیا تمھاری قیامگاہ نہیں بنائی گئی بلکہ یہ تو تمھارے لیے گزرگاہ ہے تاکہ تم اس سے اپنی مستقل قیامگاہ کیلئے زاد اکٹھا کر سکو اسس دنیا سے چل نکلنے کے لیے آمادہ رہو اور کوچ کے لیے سواریاں اپنے سے قریب کر لو (کہ وقت آنے پر بآسانی سوار ہو سکو)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَانْقَادَتْ لَهُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةُ بِاَزِمَّتِهَا

خطبہ نمبر ۱۳۱

دنیا و آخرت اپنی باگ ڈور کو سونپے ہوئے اس کے زیر فرمان

وَقَذَفَتْ إِلَيْهِ السَّمٰوَاتُ وَالْأَرَضُونَ مَقَالِيدَهَا. وَسَجَدَتْ لَهُ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ الْأَشْجَارُ النَّاضِرَةُ. وَقَدَحَتْ لَهُ مِنْ قُضْبَانِهَا النِّيرَانَ الْمُضِيئَةَ وَآتَتْ أُكُلَهَا بِكَلِمَاتِهِ الثِّمَارُ الْيَانِعَةُ

ہے اور آسمان و زمین نے اپنی کنجیاں اس کے آگے ڈال دی ہیں اور تروتازہ و شاداب درخت صبح و شام اس کے آگے سربسجود ہیں اور اپنی شاخوں سے چمکتی ہوئی آگ (کے شعلے) بھڑکاتے ہیں اور اس کے حکم سے (پھل پھول کر) پکے ہوئے میووں (کی ڈالیاں) پیش کرتے ہیں۔

(مِنْهَا) وَكِتَابُ اللهِ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ نَاطِقٌ لَا يَعْيَى لِسَانُهُ وَبَيْتٌ لَا تُهْدَمُ أَرْكَانُهُ وَعِزٌّ لَا تُهْزَمُ أَعْوَانُهُ.

اسی خطبہ کا ایک جز یہ ہے۔ اللہ کی کتاب تمہارے سامنے اس طرح (کھل کر) بولنے والی ہے کہ اس کی زبان کہیں لڑکھڑاتی نہیں اور ایسا گھر ہے جس کے کھمبے سرنگوں نہیں ہوتے اور ایسی عزت ہے کہ اس کے معاون شکست نہیں کھاتے۔

(وَمِنْهَا) أَرْسَلَهُ عَلَى حِينِ فَتْرَةٍ مِنَ الرُّسُلِ وَتَنَازُعٍ مِنَ الْأَلْسُنِ، فَقَفَّى بِهِ الرُّسُلَ وَخَتَمَ بِهِ الْوَحْيَ فَجَاهَدَ فِي اللهِ الْمُدْبِرِينَ عَنْهُ وَالْعَادِلِينَ بِهِ.

اسی خطبہ کے ذیل میں فرمایا۔ اللہ نے آپ کو اس وقت بھیجا جبکہ رسولوں کی بعثت کا سلسلہ رکا پڑا تھا اور لوگوں میں جتنے منہ تھے اتنی باتیں تھیں چنانچہ آپ کو سب رسولوں کے آخر میں بھیجا اور آپ کے ذریعہ سے وحی کا سلسلہ ختم کیا۔ آپ نے اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جہاد کیا جو اس سے پیٹھ پھرائے ہوئے تھے اور دوسروں کو اس کا ہمسر ٹھہرائے ہوئے تھے۔

(وَمِنْهَا) وَإِنَّمَا الدُّنْيَا مُنْتَهَى بَصَرِ الْأَعْمَى، لَا يُبْصِرُ مِمَّا وَرَاءَهَا شَيْئاً وَالْبَصِيرُ يَنْفُذُهَا بَصَرُهُ وَيَعْلَمُ أَنَّ الدَّارَ وَرَاءَهَا فَالْبَصِيرُ مِنْهَا شَاخِصٌ وَالْأَعْمَى

اسی خطبہ کا ایک جز یہ ہے (دل کے) اندھے کا منتہائے نظر یہی دنیا ہوتی ہے کہ اسے اس کے سوا کچھ نظر نہیں آتا اور نظر رکھنے والے کی نگاہیں اس سے پار چلی جاتی ہیں اور وہ اس امر کا یقین رکھتا ہے کہ اس کے بعد بھی ایک گھر ہے۔ نگاہ رکھنے والا اس سے نکلنا چاہتا ہے اور اندھا اسی پر نظریں جمائے رہتا

إِلَيْهَا شَاخِصٌ. وَالْبَصِيرُ مِنْهَا
مُتَزَوِّدٌ. وَالْأَعْمَى لَهَا مُتَزَوِّدٌ.
(ومنها) وَاعْلَمُوا أَنَّهُ لَيْسَ
مِنْ شَيْءٍ إِلَّا وَيَكَادُ صَاحِبُهُ أَنْ يَشْبَعَ
مِنْهُ وَيَمَلَّهُ، إِلَّا الْحَيَاةَ فَإِنَّهُ
لَا يَجِدُ لَهُ فِي الْمَوْتِ رَاحَةً وَ
إِنَّمَا ذَالِكَ بِمَنْزِلَةِ الْحِكْمَةِ
الَّتِي هِيَ حَيَاةٌ لِلْقَلْبِ الْمَيِّتِ
وَبَصَرٌ لِلْعَيْنِ الْعَمْيَاءِ، وَسَمْعٌ
لِلْأُذُنِ الصَّمَّاءِ، وَرِيٌّ لِلظَّمْآنِ
وَفِيهَا الْغِنَى كُلُّهُ وَالسَّلَامَةُ
كِتَابُ اللهِ تُبْصِرُونَ بِهِ. وَتَنْطِقُونَ
بِهِ. وَتَسْمَعُونَ بِهِ، وَيَنْطِقُ
بَعْضُهُ بِبَعْضٍ، وَيَشْهَدُ بَعْضُهُ
عَلَى بَعْضٍ وَلَا يَخْتَلِفُ فِي اللهِ
وَلَا يُخَالِفُ بِصَاحِبِهِ عَنِ اللهِ.
قَدِ اصْطَلَحْتُمْ عَلَى الْغِلِّ فِيمَا
بَيْنَكُمْ، وَنَبَتَ الْمَرْعَى عَلَى
دِمَنِكُمْ. وَتَصَافَيْتُمْ عَلَى حُبِّ
الْآمَالِ وَتَعَادَيْتُمْ فِي كَسْبِ
الْأَمْوَالِ لَقَدِ اسْتَهَامَ بِكُمُ
الْخَبِيثُ وَتَاهَ بِكُمُ الْغُرُورُ،
وَاللهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى نَفْسِي وَأَنْفُسِكُمْ

۷- بابصیرت اس سے آخرت کے لیے زاد حاصل کرتا ہے
اور بے بصیرت اسی کے سروسامان میں لگا رہتا ہے۔

اسی خطبہ کا ایک جزء یہ ہے تمھیں جاننا چاہیے کہ ہر شے
سے آدمی کبھی کبھی سیر ہو جاتا ہے اور اکتا جاتا ہے سوا زندگی
کے وہ کبھی مرنے میں راحت نہیں محسوس کرتا اور یہ اس حکمت
کی طرح ہے کہ جو قلب مردہ کے لیے حیات، اندھی آنکھوں
کے لیے بینائی۔ بہرے کانوں کے لیے شنوائی اور تشنہ کام
کے لیے سیرابی ہے، اور اسی میں پورہ پورہ سامان کفایت
وسروسامانِ حفاظت ہے یہ اللہ کی کتاب ہے کہ جس کے
ذریعہ تمھیں سجھائی دیتا ہے اور تمھاری زبانوں میں گویائی
آتی ہے اور (حق کی آواز) سنتے ہو۔ اس کے کچھ حصے کچھ
حصوں کی وضاحت کرتے ہیں اور بعض بعض کی
(صداقت کی) گواہی دیتے ہیں یہ ذات الٰہی کے متعلق
الگ الگ نظریے نہیں پیش کرتا اور نہ اپنے ساتھی کو
اس کی راہ سے ہٹا کر کسی اور راہ پر لگا دیتا ہے (مگر)
تم نے دلی کدورتوں اور گھورے پر اُگے ہوئے
سبزہ کی خواہش پر ایکا کر لیا ہے، امیدوں کی
چاہت پر تو تم میں صلح صفائی ہے اور مال کے کمانے پر
ایک دوسرے سے دشمنی رکھتے ہو۔ تمھیں
(شیطان) خبیث نے بھٹکا دیا ہے اور فریب
نے تمھیں بہکا رکھا ہے۔ میرے اور تمھارے
نفسوں کے مقابل میں اللہ ہی مددگار ہے۔

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خطبہ نمبر ۱۳۲

وَقَدْ شَاوَرَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِي الْخُرُوجِ إِلَى غَزْوِ الرُّومِ بِنَفْسِهِ.
وَقَدْ تَوَكَّلَ اللهُ لِأَهْلِ هٰذَا الدِّيْنِ بِإِعْزَازِ الْحَوْزَةِ وَسَتْرِ الْعَوْرَةِ۔ وَالَّذِي نَصَرَهُمْ وَهُمْ قَلِيلٌ لَا يَنْتَصِرُونَ وَ مَنَعَهُمْ وَهُمْ قَلِيلٌ لَا يَمْتَنِعُونَ: حَيٌّ لَا يَمُوتُ" إِنَّكَ مَتَى تَسِرْ إِلَى هٰذَا الْعَدُوِّ بِنَفْسِكَ فَتَلْقَهُمْ بِشَخْصِكَ فَتُنْكَبْ لَا تَكُنْ لِلْمُسْلِمِينَ كَانِفَةٌ دُونَ أَقْصَى بِلَادِهِمْ۔ لَيْسَ بَعْدَكَ مَرْجِعٌ يَرْجِعُونَ إِلَيْهِ۔ فَابْعَثْ إِلَيْهِمْ رَجُلًا مِحْرَبًا وَاحْفِزْ مَعَهُ أَهْلَ الْبَلَاءِ وَالنَّصِيحَةِ، فَإِنْ أَظْهَرَ اللهُ فَذَاكَ مَا تُحِبُّ وَإِنْ تَكُنِ الْأُخْرَى كُنْتَ رِدْءًا لِلنَّاسِ وَمَثَابَةً لِلْمُسْلِمِينَ۔

جب حضرت عمر ابن خطاب نے غزوہ روم میں شرکت کے لیے حضرت سے مشورہ لیا تو آپ نے فرمایا:

اللہ نے دین والوں کی حدود کو تقویت پہنچانے اور ان کی غیر محفوظ جگہوں کو (دشمن کی) نظر سے بچائے رکھنے کا ذمہ لے لیا ہے وہی خدا اب بھی زندہ غیر فانی ہے کہ جس نے اس وقت ان کی تائید و نصرت کی تھی جبکہ وہ اتنے تھوڑے تھے کہ دشمن سے انتقام نہیں لے سکتے تھے اور ان کی حفاظت کی جب وہ اتنے کم تھے کہ اپنے کو محفوظ نہیں رکھ سکتے تھے۔ تم اگر خود ان دشمنوں کی طرف بڑھے اور ان سے ٹکرائے اور کسی افتاد میں پڑ گئے تو اس صورت میں مسلمانوں کے لیے دور کے شہروں کے پہلے کوئی ٹھکانا نہ رہے گا، اور نہ تمہارے بعد کوئی ایسی پلٹنے کی جگہ ہو گی کہ اس کی طرف پلٹ کر آسکیں، تم ان کی طرف (اپنے بجائے) کوئی تجربہ کار آدمی بھیجو اور اس کے ساتھ اچھی کارکردگی والے اور خیر خواہی کرنے والے لوگوں کو بھیج دو اگر اللہ نے غلبہ دے دیا تو تم یہی چاہتے ہو اگر دوسری صورت (شکست) ہو گئی تو تم لوگوں کے لیے ایک مددگار اور مسلمانوں کے لیے پلٹنے کا مقام ہو گے۔

لہ امیر المومنین کے متعلق یہ عجیب روش اختیار کی جاتی ہے کہ ایک طرف تو یہ کہا جاتا ہے کہ آپ امور سیاست سے بے خبر (؟)

طریق جہانبانی سے ناآشنا تھے کہ جس سے یہ غرض ہوتی ہے کہ بنی امیہ کے ہوس اقتدار کی پیدا کی ہوئی شورشوں کو آپ کی کمزوریٔ سیاست کا نتیجہ قرار دیا جائے اور دوسری طرف خلفائے وقت نے مملکت کے اہم معاملات اور کفار سے محاربات کے سلسلہ میں جو مختلف مواقع پر آپ سے مشورے لیے انھیں بڑی اہمیت دے کر اُچھالا جاتا ہے جس سے یہ مقصد نہیں ہوتا کہ آپ کی صحت فکر و نظر اصابت رائے اور رسِ بصیرت کو پیش کیا جائے بلکہ صرف یہ غرض ہوتی ہے کہ آپ اور خلفاء میں اتحاد، یگانگت اور یک جہتی کا مظاہرہ کیا جائے تاکہ ادھر توجہ ہی مبذول نہ ہونے پائے کہ آپ کسی مرحلہ پر ان سے متصادم بھی رہے اور باہم اختلاف و مناقشات بھی رونما ہوتے رہے ہیں چنانچہ تاریخی حقائق اس کے شاہد ہیں کہ آپ ان کے نظریات سے اختلاف کرتے تھے اور ان کے ہر اقدام کو درست و صحیح نہ سمجھتے تھے جیسا کہ خطبہ شقشقیہ میں ہر دور کے متعلق واشگاف لفظوں میں تبصرہ کرتے ہوئے اپنے اختلاف رائے اور غم و غصہ کا اظہار فرمایا ہے۔ لیکن اس کے اختلاف کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اسلامی و اجتماعی مفاد کے سلسلہ میں صحیح رہنمائی نہ کی جائے پھر امیر المومنین کی سیرت و اتنی بلند تھی کہ کسی کو یہ خیال بھی نہیں ہو سکتا کہ آپ کسی ایسے مشورے سے پہلوتہی کریں گے کہ جس سے مفاد عامہ وابستہ ہو یا کوئی ایسا مشورہ دیں گے جس سے مصالح عامہ کو نقصان پہنچے اسی لیے نظریات اختلاف کے باوجود آپ سے مشورے لیے جاتے تھے جس سے آپ کے کردار کی عظمت اور صحت فکر و نظر پر روشنی پڑتی ہے اور جس طرح پیغمبر اکرم کی سیرت کا یہ نمایاں جوہر ہے کہ کفار قریش آپ کو دعوت نبوت میں جھٹلانے کے باوجود بہترین امانت دار سمجھتے تھے اور کبھی آپ کی امانت پر شبہہ نہ کر سکے بلکہ مخالفت کے ہنگاموں میں بھی اپنی امانتیں بے کھٹکے آپ کے سپرد کر دیتے تھے اور کبھی یہ وہم بھی نہ کرتے تھے کہ ان کی امانتیں خرد برد ہو جائیں گی یونہی امیر المومنین بھی وثوق و اعتماد کی اس سطح بلند پر سمجھے جاتے تھے کہ دوست و دشمن ان کی اصابت رائے پر اعتماد کرتے تھے تو جس طرح پیغمبر کے طرز عمل سے ان کے کمال امانت داری کا پتہ چلتا ہے اور اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جاتا کہ ان میں اور کفار میں یگانگت تھی کیونکہ امانت اپنے مقام پر ہے اور کفر و اسلام کا ٹکراؤ اپنے مقام پر۔ اسی طرح امیر المؤمنین خلفاء سے اختلاف رکھنے کے باوجود ان کی نظروں میں ملکی و قومی مفاد کے محافظ اور اسلام کی فلاح و بہبود کے نگران سمجھے جاتے تھے، چنانچہ جہاں نوعی مفاد کا سوال پیدا ہوتا تھا آپ سے مشورہ لیا جاتا تھا اور آپ شخصی اغراض کی سطح سے بلند ہو کر اپنی بے لاگ رائے کا اظہار فرما دیتے تھے اور حدیث نبوی "المستشار موتمن، مشیر امین ہوتا ہے" کے پیش نظر کبھی غل و غش گوارا نہ کرتے تھے چنانچہ جنگ فلسطین کے موقعہ پر جب حضرت عمر نے اپنی شرکت کے بارے میں ان سے مشورہ لیا تو قطع نظر اس سے کہ آپ کی رائے اُن کے جذبات کے موافق ہو یا مخالف آپ اسلام کی عزت و بقا کا لحاظ کرتے ہوئے انھیں اپنی جگہ پر ٹھہرے رہنے کا مشورہ

دیتے ہیں اور محاذ جنگ میں ایسے شخص کو بھیجنے کی رائے دیتے ہیں کہ جو آزمودہ کار اور فنون حرب و ضرب میں ماہر ہو کیونکہ تجربہ کار آدمی کے چلے جانے سے اسلام کی بندھی ہوئی ہوا اکھڑ جاتی اور پیغمبر کے زمانہ سے جو مسلمانوں کی دھاک بیٹھ چکی تھی ختم ہو جاتی اور ان کے چلے جانے سے فتح و کامرانی کے بجائے شکست و ہزیمت کے آثار آپ کو نظر آرہے تھے اس لیے انھیں روکنے ہی میں اسلامی مفاد نظر آیا چنانچہ اس کا اظہار ان لفظوں میں فرمایا ہے کہ اگر تمھیں میدان چھوڑ کر پلٹنا پڑے تو یہ صرف تمھاری شکست نہ ہوگی بلکہ اس سے مسلمان بددل ہو کر حوصلہ چھوڑ بیٹھیں گے اور میدان جنگ سے روگرداں ہو کر تتر بتر ہو جائیں گے کیونکہ رئیس لشکر کے میدان چھوڑ دینے سے لشکر کے قدم جم نہ سکیں گے اور ادھر مرکز کے خالی ہو جانے کی وجہ سے یہ توقع نہ کی جا سکے گی کہ عقب سے مزید فوجی کمک آجائے گی کہ جس سے لڑنے بھڑنے والوں کی ڈھارس بندھی رہے۔

یہ ہے وہ مشورہ جسے باہمی روابط پر دلیل بنا کر پیش کیا جاتا ہے حالانکہ یہ مشورہ صرف اسلام کی سربلندی اور اس کی عزت و بقا کے پیش نظر تھا جو آپ کو ہر مفاد سے زیادہ عزیز تھی اور کسی شخص خاص کی جان عزیز نہ تھی کہ جس کی بنا پر اسے جنگ میں شرکت سے روکا ہو۔

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَقَدْ وَقَعَتْ مُشَاجَرَةٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ عُثْمَانَ فَقَالَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ الْاَخْنَسِ لِعُثْمَانَ اَنَا اَكْفِيْكَهُ فَقَالَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِلْمُغِيْرَةِ۔

يَا ابْنَ اللَّعِيْنِ الْاَبْتَرِ، وَالشَّجَرَةِ الَّتِىْ لَا اَصْلَ لَهَا وَلَا فَرْعَ، اَنْتَ تَكْفِيْنِىْ؟ وَاللّٰهِ مَا اَعَزَّ اللّٰهُ مَنْ اَنْتَ نَاصِرُهُ وَلَا قَامَ مَنْ اَنْتَ مُنْهِضُهُ، اُخْرُجْ عَنَّا اَبْعَدَ اللّٰهُ

خطبہ نمبر ۱۳۳

آپ میں اور عثمان ابن عفان میں کچھ بحث ہوئی تو مغیرہ ابن اخنس نے عثمان سے کہا کہ تمھاری طرف سے میں نپٹے لیتا ہوں، جس پر آپ نے مغیرہ سے کہا۔

اے بے اولاد لعین کے بیٹے اور ایسے درخت کے پھل جس کی نہ کوئی جڑ ہے نہ شاخ تو بھلا مجھ سے کیا نپٹے گا خدا کی قسم جس کا تجھ ایسا مددگار ہو اللہ اسے غلبہ و سرفرازی نہیں دیتا اور جس کا تجھ ایسا ابھارنے والا ہو وہ اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہو سکتا۔ ہم سے دور ہو۔ خدا تیری منزل کو دور ہی رکھے اور اس کے بعد جو بن پڑے کرنا اور اگر کچھ بھی مجھ پر ترس کھائے تو خدا

نَوَاكَ، ثُمَّ اَبْلِغْ جُهْدَكَ فَلَا اَبْقَى اللّٰهُ عَلَيْكَ اِنْ اَبْقَيْتَ۔

تجھ پر رحم نہ کرے۔

۱؎ مغیرہ بن اخنس عثمان کے ہوا خواہوں میں سے تھا۔ اس کا بھائی ابو الحکم ابن اخنس احد میں امیرالمومنین کے ہاتھ سے مارا گیا تھا جس کی وجہ سے یہ حضرت کی طرف سے دل میں کینہ و عناد رکھتا تھا۔ اس کا باپ ان لوگوں میں سے تھا جو فتح مکہ کے موقعہ پر بظاہر ایمان لے آئے، مگر دلوں میں کفر و نفاق لیے ہوئے تھے، اس لیے اسے لعین فرمایا ہے اور ابتر اس لیے کہا ہے کہ جس کی مغیرہ ایسی اولاد ہو وہ بے اولاد ہی سمجھے جانے کے لائق ہے۔

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خطبہ نمبر ۱۳۴

لَمْ تَكُنْ بَيْعَتُكُمْ اِيَّايَ فَلْتَةً، وَلَيْسَ اَمْرِيْ وَاَمْرُكُمْ وَاحِدًا اِنِّيْ اُرِيْدُكُمْ لِلّٰهِ وَاَنْتُمْ تُرِيْدُوْنَنِيْ لِاَنْفُسِكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ اَعِيْنُوْنِيْ عَلٰى اَنْفُسِكُمْ وَاَيْمُ اللّٰهِ لَاُنْصِفَنَّ الْمَظْلُوْمَ مِنْ ظَالِمِهٖ وَلَاَقُوْدَنَّ الظَّالِمَ بِخِزَامَتِهٖ، حَتّٰى اُوْرِدَهٗ مَنْهَلَ الْحَقِّ وَاِنْ كَانَ كَارِهًا۔

تم نے میری بیعت اچانک اور بے سوچے سمجھے نہیں کی تھی اور نہ میرا اور تمہارا معاملہ یکساں ہے میں تمھیں اللہ کے لیے چاہتا ہوں اور تم مجھے اپنے شخصی فوائد کے لیے چاہتے ہو۔ اے لوگو! اپنی نفسانی خواہشوں کے مقابلہ میں میری اعانت کرو۔ خدا کی قسم میں مظلوم کا اس کے ظالم سے بدلہ لوں گا۔ اور ظالم کی ناک میں نکیل ڈال کر اسے سرچشمۂ حق تک کھینچ کر لے جاؤں گا۔ اگرچہ اسے یہ ناگوار کیوں نہ گذرے۔

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خطبہ نمبر ۱۳۵

فِيْ مَعْنٰى طَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ:-

طلحہ و زبیر کے متعلق ارشاد فرمایا:-

وَاللّٰهِ مَا اَنْكَرُوْا عَلَيَّ مُنْكَرًا، وَلَا جَعَلُوْا بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ نَصَفًا، وَاِنَّهُمْ لَيَطْلُبُوْنَ حَقًّا هُمْ تَرَكُوْهُ،

خدا کی قسم! انھوں نے مجھ پر کوئی سچا الزام نہیں لگایا اور نہ انھوں نے میرے اور اپنے درمیان انصاف برتا وہ مجھ سے اس حق کا مطالبہ کرتے ہیں جسے خود ہی انھوں نے

وَدَماً هُمْ سَفَكُوهُ. فَإِنْ كُنْتُ شَرِيكَهُمْ فِيهِ، فَإِنَّ لَهُمْ نَصِيبَهُمْ مِنْهُ، وَإِنْ كَانُوا وَلُوهُ دُونِي فَمَا الطَّلِبَةُ إِلاَّ قِبَلَهُمْ. وَإِنَّ أَوَّلَ عَدْلِهِمْ لَلْحُكْمُ عَلَى أَنْفُسِهِمْ. إِنَّ مَعِي لَبَصِيرَتِي مَا لَبَسْتُ وَلاَ لُبِّسَ عَلَيَّ. وَإِنَّهَا لَلْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ فِيهَا الْحَمَا وَالْحُمَّةُ وَالشُّبْهَةُ الْمُغْدِفَةُ. وَإِنَّ الْأَمْرَ لَوَاضِحٌ. وَقَدْ زَاحَ الْبَاطِلُ عَنْ نِصَابِهِ، وَانْقَطَعَ لِسَانُهُ عَنْ شَغْبِهِ. وَايْمُ اللهِ لَأُفْرِطَنَّ لَهُمْ حَوْضاً أَنَا مَاتِحُهُ لاَ يَصْدُرُونَ عَنْهُ بِرِيٍّ، وَلاَ يَعُبُّونَ بَعْدَهُ فِي حَسْيٍ.

چھوڑ دیا اور اس خون کا عوض چاہتے ہیں جسے انھوں نے خود بہایا ہے۔ اب اگر اس میں میں ان کا شریک تھا تو پھر اس میں ان کا بھی تو حصہ نکلتا ہے اور اگر وہی اس کے مرتکب ہوئے ہیں میں نہیں تو پھر اس کا مطالبہ صرف انہی سے ہونا چاہیے اور ان کے عدل و انصاف کا پہلا قدم یہ ہونا چاہیے کہ وہ اپنے خلاف حکم لگائیں اور میرے ساتھ میری بصیرت کی جلوہ گری ہے، نہ میں نے خود (جان بوجھ کر) کبھی اپنے کو دھوکا دیا اور نہ مجھے واقعی کسی سے دھوکا ہوا اور بلاشبہ یہی وہ باغی گروہ ہے جس میں ایک ہمارا سگا (زبیر) اور ایک بچھو کا ڈنک (حمیرا) ہے اور حق پر سیاہ پردے ڈالنے والے شبہے ہیں (اب تو) حقیقت حال کھل کر سامنے آچکی ہے اور باطل اپنی بنیادوں سے ہل چکا ہے اور شر انگیزی سے اسکی زبان بندی ہو چکی ہے۔ خدا کی قسم! میں ان کیلئے ایک ایسا حوض چھلکاؤں گا جس کا پانی نکالنے والا میں ہوں کہ جس سے سیراب ہو کر پلٹنا ان کے امکان میں نہ ہوگا اور نہ اس کے بعد کوئی گڑھا کھود کر پانی پی سکیں گے۔

(مِنْهُ) فَأَقْبَلْتُمْ إِلَيَّ إِقْبَالَ الْعُوذِ الْمَطَافِيلِ عَلَى أَوْلاَدِهَا، تَقُولُونَ: الْبَيْعَةَ الْبَيْعَةَ. قَبَضْتُ كَفِّي فَبَسَطْتُمُوهَا، وَنَازَعَتْكُمْ يَدِي فَجَاذَبْتُمُوهَا. اللَّهُمَّ إِنَّهُمَا قَطَعَانِي وَظَلَمَانِي، وَنَكَثَا بَيْعَتِي

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے، تم اس طرح شوق و رغبت سے (بیعت بیعت پکارتے ہوئے میری طرف بڑھے جس طرح نئی بیاہی ہوئی بچوں والی اونٹنیاں اپنے بچوں کی طرف میں نے اپنے ہاتھوں کو اپنی طرف سمیٹا تو تم نے انھیں اپنی جانب پھیلایا۔ میں نے اپنے ہاتھوں کو تم سے چھیننا چاہا مگر تم نے انھیں کھینچا۔ خدایا ان دونوں نے

وَاَلَّبَا النَّاسَ عَلَيَّ۔ فَاحْلُلْ مَا عَقَدَا، وَلَا تُحْكِمْ لَهُمَا مَا اَبْرَمَا وَاَرِهِمَا الْمَسَاءَةَ فِيمَا اَمَّلَا وَعَمِلَا۔ وَلَقَدِ اسْتَثَبْتُهُمَا قَبْلَ الْقِتَالِ۔ وَاسْتَاْنَيْتُ بِهِمَا اَمَامَ الْوِقَاعِ۔ فَغَمَطَا النِّعْمَةَ وَرَدَّا الْعَافِيَةَ۔

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

يُومِئُ فِيهَا اِلَى ذِكْرِ الْمَلَاحِمِ،
يَعْطِفُ الْهَوَى عَلَى الْهُدَى اِذَا عَطَفُوا الْهُدَى عَلَى الْهَوَى وَيَعْطِفُ الرَّاْيَ عَلَى الْقُرْاٰنِ اِذَا عَطَفُوا الْقُرْاٰنَ عَلَى الرَّاْيِ (منها) حَتّٰى تَقُومَ الْحَرْبُ بِكُمْ عَلٰى سَاقٍ بَادِيًا نَوَاجِذُهَا، مَمْلُوءَةً اَخْلَافُهَا حُلْوًا رَضَاعُهَا عَلْقَمًا عَاقِبَتُهَا۔ اَلَا وَفِي غَدٍ۔ وَسَيَاْتِي غَدٌ بِمَا لَا تَعْرِفُونَ يَاْخُذُ الْوَالِي مِنْ غَيْرِهَا عُمَّالَهَا عَلٰى مَسَاوِي اَعْمَالِهَا۔ وَتُخْرِجُ لَهُ الْاَرْضُ اَفَالِيذَ كَبِدِهَا، وَتُلْقِي اِلَيْهِ سِلْمًا مَقَالِيدَهَا، فَيُرِيكُمْ كَيْفَ عَدْلُ السِّيرَةِ

میرے حقوق کو نظر انداز کیا ہے اور مجھ پر ظلم ڈھایا ہے اور میری بیعت کو توڑ دیا ہے اور میرے خلاف لوگوں کو اُکسایا ہے، لہذا تو جو انھوں نے گرہیں لگائی ہیں انھیں کھول دے اور جو انھوں نے بٹا ہے اسے مضبوط نہ ہونے دے اور انھیں ان کی امیدوں اور کرتوتوں کا برا نتیجہ دکھا میں نے جنگ کے چھڑنے سے پہلے انھیں باز رکھنا چاہا اور لڑائی سے قبل انھیں ڈھیل دیتا رہا لیکن انھوں نے اس نعمت کی قدر نہ کی اور عافیت کو ٹھکرا دیا۔

خطبہ نمبر ۱۳۶

اس میں آنیوالے فتنوں اور ہنگاموں کی طرف اشارہ کیا ہے۔

وہ خواہشوں کو ہدایات کی طرف موڑے گا جبکہ لوگوں نے ہدایت کو خواہشوں کی طرف موڑ دیا ہوگا۔ اور ان کی رایوں کو قرآن کی طرف پھیرے گا جبکہ انھوں نے قرآن کو توڑ مروڑ کر (قیاس ورائے کے ڈھرے پر لگا لیا ہوگا۔

اس خطبہ کا ایک جز یہ ہے (اس داعی حق سے پہلے) یہاں تک نوبت پہنچے گی کہ جنگ اپنے پیروں پر کھڑی ہو جائے گی۔ دانت نکالے ہوئے اور تھن بھرے ہوئے جن کا دودھ شیریں و خوشگوار معلوم ہوگا لیکن اس کا انجام تلخ و ناگوار ہوگا ہاں کل اور یہ کل بہت نزدیک ہے کہ ایسی چیزوں کو لے کر آجائے جنھیں ابھی تک تم نہیں پہچانتے حاکم و والی جو اس جماعت میں سے نہیں ہوگا۔ تمام حکمرانوں سے ان کی بد کرداریوں کی وجہ سے مواخذہ کرے گا اور زمین اس کے سامنے اپنے خزانے انڈیل دے گی اور اپنی کنجیاں بہ سہولت اس کے آگے ڈال دیگی

وَيُحْيِي مَيِّتَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ۔
(مِنْهَا) كَأَنِّي بِهِ قَدْ نَعَقَ بِالشَّامِ وَفَحَصَ بِرَايَاتِهِ فِي ضَوَاحِي كُوفَانَ فَعَطَفَ عَلَيْهَا عَطْفَ الضَّرُوسِ وَفَرَشَ الْأَرْضَ بِالرُّؤُوسِ۔ قَدْ فَغَرَتْ فَاغِرَتُهُ، وَثَقُلَتْ فِي الْأَرْضِ وَطْأَتُهُ، بَعِيدُ الْجَوْلَةِ عَظِيمُ الصَّوْلَةِ۔ وَاللهِ لَيُشَرِّدَنَّكُمْ فِي أَطْرَافِ الْأَرْضِ حَتَّى لَا يَبْقَى مِنْكُمْ إِلَّا قَلِيلٌ كَالْكُحْلِ فِي الْعَيْنِ فَلَا تَزَالُونَ كَذَلِكَ حَتَّى تَؤُوبَ إِلَى الْعَرَبِ عَوَازِبُ أَحْلَامِهَا۔ فَالْزَمُوا السُّنَنَ الْقَائِمَةَ وَالْآثَارَ الْبَيِّنَةَ وَالْعَهْدَ الْقَرِيبَ الَّذِي عَلَيْهِ بَاقِي النُّبُوَّةِ۔ وَاعْلَمُوا أَنَّ الشَّيْطَانَ إِنَّمَا يُسَنِّي لَكُمْ طُرُقَهُ لِتَتَّبِعُوا عَقِبَهُ۔

چنانچہ وہ تمہیں دکھائے گا کہ حق و عدالت کی روش کیا ہوتی ہے اور وہ دم توڑ چکنے والی کتاب و سنت کو پھر سے زندہ کر دے گا۔

اسی خطبہ کا ایک جز یہ ہے گویا یہ منظر میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ وہ (داعی باطل) شام میں کھڑا ہوا للکار رہا ہے اور کوفہ کے اطراف میں اپنے جھنڈے لہرا رہا ہے اور کاٹ کھانے والی اونٹنی کی طرح اس پر حملہ کرنے کیلئے جھکا ہوا ہے اور اس نے زمین پر سروں کا فرش بچھا دیا ہے اس کا منہ (پھاڑ کھانے کے لیے) کھل چکا ہے اور زمین میں اس کی پامالیاں بہت سخت ہو چکی ہیں وہ دور دور تک بڑھ جانے والا اور بڑے شد و مد سے حملہ کرنے والا ہے بخدا وہ تمہیں اطراف زمین میں بکھیر دے گا، یہاں تک کہ تم میں سے کچھ تھوڑے ہی بچیں گے جیسے آنکھ میں سرمہ تم اسی سراسیمگی کے عالم میں رہو گے یہاں تک کہ عربوں کی عقلیں پھر اپنے ٹھکانے پر آ جائیں تم مضبوط طریقوں، روشن نشانیوں اور اسی قریب کے عہد پر جمے رہو کہ جس میں نبوت کے پائیدار آثار ہیں اور تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ شیطان اپنے قدم بقدم چلانے کے لیے راہیں آسان کرتا رہتا ہے۔

۱ـ امیرالمومنین کی یہ پیشین گوئی حضرت حجت کے ظہور کے سلسلہ میں ہے۔

۲ـ یہ عبدالملک ابن مروان کی طرف اشارہ ہے کہ جو مروان کے بعد شام میں برسر اقتدار آیا اور پھر مصعب کے مقابلہ میں مختار ابن ابی عبیدہ کے مارے جانے پر اپنے پرچم لہراتا ہوا عراق کی طرف بڑھا اور اطراف کوفہ میں دیر جاثلیق کے نزدیک مقام مسکن پر مصعب کی فوجوں سے نبرد آزما ہوا اور اسے شکست دینے کے بعد فاتحانہ کوفہ میں داخل ہوا اور وہاں کے باشندوں سے بیعت لی اور پھر حجاج ابن یوسف ثقفی کو عبداللہ ابن زبیر سے لڑنے کے لیے مکہ روانہ کیا چنانچہ اس نے مکہ کا محاصرہ کر کے خانہ

کعبہ پر سنگ باری کی اور ہزاروں بے گناہوں کا خون پانی کی طرح بہایا۔ ابن زبیر کو قتل کر کے اس کی لاش کو سولی پر لٹکایا اور خلق خدا پر ایسے ایسے ظلم ڈھائے کہ جن سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِي وَقْتِ الشُّورَىٰ

لَمْ يُسْرِعْ أَحَدٌ قَبْلِي إِلَىٰ دَعْوَةِ حَقٍّ وَصِلَةِ رَحِمٍ، وَعَائِدَةِ كَرَمٍ فَاسْمَعُوا قَوْلِي وَعُوا مَنْطِقِي۔ عَسَىٰ أَنْ تَرَوْا هٰذَا الْأَمْرَ مِنْ بَعْدِ هٰذَا الْيَوْمِ تُنْتَضَىٰ فِيهِ السُّيُوفُ وَتُخَانُ فِيهِ الْعُهُودُ حَتَّىٰ يَكُونَ بَعْضُكُمْ أَئِمَّةً لِأَهْلِ الضَّلَالَةِ وَشِيعَةً لِأَهْلِ الْجَهَالَةِ۔

خطبہ نمبر ۱۳۷

شوریٰ کے موقع پر فرمایا۔

مجھ سے پہلے تبلیغ حق صلہ رحم اور جود و کرم کی طرف کسی نے بھی تیزی سے قدم نہیں بڑھایا، لہذا تم میرے قول کو سنو اور میری باتوں کو یاد رکھو کہ تم جلدی ہی دیکھ لوگے کہ اس دن کے بعد سے خلافت کے لیے تلواریں سونت لی جائیں گی اور عہد و پیمان توڑ کر رکھ دیے جائیں گے یہاں تک کہ کچھ لوگ گمراہ لوگوں کے پیشوا بن کر کھڑے ہوں گے اور کچھ جاہلوں کے پیرو کار ہو جائیں گے۔

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِي النَّهْيِ عَنْ عَيْبِ النَّاسِ

وَإِنَّمَا يَنْبَغِي لِأَهْلِ الْعِصْمَةِ وَالْمَصْنُوعِ إِلَيْهِمْ فِي السَّلَامَةِ أَنْ يَرْحَمُوا أَهْلَ الذُّنُوبِ وَالْمَعْصِيَةِ وَيَكُونَ الشُّكْرُ هُوَ الْغَالِبَ عَلَيْهِمْ وَالْحَاجِزَ لَهُمْ عَنْهُمْ فَكَيْفَ بِالْغَائِبِ الَّذِي عَابَ أَخَاهُ

خطبہ نمبر ۱۳۸

اس میں لوگوں کو دوسروں کے عیب بیان کرنے سے روکا ہے۔

جن لوگوں کا دامن خطاؤں سے پاک صاف ہے اور بفضل الٰہی گناہوں سے محفوظ ہیں انھیں چاہیے کہ وہ گناہگاروں اور خطاکاروں پر رحم کریں اور اس چیز کا شکر ہی (کہ اللہ نے انھیں گناہوں سے بچائے رکھا ہے) ان پر غالب اور دوسروں کے عیب اچھالنے سے مانع رہے

وَعَيَّرَهُ بِبَلْوَاهُ! أَمَا ذَكَرَ مَوْضِعَ
سَتْرِ اللهِ عَلَيْهِ مِنْ ذُنُوبِهِ مِمَّا هُوَ
أَعْظَمُ مِنَ الذَّنْبِ الَّذِي عَابَهُ
بِهِ وَكَيْفَ يَذُمُّهُ بِذَنْبٍ قَدْ
رَكِبَ مِثْلَهُ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ رَكِبَ
ذٰلِكَ الذَّنْبَ بِعَيْنِهِ فَقَدْ عَصَى
اللهَ فِيمَا سِوَاهُ مِمَّا هُوَ أَعْظَمُ
مِنْهُ۔ وَايْمُ اللهِ لَئِنْ لَمْ يَكُنْ
عَصَاهُ فِي الْكَبِيرِ وَعَصَاهُ فِي
الصَّغِيرِ لَجُرْأَتُهُ عَلَى عَيْبِ
النَّاسِ أَكْبَرُ۔

يَا عَبْدَ اللهِ، لَا تَعْجَلْ فِي
عَيْبِ أَحَدٍ بِذَنْبِهِ فَلَعَلَّهُ
مَغْفُورٌ لَهُ، وَلَا تَأْمَنْ عَلَى نَفْسِكَ
صَغِيرَ مَعْصِيَةٍ فَلَعَلَّكَ مُعَذَّبٌ
عَلَيْهِ فَلْيَكْفُفْ مَنْ عَلِمَ مِنْكُمْ
عَيْبَ غَيْرِهِ لِمَا يَعْلَمُ مِنْ عَيْبِ
نَفْسِهِ وَلْيَكُنِ الشُّكْرُ شَاغِلاً لَهُ
عَلَى مُعَافَاتِهِ مِمَّا ابْتُلِيَ بِهِ غَيْرُهُ۔

چہ جائیکہ وہ عیب لگانے والا اپنے کسی بھائی کی پیٹھ پیچھے
برائی کرے اور اس کے عیب بیان کر کے طعن و تشنیع کرے
یہ آخر خدا کی اس پردہ پوشی کو کیوں نہیں یاد کرتا جو اس نے
خود اس کے ایسے گناہوں پر کی ہے جو اس گناہ سے بھی جس
کی وہ غیبت کر رہا ہے بڑے تھے اور کیونکر کسی ایسے گناہ
کی بنا پر اس کی برائی کرتا ہے جبکہ خود بھی ویسے ہی گناہ
کا مرتکب ہو چکا ہے اور اگر بعینہ ویسا گناہ نہیں بھی کیا تو ایسے
گناہ کیے ہیں کہ جو اس سے بھی بڑھ چڑھ کر تھے، خدا کی قسم! اگر
اس نے گناہ کبیرہ نہیں کیا تھا اور صرف صغیرہ کا مرتکب ہوا تھا
تب بھی اس کا لوگوں کے عیوب بیان کرنا بہت بڑا
گناہ ہے۔

اے خدا کے بندے جھٹ سے کسی پر گناہ کا عیب نہ
لگا شاید کہ اللہ نے وہ بخش دیا ہو اور اپنے کسی چھوٹے سے
چھوٹے گناہ کے لیے بھی اطمینان نہ کرنا شاید کہ اس پر تجھے
عذاب ہو۔ لہٰذا تم میں سے جو شخص بھی کسی دوسرے کے عیوب
جانتا ہو اسے ان کے اظہار سے باز رہنا چاہیے اس علم کی وجہ سے
جو خود اسے اپنے گناہوں کے متعلق ہے اور اس امر کا شکر کہ
اللہ نے اسے ان چیزوں سے محفوظ رکھا ہے کہ جن میں دوسرے
مبتلا ہیں کسی اور طرف اسے متوجہ نہ ہونے دے۔

۱؎ عیب جوئی و خوردہ گیری کا شغلہ اتنا عام اور ہمہ گیر ہو چکا ہے کہ اس کی برائی کا احساس تک جاتا رہا ہے اور اب تو نہ
خواص کی زبانیں بند ہیں نہ عوام کی نہ منبر کی رفعت اس سے مانع ہے نہ محراب کی تقدیس۔ بلکہ جہاں چند ہم خیال جمع ہوں
گے موضوع سخن اور دلچسپ شغلہ یہی ہو گا کہ اپنے فریق مخالف کے عیوب رنگ آمیزیوں سے بیان کیے جائیں اور کان دھر کر
ذوق سماعت کا مظاہرہ کیا جائے حالانکہ غیبت کرنے والے کا دامن ان آلودگیوں سے خود آلودہ ہوتا ہے جن کا اظہار وہ دوسروں

کے لیے کرتا ہے۔ مگر وہ اپنے لیے یہ گوارہ نہیں کرتا کہ اُس کے عیوب آشکارا ہوں تو پھر اسے دوسروں کے جذبات کا بھی پاس و لحاظ کرتے ہوئے ان کی عیب گیری و دل آزاری سے احتراز کرنا چاہیئے اور آنچہ برائے خود نمی پسندی برائے دیگراں ہم مپسند پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔

غیبت کی تعریف یہ ہے کہ اپنے کسی برادر مومن کے عیب کو بغرض تنقیص اس طرح بے نقاب کرنا کہ اس کے لیے دل آزاری کا باعث ہو چاہے یہ اظہار زبان سے ہو یا محاکات سے، اشارہ سے ہو یا کنایہ و تعریض سے۔ بعض لوگ غیبت بس اسی کو سمجھتے ہیں جو غلط اور خلاف واقع ہو۔ اور جو دیکھا اور سُنا ہوا سے جوں کا توں بیان کر دیا ان کے نزدیک غیبت نہیں ہوتی اور وہ یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم غیبت نہیں کرتے بلکہ جو دیکھا یا سُنا ہے اسے صحیح صحیح بیان کر دیا ہے۔ حالانکہ غیبت اسی سچ کہنے کا نام ہے اور اگر جھوٹ ہو تو افترا و بہتان ہے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم سے مروی ہے کہ:۔

انه قال هل تدرون ما الغيبة قالوا الله ورسوله اعلم قال ذكرك اخاك بما يكره قيل ارايت ان كان فى اخى ما اقول قال ان كان فيه ما تقول اغتبته وان لم يكن فيه فقد بهته	آپ نے فرمایا کہ تمھیں معلوم ہے کہ غیبت کیا ہے لوگوں نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ غیبت یہ ہے کہ تم اپنے کسی بھائی کے متعلق کوئی ایسی بات کہو جو اس کے لیے ناگواری کا باعث ہو کہنے والے نے کہا کہ اگر میں وہی بات کہوں جو واقعاً اس میں پائی جاتی ہو؟ آپ نے فرمایا کہ اگر ہو جب ہی تو وہ غیبت ہے اور اگر نہ ہو تو تم نے اس پر افترا باندھا ہے۔

غیبت میں مبتلا ہونے کے بہت سے وجوہ و اسباب ہیں جن کی وجہ سے انسان کہیں دانستہ اور کہیں نادانستہ اس کا مرتکب ہوتا ہے۔ امام غزالی نے احیاء العلوم میں ان وجوہ و اسباب کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے ان میں چند نمایاں اسباب یہ ہیں:۔ (۱) کسی کی ہنسی اڑانے اور اسے پست و سُبک دکھانے کے لیے (۲) لوگوں کو ہنسانے اور اپنی زندہ دلی و خوش طبعی کا مظاہرہ کرنے کے لیے (۳) غیظ و غضب کے تقاضوں سے متاثر ہو کر بھڑاس نکالنے کے لیے (۴) کسی کی تنقیص سے اپنا تفوق جتلانے کے لیے (۵) اپنی بے تعلقی اور برائت ظاہر کرنے کے لیے کہ یہ بات مجھ سے سرزد نہیں ہوئی بلکہ فلاں سے سرزد ہوئی ہے (۶) کسی بزم میں بیٹھ کر ہم رنگ جماعت ہونے کے لیے کہ اس سے اجنبیت نہ برتی جائے (۷) کسی ایسے شخص کی بات کو بے وقعت بنانے کے لیے کہ جس کے متعلق یہ اندیشہ ہو کہ وہ اس کے کسی عیب کو بے نقاب کر دے گا (۸) اپنے کسی ہم پیشہ رقیب کی سرد بازاری کے لیے (۹) کسی رئیس کی بارگاہ میں تقرب حاصل کرنے کے لیے (۱۰) اظہار رنج و تاسف کے لیے یہ کہنا کہ بڑا افسوس ہے کہ فلاں شریف زادہ فلاں بُری بات میں مبتلا ہو گیا ہے (۱۱) اظہار تعجب کے لیے مثلاً اس طرح کہنا کہ

مجھے حیرت ہے کہ فلاں شخص اور یہ کام کرے (۱۲) کسی امر قبیح پر غم و غصہ کا اظہار کرنے کے لیے اس کے مرتکب کا نام لے دینا۔

البتہ چند صورتوں میں عیب گیری و نکتہ چینی غیبت میں شمار نہیں ہوتی:۔

(۱) مظلوم اگر داد رسی کے لیے ظالم کا گلہ کرے تو غیبت نہیں ہے، جیسا کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے۔

لایحب اللّٰہ الجھر بالسّوءِ من القول الا من ظلم۔ اللہ برائی کے اچھالنے کو پسند نہیں کرتا مگر وہ کہ جس پر ظلم کیا گیا ہو۔

(۲) مشورہ دینے کے موقعہ پر کسی کا کوئی عیب بیان کرنا غیبت نہیں ہے کیونکہ مشورہ میں غل و غش جائز نہیں ہے۔

(۳) اگر استفتاء کے سلسلہ میں کسی خاص شخص کو متعین کیے بغیر مسئلہ حل نہ ہوتا ہو تو علی قدر الضرورۃ اس کا عیب بیان کر دینا غیبت نہ ہوگا (۴) کسی مسلمان کو ضرر سے بچانے کے لیے کسی خائن و بددیانت کی بددیانتی سے آگاہ کر دینا غیبت نہ ہوگا (۵) کسی ایسے شخص کے سامنے کسی کی برائی بیان کرنا کہ جو اسے برائی سے روک سکتا ہو غیبت نہیں ہے (۶) روایت کے سلسلہ میں رواۃ پر نقد و تبصرہ غیبت میں داخل نہیں ہے (۷) اگر کوئی شخص اپنے کسی عیب ہی سے متعارف ہو تو اسے پہچنوانے کے لیے اس کا ذکر کرنا غیبت نہ ہوگا۔ ——— جیسے بہرا، گونگا، گنجا، لنگڑا وغیرہ (۸) بغرض علاج طبیب کے سامنے مریض کے کسی عیب کو بیان کرنا غیبت نہیں ہے (۹) اگر کوئی غلط نسب کا مدعی ہو تو اس کے نسب کی تردید کرنا غیبت نہ ہوگا (۱۰) اگر کسی کی جان۔ مال یا عزت کا بچاؤ اسی صورت میں ہو سکتا ہو کہ اسے کسی عیب سے روشناس کیا جائے تو یہ بھی غیبت نہیں ہے (۱۱) اگر دو شخص آپس میں کسی کی ایسی برائی کا ذکر کریں کہ جو انھیں پہلے سے معلوم ہو تو یہ اگرچہ غیبت نہیں ہے تاہم زبان کو بچانا ہی بہتر ہے ممکن ہے کہ ان میں سے ایک بھول چکا ہو۔ (۱۲) جو علانیہ فسق و فجور کرتا ہو اس کی برائی کرنا غیبت نہیں، جیسا کہ روایت میں وارد ہوا ہے۔ من القی جلباب الحیاء فلا غیبۃ لہ۔ جو حیا کی چادر اتار ڈالے اس کی غیبت، غیبت نہیں۔

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خطبہ نمبر ۱۳۶

اَيُّهَا النَّاسُ، مَنْ عَرَفَ مِنْ اَخِيْهِ وَثِيْقَةَ دِيْنٍ وَّسَدَادَ طَرِيْقٍ فَلَا يَسْمَعَنَّ فِيْهِ اَقَاوِيْلَ الرِّجَالِ، اَمَا اِنَّهٗ قَدْ يَرْمِي الرَّامِيْ وَتُخْطِئُ السِّهَامُ

اے لوگو! اگر تمھیں اپنے کسی بھائی کی دینداری کی پختگی اور طور طریقوں کی درستگی کا علم ہو تو پھر اس کے بارے میں افواہی باتوں پر کان نہ دھرو دیکھو! کبھی تیر چلانے والا تیر چلاتا ہے اور اتفاق سے تیر خطا کر جاتا ہے

وَيَحِيلُ الْكَلَامُ وَبَاطِلُ ذٰلِكَ يَبُورُ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ وَشَهِيدٌ۔ أَمَا إِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ إِلَّا أَرْبَعُ أَصَابِعَ (فَسُئِلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ مَعْنَى قَوْلِهِ هٰذَا۔ فَجَمَعَ أَصَابِعَهُ وَوَضَعَهَا بَيْنَ أُذُنِهِ وَعَيْنِهِ ثُمَّ قَالَ) اَلْبَاطِلُ أَنْ تَقُولَ سَمِعْتُ وَالْحَقُّ أَنْ تَقُولَ رَأَيْتُ۔

اور بات ذرا میں ادھر سے اُدھر ہو جاتی ہے اور جو غلط بات ہوگی وہ خود ہی نیست و نابود ہو جائے گی اللہ ہر چیز کا سننے والا اور ہر شے کی خبر رکھنے والا ہے کہ سچ اور جھوٹ میں صرف چار انگلیوں کا فاصلہ ہے۔

جب آپ سے اس کا مطلب پوچھا گیا تو آپ نے اپنی انگلیوں کو اکٹھا کر کے اپنے کان اور آنکھ کے درمیان رکھا اور فرمایا جھوٹ وہ ہے جسے تم کہو کہ میں نے سُنا اور سچ وہ ہے جسے تم کہو کہ میں نے دیکھا۔

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خطبہ نمبر ۱۴۰

وَلَيْسَ لِوَاضِعِ الْمَعْرُوفِ فِي غَيْرِ حَقِّهِ وَعِنْدَ غَيْرِ أَهْلِهِ مِنَ الْحَظِّ فِيمَا أَتَى إِلَّا مَحْمَدَةُ اللِّئَامِ وَثَنَاءُ الْأَشْرَارِ، وَمَقَالَةُ الْجُهَّالِ مَا دَامَ مُنْعِمًا عَلَيْهِمْ۔ مَا أَجْوَدَ يَدَهُ وَهُوَ عَنْ ذَاتِ اللّٰهِ بَخِيلٌ، فَمَنْ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَلْيَصِلْ بِهِ الْقَرَابَةَ وَلْيُحْسِنْ مِنْهُ الضِّيَافَةَ وَلْيَفُكَّ بِهِ الْأَسِيرَ وَالْعَانِيَ وَلْيُعْطِ مِنْهُ الْفَقِيرَ وَالْغَارِمَ وَلْيَصْبِرْ نَفْسَهُ عَلَى الْحُقُوقِ وَالنَّوَائِبِ ابْتِغَاءَ الثَّوَابِ

جو شخص غیر مستحق کے ساتھ حسن سلوک برتتا ہے اور نا اہلوں کے ساتھ احسان کرتا ہے، اس کے پلّے یہی پڑتا ہے کہ کمینے اور شریر اس کی مدح و ثنا کرنے لگتے ہیں اور جب تک وہ دیتا دلاتا رہے جاہل کہتے رہتے ہیں کہ اس کا ہاتھ کتنا سخی ہے حالاں کہ اللہ کے معاملہ میں وہ بخل کرتا ہے، چاہیئے تو یہ کہ اللہ نے جسے مال دیا ہے وہ اس سے عزیزوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ خوش اسلوبی سے مہمان نوازی کرے۔ قیدیوں اور خستہ حال اسیروں کو آزاد کرائے محتاجوں اور قرضداروں کو دے اور ثواب کی خواہش میں حقوق کی ادائیگی اور مختلف زحمتوں کو اپنے نفس پر برداشت

فَإِنَّ فِي هٰذِهِ الْخِصَالِ شَرَفَ
مَكَارِمِ الدُّنْيَا وَدَرْكَ فَضَائِلِ
الْآخِرَةِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ۔

کرے اس لیے کہ ان خصائل و عادات سے آراستہ ہونا
دنیا کی بزرگیوں سے شرف یاب ہونا اور آخرت کی
فضیلتوں کو پالینا ہے، انشاء اللہ۔

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خطبہ نمبر ۱۴۱

فِي الْاِسْتِسْقَاءِ:-
أَلَا وَإِنَّ الْأَرْضَ الَّتِي تَحْمِلُكُمْ
وَالسَّمَاءَ الَّتِي تُظِلُّكُمْ مُطِيعَتَانِ
لِرَبِّكُمْ وَمَا أَصْبَحَتَا تَجُودَانِ
لَكُمْ بِبَرَكَتِهِمَا تَوَجُّعاً لَكُمْ وَلَا
زُلْفَةً إِلَيْكُمْ وَلَا لِخَيْرٍ تَرْجُوَانِهِ
مِنْكُمْ وَلٰكِنْ أُمِرَتَا بِمَنَافِعِكُمْ
فَأَطَاعَتَا، وَأُقِيمَتَا عَلَى حُدُودِ
مَصَالِحِكُمْ فَقَامَتَا إِنَّ اللّٰهَ
يَبْتَلِي عِبَادَهُ عِنْدَ الْأَعْمَالِ
السَّيِّئَةِ بِنَقْصِ الثَّمَرَاتِ وَحَبْسِ
الْبَرَكَاتِ، وَإِغْلَاقِ خَزَائِنِ
الْخَيْرَاتِ لِيَتُوبَ تَائِبٌ وَيُقْلِعَ
مُقْلِعٌ. وَيَتَذَكَّرَ مُتَذَكِّرٌ. وَيَزْدَجِرَ
مُزْدَجِرٌ، وَقَدْ جَعَلَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ
الْاِسْتِغْفَارَ سَبَباً لِدُرُورِ الرِّزْقِ
وَرَحْمَةِ الْخَلْقِ، فَقَالَ سُبْحَانَهُ
اِسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّاراً

طلب باراں کے سلسلہ میں:-
دیکھو یہ زمین جو تمھیں اُٹھائے ہوئے ہے اور یہ
آسمان جو تم پر سایہ گستر ہے دونوں تمھارے پروردگار
کے زیر فرمان ہیں۔ یہ اپنی برکتوں سے اس لیے تمھیں مالا
مال نہیں کرتے کہ ان کا دل تم پر کڑھتا ہے یا تمھارا
تقرب چاہتے ہیں یا کسی بھلائی کے تم سے اُمیدوار ہیں
بلکہ یہ تو تمھاری منفعت رسانی پر مامور ہیں جسے بجا لاتے ہیں اور تمھاری
مصلحتوں کی حدوں پر انھیں ٹھہرایا گیا ہے چنانچہ یہ ٹھہرے ہوئے ہیں
(البتہ) اللہ سبحانہ، بندوں کو ان کی بداعمالیوں کے
وقت پھلوں کے کم کرنے، برکتوں کے روک لینے اور
انعامات کے خزانوں کو بند کر دینے سے آزماتا ہے تاکہ
توبہ کرنے والا توبہ کرے (انکار و سرکشی سے) باز آنے
والا باز آجائے نصیحت و عبرت حاصل کرنے والا
نصیحت و بصیرت حاصل کرلے اور گناہوں سے رُکنے
والا رُک جائے۔ اللہ سبحانہ نے توبہ و استغفار کو روزی
کے اُترنے کا سبب اور خلق پر رحم کھانے کا ذریعہ قرار دیا
ہے چنانچہ اس کا ارشاد ہے کہ:- اپنے پروردگار سے توبہ
و استغفار کرو بلاشبہ وہ بہت بخشنے والا ہے۔ وہی تم پر

يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَاراً وَ
يُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ. فَرَحِمَ
اللّٰهُ امْرَءاً اسْتَقْبَلَ تَوْبَتَهُ وَ
اسْتَقَالَ خَطِيئَتَهُ، وَبَادَرَ مَنِيَّتَهُ.
اَللّٰهُمَّ إِنَّا خَرَجْنَا إِلَيْكَ مِنْ
تَحْتِ الْأَسْتَارِ وَالْأَكْنَانِ. وَبَعْدَ
عَجِيجِ الْبَهَائِمِ وَالْوِلْدَانِ رَاغِبِينَ
فِي رَحْمَتِكَ، وَرَاجِينَ فَضْلَ
نِعْمَتِكَ وَخَائِفِينَ مِنْ عَذَابِكَ
وَنِقْمَتِكَ. اَللّٰهُمَّ فَاسْقِنَا غَيْثَكَ
وَلَا تَجْعَلْنَا مِنَ الْقَانِطِينَ وَلَا تُهْلِكْنَا
بِالسِّنِينَ وَلَا تُؤَاخِذْنَا بِمَا فَعَلَ
السُّفَهَاءُ مِنَّا يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ.
اَللّٰهُمَّ إِنَّا خَرَجْنَا إِلَيْكَ نَشْكُو إِلَيْكَ
مَا لَا يَخْفَى عَلَيْكَ حِينَ أَلْجَأَتْنَا الْمَضَايِقُ
الْوَعِرَةُ، وَأَجَاءَتْنَا الْمَقَاحِطُ الْمُجْدِبَةُ
وَأَعْيَتْنَا الْمَطَالِبُ الْمُتَعَسِّرَةُ. وَ
تَلَاحَمَتْ عَلَيْنَا الْفِتَنُ الْمُسْتَصْعِبَةُ.
اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ أَنْ لَا تَرُدَّنَا خَائِبِينَ
وَلَا تَقْلِبَنَا وَاجِمِينَ. وَلَا تُخَاطِبَنَا
بِذُنُوبِنَا وَلَا تُقَايِسَنَا بِأَعْمَالِنَا. اَللّٰهُمَّ
انْشُرْ عَلَيْنَا غَيْثَكَ، وَبَرَكَتَكَ وَ
رِزْقَكَ وَرَحْمَتَكَ وَاسْقِنَا سُقْيَا نَا

موسلا دھار مینھ برساتا ہے اور مال و اولاد سے تمھیں
سہارا دیتا ہے"۔ خدا اس شخص پر رحم کرے جو توبہ
کی طرف متوجہ ہو اور گناہوں سے ہاتھ اٹھائے اور
موت سے پہلے نیک اعمال کرلے۔

بار الہا! تیری رحمت کی خواہش کرتے ہوئے اور
نعمتوں کی فراوانی چاہتے ہوئے اور تیرے عذاب و غضب
سے ڈرتے ہوئے ہم پردوں اور گھروں کے گوشوں سے تیری
طرف نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ اس وقت جبکہ چوپائے
چیخ رہے ہیں اور بچے چلا رہے ہیں۔ خدایا! ہمیں بارش
سے سیراب کر دے اور ہمیں مایوس نہ کر اور خشک
سالی سے ہمیں ہلاک نہ ہونے دے اور ہم میں سے کچھ
بے وقوفوں کے کرتوت پر ہمیں اپنی گرفت میں نہ لے
اے رحم کرنے والوں میں بہت رحم کرنے والے، خدایا! جب
ہمیں سخت تنگیوں نے مضطرب و بے چین کر دیا اور قحط سالیوں
نے بے بس بنا دیا اور شدید حاجتمندیوں نے لاچار بنا ڈالا اور
منھ زور فتنوں کا ہم پر تانتا بندھ گیا تو ہم تیری طرف نکل
پڑے ہیں گلہ لے کر اس کا جو تجھ سے پوشیدہ نہیں۔ اے
اللہ! ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ تو ہمیں محروم نہ پلٹا اور
نہ اس طرح کہ ہم اپنے نفسوں پر پیچ و تاب کھا رہے ہوں
اور ہمارے گناہوں کی بنا پر ہم سے عتاب آمیز خطاب نہ کر
اور ہمارے کیے کے مطابق ہم سے سلوک نہ کر خداوندا! تو ہم پر
باران و برکت اور رزق و رحمت کا دامن پھیلا دے اور ایسی
سیرابی سے ہمیں نہال کر دے جو فائدہ بخشنے والی اور سیراب

نَافِعَةً مَرْوِيَةً مُعْشِبَةً تُنْبِتُ بِهَا مَا قَدْ فَاتَ وَتُحْيِي بِهَا مَا قَدْ مَاتَ نَافِعَةَ الْحَيَا كَثِيرَةَ الْمُجْتَنَى تُرْوِي بِهَا الْقِيعَانَ. وَتُسِيلُ الْبُطْنَانَ وَتَسْتَوْرِقُ الْأَشْجَارَ وَتُرْخِصُ الْأَسْعَارَ اِنَّكَ عَلَى مَا تَشَاءُ قَدِيرٌ۔

کرنے والی اور گھاس پات لگانے والی ہو کہ جس سے تو گئی گذری ہوئی کھیتوں میں پھر سے روئیدگی لے آئے اور مردہ زمینوں میں حیات کی لہریں دوڑا دے وہ ایسی سیرابی ہو کہ جس کی تر و تازگی دستر تا سر افادہ مند اور چنے ہوئے پھلوں کے انبار لیے ہو جس سے تو ہموار زمینوں کو جل تھل بنا دے اور ندی نالے بہا دے اور درختوں کے برگ و بار سے سرسبز کر دے اور نرخوں کو سستا کر دے بلاشبہ تو جو چاہے اس پر قادر ہے۔

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خطبہ نمبر ۱۴۲

بَعَثَ اللّٰهُ رُسُلَهٗ بِمَا خَصَّهُمْ بِهٖ مِنْ وَحْيِهٖ، وَجَعَلَهُمْ حُجَّةً لَهٗ عَلٰى خَلْقِهٖ لِئَلَّا تَجِبَ الْحُجَّةُ لَهُمْ بِتَرْكِ الْاِعْذَارِ اِلَيْهِمْ فَدَعَاهُمْ بِلِسَانِ الصِّدْقِ اِلٰى سَبِيلِ الْحَقِّ اَلَا اِنَّ اللّٰهَ قَدْ كَشَفَ الْخَلْقَ كَشْفَةً۔ لَا اَنَّهٗ جَهِلَ مَا اَخْفَوْهُ مِنْ مَصُونِ اَسْرَارِهِمْ وَمَكْنُونِ ضَمَائِرِهِمْ وَلٰكِنْ لِيَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا۔ فَيَكُونُ الثَّوَابُ جَزَاءً وَالْعِقَابُ بَوَاءً، اَيْنَ الَّذِيْنَ زَعَمُوْا اَنَّهُمُ الرَّاسِخُوْنَ فِي

اللہ سبحانہ نے اپنے رسولوں کو وحی کے امتیازات کے ساتھ بھیجا اور انھیں مخلوق پر اپنی حجت ٹھہرایا تاکہ وہ یہ عذر نہ کر سکیں کہ ان پر حجت تمام نہیں ہوئی چنانچہ اللہ نے انھیں سچی زبانوں سے راہ حق کی دعوت دی دیوں تو اللہ مخلوقات کو اچھی طرح جانتا بوجھتا ہے اور لوگوں کے ان رازوں اور بھیدوں سے کہ جنھیں وہ چھپا کر رکھتے ہیں بےخبر نہیں رہ پھر یہ حکم و احکام اس لیے دیئے ہیں اکہ وہ ان لوگوں کو آزما کر ظاہر کر دے کہ ان میں اعمال کے اعتبار سے کون اچھا ہے تاکہ ثواب ان کی جزا اور عقاب ان کی بداعمالیوں کی پاداش ہو کہاں ہیں وہ لوگ کہ جو جھوٹ بولتے ہوئے اور ہم پر ستم روا رکھتے ہوئے یہ ادعا کرتے ہیں کہ وہ راسخون فی العلم ہیں نہ ہم۔ چونکہ اللہ نے ہم کو بلند کیا ہے اور انھیں گرایا ہے اور ہمیں منصب امامت دیا ہے اور انھیں محروم رکھا ہے اور ہمیں (منزل علم

العلم دوننا. كذباً وبغياً علينا ان رفعنا الله ووضعهم واعطانا وحرمهم وادخلنا واخرجهم. بنا يستعطى الهدى ويستجلى العمى، ان الائمة من قريش غرسوا في هذا البطن من هاشم. لا تصلح على سواهم ولا تصلح الولاة من غيرهم.

(منها) آثروا عاجلاً واخروا آجلاً وتركوا صافياً وشربوا آجناً. كأني انظر الى فاسقهم وقد صحب المنكر فألفه، وبسئ به ووافقه، حتى شابت عليه مفارقه، وصبغت به خلائقه. ثم اقبل مزبداً كالتيار لا يبالي ما غرّق. او كوقع النار في الهشيم لا يحفل ما حرّق. اين العقول المستصبحة بمصابيح الهدى والابصار اللامحة الى منار التقوى. اين القلوب التي وهبت لله وعوقدت على طاعة الله. ازدحموا على الحطام وتشاحوا على الحرام. ورفع لهم علم الجنة والنار فصرفوا

میں داخل کیا ہے اور انھیں دور کر دیا ہے۔ ہم ہی سے ہدایت کی طلب اور گمراہی کی تاریکیوں کو چھانٹنے کی خواہش کی جا سکتی ہے۔ بلاشبہ امام قریش میں سے ہوں گے جو اسی قبیلہ کی ایک شاخ بنی ہاشم کی کشت زار سے اُبھریں گے۔ نہ امامت کسی کو زیب دیتی ہے اور نہ ان کے علاوہ کوئی اس کا اہل ہو سکتا ہے۔

اسی خطبہ کا ایک جز یہ ہے، ان لوگوں نے دنیا کو اختیار کر لیا ہے اور عقبیٰ کو پیچھے ڈال دیا ہے۔ صاف پانی چھوڑ دیا ہے اور گندا پانی پینے لگے ہیں گویا میں ان کے فاسق کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ برائیوں میں رہا اتنا کہ انہی برائیوں سے اسے محبت ہو گئی اور ان سے مانوس ہوا اور ان سے اتفاق کرتا رہا یہاں تک کہ انہی برائیوں میں اس کے سر کے بال سفید ہو گئے اور اسی رنگ میں اس کی طبیعت رنگ گئی پھر یہ کہ وہ (منہ سے) کف دیتا ہوا متلاطم دریا کی طرح آگے بڑھا بغیر اس کا کچھ خیال کیے کہ کس کو ڈبو رہا ہے اور بھوسے میں لگی ہوئی آگ کی طرح پھیلا بغیر اس کی پروا کیے ہوئے کہ کون چیزیں جلا رہا ہے کہاں ہیں ہدایت کے چراغوں سے روشن ہونے والی عقلیں اور کہاں ہیں تقوے کے روشن مینار کی طرف دیکھنے والی آنکھیں اور کہاں ہیں اللہ کے ہو جانے والے قلوب اور اس کی اطاعت پر جم جانے والے دل وہ تو مالِ دنیا پر ٹوٹ پڑے ہیں اور (مال) حرام پر جھگڑ رہے ہیں۔ ان کے سامنے جنت اور دوزخ کے جھنڈے

ـه عبدالملک ابن مروان اور اس کے جانشینوں اور حجاج ابن یوسف کے زیر حکم مظالم کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

عَنِ الْجَنَّةِ وُجُوهَهُمْ، وَأَقْبَلُوا إِلَى النَّارِ بِأَعْمَالِهِمْ. دَعَاهُمْ رَبُّهُمْ فَنَفَرُوا وَوَلَّوْا. وَدَعَاهُمُ الشَّيْطَانُ فَاسْتَجَابُوا وَأَقْبَلُوا.

بلند ہیں لیکن انھوں نے جنّت سے اپنے منھ موڑ لیے ہیں اور اپنے اعمال کی وجہ سے دوزخ کی طرف بڑھ نکلے ہیں اللہ نے ان لوگوں کو بلایا تو یہ بھڑک اٹھے اور پیٹھ پھرا کر چل دیئے اور شیطان نے ان کو دعوت دی تو لبیک کہتے ہوئے اس کی طرف لپک پڑے۔

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خطبہ نمبر ۱۴۳

أَيُّهَا النَّاسُ: إِنَّمَا أَنْتُمْ فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا غَرَضٌ تَنْتَضِلُ فِيهِ الْمَنَايَا. مَعَ كُلِّ جُرْعَةٍ شَرَقٌ. وَفِي كُلِّ أُكْلَةٍ غَصَصٌ لَا تَنَالُونَ مِنْهَا نِعْمَةً إِلَّا بِفِرَاقِ أُخْرَى وَلَا يُعَمَّرُ مُعَمَّرٌ مِنْكُمْ يَوْمًا مِنْ عُمُرِهِ إِلَّا بِهَدْمِ آخَرَ مِنْ أَجَلِهِ وَلَا تُجَدَّدُ لَهُ زِيَادَةٌ فِي أَكْلِهِ إِلَّا بِنَفَادِ مَا قَبْلَهَا مِنْ رِزْقِهِ. وَلَا يَحْيَى لَهُ أَثَرٌ إِلَّا مَاتَ لَهُ أَثَرٌ وَلَا يَتَجَدَّدُ لَهُ جَدِيدٌ إِلَّا بَعْدَ أَنْ يَخْلَقَ لَهُ جَدِيدٌ. وَلَا تَقُومُ لَهُ نَابِتَةٌ إِلَّا وَتَسْقُطُ مِنْهُ مَحْصُودَةٌ. وَقَدْ مَضَتْ أُصُولٌ نَحْنُ فُرُوعُهَا فَمَا بَقَاءُ فَرْعٍ بَعْدَ ذَهَابِ أَصْلِهِ.

(مِنْهَا) وَمَا أُحْدِثَتْ بِدْعَةٌ

اے لوگو! تم اس دنیا میں موت کی تیراندازیوں کا ہدف ہو جہاں ہر گھونٹ کے ساتھ اچھو ہے اور ہر لقمہ میں گلوگیر پھندا ہے جہاں تم ایک نعمت اس وقت تک نہیں پاتے جب تک دوسری نعمت جدا نہ ہو جائے، اور تم میں سے کوئی زندگی پانے والا ایک دن کی زندگی میں قدم نہیں رکھتا جب تک اس کی مدّتِ حیات میں سے ایک دن کم نہیں ہو جاتا اور اس کے کھانے میں کسی اور رزق کا اضافہ نہیں ہوتا جب تک پہلا رزق ختم نہ ہو جائے اور جب تک ایک نقش مٹ نہ جائے دوسرا نقش اُبھرتا نہیں اور جب تک کوئی نئی چیز کہنہ د فرسودہ نہ ہو جائے دوسری نئی چیز حاصل نہیں ہوتی اور جب تک کٹی ہوئی فصل گر نہ جائے نئی فصل کھڑی نہیں ہوتی آباؤ اجداد گزر گئے اور ہم انہی کی شاخیں ہیں جب جڑ ہی نہ رہی تو شاخیں کہاں رہ سکتی ہیں۔

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے کوئی بدعت وجود میں نہیں

الاَّ تُرِكَ بِهَا سُنَّةٌ ۔ فَاتَّقُوا الْبِدَعَ وَالْزَمُوا الْمَهْيَعَ اِنَّ عَوَازِمَ الْاُمُوْرِ اَفْضَلُهَا وَاِنَّ مُحْدَثَاتِهَا شِرَارُهَا۔

آتی مگر یہ کہ اس کی وجہ سے سُنّت کو چھوڑنا پڑتا ہے۔ بدعتی لوگوں سے بچو روشن طریقہ پر جمے رہو۔ پرانی باتیں ہی اچھی ہیں اور دین میں، پیدا کی ہوئی نئی چیزیں بدترین ہیں۔

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَقَدِ اسْتَشَارَهٗ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِي الشُّخُوْصِ لِقِتَالِ الْفُرْسِ بِنَفْسِهٖ اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ لَمْ يَكُنْ نَصْرُهٗ وَلَا خِذْلَانُهٗ بِكَثْرَةٍ وَّلَا بِقِلَّةٍ۔ وَهُوَ دِيْنُ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَظْهَرَهٗ، وَجُنْدُهُ الَّذِيْٓ اَعَدَّهٗ وَاَمَدَّهٗ حَتّٰى بَلَغَ مَا بَلَغَ وَطَلَعَ حَيْثُمَا طَلَعَ۔ وَنَحْنُ عَلٰى مَوْعُوْدٍ مِّنَ اللّٰهِ۔ وَاللّٰهُ مُنْجِزٌ وَعْدَهٗ وَنَاصِرٌ جُنْدَهٗ۔ وَمَكَانُ الْقَيِّمِ بِالْاَمْرِ مَكَانُ النِّظَامِ مِنَ الْخَرَزِ يَجْمَعُهٗ وَيَضُمُّهٗ فَاِذَا انْقَطَعَ النِّظَامُ تَفَرَّقَ الْخَرَزُ وَذَهَبَ۔ ثُمَّ لَمْ يَجْتَمِعْ بِحَذَافِيْرِهٖ اَبَدًا وَالْعَرَبُ الْيَوْمَ وَاِنْ كَانُوْا قَلِيْلًا فَهُمْ كَثِيْرُوْنَ بِالْاِسْلَامِ وَعَزِيْزُوْنَ بِالْاِجْتِمَاعِ فَكُنْ قُطْبًا وَاسْتَدِرِ الرَّحٰى بِالْعَرَبِ

خطبہ نمبر ۱۴۴

جب حضرت عمر ابن خطاب نے جنگ فارس میں شریک ہونے کے لیے آپ سے مشورہ لیا تو آپ نے فرمایا۔

اس امر میں کامیابی و ناکامیابی کا دارو مدار فوج کی کمی بیشی پر نہیں رہا ہے۔ یہ تو اللہ کا دین ہے جسے اس نے سب دینوں پر، غالب رکھا ہے اور اسی کا لشکر ہے جسے اس نے تیار کیا ہے اور اس کی ایسی نصرت کی ہے کہ وہ بڑھ کر اپنی موجودہ حد تک پہنچ گیا ہے اور پھیل کر اپنے موجودہ پھیلاؤ پر آ گیا ہے اور ہم سے اللہ کا ایک وعدہ ہے اور وہ اپنے وعدہ کو پورا کرے گا اور اپنے لشکر کی خود ہی مدد کرے گا۔ امور (سلطنت) میں حاکم کی حیثیت وہی ہوتی ہے جو مہروں میں ڈورے کی جو انھیں سمیٹ کر رکھتا ہے جب ڈورا ٹوٹ جائے تو سب مہرے بکھر جائیں گے اور پھر کبھی سمٹ نہ سکیں گے۔ آج عرب والے اگرچہ گنتی میں کم ہیں مگر اسلام کی وجہ سے وہ بہت ہیں اور اتحاد باہمی کے سبب سے (فتح) وغلبہ پانے والے ہیں تم اپنے مقام پر کھونٹی کی طرح جمے رہو اور عرب کا نظم و نسق برقرار رکھو اور ان ہی کو

وَأَصْلِهِمْ دُونَكَ نَارَ الْحَرْبِ، فَإِنَّكَ
إِنْ شَخَصْتَ مِنْ هَذِهِ الْأَرْضِ
انْتَقَضَتْ عَلَيْكَ الْعَرَبُ مِنْ أَطْرَافِهَا
وَأَقْطَارِهَا. حَتَّى يَكُونَ مَا تَدَعُ
وَرَاءَكَ مِنَ الْعَوْرَاتِ أَهَمَّ إِلَيْكَ
مِمَّا بَيْنَ يَدَيْكَ. إِنَّ الْأَعَاجِمَ
إِنْ يَنْظُرُوا إِلَيْكَ غَداً يَقُولُوا هَذَا
أَصْلُ الْعَرَبِ فَإِذَا قَطَعْتُمُوهُ اسْتَرَحْتُمْ
فَيَكُونُ ذَلِكَ أَشَدَّ لِكَلَبِهِمْ عَلَيْكَ
وَطَمَعِهِمْ فِيكَ، فَأَمَّا مَا ذَكَرْتَ
مِنْ مَسِيرِ الْقَوْمِ إِلَى قِتَالِ الْمُسْلِمِينَ
فَإِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ هُوَ أَكْرَهُ
لِمَسِيرِهِمْ مِنْكَ، وَهُوَ أَقْدَرُ
عَلَى تَغْيِيرِ مَا يَكْرَهُ وَأَمَّا مَا ذَكَرْتَ
مِنْ عَدَدِهِمْ فَإِنَّا لَمْ نَكُنْ نُقَاتِلُ
فِيمَا مَضَى بِالْكَثْرَةِ. وَإِنَّمَا كُنَّا
نُقَاتِلُ بِالنَّصْرِ وَالْمَعُونَةِ۔

جنگ کی آگ کا مقابلہ کرنے دو۔ اس لیے کہ اگر تم نے اس
سرزمین کو چھوڑا تو عرب اطراف و جوانب سے تم پر ٹوٹ
پڑیں گے یہاں تک کہ تمھیں اپنے سامنے کے حالات سے
زیادہ ان مقامات کی فکر ہو جائے گی جنھیں تم اپنے پشت
غیر محفوظ چھوڑ کر گئے ہو کل اگر عجم والے تمھیں دیکھیں گے
تو آپس میں یہ کہیں گے کہ یہ ہے "سردار عرب" اگر تم نے
اس کا قلع قمع کر دیا تو آسودہ ہو جاؤ گے تو اس کی وجہ سے
ان کی حرص و طمع تم پر زیادہ ہو جائے گی لیکن یہ جو تم کہتے
ہو کہ وہ لوگ مسلمانوں سے لڑنے بھڑنے کے لیے چل کھڑے
ہوئے ہیں تو اللہ ان کے بڑھنے کو تم سے زیادہ برا سمجھتا
ہے۔ اور وہ جسے برا سمجھے اس کے بدلنے اور روکنے پر
بہت قدرت رکھتا ہے اور ان کی تعداد کے متعلق
جو کہتے ہو (کہ وہ بہت ہیں) تو ہم سابق میں کثرت
کے بل بوتے پر نہیں لڑا کرتے تھے، بلکہ اللہ کی
تائید و نصرت کے سہارے پر لڑتے تھے۔

جب حضرت عمر کو کچھ لوگوں نے جنگ قادسیہ یا جنگ نہاوند کے موقع پر شریک کارزار ہونے کا مشورہ دیا۔ تو آپ نے لوگوں کے
مشورہ کو اپنے جذبات کے خلاف سمجھتے ہوئے امیرالمومنین سے مشورہ لینا بھی ضروری سمجھا کہ اگر انھوں نے ٹھہرنے کا مشورہ دیا تو
دوسروں کے سامنے یہ عذر کر دیا جائے گا کہ امیرالمومنین کے مشورہ کی وجہ سے رک گیا ہوں اور اگر انھوں نے بھی شریک جنگ
ہونے کا مشورہ دیا تو پھر کوئی اور تدبیر سوچ لی جائے گی۔ چنانچہ حضرت نے دوسروں کے خلاف انھیں ٹھہرے رہنے کا مشورہ
دیا۔ دوسرے لوگوں نے تو اس بنا پر انھیں شرکت کا مشورہ دیا تھا کہ وہ دیکھ چکے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف نفس

والوں ہی کو جنگ میں نہ جھونکتے تھے بلکہ خود بھی شرکت فرماتے تھے اور اپنے خاندان کے عزیز ترین فردوں کو بھی اپنے ساتھ رکھتے تھے اور امیرالمومنین کے پیش نظر یہ چیز تھی کہ ان کی شرکت اسلام کے لیے مفید نہیں ہو سکتی۔ بلکہ ان کا اپنے مقام پر ٹھہرے رہنا ہی مسلمانوں کو پراگندگی سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔

حضرت کا ارشاد کہ "حاکم کی حیثیت ایک محور کی ہوتی ہے جس کی گرد نظام مملکت گھومتا ہے" ایک بنیادی اصول کی حیثیت رکھتا ہے اور کسی خاص شخصیت کے متعلق نہیں ہے۔ چنانچہ حکمران مسلمان ہو یا کافر عادل ہو یا ظالم۔ نیک عمل ہو یا بدکردار مملکت کے نظم و نسق کے لیے اس کا وجود ناگزیر ہے جیسا کہ حضرت نے اس مطلب کو دوسرے مقام پر وضاحت سے بیان فرمایا ہے:۔

وانہ لابد للناس من امیر بر او فاجر یعمل فی امرتہ المومن ویستمتع فیہا الکافر ویبلغ اللہ فیہا الاجل ویجمع بہ الفئ ویوخذ بہ للضعیف من القوی حتی یستریح بہ ویستراح من فاجر۔

لوگوں کے لیے ایک حاکم کا ہونا ضروری ہے وہ نیک ہو یا بدکردار اگر نیک ہوگا تو مومن اسکی حکومت میں اچھے عمل کر سکے گا اور اگر فاسق ہوگا، تو کافر اسکے عہد میں بہرہ اندوز ہوں گے اور اللہ اس نظام حکومت کی ہر چیز کو اس کی آخری حدوں تک پہنچا دے گا اس حاکم کی وجہ سے (چاہے وہ اچھا ہو یا برا) الیات فراہم ہوتے ہیں دشمن سے لڑا جاتا ہے راستے پرامن رہتے ہیں۔ یہانتک کہ نیک حاکم (مر کر یا معزول ہو کر) راحت پائے اور برے حاکم (کے مرنے یا معزول ہونے) سے دوسروں کو راحت پہنچے۔

حضرت نے مشورہ کے موقع پر جو الفاظ کہے ہیں۔ ان سے حضرت عمر کے حاکم و صاحب اقتدار ہونے کے علاوہ اور کسی خصوصیت کا اظہار نہیں ہوتا اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ انھیں دنیاوی اقتدار حاصل تھا چاہے وہ صحیح طریق سے حاصل ہوا ہو یا غلط طریق سے اور جہاں اقتدار ہو وہاں رعیت کی مرکزیت بھی حاصل ہوتی ہے اسی لیئے حضرت نے فرمایا کہ اگر وہ نکل کھڑے ہوں گے تو پھر عرب بھی جوق در جوق میدان جنگ کا رخ کریں گے کیونکہ جب حکمراں ہی کھڑا ہو تو رعیت پیچھے رہنا گوارا نہ کرے گی اور ان کے نکلنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ شہروں کے شہر خالی ہو جائیں گے اور دشمن بھی ان کے میدان جنگ میں پہنچ جانے سے یہ اندازہ کرے گا کہ اسلامی شہر خالی پڑے ہیں اگر انھیں پسپا کر دیا گیا تو پھر مسلمانوں کو مرکز سے کمک حاصل نہیں ہو سکتی اور اگر حکمراں ہی کو ختم کر دیا گیا تو فوج خود بخود منتشر ہو جائے گی کیونکہ حکمراں بمنزلہ اساس و بنیاد کے ہوتا ہے جب بنیاد ہی ہل جائے تو دیواریں کہاں کھڑی رہ سکتی ہیں۔ یہ اصل العرب (عرب کی جڑ) کی لفظ حضرت نے اپنی طرف سے نہیں فرمائی بلکہ عجموں کی زبان سے نقل کی ہے اور ظاہر ہے کہ بادشاہ ہونے کی وجہ سے وہ ان کی نظروں میں بنیاد عرب ہی سمجھے جاتے تھے اور پھر یہ اضافت ملک کی طرف ہے اسلام یا مسلمین کی طرف نہیں ہے کہ اسلامی اعتبار سے ان کی کسی اہمیت کا اظہار ہو۔

جب حضرت نے انھیں بتایا کہ ان کے پہنچ جانے سے عجم انہی کی تاک میں رہیں گے اور ہتھے چڑھ جانے پر وہ قتل کیے بغیر نہیں رہیں گے تو ایسی باتیں اگرچہ شجاعوں کے لیے سمندِ ہمّت پر تازیانہ کا کام دیتی ہیں اور ان کا جوشش و ولولہ ابھر آتا ہے مگر آپ نے ٹھہرے رہنے کا مشورہ پسند فرمایا اور جنگ کے شعلوں سے اپنا دامن بچانا ہی بہتر سمجھا اگر یہ مشورہ ان کے طبعی میلان کے موافق نہ ہوتا تو وہ اس طرح خندہ پیشانی سے اس کا خیر مقدم نہ کرتے بلکہ کچھ کہتے سنتے اور یہ سمجھانے کی کوشش کرتے کہ ملک میں کسی کو نائب بنا کر ملکی نظم و نسق کو برقرار رکھا جا سکتا ہے اور پھر جب اور لوگوں نے جانے کا مشورہ دیا تو امیر المومنین سے مشورہ لینے کا داعی اس کے علاوہ ہو ہی کیا سکتا تھا کہ رک جانے کا کوئی سہارا مل جائے۔

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فَبَعَثَ مُحَمَّداً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ لِيُخْرِجَ عِبَادَهُ مِنْ عِبَادَةِ الْأَوْثَانِ إِلَى عِبَادَتِهِ وَمِنْ طَاعَةِ الشَّيْطَانِ إِلَى طَاعَتِهِ بِقُرْآنٍ قَدْ بَيَّنَهُ وَأَحْكَمَهُ لِيَعْلَمَ الْعِبَادُ رَبَّهُمْ إِذْ جَهِلُوهُ وَلِيُقِرُّوا بِهِ إِذْ جَحَدُوهُ وَلِيُثْبِتُوهُ بَعْدَ إِذْ أَنْكَرُوهُ. فَتَجَلَّى سُبْحَانَهُ لَهُمْ فِي كِتَابِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَكُونُوا رَأَوْهُ بِمَا أَرَاهُمْ مِنْ قُدْرَتِهِ. وَخَوَّفَهُمْ مِنْ سَطْوَتِهِ. وَكَيْفَ مَحَقَ مَنْ مَحَقَ بِالْمَثُلَاتِ. وَاحْتَصَدَ مَنِ احْتَصَدَ بِالنَّقِمَاتِ وَإِنَّهُ سَيَأْتِي عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِي زَمَانٌ لَيْسَ فِيهِ شَيْءٌ أَخْفَى

خطبہ نمبر ۱۴۵

اللہ سبحانہ نے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کے بندوں کو محکم و واضح قرآن کے ذریعہ سے بتوں کی پرستش سے خدا کی پرستش کی طرف اور شیطان کی اطاعت سے اللہ کی اطاعت کی طرف نکال لے جائیں تاکہ بندے اپنے پروردگار سے جاہل و بےخبر رہنے کے بعد اسے جان لیں، ہٹ دھرمی اور انکار کے بعد اس کے وجود کا یقین اور اقرار کریں۔ اللہ ان کے سامنے بغیر اس کے کہ اسے دیکھا ہو قدرت (ان نشانیوں) کی وجہ سے جلوہ طراز ہے کہ جو اس نے اپنی کتاب میں دکھائی ہیں اور اپنی سطوت و شوکت کی (قہرمانیوں سے) نمایاں ہے کہ جن سے ڈرایا ہے اور دیکھنے کی بات یہ ہے کہ جنھیں اسے مٹانا تھا انھیں کس طرح اس نے اپنی عقوبتوں سے مٹا دیا اور جنھیں تہس نہس کرنا تھا انھیں کیوں کر اپنے عذابوں سے تہس نہس کر دیا میرے بعد تم پر ایک ایسا دور آنے والا ہے

مِنَ الْحَقِّ وَلَا أَظْهَرَ مِنَ الْبَاطِلِ
وَلَا أَكْثَرَ مِنَ الْكَذِبِ عَلَى اللّٰهِ
وَرَسُولِهِ وَلَيْسَ عِنْدَ أَهْلِ ذٰلِكَ
الزَّمَانِ سِلْعَةٌ أَبْوَرُ مِنَ الْكِتَابِ
إِذَا تُلِيَ حَقَّ تِلَاوَتِهِ وَلَا أَنْفَقُ مِنْهُ
إِذَا حُرِّفَ عَنْ مَوَاضِعِهِ وَلَا فِي الْبِلَادِ
شَيْءٌ أَنْكَرُ مِنَ الْمَعْرُوفِ وَلَا أَعْرَفُ
مِنَ الْمُنْكَرِ۔ فَقَدْ نَبَذَ الْكِتَابَ
حَمَلَتُهُ، وَتَنَاسَاهُ حَفَظَتُهُ، فَالْكِتَابُ
يَوْمَئِذٍ وَأَهْلُهُ مَنْفِيَّانِ طَرِيدَانِ
وَصَاحِبَانِ مُصْطَحِبَانِ فِي طَرِيقٍ وَاحِدٍ
لَا يُؤْوِيهِمَا مُؤْوٍ، فَالْكِتَابُ وَأَهْلُهُ فِي ذٰلِكَ
الزَّمَانِ فِي النَّاسِ وَلَيْسَا فِيهِمْ، وَمَعَهُمْ
وَلَيْسَا مَعَهُمْ، لِأَنَّ الضَّلَالَةَ لَا تُوَافِقُ
الْهُدَىٰ وَإِنِ اجْتَمَعَا۔ فَاجْتَمَعَ الْقَوْمُ
عَلَى الْفُرْقَةِ۔ وَافْتَرَقُوا عَنِ الْجَمَاعَةِ۔
كَأَنَّهُمْ أَئِمَّةُ الْكِتَابِ وَلَيْسَ
الْكِتَابُ إِمَامَهُمْ، فَلَمْ يَبْقَ عِنْدَهُمْ
مِنْهُ إِلَّا اسْمُهُ، وَلَا يَعْرِفُونَ إِلَّا
خَطَّهُ وَزَبْرَهُ۔ وَمِنْ قَبْلُ مَا مَثَّلُوا
بِالصَّالِحِينَ كُلَّ مُثْلَةٍ وَسَمَّوْا صِدْقَهُمْ
عَلَى اللّٰهِ فِرْيَةً وَجَعَلُوا فِي الْحَسَنَةِ
عُقُوبَةَ السَّيِّئَةِ۔

جس میں حق بہت پوشیدہ اور باطل بہت نمایاں ہوگا اور
اللہ و رسول پر افترا پردازی کا زور ہوگا اس زمانہ والوں کے
نزدیک قرآن سے زیادہ کوئی بے قیمت چیز نہ ہوگی جبکہ اسے
اس طرح پیش کیا جائے جیسے پیش کرنے کا حق ہے اور اس قرآن سے زیادہ
ان میں کوئی مقبول اور قیمتی چیز نہیں ہوگی اس وقت جبکہ اس
کی آیتوں کا بے محل استعمال کیا جائے اور نہ ان کے شہروں
میں نیکی سے زیادہ کوئی برائی اور برائی سے زیادہ کوئی نیکی
ہوگی۔ چنانچہ قرآن کا بار اٹھانے والے اسے پھینک کر الگ
کریں گے اور حفظ کرنے والے اس کی تعلیم بھلا بیٹھیں گے اور
قرآن اور قرآن والے (اہلبیت) بے گھر اور بے در ہوں گے
اور ایک ہی راہ میں ایک دوسرے کے ساتھی ہونگے انھیں
کوئی پناہ دینے والا نہ ہوگا وہ (بظاہر) لوگوں میں ہوں گے
مگر ان سے الگ تھلگ، ان کے ساتھ ہوں گے مگر بے تعلق
اس لیے کہ گمراہی ہدایت سے سازگار نہیں ہوسکتی اگرچہ وہ یکجا
ہوں۔ لوگوں نے تفرقہ پردازی پر تو اتفاق کر لیا ہے اور
جماعت سے کٹ گئے ہیں گویا کہ وہ کتاب کے پیشوا ہیں
کتاب ان کی پیشوا نہیں، ان کے پاس تو صرف قرآن
کا نام رہ گیا ہے اور صرف اس کے خطوط و نقوش کو پہچان سکتے
ہیں۔ اس آنے والے دور سے پہلے وہ نیک بندوں کو
طرح طرح کی اذیتیں پہنچا چکے ہوں گے۔ اور اللہ کے
متعلق ان کی سچی باتوں کا نام بھی بہتان رکھ دیا
ہوگا اور نیکیوں کے بدلہ میں انھیں بری سزائیں
دی ہوں گی۔

وَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِطُولِ
آمَالِهِمْ وَتَغَيُّبِ آجَالِهِمْ حَتَّى نَزَلَ
بِهِمُ الْمَوْعُودُ الَّذِي تُرَدُّ عَنْهُ الْمَعْذِرَةُ
وَتُرْفَعُ عَنْهُ التَّوْبَةُ وَتَحُلُّ مَعَهُ الْقَارِعَةُ
وَالنِّقْمَةُ. أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ مَنِ اسْتَنْصَحَ
اللَّهَ وُفِّقَ وَمَنِ اتَّخَذَ قَوْلَهُ دَلِيلاً
هُدِيَ لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ فَإِنَّ جَارَ اللَّهِ
آمِنٌ. وَعَدُوَّهُ خَائِفٌ. وَإِنَّهُ
لَا يَنْبَغِي لِمَنْ عَرَفَ عَظَمَةَ اللَّهِ
أَنْ يَتَعَظَّمَ، فَإِنَّ رِفْعَةَ الَّذِينَ
يَعْلَمُونَ مَا عَظَمَتُهُ أَنْ يَتَوَاضَعُوا
لَهُ وَسَلَامَةَ الَّذِينَ يَعْلَمُونَ مَا
قُدْرَتُهُ أَنْ يَسْتَسْلِمُوا لَهُ فَلَا تَنْفِرُوا
مِنَ الْحَقِّ نِفَارَ الصَّحِيحِ مِنَ الْأَجْرَبِ
وَالْبَارِي مِنْ ذِي السَّقَمِ. وَاعْلَمُوا
أَنَّكُمْ لَنْ تَعْرِفُوا الرُّشْدَ حَتَّى تَعْرِفُوا
الَّذِي تَرَكَهُ. وَلَنْ تَأْخُذُوا بِمِيثَاقِ
الْكِتَابِ حَتَّى تَعْرِفُوا الَّذِي نَقَضَهُ،
وَلَنْ تَمَسَّكُوا بِهِ حَتَّى تَعْرِفُوا الَّذِي
نَبَذَهُ، فَالْتَمِسُوا ذَلِكَ مِنْ عِنْدِ أَهْلِهِ
فَإِنَّهُمْ عَيْشُ الْعِلْمِ وَمَوْتُ الْجَهْلِ
هُمُ الَّذِينَ يُخْبِرُكُمْ حُكْمُهُمْ عَنْ
عِلْمِهِمْ، وَصَمْتُهُمْ عَنْ مَنْطِقِهِمْ، وَ

تم سے پہلے لوگوں کی تباہی کا سبب یہ ہے کہ وہ امیدوں
کے دامن پھیلاتے رہے اور موت کو نظروں سے اوجھل
سمجھا کیے یہاں تک کہ جب وعدہ کی ہوئی (موت) آگئی
تو ان کی معذرت کو ٹھکرا دیا گیا اور توبہ اٹھا لی گئی اور مصیبت
وبلا ان پر ٹوٹ پڑی۔

اے لوگو! جو اللہ سے نصیحت چاہے اسے ہی توفیق
نصیب ہوتی ہے۔ اور جو اس کے ارشادات کو رہنما
بنائے وہ سیدھے راستہ پر ہو لیتا ہے اس لیے کہ اللہ
کی ہمسائگی میں رہنے والا امن و سلامتی میں ہے اور اس کا
دشمن خوف و ہراس میں۔ جو اللہ کی عظمت و جلالت کو
پہچان لے اسے کسی طرح زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنی عظمت
کی نمائش کرے چونکہ جو اس کی عظمت کو پہچان چکے ہیں
ان کی رفعت و بلندی اسی میں ہے کہ اس کے آگے
جھک جائیں اور جو اس کی قدرت کو جان چکے ہیں ان کی
سلامتی اسی میں ہے کہ اس کے آگے سر تسلیم خم کر دیں (حق
سے اس طرح بھڑک نہ اٹھو جس طرح صحیح و سالم اونٹ خارش زدہ
سے، یا تندرست بیمار سے۔ تم ہدایت کو اس وقت تک
نہ پہچان سکو گے جب تک اس کے چھوڑنے والوں کو نہ پہچان
لو۔ اور قرآن کے عہد و پیمان کے پابند نہ رہ سکو گے
جب تک اس کے توڑنے والے کو نہ جان لو۔ اور اس سے وابستہ
نہیں رہ سکتے جب تک اسے دور پھینکنے والے کی شناخت نہ کر لو۔
جو ہدایت والے ہیں انہی سے ہدایت طلب کرو وہی علم کی
زندگی اور جہالت کی موت ہیں وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کا

وَظَاهِرُهُمْ عَنْ بَاطِنِهِمْ لَا يُخَالِفُونَ الدِّيْنَ وَلَا يَخْتَلِفُونَ فِيْهِ فَهُوَ بَيْنَهُمْ شَاهِدٌ صَادِقٌ وَّصَامِتٌ نَاطِقٌ

رد دیا ہوا ہر حکم ان کے علم کا اور ان کی خاموشی ان کی گویائی کا پتہ دیگی اور ان کا ظاہر ان کے باطن کا آئینہ دار ہے وہ نہ دین کی مخالفت کرتے ہیں نہ اُن کے بارے میں باہم اختلاف رکھتے ہیں دین ان کے سامنے ایک سچا گواہ ہے اور ایک ایسا بے زبان ہے جو بول رہا ہے۔

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خطبہ نمبر ۱۴۶

فِي ذِكْرِ أَهْلِ الْبَصْرَةِ

كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا يَرْجُو الْأَمْرَ لَهُ وَيَعْطِفُهُ عَلَيْهِ دُوْنَ صَاحِبِهِ لَا يَمُتَّانِ إِلَى اللّٰهِ بِحَبْلٍ، وَّلَا يَمُدَّانِ إِلَيْهِ بِسَبَبٍ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا حَامِلُ ضَبٍّ لِّصَاحِبِهِ وَعَمَّا قَلِيْلٍ يُكْشَفُ قِنَاعُهُ بِهِ۔ وَاللّٰهِ لَئِنْ أَصَابُوا الَّذِي يُرِيْدُوْنَ لَيَنْتَزِعَنَّ هٰذَا نَفْسَ هٰذَا وَلَيَأْتِيَنَّ هٰذَا عَلٰى هٰذَا قَدْ قَامَتِ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ فَأَيْنَ الْمُحْتَسِبُوْنَ فَقَدْ سُنَّتْ لَهُمُ السُّنَنُ وَقُدِّمَ لَهُمُ الْخَبَرُ وَلِكُلِّ ضَلَّةٍ عِلَّةٌ وَّلِكُلِّ نَاكِثٍ شُبْهَةٌ۔ وَاللّٰهِ لَا أَكُوْنُ كَمُسْتَمِعِ اللَّدْمِ يَسْمَعُ النَّاعِيَ وَيَحْضُرُ الْبَاكِيَ ثُمَّ لَا يَعْتَبِرُ

ان دونوں (طلحہ و زبیر) میں سے ہر ایک اپنے لئے خلافت کا امیدوار ہے اور اسے اپنی ہی طرف موڑ کر لانا چاہتا ہے نہ اپنے ساتھی کی طرف، وہ اللہ کی طرف کسی وسیلہ سے توسل نہیں ڈھونڈھتے اور نہ کوئی ذریعہ لے کر اس کی طرف بڑھنا چاہتے ہیں وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف سے (دلوں میں کینہ) لئے ہوئے ہیں اور جلد ہی اس سلسلے میں بے نقاب ہو جائیں گے خدا کی قسم اگر وہ اپنے ارادوں میں کامیاب ہو جائیں تو ایک ان میں دوسرے کو جان ہی سے مار ڈالے اور ختم کر کے ہی دم لے (دیکھو) باغی گروہ اُٹھ کھڑا ہوا ہے (اب) کہاں ہیں اجر و ثواب کے چاہنے والے جبکہ حق کی راہیں مقرر ہو چکی ہیں اور یہ خبر انھیں پہلے سے دی جا چکی ہے۔ ہر گمراہی کے لیے حیلے بہانے ہوا کرتے ہیں اور ہر پیمان شکن (دوسروں کو) اشتباہ میں ڈالنے کیلئے کوئی نہ کوئی بات بنا یا کرتا ہے۔ خدا کی قسم میں اس شخص کی طرح نہیں ہوں گا جو ماتم کی آواز پر کان دھرے موت کی سنائی دینے والے کی آواز سُنے اور رونے والے کے پاس پرسے کیلئے بھی جائے اور عبرت حاصل نہ کرے۔

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خطبہ نمبر ۱۴۷

(قَبْلَ مَوْتِهِ)

أَيُّهَا النَّاسُ كُلُّ امْرِئٍ لَاقٍ مَا يَفِرُّ مِنْهُ فِي فِرَارِهِ. وَالْأَجَلُ مَسَاقُ النَّفْسِ، وَالْهَرَبُ مِنْهُ مُوَافَاتُهُ. كَمْ أَطْرَدْتُ الْأَيَّامَ أَبْحَثُهَا عَنْ مَكْنُونِ هٰذَا الْأَمْرِ فَأَبَى اللّٰهُ إِلَّا إِخْفَاءَهُ هَيْهَاتَ. عِلْمٌ مَخْزُونٌ. أَمَّا وَصِيَّتِي فَاللّٰهَ لَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا. وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فَلَا تُضَيِّعُوا سُنَّتَهُ أَقِيمُوا هٰذَيْنِ الْعَمُودَيْنِ وَأَوْقِدُوا هٰذَيْنِ الْمِصْبَاحَيْنِ وَخَلَاكُمْ ذَمٌّ مَا لَمْ تَشْرُدُوا. حُمِّلَ كُلُّ امْرِئٍ مِنْكُمْ مَجْهُودَهُ وَخُفِّفَ عَنِ الْجَهَلَةِ رَبٌّ رَحِيمٌ وَدِينٌ قَوِيمٌ. إِمَامٌ عَلِيمٌ أَنَا بِالْأَمْسِ صَاحِبُكُمْ. وَأَنَا الْيَوْمَ عِبْرَةٌ لَكُمْ وَغَدًا مُفَارِقُكُمْ. غَفَرَ اللّٰهُ لِي وَلَكُمْ.

إِنْ ثَبَتَتِ الْوَطْأَةُ فِي هٰذِهِ الْمَزَلَّةِ فَذَاكَ. وَإِنْ تَدْحَضِ الْقَدَمُ فَإِنَّمَا كُنَّا فِي أَفْيَاءِ أَغْصَانٍ وَمَهَبِّ رِيَاحٍ. وَتَحْتَ ظِلِّ غَمَامٍ

مرنے سے پہلے فرمایا:-

اے لوگو! ہر شخص اسی چیز کا سامنا کرنے والا ہے جس سے وہ راہِ فرار اختیار کئے ہوئے ہے اور جہاں زندگی کا سفر کھینچ کر لے جاتا ہے وہی حیات کی منزل منتہا ہے۔ موت سے بھاگنا اسے پالینا ہے، میں نے اس موت کے چھپے ہوئے بھیدوں کی جستجو میں کتنا ہی زمانہ گذارا مگر مشیّت ایزدی یہی رہی کہ اس کی (تفصیلات) بے نقاب نہ ہوں۔ اس کی منزل تک رسائی کہاں وہ تو ایک پوشیدہ علم ہے تو ہاں میری وصیّت یہ ہے کہ اللہ کا کوئی شریک نہ ٹھہراؤ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنّت کو ضائع و برباد نہ کرو۔ ان دونوں ستونوں کو قائم و برقرار رکھو اور ان دونوں چراغوں کو روشن کیے رہو۔ جب تک منتشر و پراگندہ نہیں ہوتے تم میں کوئی برائی نہیں آئے گی۔ تم میں سے ہر شخص اپنی وسعت بھر بوجھ اٹھائے۔ نہ جاننے والوں کا بوجھ بھی ہلکا رکھا گیا ہے (کیونکہ) اللہ رحم کرنے والا دین سیدھا (کہ جس میں کوئی الجھاؤ نہیں) اور پیغمبر عالم و دانا ہے۔ میں کل تمہارا ساتھی تھا اور آج تمہارے لیے عبرت بنا ہوا ہوں اور کل تم سے چھوٹ جاؤں گا خدا مجھے اور تمہیں مغفرت عطا کرے۔

اگر اس پھسلنے کی جگہ پر قدم جمے رہے تو خیر اور اگر قدموں کا جماؤ اکھڑ گیا تو ہم انہی (گھنی) شاخوں کی چھاؤں ہوا کی گذرگاہوں اور چھائے ہوئے ابر کے سایوں میں تھے (لیکن اس کے

اضْمَحَلَّ فِي الْجَوِّ مُتَلَفِّقُهَا وَعَفَا فِي الْأَرْضِ مَخَطُّهَا۔ وَإِنَّمَا كُنْتُ جَاراً جَاوَرَكُمْ بَدَنِي أَيَّاماً، وَسَتُعْقَبُونَ مِنِّي جُثَّةً خَلَاءً، سَاكِنَةً بَعْدَ حَرَاكٍ، وَصَامِتَةً بَعْدَ نُطْقٍ لِيَعِظْكُمْ هُدُوِّي، وَخُفُوتُ إِطْرَاقِي وَسُكُونُ أَطْرَافِي۔ فَإِنَّهُ أَوْعَظُ لِلْمُعْتَبِرِينَ مِنَ الْمَنْطِقِ الْبَلِيغِ وَالْقَوْلِ الْمَسْمُوعِ۔ وَدَاعِي لَكُمْ وَدَاعُ امْرِئٍ مُرْصِدٍ لِلتَّلَاقِي، غَداً تَرَوْنَ أَيَّامِي وَيُكْشَفُ لَكُمْ عَنْ سَرَائِرِي، وَتَعْرِفُونَنِي بَعْدَ خُلُوِّ مَكَانِي وَقِيَامِ غَيْرِي مَقَامِي۔

تہ بہ تہ جمے ہوئے لکے چھٹ گئے اور ہوا کے نشانات مٹ مٹا گئے میں تمہارا ہمسایہ تھا کہ میرا جسم چند دن تمہارے پڑوس میں رہا اور میرے مرنے کے بعد مجھے جسدِ بے روح پاؤ گے کہ جو حرکت کرنے کے بعد تھم گیا اور بولنے کے بعد خاموش ہو گیا تاکہ میرا یہ سکون اور ٹھہراؤ اور آنکھوں کا مندھ جانا اور ہاتھ پیروں کا بے حس و حرکت ہو جانا تمھیں پند و نصیحت کرے کیونکہ عبرت حاصل کرنیوالوں کیلئے یہ منظر بلیغ کلموں اور کان میں پڑنے والی باتوں سے زیادہ موعظت و عبرت دلانے والا ہوتا ہے میں تم سے اس طرح رخصت ہو رہا ہوں جیسے کوئی شخص (کسی کی) ملاقات کیلئے چشم براہ ہو۔ کل تم میرے اس دور کو یاد کرو گے اور میری نیتیں کھل کر تمھارے سامنے آجائیں گی اور میری جگہ کے خالی ہونے اور دوسروں کے اس مقام پر آنے سے تمھیں میری قدر و منزلت کی پہچان ہو گی۔

۱؎ یعنی انسان موت سے بچنے کے لیے جو ہاتھ پیر مارتا ہے اور چارہ سازی کرتا ہے اس میں جتنا زمانہ صرف ہوتا ہے وہ مدت حیات ہی کا ہے جو کم ہو رہی ہے اور جوں جوں وقت گزرتا ہے موت کی منزل قریب ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ زندگی ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے موت سے ہم کنار ہو جاتا ہے۔

۲؎ غلا کم ذم (تم پر کوئی برائی عائد نہ ہوگی) یہ جملہ بطور مثل استعمال ہوتا ہے جسے سب سے پہلے جذیمہ ابرش کے غلام قصیر نے استعمال کیا تھا۔

۳؎ مقصد یہ ہے کہ جب یہ ساری چیزیں فنا ہو جائیں گی تو ان میں رہنے والے کیونکر موت سے محفوظ رہ سکتے ہیں، یقیناً انھیں بھی ہر چیز کی طرح ایک نہ ایک دن فنا ہونا ہے۔ لہٰذا میرے جام حیات کے چھلک جانے پر تعجب ہی کیا۔

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْمَلَاحِمِ

خطبہ نمبر ۱۴۸

(وہ لوگ، گمراہی کے راستوں پر لگ کر اور ہدایت کی راہوں

وَاَخَذُوْا يَمِيْناً وَّشِمَالاً طَعْناً فِيْ
مَسَالِكِ الْغَيِّ، وَتَرْكاً لِّمَذَاهِبِ
الرُّشْدِ۔ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْا مَا هُوَ
كَائِنٌ مُّرْصَدٌ۔ وَلَا تَسْتَبْطِئُوْا مَا
يَجِيْءُ بِهِ الْغَدُ۔ فَكَمْ مِّنْ مُّسْتَعْجِلٍ
بِمَا اِنْ اَدْرَكَهٗ وَدَّ اَنَّهٗ لَمْ يُدْرِكْهُ۔
وَمَا اَقْرَبَ الْيَوْمَ مِنْ تَبَاشِيْرِ
غَدٍ يَا قَوْمِ هٰذَا اِبَّانُ وُرُوْدِ كُلِّ
مَوْعُوْدٍ، وَّدُنُوٍّ مِّنْ طَلْعَةِ مَا لَا تَعْرِفُوْنَ
اَلَا وَاِنَّ مَنْ اَدْرَكَهَا مِنَّا يَسْرِيْ فِيْهَا
بِسِرَاجٍ مُّنِيْرٍ۔ وَّيَحْذُوْ فِيْهَا
عَلٰى مِثَالِ الصَّالِحِيْنَ لِيَحُلَّ فِيْهَا
رِبْقاً۔ وَّيُعْتِقَ فِيْهَا رِقّاً وَّيَصْدَعَ
شَعْباً، وَّيَشْعَبَ صَدْعاً فِيْ سُتْرَةٍ
عَنِ النَّاسِ لَا يُبْصِرُ الْقَائِفُ اَثَرَهٗ
وَلَوْ تَابَعَ نَظَرَهٗ۔ ثُمَّ لَيُشْحَذَنَّ
فِيْهَا قَوْمٌ شَحْذَ الْقَيْنِ النَّصْلَ، تُجْلٰى
بِالتَّنْزِيْلِ اَبْصَارُهُمْ وَيُرْمٰى بِالتَّفْسِيْرِ
فِيْ مَسَامِعِهِمْ۔ وَيُغْبَقُوْنَ كَاْسَ
الْحِكْمَةِ بَعْدَ الصَّبُوْحِ۔

(منها) وَطَالَ الْاَمَدُ بِهِمْ
لِيَسْتَكْمِلُوا الْخِزْيَ وَيَسْتَوْجِبُوا
الْغِيَرَ۔ حَتّٰى اِذَا اخْلَوْلَقَ الْاَجَلُ وَ

کو چھوڑ کر (افراط و تفریط کے) دائیں بائیں راستوں پر ہو لیے
ہیں۔ جو بات کہ ہو کر رہنے والی اور محل انتظار میں ہو اس
کے لیے جلدی نہ مچاؤ اور جسے "کل" اپنے ساتھ لیے آرہا ہے
اس کی دوری محسوس کرتے ہوئے ناگواری ظاہر نہ کرو۔
بہتیرے لوگ ہیں کہ جو کسی چیز کے لیے جلدی مچاتے ہیں اور
جب اسے پا لیتے ہیں تو پھر یہ چاہنے لگتے ہیں کہ اسے نہ ہی
پاتے تو اچھا تھا۔ "آج" آنے والے "کل" کے اجالوں سے
کتنا قریب ہے۔ اے میری قوم یہی تو وعدہ کی ہوئی چیزوں
کے آنے اور ان فتنوں کے نمایاں ہو کر قریب ہونے کا زمانہ
ہے کہ جن سے ابھی تم آگاہ نہیں ہو۔ دیکھو! ہم اہل بیت
میں سے جو ان فتنوں کا دور پائے گا وہ اس میں (ہدایت
کا) چراغ لے کر بڑھے گا۔ اور نیک لوگوں کی راہ و روش پر
قدم اٹھائے گا تاکہ بندھی ہوئی گرہوں کو کھولے اور بندیوں
کو آزاد کرے اور حسب ضرورت جڑے ہوئے کو توڑے
اور ٹوٹے ہوئے کو جوڑے وہ لوگوں کی نگاہوں سے
پوشیدہ ہو گا۔ کھوج لگانے والے پیہم نظریں جمانے کے باوجود بھی
اس کے نقش قدم کو نہ دیکھ سکیں گے۔ اس وقت ایک قوم کو
(حق کی سان پر) اس طرح تیز کیا جائے گا جس طرح لوہار تلوار کی
باڑ تیز کرتا ہے۔ قرآن سے ان کی آنکھوں میں جلا پیدا کی جائے گی
اور اس کے مطالب ان کے کانوں میں پڑتے رہیں گے۔ اور حکمت کے
چھلکتے ہوئے ساغر انہیں صبح و شام پلائے جائیں گے۔

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے، ان کی (گمراہیوں کا) زمانہ لمبا
ہی رہا تاکہ وہ اپنی رسوائیوں کی تکمیل اور سختیوں کا استحقاق پیدا

اسْتُدْرِجَ قَوْمٌ اِلَى الْفِتَنِ، وَاشْتَالُوْا عَنْ لِقَاحِ حَرْبِهِمْ، لَمْ يَمُنُّوْا عَلَى اللّٰهِ بِالصَّبْرِ، وَلَمْ يَسْتَعْظِمُوْا بَذْلَ اَنْفُسِهِمْ فِي الْحَقِّ، حَتّٰى اِذَا وَافَقَ وَارِدُ الْقَضَاءِ انْقِطَاعَ مُدَّةِ الْبَلَاءِ، حَمَلُوْا بَصَائِرَهُمْ عَلٰى اَسْيَافِهِمْ، وَدَانُوْا لِرَبِّهِمْ بِاَمْرِ وَاعِظِهِمْ، حَتّٰى اِذَا قَبَضَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ رَجَعَ قَوْمٌ عَلَى الْاَعْقَابِ، وَغَالَتْهُمُ السُّبُلُ، وَاتَّكَلُوْا عَلَى الْوَلَائِجِ، وَوَصَلُوْا غَيْرَ الرَّحِمِ، وَهَجَرُوا السَّبَبَ الَّذِيْ اُمِرُوْا بِمَوَدَّتِهٖ، وَنَقَلُوا الْبِنَاءَ عَنْ رَصِّ اَسَاسِهٖ، فَبَنَوْهُ فِيْ غَيْرِ مَوْضِعِهٖ. مَعَادِنُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ، وَاَبْوَابُ كُلِّ ضَارِبٍ فِيْ غَمْرَةٍ. قَدْ مَارُوْا فِي الْحَيْرَةِ، وَذَهَلُوْا فِي السَّكْرَةِ، عَلٰى سُنَّةٍ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ مِنْ مُّنْقَطِعٍ اِلَى الدُّنْيَا رَاكِنٍ، اَوْ مُفَارِقٍ لِّلدِّيْنِ مُبَايِنٍ.

کرلیں۔ یہاں تک کہ جب وہ مدت ختم ہونے کے قریب آگئی اور ایک (فتنہ انگیز) جماعت فتنوں کا سہارا لیکر بڑھی اور جنگ کی تخم پاشیوں کے لیے کھڑی ہوگئی تو اس وقت (ایمان لانے والے) اپنے صبر و شکیب سے اللہ پر احسان نہیں جتلاتے تھے اور نہ حق کی راہ میں جان دینا کوئی بڑا کارنامہ سمجھتے تھے یہانتک کہ جب حکم قضا نے مصیبت کا زمانہ ختم کر دیا تو انہوں نے بصیرت کے ساتھ تلواریں اٹھالیں اور اپنے ہادی کے حکم سے اپنے رب کے احکام کی اطاعت کرنے لگے اور جب اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا سے اٹھالیا تو ایک گروہ الٹے پیروں پلٹ گیا اور گمراہی کی راہوں نے اسے تباہ و برباد کر دیا اور وہ اپنے غلط سلط عقیدوں پر بھروسا کر بیٹھا (قریبیوں کو چھوڑ کر) بیگانوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے لگا اور جن (ہدایت کے) وسیلوں سے اسے مودت کا حکم دیا گیا تھا انھیں چھوڑ بیٹھا اور (خلافت کو) اس کی مضبوط بنیادوں سے ہٹا کر وہاں نصب کر دیا۔ جو اس کی جگہ نہ تھی یہی تو گناہوں کے مخزن اور گمراہی میں بھٹکنے والوں کا دروازہ ہیں۔ وہ حیرت و پریشانی میں سرگردان اور آلِ فرعون کی طرح گمراہی کے نشہ میں مدہوش پڑے تھے، کچھ تو آخرت سے کٹ کر دنیا کی طرف متوجہ تھے اور کچھ حق سے منہ موڑ کر دین چھوڑ چکے تھے۔

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَحْمَدُ اللّٰهَ وَاَسْتَعِيْنُهٗ عَلٰى مَدَاحِرِ

خطبہ نمبر ۱۴۹

میں اللہ کی حمد و ثنا کرتا ہوں اور ان چیزوں کے لیے

الشَّیْطَانِ وَمَزَاجِرِہٖ وَالْاِعْتِصَامِ مِنْ حَبَائِلِہٖ وَمَخَاتِلِہٖ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَنَجِیْبُہٗ وَصَفْوَتُہٗ لَا یُوَازٰی فَضْلُہٗ وَلَا یُجْبَرُ فَقْدُہٗ اَضَاءَتْ بِہِ الْبِلَادُ بَعْدَ الضَّلَالَۃِ الْمُظْلِمَۃِ وَالْجَھَالَۃِ الْغَالِبَۃِ وَالْجَفْوَۃِ الْجَافِیَۃِ وَالنَّاسُ یَسْتَحِلُّوْنَ الْحَرِیْمَ وَیَسْتَذِلُّوْنَ الْحَکِیْمَ۔ یَحْیَوْنَ عَلٰی فَتْرَۃٍ۔ وَّیَمُوْتُوْنَ عَلٰی کَفْرَۃٍ۔ ثُمَّ اِنَّکُمْ مَعْشَرَ الْعَرَبِ اَغْرَاضُ بَلَایَا قَدِ اقْتَرَبَتْ۔ فَاتَّقُوْا سَکَرَاتِ النِّعْمَۃِ وَاحْذَرُوْا بَوَائِقَ النِّقْمَۃِ وَتَثَبَّتُوْا فِیْ قَتَامِ الْعِشْوَۃِ۔ وَاعْوِجَاجِ الْفِتْنَۃِ عِنْدَ طُلُوْعِ جَنِیْنِھَا، وَظُھُوْرِ کَمِیْنِھَا وَانْتِصَابِ قُطْبِھَا وَمَدَارِ رَحَاھَا تَبْدَوُ فِیْ مَدَارِجَ خَفِیَّۃٍ، وَّتَؤُوْلُ اِلٰی فَظَاعَۃٍ جَلِیَّۃٍ شِبَابُھَا کَشِبَابِ الْغُلَامِ وَآثَارُھَا کَآثَارِ السِّلَامِ تَتَوَارَثُھَا الظَّلَمَۃُ بِالْعُھُوْدِ اَوَّلُھُمْ قَائِدٌ لِّاٰخِرِھِمْ وَاٰخِرُھُمْ مُقْتَدٍ بِاَوَّلِھِمْ۔ یَتَنَافَسُوْنَ فِیْ دُنْیَا دَنِیَّۃٍ وَّیَتَکَالَبُوْنَ عَلٰی جِیْفَۃٍ

اس سے مدد مانگتا ہوں کہ جو شیطان کو راندہ اور دور کرنے والی اور اس کے پھندوں اور ہتھکنڈوں سے اپنی پناہ میں رکھنے والی ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے عبد و رسول اور منتخب و برگزیدہ ہیں نہ ان کے فضل و کمال کی برابری اور نہ ان کے اٹھ جانے کی تلافی ہو سکتی ہے تاریک گمراہیوں اور بھرپور جہالتوں اور سخت و درشت خصلتوں کے بعد شہروں (کے شہر) ان کی وجہ سے روشن و منور ہو گئے جبکہ لوگ حلال کو حرام اور مرد زیرک و دانا کو ذلیل سمجھتے تھے نبیوں سے خالی زمانہ میں جیتے تھے اور گمراہی کی حالت میں مر جاتے پھر یہ کہ اے گروہ عرب تم ایسی ابتلاؤں کا نشانہ بننے والے ہو کہ جو قریب پہنچ چکی ہیں۔ عیش و تنعم کی بدمستیوں سے بچو اور عذاب کی تباہ کاریوں سے ڈرو۔ شبہات کے دھندلکوں اور فتنہ کی کجرویوں میں اپنے قدموں کو روک لو جبکہ اس کا چھپا ہوا خدشہ سر اٹھائے اور مخفی اندیشہ سامنے آ جائے اور اس کا کھونٹا مضبوط ہو جائے۔ فتنے ہمیشہ چھپے ہوئے راستوں سے ظاہر ہوا کرتے ہیں اور انجام کار ان کی کھلم کھلا برائیوں سے دو چار ہونا پڑتا ہے اور ان کی اٹھان ایسی ہوتی ہے جیسے نوخیز بچے کی اور ان کے نشانات ایسے ہوتے ہیں جیسے پتھر کی چوٹوں کے، ظالم آپس میں عہد و پیمان سے اس کے وارث ہوتے چلے آتے ہیں، اگلا پچھلے کا رہنما اور پچھلا اگلے کا پیرو ہوتا ہے وہ اسی رذیل دنیا پر مرمٹتے ہیں اور اس سڑے ہوئے مردار پر ٹوٹ پڑتے ہیں جلد ہی پیرو کار اپنے پیش رو رہنماؤں سے اظہار بیزاری کریں گے اور ایک دوسرے کی دشمنی کے ساتھ علیحدگی اختیار

مُرِيحَةٍ وَعَنْ قَلِيلٍ يَتَبَرَّأُ التَّابِعُ
مِنَ الْمَتْبُوعِ وَالْقَائِدُ مِنَ
الْمَقُودِ فَيَتَزَايَلُونَ بِالْبَغْضَاءِ
وَيَتَلَاعَنُونَ عِنْدَ اللِّقَاءِ ثُمَّ يَأْتِي
بَعْدَ ذٰلِكَ طَالِعُ الْفِتْنَةِ الرَّجُوفِ
وَالْقَاصِمَةِ الزَّحُوفِ. فَتَزِيغُ قُلُوبٌ
بَعْدَ اسْتِقَامَةٍ وَتَضِلُّ رِجَالٌ بَعْدَ
سَلَامَةٍ وَتَخْتَلِفُ الْأَهْوَاءُ عِنْدَ
هُجُومِهَا وَتَلْتَبِسُ الْآرَاءُ عِنْدَ نُجُومِهَا
مَنْ أَشْرَفَ لَهَا قَصَمَتْهُ وَمَنْ سَعَى
فِيهَا حَطَمَتْهُ يَتَكَادَمُونَ فِيهَا تَكَادُمَ
الْحُمُرِ فِي الْعَانَةِ قَدِ اضْطَرَبَ مَعْقُودُ
الْحَبْلِ وَعَمِيَ وَجْهُ الْأَمْرِ تَغِيضُ فِيهَا
الْحِكْمَةُ وَتَنْطِقُ فِيهَا الظَّلَمَةُ. وَ
تَدُقُّ أَهْلَ الْبَدْوِ بِمِسْحَلِهَا، وَ
تَرُضُّهُمْ بِكَلْكَلِهَا يَضِيعُ فِي غُبَارِهَا
الْوُحْدَانُ، وَيَهْلِكُ فِي طَرِيقِهَا
الرُّكْبَانُ تَرِدُ بِمُرِّ الْقَضَاءِ وَتَحْلُبُ
عَبِيطَ الدِّمَاءِ. وَتَثْلِمُ مَنَارَ الدِّينِ
وَتَنْقُضُ عَقْدَ الْيَقِينِ تَهْرُبُ مِنْهَا
الْأَكْيَاسُ وَتُدَبِّرُهَا الْأَرْجَاسُ
مِرْعَادٌ مِبْرَاقٌ. كَاشِفَةٌ عَنْ سَاقٍ
تُقْطَعُ فِيهَا الْأَرْحَامُ وَيُفَارَقُ

کرلیں گے اور ایک دوسرے کے سامنے ہونے پر ایک دوسرے
کو لعنت کریں گے اس دور کے بعد ایک فتنہ ایسا آئے گا جو
امن وسلامتی کو تہ و بالا کرنے والا اور تباہی مچانے والا اور خلق
خدا پر سختی کے ساتھ حملہ آور ہوگا۔ تو بہت سے دل ٹھہراؤ کے
بعد ڈانواڈول اور بہت سے لوگ (ایمان کی) سلامتی کے بعد
گمراہ ہو جائیں گے اس کے حملہ آور ہونے کے وقت خواہشیں بٹ
جائیں گی اور اس کے اُبھرنے کے وقت رائیں مشتبہ ہو جائیں گی
جو اس فتنہ کی طرف جھک کر دیکھے گا وہ اُسے تباہ کر دے گا
اور جو اس میں سعی و کوشش کرے گا اسے جڑ بنیاد سے اکھیڑ
دے گا اور آپس میں ایک دوسرے کو اس طرح کاٹنے لگیں
گے جس طرح وحشی گدھے اپنی بھیڑ میں ایک دوسرے کو
دانتوں سے کاٹتے ہیں۔ اسلام کی بٹی ہوئی رسی کے بل کھل جائیں
گے صحیح طریق کا رچھپ جائیگا۔ حکمت کا پانی خشک ہو جائیگا
اور ظالموں کی زبان کھل جائے گی وہ فتنہ بادیہ نشینوں کو اپنے
ہتھوڑوں سے کچل دے گا اور اپنے سینہ سے ریزہ ریزہ کردیگا
اس کے گرد و غبار میں اکیلے دوکیلے تباہ و برباد ہو جائیں گے
اور سوار اس کی راہوں میں ہلاک ہو جائیں گے وہ حکم الٰہی کی
تلخیاں لے کر آئے گا اور (دودھ کے بجائے) خالص خون دوہے
گا۔ دین کے میناروں کو ڈھا دے گا۔ اور یقین کے اصولوں
کو توڑ دے گا۔ عقلمند اس سے بھاگیں گے۔ اور شرپسند اس کے کرتا
دھرتا ہوں گے وہ گرجنے اور چمکنے والا ہوگا اور پورے زوروں کے
ساتھ سامنے آئے گا۔ سب رشتے ناطے اس میں توڑ دیے جائیں گے
اور اسلام سے علیحدگی اختیار کر لی جائے گی اس سے الگ تھلگ

عَلَيْهَا الْإِسْلَامُ، بَرِيُّهَا سَقِيمٌ وَظَاعِنُهَا مُقِيمٌ۔

(مِنْهَا) بَيْنَ قَتِيلٍ مَطْلُولٍ وَخَائِفٍ مُسْتَجِيرٍ۔ يُخْتَلُونَ بِعَقْدِ الْأَيْمَانِ وَبِغُرُورِ الْإِيمَانِ۔ فَلَا تَكُونُوا أَنْصَابَ الْفِتَنِ وَأَعْلَامَ الْبِدَعِ وَالْزَمُوا مَا عُقِدَ عَلَيْهِ حَبْلُ الْجَمَاعَةِ وَبُنِيَتْ عَلَيْهِ أَرْكَانُ الطَّاعَةِ۔ وَاقْدَمُوا عَلَى اللّٰهِ مَظْلُومِينَ وَلَا تَقْدَمُوا عَلَيْهِ ظَالِمِينَ۔ وَاتَّقُوا مَدَارِجَ الشَّيْطَانِ وَمَهَابِطَ الْعُدْوَانِ وَلَا تُدْخِلُوا بُطُونَكُمْ لُعَقَ الْحَرَامِ فَإِنَّكُمْ بِعَيْنِ مَنْ حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَعْصِيَةَ وَسَهَّلَ لَكُمْ سُبُلَ الطَّاعَةِ

رہنے والا بھی اس میں مبتلا ہو جائے گا اور اس سے نکل بھاگنے والا بھی اپنے قدم اس سے باہر نہ نکال سکے گا۔

اسی خطبہ کا ایک جز یہ ہے۔ (جس میں ایمان والوں کی حالت کا ذکر ہے) کچھ تو ان میں سے شہید ہوں گے کہ جن کا بدلہ نہ لیا جا سکے گا اور کچھ خوف زدہ ہوں گے جو اپنے لیے پناہ ڈھونڈتے پھریں گے انھیں قسموں اور (ظاہری) ایمان کی فریب کاریوں سے دھوکا دیا جائے گا۔ تم فتنوں کی طرف راہ دکھانے والے نشان اور بدعتوں کے سربراہ نہ بنو۔ تم (ایمان والی) جماعت کے اصولوں اور ان کی عبادت و اطاعت کے طور طریقوں پر جمے رہو۔ اللہ کے پاس مظلوم بن کر جاؤ ظالم بن کر نہ جاؤ۔ شیطان کی راہوں اور تمرد و سرکشی کے مقاموں سے بچو۔ اپنے پیٹ میں حرام کے لقمے نہ ڈالو اس لیے کہ تم اس کی نظروں کے سامنے ہو جس نے معصیت و خطا کو تمھارے لیے حرام کیا ہے اور اطاعت کی راہیں آسان کر دی ہیں۔

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الدَّالِّ عَلَى وُجُودِهِ بِخَلْقِهِ وَبِمُحْدَثِ خَلْقِهِ عَلَى أَزَلِيَّتِهِ وَبِاشْتِبَاهِهِمْ عَلَى أَنْ لَا شَبَهَ لَهُ لَا تَسْتَلِمُهُ الْمَشَاعِرُ وَلَا تَحْجُبُهُ السَّوَاتِرُ لِافْتِرَاقِ الصَّانِعِ وَالْمَصْنُوعِ وَالْحَادِّ وَالْمَحْدُودِ وَالرَّبِّ وَالْمَرْبُوبِ

خطبہ نمبر ۱۵۰

تمام تعریف اس اللہ کے لیے ہے کہ جو خلق (کائنات) سے اپنے وجود کا اور پیدا شدہ مخلوقات سے اپنے قدیم و ازلی ہونے کا اور ان کی باہمی شباہت سے اپنے بے نظیر ہونے کا پتہ دینے والا ہے نہ حواس اسے چھو سکتے ہیں اور نہ پردے اسے چھپا سکتے ہیں چونکہ بنانے والے اور بننے والے گھیرنے والے اور گھرنے والے پالنے والے اور پرورش پانے والے میں فرق ہوتا ہے وہ ایک ہے لیکن نہ ویسا کہ گنتی شمار میں آئے وہ پیدا کرنے والا ہے لیکن

الأحد لا بتأويل عدد، والخالق لا بمعنى حركة ونصب، والسميع لا بأداة، والبصير لا بتفريق آلة، والشاهد لا بمماسة، والبائن لا بتراخي مسافة، والظاهر لا برؤية، والباطن لا بلطافة. بان من الأشياء بالقهر لها والقدرة عليها، وبانت الأشياء منه بالخضوع له والرجوع إليه. من وصفه فقد حده، ومن حده فقد عده، ومن عده فقد أبطل أزله، ومن قال كيف فقد استوصفه، ومن قال أين فقد حيزه. عالم إذ لا معلوم، ورب إذ لا مربوب، وقادر إذ لا مقدور.

(منها) قد طلع طالع، ولمع لامع، ولاح لائح، واعتدل مائل، واستبدل الله بقوم قوما، وبيوم يوما، وانتظرنا الغير انتظار المجدب المطر، وإنما الأئمة قوام الله على خلقه، وعرفاؤه على عباده، لا يدخل الجنة إلا من عرفهم وعرفوه، ولا يدخل النار إلا من أنكرهم وأنكروه، و

معنی سے کہ اسے حرکت کرنا اور تعب اٹھانا پڑے، وہ سننے والا ہے لیکن نہ کسی عضو کے ذریعہ سے اور دیکھنے والا ہے لیکن نہ اس طرح کہ آنکھیں پھیلائے وہ حاضر ہے لیکن نہ اس طرح کہ چھوا جا سکے وہ جدا ہے نہ اس طرح کہ بیچ میں فاصلہ کی دوری ہو۔ وہ ظاہر بظاہر ہے مگر آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتا۔ وہ ذاتاً پوشیدہ ہے نہ لطافت جسمانی کی بنا پر وہ سب چیزوں سے اس لیے علیحدہ ہے کہ وہ ان پر چھایا ہوا ہے اور ان پر اقتدار رکھتا ہے اور تمام چیزیں اس لیے اس سے جدا ہیں کہ وہ اس کے سامنے جھکی ہوئی اور اس کی طرف پلٹنے والی ہیں جس نے (ذات کے علاوہ) اس کے لیے صفات تجویز کیے اس نے اس کی حد بندی کر دی اور جس نے اسے محدود خیال کیا وہ اسے شمار میں آنے والی چیزوں کی قطار میں لے آیا اور جس نے اسے شمار کے قابل سمجھ لیا اس نے اسکی قدامت ہی سے انکار کر دیا اور جس نے یہ کہا کہ وہ کیسا ہے وہ اس کے لیے (الگ سے) صفتیں ڈھونڈنے لگا اور جس نے یہ کہا کہ وہ کہاں ہے اس نے اسے کسی جگہ میں محدود سمجھ لیا۔ وہ اسوقت بھی عالم تھا جبکہ معلوم کا وجود نہ تھا اور اس وقت بھی رب تھا جبکہ پرورش پانے والے نہ تھے اور اس وقت بھی قادر تھا جبکہ یہ زیر قدرت آنے والی مخلوق نہ تھی۔

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے: ابھرنے والا ابھر آیا چمکنے والا چمک اٹھا اور ظاہر ہونے والا ظاہر ہوا ٹیڑھے معاملے سیدھے ہو گئے۔ اللہ نے جماعت کو جماعت سے اور زمانہ کو زمانہ سے بدل دیا ہے۔ ہم اس انقلاب کے اس طرح منتظر تھے جس طرح قحط زدہ بارش کا۔ بلاشبہ ائمہ اللہ کے ٹھہرائے ہوئے حاکم ہیں اور اس کو بندوں سے پہچنوانے والے ہیں جنت میں وہی جائیگا

أَنْكَرُوهُ. إِنَّ اللهَ تَعَالَى خَصَّكُمْ
بِالْإِسْلامِ وَاسْتَخْلَصَكُمْ لَهُ، وَ
ذٰلِكَ لِأَنَّهُ اسْمُ سَلامَةٍ وَّجِمَاعُ
كَرَامَةٍ. اِصْطَفَى اللهُ تَعَالَى مَنْهَجَهُ
وَبَيَّنَ حُجَجَهُ، مِنْ ظَاهِرِ عِلْمٍ وَّبَاطِنِ
حُكْمٍ. لَا تَفْنَى غَرَائِبُهُ وَلَا تَنْقَضِي
عَجَائِبُهُ، فِيهِ مَرَابِيعُ النِّعَمِ
وَمَصَابِيحُ الظُّلَمِ. لَا تُفْتَحُ الْخَيْرَاتُ
إِلَّا بِمَفَاتِيحِهِ وَلَا تُكْشَفُ الظُّلُمَاتُ
إِلَّا بِمَصَابِيحِهِ قَدْ أَحْمَى حِمَاهُ وَ
أَرْعَى مَرْعَاهُ. فِيهِ شِفَاءُ الْمُشْتَفِي
وَكِفَايَةُ الْمُكْتَفِي.

جیسے ان کی معرفت ہو اور وہ بھی اسے پہچانیں اور دوزخ میں
وہی ڈالا جائے گا جو نہ انھیں پہچانے اور نہ وہ اسے پہچانیں۔
اللہ نے تمھیں اسلام کے لیے مخصوص کر لیا ہے اور اس کے لیے
تمھیں چھانٹ لیا ہے اور یہ اس طرح کہ اسلام سلامتی کا نام
اور عزتِ انسانی کا سرمایہ ہے۔ اس کی راہ کو اللہ نے تمھارے
لیے چن لیا ہے اور اس کے کھلے ہوئے احکام اور چھپی ہوئی حکمتوں
سے اس کے دلائل واضح کر دیے ہیں۔ نہ اس کے عجائبات
مٹنے والے ہیں اور نہ اس کے لطائف ختم ہونے والے ہیں۔ اسی
میں نعمتوں کی بارشیں اور تاریکیوں کے چراغ ہیں۔ اسی کی کنجیوں
سے نیکیوں کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور اسی کے چراغوں
سے تیرگیوں کا دامن چاک کیا جاتا ہے خدا نے اس کے ممنوعہ
مقامات سے روکا ہے اور اس کی چراگاہوں میں چرنے کی اجازت
دی ہے شفا چاہنے والے کے لیے اس میں شفا اور بے نیازی چاہنے والے کے لیے اس میں بے نیازی ہے۔

اس خطبہ کا پہلا جز علم الٰہیات کے اہم مطالب پر مشتمل ہے جس میں خلق کائنات سے خالق کائنات کے وجود پر استدلال
فرماتے ہوئے اس کی ازلیت و عینیت صفات پر روشنی ڈالی ہے چنانچہ جب ہم کائنات پر نظر کرتے ہیں تو ہر حرکت کے پیچھے کسی
محرک کا ہاتھ کارفرما نظر آتا ہے جس سے ایک سطحی ذہن والا انسان بھی یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ کوئی اثر مؤثر کے بغیر
ظاہر نہیں ہو سکتا۔ یہاں تک کہ چند دنوں کا ایک بچہ بھی اپنے جسم کے چھوئے جانے سے اپنے شعور کے دھندلکوں میں یہ محسوس کرتا
ہے کہ کوئی چھونے والا ہے جس کا اظہار آنکھوں کو کھولنے یا مڑ کر دیکھنے سے کرتا ہے تو پھر کس طرح دنیائے کائنات کی تخلیق اور عالم
کون و مکان کا نظم و نسق کسی خالق و منتظم کے بغیر مانا جا سکتا ہے۔

جب ایک خالق کا اعتراف ضروری ہوا تو اسے موجود بالذات ہونا چاہیے کیونکہ ہر وہ چیز جس کی ابتدا ہے اس کے لیے
ایک مرکز وجود کا ہونا ضروری ہے کہ جس تک وہ منتہی ہو۔ تو اگر وہ بھی کسی موجد کا محتاج ہوگا تو پھر اس موجد کے لیے سوال ہوگا
کہ وہ از خود ہے یا کسی کا بنایا ہوا اور جب تک ایک موجود بالذات ہستی کا اقرار نہ کیا جائے کہ جو تمام ممکنات کے لیے علۃ العلل ہو

عقل علت ومعلول کے نامتناہی سلسلوں میں بھٹک کر سلسلہ موجودات کی آخری کڑی کا تصور بھی نہ کر سکے گی اور تسلسل کے چکر میں پڑ کر اسے کہیں ٹھہراؤ نصیب نہ ہوگا اور اگر خود اسی کو اپنی ذات کا خالق فرض کیا جائے تو دو صورتوں سے خالی نہیں ہوگا یا تو وہ معدوم ہوگا یا موجود۔ اگر معدوم ہوگا تو معدوم کسی کو موجود نہیں بنا سکتا اور اگر موجود ہوگا تو اسے دوبارہ موجود کرنے کے کوئی معنی نہیں ہوتے، لہٰذا اسے ایسا موجود ماننا پڑے گا جو اپنے وجود میں کسی کا محتاج نہ ہو اور اس کے ماسوا ہر چیز اس کی محتاج ہو اور یہی احتیاج کائنات اس سرچشمہ وجود کے ازلی اور ہمیشہ سے برقرار ہونے کی شاہد ہے اور اس کے علاوہ چونکہ ہر چیز تغیر پذیر ہے محل ومکان کی محتاج ہے اور عوارض وصفات میں ایک دوسرے کے مشابہ ہے اور مشابہت کثرت کی آئینہ دار ہوتی ہے اور وحدت اپنی آپ ہی نظیر ہے اس لیے کوئی چیز اس کی مثل ونظیر نہیں ہوسکتی اور ایک کہی جانے والی چیزوں کو بھی اس کی یکتائی پر قیاس نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ ہر اعتبار سے واحد ویگانہ ہے وہ ان تمام چیزوں سے منزہ ومبرا ہے جو جسم وجسمانیات میں پائی جاتی ہیں کیونکہ نہ وہ جسم ہے نہ رنگ ہے نہ شکل ہے نہ کسی جہت میں واقع ہے اور نہ کسی محل ومکان میں محدود ہے اس لیے انسان اپنے حواس ومشاعر کے ذریعہ اس کا ادراک ومشاہدہ نہیں کر سکتا کیونکہ حواس انہی چیزوں کا ادراک کر سکتے ہیں جو زمان ومکان اور مادہ کے حدود کی پابند ہوں۔ لہٰذا یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ دیکھا جا سکتا ہے اس کے لیے جسم مان لینا ہے اور جب وہ جسم ہی نہیں ہے اور نہ جسم کے ساتھ قائم ہے اور نہ کسی جہت ومکان میں واقع ہے تو اس کے دیکھے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن اس کی یہ پوشیدگی ان لطیف اجسام کی طرح نہیں ہے کہ جن سے ان کی لطافت کی وجہ سے نگاہیں آر پار ہو جاتی ہیں اور آنکھیں انھیں دیکھنے سے قاصر رہتی ہیں جیسے فضا کی پہنائیوں میں ہوا بلکہ وہ ذاتی طور پر پوشیدہ ہے البتہ اس سے کوئی شے پوشیدہ نہیں ہے وہ دیکھتا بھی ہے اور سنتا بھی ہے لیکن آلات سماعت وبصارت کا محتاج نہیں کیونکہ اگر وہ دیکھنے سننے کے لیے اعضاء کا محتاج ہوگا تو اس کی ذات اپنے کمالات میں خارجی چیزوں کی دست نگر ہوگی اور بحیثیت ذات کامل نہ رہے گی حالانکہ وہ ہر لحاظ سے کامل ہے اور اس کا کوئی کمال اس کی ذات سے الگ نہیں کیونکہ ذات کے علاوہ الگ سے صفات ماننے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک ذات ہوگی اور کچھ صفتیں اس ذات وصفات کے مجموعہ کا نام ہوگا خدا اور جو چیز اجزاء سے مرکب ہو وہ اپنے وجود میں اجزاء کی محتاج ہوتی ہے اور ان اجزاء کو مرکب کے ترکیب پانے سے پہلے موجود ہونا چاہیے۔ تو جب اجزاء اس پر مقدم ہوں گے تو وہ ہمیشہ سے موجود اور ازلی کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ اس کا وجود اجزاء کے بنا پر ہے حالانکہ وہ اس وقت بھی علم وقدرت وربوبیت لیے ہوئے تھا جبکہ کوئی چیز موجود نہ تھی کیونکہ اس کی کوئی صفت خارج سے اس میں پیدا نہیں ہوئی بلکہ جو صفت ہے وہی ذات ہے اور جو ذات ہے۔ وہی صفت ہے اس لیے اس کا علم اس پر منحصر نہیں ہے کہ معلوم کا وجود ہولے تب وہ جانے کیونکہ اس کی ذات حادث ہونے والے معلومات سے مقدم ہے اور نہ

اس کی قدرت کے لیے ضروری ہے کہ مقدور کا وجود ہو تو وہ قادر سمجھا جائے کیونکہ قادر اسے کہتے ہیں جو ترک و فعل پر یکساں اختیار رکھتا ہو اور اس کے لیے مقدور کا ہونا ضروری نہیں اور یونہی رب کے معنی مالک کے ہیں اور وہ جس طرح معدوم کا اس کے موجود ہونے کے بعد مالک ہے اسی طرح موجود کے پردہ عدم میں ہونے کی صورت میں اسے موجود کرنے پر اختیار رکھتا ہے کہ چاہے اسے معدوم رہنے دے اور چاہے اسے وجود بخش دے۔

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خطبہ نمبر ۱۵۱

وَهُوَ فِي مُهْلَةٍ مِنَ اللهِ يَهْوِي مَعَ الْغَافِلِينَ، وَيَغْدُو مَعَ الْمُذْنِبِينَ، بِلَا سَبِيلٍ قَاصِدٍ، وَلَا إِمَامٍ قَائِدٍ۔

(مِنْهَا) حَتَّى إِذَا كَشَفَ لَهُمْ عَنْ جَزَاءِ مَعْصِيَتِهِمْ، وَاسْتَخْرَجَهُمْ مِنْ جَلَابِيبِ غَفْلَتِهِمْ، اسْتَقْبَلُوا مُدْبِراً، وَاسْتَدْبَرُوا مُقْبِلاً، فَلَمْ يَنْتَفِعُوا بِمَا أَدْرَكُوا مِنْ طَلِبَتِهِمْ، وَلَا بِمَا قَضَوْا مِنْ وَطَرِهِمْ، وَإِنِّي أُحَذِّرُكُمْ وَنَفْسِي هَذِهِ الْمَنْزِلَةَ فَلْيَنْتَفِعِ امْرُؤٌ بِنَفْسِهِ۔ فَإِنَّمَا الْبَصِيرُ مَنْ سَمِعَ فَتَفَكَّرَ، وَنَظَرَ فَأَبْصَرَ، وَانْتَفَعَ بِالْعِبَرِ، ثُمَّ سَلَكَ جَدَداً وَاضِحاً يَتَجَنَّبُ فِيهِ الصَّرْعَةَ فِي الْمَهَاوِي، وَالضَّلَالَ فِي الْمَغَاوِي۔ وَلَا يُعِينُ

اسے اللہ کی طرف سے مہلت ملی ہے وہ غفلت شعاروں کے ساتھ تباہیوں میں گرتا ہے بغیر سیدھی راہ اختیار کیے اور بغیر کسی ہادی و رہبر کے ساتھ دیئے صبح سویرے ہی گنہ گاروں کے ساتھ ہو لیتا ہے۔

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے:۔ آخرکار جب اللہ ان کے گناہوں کا نتیجہ ان کے سامنے لائے گا اور غفلت کے پردوں سے انھیں نکال باہر کرے گا تو پھر اس چیز کی طرف بڑھیں گے جسے پیٹھ دکھاتے تھے اور اس شے سے پیٹھ پھرائیں گے جس کی طرف ان کا رخ رہتا تھا انھوں نے اپنے مطلوبہ سروسامان کو پا کر اور خواہشوں کو پورا کر کے کچھ بھی تو فائدہ حاصل نہ کیا میں تمھیں اور خود اپنے کو اس مرحلہ سے متنبہ کرتا ہوں انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے نفس سے فائدہ اٹھائے اس لیے کہ آنکھوں والا وہ ہے جو سنے تو غور کرے اور نظر اٹھائے تو حقیقتوں کو دیکھ لے اور عبرتوں سے فائدہ اٹھائے پھر واضح راستہ اختیار کرے جس کے بعد گڑھوں میں گرنے اور شبہات میں بھٹک جانے سے بچتا رہے اور حق

عَلٰی نَفْسِہِ الْغُوَاۃَ بِتَعَسُّفٍ فِیْ حَقٍّ اَوْ
تَحْرِیْفٍ فِیْ نُطْقٍ اَوْ تَخَوُّفٍ مِنْ صِدْقٍ
فَانْتَبِہْ اَیُّہَا السَّامِعُ مِنْ سَکْرَتِکَ ۔ وَ
اسْتَیْقِظْ مِنْ غَفْلَتِکَ وَاخْتَصِرْ مِنْ
عَجَلَتِکَ وَاَنْعِمِ الْفِکْرَ فِیْمَا جَاءَکَ
عَلٰی لِسَانِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مِمَّا لَابُدَّ مِنْہُ وَلَا مَحِیْصَ
عَنْہُ وَخَالِفْ مَنْ خَالَفَ ذٰلِکَ اِلٰی
غَیْرِہٖ ، وَدَعْہُ وَمَا رَضِیَ لِنَفْسِہٖ ۔ وَضَعْ
فَخْرَکَ وَاحْطُطْ کِبْرَکَ ۔ وَاذْکُرْ
قَبْرَکَ فَاِنَّ عَلَیْہِ مَمَرَّکَ ، وَکَمَا
تَدِیْنُ تُدَانُ ۔ وَکَمَا تَزْرَعُ تَحْصُدُ
وَمَا قَدَّمْتَ الْیَوْمَ تَقْدَمُ عَلَیْہِ
غَدًا فَامْہَدْ لِقَدَمِکَ وَقَدِّمْ
لِیَوْمِکَ فَالْحَذَرَ الْحَذَرَ اَیُّہَا
الْمُسْتَمِعُ ۔ وَالْجِدَّ الْجِدَّ اَیُّہَا الْغَافِلُ ۔
وَلَا یُنَبِّئُکَ مِثْلُ خَبِیْرٍ ۔ اِنَّ مِنْ عَزَائِمِ
اللّٰہِ فِی الذِّکْرِ الْحَکِیْمِ الَّتِیْ عَلَیْہَا
یُثِیْبُ وَیُعَاقِبُ وَلَہَا یَرْضٰی وَیَسْخَطُ
اَنَّہٗ لَا یَنْفَعُ عَبْدًا ۔ وَاِنْ اَجْہَدَ
نَفْسَہٗ وَاَخْلَصَ فِعْلَہٗ ، اَنْ یَّخْرُجَ
مِنَ الدُّنْیَا لَاقِیًا رَبَّہٗ بِخَصْلَۃٍ مِنْ
ہٰذِہِ الْخِصَالِ لَمْ یَتُبْ مِنْہَا ۔ اَنْ یُّشْرِکَ

بے راہ ہونے اور بات میں ردّ و بدل کرنے اور سچائی میں
خوف کھانے سے گمراہوں کی مدد کر کے زیاں کار نہ بنے۔

اے وہ سننے والو! اپنی سرمستیوں سے ہوش میں آؤ و غفلت
سے آنکھیں کھولو اس دنیا کی دوڑ و دھوپ کو کم کرو اور
جو باتیں نبی اُمّی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک
سے پہنچی ہیں ان میں اچھی طرح غور و فکر کرو کہ ان سے نہ کوئی چارہ ہے اور نہ
کوئی گریز کی راہ۔ جو ان کی خلاف ورزی کرے تم اس سے
دوسری طرف رُخ پھیر لو۔ اور اسے چھوڑو کہ وہ اپنے نفس
کی مرضی پر چلتا رہے فخر کے پاس نہ جاؤ، اور بڑائی کے سرا
کو نیچا کرو۔ اپنی قبر کو یاد رکھو کہ تمہارا راستہ وہی ہے اور جیسا
کرو گے ۔ ویسا پاؤ گے جو بوؤ گے وہی کاٹو گے جو آج آگے
بھیجو گے وہی کل پاؤ گے، آگے کے لیے کچھ تہیّا کرو اور اس دن
کے لیے سرو سامان تیار رکھو۔

اے سننے والو! ڈرو ڈرو اور اے غفلت کرنے والو
کوشش کرو۔ کوشش کرو تمھیں خبر رکھنے والا جو بتائے
گا وہ دوسرا نہیں بتا سکتا، قرآن حکیم میں اللہ کے ان
اٹل اصول میں سے کہ جن پر وہ جزا و سزا دیتا ہے اور راضی و
ناراض ہوتا ہے یہ چیز ہے کہ کسی بندے کو چاہے وہ جو کچھ جتن
کر ڈالے دنیا سے نکل کر اللہ کی بارگاہ میں جانا ذرا فائدہ
نہیں پہنچا سکتا جبکہ وہ ان خصلتوں میں سے کسی ایک خصلت
سے توبہ کیے بغیر مر جائے ایک یہ کہ فرائض عبادت میں کسی
کو اس کا شریک ٹھہرایا ہو یا کسی کو ہلاک کر کے اپنے غضب
کو ٹھنڈا کیا ہو، یا دوسرے کے کیے پر عیب لگایا ہو یا دین

بِاللّٰہِ فِیْمَا افْتَرَضَ عَلَیْہِ مِنْ عِبَادَتِہٖ
اَوْ یَشْفِیْ غَیْظَہٗ بِھَلَاکِ نَفْسٍ اَوْ
یُعِرَّ بِاَمْرٍ فَعَلَہٗ غَیْرُہٗ اَوْ یَسْتَنْجِحَ
حَاجَۃً اِلَی النَّاسِ بِاِظْھَارِ بِدْعَۃٍ
فِیْ دِیْنِہٖ، اَوْ یَلْقَی النَّاسَ بِوَجْھَیْنِ
اَوْ یَمْشِیَ فِیْھِمْ بِلِسَانَیْنِ اِعْقِلْ
ذٰلِکَ فَاِنَّ الْمِثْلَ دَلِیْلٌ عَلٰی شِبْھِہٖ
اِنَّ الْبَھَائِمَ ھَمُّھَا بُطُوْنُھَا۔ وَاِنَّ السِّبَاعَ
ھَمُّھَا الْعُدْوَانُ عَلٰی غَیْرِھَا وَاِنَّ النِّسَآءَ
ھَمُّھُنَّ زِیْنَۃُ الْحَیَاۃِ الدُّنْیَا وَالْفَسَادُ
فِیْھَا۔ اِنَّ الْمُؤْمِنِیْنَ مُسْتَکِیْنُوْنَ
اِنَّ الْمُؤْمِنِیْنَ مُشْفِقُوْنَ اِنَّ الْمُؤْمِنِیْنَ
خَائِفُوْنَ۔

میں بدعتیں ڈال کر لوگوں سے اپنا مقصد پورا کیا ہو
یا لوگوں سے دورخی چال چلتا ہو۔ یا دو زبانوں سے
لوگوں سے گفتگو کرتا ہو۔ اس بات کو سمجھو اس لیے
کہ ایک نظیر دوسری نظیر کی دلیل ہوا کرتی ہے۔

بلاشبہ چوپاؤں کا مقصد پیٹ بھرنا اور
درندوں کا مقصد دوسروں پر حملہ آور ہونا اور
عورتوں کا مقصد اس پست دنیا کو بنانا سنوارنا
اور فتنے اٹھانا ہی ہوتا ہے۔ مومن وہ ہیں جو تکبر و
غرور سے دور ہوں، مومن وہ ہیں جو خائف و ترساں
ہوں مومن وہ ہیں جو ہراساں ہو۔

۱؎ مقصد یہ ہے کہ تمام شر و مفاسد کا سرچشمہ قوتِ شہویہ و قوتِ غضبیہ ہوتی ہے اگر انسان قوتِ شہویہ سے مغلوب ہو کر پیٹ بھرنا ہی اپنا مقصد بنالے تو اس میں اور چوپائے میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا، کیونکہ چوپائے کے پیش نظر بھی پیٹ بھرنے کے علاوہ اور کوئی مقصد نہیں ہوتا اور اگر قوتِ غضبیہ سے مغلوب ہو کر ہلاکت و تباہ کاری شروع کردے تو اس میں اور درندے میں کوئی فرق نہ رہے گا کیونکہ اس کا مقصد بھی یہی چیرنا پھاڑنا ہوتا ہے اور اگر دونوں قوتیں اس میں کارفرما ہوں تو پھر عورت کے مانند ہے کیونکہ عورت میں یہ دونوں قوتیں کارفرما ہوتی ہیں جس کی وجہ سے وہ بناؤ سنگار پر جان دیتی ہے اور فتنہ و فساد کو ہوا دینے میں اپنی کوششوں کو برسرکار رکھتی ہے۔

البتہ مرد مومن کبھی یہ گوارا نہ کرے گا کہ وہ ان حیوانی خصلتوں کو اپنا شعار بنائے بلکہ وہ ان قوتوں کو دبائے رکھتا ہے یوں کہ نہ وہ غرور و خودپسندی کو اپنے پاس پھٹکنے دیتا ہے اور نہ خوفِ خدا کی وجہ سے فتنہ و شر کو ہوا دیتا ہے۔ ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے کہ حضرت نے یہ خطبہ بصرہ کی طرف روانہ ہوتے وقت ارشاد فرمایا اور بصرہ کا ہنگامہ چونکہ ایک عورت کے ابھارنے کا نتیجہ تھا اس لیے چوپاؤں اور درندوں کی طبعی عادتوں کا ذکر کرنے کے بعد عورت کو بھی انہی خصلتوں کا حامل

قرار دیا ہے، چنانچہ انہی کے نتیجہ میں بصرہ کی خوں ریز جنگ ہوئی اور ہزاروں افراد ہلاک و تباہی کی لپیٹ میں آگئے۔

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَنَاظِرُ قَلْبِ اللَّبِيبِ بِهِ يُبْصِرُ أَمَدَهُ، وَيَعْرِفُ غَوْرَهُ وَنَجْدَهُ، دَاعٍ دَعَا وَرَاعٍ رَعَى. فَاسْتَجِيبُوا لِلدَّاعِي وَاتَّبِعُوا الرَّاعِيَ.

قَدْ خَاضُوا بِحَارَ الْفِتَنِ، وَأَخَذُوا بِالْبِدَعِ دُونَ السُّنَنِ، وَأَرَزَ الْمُؤْمِنُونَ، وَنَطَقَ الضَّالُّونَ الْمُكَذِّبُونَ. نَحْنُ الشِّعَارُ وَالْأَصْحَابُ وَالْخَزَنَةُ وَالْأَبْوَابُ، لَا تُؤْتَى الْبُيُوتُ إِلَّا مِنْ أَبْوَابِهَا فَمَنْ أَتَاهَا مِنْ غَيْرِ أَبْوَابِهَا سُمِّيَ سَارِقًا.

(مِنْهَا) فِيهِمْ كَرَائِمُ الْقُرْآنِ، وَهُمْ كُنُوزُ الرَّحْمٰنِ. إِنْ نَطَقُوا صَدَقُوا، وَإِنْ صَمَتُوا لَمْ يُسْبَقُوا. فَلْيَصْدُقْ رَائِدٌ أَهْلَهُ، وَلْيُحْضِرْ عَقْلَهُ، وَلْيَكُنْ مِنْ أَبْنَاءِ الْآخِرَةِ، فَإِنَّهُ مِنْهَا قَدِمَ، وَإِلَيْهَا يَنْقَلِبُ. فَالنَّاظِرُ بِالْقَلْبِ الْعَامِلُ بِالْبَصَرِ

خطبہ نمبر ۱۵۲

عقلمند دل کی آنکھوں سے اپنا مآل کار دیکھتا ہے اور اپنی اونچ نیچ (اچھی بُری راہوں) کو پہچانتا ہے دعوت دینے والے نے پکارا اور نگہداشت کرنے والے نے نگہداشت کی بلانے والے کی آواز پر لبیک کہو اور نگہداشت کرنے والے کی پیروی کرو۔

کچھ لوگ فتنوں کے دریاؤں میں اترے ہوئے ہیں اور سنتوں کو چھوڑ کر بدعتوں میں پڑ چکے ہیں ایمان والے دبکے پڑے ہیں اور گمراہوں اور جھٹلانے والوں کی زبانیں کھلی ہوئی ہیں۔ ہم قریبی تعلق رکھنے والے اور خاص ساتھی اور خزانہ دار اور دروازے ہیں اور گھروں میں دروازوں ہی سے آیا جاتا ہے اور جو دروازوں کو چھوڑ کر کسی اور طرف سے آئے اس کا نام چور ہوتا ہے۔

اسی خطبہ کا ایک جزء یہ ہے:۔ (آل محمدؐ) انہی کے بارے میں قرآن کی نفیس آیتیں اُتری ہیں اور وہ اللہ کے خزینے ہیں اگر بولتے ہیں تو سچ بولتے اور اگر خاموش رہتے ہیں تو کسی کو بات میں پہل کا حق نہیں پیشرو کو اپنے قوم قبیلے سے (ہر بات) سچ سچ بیان کرنا چاہیے، اور اپنی عقل کو گم نہ ہونے دے اور اہل آخرت میں سے بنے اس لیے کہ وہ ادھر ہی سے آیا ہے اور اُدھر ہی اسے پلٹ کر جانا ہے۔

يَكُونُ مُبْتَدَأُ عَمَلِهِ اَنْ يَعْلَمَ اَعَمَلُهُ عَلَيْهِ اَمْ لَهُ۔ فَاِنْ كَانَ لَهُ مَضٰى فِيْهِ وَاِنْ كَانَ عَلَيْهِ وَقَفَ عَنْهُ فَاِنَّ الْعَامِلَ بِغَيْرِ عِلْمٍ كَالسَّائِرِ عَلٰى غَيْرِ طَرِيْقٍ فَلَا يَزِيْدُهُ بُعْدُهُ عَنِ الطَّرِيْقِ اِلَّا بُعْدًا مِنْ حَاجَتِهِ وَالْعَامِلُ بِالْعِلْمِ كَالسَّائِرِ عَلَى الطَّرِيْقِ الْوَاضِحِ فَلْيَنْظُرْ نَاظِرٌ اَسَائِرٌ هُوَ اَمْ رَاجِعٌ۔ وَاعْلَمْ اَنَّ لِكُلِّ ظَاهِرٍ بَاطِنًا عَلٰى مِثَالِهِ فَمَا طَابَ ظَاهِرُهُ طَابَ بَاطِنُهُ وَمَا خَبُثَ ظَاهِرُهُ خَبُثَ بَاطِنُهُ وَقَدْ قَالَ الرَّسُوْلُ الصَّادِقُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ وَيُبْغِضُ عَمَلَهُ وَيُحِبُّ الْعَمَلَ وَيُبْغِضُ بَدَنَهُ وَاعْلَمْ اَنَّ لِكُلِّ عَمَلٍ نَبَاتًا وَكُلُّ نَبَاتٍ لَا غِنٰى بِهِ عَنِ الْمَاءِ وَالْمِيَاهُ مُخْتَلِفَةٌ۔ فَمَا طَابَ سَقْيُهُ طَابَ غَرْسُهُ وَحَلَتْ ثَمَرَتُهُ۔ وَمَا خَبُثَ سَقْيُهُ خَبُثَ غَرْسُهُ وَاَمَرَّتْ ثَمَرَتُهُ۔

دل کی آنکھوں سے دیکھنے والے اور بصیرت کے ساتھ عمل کرنے والے کے عمل کی ابتدا یوں ہوتی ہے کہ وہ (پہلے) یہ جان لیتا ہے کہ یہ عمل اس کے لیے فائدہ مند ہے یا نقصان رساں اگر مفید ہوتا ہے تو آگے بڑھتا ہے مضر ہوتا ہے تو ٹھہر جاتا ہے اس لیے کہ بے جانے بوجھے ہوئے بڑھنے والا ایسا ہے جیسے کوئی غلط راستے پر چل نکلے تو جتنا وہ اس راہ پر بڑھتا جائے گا اتنا ہی مقصد سے دور ہوتا جائے گا اور علم کی روشنی میں عمل کرنے والا ایسا ہے جیسے کوئی روشن راہ پر چل رہا ہو۔ (تو اب) دیکھنے والے کو چاہئے کہ وہ دیکھے کہ آگے کی طرف بڑھ رہا ہے۔ یا پیچھے کی طرف پلٹ رہا ہے تمھیں جاننا چاہئے کہ ہر ظاہر کا ویسا ہی باطن ہوتا ہے جس کا ظاہر اچھا ہوتا ہے اُس کا باطن بھی اچھا ہوتا ہے اور جس کا ظاہر بُرا ہوتا ہے۔ اس کا باطن بھی بُرا ہوتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے جیسا رسول صادق صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ ایک بندے کو (ایمان کی وجہ سے) دوست رکھتا ہے اور اس کے عمل کو بُرا سمجھتا ہے اور کبھی (عمل کو دوست رکھتا ہے اور عمل کرنے والے کی ذات سے نفرت کرتا ہے۔ دیکھو ہر عمل ایک اُگنے والا سبزہ ہے اور ہر سبزہ کے لیے پانی کا ہونا ضروری ہے اور پانی مختلف قسم کا ہوتا ہے جہاں پانی اچھا دیا جائے گا وہاں پر کھیتی بھی اچھی ہوگی اور اس کا پھل بھی میٹھا ہوگا اور جہاں پانی برا دیا جائے گا وہاں کھیتی بھی بری ہوگی اور پھل بھی کڑوا ہوگا۔

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

يَذْكُرُ فِيهَا بَدِيعَ خِلْقَةِ الْخُفَّاشِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي انْحَسَرَتِ الْأَوْصَافُ عَنْ كُنْهِ مَعْرِفَتِهِ، وَرَدَعَتْ عَظَمَتُهُ الْعُقُولَ فَلَمْ تَجِدْ مَسَاغًا إِلَى بُلُوغِ غَايَةِ مَلَكُوتِهِ. هُوَ اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ الْمُبِينُ، أَحَقُّ وَأَبْيَنُ مِمَّا تَرَى الْعُيُونُ لَمْ تَبْلُغْهُ الْعُقُولُ بِتَحْدِيدٍ فَيَكُونَ مُشَبَّهًا. وَلَمْ تَقَعْ عَلَيْهِ الْأَوْهَامُ بِتَقْدِيرٍ فَيَكُونَ مُمَثَّلًا. خَلَقَ الْخَلْقَ عَلَى غَيْرِ تَمْثِيلٍ وَلَا مَشُورَةِ مُشِيرٍ وَلَا مَعُونَةِ مُعِينٍ. فَتَمَّ خَلْقُهُ بِأَمْرِهِ وَأَذْعَنَ لِطَاعَتِهِ فَأَجَابَ وَلَمْ يُدَافِعْ وَانْقَادَ وَلَمْ يُنَازِعْ. وَمِنْ لَطَائِفِ صَنْعَتِهِ وَعَجَائِبِ خِلْقَتِهِ مَا أَرَانَا مِنْ غَوَامِضِ الْحِكْمَةِ فِي هٰذِهِ الْخَفَافِيشِ الَّتِي يَقْبِضُهَا الضِّيَاءُ الْبَاسِطُ لِكُلِّ شَيْءٍ وَيَبْسُطُهَا الظَّلَامُ الْقَابِضُ لِكُلِّ حَيٍّ. وَكَيْفَ عَشِيَتْ أَعْيُنُهَا عَنْ أَنْ تَسْتَمِدَّ مِنَ الشَّمْسِ الْمُضِيئَةِ نُوراً تَهْتَدِي بِهِ فِي مَذَاهِبِهَا وَتَصِلُ بِعَلَانِيَةِ

خطبہ نمبر ۱۵۳

اس میں چمگادڑ کی عجیب و غریب خلقت کا ذکر فرمایا ہے:۔

تمام حمد اس اللہ کے لیے ہے جس کی معرفت کی حقیقت ظاہر کرنے سے اوصاف عاجز ہیں اور اس کی عظمت و بلندی نے عقلوں کو روک دیا ہے جس سے وہ اس کی سرحد فرمانروائی تک پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں پاتیں وہ اللہ اقتدار کا مالک ہے اور (سراپا) حق اور حق کا ظاہر کرنے والا ہے وہ ان چیزوں سے بھی زیادہ (اپنے مقام پر) ثابت و آشکارا ہے کہ جنھیں آنکھیں دیکھتی ہیں عقلیں اس کی حد بندی کر کے اس تک نہیں پہنچ سکتیں کہ وہ دوسروں سے مشابہ ہو جائے اور نہ وہم اس کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ کسی چیز کے مانند ہو جائے اس نے بغیر کسی نمونہ و مثال کے اور بغیر کسی مشیر کار کے مشورہ کے اور بغیر کسی معاون کی امداد کے مخلوقات کو پیدا کیا اس کے حکم سے مخلوق اپنے کمال کو پہنچ گئی اور اس کی اطاعت کے لیے جھک گئی اور بلاتوقف لبیک کہی اور بغیر کسی نزاع و مزاحمت کے اس کی مطیع ہو گئی۔ اس کی صنعت کی لطافتوں اور خلقت کی عجیب و غریب کارفرمائیوں میں کیا کیا گہری حکمتیں ہیں کہ جو اس نے ہمیں چمگادڑوں کے اندر دکھائی ہیں کہ جن کی آنکھوں کو (دن کا) اُجالا سکیڑ دیتا ہے حالانکہ وہ تمام آنکھوں میں روشنی پھیلانے والا ہے اور اندھیرا ان کی آنکھوں کو کھول دیتا ہے حالانکہ وہ ہر زندہ شے کی آنکھوں پر نقاب ڈالنے والا ہے، اور کیونکر چمکتے ہوئے سورج میں ان کی آنکھیں

بُرهَانِ الشَّمْسِ اِلَى مَعَارِفِهَا. وَرَدَعَهَا بِتَلَألُؤِ ضِيَائِهَا عَنِ الْمُضِيِّ فِي سُبُحَاتِ اِشْرَاقِهَا وَاَكَنَّهَا فِي مَكَامِنِهَا عَنِ الذَّهَابِ فِي بُلَجِ ائْتِلَاقِهَا فَهِيَ مُسْدَلَةُ الْجُفُونِ بِالنَّهَارِ عَلَى اَحْدَاقِهَا. وَجَاعِلَةُ اللَّيْلِ سِرَاجًا تَسْتَدِلُّ بِهِ فِي الْتِمَاسِ اَرْزَاقِهَا فَلَا يَرُدُّ اَبْصَارَهَا اِسْدَافُ ظُلْمَتِهِ وَلَا تَمْتَنِعُ مِنَ الْمُضِيِّ فِيهِ لِغَسَقِ دُجُنَّتِهِ فَاِذَا اَلْقَتِ الشَّمْسُ قِنَاعَهَا وَبَدَتْ اَوْضَاحُ نَهَارِهَا، وَدَخَلَ مِنْ اِشْرَاقِ نُورِهَا عَلَى الضِّبَابِ فِي وِجَارِهَا اَطْبَقَتِ الْاَجْفَانَ عَلَى مَآقِيهَا وَتَبَلَّغَتْ بِمَا اكْتَسَبَتْهُ مِنَ الْمَعَاشِ فِي ظُلَمِ لَيَالِيهَا، فَسُبْحَانَ مَنْ جَعَلَ اللَّيْلَ لَهَا نَهَارًا وَمَعَاشًا وَالنَّهَارَ سَكَنًا وَقَرَارًا. وَجَعَلَ لَهَا اَجْنِحَةً مِنْ لَحْمِهَا تَعْرُجُ بِهَا عِنْدَ الْحَاجَةِ اِلَى الطَّيَرَانِ كَاَنَّهَا شَظَايَا الْآذَانِ غَيْرَ ذَوَاتِ رِيشٍ وَلَا قَصَبٍ اِلَّا اَنَّكَ تَرَى مَوَاضِعَ الْعُرُوقِ بَيِّنَةً اَعْلَامًا. لَهَا جَنَاحَانِ لَمَّا يَرِقَّا فَيَنْشَقَّا. وَلَمْ يَغْلُظَا فَيَثْقُلَا تَطِيرُ وَوَلَدُهَا لَاصِقٌ

چوندھیا جاتی ہیں کہ وہ اس کی نور پاش شعاعوں سے مدد
لے کر اپنے راستوں پر آجا سکیں اور نور آفتاب کے پھیلاؤ
میں اپنی جانی پہچانی ہوئی چیزوں تک پہنچ سکیں۔ اس نے تو
اپنی ضوپاشیوں کی تابش سے انھیں نور کی تجلیوں میں
بڑھنے سے روک دیا ہے اور ان کے پوشیدہ ٹھکانوں میں انھیں
چھپا دیا ہے کہ وہ اس کی روشنی کے اجالوں میں آ سکیں۔ دن
کے وقت تو وہ اس طرح ہوتی ہیں کہ ان کی پلکیں جھک کر
آنکھوں پر لٹک آتی ہیں اور تاریکی شب کو اپنا چراغ بنا کر
رزق کے ڈھونڈھنے میں اس سے مدد لیتی ہیں۔ رات کی تاریکیاں
ان کی آنکھوں کو دیکھنے سے نہیں روکتیں اور نہ اس کی گھٹا
ٹوپ اندھیاریاں راہ پیمائیوں سے باز رکھتی ہیں۔ مگر جب
آفتاب اپنے چہرے سے نقاب ہٹاتا ہے اور دن کے اجالے
ابھر آتے ہیں اور سورج کی کرنیں سوسمار کے سوراخ کے اندر
تک پہنچ جاتی ہیں۔ تو وہ اپنی پلکوں کو آنکھوں پر جھکا لیتی
ہیں اور رات کی تیرگیوں میں جو معاش حاصل کی ہے
اسی پر اپنا وقت پورا کر لیتی ہیں۔ سبحان اللہ کہ جس نے
رات ان کے کسب معاش کے لیے بنایا ہے اور دن آرام
و سکون کے لیے اور ان کے گوشت ہی سے ان کے پر بنائے
ہیں اور جب اڑنے کی ضرورت ہوتی ہے تو انھی پروں سے
اونچی ہوتی ہیں گویا کہ وہ کانوں کی لویں ہیں کہ نہ ان میں پر و بال
ہیں اور نہ کریاں، مگر تم ان کی رگوں کی جگہ کو دیکھو گے کہ اس کے
نشان ظاہر ہیں اور اس میں دو پر لگے ہوئے ہیں کہ جو نہ اتنے
باریک ہیں کہ پھٹ جائیں اور نہ اتنے موٹے ہیں کہ بوجھل ہو جائیں

بِهَا لَاجِئٌ اِلَيْهَا يَقَعُ اِذَا وَقَعَتْ۔ وَ يَرْتَفِعُ اِذَا ارْتَفَعَتْ لَا يُفَارِقُهَا حَتّٰى تَشْتَدَّ اَرْكَانُهٗ وَيَحْمِلَهٗ لِلنُّهُوْضِ جَنَاحُهٗ، وَيَعْرِفَ مَذَاهِبَ عَيْشِهٖ وَمَصَالِحَ نَفْسِهٖ فَسُبْحَانَ الْبَارِئِ لِكُلِّ شَيْءٍ عَلٰى غَيْرِ مِثَالٍ خَلَا مِنْ غَيْرِهٖ۔

دکہ اڑانہ جاسکے) وہ اڑتی ہیں تو بچے ان سے چمٹے رہتے ہیں وہ ان کی پناہ میں ہوتے ہیں جب وہ نیچے کی طرف جھکتی ہیں تو بچے بھی جھک پڑتے ہیں اور جب وہ اونچی ہوتی ہیں تو بچے بھی اونچے ہو جاتے ہیں اور اس وقت تک الگ نہیں ہوتے جب تک ان کے اعضاء میں مضبوطی نہ آجائے اور بلند ہونے کیلئے ان کے پر (ان کا بوجھ) اٹھانے کے قابل نہ ہو جائیں، وہ اپنی زندگی کی راہوں اور اپنی مصلحتوں کو پہچان لیتے ہیں۔ پاک ہے وہ خدا کہ جس نے بغیر کسی نمونہ کے کہ جو اس سے پہلے کسی نے بنایا ہو ان تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے۔

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خطبہ نمبر ۱۵۴

خَاطَبَ بِهٖ اَهْلَ الْبَصْرَةِ عَلٰى جِهَةِ اقْتِصَاصِ الْمَلَاحِمِ۔

اس میں اہل بصرہ کو مخاطب کرتے ہوئے انھیں فتنوں سے آگاہ کیا ہے:۔

فَمَنِ اسْتَطَاعَ عِنْدَ ذٰلِكَ اَنْ يَعْتَقِلَ نَفْسَهٗ عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَلْيَفْعَلْ۔ فَاِنْ اَطَعْتُمُوْنِيْ فَاِنِّيْ حَامِلُكُمْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ عَلٰى سَبِيْلِ الْجَنَّةِ، وَاِنْ كَانَ ذَا مَشَقَّةٍ شَدِيْدَةٍ وَمَذَاقَةٍ مَرِيْرَةٍ۔ وَاَمَّا فُلَانَةُ فَاَدْرَكَهَا رَأْيُ النِّسَاءِ، وَضِغْنٌ غَلَا فِيْ صَدْرِهَا كَمِرْجَلِ الْقَيْنِ، وَلَوْ دُعِيَتْ لِتَنَالَ مِنْ غَيْرِيْ مَا اَتَتْ اِلَيَّ لَمْ تَفْعَلْ وَ

جو شخص ان (فتنہ انگیزیوں) کے وقت اپنے نفس کو اللہ کی اطاعت پر ٹھہرائے رکھنے کی طاقت رکھتا ہو اسے ایسا ہی کرنا چاہیے۔ اگر تم میری اطاعت کرو گے تو میں انشاء اللہ تمھیں جنت کی راہ پر لگا دوں گا۔ اگرچہ وہ راستہ کٹھن دشواریوں اور تلخ مزوں کو لیے ہوئے ہے رہیں فلاں تو ان میں عورتوں والی کم عقلی آگئی ہے اور لوہار کے کڑھاؤ کی طرح کینہ و عناد ان کے سینہ میں جوش مار رہا ہے اور جو سلوک مجھ سے کر رہی ہیں اگر میرے سوا کسی دوسرے سے ویسے سلوک کو ان سے کہا جاتا تو وہ نہ کرتیں ان سب چیزوں کے بعد بھی ہمیں ان کی سابقہ

لَهَا بَعْدُ حُرْمَتُهَا الْأُولَى وَالْحِسَابُ
عَلَى اللهِ تَعَالَى

(مِنْهُ) سَبِيلٌ أَبْلَجُ الْمِنْهَاجِ أَنْوَرُ
السِّرَاجِ. فَبِالْإِيمَانِ يُسْتَدَلُّ
عَلَى الصَّالِحَاتِ. وَبِالصَّالِحَاتِ
يُسْتَدَلُّ عَلَى الْإِيمَانِ. وَبِالْإِيمَانِ
يُعْمَرُ الْعِلْمُ. وَبِالْعِلْمِ يُرْهَبُ
الْمَوْتُ وَبِالْمَوْتِ تُخْتَمُ الدُّنْيَا.
وَبِالدُّنْيَا تُحْرَزُ الْآخِرَةُ. وَإِنَّ
الْخَلْقَ لَا مَقْصَرَ لَهُمْ عَنِ الْقِيَامَةِ
مُرْقِلِينَ فِي مِضْمَارِهَا إِلَى الْغَايَةِ
الْقُصْوَى. (مِنْهُ) قَدْ شَخَصُوا مِنْ
مُسْتَقَرِّ الْأَجْدَاثِ وَصَارُوا إِلَى
مَصَائِرِ الْغَايَاتِ لِكُلِّ دَارٍ أَهْلُهَا.
لَا يَسْتَبْدِلُونَ بِهَا وَلَا يُنْقَلُونَ عَنْهَا
وَإِنَّ الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيَ
عَنِ الْمُنْكَرِ لَخُلُقَانِ مِنْ خُلُقِ اللهِ
سُبْحَانَهُ، وَإِنَّهُمَا لَا يُقَرِّبَانِ مِنْ أَجَلٍ
وَلَا يَنْقُصَانِ مِنْ رِزْقٍ وَعَلَيْكُمْ
بِكِتَابِ اللهِ فَإِنَّهُ الْحَبْلُ الْمَتِينُ
وَالنُّورُ الْمُبِينُ وَالشِّفَاءُ النَّافِعُ
وَالرِّيُّ النَّاقِعُ وَالْعِصْمَةُ لِلْمُتَمَسِّكِ
وَالنَّجَاةُ لِلْمُتَعَلِّقِ. لَا يَعْوَجُّ فَيُقَامَ

حرمت کا لحاظ ہے ان کا حساب کتاب اللہ کے ذمہ ہے۔

اس خطبہ کا ایک جزیہ ہے۔ ایمان کی راہ سب راہوں سے واضح اور سب چراغوں سے زیادہ نورانی ہے ایمان سے نیکیوں پر استدلال کیا جاتا ہے اور نیکیوں سے ایمان پر دلیل لائی جاتی ہے، ایمان سے علم کی دنیا آباد ہوتی ہے اور علم کی بدولت موت سے ڈرا جاتا ہے اور موت سے دنیا کے سارے جھنجھٹ ختم ہو جاتے ہیں، اور دنیا سے آخرت حاصل کی جاتی ہے مخلوقات کے لیے قیامت سے ادھر کوئی منزل نہیں وہ اسی کے میدان میں انتہا کی حد تک پہنچنے کے لیے دوڑ لگانے والی ہے۔

اس خطبہ کا ایک جزیہ ہے، وہ اپنی قبروں کے ٹھکانوں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی آخرت کے ٹھکانوں کی طرف چل پڑے، ہر گھر کے لیے اس کے اہل ہیں کہ نہ وہ اسے تبدیل کر سکیں گے اور نہ اس سے منتقل ہو سکیں گے نیکیوں کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا ایسے دو کام ہیں جو اخلاق خداوندی میں سے ہیں۔ نہ ان کی وجہ سے موت قبل از وقت آ سکتی ہے اور نہ جو رزق مقرر ہے اس میں کوئی کمی ہو سکتی ہے۔ تمہیں کتاب خدا پر عمل کرنا چاہیے اس لیے کہ وہ ایک مضبوط رسی روشن و واضح نور، نفع بخش شفا، پیاس بجھانے والی سیرابی تمسک کرنے والے کے لیے سامان حفاظت اور وابستہ رہنے والے کے لیے نجات ہے اس میں کجی نہیں آتی کہ اسے سیدھا کیا جائے، نہ حق سے الگ ہوتی ہے کہ اس کا رخ موڑا جائے کثرت سے دہرایا جانا اور (بار بار) کانوں میں پڑنا اسے پرانا

ولا يزيغ فيستعتب، ولا تخلقه
كثرة الرد وولوج السمع، من قال
به صدق، ومن عمل به سبق.

(وقام إليه رجل فقال: يا أمير المؤمنين
أخبرنا عن الفتنة، وهل سألت
رسول الله صلى الله عليه وآله عنها
فقال عليه السلام)

لما أنزل الله سبحانه قوله
(الم أحسب الناس أن يتركوا
أن يقولوا آمنا وهم لا يفتنون)
علمت أن الفتنة لا تنزل بنا ورسول
الله صلى الله عليه وآله بين أظهرنا
فقلت يا رسول الله ما هذه
الفتنة التي أخبرك الله تعالى
بها فقال: يا علي إن أمتي سيفتنون
من بعدي فقلت يا رسول الله
أوليس قد قلت لي يوم أحد حيث
استشهد من استشهد من
المسلمين وحيزت عني الشهادة
فشق ذلك علي فقلت لي: أبشر
فإن الشهادة من ورائك. فقال
لي: إن ذلك لكذلك فكيف
صبرك إذاً" فقلت يا رسول الله

نہیں کرتا جو اس کے مطابق کہے وہ سچا ہے اور جو اس پر عمل کرے
وہ سبقت لے جانے والا ہے۔

(اسی اثنا میں) ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ ہمیں فتنہ کے بارے
میں کچھ بتائیے اور کیا آپ نے اس کے متعلق رسول اللہ سے دریافت کیا تھا؟
آپ نے فرمایا کہ ہاں جب اللہ نے یہ آیت اتاری کہ "کیا
لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ان کے اتنا کہہ دینے سے کہ ہم ایمان
لائے ہیں انھیں چھوڑ دیا جائے گا اور وہ فتنوں سے دو
چار نہیں ہوں گے، تو میں سمجھ گیا کہ فتنہ ہم پر تو نہیں آئے
گا۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان
موجود ہیں۔ چنانچہ میں نے کہا! یا رسول اللہ! یہ
فتنہ کیا ہے کہ جس کی اللہ نے آپ کو خبر دی ہے تو آپ
نے فرمایا کہ اے علی! میرے بعد میری امت جلدی فتنوں
میں پڑ جائے گی۔ تو میں نے کہا کہ یا رسول اللہ! احد
کے دن جب شہید ہونے والے مسلمان شہید ہو چکے تھے
اور شہادت مجھ سے روک لی گئی اور یہ مجھ پر گراں گزرا
تھا تو آپ نے مجھ سے نہیں فرمایا تھا کہ تمھیں بشارت
ہو کہ شہادت تمھیں پیش آنے والی ہے اور یہ بھی فرمایا
تھا کہ یہ یونہی ہو کر رہے گا (یہ کہو) کہ اس وقت
تمھارے صبر کی کیا حالت ہوگی تو میں نے کہا تھا کہ یا
رسول اللہ یہ صبر کا کوئی موقع نہیں ہے، یہ تو میرے لیے
مژدہ اور شکر کا مقام ہوگا تو آپ نے فرمایا کہ یا علی
حقیقت یہ ہے کہ لوگ میرے بعد مال و دولت کی وجہ
سے فتنوں میں پڑ جائیں گے اور دین اختیار کر لینے سے

لَيْسَ هٰذَا مِنْ مَوَاطِنِ الصَّبْرِ، وَلٰكِنْ مِنْ مَوَاطِنِ الْبُشْرٰى، وَالشُّكْرِ، وَقَالَ يَا عَلِيُّ اِنَّ الْقَوْمَ سَيُفْتَنُوْنَ بَعْدِيْ بِاَمْوَالِهِمْ وَيَمُنُّوْنَ بِدِيْنِهِمْ عَلٰى رَبِّهِمْ وَيَتَمَنَّوْنَ رَحْمَتَهٗ، وَيَاْمَنُوْنَ سَطْوَتَهٗ۔ وَيَسْتَحِلُّوْنَ حَرَامَهٗ بِالشُّبُهَاتِ الْكَاذِبَةِ وَالْاَهْوَآءِ السَّاهِيَةِ۔ فَيَسْتَحِلُّوْنَ الْخَمْرَ بِالنَّبِيْذِ، وَالسُّحْتَ بِالْهَدِيَّةِ وَالرِّبَا بِالْبَيْعِ، قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بِاَيِّ الْمَنَازِلِ اُنْزِلُهُمْ عِنْدَ ذٰلِكَ؟ اَبِمَنْزِلَةِ رِدَّةٍ اَمْ بِمَنْزِلَةِ فِتْنَةٍ؟ فَقَالَ :۔ بِمَنْزِلَةِ فِتْنَةٍ۔

اللہ پر احسان جتائیں گے۔ اس کی رحمت کی آرزوئیں تو کریں گے لیکن اس کے قہر و غلبہ (کی گرفت) سے بے خوف ہو جائیں گے کہ جھوٹ موٹ کے شبہوں اور غافل کر دینے والی خواہشوں کی وجہ سے حلال کو حرام کر لیں گے، شراب کو انگور و خرما کا پانی کہہ کر اور رشوت کا نام ہدیہ رکھ کر اور سود کو خرید فروخت قرار دے کر جائز سمجھ لیں گے (پھر) میں نے کہا کہ یا رسول اللہ! میں انھیں اسی موقع پر کس مرتبہ پر سمجھوں اس مرتبہ پر کہ وہ مرتد ہو گئے ہیں یا اس مرتبہ پر کہ وہ فتنہ میں مبتلا ہیں تو آپ نے فرمایا کہ فتنہ کے مرتبہ پر

۱؎ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت عائشہ کا رویہ امیر المومنین سے ہمیشہ معاندانہ رہا اور اکثر ان کے دل کی کدورت ان کے چہرے پر کھل جاتی اور طرز عمل سے نفرت و بیزاری جھلک اٹھتی تھی، یہاں تک کہ اگر کسی واقعہ کے سلسلہ میں حضرت کا نام آ جاتا تو ان کی پیشانی پر بل پڑ جاتا تھا اور اس کا زبان پر لانا بھی گوارا نہ کرتی تھیں چنانچہ عبید اللہ ابن عبد اللہ نے حضرت عائشہ کی اس روایت کا کہ پیغمبر حالت مرض میں فضل ابن عباس اور ایک دوسرے شخص کے سہارے کر ان کے ہاں چلے آئے حضرت عبد اللہ ابن عباس سے ذکر کیا تو انھوں نے فرمایا:۔

هَلْ تَدْرِيْ مِنَ الرَّجُلِ قُلْتُ لَا — کیا تمھیں معلوم ہے کہ وہ دوسرا شخص کون تھا

قَالَ عَلِيُّ ابْنُ اَبِيْ طَالِبٍ وَلٰكِنَّهَا — اس نے کہا کہ نہیں کہا کہ وہ علی ابن ابی طالب تھے مگر حضرت عائشہ

كَانَتْ لَا تَقْدِرُ عَلٰى اَنْ تَذْكُرَهٗ — کے بس کی یہ بات نہ تھی کہ وہ علی کا کسی اچھائی کے ساتھ ذکر

بخیر (تاریخ طبری ج ۵۳ صـ ۴۳۳) کرتیں۔

اس نفرت و عناد کا ایک سبب حضرت فاطمہ زہراؑ کا وجود تھا کہ جن کی ہمہ گیر عظمت و توقیر ان کے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکتی تھی اور سوتاپے کی جلن یہ گوارا نہ کر سکتی تھی کہ پیغمبر سوت کی دختر کو اس طرح چاہیں کہ اسے دیکھتے ہی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جائیں اور اپنی مسند پر جگہ دیں اور سیدہ نساء العالمین کہہ کر دنیا جہان کی عورتوں پر اس کی فوقیت ظاہر کریں اور اس کی اولاد کو اس حد تک دوست رکھیں کہ انھیں اپنا فرزند کہہ کر پکاریں۔ یہ تمام چیزیں ان پر شاق گزرنے والی تھیں اور فطری طور پر ان کے جذبات اس موقع پر یہی ہوں گے کہ اگر خود ان کے بطن سے اولاد ہوتی تو وہ پیغمبر کے بیٹے کہلاتے اور بجائے حسنؑ و حسینؑ کے وہ ان کی محبت کا مرکز بنتے مگر ان کی گود اولاد سے ہمیشہ خالی ہی رہی اور ماں بننے کی آرزو کو اپنے بھانجے کے نام پر اپنی کنیت ام عبداللہ رکھ کر پورا کر لیا۔ غرض یہ سب چیزیں ایسی تھیں جنھوں نے ان کے دل میں نفرت کا جذبہ پیدا کر دیا جس کے تقاضے سے مجبور ہو کر جناب سیدہ کے خلاف شکوہ و شکایت کرتی رہتی تھیں مگر پیغمبر کی توجہات ان سے ہٹانے میں کامیاب نہ ہو سکیں۔ اس رنجش و کشیدگی کا تذکرہ حضرت ابو بکر کے کانوں میں بھی برابر پہنچتا رہتا تھا جس سے وہ دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتے تھے مگر ان کے کیے بھی کچھ نہ ہو سکتا تھا سوا اس کے کہ ان کی زبانی ہمدردیاں اپنی بیٹی کے ساتھ ہوتی تھیں۔ یہاں تک کہ پیغمبر اکرم نے دنیا سے رحلت فرمائی اور ملکوت کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں آگئی۔ اب موقع تھا کہ وہ جس طرح چاہتے انتقام لیتے اور جو تشدد چاہتے روا رکھتے چنانچہ پہلا قدم یہ اٹھایا کہ جناب سیدہ کو محروم الارث قرار دینے کے لیے پیغمبروں کے ورثہ کی نفی کر دی کہ نہ وہ کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ ان کا کوئی وارث ہوتا ہے بلکہ ان کا ترکہ حکومت کی ملکیت ہوتا ہے جس سے سیدہ اس حد تک متاثر ہوئیں کہ ان سے ترک کلام کر دیا اور انہی تاثرات کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ حضرت عائشہ نے اس موقع پر بھی اپنی روش نہ بدلی اور یہ تک گوارا نہ کیا کہ ان کے انتقال پر ملال پر افسوس کا اظہار کرتیں۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے کہ:

ثم ماتت فاطمۃ فجاء نساء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کلھن الی بنی ھاشم فی العزاء الا عائشۃ فانھا لم تات واظھرت مرضا ولقد اتی علی علیہ السلام عنھا کلام یدل علی السرور (شرح ابن ابی الحدید ج ۲ صـ ۴۵۹)

جب حضرت فاطمہ نے رحلت فرمائی تو تمام ازواج پیغمبر بنی ہاشم کے ہاں تعزیت کے لیے پہنچ گئیں سوا عائشہ کے وہ نہ آئیں اور یہ ظاہر کیا کہ وہ مریض ہیں اور حضرت علیؑ تک ان کی طرف سے ایسے الفاظ پہنچے جن سے ان کی مسرت و شادمانی کا پتہ چلتا تھا۔

جب جناب سیدہ سے اس حد تک عناد تھا تو جن سے ان کا دامن وابستہ ہوگا وہ کس طرح ان کی دشمنی و عناد سے بچ سکتا تھا جبکہ ایسے واقعات بھی رونما ہوتے رہے ہوں کہ جو اس مخالفت کو ہوا دیتے اور ان کے جذبۂ نفرت کو ابھارتے ہوں جیسے واقعہ افک کے سلسلہ میں امیر المومنین کا پیغمبر سے یہ کہنا کہ ان ہی الا شسع نعلک" "یہ تو آپ کی جوتی کا تسمہ ہے" اسے چھوڑیئے اور طلاق دے کر الگ کیجئے۔ جب حضرت عائشہ نے یہ سنا ہوگا تو یقیناً بے قراری کے بستر پر کروٹیں بدلی ہوں گی اور حضرت کے خلاف جذبۂ نفرت انتہائی شدت سے ابھرا ہوگا، پھر ایسے واقعات بھی پیش آتے رہے کہ ان کے والد حضرت ابو بکر کے مقابلہ میں حضرت کو امتیاز دیا گیا اور ان کے مدارج کو بلند اور نمایاں کر کے دکھایا گیا جیسے تبلیغ سورۂ برارت کے سلسلہ میں پیغمبرؐ کا انھیں معزول کر کے واپس پلٹا لینا اور یہ خدمت حضرت علیؑ کے سپرد کرنا اور یہ فرمانا کہ انی امرت ان ابلغہ انا او رجل من اھلبیتی" مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں خود اسے پہنچاؤں یا وہ شخص جو میرے اہلبیت میں سے ہو اسی طرح مسجد نبوی میں کھلنے والے تمام دروازے کہ جن میں حضرت ابو بکر کے گھر کا بھی دروازہ تھا چنوا دیئے اور صرف امیر المومنین کے گھر کا دروازہ کھلا رہنے دیا۔

حضرت عائشہ اپنے باپ کے مقابلہ میں حضرت کا تفوق گوارا نہ کر سکتی تھیں اور جب کوئی امتیازی صورت پیدا ہوتی تھی تو اسے مٹانے کے لیے کوشش اٹھا نہ رکھتی تھیں۔ چنانچہ جب پیغمبر نے آخر وقت میں حضرت اسامہ کے ہمراہ لشکر روانہ کیا اور حضرت ابو بکر وحضرت عمر کو بھی ان کی زیر امارت جانے کا حکم دیا تو ازواج پیغمبر کے ذریعہ انھیں یہ پیغام ملتا ہے کہ پیغمبر کی حالت نازک ہے لشکر کو آگے بڑھنے کے بجائے پلٹ آنا چاہیئے چونکہ ان کی دوررس نظروں نے یہ بھانپ لیا تھا کہ مدینہ کو مہاجرین و انصار سے خالی کرنے کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ رحلت نبی کے بعد امیر المومنین سے کوئی مزاحم نہ ہو اور کسی شورش انگیزی کے بغیر آپ منصب خلافت پر فائز ہو جائیں چنانچہ لشکر اسامہ اس پیغام پر پلٹ آیا۔ جب پیغمبر نے یہ دیکھا تو اسامہ کو پھر لشکر لے جانے کی تاکید فرمائی اور یہ تک فرمایا کہ لعن اللہ علی من تخلف عن جیش اسامہ" جو شخص لشکر اسامہ سے تخلف کرے اس پر خدا کی لعنت ہو۔ جس پر وہ پھر روانہ ہوئے مگر پھر انھیں واپس بلایا جاتا ہے یہاں تک کہ پیغمبر کے مرض نے شدت اختیار کر لی اور لشکر کو روانہ ہونا تھا نہ ہوا اس کارروائی کے بعد بلال کے ذریعہ حضرت ابو بکر کو یہ کہلوایا جاتا ہے کہ وہ امامت نماز کے فرائض سر انجام دیں تا کہ ان کی خلافت کے لیے راستہ ہموار ہو جائے چنانچہ اسی کے پیش نظر انھیں خلیفہ رسول اللہ علی الصلوٰۃ کہہ کر خلیفہ علی الاطلاق مان لیا گیا اور پھر ایسا طریقہ اختیار کیا گیا کہ کسی طرح خلافت امیر المومنین تک نہ پہنچ سکے لیکن دور ثالث کے بعد حالات نے اس طرح کروٹ لی کہ لوگ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے مجبور ہو گئے۔ حضرت

عائشہ اس موقع پر مکہ میں تشریف فرما تھیں انھیں جب حضرت کی بیعت کا علم ہوا تو ان کی آنکھوں سے شرارے برسنے لگے، غیظ و غضب نے مزاج میں برہمی پیدا کر دی اور نفرت نے ایسی شدت اختیار کر لی کہ جس خون کے بہانے کا فتویٰ دے چکی تھیں اسی کے قصاص کا سہارا لے کر اٹھ کھڑی ہوئیں اور کھلم کھلا اعلان جنگ کر دیا جس کے نتیجہ میں ایسا کشت و خون ہوا کہ بصرہ کی سرزمین کشتوں کے خون سے رنگین ہو گئی اور افتراق انگیزی کا دروازہ ہمیشہ کے لیے کھل گیا۔

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خطبہ نمبر ۱۵۵

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ جَعَلَ الْحَمْدَ مِفْتَاحًا لِذِكْرِهٖ. وَسَبَبًا لِلْمَزِيْدِ مِنْ فَضْلِهٖ وَدَلِيْلًا عَلٰى اٰلَائِهٖ وَعَظَمَتِهٖ عِبَادَ اللّٰهِ اِنَّ الدَّهْرَ يَجْرِىْ بِالْبَاقِيْنَ كَجَرْيِهٖ بِالْمَاضِيْنَ لَا يَعُوْدُ مَا قَدْ وَلّٰى مِنْهُ، وَلَا يَبْقٰى سَرْمَدًا مَا فِيْهِ. اٰخِرُ فَعَالِهٖ كَاَوَّلِهٖ مُتَسَابِقَةٌ اُمُوْرُهٗ مُتَظَاهِرَةٌ اَعْلَامُهٗ فَكَاَنَّكُمْ بِالسَّاعَةِ تَحْدُوْكُمْ حَدْوَ الزَّاجِرِ بِشَوْلِهٖ فَمَنْ شَغَلَ نَفْسَهٗ بِغَيْرِ نَفْسِهٖ تَحَيَّرَ فِى الظُّلُمَاتِ. وَارْتَبَكَ فِى الْهَلَكَاتِ وَمَدَّتْ بِهٖ شَيَاطِيْنُهٗ فِىْ طُغْيَانِهٖ، وَزَيَّنَتْ لَهٗ سَيِّئَ اَعْمَالِهٖ. فَالْجَنَّةُ غَايَةُ السَّابِقِيْنَ وَالنَّارُ غَايَةُ الْمُفَرِّطِيْنَ اِعْلَمُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اَنَّ التَّقْوٰى دَارُ حِصْنٍ عَزِيْزٍ وَالْفُجُوْرَ دَارُ حِصْنٍ

تمام حمد اس اللہ کے لیے ہے جس نے حمد کو اپنے ذکر کا افتتاحیہ، اپنے فضل و احسان کے بڑھانے کا ذریعہ اور اپنی نعمتوں اور عظمتوں کا دلیل راہ قرار دیا ہے۔ اے اللہ کے بندو! باقی ماندہ لوگوں کے ساتھ بھی زمانہ کی وہی روش رہے گی جو گذر جانے والے کے ساتھ تھی۔ جتنا زمانہ گذر چکا ہے وہ پلٹ کر نہیں آئے گا اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ہمیشہ رہنے والا نہیں آخر میں بھی اس کی کارگزاریاں ہی ہوں گی جو پہلے رہ چکی ہیں اس کی مصیبتیں ایک دوسرے سے بڑھ جانا چاہتی ہیں اور اس کے جھنڈے ایک دوسرے کے عقب میں ہیں، گویا تم قیامت کے دامن سے وابستہ ہو کہ وہ تمھیں ڈھکیل کر اس طرح لیے جا رہی ہے جس طرح للکارنے والا اپنی اونٹنیوں کو جو شخص اپنے نفس کو سنوارنے کے بجائے اور چیزوں میں پڑ جاتا ہے وہ تیرگیوں میں سرگرداں اور ہلاکتوں میں پھنسا رہتا ہے اور شیاطین اسے سرکشیوں میں کھینچ کر لے جاتے ہیں اور اس کی بداعمالیوں کو اس کے سامنے سجا دیتے ہیں۔ آگے بڑھنے والوں کی

ذَلِيلٌ لَا يَمْنَعُ أَهْلَهُ وَلَا يُحْرِزُ مَنْ لَجَأَ إِلَيْهِ. أَلَا وَبِالتَّقْوَى تُقْطَعُ حُمَةُ الْخَطَايَا. وَبِالْيَقِينِ تُدْرَكُ الْغَايَةُ الْقُصْوَى.

عِبَادَ اللهِ! اللهَ اللهَ فِي أَعَزِّ الْأَنْفُسِ عَلَيْكُمْ وَأَحَبِّهَا إِلَيْكُمْ فَإِنَّ اللهَ قَدْ أَوْضَحَ لَكُمْ سَبِيلَ الْحَقِّ وَأَنَارَ طُرُقَهُ، فَشِقْوَةٌ لَازِمَةٌ أَوْ سَعَادَةٌ دَائِمَةٌ فَتَزَوَّدُوا فِي أَيَّامِ الْفَنَاءِ لِأَيَّامِ الْبَقَاءِ فَقَدْ دُلِلْتُمْ عَلَى الزَّادِ وَأُمِرْتُمْ بِالظَّعْنِ وَحُثِثْتُمْ عَلَى الْمَسِيرِ فَإِنَّمَا أَنْتُمْ كَرَكْبٍ وُقُوفٍ لَا تَدْرُونَ مَتَى تُؤْمَرُونَ بِالْمَسِيرِ أَلَا فَمَا يَصْنَعُ بِالدُّنْيَا مَنْ خُلِقَ لِلْآخِرَةِ وَمَا يَصْنَعُ بِالْمَالِ مَنْ عَمَّا قَلِيلٍ يُسْلَبُهُ، وَتَبْقَى عَلَيْهِ تَبِعَتُهُ وَحِسَابُهُ.

عِبَادَ اللهِ! إِنَّهُ لَيْسَ لِمَا وَعَدَ اللهُ مِنَ الْخَيْرِ مَتْرَكٌ، وَلَا فِيمَا نَهَى عَنْهُ مِنَ الشَّرِّ مَرْغَبٌ. عِبَادَ اللهِ، احْذَرُوا يَوْماً تُفْحَصُ فِيهِ الْأَعْمَالُ وَيَكْثُرُ فِيهِ الزِّلْزَالُ. وَتَشِيبُ فِيهِ الْأَطْفَالُ.

آخری منزل جنّت ہے اور عمداً کوتاہیاں کرنے والوں کی حد جہنم ہے۔

اللہ کے بندو! یاد رکھو کہ تقویٰ ایک مضبوط قلعہ ہے اور فسق و فجور ایک (کمزور) چار دیواری ہے کہ جو نہ اپنے رہنے والوں سے تباہیوں کو روک سکتی ہے اور نہ ان کی حفاظت کر سکتی ہے دیکھو تقویٰ ہی وہ چیز ہے کہ جس سے گناہوں کا ڈنک کاٹا جاتا ہے اور یقین ہی سے منتہائے مقصد کی کامرانیاں حاصل ہوتی ہیں۔

اے اللہ کے بندو! اپنے نفس کے بارے میں کہ جو تمہیں تمام نفسوں سے زیادہ عزیز و محبوب ہے اللہ سے ڈرو! اس نے تو تمہارے لیے حق کا راستہ کھول دیا ہے اور اس کی راہیں اجاگر کر دی ہیں اب یا توارث بدبختی ہوگی یا دائمی خوش بختی و سعادت، دار فانی سے عالم باقی کے لیے توشہ مہیا کر لو۔ تمہیں زاد راہ کا پتہ دیا جا چکا ہے اور کوچ کا حکم مل چکا ہے اور چل چلاؤ کے لیے جلدی مچائی جا رہی ہے تم ٹھہرے ہوئے سواروں کے مانند ہو کہ تمہیں یہ پتہ نہیں کہ کب روانگی کا حکم دیا جائے گا۔ بھلا وہ دنیا لے کر کیا کرے گا جو آخرت کے لیے پیدا کیا گیا ہو۔ اور اس مال کا کیا کرے گا جو عنقریب اس سے چھن جانے والا ہے اور اس کا مظلمہ و حساب اس کے ذمہ رہنے والا ہے۔

اللہ کے بندو! خدا نے جس بھلائی کا وعدہ کیا ہے اسے چھوڑا نہیں جا سکتا اور جس برائی سے روکا ہے اس کی خواہش نہیں کی جا سکتی۔

اعلموا عباد الله ان عليكم رصدا من انفسكم، وعيونا من جوارحكم، وحفاظ صدق يحفظون اعمالكم، وعدد انفاسكم، لا تستركم منهم ظلمة ليل داج، ولا يكنكم منهم باب ذو رتاج، وان غدا من اليوم قريب۔

يذهب اليوم بما فيه، ويجيء الغد لاحقا به۔ فكأن كل امرئ منكم قد بلغ من الارض منزل وحدته، ومخط حفرته۔ فيا له من بيت وحدة، ومنزل وحشة، ومفرد غربة، وكأن الصيحة قد اتتكم والساعة قد غشيتكم، وبرزتم لفصل القضاء، قد زاحت عنكم الاباطيل، واضمحلت عنكم العلل، واستحقت بكم الحقائق، وصدرت بكم الامور مصادرها، فاتعظوا بالعبر، واعتبروا بالغير، وانتفعوا بالنذر۔

اللہ کے بندو! اس دن سے ڈرو کہ جس میں عملوں کی جانچ پڑتال اور زلزلوں کی بہتات ہوگی اور بچے تک اس میں بوڑھے ہو جائیں گے۔

اے اللہ کے بندو! یقین رکھو کہ خود تمہارا ضمیر تمہارا نگہبان اور خود تمہارے اعضا و جوارح تمہارے نگران ہیں اور تمہارے عملوں اور سانسوں کی گنتی کو صحیح یاد رکھنے والے (کراماً کاتبین) ہیں ان سے نہ اندھیری رات کی اندھیاریاں چھپا سکتی ہیں اور نہ بند دروازے تمہیں اوجھل رکھ سکتے ہیں۔ آنے والا "کل" آج کے دن سے قریب ہے۔

"آج کا دن" اپنا سب کچھ لے کر چلا جائے گا اور "کل" اس کے عقب میں آیا ہی چاہتا ہے۔ گویا تم میں سے ہر شخص زمین کے اس حصہ پر کہ جہاں تنہائی کی منزل اور گڑھے کا نشان (قبر) ہے پہنچ چکا ہے اس تنہائی کے گھر، دہشت کی منزل اور مسافرت کے عالم تنہائی (کی ہولناکیوں) کا کیا حال بیان کیا جائے۔ گویا کہ صور کی آواز تم تک پہنچ چکی ہے اور قیامت تم پر چھا گئی ہے اور آخری فیصلہ سننے کے لیے تم (قبروں سے) نکل آئے ہو باطل کے پردے تمہاری آنکھوں سے ہٹا دیئے گئے ہیں اور تمہارے حیلے بہانے دب چکے ہیں اور حقیقتیں تمہارے لیے ثابت ہو گئی ہیں اور تمام چیزیں اپنے اپنے مقام کی طرف پلٹ پڑی ہیں عبرتوں سے پند و نصیحت اور زمانہ کے الٹ پھیر سے عبرت حاصل کرو۔ اور ڈرانے والی چیزوں سے فائدہ اٹھاؤ۔

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خطبہ نمبر ۱۵۶

اَرْسَلَهُ عَلَى حِيْنِ فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ وَطُوْلِ هَجْعَةٍ مِّنَ الْاُمَمِ وَانْتِقَاضٍ مِّنَ الْمُبْرَمِ۔ فَجَاءَهُمْ بِتَصْدِيْقِ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَالنُّوْرِ الْمُقْتَدٰى بِهٖ ذٰلِكَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَنْطِقُوْهُ وَلَنْ يَّنْطِقَ وَلٰكِنْ اُخْبِرُكُمْ عَنْهُ، اَلَا اِنَّ فِيْهِ عِلْمَ مَا يَاْتِيْ۔ وَالْحَدِيْثَ عَنِ الْمَاضِيْ وَدَوَاءَ دَائِكُمْ وَنَظْمَ مَا بَيْنَكُمْ (منها) فَعِنْدَ ذٰلِكَ لَا يَبْقٰى بَيْتُ مَدَرٍ وَّلَا وَبَرٍ اِلَّا وَاَدْخَلَهُ الظَّلَمَةُ تَرْحَةً۔ وَاَوْلَجُوْا فِيْهِ نِقْمَةً فَيَوْمَئِذٍ لَا يَبْقٰى لَكُمْ فِي السَّمَاءِ عَاذِرٌ وَّلَا فِي الْاَرْضِ نَاصِرٌ۔ اَصْفَيْتُمْ بِالْاَمْرِ غَيْرَ اَهْلِهٖ۔ وَاَوْرَدْتُمُوْهُ غَيْرَ مَوْرِدِهٖ۔ وَسَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِمَّنْ ظَلَمَ مَاكَلًا بِمَاْكَلٍ وَّمَشْرَبًا بِمَشْرَبٍ، مِنْ مَّطَاعِمِ الْعَلْقَمِ وَمَشَارِبِ الصَّبِرِ وَالْمَقِرِ۔ وَلِبَاسِ شِعَارِ الْخَوْفِ۔ وَدِثَارِ السَّيْفِ۔ وَاِنَّمَا هُمْ مَطَايَا

(اللہ نے) آپ کو اس وقت رسول بنا کر بھیجا جبکہ رسولوں کا سلسلہ رکا ہوا تھا اور اُمتیں مدت سے پڑی سو رہی تھیں اور (دین کی) مضبوط رسی کے بل کھل چکے تھے چنانچہ آپ اُن کے پاس پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی (کتاب) اور ایک ایسا نور لے کر آئے کہ جس کی پیروی کی جاتی ہے۔ اور وہ قرآن ہے۔ اس کتاب سے پوچھو لیکن یہ بولے گی نہیں البتہ میں تمھیں اس کی طرف سے خبر دیتا ہوں کہ اس میں آیندہ کے معلومات گذشتہ واقعات اور تمھاری بیماریوں کا چارہ اور تمھارے باہمی تعلقات کی شیرازہ بندی ہے۔

اس خطبہ کا ایک جز یہ ہے اس وقت کوئی پختہ گھر اور کوئی اُونی خیمہ ایسا نہ بچے گا کہ جس میں ظالم غم و حزن کو داخل نہ کریں اور سختیوں کو اس کے اندر نہ پہنچائیں وہ دن ایسا ہوگا کہ آسمان میں تمھارا کوئی عذر خواہ اور زمین میں کوئی تمھارا مددگار نہ رہے گا۔ تم نے امر (خلافت) کے لیے نااہلوں کو چن لیا اور ایسی جگہ پر اسے لا اُتارا کہ جو اس کے اترنے کی جگہ نہ تھی۔ عنقریب اللہ ظلم ڈھانے والوں سے بدلہ لے گا۔ کھانے کے بدلے میں کھانے کا اور پینے کے بدلے میں پینے کا یوں کہ انھیں کھانے کے لیے حنظل اور پینے کے لیے ایلوا اور زہر ہلاہل دیا جائے گا اور ان کا اندرونی لباس

الخطیئات وزوامل الآثام فأقسم ثم أقسم، لتنخمنّها أمیّة من بعدی کما تلفظ النّخامة ثم لا تذوقها ولا تتطعّم بطعمها أبداً ما کرّ الجدیدان۔

خوف اور بیرونی پہناوا تلوار ہوگا۔ وہ گناہوں کی سواریاں اور خطاؤں کے باربردار اونٹ ہیں۔ میں قسم پر قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ میرے بعد بنی امیہ کو یہ خلافت اس طرح تھوک دینا پڑے گی جس طرح بلغم تھوکا جاتا ہے پھر جب تک دن رات کا چکر چلتا رہے گا وہ اس کا ذائقہ نہ چکھیں گے اور نہ اس کا مزا اٹھا سکیں گے۔

ومن خطبة له علیه السلام

خطبہ نمبر ۱۵۷

ولقد أحسنتُ جوارکم وأحطتُ بجهدی من ورائکم وأعتقتکم من ربق الذّلّ وحلق الضّیم شکراً منّی للبرّ القلیل وإطراقاً عمّا أدرکه البصر وشهده البدن من المنکر الکثیر۔

میں تمھارا اچھا ہمسایہ بن کر رہا اور اپنی طاقت بھر تمھاری نگہداشت وحفاظت کرتا رہا اور تمھیں ذلت کے پھندوں اور ظلم کے بندھنوں سے آزاد کیا یہ صرف تمھاری تھوڑی سی بھلائی کا شکریہ ادا کرنے اور تمھاری بہت سی ایسی برائیوں سے چشم پوشی برتنے کے لیے کہ جو میری آنکھوں کے سامنے اور میری موجودگی میں ہوتی تھیں۔

ومن خطبة له علیه السلام

خطبہ نمبر ۱۵۸

أمره قضاءٌ وحکمةٌ، ورضاه أمانٌ ورحمةٌ۔ یقضی بعلمٍ۔ ویعفو بحلمٍ۔ اللّهمّ لک الحمد علی ما تأخذ وتعطی وعلی ما تعافی وتبتلی، حمداً یکون أرضی الحمد لک، وأحبّ الحمد إلیک، وأفضل

اس کا حکم، فیصلہ کن اور حکمت آمیز اور اس کی خوشنودی امان اور رحمت ہے، وہ اپنے علم سے فیصلہ کرتا ہے اور اپنے حلم سے عفو کرتا ہے۔ بار الٰہا! تو جو کچھ دے کر لے لیتا ہے اور جو کچھ عطا کرتا ہے اور جن (مرضوں سے) شفا دیتا ہے ________ ، اور جن آزمائشوں میں ڈالتا ہے سب پر تیرے لیے حمد وثنا ہے ایسی حمد

اَلْحَمْدُ عِنْدَكَ حَمْدًا يَمْلَأُ مَا خَلَقْتَ۔ وَيَبْلُغُ مَا اَرَدْتَ۔ حَمْدًا لَا يُحْجَبُ عَنْكَ وَلَا يَقْصُرُ دُوْنَكَ حَمْدًا لَا يَنْقَطِعُ عَدَدُهٗ وَلَا يَفْنٰى مَدَدُهٗ۔ فَلَسْنَا نَعْلَمُ كُنْهَ عَظَمَتِكَ اِلَّا اَنَّا نَعْلَمُ اَنَّكَ حَيٌّ قَيُّوْمٌ لَا تَاْخُذُكَ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ لَمْ يَنْتَهِ اِلَيْكَ نَظَرٌ وَلَمْ يُدْرِكْكَ بَصَرٌ۔ اَدْرَكْتَ الْاَبْصَارَ وَاَحْصَيْتَ الْاَعْمَارَ۔ وَاَخَذْتَ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ وَمَا الَّذِيْ نَرٰى مِنْ خَلْقِكَ وَنَعْجَبُ لَهٗ مِنْ قُدْرَتِكَ وَنَصِفُهٗ مِنْ عَظِيْمِ سُلْطَانِكَ وَمَا تَغَيَّبَ عَنَّا مِنْهُ وَقَصُرَتْ اَبْصَارُنَا عَنْهُ، وَانْتَهَتْ عُقُوْلُنَا دُوْنَهٗ، وَحَالَتْ سُتُوْرُ الْغُيُوْبِ بَيْنَنَا وَبَيْنَهٗ اَعْظَمُ فَمَنْ فَرَّغَ قَلْبَهٗ، وَاَعْمَلَ فِكْرَهٗ لِيَعْلَمَ كَيْفَ اَقَمْتَ عَرْشَكَ، وَكَيْفَ ذَرَاْتَ خَلْقَكَ وَكَيْفَ عَلَّقْتَ فِي الْهَوَآءِ سَمٰوٰتِكَ وَكَيْفَ مَدَدْتَ عَلٰى مَوْرِ الْمَآءِ اَرْضَكَ رَجَعَ طَرْفُهٗ حَسِيْرًا وَعَقْلُهٗ مَبْهُوْرًا وَّسَمْعُهٗ وَالِهًا وَّفِكْرُهٗ حَائِرًا۔

جو انتہائی درجے تک تجھے پسند آئے اور انتہائی درجے تک تجھے محبوب ہو اور تیرے نزدیک ہر ستائش سے بڑھ چڑھ کر ہو ایسی حمد جو کائنات کو بھر دے اور جو تو نے چاہا ہے اس کی حد تک پہنچ جائے ایسی حمد کہ جس کے آگے تیری بارگاہ تک پہنچنے سے نہ کوئی حجاب ہے اور نہ اس کے لیے کوئی بندش، ایسی حمد کہ جس کی گنتی نہ کہیں پر ٹوٹے اور نہ اس کا سلسلہ ختم ہو۔ ہم تیری عظمت و بزرگی کی حقیقت کو نہیں جانتے مگر اتنا کہ تو زندہ و کارساز عالم ہے نہ تجھے غنودگی ہوتی ہے اور نہ نیند آتی ہے نہ تا نظر تجھ تک پہنچ سکتا ہے اور نہ نگاہیں تجھے دیکھ سکتی ہیں۔ تو نے نظروں کو پا لیا ہے اور عمروں کا احاطہ کر لیا ہے اور پیشانی کے بالوں کو پیروں (سے ملا کر) گرفت میں لے لیا ہے یہ تیری مخلوق کیا ہے جو ہم دیکھتے ہیں اور اس میں تیری قدرت (کی کارسازیوں) پر تعجب کرتے ہیں اور تیری عظیم فرمانروائی (کی کارفرمائیوں) پر اس کی توصیف کرتے ہیں۔ حالانکہ درحقیقت وہ (مخلوقات) جو ہماری آنکھوں سے اوجھل ہے اور جس تک پہنچنے سے ہماری نظریں عاجز اور عقلیں درماندہ ہیں اور ہمارے اور جس کے درمیان غیب کے پردے حائل ہیں اس سے کہیں زیادہ باعظمت ہے جو شخص (وسوسوں سے) اپنے دل کو خالی کر کے اور غور و فکر (کی قوتوں) سے کام لے کر یہ جاننا چاہے کہ تو نے کیونکر عرش کو قائم کیا ہے اور کس طرح مخلوقات کو پیدا کیا ہے اور کیونکر آسمانوں کو فضا میں لٹکایا ہے اور کس طرح

رمنہا) يدَّعِي بزعمه انّه يرجو الله كذب والعظيم، مابالُه لا يتبيّنُ رجاؤه في عمله؟ فكلّ من رجا عرف رجاؤه في عمله الاّ رجاء الله تعالى فانّه مدخولٌ وكلّ خوفٍ محقّقٌ الاّ خوف الله فانّه معلولٌ يرجو الله في الكبير، ويرجو العباد في الصغير فيعطي العبد مالا يعطي الرّبّ. فما بال الله جلّ ثناؤه يُقصّر به عمّا يُصنع لعباده اتخاف ان تكون في رجائك له كاذبا او تكون لا تراه للرّجاء موضعا؟ وكذالك ان هو خاف عبدًا من عبيده اعطاه من خوفه مالا يعطي ربّه فجعل خوفه من العباد نقدًا وخوفه من خالقهم ضمارًا ووعدًا وكذالك من عظمت الدنيا في عينه وكبر موقعها في قلبه آثرها على الله تعالى فانقطع اليها وصار عبدًا لها. ولقد كان في رسول الله صلّى الله عليه وآله كافٍ لك في الاسوة، ودليلٌ

پانی کے تھپیڑوں پر زمین کو بچھایا ہے تو اس کی آنکھیں تھک کر اور عقل مغلوب ہو کر اور کان حیران و سراسیمہ اور فکر گم گشتہ راہ ہو کر پلٹ آئے گی۔

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے: وہ اپنے خیال میں اس کا دعویدار بنتا ہے کہ اس کا دامن امید اللہ سے وابستہ ہے۔ خدائے برتر کی قسم وہ جھوٹا ہے (اگر ایسا ہی ہے) تو پھر کیوں اس کے اعمال میں اس امید کی جھلک نمایاں نہیں ہوتی جبکہ ہر امیدوار کے کاموں میں امید کی پہچان ہو جایا کرتی ہے سوائے اس امید کے جو اللہ سے لگائی جائے کہ اس میں کھوٹ پایا جاتا ہے اور ہر خوف وہراس جو دوسروں سے ہو) ایک مسلمہ حقیقت رکھتا ہے مگر اللہ کا خوف غیر یقینی ہے وہ اللہ سے بڑی چیزوں کا اور بندوں سے چھوٹی چیزوں کا امیدوار ہوتا ہے پھر بھی جو عاجزی کا رویہ بندوں سے رکھتا ہے وہ رویہ اللہ سے نہیں برتتا تو آخر کیا بات ہے کہ اللہ کے حق میں اتنا بھی نہیں کیا جاتا جتنا بندوں کے لیے کیا جاتا ہے۔ کیا تمھیں کبھی اس کا اندیشہ ہوا ہے کہ کہیں تم ان امیدوں (کے دعووں) میں جھوٹے تو نہیں؟ یا یہ کہ تم اسے محل امید ہی نہیں سمجھتے یونہی انسان اگر اس کے بندوں میں سے کسی بندے سے ڈرتا ہے تو جو خوف کی صورت اس کے لیے اختیار کرتا ہے اللہ کے لیے ویسی صورت اختیار نہیں کرتا۔ انسانوں کا خوف تو اس نے نقد کی صورت میں رکھا ہے اور اللہ کا ڈر صرف ٹال مٹول اور (غلط سلط) وعدے یونہی جس کی

لكَ على ذمِّ الدُّنيا وعيبها وكثرةِ مخازيها، ومساويها، إذ قُبِضت عنه أطرافُها، ووُطِئت لغيره أكنافُها، وفُطِم عن رضاعها، وزُوِي عن زخارفها۔ وإن شئتَ ثنَّيتُ بموسى كليم الله صلّى الله عليه وسلّم إذ يقول: رَبِّ إنِّي لما أنزلتَ إليَّ من خيرٍ فقيرٌ۔ واللهِ ما سألهُ إلّا خبزاً يأكلُه، لأنّه كان يأكل بقلةَ الأرض۔ ولقد كانت خضرةُ البقل تُرى من شفيفِ صفاقِ بطنه لهزاله وتشذُّبِ لحمه۔ وإن شئتَ ثلَّثتُ بداودَ صلّى الله عليه صاحبِ المزامير وقارئِ أهلِ الجنّة، فلقد كان يعملُ سفائفَ الخوصِ بيده۔ ويقولُ لجلسائه: أيُّكم يكفيني بيعها؟ ويأكلُ قرصَ الشعير من ثمنها۔ وإن شئتَ قلتُ في عيسى بن مريم عليه السلام، فلقد كان يتوسّدُ الحجرَ، ويلبسُ الخشنَ، ويأكلُ الجشبَ، وكان إدامُهُ

نظروں میں دنیا عظمت پالیتی ہے اور اس کے دل میں اس کی عظمت و وقعت بڑھ جاتی ہے تو وہ اسے اللہ پر ترجیح دیتا ہے اور اس کی طرف مڑتا ہے اور اسی کا بندہ ہو کر رہ جاتا ہے۔ تمھارے لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا قول و عمل پیروی کے لیے کافی ہے اور ان کی ذات دنیا کے عیب و نقص اور اس کی رسوائیوں اور برائیوں کی کثرت دکھانے کے لیے رہنما ہے اس لیے کہ دنیا کے دامنوں کو ان سے سمیٹ لیا گیا اور دوسروں کے لیے اس کی وسعتیں مہیا کر دی گئیں اور اس (زلال دنیا کی چھاتیوں سے) آپ کا دودھ چھڑایا گیا اور اس کی آرائشوں سے آپ کا رخ موڑ دیا گیا۔ اگر دوسرا نمونہ چاہو تو موسیٰ کلیم اللہ ہیں کہ جنھوں نے اپنے اللہ سے کہا کہ: "پروردگار! تو جو کچھ بھی اس وقت تھوڑی بہت نعمت بھیج دے گا میں اسی کا محتاج ہوں" خدا کی قسم! انھوں نے صرف کھانے کے لیے روٹی کا سوال کیا تھا چونکہ وہ زمین کا ساگ پات کھاتے تھے اور لاغری اور (جسم پر) گوشت کی کمی کی وجہ سے اُن کے پیٹ کی نازک جلد سے گھاس پات کی سبزی دکھائی دیتی تھی۔ اگر چاہو تو تیسری مثال داؤد (علیہ السلام) کی سامنے رکھ لو۔ جو صاحب زبور اور اہل جنت کے قاری ہیں وہ اپنے ہاتھ سے کھجور کی پتیوں کی ٹوکریاں بنا کرتے تھے اور اپنے ساتھیوں سے فرماتے تھے کہ تم میں سے کون ہے جو انھیں بیچ کر میری دستگیری کرے اور جو اس کی قیمت ملتی اس سے جو کی روٹی کھا لیتے تھے، اگر چاہو تو عیسیٰ ابن

الجُوعُ. وَسِرَاجُهُ بِاللَّيلِ القَمَرُ. وَ
ظِلَالُهُ فِي الشِّتَاءِ مَشَارِقَ الأَرْضِ
وَمَغَارِبَهَا وَفَاكِهَتُهُ وَرَيحَانُهُ
مَا تُنْبِتُ الأَرْضُ لِلبَهَائِمِ. وَلَمْ
تَكُنْ لَهُ زَوجَةٌ تَفْتِنُهُ، وَلَا وَلَدٌ
يَحْزُنُهُ. وَلَا مَالٌ يَلْفِتُهُ وَ لَا
طَمَعٌ يُذِلُّهُ. دَابَّتُهُ رِجْلَاهُ
وَخَادِمُهُ يَدَاهُ. فَتَأَسَّ بِنَبِيِّكَ
الأَطْيَبِ الأَطْهَرِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَ
آلِهِ فَإِنَّ فِيهِ أُسْوَةً لِمَنْ تَأَسَّى
وَعَزَاءً لِمَنْ تَعَزَّى وَأَحَبُّ العِبَادِ
إِلَى اللّٰهِ المُتَأَسِّي بِنَبِيِّهِ وَالمُقْتَصُّ
لِأَثَرِهِ. قَضَمَ الدُّنْيَا قَضْمًا وَ لَمْ
يُعِرْهَا طَرْفًا. أَهْضَمُ أَهْلِ الدُّنْيَا
كَشْحًا وَأَخْمَصُهُمْ مِنَ الدُّنْيَا
بَطْنًا عُرِضَتْ عَلَيهِ الدُّنْيَا فَأَبَى
أَنْ يَقْبَلَهَا وَعَلِمَ أَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ
أَبْغَضَ شَيْئًا فَأَبْغَضَهُ، وَحَقَّرَ
شَيْئًا فَحَقَّرَهُ، وَصَغَّرَ شَيْئًا فَصَغَّرَهُ.
وَلَوْ لَمْ يَكُنْ فِينَا إِلَّا حُبُّنَا مَا أَبْغَضَ
اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَتَعْظِيمُنَا مَا صَغَّرَ
اللّٰهُ وَرَسُولُهُ لَكَفَى بِهِ شِقَاقًا
لِلّٰهِ وَمُحَادَّةً عَنْ أَمْرِ اللّٰهِ. وَلَقَدْ

مریم کا حال کہو کہ جو (سر کے نیچے) پتھر کا تکیہ رکھتے تھے سخت
اور کھُردرا لباس پہنتے تھے اور (کھانے میں) سالن کے بجائے
بھوک اور رات کے چراغ کی جگہ چاند اور سردیوں میں سایہ
کے بجائے (ان کے سر پر) زمین کے مشرق و مغرب کا سائبان
ہوتا تھا۔ اور زمین جو گھاس پھوس چوپاؤں کے لیے اگاتی
تھی۔ وہ ان کے لیے پھل پھول کی جگہ تھی نہ ان کی بیوی تھیں
جو انھیں دنیا (کے جھنجھٹوں) میں مبتلا کرتیں اور نہ بال بچے
تھے کہ ان کے لیے فکر و اندوہ کا سبب بنتے اور نہ مال و متاع
تھا کہ ان کی توجہ کو موڑتا اور نہ کوئی طمع تھی کہ انھیں رسوا
کرتی۔ ان کی سواری ان کے دونوں پاؤں اور خادم اُن
کے دونوں ہاتھ تھے۔ تم اپنے پاک و پاکیزہ نبی کی پیروی
کرو چونکہ ان کی ذات اتباع کرنے والے کے لیے نمونہ اور صبر
کرنے والے کے لیے ڈھارس ہے۔ ان کی پیروی کرنے والا
اور ان کے نقش قدم پر چلنے والا ہی اللہ کو سب سے زیادہ
محبوب ہے جنھوں نے دنیا کو (صرف ضرورت بھر) چکھا
اور اسے نظر بھر کر نہیں دیکھا وہ دنیا میں سب سے زیادہ شکم
تہی میں بسر کرنے والے اور خالی پیٹ رہنے والے تھے۔ ان
کے سامنے دُنیا کی پیش کش کی گئی۔ تو انھوں نے اسے قبول
کرنے سے انکار کر دیا۔ اور (جب) جان لیا کہ اللہ نے
ایک چیز کو بُرا جانا ہے تو آپ نے بھی اُسے بُرا ہی جانا اور
اللہ نے ایک چیز کو حقیر سمجھا ہے تو آپ نے بھی اسے حقیر ہی
سمجھا اور اللہ نے ایک چیز کو پست قرار دیا ہے تو آپ نے
بھی اسے پست ہی قرار دیا۔ اگر ہم میں صرف یہی ایک چیز ہو

كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ عَلَى الْأَرْضِ۔ وَيَجْلِسُ جِلْسَةَ الْعَبْدِ، وَيَخْصِفُ بِيَدِهِ نَعْلَهُ وَيَرْقَعُ بِيَدِهِ ثَوْبَهُ۔ وَيَرْكَبُ الْحِمَارَ الْعَارِيَ وَيُرْدِفُ خَلْفَهُ، وَيَكُونُ السِّتْرُ عَلَى بَابِ بَيْتِهِ فَتَكُونُ فِيهِ التَّصَاوِيرُ فَيَقُولُ يَا فُلَانَةُ لِإِحْدَى أَزْوَاجِهِ غَيِّبِيهِ عَنِّي فَإِنِّي إِذَا نَظَرْتُ إِلَيْهِ ذَكَرْتُ الدُّنْيَا وَزَخَارِفَهَا فَأَعْرَضَ عَنِ الدُّنْيَا بِقَلْبِهِ وَأَمَاتَ ذِكْرَهَا مِنْ نَفْسِهِ وَأَحَبَّ أَنْ تَغِيبَ زِينَتُهَا عَنْ عَيْنِهِ لِكَيْلَا يَتَّخِذَ مِنْهَا رِيَاشًا۔ وَلَا يَعْتَقِدَهَا قَرَارًا وَلَا يَرْجُو فِيهَا مُقَامًا۔ فَأَخْرَجَهَا مِنَ النَّفْسِ وَأَشْخَصَهَا عَنِ الْقَلْبِ وَغَيَّبَهَا عَنِ الْبَصَرِ۔ وَكَذٰلِكَ مَنْ أَبْغَضَ شَيْئًا أَبْغَضَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَيْهِ وَأَنْ يُذْكَرَ عِنْدَهُ۔

وَلَقَدْ كَانَ فِي رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ مَا يَدُلُّكَ عَلَى مَسَاوِئِ الدُّنْيَا وَعُيُوبِهَا إِذْ جَاعَ فِيهَا مَعَ خَاصَّتِهِ وَزُوِيَتْ عَنْهُ

کہ ہم اس شے کو چاہنے لگیں جسے اللہ اور رسول بُرا سمجھتے ہیں اور اس چیز کو بڑا سمجھنے لگیں جسے وہ حقیر سمجھتے ہیں تو اللہ کی نافرمانی اور اس کے حکم سے سرتابی کے لیے یہی بہت ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین پر بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے اور غلاموں کی طرح بیٹھتے تھے اپنے ہاتھ سے جوتی ٹانکتے تھے اپنے ہاتھ سے کپڑوں میں پیوند لگاتے تھے اور بے پالان کے گدھے پر سوار ہوتے تھے اور اپنے پیچھے کسی کو بٹھا بھی لیتے تھے۔ گھر کے دروازہ پر (ایک دفعہ) ایسا پردہ پڑا تھا جس میں تصویریں تھیں تو آپ نے اپنی ازواج میں سے ایک کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اسے میری نظروں سے ہٹا دو جب میری نظریں اس پر پڑتی ہیں تو مجھے دنیا اور اس کی آرائشیں یاد آجاتی ہیں۔ آپ نے دنیا سے دل ہٹا لیا تھا اور اس کی یاد تک اپنے نفس سے مٹا ڈالی تھی اور یہ چاہتے تھے کہ اس کی سج دھج نگاہوں سے پوشیدہ رہے تاکہ نہ اس سے عمدہ عمدہ لباس حاصل کریں اور نہ اسے اپنی منزل خیال کریں اور نہ اس میں زیادہ قیام کی آس لگائیں۔ انہوں نے اس کا خیال نفس سے نکال دیا تھا اور دل سے اسے ہٹا دیا تھا اور نگاہوں سے اسے اوجھل رکھا تھا۔ یونہی جو شخص کسی شے کو بُرا سمجھتا ہے تو نہ اسے دیکھنا چاہتا ہے اور نہ اس کا ذکر سننا گوارا کرتا ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عادات و خصائل میں ایسی چیزیں ہیں کہ جو تمہیں دنیا کے عیوب و قبائح کا پتہ دیں گی آپ اس دنیا میں اپنے خاص افراد سمیت بھوکے رہے

حَقَارَتُهَا مَعَ عَظِيمِ زُلْفَتِهِ۔
فَلْيَنْظُرْ نَاظِرٌ بِعَقْلِهِ أَكْرَمَ اللّٰهُ
مُحَمَّدًا بِذٰلِكَ أَمْ أَهَانَهُ؟
فَإِنْ قَالَ أَهَانَهُ فَقَدْ كَذَبَ
وَأَتَى بِالْإِفْكِ الْعَظِيمِ۔ وَإِنْ قَالَ
أَكْرَمَهُ فَلْيَعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَهَانَ
غَيْرَهُ حَيْثُ بَسَطَ الدُّنْيَا لَهُ وَزَوَاهَا
عَنْ أَقْرَبِ النَّاسِ مِنْهُ فَتَأَسَّى
مُتَأَسٍّ بِنَبِيِّهِ، وَاقْتَصَّ أَثَرَهُ۔
وَوَلَجَ مَوْلِجَهُ، وَإِلَّا فَلَا يَأْمَنُ
الْهَلَكَةَ فَإِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ مُحَمَّدًا
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ عَلَمًا لِلسَّاعَةِ
وَمُبَشِّرًا بِالْجَنَّةِ، وَمُنْذِرًا بِالْعُقُوبَةِ
خَرَجَ مِنَ الدُّنْيَا خَمِيصًا وَوَرَدَ
الْآخِرَةَ سَلِيمًا لَمْ يَضَعْ حَجَرًا عَلَى
حَجَرٍ حَتَّى مَضَى لِسَبِيلِهِ وَأَجَابَ
دَاعِيَ رَبِّهِ، فَمَا أَعْظَمَ مِنَّةَ اللّٰهِ
عِنْدَنَا حِينَ أَنْعَمَ عَلَيْنَا بِهِ سَلَفًا
نَتَّبِعُهُ، وَقَائِدًا نَطَأُ عَقِبَهُ،
وَاللّٰهِ لَقَدْ رَقَّعْتُ مِدْرَعَتِي
هٰذِهِ حَتَّى اسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَاقِعِهَا۔
وَلَقَدْ قَالَ لِي قَائِلٌ أَلَا تَنْبِذُهَا
فَقُلْتُ اغْرُبْ عَنِّي فَعِنْدَ

کرتے تھے اور باوجود انتہائی قربِ منزلت کے اس کی آرائشیں
ان سے دُور رکھی گئیں۔ چاہیے کہ دیکھنے والا عقل کی روشنی
میں دیکھے کہ اللہ نے انھیں دنیا نہ دے کر ان کی عزت بڑھائی
ہے یا اہانت کی ہے اگر کوئی یہ کہے کہ اہانت کی ہے تو اس
نے جھوٹ کہا ہے اور بہت بڑا بہتان باندھا اور اگر یہ کہے
کہ عزت بڑھائی ہے تو اسے یہ جان لینا چاہیے کہ اللہ نے دوسروں
کی بے عزتی ظاہر کی جبکہ انھیں دنیا کی زیادہ سے زیادہ وسعت
دے دی اور اس کا رخ اپنے مقرب ترین بندے سے موڑ رکھا
پیروی کرنے والے کو چاہیے کہ ان کی پیروی کرے اور ان
کے نشانِ قدم پر چلے اور انہی کی منزل میں آئے ورنہ ہلاکت
سے محفوظ نہیں رہ سکتا، کیونکہ اللہ نے ان کو قربِ قیامت
کی نشانی اور جنت کی خوشخبری سنانے والا اور عذاب سے
ڈرانے والا قرار دیا ہے۔ دُنیا سے آپ بھوکے نکل کھڑے
ہوئے اور آخرت میں سلامتیوں کے ساتھ پہنچ گئے۔ آپ نے
تعمیر کے لیے کبھی پتھر پر پتھر نہیں رکھا یہاں تک کہ آخرت
کی راہ پر چل دیئے اور اللہ کی طرف بلاوا دینے والے کی آواز
پر لبیک کہی۔ یہ اللہ کا ہم پر کتنا بڑا احسان ہے کہ اس
نے ہمیں ایسے پیش رو و پیشوا جیسی نعمتِ عظمیٰ بخشی کہ جن کی
ہم پیروی کرتے ہیں اور قدم بقدم چلتے ہیں۔ خدا انہی کی پیروی
میں! خدا کی قسم میں نے اپنی اس قمیص میں اتنے پیوند لگائے
ہیں کہ مجھے پیوند لگانے والے سے شرم آنے لگی ہے۔ مجھ سے
ایک کہنے والے نے کہا کہ کیا آپ اسے اتاریں گے نہیں؟ تو
میں نے اسے کہا کہ میری (نظروں سے) دُور ہو کہ صبح کے وقت